یااللہ جل جلالہ　　　یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ الہٖ وَسلَّم

علم تصوف وطریقت پر مشتمل کتاب مستطاب

مفتاح السلوک

گنجینۂ ادبیات، آداب المریدین گواہرات

جلد دوم

از رشحات فیض قلم
قدوۃ العارفین العالم النبیل فقید المثیل الشیخ الاستاذ المفتی
سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: مفتاح السلوک

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۱۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

طباعت ثانی:

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

صفحہ نمبر

یا اللہ جل جلالہ　　　　یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد بے حد اس ذات احد کو جس نے جمیع کائنات پیدا فرمایا اور انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز عطا فرما کر اس کو اپنے اسماء وصفات کے عکس سے منور کیا اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کا لقب عطا فرمایا، اور اپنی ذات کو نہاں اور ظل اسماء و صفات کو عیاں فرما کر بعض قلوب مومنین کو بذریعہ کشف اور بعض کو بواسطۂ آئینہ یقین اپنی ذات نہاں کا عارف بنایا، اور کنہ ذات میں خلعت حیرت مرحمت فرما کر اپنا مقرب بنایا۔

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم
وزہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اور درود نامحدود اُن سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کہ اسم پاک ان کا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذات ان کی باعث تخلیق اٹھارہ ہزار عالم ہے اور صفت ان کی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہے، اور امت ان کی خیر الامم اور علماء ان کی امت کے مثل انبیائے بنی اسرائیل ہیں اور دین ان کا ناسخ جمیع ملل و ادیان ہے اور تعریف میں ان کی توریت وزبور وانجیل و فرقان ہیں اور ان کے مرتبہ کی تلاش میں تمام خلق حیران ہے۔ خدا کی حمد وثناء کے واسطے حضرت نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپ کی تعریف کے واسطے خدا کی تعریف کافی ہے۔ خلق خالق کی اور اس کے حبیب کی کیا تعریف کر سکتی ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم برراہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

محمد از تو می خواہم خدا را
الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

اور ہزاروں رحمتیں خدا کی نازل ہوں ان کے چار یار باوقار اور آل اطہار اور ازواج مطہرات اور اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کہ ہر ایک اُن میں سے آسمان ہدایت کا ستارہ ہے، اپنی ذات وصفات میں اور مقرب ہیں امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جیسے دانہائے تسبیح قریب ہوتے ہیں امام سے، زبان عاجز ہے ان کی تعریف میں اور قلم قاصر ہے ان کے حالات لکھنے میں اور خیال سرنگوں ہے ان کے مرتبہ کی تلاش میں، دوست اُن کا دوست خدا اور سول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور دشمن ان کا دشمن خدا اور سول، اور اللہ پاک راضی ہو چاروں آئمہ شریعت و طریقت اور جملہ علمائے حقانی و عرفائے ربانی سے کہ ان بزرگواروں کی محنتوں اور برکتوں سے ہم کو راستہ خدا کی مرضی پر چلنے کا ملا ہے اور اُمت پر بڑا احسان ہے ان مبارک ذاتوں کا کہ جس کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الحمد للہ مفتاح السلوک کی جلد اول بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور جلد دوم شروع ہو چکی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی تکمیل و اشاعت بخیر و عافیت ممکن ہو سکے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم

۲۸ جمادی الاول، ۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۲ دسمبر ۲۰۲۲

باب ہشتم

حیاتِ قلب ولطائف وحرکتِ قلب کا ثبوت قرآن وسنت اورافکارِ صوفیاء کی روشنی میں

مقدمہ

ہر آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس شعبہ سے متعلق بات کرناچاہتاہے تووہ اس شعبہ کے بنیادی اصول وضوابط و قواعد کو جانتاہو۔کیونکہ ہر علم کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں۔

ا۔جیسا کہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **الیو اقیت و الجواھر** میں امام ابن عربی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ما من طائفۃ تحمل علما من المنطقین و النحاۃ و اھل الھندسۃ و الحساب و المتکلمین و الفلاسفۃ الا و لھم اصطلاح لا یعلمہ الدخیل فیھم الا بتو قیف منھم۔

علماء منطق ، نحو، ہندسہ ، حساب، عقائد اور فلسفہ کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو ان علماء کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔[1]

۲۔الشیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ **حقائق عن التصوف** میں لکھتے ہیں:

فان لکل فن من الفنون او علم من العلوم کالفقہ و الحدیث و المنطق و النحو و الھندسۃ و الجبر و الفلسفۃ اصطلاحات خاصۃ بہ لا یعلمھا الا ارباب ذالک العلم۔

تمام علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، منطق، نحو،ہندسہ ،الجبرااور فلسفہ وغیرہ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو ان علوم کے ماہرین جانتے ہیں۔[2]

---

[1] (الیو اقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ج ا ص ۲۰)

[2] (حقائق عن التصوف ص ۲۵۸ ۔از دیوان پریس بر طانیہ)

۳۔الشیخ القاضی العلامۃ محمد اعلی بن علی الفاروقی لکھتے ہیں:

الشطح من مصطلحات الصوفیۃ۔

شطح صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔[3]

صوفیاء اور علماء کے مابین سبب نزاع کے اسباب

ہر علم کی الگ الگ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو علماء اور بعض مشائخ کے درمیان نزاع کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء، صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور مشائخ، علماء و محدثین کی اصطلاحات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ہم متقدمین مشائخ و علماء کی بات نہیں کر رہے کیونکہ تقریباً دو اڑھائی سو سال قبل تک علم ظاہر اور علم باطن کا مرکز ایک ہی ہوتا تھا جو بھی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتا وہ بیک وقت صوفی بھی ہوتا اور عالم بھی ہوتا۔ اگر صاحب رتبہ صوفی نہ بھی ہوتا تو فکری و نظری طور پر تصوف واہل تصوف سے ضرور واقف ومانوس ہوتا اور بقدر ظرف طلب ان سے فیض یاب بھی ہوتا تھا۔ لیکن زوال امت اور مغربی غلامی کے آغاز سے یعنی تقریباً دو اڑھائی سو سال سے علماء وصوفیاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے نہ وہ ان سے واقف رہے نہ یہ ان سے واقف رہے۔

بوجہ درج بالا کئی ایک سائل و معاملات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن پر تحقیقِ مزید کے بجائے بات خواہ مخواہ کی بحث و تنقیص پہ جا پہنچتی ہے جس سے اکابرین وسلف صالحین کے طریقہ وتربیت سے آدمی کہیں دور جانکلتا ہے۔

[3](کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ ص ۹۴ سهیل اکیڈمی لاهور)

مثلاً ایک معاملہ جو سوال کی شکل میں اکثر پیش آتا ہے کہ:

صوفیائے کرام جو احادیثِ مبارکہ "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم" لکھ کر بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی تو کیا ان احادیث کا انکار اس بناء پر کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ احادیث ہی نہیں ہیں؟ کچھ لوگ صوفیاء کرام کی کتابوں میں ان کی نقل کردہ احادیث مبارکہ کو نہیں مانتے بلکہ صرف اسی کو حدیث مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہوں۔ کچھ لوگ صوفیاء کرام کے معمولات پر اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ وہ معمولات سلف صالحین سے منقول ہوتے ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے اللہ والوں سے دشمنی مول لے کر خواہ مخواہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں۔

ا۔ انسان کی دو حالتیں

حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالانسان علی نوعین: جسمانی وروحانی۔

ترجمہ: پس انسان کی دو حالتیں ہیں جسمانی اور روحانی۔[4]

۲۔ سندِ اصفیاء واتقیاء وعلماء حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الانسان مرکب من جسم وروح۔

ترجمہ: انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[5]

[4] (سر الاسرار ومظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

[5] (لواقع الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۱۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الانسان مرکب من جسد و من روح۔

ترجمہ: اور جان لے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[6]

ان جلیل القدر شیوخ امت کی درج بالا عبارات سے مترشح ہوا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے دو علوم (علم ظاہر یعنی علم شریعت اور علم باطن یعنی علم روحانیت) عطا فرمائے جن کو قرآن مجید اور احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔یہی مضمون آیات و احادیث میں بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر ا: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿الکهف ٦٥﴾

ترجمہ: تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علی نبینا وعلیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔

ا۔امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای علم الغیب ابن عطیه: کان علم الخضر معرفته بواطن قداوحیته الیه۔

---

[6](تفسیر کبیر جلد ا ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ترجمہ: یعنی علمِ غیب ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم باطنی حقائق کا جاننا تھا جو ہم نے ان کی طرف وحی کیا۔[7]

۲۔امام نور الدین علی بن سلطان الہروی المکی الحنفی المعروف بہ الملا علی القاری علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی ما یحصل من طریق الھام دون التکلیف بالطلب۔

ترجمہ: علم لدنی وہ ہے جو طلب کی مشقت کے بجائے الہام کے طریقہ سے حاصل ہو۔[8]

۳۔الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی علیہ الرحمہ وعلمناہ من لدنا علما کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاصا ھو علم غیوب و الاخبار عنھا باذنہ تعالی علی ما ذھب الیہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما او علم الباطن۔

ترجمہ: (علم لدنی) حقیقتًا علم غیب کی خبریں ہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے۔ اس کی طرف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما گئے ہیں یا علم لدنی سے مراد علم باطن ہے۔

۴۔علامہ اسماعیل حقی آگے لکھتے ہیں:

وعلمناہ من لدنا علما وھو علم معرفۃ ذاتہ و صفاتہ الذی لا یعلمہ احد الا بتعلیمہ ایاہ۔

ترجمہ: (وعلمناہ من لدنا علما) علم لدنی اس کی ذات وصفات کی معرفت کا نام ہے اسے کوئی ایک بھی نہیں جانتا مگر جسے وہ بطورِ خاص سکھائے۔[9]

---

[7] (تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۳۲۵، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ)

[8] (تفسیر ملا علی قاری المسمی انوار القرآن واسرار الفرقان جلد ۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[9] (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۵۔امام ابی العباس احمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی علیہ الرحمہ **وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا** کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۶۔علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ الرحمہ **وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا** کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله (وهو علم الغيوب) والمراد بالغيب هنا الخفى لا ينتصب عليه دليل وقد اعلم الله الخضر بعضا من تلك الغيوب۔

ترجمہ: اور وہ علم غیوب ہے اور غائب سے مراد یہاں خفی علم ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بعض ان غیوب میں سے علم عطا کیا تھا۔[10]

آیت نمبر ۲: قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر علم باطن سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴿البقره ۱۵۱﴾

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (**نفسًا و قلبًا**) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

[10] (حاشية القونوى على تفسير امام بيضاوى جلد ۱۲ ص ۱۲۷ دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۱۔الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

بالفکر و النظر اذ لا طریق الی معرفته سوی الوحی و کرر الفعل لیدل علی انه جنس آخر۔

ترجمہ: تم ان علوم کو نظر و فکر کے ذریعے نہیں جانتے کیونکہ اس کی معرفت کی طرف وحی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور یہاں فعل (یعلمکم) کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ (علم) دوسری جنس سے ہے۔[11]

۲۔خاتمۃ المحققین وعمدۃ المدققین السید محمود آلوسی البغدادی علیہ الرحمہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔[12]

۳۔الشیخ القاضی ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس آخر و لعل المراد به العلم اللدنی۔

ترجمہ: (یعلمکم) فعل کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے۔[13]

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور ان کی تفاسیر سے خوب واضح ہو گیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علم بھی ہے جو علم باطن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان دونوں علوم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی۔

---

[11] (تفسیر انوار لقرآن واسرار الفرقان ج ۱ ص ۱۳۶)

[12] (تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۲۸ المکتبۃ الحقانیۃ ملتان)

[13] (تفسیر المظھری جلد ۱ ص ۱۵۱۔۱۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

علم باطن کا ثبوت احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ا: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو اقسام کے علم سیکھے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا اور دوسرے کو اگر میں بیان کروں تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔[14]

محدثین کے اقوال

ا۔الحافظ الامام بدر الدین ابی محمد بن احمد العینی علیہ الرحمہ اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت المتصوفة: المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اهل العرفان وقال آخرون منهم: العلم المکنون علما وهو نتیجة الخدمة وثمرة الحکمة لا یظفر بها الا الغواصون فی بحار المجاهدات ولا یسعد بها الا المصطفون بانوار المجاهدات والمشاهدات۔

ترجمہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں پہلے ظرف سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے اور دوسرے ظرف سے مراد اسرار ورموز کا علم جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دیگر صوفیاء نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز جو محفوظ ہے اور یہ (مقربین) کی

---

[14] (صحیح البخاری، باب حفظ العلم ص ۱۰۵، دار المعرفت بیروت لبنان)

خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات اور مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں۔

۲۔ولعل المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اھل العرفان۔

ترجمہ: اور شاید پہلے علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار ورموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان میں سے علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[15]

۳۔ شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وگفتہ اند کہ مراد باول علم احکام واخلاق ست کہ مشترک است میان خواص وعوام فبثانی علم اسرار کہ محفوظ ومصوٗن است از اعیار از جہت باریکی وپوشیدگی آن وعدم وصول فہم ایشان بان ومخصوص است بخواص از علماء باللہ از اہل عرفان۔

ترجمہ: اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ اول علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور (یہ علم) خواص وعوام میں مشترک ہے اور دوسرے علم سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ومصوٗن (بچا ہوا) ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی پوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[16]

---

[15] (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۵۷ مکتبۃ العلمیۃ بیروت لبنان)

[16] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۴۔العلامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما احدھما و ھو علم الظاھر من الاحکام و الاخلاق و اما الآخر و ھو علم الباطن۔

ترجمہ: پس دونوں علوم میں سے پہلا علم احکام اور اخلاق سے متعلق ہے اور وہ علم ظاہر ہے اور دوسرا وہ علم باطن ہے۔[17]

۵۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتادیا اور دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔[18]

علم باطن کے ثبوت پر دوسری دلیل حدیث کی روشنی میں

ان دونوں علوم کی مزید تائید حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العلم علمان: فعلم فی القلب فذاک العلم النافع و علم علی اللسان فذاک حجۃ اللہ عز و جل علی ابن آدم، رواہ الدارمی۔

---

[17] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[18] (مرأۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۱۸۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ترجمہ: علم دو قسم کا ہے پس ایک قلب کا علم ہے پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے پس یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔[19]

۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد یحمل الاول علی علم الباطن و الثانی علی علم الظاهر۔

ترجمہ: تحقیق محمول کیا ہے پہلے علم کو علم باطن پر اور دوسرے کو علم ظاہر پر۔[20]

۲۔ امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ویمکن ان یحمل الحدیث علی علمی الظاهر و الباطن۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو علم ظاہر اور علم باطن پر محمول کیا جائے۔[21]

۳۔ حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ علم طریق آخرت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاعلم انه قسمان: علم مکاشفة وعلم معاملة فالقسم الاول علم المکاشفة وهو علم الباطن و ذلک غایة العلوم۔

ترجمہ: پس جان لیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: علم مکاشفہ اور علم معاملہ پس پہلی قسم علم مکاشفہ ہے اور وہ علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔[22]

---

[19] (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[20] (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب العلم حدیث نمبر ۲۷۰ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[21] (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۱۶ مکتبہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیة)

[22] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

علم باطن کے ثبوت پر تیسری دلیل

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نہایت ہی قابل ذکر ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: انزل القرآن علی سبعة احرف لکل آیة منها ظاهر وباطن ولکل حد مطلع۔ رواہ فی شرح السنه۔

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اترا ہے ان میں ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔[23]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الاتقان فی علوم القرآن میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

واخرج ابو نعیم فی الحلیة عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعة احرف۔ ما منها حرف الا وله ظهر وبطن وان علی بن ابی طالب عنده من الظاهر والباطن۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اصفہانی حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا ہے کہ اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی علم ہے۔[24]

---

[23] (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[24] (الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون ص ۶۵ دار الکتب العربی بیروت لبنان، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۱)

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن بھی ہمارے دین کا حصہ ہے اور اس کی تعلیم دینا فرائض نبوت میں سے ہے اور زمانہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس کی باقاعدہ تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔

علم باطن کے ثبوت میں ائمہ کے اقوال

۱۔اب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں علوم کے باہمی ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

من تفقه و لم يتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پا لیا۔(محقق بنا)[25]

۲۔حضرت امام ابو طالب المکی علیہ الرحمہ ان دونوں علوم کے ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

هما علمان اوليان لا يستغني احدهما عن الأخر بمنزلة الاسلام و الايمان مرتبط كل منهما بالأخر كالجسم و القلب لا ينفک احد عن صاحبه۔(رواه دارمی)

---

[25](مرقاة شرح مشكوة جلد ۱ ص ۴۷۸ مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان)

ترجمہ: یہ دونوں علوم اصل ہیں کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا یہ بمنزل ایمان اور اسلام کے ہیں ان کا ایک دوسرے سے تعلق جسم اور دل کی طرح ہے کوئی ایک بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔[26]

۳۔ اور اسی طرح امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) ان دونوں علوم کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَالطَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ مُتَلَازِمَةٌ۔

ترجمہ: اور یہ طریقت اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔[27]

۴۔ امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں:

وكل شريعة غير مؤيدة بالحقيقة فغير مقبول وكل حقيقة غير مقيدة بالشريعة فغير مقبول۔

ترجمہ: پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔[28]

۵۔ الشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم باطن کہاں سے حاصل ہو گا؟ اور اس کا ماخذ ومصدر کیا ہے؟

العلم اللدني المأخوذ من بطون القران ومن مشكوة صدر النبي صلى الله عليه وسلم الذي لا سبيل الى دركه الا الانعكاس واما دركه فبعيد عن القياس۔

---

[26] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔ شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح جلد ۱ ص ۴۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[27] (ردالمحتار علی در المختار جلد ۴ ص ۲۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

[28] (الرسالۃ القشیریۃ ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: علم اللدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ اطہر ہے اس علم اللدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کے ادراک کا پتہ چلانا بعید از قیاس ہے۔[29]

علم باطن کے حصول کے ذرائع اور ثمرات

بطونِ قرآن اور سینہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی فقط طہارت باطنی سے ہی ممکن ہے اور قرآنی اصطلاح میں طہارت باطنی کو تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے اور یہی تزکیۂ نفس انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ (الاعلیٰ ۱۴)

ترجمہ: بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگی سے) پاک ہو گیا۔

ا۔ نجیب الطرفین الشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی قدس سرہ اس آیت کے ذیل میں تفسیر الجیلانی میں لکھتے ہیں:

وتطهير عن ادناس الطبائع واكدار الهيولى من الميل الى الدنيا وما فيها من اللذات الفانية والشهوات الغير الباقية وتوجه نحو المولى بالعزيمة الخالصة۔

ترجمہ: اور پاک ہو طبیعتوں کے میل کچیل سے اور مادہ کی کدورتوں سے یعنی دنیا کی طرف مائل ہونے سے اور جو اس میں لذات فانیہ ہیں ان سے اور فانی شہوات سے اور تو متوجہ ہو اپنے مولیٰ کی طرف خالص عزیمت وارادے کے ساتھ (یعنی ہر چیز سے کٹ کر)۔[30]

---

[29](التفسير المظهرى جلد ۱ ص ۱۵۲ مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان)

[30](تفسير جيلانى جلد ۵ ص ۱۰۴ دار الكتب العلمية)

۲۔اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ ۱۴) کے تحت لکھتے ہیں:

وفی الاٰیة اشارة الی تطهیر النفس عن المخالفات الشرعیة وتطهیر القلب عن المحبة الدنیویة بل عن ملاحظة الغیر و التوجه الی اللہ تعالی بقدر الاستعداد۔

ترجمہ: اس آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کو مخالفتِ شرعیہ سے پاک کرنے اور قلب کو حب دنیا سے اور غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے پاک کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بقدر استعداد متوجہ کرے۔[31]

آیت نمبر ۲: اور قرآن مجید میں ایک اور مقام پر تزکیہ نفس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰاهَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس ۱۰)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی) اور بے شک وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)

۱۔حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

معناہ قد افلح من زکی نفسه فاصلحها و حملها علی طاعة اللہ عز و جل۔

ترجمہ: اس کا معنیٰ یہ ہے بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کی اصلاح کر لی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔[32]

---

[31] (روح البیان تفسیر القرآن جلد ۱۰ ص ۱۴۱۷ مکتبہ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[32] (تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴ ص ۴۶۰ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان۔ تفسیر مظهری جلد ۷ ص ۴۶ مکتبہ رشیدیہ)

۲۔تو تزکیہ نفس کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جس کو صوفیانہ اصطلاح میں علم باطن کہتے ہیں جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم المکاشفة فهو عبارة عن نور يظهر فی القلب عند تطهيره وتزكيه من صفاته المذمومة۔

ترجمہ: علم مکاشفہ نور سے عبارت ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے دل میں اس کے صفاتِ مذمومہ سے طہارت اور پاکیزگی کے وقت۔[33]

۳۔اور ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی لکھتے ہیں:

وذالک بعد تطهير القلب من النقائص والرذائل وتفرغه من العلائق والشواغل فاذا كمل تطهير القلب وانجذب الى حضرة الرب فاضت عليه العلوم اللدنية والاسرار الربانية۔

ترجمہ: اور (اس نور کا پیدا ہو جانا) قلب کا نقائص اور رذائل سے پاک ہونے اور دل کا علائق وشواغل سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ پس جب دل کی طہارت مکمل ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی حضوری نصیب ہوتی ہے تو علم لدنیہ اور اسرار ربانیہ (دل) پر وارد ہونے لگتے ہیں۔[34]

---

[33] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[34] (تفسیر بحر المدید جلد ۴ ص ۱۷۹ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبعضے میگویند کہ این بشارت است برائیان جمال او را در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ وقطع علائق جسمانیہ بمرتبہ کہ بے حجاب کشفاوعیانادبیداری باین سعادت فائز باشند۔

ترجمہ: بعض ارباب معرفت کہتے ہیں کہ یہ خواب میں جمال محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کرنے والے خوش بختوں کے لئے بشارت ہے کہ جسمانی کدورتوں کے اٹھ جانے اور جسمانی تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد اس مقام کو پہنچ جائیں گے کہ بحالت بیداری کشف اور مشاہدے میں اس سعادت کو حاصل کریں گے۔[35]

۴۔ اور اسی سے متعلق حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

وو راء العقل طور آخر تنفتح فیہ عین اخری یبصر بھا الغیب وما سیکون فی المستقبل واموراً اخری العقل معزول عنھا۔

ترجمہ: عقل سے آگے ایک اور راستہ ہے جس میں دوسری آنکھ کھل جاتی ہے جس کے ذریعے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے امور جس سے عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔[36]

[35](اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۵ المکتبۃ الحبیبیۃ کانسی روڈ کویٹہ)

[36](مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۲۶ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ **الرسالۃ للدنیہ** میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن عبد الا و لقلبہ عینان۔ وھما عینان یدرک بھما الغیب فاذا اراد اللہ تعالی بعبد خیرا فتح عینی قلبہ لیری ماھو غائب عن بصرہ۔

ترجمہ: ہر بندے کے دل کی دو آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ غائب کا ادراک کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھ لے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ [37]

نور باطن کی وسعت کا اندازہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے لگائیے آپ فرماتے ہیں:

ومن اول الطریقۃ تبتدئ المشاھدات و المکاشفات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویکتسبون منھم فوائد۔

ترجمہ: اور ابتدائے طریقت میں مکاشفات ومجاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ عین حالت بیداری میں بھی وہ ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔ [38]

---

[37] (مجموعہ رسائل امام غزالی الرسالۃ اللدنیہ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[38] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۷ المکتبہ الحقانیہ ملتان)

صوفیاء کا دربار رسالت سے براہ راست فیض حاصل کرنا

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں بہت سے پاکیزہ نفوس اس مقام پر پہنچے جو مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے براہِ راست ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حدیث طوبی لمن رانی سے استدلال

جیسا کہ علامہ محمد عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمہ حدیث **طوبی لمن رانی** کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعارفون یرونہ فی عالم الحس یقظۃ حتی قال الشیخ ابو العباس المرسی: لو احتجب عنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم طرفۃ عین ما عددت نفسی من الفقراء وفی روایۃ من المسلمین۔

ترجمہ: عارفین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک پل کے لئے بھی مجھ سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو (اس وقت) فقراء میں شمار نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[39]

[39] (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد ۴ ص ۳۷۰ حدیث ۵۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۱۔امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وقال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ وسلم طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک لمحہ بھر بھی مجھ سے محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[40]

۲۔عارف باللہ احمد بن محمد بن عجیبہ شرح الحکم میں حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

قال ابو العباس المرسی لی ثلاثون سنة ما غاب عنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم طرفة عین ولو غاب عنی ما اعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: ابو العباس المرسی نے فرمایا تیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے ایک پل بھی علیحدہ (غائب) نہیں ہوئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[41]

۳۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی مین شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال ایضا فی ترجمة الشیخ خلیفة بن موسی النهر ملکی: کان کثیر الرؤیة لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم یقظة ومناما فکان یقال ان اکثر افعاله متلقاة منه بامر منه اما یقظة اما مناما۔ ورأه فی لیلة واحدة سبع عشر مرة۔

---

[40] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[41] (ابعاد الغمم عن ایقاظ الهمم فی شرح الحکم ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ: اسی طرح شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے سوانح حیات میں ہے کہ ان کو حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کثرت سے دیدار ہوتا تھا اور نیند کی حالت میں بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر امور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل شدہ تھے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے تھے وہ احکام یا تو حالت بیداری میں تھے یا حالت خواب میں بھی تھے اور ایک ہی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ السلام کی سترہ (۱۷) مرتبہ زیارت کی۔[42]

اسی روایت کو امام المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۵۱ پر نقل کیا ہے:

۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والشیخ جلال الدین السیوطی کان یقول. رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واجتمعت بہ یقظۃ نیفا وسبعین مرۃ۔

ترجمہ: شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس اور زیارت حالت بیداری میں پچھتر (۷۵) مرتبہ کی۔[43]

۵۔ علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واھل ھذا المقام موجودون فی کل زمان فان القادر فی زمانھم ھو القادر فی زماننا۔

[42] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۵۹ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)

[43] (لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ: اس مقام ومرتبے والے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں پس ان کے زمانہ میں جو (اس مقام پر) فائز رہے وہ ہمارے زمانہ میں بھی پائے گئے ہیں (یعنی کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا)۔[44]

٦۔امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واعلم ان مقام مجالسۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عزیزۃ جدا وقد جاء شخص الی سیدی علی المرصفی وانا حاضر فقال: یا سیدی قد وصلت الی مقام صوت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یقظۃ ای وقت شئت۔

ترجمہ: جان لے بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہم نشینی بہت ہی پیاری ہے اور تحقیق ایک شخص سید علی مرصفی کی بارگاہ میں آیا اور میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا یا سیدی میں ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں میں حالت بیداری میں جس وقت بھی تمنا کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرلیتا ہوں۔[45]

٧۔الشیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی کے متعلق الحاوی للفتاوی میں اور شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الجیلانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبل الظہر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد؟ فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ سبعا وقال: تتکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظہر

---

[44] (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ٣ ص ٣٦٢ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[45] (لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ ص ١٦ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا قائما بازائی فی المجلس فقال لی: یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال: افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ ستا فقلت: لم لا تکملھا سبعا؟ قال ادبا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم۔

ترجمہ: شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظہر سے پہلے دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی اے میرے حضور! میں عجمی ہوں کیسے بغداد کے فصیح وبلیغ لوگوں کے سامنے تقریر کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا پس آپ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ ونصیحت کیجئے اور بلایئے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ پس میں نے نماز ظہر ادا کی اور میں وعظ کیلئے بیٹھا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہوگئے، مجھ پر کپکپی طاری ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر میں اسی مجلس میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آپ کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی دادا حضور! مجھ پر کپکپی طاری ہورہی ہے تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولیئے میں نے اپنا منہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے عرض کیا سات مرتبہ مکمل کیوں نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب واحترام کی وجہ سے۔[46]

[46] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان فتاوی حدیثیہ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۱۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

۸۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

در بہجۃ الاسرار باسنادی کہ دروی دو واسطہ بیش نیست روایت کردہ کہ روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود ووعظ میفرمود وقریب بدہ ہزار کس در پایۂ وعظ وی حاضر و شیخ علی بن ہیتمی در زیر پائے کرسی شیخ نشست گاہ شیخ علی ہیتمی راخوابی برد پس شیخ عبد القادر قوم رافرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تاآنکہ جزانفاس از ایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد باداب پیش شیخ علی مذکورومی نگریست دروی پس بیدار شد شیخ علی وگفت شیخ عبد القادر بادی کہ دیدی توآن حضرت را درخواب گفت نعم فرمود ازین جہت ادب درزیدم باتوایستادیم درپیش توفرمود بچہ وصیت کرد تراآن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت انچہ من درخواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ درآن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: صاحب بہجۃ الاسرار اپنی ایسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرمارہے تھے تقریباً دس ہزار افراد مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی ہیتی حضرت شیخ کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو

خاموشی کا حکم دیا سب لوگ خاموش ہو گئے حالت یہ تھی کہ سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضرت شیخ نے کہا تمہیں خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: اسی لئے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا تمہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا نصیحت فرمائی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیداری میں دیکھا روایت کرتے ہیں کہ اس دن مردانِ خدا میں سے سات افراد اس دنیا سے چلے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ [47]

۹۔ شیخ محقق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ودر مواہب لدنیہ گفتہ کہ ابن منصور در رسالۂ خود نوشتہ کہ درآمد شیخ ابو العباس قسطلانی برآں حضرت پس دعا کرد آں حضرت اورا فرمود (اخذ اللّٰہ بیدک یا احمد)۔

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن منصور نے اپنے رسالے میں لکھا کہ شیخ ابو العباس قسطلانی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔

---

[47] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان)

۱۰۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مزید شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وازشیخ ابو المسعود آوردہ کہ مصافحہ میکرد آن حضرت را بعداز ہر نماز۔

ترجمہ: شیخ ابوالمسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔[48]

ثبوت ثانی ارشاد ربانی

فقہاء، مفسرین، محدثین اور جلیل القدر بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تمام دلائل اور ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔

جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ★ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿الجمعة ٢﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔[49]

---

[48] (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[49] وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿٣﴾

ترجمہ: اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود نہیں ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے) اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن حسن بن حسین ابن علی التیمی الرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعلمھم ای ویعلمھم ویعلم آخرین منھم۔

ترجمہ: یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی تعلیم فرماتے ہیں۔[50]

۲۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویزکیھم ویعلمھم ای یعلمھم ویعلم آخرین من المؤمنین۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں پاک بھی فرماتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور بعد والے مؤمنین کا بھی تزکیہ اور تعلیم فرماتے ہیں۔[51]

۳۔ دیوبند مکتبۂ فکر کے ایک بہت بڑے محدث اور شارح بخاری شیخ انور شاہ کشمیری فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

ویمکن عندی رؤیته صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم یقظة لمن رزقه اللہ سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمة اللہ علیه کان زاهد متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن۔ انه رآه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم وکتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی

[50] (التفسیر الکبیر جلد ۱۵ ص ۵ جز ۳۰ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[51] (الجامع الاحکام القرآن جلد ۲۰ ص ۵۳ ۱۴۲۳ الرسالة العالمیة)

سلطان الوقت وكان يوقره فابى السيوطى رحمة اللّٰه عليه ان يشفع له وقال انى لا افعل وذلك لان فيه ضرر نفسى وضرر الامة لانى زرته صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم غير مرة ولا اعرف فى نفسى امرا غير انى لا اذهب الى باب الملوك فلو فعلت امكن ان احرم من زيارته المباركة۔ فانا ارضى بضررك اليسير من ضرر الامة الكثير۔ والشعرانى رحمة اللّٰه عليه ايضا كتب انه راه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم وقرأ عليه البخارى فى ثمانية دفعة معه ثم سماهم وكان واحد منهم حنفيا وكتب الدعاء الذى ترأه عند ختمه فالرؤية يقظة متحققة وانكارها جهل۔

ترجمہ: میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لئے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی جس طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زاہد تھے اور اپنے بعض معاصرین پر کلام میں متشدد تھے اس کے لئے یہ شان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بائیس ۲۲ مرتبہ (صحیح پچھتر بار ہے) زیارت کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سیوطی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا۔ اور علامہ شعرانی نے بھی بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

وسلم سے صحیح بخاری پڑھی ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا لہٰذا بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔[52]

۴۔امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد ابو المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد ابو المواهب الشاذلی: احد اکابر العارفین ائمة العلماء العاملین ومن کراماته انه کان کثیرا رؤیا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم فی المنام حتی کانه لا یفارقه وحتی کانه یراه فی الیقظة وقد جمع مرائیه فی کتاب طالعت من اوله الی آخره فرأیته حقیقة من اعظم الکرامات لهذا العارف حتی انه یری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم فیتذاکر معه فی امر ثم یراه فی منام آخر فیکمل له الحدیث الذی ابتداه فی المنام قبله بل ذکر بعضهم انه کان یجتمع به صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم یقظة وانه تلقی منه علیه السلام حزب الفردانیة یقظة۔

ترجمہ: محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور با عمل عالموں میں سے ایک تھے اور آپ کی کرامات میں سے یہ کہ وہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا بھی نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ بیداری میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقاتِ کبری میں لکھے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ہے میں نے عارف کی سب سے بڑی کرامت یہ پائی کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی

---

[52] (فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۰۴ المکتبۃ العزیزیۃ اردو بازار لاہور)

زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے تھے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرما دیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔[53]

۵۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ سلمان ابن عنان المندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ودر معاملہ قرآن راپیش آن سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تجوید نمود۔

ترجمہ: قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں پڑھا تھا۔[54]

۶۔ سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نور الہدیٰ کلاں میں لکھتے ہیں:

شریعت آراہی ست کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفتہ باشد قدم بر قدم محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شب وروز پیاپی خودرا مدخل مجلس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ساند وہر علم نص وحدیث در مجلس حضور حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خواند۔

---

[53] (جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۱۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[54] (اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۲۲۱ مطبع دھلی)

ترجمہ: شریعت وہ راہ ہے کہ جس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گامزن رہے اس لئے جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چل کر رات دن ان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آخر کار مجلس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں جا پہنچتا ہے اور وہاں سے نص وحدیث کا تمام علم پڑھ لیتا ہے۔[55]

۷۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی فتاوی حدیثیہ میں سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وحکی ابن فارس عن سیدی علی وفا قال: کنت وانا ابن خمس سنین اقرا القرآن علی رجل فاتیتہ مرۃ فرایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یقظۃ لا مناما وعلیہ قمیص ابیض قطن ثم رایت القمیص علیّ فقال لی: اقرأ فقرأت علیہ سورۃ والضحٰی والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت احدی وعشرین سنۃ احرمت بصلاۃ الصبح بالقرافۃ فرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قبالۃ وجھی فعانقنی فقال: واما بنعمۃ ربک فحدث۔ فأوتیت لسانہ من ذلک الوقت انتھی۔

ترجمہ: سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا اور ایک دن میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا پڑھ پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح پڑھ کر سنا دیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غائب ہو گئے جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر ترافہ میں نماز فجر کے لئے تکبیر کہہ چکا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[55] (نور الھدیٰ کلاں ص ۲۳٦ العارفین پبلی کیشنز لاھور پاکستان)

وآلہٖ وسلم نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: **واما بنعمة ربک فحدث**۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضوری عطا فرمائی۔[56]

ذرا سوچیں! انسانی تصور و تخیل ان لوگوں کی کیفیات کو اپنی گرفت میں کیسے لا سکتا ہے؟ جو عالم علمی مسائل میں بھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے رہنمائی لیتے ہوں ان کی زندگیوں میں علم و عمل اعتقاد اور تقویٰ میں پختگی کا عالم کیا ہو گا؟

صوفیاء اور علمائے ظاہر کے نزدیک روایت حدیث کے ذرائع

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ علمائے ظاہر کے پاس حدیث مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل و قال کی روایات ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اس لئے انہوں نے ان کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابل تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے جبکہ علماء باطن (صوفیاء) کا ذریعہ علم باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری اور کشف ہے۔ دائمی حضوری کے متعلق امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

كان للشيخ ابى العباس المرسى رحمة الله عليه وصلة بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ وسلم اذا سلم على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ وسلم رد عليه السلام ويجاوبه اذا تحدث معه۔

ترجمہ: شیخ ابو العباس المرسی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام پیش کرتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کا

---

[56] (فتاوی حدیثیه ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانه کراچی پاکستان۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۱ المکتبة النوریة الرضویة)

جواب دیتے اور جب کوئی بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کرتے تو اس کا جواب بھی ارشاد فرماتے۔[57]

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہ حضر مجلس فقیہ فروی ذلک الفقیہ حدیثا فقال لہ الولی: ھذا الحدیث باطل فقال الفقیہ: ومن این لک ھذا فقال ھذا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واقف علی راسک یقول انی لم اقل ھذا الحدیث وکشف للفقیہ فرأہ۔

ترجمہ: ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس میں درس میں حاضر ہوئے فقیہ نے ایک حدیث پڑھی اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں فرمائی بعد میں اس بزرگ نے اس فقیہ کو بھی زیارت کروادی۔[58]

تو یہ بات ذہن نشین کرلے کہ محققین کے نزدیک بنیادی طور پر علم کے حصول کے ذرائع چار ہیں:

۱۔ حواس خمسہ　　۲۔ عقل　　۳۔ کشف والہام　　۴۔ وحی

حواس کی رسائی فقط محسوسات تک محدود ہے۔ مدرکاتِ حسی سے ماوراء حقائق کے لئے حواس خمسہ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اسی طرح عقل کا دائرہ بھی محدود ہے اس کی رسائی صرف معقولات تک

---

[57] (الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[58] (الحاوی للفتاوی جلد ۲، ۲۴۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

محدود ہے۔ عقل کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کئے بغیر پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد علم کے حصول کا تیسرا ذریعہ کشف والہام ہے۔

عالم طبیعیات میں جو تمام تر حقائق و موجودات ہیں خواہ ان کا شمار محسوسات میں ہو یا معقولات میں ہو زمانی ہو یا مکانی، صوفیانہ کشف والہام کے ذریعے صوفیاء کو عالم ما بعد الطبیعیات کا ادراک و معرفت ہوتی ہے تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مل کر بھی حتمی اور قطعی علم مہیا نہیں کر سکتے لیکن ان کے حرمانِ قطعیت اور نقصانِ ادراک و معرفت کے باوجود انہیں ذریعہ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کشف والہام کو ذریعۂ علم کی حیثیت سے ماننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

علم کے حصول کا چوتھا ذریعہ وحی ہے جو کشف والہام سے بھی اعلیٰ اور سب سے مضبوط حتمی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

کشف والہام حصول علم کے ذرائع

جب صوفی تزکیہ اور تصفیہ میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور وہ مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا کشف مشمولات وحی کے مطابق و موافق ہو جاتا ہے اور یہی مطابقت و موافقت اس کے کشف کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

ا۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی: انه بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم ان من قال لا اله الا اللہ سبعین الفا غفر له ومن قیل له غفر له ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجه الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء فسالته عن

السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الآن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث۔

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی تو میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی پھر اتفاق سے میں بعض احباب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے۔ اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی نے کہا! میں اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان گیا۔[59]

اسی وجہ سے ان صوفیاء کرام کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہتے جن کی ولایت امت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک مسلمہ ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کو اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور وہ ہر چیز ان کے حکم واجازت سے لکھتے ہیں۔

---

[59](مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۲۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کلید التوحید خورد میں لکھتے ہیں:

کسے را کہ عقل باشد ودانش وشعور تمام است کہ این کتاب بہ حکم اللہ تعالیٰ واز نظر رحمت اللہ تعالیٰ قدم ومنظور شدہ بہ اجازت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رقم حضور شدہ کہ ہر حرف این کتاب حضوری شایدہ حق بخشد وہر سطر ازین کتاب از اسرار مشاہداتِ تجلیات نور حق ذات بابرکت از برکت اسم اللہ ذات وآیات کلام اللہ شریف وشریعت نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم می کشاید۔

ترجمہ: جس کسی کو عقل ہے اور وہ کامل دانائی اور شعور کا مالک ہے تو اس کے لئے یہ بات کامل حجت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور نگاہِ رحمت کے تحت لکھی گئی ہے اور یہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے منظور شدہ ہے اور انہی کی اجازت سے تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کا ہر حرف شاہدہ حق کی حضوری بخشا ہے اور اس کی ہر سطر ان بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے شاہدے میں پائے جاتے ہیں۔ اسم اللہ ذات وآیات قرآن اور شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات سے اس کی ہر سطر یہ بھید کھلتے ہیں۔

کسی حدیث یا مقام معرفت، کسی مسئلہ شرعیہ کے بارے میں عدم علم اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں

اس بات کی مزید تائید ہمیں اپنے اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتی ہے مثال کے طور پر اگر آپ تخریج کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ لم اقف علیہ میں اس پر واقف نہیں ہوں۔ **لم اقف علیه بهذا اللفظ** میں اس لفظ پر مطلع نہیں ہوں۔ **لم اقف بهذا الحديث** میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوں۔ **لم اقف على اسناده** میں اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوں **لم اری** میں نے نہیں دیکھی **لا اعرف من الاسناد** میں اس کی اسناد کو پہچانتا نہیں ہوں **لا اعرف بهذا الحديث** میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ وغیرہ اس قسم کے مختلف الفاظ آپ کو بکثرت ملیں گے۔ اسلاف کا یہ طرزِ تحریر ہم پر واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کی کمی کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے نہ کہ بزرگوں کے علم کی نفی۔ جب وہ حدیث کی سند کسی کتاب میں نہیں پاتے تو یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی سند نہیں ملی اس کی مزید وضاحت کے لئے میں اپنی گفتگو کے بجائے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اعلی حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی کا طویل اقتباس پیش کروں۔ اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے سلف صالحین کی نقل کردہ احادیث کا انکار کرتے ہیں آپ انکا محاسبہ فرماتے ہیں۔[60]

جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں پھر اس

---

[60] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۹۳ تا ۳۰۵)

طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرت عالیہ آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل وغیر ثابت بناتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ کے آمدی وکے پیر شدی کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی میں نے نہیں دیکھی اور مجھے نہیں ملی نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینے میں لئے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہم آئمہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کماتری یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبداللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

ترجمہ: اصحابِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوائے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہیں لکھتا تھا۔[61]

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئی ہیں اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو (۵۳۰۰) احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اب کہیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں محدثین اہل جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحا صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور کتب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامہ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ آئمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے

---

[61] (صحیح بخاری باب کتابۃ العلم ص ۲۲)

میں اسی (۸۰) علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے موطائے مالک موطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالتِ قدر آفتاب نیم روز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا:

لعل قصور نظرنا اخفاھما عنا۔

امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور کی وجہ سے ہم وہ روایات نہ دیکھ پائے۔

عجیب بات یہ ہے دیکھو علماء تو عاجزی یوں فرماتے ہیں۔ اور جاہلوں کے دعوے طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ لعلہ خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا۔ شاید وہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدت فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا۔

میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کروں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

هذا يحسب ما اطلع عليه المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر قاله المناوی۔

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے کہ شاید یہ حدیث ان کتب آئمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں اور پھر دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھ دیا کہ الامر کذلک یعنی واقعی ایسا ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔

امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم كثير من الائمة انه لا اصل له۔

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں:

حديث الوضوء على الوضوء نور على نور۔

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔

(مذکورہ حدیث) کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیه ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔

تیسیر میں ہے:

حديث الوضوء على الوضو نور على نور اخرجه رزين ولم يطلع عليه العراقي كالمنذرى فقالا لم نقف عليه۔

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

میں یہاں اگر اس کی نظریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں۔ یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم واحاطۂ نظر کا دعویٰ ہے، کیا ان آئمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث اپنی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا۔ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے؟

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

الطف واہم، ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں؟ پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح اللہ پاک ذات کی یاد کی ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع واعظ کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہو گی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حامل فقه الی من هو افقه منه ورُبَّ حامل فقه لیس بفقیه۔ رواه الائمة الشافعی والاحمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وصححه والضیاء فی المختارة والبیهقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی الله عنهما ونحوه لاحمد والترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم بسند صحیح والدارمی عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم۔

ترجمہ: بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد دارمی، ابوداؤد وترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اسی طرح احمد وترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح رسول کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداء سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیر و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ جلیل الشان اور اجلہ آئمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔

امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراجواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔

امام اعمش نے کہا:

حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔

ترجمہ: بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم نے فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے۔ **والحمدللہ۔**

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت امیر المؤمنین مولی علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابو ہریرہ وانس بن مالک وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبد اللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد ہیں جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقہاء ولکنا سمعنا الحدیث فرویناہ الفقہاء من اذا علم عمل۔[62]

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا)۔

مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی بینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[63]

اعلی حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی اس طویل عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسلمہ بزرگوں کی نقل کردہ روایات، ان کے اقوال، احوال، مقامات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ

[62](نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶ باب الطبقۃ الثالثۃ من الکتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان)

[63](فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۹۴ تا ۳۵۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

ان کا طریق کتاب وسنت کی حقیقی برکات سے مستحکم اور اخلاق انبیاء علیہم السلام واصفیاء کے سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور یہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں باعتبار تقویٰ ورجوع الی اللہ سب سے افضل ترین گروہ ہے۔

صوفیاء کا مقام

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے جب جماعت صوفیاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

۱۔ھم قوم اثروا اللہ عزوجل علی کل شیء فاثرھم اللہ عزوجل علی کل شیء۔

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے جو اللہ عزوجل کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔[64]

۲۔امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری جماعتِ صوفیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقد جعل اللہ ھذہ الطائفۃ صفوۃ اولیائہ وفضلھم علی الکافۃ من عبادہ بعد رسلہ وانبیائہ صلوات اللہ وسلامہ علیھم وجعل قلوبھم معادن اسرارہ واختصھم من بین الامۃ بطوالع انوارہ فھم الغیاث للخلق والدائرون فی عموم احوالھم مع الحق بالحق صفاھم من کدورات البشریۃ ورقاھم الی محال المشاھدات بما تجلی لھم من حقائق الاحدیۃ ووفقھم للقیام بآداب العبودیۃ واشھدھم مجاری احکام الربوبیۃ فقاموا باداء ماعلیھم من واجبات تکلیف وتحققوا بما منہ سبحانہ لھم من التقلیب والتصریف۔ثم رجعوا الی اللہ سبحانہ وتعالی بصدق الافتقار ونعت الانکسار ولم یتکلوا علی ما حصل منھم من الاعمال او صفالھم من الاحوال۔

---

[64](رسالہ قشیریہ باب التصوف ص ۳۱۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے جماعت صوفیاء کو اپنے اولیاء میں سے منتخب فرمایا ہے اور اپنے رسولوں اور انبیاء (ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو) کے بعد اپنے تمام بندوں پر ان کو فضیلت دی اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور امت کے درمیان ان کو اپنے انوار کے طلوع ہونے کے ساتھ خاص کیا۔ وہ مخلوق کے مددگار ہیں اور اپنے عام حالات میں حق کے ساتھ حق کے ہمراہ پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری کدورتوں سے پاک کیا ہے اور وحدانیت کے جو حقائق ان کے لئے روشن کئے ان کے مشاہدات کے مقامات کی طرف ان کو ترقی دی اور ان کو آداب عبودیت (بندگی) قائم رکھنے کی توفیق دی اور احکام ربوبیت جاری ہونے کے مقامات میں حاضر کیا۔

پس ان کو جن واجبات کا مکلف بنایا وہ ان کو ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہوئے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو تبدیلی اور پھرنے کا حکم ملا اس کو ثابت کیا۔

پھر وہ سچی محتاجی اور انکساری کی صفت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے اور انہوں نے اپنے اعمال یا احوال کی صفائی پر بھروسہ نہ کیا۔[65]

۳۔ صوفیاء کی اسی اخلاقی پاکیزگی نے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا آپ جماعت صوفیاء کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السابقون لطریق الله تعالی خاصة وان سیرتهم احسن السیر وطریقهم اصوب الطریق اخلاقهم ازکی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء وحکمة الحکماء وعلم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا شیئا من سیرهم واخلاقهم ویبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیلا فان جمیع حرکاتهم وسکناتهم فی ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من نور مشکاة النبوة ولیس وراء نور النبوة علی وجه الارض نور یستضاء به۔

[65] (رسالہ قشیریہ ص ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: بے شک مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاءہی وہ جماعت ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء میں واقفانِ شریعت کے اسرار و علم کو جمع کیا جائے تاکہ یہ لوگ صوفیاء کی سیرت اور اخلاق میں سے ذرا بھی بدل سکیں اور ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تو وہ یہ ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں۔ اور نورِ نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔[66]

آپ اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی کی تمام حرکات و سکنات بارگاہِ نبوت سے تشکیل پاتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے غلط بیانی کر سکتے ہیں؟ اور وہ کیسے تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف غلط چیز منسوب کر سکتے ہیں؟ یا جو قول آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ مبارک سے تصدیق نہ کیا ہو وہ بیان کر سکتے ہیں۔

۴۔ امام ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الانصاری الشافعی المصری المعروف بالشعرانی طبقات الکبریٰ میں صوفیاء کے مقام و مراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال القشیری لم یکن عصر فی مدۃ الاسلام و فیہ شیخ من ھذہ الطائفۃ الا و ائمۃ ذلک الوقت من العلماء قد استملو الذلک الشیخ و تواضعوا لہ و تبرکوا بہ و لولا مزیۃ و خصوصیۃ للقوم لکان الامر بالعکس۔ قلت: ویکفینا للقوم مدحا اذعان الامام الشافعی رضی اللہ عنہ لشیبان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یسالہ عمن ینسی صلاۃ لا یدری ای صلاۃ

---

[66] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ھی واذعان الامام احمد بن حنبل لشیبان کذلک حین قال شیبان: ھذا رجل غفل عن اللہ عز وجل فجزاؤہ یؤدب۔

وکذلک یکفینا اذعان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ لابی حمزة البغدادی الصوفی رضی اللہ عنہ واعتقادہ حین کان یرسل لہ دقائق المسائل ویقول: ماتقول فی ھذا یا صوفی؟ فشیء یقف فی فھم الامام احمد بن حنبل ویعرفہ ابو حمزة غایة المنقبة للقوم کذلک یکفینا اذعان ابی العباس بن شریح للجنید حین حضرہ وقال لا ادری مایقول ولکن لکلامہ صولة لیست بصولة مبطل وکذلک اذعان الامام ابی عمران للشبلی حین امتحنہ فی مسائل من الحیض وافادہ سبع مقالات لم تکن عند ابی عمران وحکی الشیخ قطیب الدین بن ایمن رضی اللہ عنہ ان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کان یحث ولدہ علی الاجتما ع بصوفیة زمانہ ویقول انھم بلغوا فی الاخلاص مقام لم تبلغہ۔۔۔قلت وسمعت شیخی ومولائی ابا یحیی زکریا الانصاری شیخ الاسلام یقول: اذ لم یکن للفقیہ علم باحوال القوم واصطلاحاتھم فھو فقیہ جاف۔۔۔قلت وقد رایت رسالة ارسلھا الشیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ للشیخ فخر الدین الرازی صاحب التفسیر یبین لہ فیھا نقص درجتہ فی العلم ھذا والشیخ فخر الدین الرازی مذکور فی العلماء الذین انتھت الیھم الریاسة فی الاطلاع علی العلوم جملتھا۔

اعلم یا اخی وفقنا اللہ وایاک انا الرجل لا یکمل عندنا فی مقام العلم حتی یکون علمہ عن اللہ عز وجل بلا واسطة من نقل او شیخ فان من کان علمہ مستفادا من نقل او شیخ فما برح عن الاخذ عن المحدثات وذلک معلول عند اھل اللہ عز وجل ومن قطع عمرہ فی معرفة المحدثات وتفاصیلھا فاتہ حظہ من ربہ عز وجل لان العلوم المتعلقة بالامحدثات یفنی الرجل عمرہ فیھا ولا یبلغ الی حقیقتھا ولو انک یا اخی سلکت علی ید شیخ من اھل اللہ عز وجل لاوصلک الی حضرة شھود الحق تعالی فتاخذ عنہ العلم بالامور من طریق الالھام الصحیح من غیر تعب ولا نصب ولا سھر کما اخذہ الخضر علیہ السلام فلاعلم الا ما کان عن کشف وشھود۔ لا عن نظر وفکر وظن وتخمین وکان الشیخ الکامل ابو یزید البسطامی رضی اللہ عنہ

يقول لعلماء عصره اخذتم علمكم من علماء الرسوم ميتا عن ميت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت۔

وینبغی لک یا اخی الا تطلب من العلوم الا ما تکمل به ذاتک معک حیث انت قلت ولیس ذلک الا العلم بالله تعالی من حیث الوهب و المشاهدة فان علمک بالطب مثلا انما یحتاج الیه فی عالم الاسقام و الامراض فاذا انتقلت الی عالم ما فیه سقم و لا مرض فمن تداوی بذلک العلم۔

فقد علمت یا اخی انه لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معه الی البرزخ دون ما یفارقه عند انتقاله الی عالم الاخرة و لیس بمنتقل معه الا علمان فقط العلم بالله عز و جل و العلم بمواطن الاخرة۔

حتی لا ینکر التجلیات الواقعة فیها و لا یقول للحق اذا تجلی له نعوذ بالله منک کما ورد فینبغی لک یا اخی الکشف عن هذین العلمین فی هذه الدار لتجنی ثمرة ذلک فی تلک الدار و لا تحمل من علوم هذه الدار الا ما تمس الحاجة الیه فی طریق سیرک الی الله عز و جل علی مصطلح اهل الله عز و جل و لیس طریق الکشف عن هذین العلمین الا بالخلوة و الریاضة و المشاهدة و الجذب الالهی و کنت ارید ان اذکر لک یا اخی الخلوة و شروطها و ما یتجلی لک فیها علی الترتیب شیئا فشیئا لکن منعنی من ذلک الوقت و اعنی بالوقت من لا غوص له فی اسرار الشریعة ممن دابهم الجدال حتی انکروا کل ما جهلوا و قیدهم التعصب و حب الظهور و الریاسة و اکل الدنیا بالدین عن الاذعان لاهل الله تعالی و التسلیم لهم۔

ترجمہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ اس میں اہل تصوف کا شیخ موجود ہو اور اس زمانے کے آئمہ عظام نے اس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اس سے عاجزی سے پیش نہ آئے ہوں اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو اگر ان (صوفیاء) کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ اس قوم (جماعت صوفیاء) کی فضیلت پر ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ یہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے قول کو مان لیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا دیا جس وقت انہوں نے فرمایا: کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہے پس اس کی پاداش یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اور اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ابی حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور ان کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا (ماتقول فی ھذا یا صوفی؟) کہ اے صوفی تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں۔ تو اس سے جماعت صوفیاء کی غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے۔ (امام شعرانی فرماتے ہیں) اسی طرح ہمارے لئے کافی ہے ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتقاد لانا۔ جب وہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنید کہتے ہیں اس کو تو میں نہیں جانتا لیکن ان کے کلام میں ایک رعب پایا جاتا ہے۔ جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے اور اسی طرح امام ابو عمران اکابرین فقہاء میں تھے نے حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ کے آگے اس وقت سر جھکایا جس وقت حیض کے مسائل میں حضرت امام شبلی کا امتحان لینا چاہا اور انہوں نے سات ایسی باتیں بتائیں جو امام ابو عمران کو معلوم نہ تھیں۔

اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں

نے اپنے پیر و مرشد اور آقا و مولیٰ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب فقیہ کو اس قوم (جماعت صوفیاء) کے احوال اور ان کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ خشک فقیہ ہے۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شیخ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخر الدین رازی کا شمار ان علماء میں ہے جن پر تمام علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔

اور وہ خط یہ ہے:

اے میرے بھائی خدا ہم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بغیر واسطۂ نقل یا استاد کے خدائے عزوجل کی طرف سے نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد سے حاصل ہوتا ہے (یقینا) وہ برابر نو پیدا چیزوں سے لیتا ہے۔ اور (یہ) اہل اللہ کے نزدیک خالی از علت نہیں اور جس نے نو پیدا چیزوں کی شناخت اور اس کی تفاصیل میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ اللہ عزوجل کے پاس کھو دیا کیونکہ آدمی ان علوم میں جو نو پیدا چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کے حضور مرتبۂ شہود تک پہنچا دیتا۔ وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقے سے حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا۔ پس علم تو ہے ہی وہی جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر و فکر اور گمان و قیاس سے۔ اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے علماء سے فرماتے تھے تم

نے اپنے علوم رسمی عالموں (یعنی) مردوں نے مردوں سے حاصل کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے علوم اس زندہ جاوید سے حاصل کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے میرے بھائی! آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے اسی علم کی جستجو میں رہو جس سے تمہاری ذات کامل ہو۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور ایسا علم صرف علم باللہ ہی ہے جو وہب اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے پس اگر آپ کا علم طب ہے مثال کے طور پر تو اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں دکھ اور بیماریاں ہیں اور جب تم اس عالم میں منتقل ہو جاؤ گے جہاں دکھ اور مرض نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعے کس کا علاج کرو گے ؟

اے میرے بھائی! یقینا آپ کو علم ہو گا کہ صاحب عقل کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے صرف وہی علم حاصل کرے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم آخرت کی طرف منتقل ہوتے وقت ساتھ چھوڑ دے اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف دو ہی علم ہیں ایک علم باللہ اور دوسرا امواطن آخرت (معاملات آخرت) کا علم۔

حتیٰ کہ اس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اس پر ہو تو نعوذ باللہ منک نہ کہہ دے جیسا کہ وارد ہوا ہے اس لئے اے میرے بھائی! آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم آپ پر کھل جائیں تاکہ ان کا پھل اس عالم میں تم کو ملے، اور اس عالم کے انہی علوم کو لو جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے اور کشف کا راستہ (فقط) ان دونوں علوم میں سے نہیں مگر خلوت، ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ساتھ۔

اور اے میرے بھائی! میں نے چاہا (کہ دونوں علموں کا انکشاف) صرف خلوت اور اس کی شرائط اور ان تجلیات کا جو آپ کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کے لئے ذکر کروں لیکن (مخالفتِ) زمانہ نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا (مخالفت) زمانہ سے میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرارِ شریعت کی سمجھ نہیں ہے جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں اور تعصب اور نام و نمود سردار بننے اور دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے ان کو اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور ان کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے۔[67]

۵۔امام اجل الشیخ محمد بن علی بن عطیہ الحارثی بابی طالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "قوت القلوب فی معاملة المحبوب و وصف طريق المريد الى مقام التوحيد" میں صوفیاء کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبارت نقل کرنے سے پہلے سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اہمیت واضح کر دوں۔

٦۔تصوف کی دنیا میں قوت القلوب ایسی مستند ترین کتاب ہے کہ جس سے امام غزالی جیسی شخصیات نے استفادہ کیا ہے "المنقذ من الضلال" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فابتدات بتحصيل علمهم من مطالعة كتبهم مثل قوت القلوب لابى طالب مكى رحمة الله عليه و كتب الحارث المحاسبى و المتفرقات الماثورة عن الجنيد و الشبلى و ابى يزيد البسطامى قدس الله ارواحهم۔

---

[67] (الطبقات الكبرى المسماة بلواقح الانوار فى طبقات الاخيار ص ١٢، ١١، ١٠، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ترجمہ: میں نے علم صوفیاء کو حاصل کرنے کی ابتدا ان کی کتابیں پڑھنے سے شروع کی مثلا ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور تصنیفاتِ حارث محاسبی اور متفرقاتِ ماثورہ جنید و شبلی اور بایزید بسطامی قدس اللہ ارواحہم۔[68]

۷۔ اب حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

وقد کان علماء الظاهر اذا اشکل علیهم العلم فی مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الی التوفیق عندهم ابعد من الهوی و المعصیة منهم۔ الشافعی رحمة الله علیه کان اذا اشتبهت علیه المسالة لاختلاف اقوال العلماء فیها و تکافؤ الاستدلال علیها رجع الی علماء اهل المعرفة فسالهم قال: و کان یجلس بین یدی شیبان الراعی کما یجلس الصبی بین یدی المکتب و یساله کیف یفعل فی کذا و کیف یصنع فی کذا فیقال له مثلک یا ابا عبد الله فی علمک و فقهک تسال هذا البدوی فیقول ان هذا وفق لما علمناه۔۔۔ و قد کان احمد بن حنبل و یحیی بن معین رضی الله عنهما یختلفان الی معروف بن فیروز الکرخی رحمة الله علیه و لم یکن یحسن من العلم و السنن ما یحسنانه فکانا یسئلانه۔

ترجمہ: علماء ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عالم باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو جب کبھی علماء کرام کے اقوال میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہل معرفت علماء کرام (یعنی صوفیاء کرام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔

---

[68] (مجموعہ رسائل غزالی المنقذ من الضلال ص ۵۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

منقول ہے کہ وہ (امام شافعی) حضرت شیبان راعی کی خدمت میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور ان سے عرض کرتے کہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو لوگ امام شافعی سے کہتے اے ابو عبد اللہ! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے مسائل دریافت کرتا ہے تو وہ (امام شافعی) عرض کرتے ہیں جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے موافق ہے۔۔۔۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ بن معین اکثر حضرت معروف بن فیروز کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم و سخن میں ان دونوں سے زیادہ (عالم و محدث) نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔[69]

۸۔ اور امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین الشامی امام الآلوسی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لو لا السنتان لھلک النعمان۔

ترجمہ: اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔[70]

ایک لمحہ کے لئے ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام یحیٰ بن معین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام اور مرتبہ کو بھی دیکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام شافعی کا، حضرت شیبان راعی، امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ بن معین کا حضرت معروف کرخی، فقیہ ابو عمران کا، حضرت امام شبلی اور ابو العباس

---

[69] (قوت القلوب جلد ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[70] (صب العذاب علی من سب الاصحاب ص ۱۵۷-۱۵۸)

بن سریج کا حضرت جنید بغدادی اور حضرت امام احمد بن حنبل کا حضرت ابی حمزہ بغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں بیٹھنا بھی دیکھیں اس لئے یہ بڑے احتیاط کی جگہ ہے۔

۹۔ علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ومن فتح باب اعتراض علی المشائخ والنظر فی افعالھم والبحث عنھا فان ذالک علامۃ حرمانہ ,سوء عاقبتہ وانہ لا یفلح انتھی۔

ترجمہ: اور جس شخص نے صوفیاء کرام واولیاء پر اعتراض کا دروازہ کھولا اور (عیب جوئی کے لئے) ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی بے شک یہ بد نصیبی اور برے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔[71]

ضروری گزارشات

لٰہذا اگر ہم تصانیفِ صوفیائے کرام میں عمل تخریج کے دوران وسائل کی کمی یا کتب احادیث کی عدم دستیابی یا کسی بھی وجہ سے متنِ حدیث ڈھونڈنے میں ناکام ہو جائیں تو:

۱۔ اس کے حدیث ہونے سے انکار نہ کیا جائے۔

۲۔ اسے اپنی علمی کم مائیگی کی طرف لوٹایا جائے۔

۳۔ تمام متونِ حدیث کے دستیاب ہونے تک اس پر تحقیق کا کام جاری رکھا جائے۔

۴۔ اور صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معمولات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

[71] (اقتباس من البرھان مجموعہ رسائل ابن عابدین الجز الثانی ص ۲۸۹ سھیل اکیڈمی لاھور پاکستان)

۵۔ صوفیاء واولیاء کے روایتِ حدیث کے طریقہ کو لازماً مد نظر رکھا جائے اور اسے برحق مانا جائے۔ کیونکہ یہ ہستیاں اکثر فرامین واحادیث براہِ راست مجلس نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سماع فرماتی ہیں۔

صوفیاء کی روایات کا حکم شرعی

صوفیاء کرام جو احادیث مبارکہ خواب میں یا براہِ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر احادیث کو لیا اور بعض احادیث کی تصحیح کروائی اور شاہ صاحب نے تو ان تمام احادیث مبارکہ کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام دُرِ ثمین رکھا ہے تو ایسی تمام احادیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہیں لیکن ان سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوں گے۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ خواب یا بیداری میں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے والے شخص کو صحابی نہیں کہیں گے اور نہ صحابیت کا درجہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی صحابی کے مقام ومرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمیع اصحاب اصحاب صفہ واصحاب بدر واصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیچ کس نہ سیر سد بجز اصحابانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابہ بدر اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام تک نہیں پہنچ سکتا۔[72]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی اور باطنی شاگرد ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا ظاہری اور باطنی تزکیہ اور تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرضی ورضاکے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

اوریقیناانہی نفوس قدسیہ کی شان میں آیاہے:

كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها ور جله التى يمشى بها۔

ترجمہ: میں اسکے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔

اور انہی سے متعلق فرمایا گیاہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله تعالى۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتاہے۔

صوفیاء کے مقام کے بارے میں مزید اقوال

ا۔امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رسالہ القشیریہ (ص:۱۱) میں فرماتے ہیں:

اعلموا رحمكم الله ان شيوخ هذه الطائفة بنوا قواعد امرهم على اصول صحيحة فى التوحيد صانوا بها عقائدهم عن البدع ودانوا بما وجدوا عليه السلف واهل السنة۔

---

[72](کلیدالتوحید کلاں:صفحہ ۱۴۲:العارفین پبلیکیشنز لاہور پاکستان)

ترجمہ: جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اس جماعتِ صوفیاء کے بزرگوں نے توحید کے سلسلے میں اپنے موقف کے قواعد کو صحیح اصول پر استوار کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد کو بدعات سے محفوظ رکھا اور ان عقائد اور اعمال کے قریب ہو گئے جن پر اسلاف اور اہل سنت کو پایا۔

۲۔ اور رسالہ القشیریہ (ص:۴۲۷) میں لکھتے ہیں:

كان اصول هذه الطائفة اصح الاصول و مشايخهم اكبر الناس و علماءهم اعلم الناس۔

ترجمہ: اس گروہ کے اصول سب سے زیادہ صحیح اصول ہیں اور ان کے مشائخ تمام لوگوں سے بڑے اور ان کے علماء سب لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ المنقذ من الضلال ص ۶۲ میں فرماتے ہیں:

و ان سيرتهم احسن السير و طريقهم اصوب الطريق اخلاقهم ازكى الاخلاق۔

ترجمہ: اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا راستہ سب راستوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق تمام اخلاق سے زیادہ پاکیزہ تر ہیں۔

۴۔ امام ابو طالب مکی ان کی شان میں قوت القلوب ص ۲۷۰ میں لکھتے ہیں:

وقد كان علماء الظاهر اذا اشكل عليهم العلم فى مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الى التوفيق عندهم و البعض من الهوى و المعصية منهم۔

ترجمہ: علمائے ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عارف باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ یہ لوگ ان کے نزدیک اللہ جل وعلا کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

۵۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۵۷ میں امام ابو طالب مکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لوفور علمه وکمال حاله وعلمه باحوال السلف ومکان ورعه وتقواه وتحریه الاصوب والاولی۔

ترجمہ: اور شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہو گا ان کے کثرت علم، کمال حال، اسلاف کے احوال کو جاننے، ورع و تقوی کی منزلت اور احق واولی فکر کی وجہ سے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت اور نا مناسب بات ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیّ۔

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اهل الدین۔

ترجمہ: دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیاء سے بڑھ کر کون دین دار ہے۔[73]

---

[73](فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان)

حرکاتِ لطائف اور حرکتِ قلب کے دلائل

حضور سیدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جسم و لطائف کی حرکات کے متعلق آیات واقوال صوفیاء

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ (الزمر۲۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو یا بعض حصہ کی حرکت اور اضطراب ثابت ہے۔

اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِینُ جُلُودُھُمۡ وَقُلُوبُھُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللہِ (الزمر:۲۳)

پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کیلئے۔

اس سے جلد، چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔

جیسا کہ امامِ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ:

لانت اجسادھم فصارت ظواھرھم بواطنھم بواطنھم ظواھرھم۔

ترجمہ: اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہے یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔[74]

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مشغول اور متحرّک ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے جسم کا ہر ذرّہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین ہی ہیں جو کہ علمِ احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

ارشادِ ربّانی ہے کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔

---

[74] (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقال الربیع بن انس، من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالمِ حقیقی نہیں ہے۔[75]

اگرچہ ظاہری الفاظ وعبارات اسے یاد ہوں۔

اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔

یعنی ان کے جسم پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں

یعنی تتحرّک تضطرب وترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔

من اقشعرّ جلدہ من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورقۃ الشجرۃ الیابستہ۔

جسکا جسم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے تو اس سے اس طرح گناہ جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے نیچے گر جاتے ہیں۔

[75] (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج،٢، ص،١٦٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ماانا بقاریٔ تو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّکَ الأَکْرَمُ" فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللہُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي۔

ترجمہ: حضور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑ لیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب عزوجل کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن پڑھا کریں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا رب عزوجل بڑا کریم ہے۔ تو اس وحی کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ساتھ لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔[76]

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے:

ترجمہ: دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑکتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے۔

---

[76](صحیح البخاری، باب بدء الوحی الی رسول، رقم: ص ۲)

اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

ا۔اور علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

واماعلم خدیجه برجفان الفؤاد۔فالظاهر انهارأته حقیقة ویجوزانهالم تره وعلمته بالقرآئن وصورةالحال۔أوأخبرهاالنبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم۔

ترجمہ:اور خدیجہ رضی اللہ عنہا دل کی حرکت پر مطلع ہوناتو ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حقیقتاً دل کو حرکت کرتے ہوئے دیکھااور یہ بھی جائزہے کہ انہوں نے خود حقیقتاًنہ دیکھاہو قرآئن اور صورت حال سے دل کی حرکت معلوم ہو۔(یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر پر کپڑے کی حرکت کی وجہ سے انہیں معلوم ہوا)یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مبارک نے انہیں خود خبر دی۔[77]

۲۔اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

احیاءدلہاے مردہ بتوجہ شریف اومنوط است۔

ترجمہ:مردہ دلوں کازندہ ہوناان کی توجہ شریفہ سے وابستہ ہے۔[78]

مکتوب ۲۶۰ لطائف عشرہ،ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے مطالعہ فرمایئے۔

۳۔مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَلِكَ وَكَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سُمِعَ وَجِيبُ قلبه علی میلین۔

---

[77] (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ا ص ۲۰۴)

[78] (جلداول دفتر اول مکتوب ۲۹۲)

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دو میل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔[79]

۴۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخي، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چوں نمی داند دلِ دانندۂ ہست با گردندہ گردانندۂ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔[80]

۵۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحي الشامي، رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال الأستاذ أبو علي الدقاق رحمه الله تعالى: الرهبة على مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية وهي من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ ثالثها الهيبة، وهي من شرط المعرفة. وقيل هي حركة القلب من جلال الرب.

وأما وصفه تعالى بها في قوله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللهُ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءَ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التي هي التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ عليّ ولكن ملء عينٍ حبيبها

[79] (تفسير القرطبى، سورة التوبة، تحت الآية: ۱۱۴، ج،۸، ص، ۱۷۵، دارالكتب العلميه، بيروت) (تفسير قرطبى ج ۴، ص، ۷۵۹)

[80] (مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۸۲)

استاذ ابو علی د قاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ **رھبة** کے کئ مراتب ہیں۔

پہلا درجہ خوف ہے، یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

خافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الِ عمران ۱۷۳)

ترجمہ: "مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔

خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد پاک ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)

ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ "اللہ" کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابو حیوۃ، عمر بن عبد العزیز اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے بر عکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابک إجلالاً و مابک قدرةٌ … عليّ و لكن ملءعينٍ حبيبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔[81]

---

[81] (سبل الهدى و الرشاد فی سیرت خیر العباد، ج، ۱، ص، ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۶۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

مخدوما مامعدہ رامحلی است ودل رامحل دیگرذکرے و تحرکے کہ از محل معدہ برآیدآن ذکر منسوب بمعدہ است وذکرے کہ از محل دل ظاہر گرددوذکردل:

فاالامتیاز بینهما بامتیاز المحال۔

ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔[82]

۷۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

از صاحبدلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش ازانکہ حضرت خواجہ از ہندوستان بماوراءالنہر شوند درلاہور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ درآمدند در اثنای نماز ناگاہ از سینہ سکینہ ایشان آوازی مہیب ظاہر شد چنانکہ اہل صف نمازازان حیر تہاروی وار بعدازادی تسلیمتین حضرت خواجہ تعجیل ہرچہ تمام تراز مسجد بیرون رفتندازان پس دوسہ تن از نزدیکان رافراہم آوردہ درمنزل خودادای جماعہ میفرمودند۔

ایک اہل دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔ نماز پڑھتے وقت یکایک آپ کے سینے سے

---

[82] (مکتوبات معصومیہ ،دفتر، دوم، مکتوب ،۷۰،ص،۱۱۸،۱۱۷،گارڈن ویسٹ ،کراچی)(مکتوبات معصومیہ ،ج،۲،مکتوب،۷۰)

ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہو گئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔[83]

علم و عمل اور عالم و جاہل

۸۔ شیخ محمد خیر طمعہ حلبی البختری الشامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

آپ کا ارشاد ہے:

"العلم بحرکات القلوب فی مطالعة الغیوب اشرف من العمل بحرکات الجوارح"۔

"دل کی حرکتوں کا علم محلِ غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔"[84]

۹۔ حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ کابلی حنفی نقشبندی قدس سرہ ہیں:

حرکت قلبی ہر گاہ بروفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔

ترجمہ: دلِ کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔[85]

---

[83] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۱۱،)

[84] (فیضان صوفیاء صفحہ ۲۷۷/۲۸۷)

[85] (کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، رقعہ، ۲۷، ص، ۹۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور) (مکتوبات خواجہ باقی، رقعہ، ۲۵)

۱۰۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی اور آپ کے شیخ نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہات کا اثر باطن میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے شیخ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جارہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

۱۱۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔[86]

۱۲۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

تازگی و جنبشِ طوبے ست ایں ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔[87]

۱۳۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں:

بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

من جبلة الانسان انه اذا استقر فی قلبه شیئ جری حسب ذلک الارکان و اللسان و هو قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم "ان فی جسد ابن أدم مضغة" الحدیث ففعل اللسان و لارکان اقرب مظنة و خلیفة لفعل القلب۔

---

[86] (سیف الابرار، ص، ۷۶، ۷۶، ۷۵، اسنبول، میرزا مظهر جان جاناں کے خطوط، مکتوب، ۵۳، ص، ۱۲۳، لوائح خانقاه مظهریه، ص، ۱۱۲)(خانقاه مظهریه نقشبندیه، ص: ۲۸۵)

[87] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۶۲)

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔[88]

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے تا کہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔[89]

۱۴۔ شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اور اذکار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تا کہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے)

---

[88] (حجۃ اللہ البالغہ ، الامور التی لابدمنھا فی الصلٰوۃ،مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاھور ، ۲ /۵)(فتاوٰی رضویہ ،ج،۷،ص،۲۰۸ ،رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاھور)

[89] (ھدایت الطالبین، ص، ۲۳)

کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یا حی یا قیوم الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت و شدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور علم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرلے اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا اختیار حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر و پریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی

اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔[90]

۱۵۔ دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سید زادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مر جائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔ قضائے الٰہی سے سید زادی پہلے مر گئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سید زادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔[91]

۱۶۔ ایک دفعہ حضرت قیوم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دی اور حرکت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارچی میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معیّن دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبّت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ: نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا

---

[90] (کلیات امدادیہ، ص ۱۲)

[91] (مقامات فضلیۃ، ص، ۸۴)

ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپا دے اور ختم کر دے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جسطرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں۔ اسطرح آپ بھی دعاء مانگو تاکہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو تعمیلِ امر کے واسطے جب اس فقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حالت کو چھپانے اوراس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔[92]

واقعہ نمبر ۲

ایک مرتبہ زر خرید میں حضرت سیّدنا مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سیّد حسن جان آغا جان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالا پوش پہن رکّھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالا پوش (کوٹ) پہننے کی وجہ سے حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھینکو اس چرم خیرس، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم اس کو کیونکر چھپائیں؟ تو میں نے بالا پوش اتار کر پھینک دیا۔[93]

---

[92](ھدایت السالکین، ص، ۲۴۹)

[93](ھدایت السالکین، ص، ۲۵۱)

واقعہ نمبر ۳

ایک دفعہ زر خرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھاتو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجھے ایک شیشہ چاہیئے جب ہم نے شیشہ حاضر کیاتو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑ لیا ہے تو اگر میں خود تکلفًا اپنے کندھوں کو ہلادوں تو یہ شیشہ نیچے گر جاے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفًا نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنی جگہ رہے گا تو انھوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ: اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آو میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھ کر جتنا زور تمھارے اندر ہے صرف کر کے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو۔ اس مولوی نے ہاتھ رکھ کر خوب زور لگاکر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔[94]

۱۸۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اذتمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبد للہ عزوجل وان لم یذکرہ بلسانہ کلما دام العبد فی ذکر اللہ عزوجل دامت موافقتہ لہ ورضاہ بافعالہ۔

---

[94] (ھدایت السالکین، ص، ۲۵۱، ۲۵۲)

جب ذکر الٰہیٰ قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ عزو جل کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگر چہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الٰہیٰ میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔[95]

۱۹۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فهو يرا كم من كان ذاكر الله عزّ و جل بقلبه فهو ذاكر و من لم يذكره بقلبه فليس بذاكرا۔

ترجمہ: وہ تم کو یقینا دیکھتا ہے جو شخص اللہ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔[96]

۲۰۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ذكره بلسانه و بقلبه و فى اكثر اوقاته يكون قلبه ذاكرا و لسانه ساكنا۔

ترجمہ: مومن کا ذکر زبان و قلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔[97]

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ذكر اللسان بلا قلب لا كرامة و لا عزازة لک به الذكر هو ذكر القلب و السر ثم ذكر اللسان اذا صح ذكر الحق عزّوجل للعبد ذكره الحق كما قال (فاذكرونى اذكركم

---

[95] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس السادس عشر، ص،۷۷،دارالریان للتراث، بیروت)(ص197فیوض غوث یزدانی)

[96] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی،المجلس الثالث و العشرون،۱۰۴،دارالریان للتراث،بیروت)(ص،۱۵۲فیوض غوث یزدانی)

[97] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثامن و الاربعون،۱۹۴،دارالریان للتراث، بیروت)(ص،۱۲۳یوض غوث یزدانی)

واشکرولی ولا تکفرون)اذکرہ حتیٰ یذکرک اذکرہ حتیٰ یحط الذکر عنک اوزارک تبقی خالیاعن وزر تصیر طاعة بلامعصیة۔

ترجمہ: بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی بزرگی ذکر الہیٰ قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الہیٰ! درست ہو جاتا ہے پس حق عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت بلا معصیت ہو جائے۔[98]

۲۱۔ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسي شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وقال مجاهد في معنى قول الله تعالى (من شر الوسواس الخناس) قال هو منبسط على القلب فإذا ذكر الله تعالى خنس وانقبض وإذا غفل انبسط على قلبه۔

امام مجاہد من شر الواسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔[99]

---

[98] (الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثامن والخمسون، ۲۵۰ ،دارالریان للتراث ،بیروت)(ص،۵۳۵یوض غوث یزدانی)

[99] (احیاءعلوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب،ج،۳،ص،۴۰،المکتبة التوفیقیة ،القاهره)(احیاء العلوم،جلد سوئم،ص ۵٦)

لطائف سبعہ اوران کی حرکت کا بیان

۲۲۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ با توجہ بلطائف سبعہ تا دران حرکت ذکر پیدا شود ایست کہ اول بیست وپنج بار استغفار بخواند باز بارواح طیبہٗ بزرگان علیہم الرحمہ فاتحہ بخواند وبواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا وطلب فیض محبت ومعرفت کند وصورت شخص کہ ازو تلقین یافتہ رو بروی دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالٰی کہ ذاتی است بیچون سبحانہ در لحاظ داشتہ ونگہداشت خواطر گزشتہ وآیندہ توجہ بقلب کردہ توجہ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہرگاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در پیشانی است ذکر نماید باز از لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تاکہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ تاکہ اس میں حرکت ذکر پیدا ہو جائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے پھر بزرگوں کی ارواح پاک علیہم الرحمہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت و معرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے اس کو دل کے روبرو حاضر کرے (پھر) اول لطیفہ قلب سے جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے (حق سبحانہ کا) ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گزشتہ و آئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے دل میں اس مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے وسط کی جانب پھر لطیفہ اخفی سے جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس سے جس کا محل پیشانی میں ہے ذکر کرے پھر لطیفہ قالب سے تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبان حال سے اللہ اللہ کہے تاکہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔[100]

۲۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر جہر برای گرمی دل و شنیدن اشعار محبت بآواز حزین بجہت غلبہ شوق گاہ گاہ واستماع قرآن مجید بحسن صوت دل را برقت و گداز می آرد اللہ تعالیٰ این پیر

[100] (مکاتب شریفہ مکتوب نمبر دوھم ص ۱۴)

ضعیف وہمہ عزیزان را برین نوشتہ عمل کرامت فرماید اول ذکر از دل باید نمود ومحل لطیفہ قلب زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ہرگاہ حرکت ذکر در دل معلوم شود باز ذکر از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست مقابل پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است ہرگاہ حرکت ذکر دریافت شود باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محلش برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز اء لطیفہ اخفی کہ محلش در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محلش وسط پیشانی است باز از لطیفہ قالب کہ محل آن تمام بدن است ذکر می نمایند زبان بکام چسپانبدہ توجہ بدل و توجہ دل بہ حضرت حق سبحانہ نمودہ واندیشں ہای گزشتہ وآیندہ از دل نگہداشتہ بزبان خیال ذکر اسم ذات اللہ اللہ می کنند وبعد چند بار ذکر بخیال خود می گویند خداوندا مقصود من توئی ورضائی تو محبت خوددہ ومعرفت خوددہ ہرگاہ لطائف سبعہ ذاکر می شوند۔

ترجمہ: گرمی دل کے لئے ذکر جہر غلبہ شوق کے لئے غمگین آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدت مندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔ اول ذکر دل سے کرنا چاہئے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں)

ظاہر ہو جائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی کا فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) پیشانی کے درمیان ہے پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حق سبحانہ کی طرف متوجہ رکھے گزشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: سب لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں۔ [101]

۲۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوسرے مکتوب میں طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بیان طریقہ اول از لطیفہ قلب کہ محل آن زیر پستان چپ مائل بہ پہلو است ذکر اسم ذات اللہ اللہ نمایند تا کہ حرکت پر حلاوت پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست محاذی آن است ذکر میکنند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن

---

[101] (مکاتب شریفہ مکتوب: سیز دھم ص ۳۰)

پیشانی است باز از تمام بدن کہ آنرا سلطان الاذکار گویند دل را از خواطر گزشتہ وآیندہ نگاہداشتہ و توجہ بدل نمودہ ذکر می کنند باز نفی واثبات معمول است زبانرا بکام چسپانیدہ ودم راز یر ناف بند نمودہ بزبان خیال کلمہ لا بدماغ رسانیدہ کلمہ الہ را بردوش رسانیدہ الا اللہ بردل ضرب می نمایند بطوری کہ گزرآن بر لطائف خمسہ افتد و معنی اینست کہ نیست ہیچ مقصود بجز ذات پاک وقت مشغولی اول بیست وپنج بار استغفار نمودہ وفاتحہ بزرگان خواندہ ذکر می نمایند ہرگاہ کیفیت وجمعیت پیدا می شود آنرا نگاہ میدارند واگر مستور شود باز ذکر می کنند۔

ترجمہ: طریقہ اول کا بیان لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے اس کے برابر ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر جس کا محل بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ خفی جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ اخفیٰ جس کی جگہ سینہ کے بالکل درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس جس کی جگہ پیشانی ہے پھر تمام بدن سے جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں دل کو گزشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں پھر نفی واثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کے اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اول پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے

کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔[102]

۲۵۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ذکر بر دو قسم است اول اسم ذات است طریقش آنکہ زبان بکام چسپانیدہ وبزبان دل کہ محل آن زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است اسم مبارک اللہ را بگوید ومفہوم آن در لحاظ داشتہ کہ ذاتیست موصوف بصنعات کاملہ ومنزہ از سمات ناقصہ کہ بران ایمان آوردہ ایم واین لحاظ راپرداخت وجود ذہنی گویند در وقت ذکر حرکت در زبان وبدن پیدا نشود ودر تمام اوقات براین ذکر مواظبت نماید تادل جاری شود پس از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید پس از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ کہ مائل بوسط سینہ بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست است بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کند باز از لطیفہ اخفیٰ کہ محل آن در عین وسط سینہ است ذکر نماید تاآنکہ لطائف خمسہ جاری شوند بذکر باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در وسط پیشانی است واز لطیفہ قالبیہ نیز ذکر اسم ذات معمول است۔

ترجمہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں پہلی (قسم) اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر زبان دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اسم مبارک اللہ کہے اور

[102] (مکاتب شریفہ مکتوب شصت وششم ص ۷۳)

اس مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگا رہے۔ یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ سر جس کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کی دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے پھر لطیفہ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر وسط سینہ کی جانب ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ اخفی جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔ پھر لطیفہ نفس جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔[103]

۲۶۔اے عزیز حرکت ظاہری نتیجہ حرکت معنوی است یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح است و حرکت روح علامت حظ وذوق وشوق است از ندا الست بربکم روے نمودہ بود اے عزیز حظ روح در قلب اثر می کند واز قلب بقالب می رسد اعضا در حرکت می آیند ومرغ روح پرواز می کند ومی خواہد کہ از قفس دامن گیر می گردد وقفس رانیز در حرکت وگردش می آرد رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

ترجمہ: اے عزیز حرکت ظاہری حرکت معنوی کا نتیجہ ہے یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح ہے اور حرکت روح علامت ذوق وشوق وحظ الٰہی ہے کہ جو نداء الست بربکم سے نمودار ہوا۔ اے عزیز حظ روح قلب میں اثر کرتا ہے اور قلب سے قالب میں جاتا ہے اعضاء حرکت میں آ جاتے

[103] (مکاتب شریفہ مکتوب نودم ص ۱۳۷)

ہیں اور مرغ روح پرواز کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قفس تن سے روح کو جدا کرے اور قفس کو بھی حرکت اور گردش میں لاتا ہے رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔ 104

۲۷۔ امام زین الاسلام عبدالکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابتداء الذکر بالجوارح یجد العبد حرکۃ فی کل جوارحہ حتی لا یبقی جزء من لحمہ وعظمہ الا وفیہ حرکۃ واختلاج وتقوی الحرکات والاختلاجات حتی تصیر اصواتا وکلمات تنبعث مسموعۃ من جمیع الجوارح والاجزاء۔ ماعدا اللسان لان اللسان لا ینطق فی مثل ھذہ الاحوال ویلازم العبد الترکیز فی ھذہ الھمۃ وھو یتیقن انہ لو لاحظ ھذہ الاذکار وطلب علمھا فانہ ینفی عنھا الی غیرھا ذلک لان الذکر قد وقع علی القلب صحیح انہ فی حال ذکر اللسان قد یکون للجوارح حرکات واختلاجات ولکنھا لیست علی ھذہ الدرجۃ من القوۃ والشمولیۃ۔

ترجمہ: جوارح کے ساتھ ذکر کی ابتداء کرنے سے بندہ تمام جوارح میں ایک حرکت کو پانے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی جزو بھی گوشت اور ہڈی سے باقی نہیں رہتا مگر اس میں حرکت اور اقشعرار ہوتا ہے جب حرکات اور اقشعرار قوی ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اصوات اور کلمات بن جاتے ہیں جو کہ نکلتی ہے سنانے کی طرح جمیع جوارح اور اجزاء سے ماسواء زبان کے اس لئے کہ زبان ان احوال میں نطق نہیں کرتی ہے اور بندہ لازم رکھتا ہے ہمت میں ثابت رہنے کو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ ان اذکار کو ملاحظہ نہ کرے اور اس کے علم کو طلب کرے پس یہ اس سے دور ہو جائے گا اور غیر کی طرف چلا جائے گا اس لئے کہ ذکر تحقیق کے ساتھ قلب صحیح پر وارد ہوتا ہے ذکر لسانی کے

---

104 (الھامات غوثیہ ص ۵۰)

حال میں کبھی کبھار جوارح کیلئے حرکات اوراقشعرار ہوتی ہے لیکن وہ اس درجہ پر نہیں ہوتا قوت اور شمولیت سے۔[105]

۲۸۔مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

(رشحة)سئله مولانابدر الدین المیدانی الذی کان من کبار اصحاب الشیخ حسن البلغاری ووجدصحبةعزیزان ایضاً:ان ذکر الکثیر الذی امر نابہ من عندالحق سبحانہ حیث قال عزاذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا(الاحزاب ۴۱)هل هو ذکر اللسان او ذکر القلب؟فقال:هو فی حق المبتدی ذکر اللسان وفی حق المنتهی ذکر القلب۔فان المبتدی یتکلف فی الذکر دائماًویتعمل ویبذل روحه واما المنتهی فانه اذاوصل اثر الذکر الی قلبه یکون جمیع اعضائه وجوارحه وعروقه ومفاصله ذاکرة فیتحقق الذاکرفی ذلک الوقت بکونه ذاکراًبالذکر الکثیر ویکون یرمه الواحدفی ذلک الحال مساویاًلسنةغیره من الرجال۔

ترجمہ:رشحہ ذکر کثیر: شیخ بدرالدین میدانی جو شیخ حسن بلغاری رحمہ اللہ کے اکابر ساتھیوں میں سے ہیں اورانہوں نے حضرت عزیزان رحمہ اللہ کی صحبت کو بھی پایاہے،نے آپ سے پوچھا کہ ہم حق سبحانہ کی طرف سے جس ذکر کثیر پرمامورہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایاہے اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا(الاحزاب ۴۱)یعنی اللہ کاذکر بہت زیادہ کیا کرو۔یہ زبان کاذکرہے یادل کا؟حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے زبان کاذکراور منتہی کیلئے دل کا ذکر ہے۔مبتدی ہمیشہ تکلف ودشواری سے (ذکر) کرتاہے اورسخت مشقت اٹھاتاہے لیکن منتہی کے دل پر جب ذکر کااثر پہنچتاہے تواس کے تمام اعضاءوجوارح اوررگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اوراس وقت سالک ذکر کثیر سے

---

[105] (ترتیب السلوک فی طریق اللہ تعالی ص ۳۴)

متصف ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک روز کا کام دوسروں کے ایک سال کے کام کے برابر ہوتا ہے۔[106]

۲۹۔(رشحة)قال قدّس سره:أن معنى قولهم :(إن الله ينظر في اليوم والليلة الى قلب المؤمن بنظر الرحمة ثلاث مائة وستين نظرة)هو ان للقلب ثلاث مائة وستين روزنة الى جميع الاعضاء وهي عبارة عن ثلاث مائة وستين عرقافي البدن من الاوردة والشرايين متصلة بالقلب فاذاتأثر القلب من الذكر وبلغ مرتبة الكون منظوراًإليه بنظر خاص من الحق سبحانه ـتنشعب حينئذآثار ذلک النظر من القلب الى جميع الاعضاءحتى يشتغل كل عضومن الاعضاء بطاعة لائقة بحاله فيصل الفيض الحاصل من تلک الطاعة الى القلب وذلک الفيض هو المراد بنظر الرحمة۔

رشحہ:ذکر دل

آپ فرماتے تھے کہ اس بات کا مطلب کہ حضرت حق سبحانہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ مومن بندے کے دل پر نظر رحمت فرماتا ہے یہ ہے کہ دل تمام اعضاء کی جانب تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے اور وہ دل سے متصل تین سو ساٹھ رگیں ہیں جو رگیں اور شریانیں ہیں۔جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور بن جاتا ہے اور اس نظر کے آثار دل سے سب اعضاء کی طرف پھیل جاتے ہیں۔پھر ہر عضو اپنے حال کے مطابق ایک طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طاعت کے نور سے ہر عضو سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے،دل کو پہنچتا ہے۔[107]

---

[106] (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

[107] (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

۳۰۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے اور اسی طرح انوار مراقبات ولطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔[108]

ذکر دینے اور توجہ کرنے کا طریقہ اقوال مشائخ کی روشنی میں

۳۱۔حضرت علامہ مولوی شاہ غوث محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

یضع الشیخ یدہ علی قلب المرید تحت الثدی الایسر بفاصلۃ اصبعیہ ویلقنہ ذکر اسم الذات۔

ترجمہ: کہ شیخ اپنا ہاتھ مرید کے قلب پر رکھے جو کہ الٹی طرف پستان کے دو انگلی کے فاصلے پر نیچے واقع ہے اور اسے اسم ذات کی تلقین کرے۔[109]

۳۲۔حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن علامات جریان الذکر القلبی ھو ان یرجع الی القلب بعد النوم ویجد قلبہ فی مقام الذکر وقد یتحرک راسہ موفقا للقلب من غیر اختیارہ ومنھا ان یستمع ھو فقط من قلبہ صوت الذکر وقد یسمع غیرہ۔

---

[108] (کلیات امدادیہ ص ۵۴ دار الاشاعت)

[109] (طریقۃ الراشدین حجۃ المسترشدین ص ۹۲)

ترجمہ:ذکر قلبی کے جاری ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ شخص نیند کے بعد جب قلب کی طرف رجوع کرلیتاہے اور قلب کو مقام ذکر میں پالیتاہے اوراس کا سر حرکت کرتا ہے قلب کے ساتھ بغیر اختیار کے اورایک علامت یہ ہے کہ یہ اپنے قلب سے ذکر کی آواز خود سنتاہے اور کبھی کبھار غیر بھی سنتاہے۔[110]

۳۳۔مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وذکر فی (فصل الخطاب)أن کیفیة اشتغال خواجه عبدالخالق الغجدوانی حجة فی الطریقة ومقبولة عندجمیع الفرق کان قدس سره مداوماعلی طریق الصدق والصفاء ومتابعة الشریعة وسنة نبینامحمدالمصطفیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم ومجانباًللنفس ومخالفالهواهاوکان یسترسیرته السنیة عن نظر الاغیارتلقن الذکر القلبی ایام شبابه عن الخضرعلیه السلام فکان یواظب علی الذکر المذکوروقبله حضرة الخضرعلیه السلام للولدیة وامره بان یغوص فی الحوض وان یقول بقلبه تحت الماء لااله الا الله محمدرسول الله ۔ففعله الخواجه وأخذمنه ذلک واشتغل به هنالک ففتح له انواع الفتوح والترقیات فوق ادراک المدارک۔

ترجمہ:کتاب فصل الخطاب میں آیاہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روش طریقت میں حجت ہے اور تمام سلاسل میں مقبول ہے۔ آپ ہمیشہ صدق وصفا کے راستے میں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت وسنت کی پیروی اوربدعت وخواہش نفس کے اجتناب ومخالفت میں کوشاں رہے ہیں اوراپنی پاکیزہ روش کو غیروں کی نظر سے پوشیدہ رکھاہے۔ آپ نے جوانی میں حضرت خضرعلیہ السلام سے ذکر قلبی کی تعلیم پائی ہے اوراس سبق پر ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ حضرت خواجہ خضرعلیہ السلام نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایاہے اور فرمایاہے کہ پانی

[110](قطب الارشادص ۵۶۱)

کے حوض میں داخل ہو اور غوطہ لگاؤاوردل میں کہو**لا اله الاالله محمدرسول الله**۔خواجہ نے اسی طرح کیاہے اور سبق کو حاصل کیاہے اور کام میں مشغول ہو گئے اور کشادگیاں پائیں اوراول سے آخر تک آپ کے روز گار کا حال تمام خلقت کے ہاں مقبول و محبوب تھا۔[111]

نوٹ: برزگان دین کے ان اقوال وکیفیات سے معلوم ہوا کہ قلب اوراسی طرح دیگر لطائف جاری ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشائخ کی توجہات کی برکات سے قلب ودیگر لطائف اللہ کے ذکر میں جاری ہوتے ہیں اور جاری ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کا دل تیز حرکت کرتا ہے کبھی اس ذکر کی آواز کو وہ خود سنتے ہیں اور کبھی دیگر لوگ بھی سنتے ہیں۔

۳۴۔حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امابتفضلات الٰہی بے توقف بحال بندہ توجہ فرمودن لطائف خمسہ من بذکراسم ذات گویا گردیدواین ازخصائص ایشان است کہ بیک توجہ شریف لطائف خمسہ جاری بذکر الٰہی مے شود۔

ترجمہ: فقیر کے حال کو نہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے موافق ان کا توجہ فرمانا جس سے میرے پانچوں لطائف ذاکر ہوئے ان کی (میرے شیخ کی) خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی ایک توجہ سے پانچوں لطائف ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں۔[112]

۳۵۔تاج العرفاقطب اولیاعاشق اللہ جناب میر سید عبد الخالق نقشبندی فرماتے ہیں:

می باید کہ شیخ بزرگوار دست مبارک خودرا بلای لطیفہ قلب مرید بنہد بضرب شدید از قلب خود بقلب مرید توجہ نماید برای القانور چنین نیت کند

---

[111] (رشحات عین الحیات ص ۵۴)

[112] (مقامات مظھریہ ص ۲۷)

کہ آئے نور قلب پیران کبار کہ بقلب من عاجز خاکسار رسانیدہ بقلب این طالب برسان و قلب مرید از یک توجہ یا دو سہ بہ حرکت می آید و زندہ می شود و علامت زندہ شدن دل وجد ورقص واضطراب است چونکہ دل بحرکت آید زندہ شود آن را فتح الباب گویند و بسیار مبارک است باید کہ برادران طریقت مبارک گویند۔

ترجمہ: چاہیئے کہ شیخ بزرگوار اپنے ہاتھ مبارک کو مرید کے قلب پر رکھے اور پوری قوت کے ساتھ اپنے قلب سے مرید کے قلب کی طرف توجہ کرے القائے نور کی خاطر اسی طریقے سے نیت کرے کہ اے باری تعالیٰ پیران کبار کے قلوب کے وہ انوار جو اس خاکسار عاجز کے قلب تک پہنچے ہیں اس طالب کے قلب تک پہنچادے اور مرید کا قلب (دل) ایک توجہ یا دو یا تین سے حرکت میں آجائیگا اور وہ قلب زندہ ہو جائے گا اور دل کے زندہ ہونے کی علامت وجد ورقص واضطراب ہے جب دل حرکت کرنے لگ جائے تو زندہ ہو جاتا ہے تو اسے صوفیاء کے نزدیک فتح الباب کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مبارک ہے (یعنی دل کا زندہ ہو جانا اور حرکت کرنے لگ جانا صوفیاء کی توجہات کی برکت سے) چاہیئے کہ طریقت کے پیر بھائی اسے مبارکباد دیں۔[113]

فائدہ: حضرت مجدد رحمہ اللہ نے اسی لئے فرمایا کہ جو سفر ہم نے طے کرنا ہے وہ سات قدم ہے یعنی جب انسان کے سات لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں تو انسان عارف ہو جاتا ہے۔ہاں ہر شخص کی معرفت کی مقدار اس کے حال کے مطابق کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے۔(مقام افسوس یہ ہے کہ جو چیز

[113] (مجمع الدوائر بمع جامع الاسرار و الانوار ص ۷)

طریقت کی اصل ہے لوگ اس کو نہ صرف چھوڑ چکے ہیں بلکہ اس کو درست تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں سیفی عفی عنہ۔)

۳۶۔ حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تا دور مسموع گشتے و از بعضے مشائخ عصر خلافت داشت و از حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے را در عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجہ او سلب این حال ست۔ دو روز نگذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید و اشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ بمعاملات و مقامات وے را نواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینۂ اول ہم نمی تواند بود و وے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز

نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد آپ نے خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔[114]

۳۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و بہ مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ۔ در رسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیا اعراض نمودہ بہ احیای روحی پرداکتہ اند و متوجہ احیای دل مردۂ طالب گشتہ اند والحق کہ احیای جدی نسبت بہ احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر بہ این، داخل عبث چہ، این احیا سبب حیات چند روزہ است وآن احیا، وسیلۂ حیات دائمی است، بلکہ گوییم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مر خلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم

---

[114] (حضرات القدس ج ۲ ص ۱۷۳)

یمطرون و بہـــم یرزقون) در شأن شان است کلام شان دواست و نظـــر شان شفا۔ **ھم جلساء اللہ وھم قوم لا یشقیٰ جلیسھم و لا یخیب انیسھم۔**

ترجمہ: کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دنیا اللہ تعالیٰ کے رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہے۔

بھم یرزقون وبھم یمطرون (انہیں کے ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔[115]

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے بلکہ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

[115] (مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، مکتوب ۹۲)

مولانا سید عبد المالک نقشبندی مجددی لکھتے ہیں:

۳۹۔ تشریح: مکتوب نمبر ۱۱۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے سیر و سلوک کی ابتداء قلب سے کی ہے اور آغاز سلوک میں قلب پر تجلی افعال کا اثر پڑتا ہے تو شیخ کامل کے باطن کی وساطت سے تجلی افعال کے اثرات سالک کے قلب پر پڑتے ہیں تو اس کا قلب ان کا احساس کرنے لگتا ہے اس احساس کے اثرات میں قلب کی حرکات میں اضافہ ، درد، حرارت اور خوشی کا محسوس ہونا ہے اور یہ محسوسات ذکر قلبی کی علامت ہیں نیز لطیفہ روح پر بھی یہی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک سالک حقیقی کو یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یہ احساسات تصوف کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں کہ سالک انہیں پر خوش ہوتا رہے اور آگے نہ بڑھے۔[116]

دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل

ا۔ فضیلۃ الشیخ العارف باللہ عبد القادر عیسی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

[الحركة في الذكر أمر مستحسن, لأنها تنشط الجسم لعبادة الذكر وهي جائزة شرعاً بدليل ما أخرجه الإمام أحمد في مسنده والحافظ المقدسي برجال الصحيح من حديث أنس رضي الله عنه قال: (كانت الحبشة يرقصون بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم, ويقولون بكلام لهم: محمد عبد صالح, فقال صلى الله عليه وسلم: "ماذا يقولون؟" فقيل: إنهم يقولون: محمد عبد صالح, فلما رآهم في تلك الحالة لم ينكر عليهم, وأقرهم على ذلك, والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره, فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز۔

وفي الحديث دليل على صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدحِ رسول الله صلى الله عليه وسلم, وأن الاهتزاز بالذكر لا يُسمى رقصاً محرماً, بل هو جائز لأنه ينشط الجسم

[116] (شرح مکتوبات حضرت امام ربانی مسمی بہ دار المعرفت ص ۳۶۰ ج ۲)

للذكر، ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى؛ إذا صحت النية. فالأمور بمقاصدها، وإنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء ما نوى.

ولنستمع إلى الإمام علي رضي الله عنه كيف يصف أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال أبو أراكة: (صلّيتُ مع علي صلاة الفجر، فلما انفتل عن يمينه مكث كأنَّ عليه كآبة، حتى إذا كانت الشمس على حائط المسجد قيد رمح صلى ركعتين، ثم قلب يده فقال: والله لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فما أرى اليوم شيئاً يشبههم، لقد كانوا يصبحون صفراً شعثاً غبراً، بين أيديهم كأمثال رُكَب المَعْزى، قد باتوا لله سجداً وقياماً، يتلون كتاب الله يتراوحون بين جباههم وأقدامهم، فإذا أصبحوا فذكروا الله مادوا [أي تحركوا] كما يميد الشجر في يوم الريح، وهملت أعينهم حتى تَبْتَلَّ - والله - ثيابُهم)[117]

ويهمنا من عبارة الإمام علي رضي الله عنه قوله: (مادوا كما يميد الشجر في يوم الريح)، فإنك تجده صريحاً في الاهتزاز، ويُبطل قولَ من يدّعي أنه بدعة محرمة، ويثبت إباحة الحركة في الذكر مطلقاً.

وقد استدل الشيخ عبد الغني النابلسي رحمه الله بهذا الحديث في إحدى رسائله على ندب الاهتزاز بالذكر، وقال: هذا صريح بأن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يتحركون حركة شديدة في الذكر. على أن الرجل غير مؤاخذ حين يتحرك ويقوم ويقعد على أي نوع كان حيث إنه لم يأت بمعصية ولم يقصدها.

---

117 ["البداية والنهاية في التاريخ" للإمام الحافظ المفسر المؤرخ إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي المتوفى 774هـ. ج8/ص6. وأخرجه أيضاً أبو نعيم في "الحلية" ج1/ص76]

ذکر میں حرکت

ترجمہ:ذکر میں حرکت امر مستحسن ہے کیونکہ یہ بدن کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے اور اس کی دلیل امام احمد اور حافظ مقدسی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رقص کررہے تھے اور اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں: "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نیک بندے ہیں"۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے تھے عرض کی گئی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے صالح بندے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ناپسند نہیں فرمایا: اور ان کے اس فعل کو ثابت رکھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ احکام شرعیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول فعل اور تقریر سے ماخوذ ہیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اس حدیث پاک میں جھوم جھوم کر نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھنے کی دلیل ہے۔ حرکت ذکر کو رقص کا نام نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ جسم کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے۔ اور دورانِ ذکر حضوری قلب کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو اَراسۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند ہوا تو دو رکعتیں ادا کیں۔

اور اپنے ہاتھوں کو ملنے لگے پھر ارشاد فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی بھی ان کی مثل نظر نہیں آتا۔ بوقت صبح ان کے رنگ پیلے اور بال بکھرے اور گرد آلود ہوتے، رات بھر اللہ کے حضور سجود و قیام میں رہتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سجود و قیام سے تسکین اور راحت حاصل کرتے۔ علی الصبح ذکرِ الٰہی کرتے اور اس طرح حرکت کرتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہوتے کہ قسم بخدا ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔''

اس ساری عبارت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ ''مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح، وھملت اعینھم حتی تنبل و اللہ ثیابھم'' قابلِ توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب وحرکت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعت محرمہ ہے ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے اور مطلقًا ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد کیا۔

والخلاصة

يُفهم مما سبق أن الحركة في الذكر مباحة شرعاً، هذا بالإضافة إلى أن الأمر بالذكر مطلق يشمل جميع الأحوال؛ فمن ذكر الله تعالى قاعداً أو قائماً، جالساً أو ماشياً، متحركاً أو

ساكناً... فقد قام بالمطلوب ونفَّذَ الأمر الإلهي.فالذي يدّعي تحريم الحركة في الذكر أو كراهتها هو المطالَب بالدليل، لأنه يخصص بعض الحالات المطلقة دون بعض بحكم خاص۔

ترجمہ: خلاصہ بحث: یہ ہے کہ ذکر میں حرکت شرعًا مباح ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امرِ الٰہی کو بجالایا۔ اور جو شخص دورانِ ذکر وجد وجذب کی حرمت کا دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ کیونکہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتا ہے۔[118]

الشیخ عبدالرحمٰن بن ابو بکر القادری فرماتے ہیں:

يقول الشيخ جمال الدين عبد الله بن حسام الدين أسد اباذي : وهذا صريح على أن الصحابة رضى الله عنهم اجمعين كانوا يتحركون في الذكر حركة شديدة يميناً وشمالاً، لأنه شبه حركتهم بحركة الشجر يوم الريح ، ومن المعلوم أن الشجر في يوم الريح يتحرك حركة شديدة، فثبت مطلقاً إباحة الميلان بهذا الأثر۔

ترجمہ: شیخ جمال الدین عبداللہ بن حسام الدین اسد آبادی کہتے ہیں کہ یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر میں حرکت کیا کرتے تھے حرکت شدیدہ کے ساتھ دائیں اور بائیں اسی لئے ان کی حرکت کو تشبیہ دی درخت کی حرکت کے ساتھ سخت اور تیز ہوا میں اور یہ بات معلوم ہے کہ درخت تیز ہوا میں حرکت شدیدہ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (پس مطلقاً ثابت ہوا اس اثر کے میلان کی طرف مطلقا حرکت کرنا ثابت ہوا۔)[119]

---

[118] (حقائق عن التصوف ص ۱۵۷)

[119] (مخطوطة تحفة العباد و ادلة الوراد ص ۱۴۵)

امام القشیری فرماتے ہیں:

إشارة مشايخ الصوفية إلى جواز الحركة في الذكريقول الشيخ أبو علي الدقاق : الحركةبركة، حركات الظواهر توجب بركات السرائر۔

ترجمہ: ذکر میں حرکت کے جواز کی طرف مشائخ وصوفیاء نے اشارہ کیاہے۔ شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر کی حرکات اسرار کی برکات کو واجب کرتی ہیں۔[120]

الشیخ عبد الرحمن بن ابي بكر القادری فرماتے ہیں:

أشار بعض العلماء إلى أن الحكمة في رفع اليدين في التكبير من الصلاة : إشارة إلى التبري مما سوى الله تعالى وإلقائه وراء ظهره .فان قيل: هذا الرفع مأثور، وحركة الذكر غير مأثورة .قيل: ما كل ما لم يرد فيه نص مردود على فاعله البتة، وإنما ما لم يرد فيه نص ووافق أصول الشريعة قبلناه، لكن هذا فيه نص وقد سلف من حديث علي۔

ويقول: قال والدي (قدس الله تعالى روحه): ولم يرد عنه نهي عن الحركة في الذكر، ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته في ما ورد عنه۔

ترجمہ: بعض علماء نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ تکبیر افتتاح میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ماسوا اللہ کے چھٹکارہ مل جائے اور ماسوا اللہ کو پیٹھ پیچھے گرادے اگر کہا جائے کہ یہ رفع الیدین ماثور ہے اور حرکت ذکر غیر ماثور ہے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ جس میں نص وارد نہ ہو تو وہ مردود ہے اس کرنے والے پر خواہ مخواہ اور جس میں نص وارد نہ ہو اصول الشریعہ کے موافق ہو تو ہم اس کو قبول کریں گے لیکن ذکر کی حرکت میں نص

---

[120] (الامام القشیری الرسالة القشیریة ص ۵۲)

ہے جوکہ حدیث عالی سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کہتے تھے کہ حرکت فی الذکر میں منع وارد نہیں ہے اگر اس میں کراہت ہوتی تو امت کیلئے بیان کرتے جو وارد ہوا ہے۔[121]

کسی بھی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یا فتویٰ دیتے ہوئے احتیاط کا بیان

اصول الافتاء

اخرج ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بسندہ الی عقبۃ بن مسلم قال صحبت ابن عمر اربعۃ وثلاثین شھرا فکثیرا ما کان یسئل فیقول: لا ادری ثم یلتفت الی فیقول: اتدری ما یرید ھولاء؟ یریدون ان یجعلوا ظھورنا جسرا لھم الی جھنم۔[122]

ترجمہ: ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چونتیس ماہ صحبت اختیار کی تو بہت مرتبہ ان سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے علم نہیں تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ ان کیلئے جہنم کا پل بن جائے۔

فائدہ: عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اتنی جلیل القدر ہستی صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کے باوجود بہت دفعہ پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرماتے کہ مجھے (اس کا) علم نہیں۔

اخرج الخطیب بسندہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: لقد رأیت ثلاثمائۃ من اھل بدر مامنھم من احد الا وھو یحب ان یکفیہ صاحبہ الفتوی۔

---

[121] (مخطوطۃ تحفۃ العباد وادلۃ الوراد ص ۴۵ب)

[122] (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۶۳ رقم ۸۹۹)

ترجمہ: خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ براءبن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سوبدری صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی اور انکی جگہ فتویٰ دیکر انکی خلاصی کروادیں۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم کے بارے میں کتنی احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

عن عطاء بن السائب قال: ادرکت اقواما ان کان احدھم یسال عن الشیء فیتکلم وانه یرعد۔

ترجمہ: عطاءبن سائب سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم پائی کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو وہ بات کرتے ہوئے کانپنے لگتے تھے۔

وعن الاشعث عن محمدابن سیرین قال: کان اذا سئل عن شیء من الفقه، الحلال والحرام تغیر لونه وتبدل حتی کانه لیس بالذی کان۔

ترجمہ: اشعث محمد ابن سیرین سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب ان سے فقہ کے حوالے سے حلال اور حرام کے متعلق پوچھا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بدل جاتا یہاں تک کہ وہ گھریاوہ، وہ نہیں رہا۔

عن احد تلامذۃ الامام مالک رحمۃ اللہ علیه قال: واللہ ان کان مالک اذا سئل عن مسالة کانه واقف بین الجنة والنار۔

ترجمہ: امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم امام مالک سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا گویا کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہو۔

عن محمد بن واسع قال: اول من یدعی الی الحساب یوم القیامۃ الفقھاء۔

ترجمہ: محمد بن واسع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جس کو سب سے پہلے حساب کیلئے بلایا جائے گا تو وہ علماء ہونگے۔

وعن سفیان بن عیینۃ رحمۃ اللہ علیہ قال: یغفر للجاھل سبعون ذنبا قبل ان یغفر للعالم ذنب واحد۔

ترجمہ: سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہل کے ستر گناہ بخش دیئے جائیں گے اس سے پہلے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے۔

ذکر النووی رحمۃ اللہ علیہ عن ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنھم قالا: من افتی عن کل مایسال فھو مجنون۔[123]

ترجمہ: امام نووی نے ذکر فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فتویٰ دیا ہر اس مسئلے کا جو اس سے پوچھا جائے تو وہ دیوانہ ہے۔

قال ابن مھدی: سأل رجل مالکاً عن مسالۃ وذکر انہ ارسل فیھا من مسیر ستۃ اشھر من المغرب۔ فقال لہ: اخبر الزی ارسلک انہ لا علم لی بھا۔ قال ومن یعلمھا قال من علمہ اللہ وسالہ رجل عن مسالہ استودعہ ایاھا اھل المغرب فقال ما ادری ما ابتلینا بھذہ المسالۃ فی بلدنا ولا سمعنا احدا من اشیاخنا تکلم بھا ولکن تعود فلما کان من الغد جاءہ وقد حمل ثقلہ علی بغلۃ یقودھا، فقال مسالتی! فقال ما دری ماھی؟ فقال الرجل: یا ابا عبد اللہ ترکت خلفی من یقول لیس علی وجہ الارض اعلم منک فقال مالک غیر مستوحش اذا رجعت فاخبرھم انی لا احسن۔

---

[123] (سنن الدارمی المقدمۃ باب ۱: ۵۲۲۱)

ترجمہ: ابن مہدی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس کو اس مسئلے میں مغرب سے بھیجا گیا ہے جو کہ چھے ماہ پیدل کی مسافت پر ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کو بھیجا اس جا کر خبر دے دیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلہ کے بارے میں علم نہیں تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ کو علم نہیں تو کس کو علم ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے اور ایک شخص نے سوال کیا کسی مسئلے کے بارے میں جس کو اہل مغرب والوں نے یہ مسئلہ دے کر بھیجا تھا تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں اور اس شہر میں یہ مسئلہ در پیش نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ سے اس مسئلے کے بارے میں کچھ سنا تو واپس لوٹ جا۔ جب کل کا دن آیا تو یہ شخص دوبارہ آیا اپنے سامان کو خچر پر سامان رکھ کر چلتے ہوئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میرا مسئلہ؟ تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا جواب ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عبد اللہ! کہ میں ایسے لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں جو آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی خوف وخطر کے کہا کہ واپس جا کر ان سے کہہ دینا کہ میں اس مسئلے کے بارے میں بہتر نہیں جانتا ہوں۔

متی یحرم الافتاء: (فتویٰ دینا کب منع ہے؟)

لا یجوز علی الافتاء الا لمن استجمع هذه الشروط وصار مؤهلا لذلک ثم ان المفتی المؤهل ایضا لا یجوز له الافتاء فی الاحوال الانیة۔

الاول: اذا کان المفتی اهلا للافتاء بوجه عام ولکنه لا یعرف حکم المسئلة المسئول عنها بخصوصها ولا یتمکن من استنباطه او اشتبهت علیه الادلة ولم یتمکن من الترجیح وذلک لقول الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم القضاة ثلاثة واحد فی الجنة

واثنان فی النار۔فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق وقضی بہ ورجل اعرف الحق فجاز فی الحکم فھو فی النار ورجل قفی للناس علی جھل فھو فی النار اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ: فتویٰ دینا جائز نہیں ہے مگر اس عالم کیلئے جس میں یہ شرائط جمع ہوں اور وہ اس کا اہل بن چکا ہو اور وہ مفتی جو افتاء کی اہلیت رکھتا ہو اس کیلئے بھی فتویٰ دینا جائز نہیں ہے آنے والے احوال میں۔

ا۔مفتی جب افتاء کی اہلیت رکھتا ہو عام طریقے سے لیکن جس مسئلے کے بارے میں اس سے پوچھا گیا ہو خصوصیت کے ساتھ اس کا حکم نہ جانتا ہو اور اس کے استنباط پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو اور اس پر ادلہ مشتبہ ہو چکی ہوں اور ترجیح دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ایسے مفتی کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ قاضی تین قسم پر ہے ایک جنت میں جائیگا اور دو جہنم میں جائیں گے پس جو جنت میں جائیگا وہ وہ آدمی ہے جو حق جانتا ہو اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔دوسرا وہ آدمی جو حق کو جانتا ہو لیکن فیصلے میں دھوکہ بازی کرے تو وہ جہنمی ہے تیسرا وہ آدمی جو لوگوں کے فیصلے جہالت پر کرے پس یہ بھی جہنمی ہے۔

الرجوع عن الفتوی:(اگر غلط فتویٰ دے دیا تو کیا کرے)

یجب علی المفتی ان ظھر خطا فی فتواہ ان یرجع عن فتواہ السابقة وان لا یخجل من ذلک وجاء فی خطاب سیدنا عمر بن الخطاب الی ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنھما: لا یمنعنک قضاء قصیتہ بالامس راجعت فیہ نفسک وھدیت رشدک ان یراجع الحق فان الحق قدیم وان الحق لا یبطلہ شیء ومراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل۔

ترجمہ:رجوع عن الفتویٰ: مفتی پر واجب ہے کہ جب اسے اپنے فتویٰ میں خطا ظاہر ہو جائے تو سابقہ فتویٰ سے رجوع کرے اور اس پر شرمندہ نہ ہو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف جو خطبہ بھیجا اس میں لکھا تھا کہ ہر گز آپ کو منع نہ کرے وہ فیصلہ

جو آپ نے کل کیا تھا پھر آپ کا نفس اس سے رجوع کرے اور تجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی گئی ہو کہ تو حق سے رجوع کرے اس لئے کہ حق قدیم ہے اور حق کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں رہنے سے بہتر ہے۔

اعلام المستفتی بالرجوع عن الفتوی۔

وقد اخرج الخطیب رحمۃ اللہ علیہ ان الحسن بن زیاد اللؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ استفتی فی مسئلۃ فاخطا فلم یعرف الذی افتاہ فکتری منادی ینادی ان الحسن بن زیاد استفتی یوم کذا وکذا فی مسئلۃ فاخطا فمن کان افتاہ الحسن بن زیاد بشیء فیرجع الیہ۔ فمکث ایاما لا یفتی حتی وجد صاحب الفتوی فاعلمہ انہ قد اخطا وان الصواب کذا وکذا۔

ترجمہ: خبر دینا اپنے فتویٰ سے مستفتی کو رجوع کرنے کے بارے میں: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے کہ حسن بن زیاد لوءلوءی سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ان سے خطا ہو گئی تھی اور وہ اس شخص کو نہیں پہچانتے تھے جس کو انہوں نے فتویٰ دیا تھا تو انہوں نے ایک آواز لگانے والے شخص کو مقرر فرمایا کہ حسن بن زیاد سے فلاں دن فلاں مسئلہ کے متعلق جو پوچھا گیا تھا اس میں ان سے خطا ہو گئی تھی پس حسن بن زیاد نے جس کو فتویٰ دیا تھا وہ شخص ان کی طرف رجوع کرلے اور حسن بن زیاد کچھ دن ٹھہرے اور فتویٰ نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ صاحب فتویٰ کو پا لیتے اور اسے خبر دے دیتے کہ وہ فلاں مسئلے میں خطا ہوئے تھے اور حق مسئلہ فلاں فلاں اس طرح تھا۔[124]

---

[124] (الفقیہ والمتفقہ ۴۲۴ رقم ۱۲۰۹ باب رجوع المفتی عن الفتوی)

مسئلہ: کسی چیز کا علم نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں

۱۔و اقول اما قولہ لا اعلم لھذا المولد اصلا فی کتاب و لا سنۃ فیقال علیہ نفی العلم لا یلزم منہ نفی الوجود۔[125]

۲۔لا نترک لما یحصل عندھا من منکرات۔[126]

۳۔مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: عدم علم و قوع کو مستلزم ہیں۔[127]

۴۔عدم النقل لا ینفی الوجود۔[128]

۵۔ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔[129]

۶۔کسی شی کے علم نہ ہونے سے معدوم ہونا لازم نہیں۔[130]

۷۔لا نا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونہ فی الکتاب۔[131]

۸۔و الاحتجاج بلا دلیل۔۔۔عند الجمھور لیس بحجۃ اصلا لا فی النفی و لا فی الاثبات لقولہ تعالی و قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بطلب الحجۃ و البرھان علی النفی و الاثبات جمیعا نور الانوار حاشیہ ۳ قولہ وعند الجمھور ای من اصحابنا و الشافعیۃ لیس بحجۃ اصلا فات عدم وجدان الدلیل لا یوجب انتقاء الدلیل فی الواقع۔

---

[125] (الحاوی للفتاوی جلد: ۱ ۵ صفحہ ۱۹۲)

[126] (شامی جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۶۵)

[127] (تفسیر بیان القرآن ص ۷۵۲)

[128] (فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۲۰ مکتبہ سکھر)

[129] (بیان القرآن ص ۳)

[130] (بیان القرآن ص ۵)

[131] (نور الانوار مبحث القیاس)

ترجمہ: یعنی کسی شی کا عدم نقل اس کے وجود کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نہ پانے سے یہ لازم نہیں کہ یہ قرآن میں نہیں کیونکہ ہمارا نہ پانا قرآن پاک میں یہ لازم نہیں کرتا کہ یہ قرآن کریم میں نہیں بغیر دلیل حجت قائم کرنا۔۔۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سرے سے حجت ہی نہیں نہ نفی میں نہ اثبات میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور انہوں نے کہا کہ جنت کو صرف یہود و نصاری جائیں گے یہ صرف ان دونوں فریق کے لئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کی آرزو اور خواہشات ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر آپ سچے ہو تو دلیل پیش کرو اللہ پاک نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دلیل قائم کرنے کی نفی اور اثبات دونوں پر اپنے مدعیٰ پر یہود و نصاری سے طلب کرنے کا دیا۔ شوافع واحناف کے جمہور علماء کا یہ حکم ہے کہ احتجاج بلا دلیل سرے سے دلیل نہیں کیونکہ نہ پانا مدلول کا نفی حقیقت میں نہیں کرتا۔[132]

۱۰۔ شاہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند رقمطراز ہے:

ان الوجوب والحرمة یتبعان الامر والنهی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنهی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنهی۔

یعنی کسی چیز کا واجب ہونا یا حرام امر و نہی کے تابع ہیں نظر معنوی کے تابع نہیں تو بغیر امر و نہی کے کوئی چیز واجب و حرام نہیں ہوسکتی۔ مسائل امر و نہی سے لئے جاتے ہیں لوگوں کی طبیعتوں سے نہیں۔[133]

---

[132] (قمر الاقمار علی نور الانوار ص ۲۴۱)

[133] (فیض الباری شرح بخاری جلد 2 ص ۱۸ المسائل انما تؤخذ الامر والنهی لا من اذواق الناس ۱۲)

ابن ماجہ میں ہے **باب اجتناب الرای و القیاس:** پر صاحب انجام الحاجۃ تحریر فرماتے ہیں:

ای القیاس المذموم وھو ما کان من جھۃ رایہ لا القیاس المستنبط من الکتاب و السنۃ فانہ فی حکمیا و اول من قاس برایہ ابلیس حیث قال خلقنی من ناور و خلقتہ من طین۔

جو قیاس اپنی رائے سے ہو وہ مذموم ہے اور جو قیاس کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مستنبط ہو وہ مذموم نہیں وہ تو اس کے حکم میں ہے اپنی رائے سے پہلے پہل قیاس ابلیس نے کیا جیسا کہ کہا کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے (یعنی مٹی سے)۔[134]

۱۳۔عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یقول لم یزل امر بنی اسرائیل فعتدلا حتی نشأ فیھم المولدون و ابناء سبابا الاصم فقالوا بالرای فضلوا و اضلوا۔

سبایا جمع ہے سبی کی قیدی بیان اللسان۔

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کا کام ہمیشہ برابر و صحیح رہا یہاں تک کہ ان میں دوسری قوموں سے بچے پیدا ہوئے جو کہ (لونڈیوں) عورتوں سے تھے تو انہوں نے دین میں اپنی رائے داخل کی تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔[135]

جب مانعین کی رائے چونکہ قیاس شرعی نہیں کیونکہ نہ تو یہ مجتہدین ہیں اور نہ ان کی رائے مستنبط ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بلکہ قرآن اور سنت پر جھوٹ یہی

---

[134] (ابن ماجہ ص ۶)

[135] (ابن ماجہ ص ۷)

کہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالہ جات کو آپ نے تفاسیر معتبرہ سے دیکھا۔

اور حکمِ خداوندی تو یہ ہے کہ:

وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴿توبة ۱۱۹﴾

اللہ پاک نے مؤمنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اور رہو ساتھ سچوں کے۔

۱۴۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ صفت تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے۔[136]

واللہ ورسولہ اعلم۔

تمت بالخیر

مکمل بحث کے لئے حضرت علامہ مفتی سید عبد الحق شاہ حنفی ترمذی سیفی کا رسالہ عوارف النجاح فی منع التلاعب بالاشیاخ مطالعہ کیجئے۔

باب نہم

شریعت کے چور طریقت کے باغی

توجہ

جان لو کہ اس باب کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی سے اختلاف رکھنا نہیں ہے بلکہ یہ باب ان لوگوں کے رد میں ہے جو لوگ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے بیعت میں تلاعب (کھیل اور مذاق) اختیار کرتے ہیں اور وہ مشائخ جو دیگر مشائخ کے مریدین کو ان کے شیخ کے بارے میں

---

[136] (معارف ج ۲ صفحہ ۴۸۵)

بدگمان کر کے اپنی طرف راغب کرتے ہوئے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ایسے مریدین اورایسے مشائخ سے جن کی پیری اور مریدی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا کیلئے نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو روح اور جسم کے دو مختلف عناصر کا مجموعہ بنا کر اس کی سرشت میں فطری طور پر دونوں کی ضروریات کا داعیہ رکھ دیا فلہذا جس طرح جسم کی بقاءوسلامتی کیلئے مادی ضروریات کا حصول لازم ہے عین اسی طرح روح بھی ایک مخصوص خوراک اورماحول کا تقاضا کرتی ہے اور باری تعالیٰ نے ان دونوں اقسام کی ضروریات مہیا فرمادی ہیں جسم کی خوراک کیلئے خوردونوش لباس رہائش ودیگر ضروریات زندگی کیلیے قدرتی وسائل موجود ہیں اورروح کی خوراک عبدیت کے تقاضوں کی تکمیل ہے جس کیلئے باری تعالیٰ نے انبیاء کرام علی نبیناو علیھم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا یہاں تک محبوب علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور قرآن حکیم کی صورت میں اوراپنے اقوال وافعال کی صورت میں انسانیت کو ایک واضح نصب العین عطا فرمایا۔اسلام نے ان دونوں (جسم وروح) کے فوائدو نقصانات کو واضح فرمایا اور پھر حضرت انسان کو عقل تدبر و تفکر کی نعمت سے بھی نوازا ہوناتو یہ چاہئے تھا کہ حضرت انسان اپنی عقل سلیم کو استعمال کرتے ہوئے روح اور جسم کے مطالبات میں توازن رکھتا اوران کی خوراک میں انصاف کرتا مگر چونکہ جسمانی مفادات اور نفسانی خواہشات انسانی طبیعت کیلئے بظاہر زیادہ مرغوب اورباعث لذت وسکون ہیں اس لئے وہ مادی ضروریات کی تکمیل کیلئے نسبتاً زیادہ مائل رہتا ہے۔اوراس مادہ پرستی کا دوسرا بڑا سبب شیطان کا جمالیاتی فریب جیسا کہ خود قرآن عظیم الشان نے اس کی وضاحت فرمائی سورۃ انعام وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام ۴۳)اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر

دکھائے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت انسان زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں پستی کا شکار ہے اور بالخصوص اس کی زندگی کا دینی پہلو اس عمومی پستی سے زیادہ متاثر ہے جس امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری دی گئی اور جسے خیر الامم کا عظیم الشان لقب عطا ہوا آج وہی امت مادہ پرستی کا شکار ہو کر گمراہوں کی اصلاح تو در کنار از خود اپنی اصلاح سے بیگانہ ہے۔

الامن رحم اللہ تعالیٰ۔

اس امت میں شریعت مطہرہ کی حقیقی روح کا پایا جانا تو در کنار اس کے ظاہری احکام پر عمل بھی مفقود ہوتا نظر آرہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا روحانی نظام تصوف ہے یعنی دین کے تمام اعمال کی ایک ظاہر شکل ہے اور ایک باطنی حقیقت ظاہری شکل کے بغیر باطنی حقیقت کا تصور محال اور باطنی حقیقت کے بغیر ظاہر شکل ایک مردہ جسم کی مانند ہے۔

جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق و من تفقہ و لم یتصوف فقد تفسق و من جمع بینھما فقد تحقق۔

جس نے تصوف بغیر فقہ کے اختیار کیا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے فقہ حاصل کیا مگر تصوف کو اختیار نہ کیا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ حقیقت تک پہنچ گیا بس یونہی دین کی ظاہری صورت کا تعلق شریعت سے ہے اور باطنی حقیقت کا تعلق طریقت (تصوف) سے ہے اور پہلا شخص زندیق اس لئے ہوا کہ اس نے حقیقت کو شریعت سے جدا تصور کیا اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا ترک کیا اور دوسرا شخص فاسق اس لئے ہوا کہ اس کے دل میں تقویٰ کا نور اور اخلاص داخل نہ ہوا اور تیسرے شخص نے حقیقت تک رسائی اس لئے حاصل کہ اس نے دین کے تمام ارکان یعنی ایمان اسلام اور احسان کو جمع کیا (جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں مذکور ہے)

تصوف کب سے؟

عزیز من !جب سے دین اسلام ہے اس وقت سے تصوف کی برکات بھی موجود ہیں جب آقا و مولیٰ حضرت سیدنا و حبیبنا و قرۃ اعیننا محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غار حرا میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔اس غار میں بیٹھ کر تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس تحریک کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک علیحدہ اور مستقل حیثیت حاصل نہ تھی جیسا کہ ہمارے ہاں علوم وفنون کے لحاظ سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں اوران کا مصداق پہلے موجود تھا مگر اس پر کوئی نام نہیں تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نام وجود میں آیا اور مختلف ناموں سے انہیں تعبیر کیا گیا جیسا کہ حدیث مرسل ہے مسند ہے مقطوع و مرفوع ہے اس طرح کی اقسام بیان کی گئیں تو پھر اس امت کے علماء نے یہ نام رکھا ہے اگر کوئی یہ چاہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اصطلاحات رائج ہوں تو وہ نظر نہیں آئیں گی اس لئے کہ یہ تمام تر اصطلاحات بعد میں رائج ہوئیں لیکن جن چیزوں کے نام بعد میں رکھے گئے وہ پہلے سے موجود تھیں اور علم تفسیر و علم الصرف اور علم النحو علی ھذاالقیاس اس طرح طریقت و تصوف باعتبار نام بعد میں موسوم ہوئے البتہ زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اسے احسان سے تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ حدیثِ جبریل میں ہے۔

تصوف کے بارے میں اقوال

حضرت امام احمد بن ابی جواری قدس سرہ نے فرمایا:

من عمل بلااتباع السنۃفباطل عملہ۔

یعنی جس نے کوئی عمل بغیر اتباع سنت کے کیا پس اس کا وہ عمل باطل ہے۔

حضرت عثمان حیری قدس سرہ نے فرمایا:

من امر سنة علی نفسه قولا و فعلا۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیة القلوب و اتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و سلم فی شریعته۔

تصوف یہ ہے کہ دل کو صاف کیا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کامل ہو۔[137]

حضرت سیدی و مولائی جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و اتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و سلم فی الشریعة۔

تصوف شریعت میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

عزیز من !جب تم نے اس بات کو جان لیا کہ تصوف بھی اسلام میں پیدا ہونے والے علوم شرعیہ میں سے ایک علم ہے تو اس بات کو بھی خوب سمجھ لو کہ اس طریقہ کو سلَف میں بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ان کے بعد والوں میں طریقہ حق وہدایت ہی سمجھا جاتا تھا۔اس کا بنیادی اصول عبادت پر جم جانا اور دنیا سے کٹ سے کر اللہ تعالیٰ سے لو لگالینا اور دنیوی زیب وزینت سے منہ پھیر لینا اور عامی جن چیزوں پر فدا ہیں یعنی طرح طرح کی لذتوں پر اور مال وجاہ پر ان سے بچنا اور عبادت کیلئے دنیا(ہر وہ چیز جو خدا کی یاد سے غافل کر دے)سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لینا اور یہ طریقہ سلَف میں عام طور پر رائج تھا۔پھر جب دوسری صدی اوراس کے بعد والی صدیوں یعنی جوں جوں خیر القرون سے لوگ دور ہوتے چلے گئے اتنے ہی دنیا کی دلدل میں دھنستے چلے گئے تو خاص طور سے عبادت میں مصروف رہنے

---

[137] (طبقات الکبریٰ ص ۱۲۰)

والوں کو صوفیہ اور مستصوفہ کہا جانے لگا لیکن بعض لوگوں نے اس فانی دنیا کی لذات سے لطف اندوز ہو کر اس طریقہ سے پیٹھ پھیر لی اور اپنے من گھڑت عقائد بنا کر خود بھی گمراہ ہوئے اور عامۃ الناس کو بھی راہ حق سے بہکا دیا جیسا کہ بعض نے یہ عقیدہ اپنایا کہ حسین و جمیل عورتیں اور بے ریش خوبصورت لڑکوں کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا حلال ہے نیز ان کے ساتھ رقص اور بھنگڑا ڈالنا بوس و کنار کرنا مباح ہے جبکہ یہ شرعاً جائز نہیں۔

پھر اسی طرح بعضوں نے اس عقیدہ باطل کو اپنایا کہ انسان جب مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو شرعاً مکلف نہیں رہتا اور اسی وجہ وہ اپنی شرمگاہوں کو بھی پوشیدہ نہیں رکھتے۔ ان جعلی صوفیاء کی گمراہیاں یہی نہیں بلکہ ان کے عقائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان جب ولایت کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اس پر شرعی احکام کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔ نیز ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے اس لئے کہ نبی کا علم تو بذریعہ وحی ہے جبکہ ولی کا علم بلاواسطہ وحی کے ہے۔ حقیقت میں ایسی تاویل کرنے میں انہوں نے نہایت ہی بڑی غلطی کھائی اور انہی غلط نظریات وعقائد کے باعث وہ ہلاک ہو گئے۔

فلہذا ایسے بناوٹی صوفیاء اور جعلی پیروں سے بھاگنا چاہیئے جیسا کہ شیر سے بھاگا جاتا ہے۔

تفروا منه كما تفروا من الاسد۔

پس معلوم ہوا کہ ناقص پیر کی صحبت اختیار کرنا زہر قاتل ہے اس کی تابعداری طالب کیلئے عاقبت کی موت کا باعث ہے۔ اس لئے کہ ناقص پیر کی صحبت اختیار کرنے سے باطنی قوت کم ہو جاتی ہے اور یہ ناقص پیر بلندی کی بجائے پستی کی طرف لے جاتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص نیم حکیم کے پاس جائے بغرض علاج تو گویا اس نے اپنی بیماری بڑھانے میں محنت کی ہے کیوں یہ مقولہ مشہور ہے۔ نیم حکیم خطرۂ جان اور اگر حکیم کے نسخہ سے وہ فوری طور پر درست بھی ہو جائے لیکن حقیقت یہی ہے کہ مرض مزید بڑھ جاتا یا پھر کوئی اور بیماری جنم لیتی ہے۔ پس یہی مثال ناقص پیر کی ہے۔

اسی واسطے مشائخ عظام نے فرمایا:

تفروا منه کماتفروا من الاسد۔

کہ یہ ناقص و جعلی پیر باطنی امراض میں اور اضافہ کا باعث بنے گا۔

اے راہ حق کے طالب! تم پر لازم ہے کہ شیخ کامل و مکمل کی محبت کو اختیار کرلو اس لئے ان مشائخ عظام کی شان سے یہ ہے کہ یہ نفوس قدسیہ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت شریعت سے عبارت ہیں آراستہ ومزین رکھتے ہیں کیونکہ طریقت و حقیقت حقیقت شریعت سے عبارت ہیں اور یہ بات ہرگز نہیں کہ شریعت اور چیز اور طریقت و حقیقت اور چیز ہیں اس لئے کہ یہ تو الحادو زندقہ ہے۔[138]

اور ان کی شان سے یہ بھی ہے کہ ان کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتیں۔ وہ مخالفت شرع سے محفوظ ہیں۔[139]

صاحب من! جب تم مذکورہ بالا صفات کے حامل شیخ کامل و مکمل کی صحبت کو اختیار کر چکے تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم ان کے ساتھ تلاعب اختیار کرو اس لئے کہ ان کے ساتھ تلاعب اختیار کرنا تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائے گا۔

---

[138] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۳۴ ص ۵۲۱ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

[139] الیواقیت والجواھر ص ۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

جیسا کہ مشائخ عظام نے فرمایا:

لا یفلح مرید بین شیخین۔

یعنی جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ہم تعدد پیر کے جواز کے حق میں ہیں اوراس کی چند صورتیں ہیں جائز اور ناجائز بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے پیر کی بیعت کرنا لازم و واجب ہے اگر کوئی شخص ناقص پیر سے مرید ہو اور پیر کا ناقص ہونا واضح ہو جائے تو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کا شیخ کامل مکمل ہو لیکن وفات پا جائے تو اس صورت میں بھی فوراً کسی دوسرے شیخ کامل مکمل کی بیعت کرنا لازم ہے اس شخص کے لئے جو ابھی درجہ کمال تک نہ پہنچا ہو اور اگر کسی شیخ کامل مکمل کا مرید ہو مگر آداب طریقت اور اتباع شریعت بجالانے کے باوجود اسے فیض نہیں پہنچتا تو اس صورت میں بھی دوسرے شیخ کامل مکمل کی طرف رجوع شرعاً واجب ہے اور فیض سے مراد کمالات باطنی کا فیض ہے نہ کہ تعویذ گنڈے۔ مگر شیخ اول کی بے ادبی سے احتراز لازم ہے اور اگر شیخ کامل مکمل سے مرید ہو اور صدق دل کے ساتھ آداب طریقت بجالائے اور اتباع شریعت پر کاربند ہو اور اس شیخ مبارک کا فیض اور نورانیت اسے پہنچے اطمینان نفس اعتدال عناصر اور حیات لطائف مع الحرارت علی حسب الاستعداد حاصل ہو تو ایسے شخص کی صحبت اور ملازمت ضروری ہے اور اس سے اعراض کرنا موجب ہلاکت ابدی ہے۔ کمالایکون للمرأة زوجین ولاللعالم الھین ولابطن واحدقلبین کذلک لایکون للمریدشیخین (شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ) کا مصداق صحیح یہ آخری قسم ہے اور پہلی اقسام میں دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا لازم اور واجب ہے اور جو پیر کامل طور پر سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوات و اکملھا و التسلیمات اتمھا کا متبع نہ ہو وہ شیخ ناقص ہے کہ "طریقت بے شریعت نیست حاصل" طریقت بغیر شریعت حاصل نہیں ہوتی۔

محال است سعدی کہ راہ صفا

توان رفت جز در پے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید   ہر گز نخواہد بمنزل رسید

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کابروئی ہر دو سراست

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سراو

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کے بغیر راہ صفا (تصوف و طریقت) پر چلنا محال ہے جس نے بھی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف یعنی آپ علیہ الصلوات والتسلیمات کی سنت سے ہٹ کر راہ اختیار کی وہ ہر گز منزل پر نہیں پہنچے گا۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سید کونین عزت ہیں دو جہاں کی

پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک ان کے در کی

اب ہم مسئلہ کو قدرے وضاحت سے پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

دریں طریق پیری و مریدی بتعلیم و تعلم طریقہ است نہ بکلاہ و شجرہ کہ در اکثر طرق مشائخ رسم شدہ است حتی متاخرین ایشاں پیری و مریدی را منحصر بکلاہ و شجرہ ساختہ اندازینجااست کہ تعدد پیر ایشاں تجویز نے فرمایند و معلم طریقت را مرشد نامند و پیر نمے دانند ورعایت آداب پیری را بحق او بجا نمی آرند۔ ایں از کمال جہالت و نہ رسائی ایشان است نمی

دانند کہ مشائخ ایشاں پیر تعلیم و پیر صحبت را نیز پیر گفتہ اندو تعدد پیر تجوز فرمودہ اند بلکہ در حین حیات پیر اول اگر طالبے رشد خودرا در جائے دیگر بیند بے انکار پیر اول جائزاست کہ پیر ثانی اختیار کند۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ درباب تجویز ایں معنی از علماء بخارا فتوی درست فرمودہ بودند۔آرے اگر از پیرے خرقہ گرفتہ باشد از دیگرے خرقہ ارادت ناگیرد واگر گیرد خرقہ تبرک گیرد واز ینجا لازم نمی آید کہ پیر دیگر اصلاً نگیرد بلکہ رواست کہ خرقہ ارادت ازیکے گیرد و تعلیم طریقت از دیگرے و صحبت باثالث دارد۔واگر ایں ہر سہ ازیکے میسر گردد چہ نعمت است جائزاست کہ تعلیم و صحبت از مشائخ متعدد استفادہ نماید و باید دانست کہ پیر آنست کہ مرید را بحق سبحانہ رہنمائی فرماید ایں معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است وواضح تراست پیر تعلیم ہم استاد شریعت وہم رہنمائی طریقت بخلاف پیر خرقہ پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر باید اورد۔[140]

اس طریق میں پیری و مریدی کے طریقہ کے سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے حتیٰ کہ ان کے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد جائز نہیں رکھتے اور طریقہ سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آداب پیری کو اس کے حق میں محفوظ نہیں رکھتے یہ انکی کمال جہالت اور نادانی کی

---

[140] (مکتوب نمبر ۱ ۲ ۲ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

وجہ سے ہے نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعداد جائز فرمایا ہے بلکہ پیر اول کی زندگی کے دوران میں ہی اگر ایک طالب علم اپنی بھلائی کسی اور جگہ دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کیے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس کے جائز ہونے میں علمائے بخارا سے اس کا فتوی درست فرمایا تھا ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرا پیر ہر گز نہ پکڑے بلکہ جائز ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک سے میسر ہو جائیں تو بڑی نعمت ہے اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم وصحبت کا استفادہ کرے جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی برخلاف پیر خرقہ کے پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیئے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

مکتوبے کہ ارسال داشتہ بودند رسید پرسیدہ بودند کہ باوجود حیات پیر اگر طالب پیش شیخ دیگر برود و طلب حق جل وعلا نماید مجوز است یانہ ؟ بدانند مقصود حق است سبحانہ و پیر وسیلہ است بجناب قدس حق تعالی اگر طالب رشد خود را پیش شیخ دیگر بیند و دل خود در صحبت او بحق سبحانہ جمع یابد رواست کہ در حیات پیر بے اذن پیر طالب پیش آن شیخ برود طلب رشد از و نماید اما باید کہ از پیر اول انکار نہ کند و جذبہ نیکی یاد نہ نماید۔ علی

الخصوص پیری و مریدی ای وقت بیش از رسم و عادت نہ ماندااست اکثر پیران ای وقت از خود خبر نہ دارند وایمان رااز کفر جدانمی توانند کرد از خدا جل شانہٗ چہ خبر خواہند داشت و مرید را کدام راہ خواہند نمودے۔

آگاہ چوں از خویشتن نیست جنین | کہ خبر دار از چنان وچنیں

وائے بر مریدے بریں طور پیرے اعتماد کردہ بنشیند وبدیگرے رجوع نہ کند وراہ خدا جل شانہ معلوم نہ سازد خطرات شیطانی کہ از راہ حیات پیر ناقص آمدہ طالب رااز حق سبحانہ باز میدارد ہر جا رشد وجمعیت دل یافتہ شود بے توقف رجوع باید کرد واز وساوس شیطانی پناہ باید جست۔[141]

آپ کا ارسال کردہ خط پہنچا۔ جس میں آپ نے پوچھا تھا کہ پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود سید اگر کوئی شخص دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب حق کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جاننا چاہیے کہ مقصود حق اللہ تعالیٰ ہے (نہ کہ پیری ومریدی) اور پیر حق تعالی کی جانب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن (اجازت) کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد و ہدایت طلب کرے لیکن چاہیئے کہ پیر اول کا انکار نہ کرے اور اسے نیکی کے ساتھ ہی یاد کرے۔ بالخصوص۔ اس وقت کی پیری مریدی جو محض ایک رسم وعادت سے بڑھ کر نہیں۔ اس وقت کے اکثر پیروں کو اپنی خبر نہیں اور ایمان و کفر کی تمیز نہیں کر سکتے تو پھر خدا تعالی کی کیا خبر رکھتے ہوں گے اور مریدوں کو کونسا راستہ دکھائیں گے۔

---

[141] (مکتوب نمبر 63 جلد نمبر 2 دفتر ثانی)

آگاہ از خویشتن چوں نیست جنین	کہ خبر دارد از چناں وچنیں

جنین(بچہ جو ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔)جب اپنے آپ سے آگاہ نہیں تو ادھر ادھر کی اسے کیا خبر ہے۔

ایسے مرید پر افسوس کہ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹائے رکھتے ہیں۔ جہاں جمعیت دل اور ہدایت حاصل ہو بلا توقف ادھر رجوع کرنا چاہیے اور شیطانی (وساوس) وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

مندرجہ بالا دو عبارتوں میں حضرت امام ربانی قندیلِ نورانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالی عنہ نے چھ بار تعدد پیر کے جواز کا قول فرمایا ہے اور حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ پیر اول کو صرف نیکی سے یاد کریں۔ آپ کا یہ قول متشرع اور غیر مبتدع کے ساتھ خاص ہے اور اگر پیر اول مبتدع ہو تو اس کو نیکی سے یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی مذمت کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ مکاتیب غلام علی شاہ صفحہ نمبر ۸۴ اور ۸۵ میں ہے کہ:

بیان معائب اساتذہ کہ در وثوق ایشاں قصور است ومعائب مشائخ مبتدع لازم است تا مسلمانان پرہیز نمایند۔[142]

وہ اساتذہ کہ جن کے وثوق (یقین وعقیدہ) میں قصور ہو اور مبتدع مشائخ کے عیب بیان کرنا لازم ہے تاکہ مسلمان ان سے پرہیز کریں۔

---

[142] مکاتیب غلام علی شاہ صفحہ نمبر ۸۴ اور ۸۵

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنا عمل بھی تعدد پیر کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ متعدد مشائخ سے متعدد سلاسل کسب کرنے کے بعد آخر میں نقشبندیہ شریفہ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بیعت ہوئے اور اس سلسلہ میں علوم و معارف اور کمالات و حقائق حاصل کیے۔

اس بارے میں علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "حضرات القدس" میں رقمطراز ہیں:

وانتساب آن حضرت در سلسلہ چشتیہ والد خود شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ است ووالدایشان راانتساب در سلسلہ قادریہ بدیں طریق است کہ آنحضرت راانتساب بوالدخودبودووے بشیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکور۔۔۔ونیزایشاں رادرسلسلہ قادریہ باوجودنظرقبولیت حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ انتساب بشاہ سکندر کہ نبیرہ شاہ مشارالیہ است کہ باوجودپسرخودشاہ عمادخلافت بہ نبیرہ مذکورعنایت فرمودہ۔۔۔وانتساب آنحضرت قدس سرہ بسلسلہ عالیہ نقشبندیہ بتفصیل وتعددطرق درصدردفتراول ایں کتاب ذکریافتہ است۔ [143]

آپ کے سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے منسوب ہیں اور آپ کے والد شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہیں۔۔۔ نیز آپ کا انتساب طریقہ قادریہ میں اس طرح ہے کہ اپنے والد رحمۃ اللہ تعالی سے اور آپ کے والد شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[143])مکتوب نمبر ۱ ۲ ۲ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول(

منسوب ہیں۔۔۔ نیز آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر قبولیت کے باوجود شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالی جو کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں سے منسوب ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اپنے بیٹے شاہ عماد کے حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی تھی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ آپ کا منسوب ہونا اس کتاب کے دفتر اول میں بالتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔

اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالی اپنے مکاتیب میں فرماتے ہیں:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد از تلقین اذکار چشتیہ و قادریہ وسہروریہ از والد خود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبرویہ از حضرت یعقوب صرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ از جناب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ نقشبندیہ گرفتہ ہمیں صحبت مبارک ایشاں بکمالات و مقامات و حالات و جذبات و ارادات و کیفیات وعلوم ومعارف کثیرہ و اسرار وانوار بسیار رسیدند۔ باز ببرکت تربیت آنجناب بطریقہ جدیدہ از موہبت حق سبحانہ امتیاز یافتند و حضرت خواجہ اثبات آں فرمودند۔ دریں طریقہ جدیدہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ اصطلاحات و مقامات بسیار اند و در ہر اصطلاح کیفیات و حالات علیحدہ و انوار و اسرار جدا است۔ عین طریقہ ایشاں بشہادت علماء وعقلاء قوتے یافت وعالمے باین طریقہ از واصلان حق سبحانہ شد۔[144]

---

[144] (مکتوب نمبر ۱۲۲ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اذکار چشتیہ قادریہ اور سہر وردیہ کی اپنے والد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے اور طریقہ کبرویہ کی حضرت یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے تلقین کے بعد جناب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا اسی صحبت مبارک کے سبب آپ کو کمالات ومقامات حالات وجذبات وارادات وکیفیات علوم و معارف کثیرہ اور اسرار وانوار بسیار حاصل ہوئے پھر آنجناب کی تربیت کی برکت اور عطائے خداوندی سے آپ نئے طریقہ سے ممتاز ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالی نے اس طریقہ جدیدہ کی تصدیق فرمائی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اس طریقہ جدیدہ میں اصطلاحات ومقامات بہت ہیں اور ہر اصطلاح میں کیفیات و حالات اور اسرار وانوار علیحدہ اور جدا ہیں۔ آپ کا طریقہ بشہادت علماءوعقلاء قوی ہے اور ایک عالم (جم غفیر) اس طریقے کے ذریعے وہ واصلان حق سبحانہ میں سے ہوا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔ جو طرق اربعہ وکبرویہ کے جامع میدان تصوف ومعرفت کے شہسوار اور مجدد الف ثانی ہیں کہ عمل اورارشادات کی روشنی میں واضح ہوگیا ہے کہ ایک سے زیادہ مشائخ سے بیعت ہونا جائز و مستحسن ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سلاسل ثلاثۃ قادریہ شریف چشتیہ شریف اور سہر وردیہ شریف اخذ کرنے اور خلافت پانے کے بعد طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو کر طریقہ اخذ کرنا درست اور باعث عظمت ہے۔ نفسانی اور شیطانی وسوسوں کے چنگل میں پھنس کر اور نام نہاد پیری مریدی کے گھمنڈ میں الجھ کر درجات عالیہ سے محروم رہنا بڑی نادانی اور حماقت ہے اوراس بات میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو جانے کے بعد کسی اور شیخ کی ضرورت نہیں رہتی اگرچہ شیخ وفات پا جائے اور سالک کی راہ سلوک نامکمل ہوں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول و عمل کے بعد اس مسئلہ میں مزید کسی دلیل کی ضرورت تو نہیں رہتی تاہم اتمام حجت کے لئے ہم دوسرے ائمہ طریقت کے اقوال و فرامین اور عمل پیش کرتے ہیں۔

حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر شیخ المشائخ جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی متعدد مشائخ اور پیر تھے چنانچہ حضرت علامہ مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”نفحات الانس“میں رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یکبار چہل روز ہیچ چیز نخوردم بعد از چہل روز یک شخص آمد و قدرے بعام اوردو بنہاد و برفت نزدیک بود کہ نفس من بر بالای بعام از بس گرسنگی آید گفتم کہ واللہ از عہدے کہ با خدا تعالیٰ بستہ ام برنگرم شنیدم کہ از باطن من یک شخص فریاد میکند بہ آواز بلند می گوید۔ الجوع الجوع الجوع الجوع ناگاہ شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بمن گزشت وآن آواز بشنید و گفت عبدالقادر ایں چیست؟ گفتم ایں قلق واضطراب نفس است واما روح برقرار خود است ودر مشاہدۂ خداوند خود۔۔۔ الی ان قال۔۔۔ وبعد ازان مرا خرقہ پوشانید و صحبت وے را لازم گرفتم۔۔۔ قال بعد عدۃ اسطر۔۔۔ شیخ حماد باس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از جملہ مشائخ شیخ محی الدین عبدالقادر است کان امیاً و فتح علیہ باب المعارف والاسرار وصار قدوۃ للمشائخ الکبار رحمہم اللہ تعالیٰ۔[145]

[145](مکتوب نمبر ۱۲۱ صفحہ نمبر ۸ جلد اول حصہ چہارم دفتر اول)

ایک بار چالیس روز گزر گئے کہ میں نے کچھ نہ کھایا۔چالیس دن کے بعد ایک آدمی تھوڑا سا کھانا لایا اور رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس شدت بھوک کی وجہ سے کھانے کی طرف آ جاتا۔ میں نے کہا کہ واللہ جو عہد میں نے اللہ تعالی سے کیا ہے اس کی حفاظت کروں گا۔ میں نے سنا کہ میرے باطن سے کوئی بلند آواز سے فریاد کر رہا ہے۔ الجوع الجوع الجوع۔(بھوک) اچانک شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالی علیہ میرے پاس سے گزرے اور اس آواز کو سن کر فرمایا کہ اے عبد القادر یہ کیا ہے ؟میں نے کہا یہ نفس کا اضطراب و فریاد ہے لیکن روح اپنی جگہ بر قرار اور مشاہدہ خداوندی سبحانہٗ میں مستغرق ہے۔۔۔کچھ آگے چل کر فرمایا۔۔اس کے بعد حضرت ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے آپ کی صحبت کو لازم پکڑا۔۔۔چند سطور کے بعد حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالی علیہ شیخ محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے جملہ مشائخ میں سے ہیں اور آپ اُمی (اَن پڑھ) تھے۔ آپ پر اسرار و معارف کے دروازے کھل گئے یہاں تک کہ آپ بڑے بڑے مشائخ کے پیشوا بن گئے۔

اس عبارت سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کے بھی متعدد مشائخ تھے اس طرح آپ کے عمل سے تعدد مشائخ کے جواز کا مسئلہ ثابت ہو گیا اور مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے تعدد شیخ کا واقعہ نقل کرکے اپنی طرف سے کوئی تردید اور انکار نقل نہ فرمانا اور ''سکوت در معرض بیان دلالت علی البیان'' کے مطابق مولانا جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نقل وسکوت بھی اس مسئلہ کے جواز پر مزید دلیل بن گیا۔[146]

---

[146] ھدایت السالکین ص ۱۵۸

حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے متعدد مشائخ اور ان سے طریقہ اخذ کرنے کے متعلق سند تلقین صوفی کے تحت اپنا شجرہ طریقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سیدی محمد لقن الشیخ محمد السروی و الشیخ علی المرصفی و هماتو باو لقنا العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبد الوهاب بن احمد الشعرانی۔

یعنی فقیر عبد الوہاب بن احمد الشعرانی (مؤلف کتاب) نے شیخ محمد سروی اور شیخ علی المرصفی سے بیعت ہو کر اخذ کیا اور وہ دونوں شیخ محمد کے مرید ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

ثم انی تلقنت علی سیدی محمد الشناوی۔

پھر میں سیدی حضرت شیخ محمد شناوی سے بیعت ہو کر ذکر اخذ کیا۔

آگے فرماتے ہیں:

ولی طریق اخریٰ اقرب سندامن هذه وهوانی تلقنت علی شیخ مشائخ الاسلام زکریاوتلقن هوعلی سیدی محمد الغمری تلمیذسیدی احمد الزاهد رفیق سیدی مدین فبینی وبین الشیخ الزاهد رجلان فقط فانامساومن هذاالطریق یاذن لی فی تربیته المریدین سوی شیخی الشیخ محمد الشناوی رحمه اللہ تعالیٰ۔[147]

میرا ایک اور شجرہ طریقت بھی ہے جو سند کے لحاظ سے مذکورہ بالا شجرہ سے زیادہ قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضرت شیخ مشائخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور وہ حضرت سیدی محمد الغمری سے بیعت ہیں جو شیخ محمد الزاہد کے مرید اور شیخ مدین کے رفیق (پیر بھائی) ہیں۔ پس میرے اور شیخ زاہد کے درمیان صرف دو حضرات ہیں۔ اس سند کے لحاظ سے میں اور شیخ

---

[147] الانوار القدسیہ ص ۱۳ جز ثانی

محمد سروی جو میرے شیخ حضرت محمد شناوی کے شیخ ہیں دونوں برابر ہیں لیکن مریدوں کی تربیت کی اجازت مجھے میرے شیخ حضرت محمد الشناوی کے علاوہ کسی نے نہیں دی ۔کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ولی طریق اخری اخذت عن علی الخواص رحمہ اللہ تعالی۔یعنی مجھے اور ایک طریقہ بھی حاصل ہے وہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالی سے اخذ کیا ہے۔

مذکورہ بیانات سے واضح ہوا کہ موٴلف ''انوار لقدسیہ'' حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی متعدد مشائخ اور پیر تھے اسی طرح تعدد شیخ کے جواز بلکہ بعض صورتوں میں ''وجوب'' کے متعلق بیہقی وقت صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی ''ارشاد الطالبین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر شخصے بخدمت شیخ مدتے بحسن اعتقاد ماند و در صحبت او تاثیر نیافت واجب است بروے کہ آں کند و تلاش شیخ و دیگر نماید و گرنہ مقصود و معبود ش شیخ باشد نا خدائے تعالیٰ و ایں شرک است حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالی پیر طریقہ نقشبندیہ می فرماید۔

باہر نشستے و نشد جمع دلت ۔۔۔ وز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ۔۔۔ ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت

لیکن ازاں شیخ حسن ظن دارد چہ یحتمل کہ آن شیخ کامل و مکمل باشد و نزد او نصیب آں کس نبود۔اگر شیخ کامل و مکمل باشد و ازین جہاں رحلت

فرمودو مرید بدرجہ کمال نرسد واجب است کہ آن مرید صحبت شیخ دیگر تلاش کند کہ مقصود خدا(جل وعلا)است۔[148]

اگر کوئی ایک عرصہ تک حسن اعتقاد کے ساتھ شیخ کی خدمت میں رہے اور اس کی صحبت میں کوئی تاثیر نہ پائے تو اس شیخ کو ترک کرکے دوسرے شیخ کی تلاش کرنا اس پر "واجب" ہے ورنہ اس کا مقصود و معبود شیخ ٹھہرے گا نہ کہ خدا تعالیٰ اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب تو کسی (پیر) کی صحبت اختیار کرے اور تجھے دلجمعی حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل کی کدورتیں دور نہ ہوں تو اس کی صحبت سے دور بھاگ ورنہ عزیزان کی روح تیری اس غلطی کو معاف نہیں کرے گی لیکن اس شیخ کے بارے میں حسن ظن رکھے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ شیخ کامل و مکمل تو ہو لیکن اس کے پاس اس شخص کا حصہ اور نصیب نہ ہو اور اسی طرح اگر پیر کامل و مکمل ہو اور وہ اس جہاں سے رحلت فرما جائے اور مرید ابھی درجہ کمال تک نہ پہنچا ہو ایسے مرید کے لیے دوسرے (کامل اور مکمل) پیر کی صحبت تلاش کرنا "واجب" ہے کیونکہ مقصود (پیر نہیں) اللہ تعالیٰ ہے۔

بس اختلاف یہ ہے کہ مشائخ کے تلاعب یعنی مذاق اور کھیل نہ کیا جائے کہ جب چاہے بیعت توڑدے اپنی مرضی سے اور اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے۔

امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میرے لئے شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام نے حکایت بیان کی کہ ایک گروہ سیدی ابو العباس الغمری کے پاس آیا اور آپ سے تلقین ذکر چاہی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا طلب طریق میں اپنی نیتیں خالص کرلو ورنہ تمہیں

[148] ارشاد الطالبین ص ۲۵-۲۴۔

غضب پہنچے گا۔ پس ان میں سے ایک فقیر نے بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف آنے کی جرأت نہ کی اور چلے گئے اور انہوں نے کہا جو طریق سے کھیلتا ہے اس کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ رسالہ ھذا میں فقیر نے اس مسئلہ (یعنی مشائخ کے ساتھ تلاعب اختیار کرنا کس قدر قبیح فعل ہے۔) کی وضاحت فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس رسالہ کو سعادت مندوں کیلئے بہت مفید اور مشعل صراط مستقیم بنائے اور فقیر کے علم میں عمل میں اخلاص میں اور عرفان میں مزید ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین۔

الامام العلامۃ ابی العباس بن احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبۃ الحسینی لکھتے ہیں:

فَمَنْ نَكَثَ نقض البيعة ولم يفِ بها فَإِنَّما يَنْكُثُ عَلى نَفْسِهِ فلا يعود ضرر نكثه إلا عليه قال جابر رضي الله عنه بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة على الموت وعلى ألاَّ نفرّ فما نكث أحدُنا البيعةَ إلا جَدّ بن قَيْسِ المنافق اختبأ تحت إبطِ بعيره ولم يَسر مع القوم. وَمَنْ أَوْفى بِما عاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ يقال وفيت بالعهد وأوفيت. وقرأ حفص بضم الهاء من عليه توسُّلاً لتفخيم لام الجلالة وقيل هو الأصل وإنما كسر لمناسبة الياء. أي ومَن وفّى بعهده بالبيعة فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً (الجنة وما فيها (ـقال القشيري وفي هذه الآية تصريح بعين الجمع كما قال وَما رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وقال في مختصره يُشير إلى كمال فنائه ووجوده عليه السلام في الله وبقائه بالله. آه. فالآية تُشير إلى مقام الجمع المنبه عليه في الحديث فإذا أحببتُه كنت سمعه وبصره ويده وسائر قواه الذي هو سر الخلافة والبقاء بالله وهذا الأمر حاصل لخلفائه صلّى الله عليه وسلم من العارفين بالله أهل الفناء والبقاء وهم أهل التربية النبوية في كل زمان فمَن بايعهم فقد بايع الله ومَن نظر إليهم فقد نظر إلى الله فمَن نكث العهد بعد عقده معهم فإنما ينكثه على نفسه فتيبس شجرةُ إرادته ويُطمس نور بصيرته فيرجع إلى مقام عامة أهل اليمين ومَن أوفى

بما عاهد عليه الله فسيؤتيه أجراً عظيماً شهود ذاته المقدسة على الدوام والظفر بمقام المقربين ثبتنا الله على منهاجه القويم من غير انتكاص ولا رجوع آمين۔[149]

ترجمہ: جس نے بیعت کو توڑا اور ایفاء نہ کی تو اس نے خود کو ضرر اور نقصان دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے موت اور اس بات پر کہ ہم راہ فرار اختیار نہیں کریں گے پر بیعت کی تو ہم میں سے صرف جد بن قیس نے بیعت توڑی اور اپنے اونٹ کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا اور قوم کے ساتھ نہیں گیا اور جس عہد پر عمل کا کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور حفص کی حاء کو پیش سے پڑھا جیسے لفظ اللہ کے لام کو پُر کرنے کے ساتھ اور کہا گیا کہ یہی اصل ہے اور کسرہ یاء کی مناسبت کی وجہ سے ہے یعنی جس نے اپنی بیعت کو پورا کیا تو اس کو بڑا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ (جنت اور جو کچھ اس میں ہے) **وَمَا رَمَيتَ إِذ رَمَيتَ** امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عین جمع پر تصریح فرمائی اور اپنی مختصر میں فرمایا کہ اس کے کمال فنا پر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمال سخا پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اس کے بقاء پر اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے جو کہ حدیث شریف میں بھی ملتا ہے کہ جب میں کسی کو محبوب بناتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ ، ہاتھ اور ساری قوت بن جاتا ہوں یعنی میں اس کی مدد کرتا ہوں جو کہ خلافت اور بقاباللہ کا راز ہے اور یہ مقام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء کو حاصل ہے جو عارفین باللہ ، فنافی اللہ اور بقاباللہ کی اصل ہیں اور ہر زمانے میں تربیتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل ہیں تو جس نے ان کے ساتھ بیعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کی اور جس نے ان

---

[149] (البحر المدید ج۷ص۱۳۷-۱۳۶)

کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ پس جس نے بیعت کے بعد وفانہ کی یعنی بیعت توڑدی تو اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کی ارادت کا درخت خشک ہو جاتا ہے اور اس کی بصیرت کی روشنی ختم ہو جاتی ہے تو عام اہل یمین کے مقام کو الٹے جاتے ہیں اور جس نے بیعت کو پورا کیا پس جلد اس کو اجر عظیم دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا ہمیشہ ان پر شہود اور مقربین کے مقام کی طرف رہنمائی ہو گی۔

وفی حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین۔

(إِنّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ(المائدة ۱۲))الخ فعهدالله هوامتثال المامورات واجتناب المنهيات والدال على ذلک تجب مطاوعته فالشيخ المتمسک بشرع رسول الله القائم بحقوق الله وحقوق عباده اذا اخذ العهد بذلک على انسان وجب عليه اتباعه ونقض عهده اما كفر اذا قصد نقض ماهو عليه من التوحيد وغيره او ضلال مبين اذا قصد عدم الالتزام باوراده وامامن خالف الشرع واتبع هوى نفسه فالواجب نقض عهده لان من لاعهدله مع الله لاعهدله مع خلقه۔[150]

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ سے عہد وہ ماموارت پر عمل اور نواھی سے اجتناب کرنا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کی اطاعت واجب ہے تو جو شیخ شریعت پر مستقیم ہو حقوق اللہ و حقوق العباد کو پورا کرنے والا ہو جب اس بات ہر اپنے مرید سے بیعت لیں تو مرید پر اسکی اطاعت واجب ہے اور اس بیعت کا توڑنا ایسا ہے کہ توحید وغیرہ کا انکار یا گمراہی کفر ہے۔ جب تمھارا ارادہ شیخ کی طرف سے دیئے گئے اوراد نہ کرنے کا ہو یا شریعت کی مخالفت کرنے کی اور نفسانی خواہشات کی اتباع کا ارادہ ہو تو تم پر ضروری ہے کہ بیعت کو توڑ دو اس لئے کہ جس کا اللہ تعالیٰ کی ساتھ کوئی وعدہ نہیں تو اسکا اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھی کوئی وعدہ نہیں۔

---

[150](ج ۱ ص ۳۷۲ سورۃ المائدۃ دار الفکر)

اپنے شیخ سے بیعت توڑنا خواہشات نفسانی کے مترادف ہے

حضرت علامہ محمد بن عبد اللہ الخطیب الغزی الحنفی لکھتے ہیں:

سئل عن رجل أخذ العهدمن شيخ الكامل سالک لطريقة صحيحة خالية من البدع والتزوير مبنية على اقتناء آثار البشير النذير فهل لذلک الرجل أن يعدل عن العهد الأول بغير موجب شرعي ويأخذعهدشيخ آخر اولا؟وهل اذاكان عدوله عنهالغرض نفسه وارتكاب الحمية وابتغاءالفتنةيؤدب على ذلک اولا؟

اجاب ليس له العدول عن طريقة شيخه المستقيمة بغير موجب شرعي ويؤدب بمايليق به ان فعل ذلک بماذكر من غرض نفسه وارتكاب الحمية وابتغاء الفتنة اذاالمنسلخ عن طريق الحق الى طريق الاخرىٰ مثلهالايفعل ذلک ظاهراالااتباعالهوانفسه والحالة هذه۔[151]

ترجمہ: سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں کہ جس نے بیعت کی ایسے شیخ کامل جو صراط مستقیم پر قائم اور بدعات سے خالی ہو سے بیعت ہے اور مزین ہو آثار بشیر ونذیر سے ایسے شیخ کامل سے بغیر عذر شرعی بیعت توڑ دینا اور کسی دوسرے سے بیعت کرنا درست ہے کہ نہیں اور اسکا شیخ اول سے پھر جانا نفسانی خواہشات اور ارتکاب حمیت اور فتنہ برپا کرنے کی وجہ سے ہو تو اسے تادیبا کوئی سزا ہوگی کہ نہیں؟

جواب: مرید کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر عذر شرعی شریعت پر مستقیم شیخ سے بیعت توڑ دے اور اسکو اس فعل کی وجہ سے مناسب سزا بھی دی جائے گی کہ اس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی

[151] (فتاویٰ التمرتاشی ج۲ ص ۲۶۶-۲۶۵ دار الفتح)

اور حمیت کا ارتکاب کیا اور فتنہ برپا کیا اور جب اس نے راہ حق سے دوسری راہ کو اختیار کیا تو اسکا حال یہ ہوا کہ ظاھرا اس نے کوئی نیکی نہ کی مگر نفس کی اتباع کرتے ہوئے۔

اپنے شیخ کی بیعت توڑنے والے کو بیعت نہ کرنا

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

عدم اخذی العهد علی مرید نکث عهد شیخه و جاء نی یجعلنی شیخه و کذلک مما انعم اللہ به علی عدم اظهار البشاشة له وفاء بحق شیخه الذی نکث عهده و ما بش شیخ فی وجه من نکث علی شیخه الا مقت هو و ذلک المرید و کان من خلق سیدی علی المرصفی و الشیخ محمد الشناوی ان لا یاخذ العهد علی مرید الا بعد ان یقول له هل تقدمت لک صحبة مع احد؟ فان قال نعم قال اذهب الی حال سبیلک۔

و اعلم انه ینبغی لکل من برز للمشیخة فی هذا الزمان ان لا یتلاعب بالطریق فیاخذ العهد علی المرید صورة فلیس معه مدد یمده به لان ذلک نفاق و المنافق لا یکون داعیا الی اللہ تبارک وتعالیٰ وفی بعض الآثار (لا تقوم الساعة حتی تجلس الشیاطین علی الکراسی و یعظوا الناس و الناس لا یشعرون ان ذلک الواعظ الشیطان۔)

ترجمہ: میں (حضور سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس مرید کو بیعت نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ سے بیعت (بغیر عذر شرعی کے) توڑی ہو اور وہ میرے پاس آئے کہ مجھے اپنا شیخ قرار دے اسی طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی انعام ہے کہ اس کے اس شیخ کا جس کی بیعت اس نے توڑی ہو حق پورا کرنے کے لئے میں اس کے لئے خندہ پیشانی کا اظہار بھی نہیں کرتا اور کوئی شیخ اس کے سامنے خندہ پیشانی کا اظہار نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ سے بیعت توڑی ہو مگر وہ (شیخ جو خندہ پیشانی سے پیش آئے) اور وہ مرید دونوں غضب کا شکار ہوتے ہیں اور سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت تھی کہ دونوں میں سے کوئی بھی کسی مرید سے عہد نہ

لیتے مگر پہلے اس سے پوچھ لیتے کہ کیا تم نے کسی شیخ (کامل) کی صحبت اختیار کرر کھی ہے؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو فرماتے کہ اپنی راہ لے۔(اسی شیخ کے پاس جا)

اور جان لے کہ اس دور میں جو بھی بطور شیخ ظاہر ہو اسے چاہئے کہ وہ طریقت کو کھیل نہ بنائے کہ مرید سے صورۃ عہد لے لے لیکن اس کے پاس مدد (اللہ تعالیٰ کی معرفت) نہ ہو جس سے اس کی مدد (مرید کا تزکیہ) کرے کیونکہ یہ نفاق ہے اور منافق داعی الی اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں ہوتا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ شیاطین مسندوں پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ کریں گے اور لوگوں کو شعور نہیں ہوگا کہ یہ واعظ (نصیحت کرنے والا) شیطان ہے۔[152]

بیعت توڑنے والے کا انجام

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ومن شانہ حفظ عہدہ مع اللہ تعالی علی ملازمۃ التوبۃ من کل ذنب فان نقض العہد من اعظم الذنوب وھو معدود من انواع الردۃ عن بعض دینہ فیوشک ان یرتد عن دینہ کلہ وقد ورد المعاصی برید الکفر ای مقدمۃ وفی الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یری اقواما من امتہ یوم القیامۃ قد اخذبھم ذات الشمال فیقول یارب امتی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری فیقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سحقا سحقا قال بعض العلماء وھولاء لم یرتدوا عن اصل الدین وانما ارتدوا عن فعل شیٔ من فروعہ بدلیل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یشفع فیھم اذا سکن الغضب الالھی وموافقۃ لہ۔

---

[152](المنن الکبری،الباب الثامن، ص،۳۴۳، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ،المنن الوسطی ص۳۲۷ الباب الثالث فی جملۃ اخریٰ من الاخلاق)

ترجمہ: مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہر گناہ سے توبہ کو لازم پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی حفاظت کرے کیونکہ وعدہ توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ دین کے کچھ حصے سے پھر جانے میں شمار ہوتا ہے تو قریب ہے کہ وہ مکمل دین سے مرتد ہو جائے۔

جیسا کہ شیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالی عنہ من تھاون بالآداب عوقب بحرمان السنة ومن تھاون بالسنة عوقب بحرمان الواجبات ومن تھاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفةاو کماقال۔

یعنی فرمایا عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس نے مستحبات میں سستی کی اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے سنت میں سستی کی اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی اور جس نے واجبات میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، اور جس نے فرائض میں سستی کی اسے معرفت خداوندی سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور معرفت خداوندی کے لئے عھد بیعت پر ملازمت اختیار کرنا ضروریات تصوف میں سے ہے۔[153]

حدیث شریف میں ہے:

المعاصی برید الکفر۔

گناہ کفر کا مقدمہ ہے۔

یعنی کفر سے پہلے گناہ ہوتے ہیں۔

اور کفر کی طرف لے جاتے ہیں برید ایلچی، قاصد کو کہتے ہیں۔[154]

---

[153] (تفسیر عزیزی، قطب الارشاد صفحہ ۱۴، مکتبہ قاسمیہ)

[154] (شعب الایمان للبیھقی، ج۵ ص ۷ ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ایک اور حدیث میں ہے: قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو بائیں طرف سے پکڑا جائے گا آپ عرض کریں گے "یا ربّ امّتی!" (اے رب! میری امت!) تو کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا یہ اسلام سے الٹے پاؤں پھر گئے۔ آپ فرمائیں گے: "سحقا سحقا" دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔[155]

بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہ لوگ اصل دین سے نہیں پھرے تھے یہ دین کے فروع پر عمل سے پھرے تھے اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا غضب کم ہو جائے گا اور دونوں میں موافقت ہو جائے گی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

شیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ کا بیعت کرنے کا طریقہ

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

و کان الشیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللّٰہ تعالی لا یلقن احد الذکر الا بعد ان یتردد الیہ السنۃ و اکثر ویسوق علیہ السیاقات و کان یسالہ قبل التلقین و یقول لہ ھل لک والد فان قال نعم قال نحن لا نصحب من یکون لہ اب غیر نا۔

ترجمہ: شیخ ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ کسی کو ذکر کی تلقین نہیں کرتے تھے مگر اس کے بعد کہ وہ ایک سال تک بلکہ اس سے زیادہ آپ کے پاس آمد و رفت رکھتا۔ اور آپ سے رابطہ رکھتا۔ اور آپ تلقین سے پہلے اس سے پوچھتے کہ تیرا باپ ہے؟ اگر کہتا کہ ہاں تو فرماتے ہم اس سے صحبت نہیں

---

[155] (صحیح بخاری رقم ۲۲۱۲، صحیح مسلم رقم ۲۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

رکھتے جس کا ہمارے علاوہ کوئی اور باپ ہو۔(یعنی ہم کسی اور کے مرید کو(جسکا شیخ پہلے سے موجود ہو اسے)مرید نہیں بناتے)[156]

جو طریقت سے کھیلتا ہے اس کے ساتھ کھیلا جاتا ہے

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وقد حکی لی الشیخ امین الدین امام جامع الغمری ان جماعۃ جاؤا الی سیدی ابی العباس الغمری یطلبون منہ تلقین الذکر فقال حرروا نیتکم فی طلب الطریق والا حصل لکم المقت فماتجر أفقیر یتقدم الیہ منھم وذھبوا وقالوا من لعب بالطریق لعبت بہ الطرق۔

ترجمہ: میرے لئے شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام نے حکایت بیان کی کہ ایک گروہ سیدی ابو العباس الغمری کے پاس آیا اور آپ سے تلقین ذکر چاہی تو آپ نے فرمایا طلبِ طریق میں اپنی نیتیں خالص کرلو ورنہ تمہیں غضب پہنچے گا۔پس ان میں سے ایک فقیر نے بھی آپ کی طرف آنے کی جرأت نہ کی اور چلے گئے۔اور انہوں نے کہا جو طریقت سے کھیلتا ہے اسکے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔[157]

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا دو شیخوں کے درمیان فیصلہ

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین رحمہ اللہ وما سامح شیخ مریدہ فی الاجتماع بغیرہ الا فسد حالہ وحصل لہ تردد فی أی الشیخین أعلی مقاما حتی یتلمذ لہ واذا حصل لہ التردد دفعہ قلب ھذا وقلب ھذا ولم ینتفع بأحد منھما لان شرط الانتفاع بشیخ جزم المرید بالتقید فی دائرتہ لا

---

[156] (المنن الکبری،الباب الثامن، ص،۳۴۳، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ـالانوارالقدسیۃ فی معرفۃ قواعدالصوفیۃ ج۲ص۲۰)

[157] (المنن الکبری،الباب الثامن، ص، ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

يخرج منها حتی يحصل له الكمال و حينئذ يصير كالأخ فی الطريق للشيخ و للشيخ عليه حكم الافاضة من غير وقوف معه انتهی۔

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی شیخ نے اپنے مرید سے کسی دوسرے کے پاس جانے سے صرف نظر نہیں کیا مگر اس کے حال میں فساد برپا ہوا اور اسے تردد لاحق ہو جاتا ہے کہ دونوں مشائخ میں کس کا مقام اعلیٰ ہے تا کہ اس کی شاگردی اختیار کرے اور جب اسے تردد ہوتا ہے تو شیخ اول اور شیخ ثانی کا قلب اسے رد کر دیتا ہے اور دونوں میں سے کسی سے بھی نفع حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ کسی شیخ سے نفع حاصل کرنے کی شرط مرید کا اس کے دائرے میں پابندی کرنے کا عزم بالجزم (پختہ ارادہ) ہے کہ اس سے نکلے گا نہیں حتیٰ کہ اسے کمال حاصل ہو جائے اور اس وقت وہ شیخ کیلئے گویا طریقت کا بھائی ہو جاتا ہے اور شیخ کیلئے اس کے ساتھ وقوف کے بغیر فیض عطا کرنے کا حکم ہے۔[158]

طریقت میں شرک

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

و كان سيدی علی بن وفاء رضی الله عنه يقول كما لم يكن للعالم الهان و لا للرجل قلبان و لا للمرأة زوجان كذلك لا يكون للمريد شيخان و كان رضی الله تعالی عنه يقول كما أن الله تعالی لا يغفر أن يشرك به فكذلك الأشياخ لا يسامحون المريد فی شركته معهم غيرهم ومتی سامحوه كان غشا منهم له قال رضی الله تعالی عنه و تأمل قوله تعالیٰ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مريم ٩٠) فما جعل السموات و الارض تنشق وتنفطر والجبال تنهدم الا الشرك بالله وكذلك الشيخ لا يزيل قلبه عن حفظ المريد و تربيته ترك احسان و لا خدامة و انما يزيله أن يشرك به المريد غيره انتهی۔

---

[158] (المنن الكبری، الباب الثامن، ص، ٣٤٦، دار الكتب العلميه، بيروت)

ترجمہ: سیدی علی بن وفا رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں جس طرح جہان کے دو معبود نہیں ہوسکتے ایک شخص کے دو قلب نہیں ہوسکتے اور عورت کے بیک وقت دو شوہر نہیں ہوسکتے اسی طرح مرید کے لئے دو شیخ نہیں ہوسکتے اور آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اسی طرح مشائخ مرید سے درگزر نہیں کرتے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے غیر کو شریک کرے۔ اور جب وہ درگزر کریں تو یہ ان سے اس کے متعلق کھوٹ ہو گا۔ فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کر تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم ۹۰) قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔ پس آسمانوں اور زمین کو شق ہوتا اور پھٹتا اور پہاڑوں کو گرتا نہیں کیا مگر شرک باللہ نے۔ اور اسی طرح شیخ کے قلب کو مرید کی حفاظت و تربیت سے احسان اور خدمت کا ترک زائل نہیں کرتا اسے تو مرید کا اس کے ساتھ کے غیر کو شریک کرنا زائل کرتا ہے۔[159]

حضرت الٰہیہ کے طریق میں ماہ و سال کی مثال اور کسی شیخ کے لئے صحیح نہیں کہ دوسرے شیخ کی بنیاد پر بنا کرے

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

واعلم يا أخي أن مثال الحضرة الالهية التي ينتهي اليها سلوك كل مريد مثال الكف ومثال الطريق التي يدخل منها اليها مثال الأصابع ومثال السنين أو الأشهر التي يجاهد المريد فيها نفسه مثال عقد الأصابع فان دخل الى الحضرة في ثلاث سنين كانت كل عقدة بمثابة سنة وان وصل الى الحضرة في ثلاثين سنة كانت كل عقدة بعشر سنين وهكذا الحكم في الزيادة والنقص فاذا سلك مريد على يد شيخ حتى قطع عقدة ثم تركه وسلك على يد شيخ

---

[159] (المنن الكبرى، الباب الثامن، ص، ٣٤٦، دار الكتب العلميه، بيروت)

آخر حتى قطع عقدة ثم تركه وأخذ عن شيخ آخر حتى قطع عقدة أفنى عمره ولم يتجاوز العقدة الأولى لأنه لا يصح لشيخ أن يبني على بناء شيخ آخر فلا بد أن يهدم بناء من كان قبله من الأشياخ ولو أنه كان صبر ودام تحت حكم شيخ واحد لربما قطع الثلاث عقد من الأصبع الواحدة ودخل الحضرة الالهية وهذا مثال ما أظنه طرق سمعک قط۔

ترجمہ: اور اے میرے بھائی جان لو! حضرت الٰہیہ کی مثال جب ہر مرید کا سلوک منتہی ہوتا ہے ہتھیلی کی سی ہے۔ اور جس طریق سے اس کی طرف داخلہ ہوتا ہے اس کی مثال انگلیوں کی سی ہے۔ اور سال اور مہینوں کی مثال جن میں مرید اپنے نفس کا مجاہدہ کرتا ہے انگلیوں کی گرہوں کی سی ہے پس اگر حضرت الٰہیہ تک تین سالوں میں داخل ہوا تو ہر گرہ سال کے قائم مقام ہے اور اگر حضرت الٰہیہ تیس سالوں میں پہنچا تو ہر گرہ دس سالوں کی طرح ہے۔ اور یہی حکم ہے زیادتی اور کمی میں۔ پس جب مرید نے ایک شیخ کے ہاتھوں سلوک کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کرلی پھر اسے ترک کردیا اور دوسرے شیخ کے ہاتھوں سلوک اختیار کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کی پھر اسے ترک کردیا اور کسی اور شیخ سے استفادہ کیا حتیٰ کہ ایک گرہ عبور کی تو اس نے اپنی عمر فنا کردی اور پہلی گرہ سے آگے نہیں بڑھا۔ کیونکہ کسی شیخ کے لئے صحیح نہیں کہ دوسرے شیخ کی بنیاد پر بنا کرے۔ پس لازماً اپنے سے پہلے شیخ کی بنیاد گرادے گا۔ اور اگر وہ صبر کرتا اور ایک ہی شیخ کے حکم کے تحت چلتا رہتا تو بسا اوقات ایک انگلی سے تین گرہیں عبور کرلیتا اور حضرت الٰہیہ میں داخل ہوجاتا۔ اور یہ ایسی مثال ہے کہ مجھے گمان نہیں کہ کبھی تیرے کان تک پہنچی ہو۔[160]

---

[160] (المنن الکبری،الباب الثامن، ص،۳۴۷، دارالکتب العلمیه ، بیروت)(المنن الوسطیٰ ص ۳۲۹الباب الثالث فی جملة اخریٰ من الاخلاق)

کسی اور کے مرید میں تصرف نہ کرے

یکبار بجهت دیدن شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃاللہ علیہ کہ از مشائخ وقت بودند رفتیم درس حدیث میفرمودند در حدیث بر آمد کہ وقت شب عفریتی از جن بر رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم حملہ آورد میخواستند کہ بگیرند بملاحظہ دعای حضرت سلیمان علیہ السلام بروی تصرفی نفرمودند در دل ماآمد کہ شیخ تاویل حدیث چہ خواہند فرمود ایشان فرمودند کہ ازینحدیث معلوم میشود کہ شیخ را باید کہ تصرف بر مرید بیگانہ بی اذن پیر او ننماید۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیدار کے لئے نکل پڑے جو کہ اپنے وقت کے ولی کامل شخصیت تھے۔ آپ درسِ حدیث میں مصروف تھے ایک حدیث مبارکہ پر پہنچے کہ ایک مرتبہ رات کو عفریت جن نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاہا کہ اسے پکڑ لیں لیکن سلیمان علیہ السلام کی دعا کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تصرف نہ فرمایا اور اسے چھوڑ دیا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ صاحب مبارک اس حدیث کی کیا تاویل فرمائیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی اور کے مرید میں تصرف نہ کرے اس کے پیر کی اجازت کے بغیر۔ [161]

---

[161] (مقامات مظہریہ، صفحہ ۲۶)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وممانعم اللہ بہ علی: اننی لااخذعلی مریدالعھدالاان کان خالیامع شیخ ینتمی الیہ من مشایخ العصر ثم یسوق علی السیاقات فی ذلک فان کان لہ شیخ ولوبالاسم فقط أولم یظھرلی منہ رغبۃ تامۃ فی طلب الطریق لااخذعلیہ عھدا شفقۃ علیہ أن یمقت لتلاعبہ بالطریق مع غرۃ مراقبھا۔[162]

ترجمہ: مجھ پر اللہ تعالی کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ میں اسی شخص کو بیعت کرتا ہوں جو میری طرف بالکل خالی ہو کر آئے اس اعتبار سے کہ اپنے زمانے میں کسی شیخ کی طرف اپنی نسبت نہ کرتا ہو (اور اس زمانے میں اس کا کوئی اور شیخ نہ ہو) پھر میں اس کو لے کر چلتا ہوں سلسلہ میں پس اگر اس کا کوئی شیخ ہو اگرچہ نام کا ہو یا پھر وہ اپنی مکمل رغبت میری طرف نہ کرے طریقت کو طلب کرنے میں تو میں ایسے شخص کو بیعت نہیں کرتا اس پر شفقت کرتے ہوئے تاکہ وہ طریقت کے تلاعب (کھیل) کے غضب میں شامل نہ ہو جائے قرب طریقت کی ناواقفیت کی وجہ سے۔

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شیخ کامل ومکمل کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی اور کے مرید کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل نہیں فرماتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طریقت کو کھیل سمجھنا کس قدر قبیح فعل ہے کہ جس کی وجہ سے ایسے شخص کو مشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اپنے حلقہ ارادت میں شامل نہ فرماتے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بیعت کے بعد اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی التفات نہ کرنا چاہیئے۔

---

[162] المنن الوسطیٰ الباب الثالث فی جملۃ اخریٰ من الاخلاق ص ۳۲۷۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اے مغفّل رشتۂ بر پائے بند تاز خود ہم گم نگردی اے لوند

ترجمہ: اے بد تمیز اپنے پاؤں پر رسی باندھ کر (ایک ہی آستانہ پر مقیم رہ) تاکہ اے رند مشرب کہیں تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے۔[163]

تعدد پیر کے جواز کی صورت اور اسکی درمیانی تطبیق

حضرت علامہ شیخ بدرالدین نقشبندی مجددی سرہندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قدسیہ وہم شیخ باین فقیر می فرمودند کہ من اول از خدمت حاجی خضر خلیفۂ حضرت ایشان کہ احوال وے ببالا ذکر یافت طریقہ گرفتہ بودم و احوال عالیہ بحصول پیوستہ چون بخدمت حاجی واردات خود را گزرانیدم فرمود کہ زیادہ برین مراحاصل نیست۔ اکنون در خدمت حضرت ایشان بروید۔ باجازت حاجی بخدمت حضرت ایشان پیوستم۔

ترجمہ: قدسیہ شیخ نے یہ بھی اس فقیر سے کہا کہ میں نے پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی خضر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جن کا حال اوپر گزرا طریقہ ذکر سیکھا تھا اور احوال عالیہ بھی حاصل ہوئے تھے جب میں نے حاجی صاحب کو اپنے واردات بیان کیے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھے نہیں آتا اب تم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[163] (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۶۲)

کی خدمت میں جاؤ میں خلیفہ حضرت حاجی خضر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔[164]

حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

بعض مرشدان مستفیدان خود را پیش بزرگان فرستادہ اند چنانچہ حضرت ایشان ما بامر پیر خود بخدمت اکابر استفادہ نمودہ اند۔

ترجمہ: بعض مشائخ اپنے مستفیدین (مریدین اور معتقدین) کو دوسرے مشائخ کی طرف بھیجتے تھے چنانچہ اسی طرح میں نے بھی اپنے شیخ کی اجازت سے اکابر اولیا کرام رحمہم اللہ سے استفادہ کیا ہے۔[165]

پیر صحبت و پیر تعلیم کے درمیان فرق

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ کابلی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وہم چنیں پیر تعلیم اما پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اول یا فوت صحبت او بعد ازیں سخن فرمودند کہ آرے پیر خرقہ متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم ہمچو پیر صحبت متعدد می باشد و معمول سالکان است فرمودند کہ در سلسل خرقہ را معنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسناد می کنند و ذکر معنعن بیان نہ کردہ اند اما در سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ بہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ

---

[164] (حضرات القدس، ج۲، ص۱۸۴ و ۳۸۴، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

[165] (مقامات مظہریہ، صفحہ ۳۶)

وسلم رسیدہ داست از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الی یومنا ہذ ادرو سائط فتوری نرفتہ۔

ترجمہ:ہاں پیر صحبت متعدد ہوسکتے ہیں۔ بشر طیکہ پہلا پیر اجازت دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے اس کے بعد فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوسکتے لیکن پیر تعلیم پیر صحبت کی طرح متعدد ہوسکتے ہیں اور اسی پر سالکوں کا معمول ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان سلسلوں میں خرقہ کی اسناد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دست بدست ظاہر کرتے ہیں مگر عن فلان وعن فلان کا ذکر بیان نہیں کیا لیکن سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں عن فلان عن فلان کا ذکر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے لے کر آج تک دست بدست پہنچتا ہے درمیانی واسطوں میں کوئی فتور نہیں ہے۔[166]

فائدہ:ان واقعات سے معلوم ہوا کہ جہاں پر کچھ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے پیر کی موجودگی میں کسی اور پیر کے پاس اگر گئے ہیں تو اپنے شیخ کے امر واجازت سے گئے ہیں اور ادب کا لحاظ دونوں کے ساتھ رکھا یہی طریقہ درست اور معرفت الٰہی کا سبب ہے۔

طریقت کا راستہ طویل نہ ہو جائے

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قال ابویزید ولقداخذت طریق عن شیخ نفسابنفس ثم لایخفیٰ ان السلف الصالح من الصحابۃ والتابعین وتابع التابعین انمالم یکونوایتقیدون بشیخ واحدبل ھم کان احدھم

---

[166] (کلیات باقی باللہ یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات، ص،۳۲،ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاھور) (مکتوبات خواجہ باقی، مجلس،۲) ۴۴

یأخذعن مائة شیخ لانهم رضی اللہ عنهم کانوا مطهرین من الأدناس والرعونات فکان کل واحدمنهم کاملالایحتاج الی من یسلکه فلماکثرت الامراض واحتاجواالی علاجهاامرهم الشیوخ بالتقییدعلی شیخ واحدلئلایتبددحال المریدوتطول علیه الطریق فاعلم ذلک۔

حضرت ابویزید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے طریقت اپنے شیخ سے اس طرح حاصل کی کہ صرف میں اور آپ موجود تھے۔ پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے اسلاف صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایک شیخ کے پابند نہیں تھے بلکہ ان میں سے ایک شخص سومشائخ سے تربیت حاصل کرتا کیونکہ وہ لوگ دل کی میل اور تکبر سے بالکل پاک تھے پس ان میں سے ہر ایک کامل تھا وہ سلوک میں کسی دوسرے کے محتاج نہ تھے۔پس جب بیماریاں زیادہ ہوگئیں اور لوگ علاج کے محتاج ہوگئے تو مشائخ نے ان کو ایک شیخ کا پابند ہونے کا حکم دیا تاکہ مرید کا حال بکھر نہ جائے اور طریقت کی طویل دنیا سے قطع تعلق نہ ہوجائے اور اس پر طریقت کا راستہ طویل نہ ہوجائے تو اس بات کو جان لے![167]

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضاخان حنفی قادری فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں

عرض شیخ (یعنی اپنے کامل پیر) سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلافِ سنت ہے تو اس سے پھرنا کیسا؟

ارشاد محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔[168]

---

[167] (الانوار القدسیةفی معرفةقواعدالصوفیة ج ١ ص ٦٥)

[168] (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ٤٩٨، ٤٩٩، مکتبة المدینه، باب المدینه، کراچی)

گمراہ طریقت کس کو کہتے ہیں؟

عروۃالوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

سوال: نزد اہل کمال گمراہی چیست و گمراہ کرامیگویند در شریعت گمراہ ہمانست کہ خلاف شرع شریف ورزداما گمراہ طریقت کرانامند جواب گمراہ طریقت آنست کہ خلاف شریعت کند و یاخلاف طریقت ورزدوازاطاعت پیر بیرون شود۔

سوال: اہل کمال کے نزدیک گمراہی کیاہے اور گمراہ کس کو کہتے ہیں؟ شریعت میں گمراہ وہ شخص ہے کہ شرع شریف کے خلاف چلے لیکن گمراہ طریقت کس کو کہتے ہیں۔

جواب: گمراہ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے اور یا طریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہو جائے۔[169]

یک در گیر محکم گیر۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضاخان حنفی قادری فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں

پیرِ طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلاوجہ ایذاءواحتقار ہے اور وہ دونوں حرام۔

اللہ عزوجل فرماتاہے:

فَمَنۡ نَکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِهٖ (الفتح ۱۰)

ترجمہ: تو جس نے عہد توڑااس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا۔

---

[169] (مکتوبات معصومیه، دفتر، سوم، مکتوب، ۲۱۷، ص، ۲۶۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (الاحزاب ۵۸)

ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم من اٰذیٰ مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔[170]

اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہوسکتے ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہوسکتے اسی طرح ایک مرید کے دو پیر نہیں ہوسکتے۔ یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے یک در گیر محکم گیر (ایک ہی دروازہ پکڑ مگر پکڑ مضبوطی سے۔) پریشان تنگ نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔

[170] (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم :۳۲۳۳،،ج،۴،ص،۳۷۳،الجامع الصغیر ،ص،۵۰۵،رقم :۸۲۶۹،دارالکتب العلمیہ،بیروت،فتاویٰ رضویہ،ج،۲۷،ص،۵۷۸،۵۷۷،رضافاؤنڈیشن،لاهور)

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق شیئ فلیلزمہ۔

ترجمہ: جس کو کسی چیز میں (یعنی اس کے سبب سے) رزق دیا جائے تو چاہئے کہ اس پر لزوم اختیار کرے۔[171]

دوم مرید غلام ہے اور طالب وہ کہ غیبت شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے جسے شیخ جانتاہے یامرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے۔اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیض شیخ ہی جانے ورنہ دودِرَ (دودروالا) کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں:

لا یفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ: جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو اوہ کامیاب نہیں ہوتا۔[172]

مسئلہ ۲۹۵و۲۹۶ از گلمائزڈاک خانہ ماہی ضلع فرید پور مرسلہ عبد الرحمن صاحب

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ

(۱) زید طریقہ نقشبندیہ متبرکہ میں بیعت ہوا اور اپنے شیخ سے مقامات پورے کئے مگر بعض مقام میں قدرے شبہ رہتاہے اور خلافت واجازت نہ ملتی ہے شیخ صاحب کاانتقال ہو گیا اب زید کے لئے اس شبہ کو دور کرنے اور اجازت وخلافت حاصل کرنے کے واسطے دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے

[171] (کنز العمال برمذهب عن انس ، حديث ۹۲۸۶ ، مؤسسة الرساله بيروت، ۴ /۱۹)(فتاوٰی رضویه ،ج،۲۱،ص،۲۰۴،۲۰۳،رضافاؤنڈیشن،جامعەنظامیەرضویه،لاهور)

[172](فتاوٰی رضویه،ج،۲۶،ص،۵۵۸،رضافاؤنڈیشن،جامعەنظامیەرضویه،لاهور)

یااپنے شیخ سے جو حاصل ہوئی اسی پر اکتفا کرناچاہئے؟ اگر اسی پر اکتفاء کرنے کی کوشش کی تو ترقی و فیض یاب ہو سکتاہے اور شبہ باقی ماندہ دور کر سکتاہے یانہیں؟ اگر دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے تو اسے نقشبندیہ طریقہ کاہوناضروری ہے یادیگر چہار طریقہ میں سے جو ہو کافی ووافی ہوں گے؟ پھر اسی نقشبندیہ طریقہ کے جو مشائخ زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں اگر وہ زید کے شیخ سے کمالیت واشغال میں کم درجہ کے ہیں ان کو مرشد بنائے یاجو مشائخ زید کو مسافت بعیدہ وغیرہ وغیر ملکی ہونے کے میسر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ وہ سب زید کے شیخ سے بڑھ کر ہے یابرابر ہے تواب زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں ان سے پورا کرے یاجو غیر میسر ہیں ان کی توقع وامید پر رہے؟

(۲) قادری کوئی شخص دوسرے قادری سے یانقشبندی دوسرے نقشبندی سے یا قادری نقشبندی سے یانقشبندی قادری علیٰ ہذالبواقی خواہ علی الوفاق ہوئے یاعلی الخلاف بیعت ہونے کو چاہے تو از سرنو بیعت ہوناچاہئے یانہیں؟ اور یہ بیعت جدیدہ کہلائے گی یاکیا؟ اور شیخ اول ہی بدستور رہیں گے یادونوں؟ اور مرید کن کا کہلائے گا؟ بیّنوا توجروا۔ (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤگے۔)

الجواب: جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہوچکاہو تودوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہئے۔ اکابر طریقت فرماتے ہیں۔

لایفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ: جو مرید دوپیروں کے درمیان مشترک ہووہ کامیاب نہیں ہوتا۔

خصوصاً جبکہ اس سے کشود کار بھی ہوچکاہو۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمه۔

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ کسی شئے میں رزق دے وہ اس کو لازم پکڑے۔[173]

دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے۔

کمافی سبع سنابل مبارکۃ عن سلطان الاولیاء امام الحق و الدّین رضی اللہ تعالی عنه۔

جیسا کہ سبع سنابل شریف میں سلطان الاولیاء امام الحق والدّین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

شیخ جب نہ رہا اور اس کا سلوک ناقص ہو اس کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا چلنے کی نہیں۔

کما افاده الامام القشیری فی رسالة المبارکة والامام السهروردی فی العوارف الشریفة وبیناه فی فتاوٰی افریقة۔[174]

جیسا کہ امام قشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مبارکہ اور امام سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف شریفہ میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ اور ہم نے اس کو فتاوٰی افریقہ میں بیان کیا ہے۔

بلکہ کسی لائق تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولیٰ ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالا قرب اور نہ ملے تو جو ملے یہ اس

---

[173] (شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۸۹/۲)

[174] فتاوٰی افریقہ ص ۱۴۹۔

لئے کہ اختلاف راہ اطالت عمل کرنے اوراپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخہ سے کسی کو افضل جاننا سوءادب ہے۔واﷲتعالیٰ اعلم۔[175]

ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وسمعت سیدی علی المرصفی یقول من خالف نفسه فقدافلح ومن وافقهاوخالف شیخه فکأنه جعلهاشیخاًله مع شیخه ۔ومن له شیخان لایفلح لان القوم أجمعوا علی ان توحیدالقصدواجب لیجعلوا الهم هماًواحداً وقالوا من لم یکن مقصده واحداًمتعلقاً بواحد لایشم من توحیدالحق تعالیٰ رائحة۔وقالوا متی خرج المریدبحرکة واحدة لشیئین حاجة والصلاة فقدأشرک فی القصدالاان تکون الحاجةمطلوبةشرعاًوذلک لان الشرک ظلم عظیم علی اختلاف انواعه وهومشتق من الظلمة ومن دخل الظلمة یحارفی الطریق ومن حارفیهافلاترجیح عنده ومن فقدالترجیح فقدالترقی ومن فقدالترقی لایفلح۔

ترجمہ: میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کی موافقت اور اپنے شیخ کی مخالفت کی گویا اس نے اسے اپنے شیخ کے ساتھ شیخ بنالیا اور جس کے دو شیخ (مرشد) ہوں وہ کامیابی نہیں پا سکتا کیونکہ صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ارادے کی توحید واجب ہے تاکہ وہ اس کے لئے ایک ہی فکر بنادیں۔اور وہ فرماتے ہیں جب مرید ایک حرکت سے دو چیزوں کو حاجت بناتا ہے جس طرح نماز ہے تو وہ اپنے ارادے میں شرک کرتا ہے مگر یہ کہ وہ حاجت شرعی طور پر مطلوب ہو (مثلا نماز میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کو سامنے رکھے) اور یہ اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے اگرچہ اس کی اقسام مختلف ہیں

---

[175] (فتاوی رضویه ج ۲٦ ص ۵۷۹-۵۷۸ رضافاؤنڈیشن جامعه نظامیه رضویه لاهور)

لیکن یہ لفظ (ظلم) ظلمت سے نکلا ہے اور جو شخص ظلمت (اندھیرے) میں داخل ہوا وہ راستے میں حیران پریشان ہوتا ہے اور جو حیران ہوا اس کے لئے ترجیح نہیں اور جو ترجیح کو ضائع کر دے تو اس سے ترقی گم ہو جائے گی اور اور جو ترقی کو بھلا دیتا ہے وہ کامیاب نہیں ہو گا۔[176]

حضرت علامہ امام عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ومن شأنہ ان لا یکون لہ الا شیخ واحد فلا یجعل لہ قط شیخین لان مبنی طریق القوم علی التوحید الخالص وقد ذکر شیخ محی الدین فی الباب الاحد والثمانین ومأۃ من الفتوحات المکیۃ مانصہ واعلم انہ لا یجوز لمرید ان یتخذ لی الا شیخاً واحدا لان ذٰلک اعون لہ فی الطریق وما رأینا مریدا قط افلح علی ید شیخین فکما انہ لم یکن وجود العالم بین الالٰھین ولا المکلف بین رسولین ولا امرأۃ بین زوجین فکذلک المرید لا یکون بین شیخین ھذا کلہ فی مرید تقید بشیخ بقصد سلوکہ الطریق واما من لم یتقید فھو متبرک بالشیخ فقط فمثل ذٰلک لا یمنع من الاجتماع باحد وقد کان سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ علیہ یقول۔ ومن ابتلی بصحبۃ شیخین فاکثر فلیجعل شیخہ الحقیقی فی حاشیۃ قلبہ بجانب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لانہ نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فی نصح امتہ وارشادھم الی طرق الھدی وکان ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ یقول ومن لم یکن لہ استاذ واحد فھو مشرک فی الطریق والمشرک شیخہ الشیطان۔

ترجمہ: مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ صرف ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو او رہر گز دو شیخ نہ اپنائے کیونکہ صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ خالص توحید پر مبنی ہے۔ حضور سیدی معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفتوحات المکیہ" کے باب ۱۸۱ میں فرمایا جان لو مرید کے لیے صرف ایک شیخ کو اختیار کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے طریقت میں زیادہ مدد

---

[176] (الانوار القدسیہ ص ۹۶ ج ۲ مکتبہ السیفیہ الواقعۃ فی مندیکس علاقہ کھجوری بارہ پشاور)

ملتی ہے اور ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا۔ تو جس طرح اس عالم کا وجود دو خداؤں کے درمیان ممکن نہیں ایک مکلف دو رسولوں کے درمیان ممکن نہیں اور ایک عورت دو خاوندوں کے درمیان (مشترک نہیں اسی طرح ایک مرید کا تعلق) دو بزرگوں (مرشدوں) کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام باتیں اس مرید کے بارے میں ہیں جو کسی شیخ سے اس لیے وابستہ ہوتا ہے کہ وہ طریقت کی راہ پر چلے (سلوک کی منازل طے کرے) لیکن جس مرید کا یہ مقصد نہ ہو وہ اپنے شیخ سے محض برکت حاصل کرتا ہے اس کے لیے مختلف شیوخ کے پاس جانا ممنوع نہیں۔ اس صورت میں جب شیخ اول اجازت دے جیسا کہ (پچھلے صفحات میں مذکور ہوا۔) حضرت شیخ الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا علی المرصفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جو شخص دو یا دو سے زیادہ شیوخ کے ساتھ تعلق کی آزمائش میں ہو تو وہ رسول اکرم سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اپنے شیخ کو دل کے اندر جگہ دے کیونکہ وہ شیخ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خیر خواہی اور ان کو راہ ہدایت کی طرف بلانے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جس کا ایک استاذ (مرشد) نہ ہو تو وہ طریقت میں مشرک ہے اور مشرک شیخ الشیطان ہوتا ہے۔[177]

مشائخ کا اجماع ہے کہ ایک مرید کے لیے دو مرشد اختیار کرنا جائز نہیں۔

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وقد تقدم فی الباب الاول اجماع الاشیاخ علی انه لا یجوز للمرید ان یتخذ له شیخین وقالوا کما انه لا یکون للعالم آلهین ولا للمرأة زوجین ولا للرجال قلبین کذالک لایکون للانسان شیخین واجمعو علی ان کل مرید رأی ان علم شیخه لا یکفیه فلیس له ان یتقید علیه

---

[177] (الانوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الجزء الاول، ص، ۴۰، المکتبة العلمیه، بیروت)

وربما كان احد شيخين غير محقق فيأمر المريد بما يوافق هواه لغير حكمة فيهلك وبل جملةفلم يقع لاحد قط انه سلك الطريق ووصل الى مقامات الرجال بين شيخين ابداً۔

ترجمہ: پہلے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک مرید کے لیے دو شیخ (مرشد) اختیار کرنا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہوسکتے ایک عورت کے بیک وقت دو خاوند نہیں ہوسکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہوسکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہوسکتے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید دیکھے کہ اس کے شیخ کا علم اسے کافی نہیں تو اس پر اس کے ساتھ مقید ہونا لازم نہیں بعض اوقات دو مرشدوں میں سے ایک محقق نہیں ہوتا بس وہ مرید کو کسی حکمت کے بغیر محض اپنی خواہش کے مطابق حکم دیتا ہے پس ہلاک ہوجاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص جو دو مرشدوں کے درمیان ہو اور وہ طریقت کی راہ اختیار کرے تو وہ مردوں (اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مقامات تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔[178]

کائنات کے دو معبود نہیں ہوسکتے

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان سيدى يوسف العجمى يقول كمالم يكن العالم الهين ولاللمرأة زوجين ولاللرجل قلبين كذلك لايكون شيخين انتهى۔

ترجمہ: جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہوسکتے ایک عورت کے بیک وقت دو خاوند نہیں ہوسکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہوسکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہوسکتے۔[179]

---

[178] (الانوار القدسية فى معرفة قواعد الصوفية، الجزء الثانى، ص، ۳۱، المكتبة العلميه، بيروت)

[179] (المنن الوسطى ص ۲۹ ۳ا الباب الثالث فى جملة اخرىٰ من الاخلاق)

اہل طریقت کا اجماع

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وسمعت سیدی علیاالخواص رحمه الله تعالیٰ یقول اجمع اهل الطریق علی ان الملتفت الی غیر شیخه لایفلح ابدا۔

وسمعت سیدی محمدالشناوی رحمه الله تعالی یقول قلت یومالشیخی سیدی محمدالسروی مرادی ان ازورالشیخ الفلان فقال لی یامحمداذالم یکن الشیخ یملأعین المریدفلم‌یتخذه‌شیخاًفمن ذالک الیوم‌مازرت‌غیره‌الی‌ان‌مات‌انتهی۔

ترجمہ: میں نے اپنے سید علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اہل طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات کرے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور میں نے اپنے سیدی محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن اپنے شیخ میرے سید محمد السروی سے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں فلاں شیخ کی زیارت کیلئے چلا جاؤں تو انہوں نے مجھ سے کہا اے محمد جب شیخ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے مرید کی آنکھوں کو بھر دے تو اسے شیخ نہ بناؤ پس اس دن سے میں کسی اور کی زیارت کیلئے نہیں گیا یہاں تک کہ میرے شیخ وفات پا گئے۔[180]

کیا تمہارا باپ ہے؟

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وکان سیدی ابو السعود الجارحی یقول لمن یریدصحبته هل لک اب؟فیقول له نعم فیقول أین هو؟فیقول فی البلادمثلاًفیقول له اذهب إلیه أنا لأصحب من له اب غیری۔

---

[180] (المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۷، دار الکتب العلمیه، بیروت)

ترجمہ: حضرت سیدی ابو السعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شخص سے جو آپ کی صحبت اختیار کرنا چاہتا پوچھتے تھے یا تمہارا باپ ہے؟ اگر وہ عرض کرتا جی۔ فرماتے وہ کہاں ہے؟ وہ کہتا شہر میں ہے تو اس سے فرماتے اس کے پاس جاؤ میں ایسے شخص کو اپنی صحبت میں نہیں رکھتا جس کا میرے علاوہ بھی باپ ہو۔[181]

چالیس سال کی خدمت ایک لحظہ میں ختم

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

قالوا ولابدللمريدمن توحيدالقصدوالاذعان والعمل بكل مايقوله الشيخ ومن لم يوجه القصدواشرك مع الشيخ غيره فهو مشرك فى القصدلايجيئ منه شئى فى الطريق ولو كان شيخه من اكبر الاولياء وسمعت سيدى عليا المرصفى رضى الله عنه يقول من ادبر عن شيخه لحظة واحدة فقدادبر عن حضرة الله عزوجل ولوان مريداً خدم شيخه اربعين سنة لايدبر عنه لحظة ثم ادبر عنه كان مافاته فى تلك الادبارة اكثر ممانالہ فى الاربعين سنة۔[182]

ترجمہ: اور صوفیاء فرماتے ہیں کہ مرید کیلئے ضروری ہے کہ ارادت میں توحید کو اختیار کرے اور ہر اس بات پر عمل کرے جو شیخ نے اسے کہی ہو اور شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف توجہ نہ رکھے اور شیخ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک نہ کرے وگرنہ یہ ارادت (طریقت) میں مشرک ٹھہرے گا اور طریقت سے اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اگرچہ کہ اس کا شیخ اولیائے کبار سے کیوں نہ ہو اور میں نے سنا اپنے سید علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے مرشد سے ایک لحظہ بھی منہ موڑا یقیناً وہ اللہ کے حضور سے پھر گیا اگرچہ کہ اس نے شیخ کی چالیس سال خدمت

---

[181] (الانوار القدسیہ ص ۶۰ ج ۲ مکتبہ السیفیہ الواقعۃ فی مندیکس علاقہ کھجوری بارہ پشاور)

[182] (الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۱۸)

کیوں نہ کی ہو اور اس کا اپنے شیخ سے پیٹھ پھیرنا ایک لحظہ بھی ہر اس چیز کو کھو دیتا ہے جو اس نے چالیس سال میں حاصل کیا۔

جس نے بغیر عذر شرعی عہد (بیعت) توڑا وہ ذلیل ہوا

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ودر عھد گفتہ اند۔

پیمان مشکن کہ ہر کہ پیمان بشکست | از پای درافتاد و رفت ز دست

آنرا کہ بدر دست بود پیمان الست | نشکستہ بہیچ حال ہر عھد کہ بست

کماقال الحافظ

ازدم صبح ازل تاآخر شام ابد | دوستی بریک عھد و یک میثاق بود

وقال

پیمان شکن ہر آینہ گردد شکستہ حال | ان العھود لدی اہل النھی ذمم

قال بعض الكبار هذا البيعة نتيجة العهد السابق المأخوذ على العباد فى بدء الفطرط فيضر هم النكث و ينفعهم الوفاء قال الشيخ اسماعيل بن سود كين فى ”شرح التجليات الأكبرية“ قدس الله سرهما المبايعون ثلاثة الرسل و الشيوخ و الورثة و السلاطين و المبايع فى هؤلاء الثلاثة على الحقيقة واحد و هو الله تعالى و هؤلاء الثلاثة شهود الله تعالى على بيعة هؤلاء الأتباع و على هؤلاء الثلاثة شروط يجمعها القيام بأمر الله و على الأتباع الذين بايعوهم شروط يجمعها المتابعة فيما أمروا به فأما الرسل و الشيوخ فلا يأمرون بمعصية أصلاً فان الرسل معصومون من هذا و الشيوخ محفوظون و أما السلاطين فيمن لحق منهم بالشيوخ كان محفوظاً و الا كان مخذولاً و أما هذا فلا يطاع فى معصية و البيعة لازمة حتى يلقوا الله تعالى و من نكث الاتباع من هؤلاء فحسبه جهنم خالداً فيها لا يكلمه الله و لا ينظر اليه و له عذاب أليم

هذا كما قال أبو سليمان الدارانی قدس سره۔ هذا حظه فی الآخرة وأما فی الدنیا فقد قال أبو یزید البسطامی قدس سره فی حق تلمیذه لما خالفه دعوا من سقط من عین الله فرؤی بعد ذلک مع المخنثین وسرق فقطعت یده هذا المانکث أین هو ممن۔

اور عہد پیمان کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا:

پیمان مشکن کہ ہر کہ پیمان بشکست ۔۔۔ از پای درافتاد رفت ز دست

آنرا کہ بدر دست بود پیمان الست ۔۔۔ نشکستہ بہیچ حال ہر عھد کہ بست

ترجمہ: عہد نہ توڑ کیونکہ جس نے عہد توڑا وہ ذلیل ہوا اور ہاتھ سے باہر ہوا یعنی خوار ہوا، ہوا کے ہاتھ میں ہے پیمان الست، اس نے کسی حالت میں بھی کوئی عہد نہ توڑا۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا:

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد ۔۔۔ دوستی بر یک عھد و یک میثاق بود

پیمان شکن ہر آینہ گردد شکستہ حال ۔۔۔ ان العھود لدی اہل النھی ذمم

ترجمہ: صبح ازل سے شام عہد تک دوستی و محبت میں ایک عہد و میثاق پر ہونا چاہیئے، عہد توڑنے والے کا یقینا برا حال ہو گا کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک عہد پورا کرنا بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بیعت اسی میثاق سابق کا نتیجہ ہے جو ابتدائے فطرت سے (روز الست) لیا گیا اسی لیے اس کا توڑنا نقصان دیتا ہے اور اس کی وفاء نفع دیتی ہے۔

حضرت اسماعیل بن سودکین قدس سرہ نے "التجلیات الاکبریۃ" میں فرمایا کہ بیعت لینے والے تین قسم کے ہیں:

(۱) رسل (انبیاء) علیہم السلام

(۲) مشائخ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں

(۳) بادشاہ۔

ان تینوں کا حقیقی بیعت والا ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی اس اتباع کے گواہ ہیں جن کے وہ مامور ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اس کی اتباع کا معاہدہ کریں یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کے لیے شرائط ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ امر الٰہی کو قائم کریں گے۔ اور بیعت کرنے والوں کے بھی ان امور میں شرائط ہیں جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نائبین کی بیعت کر سکیں۔ انبیاء ورسل علیہم السلام اور مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو کسی گناہ کا حکم نہیں فرمائیں گے اس لیے کہ انبیاء ورسل علیہم السلام تو گناہوں سے بالکل معصوم اور مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محفوظ ہوتے ہیں اور بادشاہ جو کسی ولی اللہ سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ بھی گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں مگر جو بادشاہ بے مرشد ہوتے ہیں وہ دونوں کی ذلت اور رسوائی اٹھاتے ہیں ایسے بادشاہ کی معصیت میں اطاعت نہ کی جائے ہاں اس کی (حکومت کے امور میں) بیعت کرنا جائز ہے یہاں تک کہ موت آئے۔ اور ان تینوں کی ان کے متعلقات میں بیعت توڑنے کی سزا جہنم ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا نہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت میں کلام فرمائے گا اور نہ نظرِ کرم سے دیکھے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے جیسا کہ حضرت ابو سلیمان دارانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ اس کی آخرت کی سزا ہے اور دنیا کی سزا وہ ہے جو حضرت ابویزید بسطامی قدس سرہ نے اپنے اس شاگرد (مرید) کے لیے فرمایا جس نے آپ کی بیعت کے بعد مخالفت کی اس کے لیے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جو اللہ کی نظرِ عنایت سے گر گیا۔ اس کے بعد اسے ہیجڑوں میں دیکھا گیا اور چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔[183]

---

[183] (روح البیان ،سورۃالفتح :تحت الآیۃ: ۱۰ ج،۹ ،ص،۲۲ ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

جو اپنے کامل پیر و مرشد پر اکتفا نہیں کرتے

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فرمود بعض درویشان با پیری بیعت کردہ باشند بران بسند نمی کنند تا بر پیری دیگر میروند وبیعت وخرقہ او ہم می ستانند نزدیک من این چیزی نیست بیعت ہمان ست کہ اول باکسے کردہ باشند اگرچہ پیر یکی از آحاد باشد واز شیخ نظام الدین سوال کردند حکم شیخ منصور حلاج چیست فرمود کہ مردہ است او مرید خیر نساج بود ترک او گرفت بر شیخ جنید آمد ودر خواست بیعت کرد جنید فرمود تو مرید خیر نساجی ترادست بیعت ندہم او رارد کرد جنید مقتدای وقت بود رد او ردہمہ شد فرمود۔

ترجمہ: ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پیر و مرشد پر اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس سے خرقہ حاصل کر لیتے ہیں میرے نزدیک یہ حرکت کوئی قابل قبول نہیں دراصل بیعت تو وہی ہے جو پہلی مرتبہ کسی کے ہاتھ پر کیجائے اگرچہ وہ پیر و مرشد ایک عام آدمی ہی کیوں نہ ہو۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا حکم مردود ہے دراصل وہ خیر نساج کا مرید تھا جن کی ارادت و عقیدت سے منہ موڑ کر حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرنا چاہی حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم دراصل حضرت شیخ خیر نساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہو میں تمہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا

چنانچہ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اپنے وقت کے مقتدا اور کامل تھے انہوں نے حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو واپس کر دیا چونکہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ نے واپس لوٹا دیا تھا اس لئے دوسرے تمام مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی ان سے بیعت نہ لی۔[184]

اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرنا

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم مینا قدس سرروحہ میفرمود کہ مرید اگر درحالت حیات پیر بدیگری در اتباع و تلقین توجہ کند بھرہ نیابد وباوجود پیر از دیگری کلاہ محبت ستدن وخلافت قبول کردن جائز نبود۔

ترجمہ: حضرت مخدوم شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ کہیں سے کوئی حصہ نہیں پاتا اور پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے محبت کی کلاہ لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔[185]

طریقت میں ایک پیر کی صحبت اختیار کرنا واجب ہے

سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ فرمود بعضے درویشان باپیرے بیعت کردہ باشند برآن بسندہ نے کنند تا بر پیرے دیگر میروند وبیعت وخرقہ او ہم مے ستانند نزدیک من این چیزے نیست زیراکہ مرید را محبت حق تعالیٰ وجل وعلی بر اندازۂ محبت

---

184 (اخبار الاخیار ،ص،۵۹،نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ،بلال روڈ ،لاہور)

185 (سبع سنابل ،سنبلہء دوم ، دربیانِ پیری و مریدی،ص،۸۸، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ،لاہور)

پیر خود حاصل مے شود چون بادو پیر بیعت کند و خرقۂ دو پیر ستاند چگونہ راست آید بیعت ہماں است کہ اول باکسے کردہ باشد اگرچہ آں پیر یکے از احاد باشد وے فرمود شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہ بارہا گفتے ہر درے وہر سرے نباشید یک در گیرید محکم گیرید از سلطان المشائخ سوال کردند حکم شیخ حسین منصور حلاج چیست فرمود کہ مردود است او مرید خیر نساج بود ترک او گرفت و بر جنید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ آمد ودر خواست بیعت کرد جنید فرمود تو مرید خیر نساجی ترا دست بیعت ندہم او رارد کرد چون جنید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ مقتدائے وقت بود رد او رد ہمہ باشد وبخط مبارک سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نوشتہ دیدہ ام۔

فان قال قائل انا راینا المشائخ استفادوا عن غير شيخ واحد كابى عثمان فانه كانى متمسكا بمتابعته يحىٰ الرازى وبعده رغب فى صحبت شاه الكرمانى ثم اتبع ابا حفص الحدّاد وبلغ مبلغ الرجال وانت فقد تحجرت واسعا اعلم ان تعلق الارادة تعلق يشترك فيه غيره وتعلق يشترك فيه غيره فانه يمكن ان يربى الصبىّ غير الوالدين فيه صبعه الطير الا ان تموت الشيخ كما كان حال الشيخ ابى النجيب السهروردى لما مات شيخه احمد الغزالى استفاد باشارته عن الشيخ حماد دبّاس۔

ترجمہ: سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض درویش پہلے ایک پیر سے بیعت کر لیتے ہیں لیکن اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے پیر کے پاس جاتے اور اس سے بیعت کرتے اور خرقہ بھی پہنتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ مرید کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے پیر کی محبت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو جو شخص دو پیروں سے بیعت کرے گا اور کے خرقے

لے گا تو پھر یہ بات کیوں کر حاصل ہو گی۔ بیعت وہی معتبر ہے جو اول مرتبہ کسی شخص سے کی ہے اگرچہ وہ پیر مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں ادنی درجہ رکھتا ہو اور ان ہی میں کا ہو آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ آدمی ہر بابی اور ہر سری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک دروازہ کو پکڑنا اور نہایت استحکامی اور مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں کو سب سے اول یہی نصیحت فرماتے اور نہایت زور کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرتے اسی اثناء میں حاضرین نے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کیا حکم ہے فرمایا کہ ان کا حکم مردود ہے۔ اصل میں وہ حضرت شیخ خیر نساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ لیکن بعدہ انہیں چھوڑ کر حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے اور بیعت کی درخواست کی جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ تم خیر نساج کے مرید ہو اس لیے میں تمہاری بیعت نہیں لیتا غرضیکہ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور چونکہ آپ مقتدائے وقت اور شیخ زمان تھے اس لیے آپ کا ان کی اس درخواست کو رد کرنا گویا سب کا رد کرنا ہے۔ میں نے خاص سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم مبارک سے عبارت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ ہم نے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے علاوہ ایک پیر کے بہت سے مشائخ سے فائدہ اٹھایا ہے جیسے شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وہ اول اول یحییٰ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیروی کرتے اور ان کے طریقہ سے تمسک کرتے تھے کہ پھر شاہ کرمانی کی صحبت میں راغب ہوئے اور ان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ابو حفص حداد کی پیروی کی اور مردان راہ خدا کے مرتبہ کو پہنچ گئے اور تم نے اس طریقہ کے وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا ہے سو واضح رہے کہ ارادت کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں

اس کا غیر شریک ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک بچہ کی پرورش اس کے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے مثلاً اسے دایہ پال لے۔ لیکن ہاں جب پہلا شیخ انتقال کر جائے تو مرید کو دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جیسے شیخ ابولنجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کے ارشادہ سے شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مستفید ہوئے۔[186]

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے پیر کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا مرتد ہونا ہے اس لئے کہ اپنے پیر ہی سے طلب کرے اگر دوسرے کے پاس جائے گا وہ اس کی دستگیری نہ کرے گا مفت میں اس کی راہ ماری جائے گی۔[187]

اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں خواجہ خضر علیہ السلام اور ابدال و اوتاد وغیرہ اولیاء اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو یہ اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔[188]

حضرت سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ سیف الرحمان نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت میاں سوکنو باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرید تھے اور ایک مرتبہ حضرت میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ اپنی پیرو مرشد کی حاضری کے لئے اٹک سے نکلے اور اپنی ساتھ تحفے میں بھوسے کی بڑی بوری کاندھوں پر پشاور سے اٹھائی اور کہنے لگے کہ میرے پیرو مرشد نے جانور پال رکھے ہیں راستے میں ایک شخص ملا اور کہا کہ جناب کہاں جارہے ہو تو میاں

[186] (سِیَرُ الاولیاء ،باب،ششم، ص،۳۳۷،۳۳۸،ص:۴۵۵مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ، اسلام آباد)
[187]) خاتمہ ،ص،۹۲(
[188]) خاتمہ ،ص،۹۹(

سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اپنے پیرو مرشد کی ملاقات کے لئے جارہاہوں تو اس شخص نے کہا کہ آپ کے کاندھوں پر کیاہے تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے کہا کہ میں اپنے شیخ کے حضور میں تحفہ لے کر جارہاہوں تو اس اجنبی شخص نے کہا کہ راستہ بہت لمباہے مجھے یہ بوری فروخت کردو اور اٹک میں بھوسا خرید کر اپنے شیخ کی بارگاہ میں پیش کردینا تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے انکار کردیا اور چل پڑے جب اپنے شیخ کے دربار میں پہنچے تو وہ اجنبی شخص حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ سے کہا کہ یہ خضر علی نبیناوعلیہ الصلاۃ والسلام ہیں تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فوراً اپنے پیرو مرشد کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے تو حضرت اٹک جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوبارہ فرمایا کہ یہ خضر علی نبیناوعلیہ الصلاۃ والسلام ہیں تو میاں سوکنو باباجی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ قربان آپ نے حق کہا لیکن میرے لئے خضر آپ ہی ہیں آج آپ کی برکت کے طفیل مجھے انکی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہیئے

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

واقعہ تربیت حضرت عیسیٰ علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام نسبت بہ اخوی ((حافظ مھدی علی)) کہ نوشتہ بودند بلی! ((حافظ)) بہ طریق ما مناسبت بسیار دارد امااین قدر باید دانست کہ دولت ھرچند بہ صورت از ھرجا

برسد فی الحقیقت بہ شیخ خود راجع باید داشت تا قبلۂ توجہ پراگندہ نشود و در کار خانہ خلل نیندازد۔

از ھر جا برسد از پیر خود باید دانست کہ او جامع است۔ بہ ھر صورت کہ تربیت او ظھور یابد فی الحقیقت از اوست۔ این مقام از مزال اقدام طلاب است۔ واقف باید بود تا دشمن لعین راہ نیابد و پراگندہ نسازد۔

و شنیدہ باشند کہ ھر کہ یک جا ھمہ جا و ھر کہ ھمہ جا ھیچ جا((حافظ))را دعا رسانند والسلام۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے بھائی حافظ مہدی علی کے متعلق لکھا تھا۔ ہاں حافظ ہمارے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہئے تا کہ قبلہ پراگندہ نہ ہو اور کارخانہ میں خلل نہ ڈالے جس جگہ سے بھی پہنچے اسے اپنے پیر کی طرف سے سمجھے کہ وہ جامع ہے۔ جس صورت سے بھی اس کی تربیت ظہور پائے وہ فی الحقیقت اسی طرف سے ہے اور یہ مقام طالبوں کے قدم پھسلنے کا ہے۔ اس سے واقف ہونا چاہئے تا کہ مردود دشمن راہ نہ پاسکے اور پراگندہ نہ کرے۔ یہ تو آپ نے سنا ہو گا کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ حافظ کو دعا پہنچادیں۔ والسلام[189]

[189] (مکتوبات امام ربانی ، دفتر سوم، مکتوب،۲۰،ج،۲،ص ،۳۸۵،مرکز پخش :زاھدان ،خیابان خیام ،صدیقی،تہران)

قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

اما یک شرط را مرعی دارند وآن وحدت قبلہ توجہ است قبلہ توجہ رامتعدد ساختن خودرادر تفرقہ انداختن است مثل مشہوراست کہ ((وھر کہ یکجاھمہ جاوھرکہ ھمہ جاھیچ جا۔

حضرت حق سُبحَانَہٗ وَتعَالیٰ برجادہ شریعت مصطفویہ علی صاحبھاالصلوۃ والسلام والتحیۃ استقامت کرامت فرماید:

والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلیٰ اله الصلوات والتحیات۔

ترجمہ: لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل) اپنا قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے۔ ہر کہ یک جاہمہ جاوہر کہ ہمہ جاہیچ جا یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں۔ حضرت سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبھا الصلواۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم جانتے ہیں سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔[190]

[190] (مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۵۷، ج ۱، ص ۱۲۱، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

حضرت شیخ المشائخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی کا شاہد ہے۔

مارجع من رجع الا عن الطریق و من وصل لا یر جع۔

(یعنی جو الٹا پھر تا ہے تو وہ راستہ ہی سے الٹا پھر تا ہے اور جو پہنچ گیا وہ الٹا نہیں پھر تا) میں بھی یہی کہتا ہوں۔

مرید اپنے پیر سے جنید رحمۃ اللہ علیہ و بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہتر نہ جانے اگر اپنے پیر پر کسی اور شخص کی فضیلت ظاہر و ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنا ہاتھ پیر کے دامن سے نہ ہٹائے باپ ہی اپنے بچہ کی پرورش کرتا ہے غیر کیسا ہی رحیم و شفیق ہو تمہاری پرورش نہ کرے گا تمہاری پرورش تمہارے پیر ہی پر فرض ہے کیونکہ اس کی تم اولاد معنوی ہو۔[191]

سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہی اچھا کہا:

بیت:

کہ نیست در ہمہ عالم باتفاق امروز ... جز آستانۂ تو مقصدے و ملجائے

ترجمہ: تیرے آستانہ کے سوا اس زمانہ میں کوئی جگہ پناہ و حصول مقصد کی نہیں۔[192]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ہم براں در گرد از سگ کم مباش
باسگِ کہف ار شد ستی خواجہ تاش

[191] (خاتمہ ،ص،۱۰۰)

[192] (سِیَرُ الاولیاء ،باب،ششم، ص،۳۴۵،ص۴۶۵ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ، اسلام آباد)

ترجمہ:(ارے!ایک)کتے سے کم رتبہ نہ بن اگر تو اصحابِ کہف کے کتے کا ہم رتبہ بن گیا ہے تو اسی دروازے کا طواف کئے جاؤ(جس نے دہانہ غار کو نہیں چھوڑا)۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند | کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند

ترجمہ: جب کتے بھی (دوسرے) کتوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ (اپنے) پہلے (مالک) کے گھر میں ہی جی لگاؤ۔ تو کیا تم کتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ جو اپنے پہلے مرشد کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے۔

آں درِ اول کہ خوردی استخواں | سخت گیر و حق گزاری را مماں

ترجمہ:(کتے کہتے ہیں کہ) اس پہلے دروازے کو کہ (جس سے تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ اور حق گزاری کو نہ چھوڑ)۔[193]

بیوفائی چوں سگاں را عار بود | بیوفائی چوں رَوا داری نمود

ترجمہ: جب کتوں کے لئے بیوفائی عار تھی تو تو نے بیوفائی کرنا کیونکر روا رکھی۔[194]

ہر کجا بینی برہنہ و بے نوا | وانکہ او بگریختہ از اوستا

ترجمہ: جہاں کہیں تم کسی (خلعتِ باطنی سے) ننگے اور (دولتِ معرفت سے) بے بہرہ کو دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اپنے استاد (طریقت) سے بھاگا ہوا ہے۔ صائب

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی | مزد اگر مے طلبی طاعتِ استاد ببر

تاچناں گردد کہ میخواہد دلش | آں دلِ کور بدِ بے حاصلش

ترجمہ:(وہ) اس لئے (بھاگا ہے) کہ جس طرح اس کا دل چاہے اسی طرح ہو جائے۔ اس کا وہ دل جو اندھا ہے برا ہے بے نصیب ہے۔

---

193 (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص۶۲)
194 (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص۶۴)

صائب

قانع بشکار خس وخار اندر زگوہر چوں موج گردے ہے کہ طلب گارِ کنار اند

گرچناں گشتے کہ استا خواستے خویش راو خویش را آراستے

ترجمہ: اگر وہ اسی طرح (عمل کرنے والا) ہوتا جس طرح استاد چاہتا تو آج سے اپنے آپ کو اور (نیز اپنے) اقارب کو (فضائل وکمالات سے) مزین کر سکتا۔

ہر کہ از استاد گریزد در جہاں اوزِ دولت میگریزد ایں بداں

ترجمہ: جو شخص دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے وہ (در حقیقت) دولت (علم) سے بھاگتا ہے۔ اس کو (خوب) سمجھ لو۔[195]

شیخ کے احوال کے معاملات کو ارادت کی نگاہ سے دیکھے

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ لکھتے ہیں:

اور شیخ کے احوال کے معاملات کو ارادت کی نگاہ سے دیکھے اور کوتاہ بین عقل کی نظر کو تصرف میں نہ لائے کیونکہ بڑی اعلیٰ شرط ولایت کا تسلیم کرنا ہے۔ جیسا کہ انڈے اور مرغ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر انڈا ذرا بھی مرغ کے تصرف اور اس کی تسلیم کو چھوڑ دے تو اس سے مدد کا ملنا بند ہو جاتا ہے اور مرغ ہونے کی خاصیت جو اس کو ہوتی ہے فوراً جاتی رہتی ہے نہ وہ انڈا ہی رہتا ہے اور نہ ہی مرغ بنتا ہے۔ اور جو انڈا کسی مرغ کے تصرف میں رہ کر گندہ ہو جائے تو اسے جہان بھر کے مرغ بھی ٹھیک نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مرید ولایت شیخ کا مردود ہو جائے تو مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے کوئی بھی اس کو کمال تک نہیں پہنچا سکتا اور وہ سارے مشائخ کی ولایت کا مردود ہو جاتا

---

195 (مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص۷۷۳)

ہے مگر جو مرید کسی خاص عذر کے سبب شیخ سے رہ جائے وہ جس کا دامن پکڑے گا اسی سے ولایت کے درجے کو پہنچ جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شیخ کی خدمت میں پہنچنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے اس وجہ سے معذور ہو کہ شیخ وفات پا گیا ہے یا دور کا سفر ہے کہ مرید وہاں نہیں پہنچ سکتا جب ان عذروں کے سبب دوسرے شیخ کی خدمت میں شامل ہو گا اور معذور ہو گا تو ممکن ہے کہ نئے شیخ کی دعا اسے مرغ ہونے کے مقام تک پہنچا دے اس واسطے کہ مرید کے وجود کا انڈا مرغیت کی استعداد کے لئے یہ سبب رد کرنے کسی صاحبِ ولایت کے خراب نہیں ہو گیا۔[196]

طلب فیض کی نیت دو جگہوں سے نہ کرے

حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "انفاس رحیمیہ" میں لکھتے ہیں:

اصل کام یہ ہے کہ اپنے اختیار کو درمیان سے اٹھا دے اور خود کو اہل اللہ کے سپرد کر دے تا کہ مقصود حاصل ہو جائے وگرنہ کبھی حاصل نہ ہو گا اور خود کو اس کے عقیدت مندوں میں سے ایک آدمی بنالے اور طلب فیض کی نیت دو جگہوں سے نہ کرے وگرنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہیں ملے گا۔[197]

میری کمر سے ستر زناریں توڑ ڈالی ہیں

اولاً امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان رنجش تھی۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ میرا علم و دانش شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ ہے پھر ان کا درجہ و رتبہ مجھ سے بلند کیسے ہو سکتا ہے؟۔ ایک عرصہ تک یہ خیال امام قشیری رحمۃ اللہ

---

[196] مرصاد العباد ،ص،۱۸۶

[197] (رسائل حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی ،ص،۲۱۱)

علیہ کے دل میں رہا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی زیارت کا عزم کیا پہلے وہ خرقان میں حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور تین ماہ تک یہاں مقیم رہے۔ ایک روز خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا" واپس چلے جاؤ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کر لو اس کے بعد تمہارا خانہ کعبہ کو جانا صحیح ہو گا۔" امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد کے بعد سفر حجاز مقدس منسوخ کر دیا اور جب وہ نیشاپور میں واپس پہنچے تو لوگوں نے سفر حج پر نہ جانے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا" شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے میری کمر سے ستر زناریں توڑ ڈالیں ہیں جن میں سب سے کم درجے کی زنار میری شیخ ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عداوت تھی"۔ [198]

مکتوب بملا محمد شریف کابلی درآنکہ مسترشد را استرضائے مرشد ناگزیر است

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

مکتوب برادر گرامی مولانا محمد شریف رسیدہ خوشوقت ساخت اللہ تعالی برجادۂ شریعت علیہ و سنت سنیہ استقامت کرامت فرماید و بر محبت وعقیدت شیوخ کہ وسائل وصول مطلب اعلی اند دوام و رسوخ عنایت کند نوشتہ بودند کہ آنچہ باعث آزار خاطر تو شدہ است از بندہ واقع نشدہ است یاران کابل بجہت بعضے اغراض خبر ہا رسانیدہ گراں خاطر ساختہ اند مخدوما ہیچکس از مردم کابل چیزیکہ موجب آزار خاطر فقیر باشد از شما

[198] (حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی قدس سرّہٗ،ص۵۳)

نرسانیدہ است خاطر فقیر بہیچ وجہ از شما آزدہ نیست غیر از راہ آزدگی مولانا محمد صدیق کہ رفع آن برفع آزردگی مولانا وابستہ است بغیر ازین از ہیچ رہ گزر فقیر را نسبت بشما گران خاطرے نیست ہر کہ خلاف آن بشما رسانیدہ است خلاف واقع است خاطر شریف ازین ممر جمع باشد و استرضائے مولانا محمد صدیق حق شمارا ناگزیر ست بہر کیف مشارالیہ را از خود راضی سازند تا باطن ہمہ پیران از شما راضی باشد و ابواب فیوض مفتوح بود والسلام اولاً و آخراً۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ ملا محمد شریف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کے لیے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی برادر گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعث مسرت ہوا اللہ تعالی شریعت عالیہ اور سنت منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور مشائخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلی مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں ہمیشگی اور پختگی عنایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوئی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوئی ہے کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے میرے مخدوم! کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیر کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزردہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ سے کہ جس کا دور ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے جس شخص نے بھی آپ کو اس کے

خلاف(کوئی بات) پہنچائی ہے خلاف حقیقت ہے آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے بہر حال مشارالیہ (مولانا موصوف) کو خود سے راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں والسلام اولاً و آخراً۔[199]

مکتوب بشیخ محمد شریف کابلی در تنبیہ بر موقع خطاو آنکہ مسترشد را استرضائے مرشد نا گزیر است

بعد الحمد والسلام نمودی آید در ینولا شنیدہ شد کہ مولانا محمد صدیق را کہ پیر شماست رنجانیدہ اید و گستاخیہاو بے ادبیہا نمودہ اید و در سلوک سابق تغیر ہا رفتہ ومولانا بسیار بسیار از شمار نجیدہ بحدیکہ معاملہ بہ تبری وسلب رخصت کشیدہ است ازان تواضعہا و نیستیہا و خدا طلبیہا کہ از شما ظاہر می شد این امور بسے مستبعد و خیلے محل تعجب است از پیرکہ قطع می کنید بکہ می پیوندید مگر از خدا جل وعلا قطع می خواہید بخاطر مریدان از پیر قطع نتوان نمود و بجہت رضائے مخلوق از خالق تعالیٰ نمی توان برید چہ بلاشد حقوق از عالم رفت از مثل شما مردم کہ این قسم حرکت ملایم پیدا شود پس اعتماد از یاران واہل ارادت برخاست ہر کہ نشو و نما پیدا خواہد کرد قبولے خواہد بہم رسانید یا صفائی در وقتے خواہد دید از پیر اعراض و ترک آشنائی خواہد نمود انا للہ وانا الیہ راجعون باید کہ بمشاہدہ این امور رابطہ محبت و رسوخ عقیدہ بہ پیر زیادہ

---

199 مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۱ ص ۸۳۔

ترشودوانکساری وخاکساری بسدۂ اوبیش ازبیش نماید کہ این دولت پہن کردۂ اوست واین صفاوقبول ازانواروبرکات اونہ آنکہ گردن کشی نمایدورعونت بہم رساندکہ مشیخت وبطالبان صحبت داشتن درین وقت ازمحرمات طریقت است عجب است کہ ایمان بسلامت ماندبطلبہ صحبت داشتن امریست علیحدہ درنفحات ازعزیزے نقل مےکنندکہ ہرکہ پیر ترا رنجہ داردوبدوبدنباشی سگ بہ ازتوباشدچہ جائےآنکہ مریدخود مباشر رنجش پیربودید فہمیدہ ایدزودتدارک نماییدومولانارااز خود راضی سازیدبہرطریق کہ راضی شودغیرازین علاج نیست اگرمولاناراضی ست مانیزراضییم والامانیز راضی نیستیم رضائےمافرع رضائےمولانااست شخصے مے گفت کہ ارادۂ آمدن سرہندداریدآمدن درسرہنداز بےرضائے مولانا محض عبث است کہ بازبہ پشاوربایدرفت وراضی بایدساخت چنانچہ مولانابنویسد بماکہ ازفلانےراضی شدیم بعدازین مانیزراضییم خواہ بیایید وخواہ نیایید۔ مخدوماآنچہ نوشتہ شدہ است ازراہ دوستی وبہبودی شمانوشتہ شدہ بدنبرید۔بیت۔

من آنچہ شرط ابلاغ است باتومیگویم　　　توخواہ ازسخنم پندگیروخواہ ملال

نصیحت بظاہرتلخ است سعادتمندکسےاست کہ این تلخی رادررنگ شکرنجاید واز حلاوت معنوی بہرہ یابدچون کتابتہائےمتکثرہ ازمولانادرانواع شکوہ از

شمارسید بنابرآن نوشتہ شد زنہار الف زنہار کہ ازین چیزہا در میان آمدہ است نادم شوید و در رضائے مولانا بجان کوشید۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیقدس سرہ کا خط شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطاکے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنالازم ہے۔

حمد وصلوۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ اس اثنا میں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایاہے اور گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیاہے ان تواضعات اور فنائیتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑو گے شاید اللہ تعالی جل شانہ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے اور مخلوق کی رضامندی کے لیے خالق تعالیٰ شانہ سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کرلے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچالے گا یاوہ کسی وقت میں کچھ (اپنے اندر) صفائی دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کرلے گا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ان امور کے مشاہدہ کے ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہو جائے اور اس کے آستانے کے ساتھ انکساری اور خاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اسی کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی اور قبولیت

اس کے انوار وبرکات سے ہے نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور رعونت (غرور) بہم پہنچائے کیونکہ اس وقت میں مشیخیت (پیری مریدی کرنا) اور طالبوں کے ساتھ صحبت رکھنا طریقت کے محرمات میں سے ہے ایمان کا سلامت رہنا ہی عجب بات ہے طالبان سے صحبت رکھنا ایک علیحدہ امر ہے۔ نفحات سے ایک بزرگ سے نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص تیرے پیر کو رنجیدہ کرے اور تو اس سے نفرت نہ کرے تو کتا تجھ سے بہتر ہے" چہ جائے کہ مرید خود پیر کو رنج پہنچائے۔ تم نے غلط سمجھا ہے جلدی تدارک کرو اور جس طرح سے بھی مولانا راضی ہوں ان کو اپنے آپ سے راضی کرو اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے اگر مولانا راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی راضی نہیں ہیں ہمارا راضی ہونا مولانا کے راضی ہونے کی فرع (شاخ) ہے ایک شخص کہتا تھا کہ تم سرہند آنے کا ارادہ رکھتے ہو مولانا کو راضی کیے بغیر سرہند آنا محض بے فائدہ ہے کہ پھر پشاور جانا اور (مولانا کو) کو راضی کرنا پڑے گا جب مولانا ہم کو لکھیں گے کہ ہم فلاں شخص سے راضی ہو گئے ہیں اس کے بعد ہم بھی راضی ہیں خواہ تم (ہمارے پاس) آؤ یا نہ آؤ۔ میرے مخدوم! جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمہاری دوستی اور بھلائی کے لئے لکھا گیا ہے برا نہ مانیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم دستگیر پند گیر و خواہ ملال

میں تجھ سے وہ بات کہتا ہوں جس کا پہنچانا ضروری ہے خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کرے یا رنجیدہ ہو۔

نصیحت بظاہر تلخ ہوتی ہے سعادت مند وہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح چبائے اور معنوی شیرینی سے بہرہ مند ہو۔ چونکہ مولانا کے بہت سے خطوط تمہاری مختلف قسم کی شکایتوں کے بارے

میں پہنچے اس بنا پر لکھا گیا کہ ان چیزوں سے جو کہ درمیان میں آئی ہیں آپ شرمندہ ہوں اور مولانا کی رضامندی میں (دل و) جان کے ساتھ کوشش کریں۔

سلوک میں دو شیخ کے اجتماع سے روکنے کی وجہ

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وانما منع الاشیاخ المرید من الاجتماع بغیرھم من الاشیاخ لیختصروا له الطریق فان حکم طریق کل شیخ کالاصبع المتصلة بالکف فاذا سلک الانسان مقدار عقدة ثم انتقل الی شیء آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة ثم انتقل الی آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة فقد اوقف نفسه عن السیر ولو انه جعل سلوک تلک العقد کلها علی ید شیخ واحد لکان دخل حضرة الکف فان کل اصبع ثلاث عقد فنفذ عمر ھذا وھو فی اول عقدة من سائر الطرق فھذا سبب منع الاشیاخ مریدھم ان یشرک معھم فی السلوک غیرھم انتھی۔ ثم اعلم ان المعرفة عند ائمة الاصول ھی العلم باللّٰہ تعالیٰ وصفاته الذاتیة والمعنویة فھذا ھو المطلوب من معرفة الصانع جل وعلا اذ الذات مجھولة من حیث الاحاطة بھا۔

ترجمہ: مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرید کو اپنے سوا دوسرے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اجتماع سے صرف اس لئے منع فرمایا تاکہ اس کے لئے طریق مختصر کردیں کیونکہ ہر شیخ کے طریق کا حکم انگلی کی طرح ہے جو کہ ہتھیلی سے متصل ہے۔ تو جب ایک انسان نے ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا پھر دوسری چیز کی طرف منتقل ہوگیا تو اس کے ہاتھوں ایک گرہ کی مقدار سلوک کیا۔ پھر کسی اور کی طرف منتقل ہوگیا تو اس کے ہاتھوں پر ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو سیر سے روک لیا اور اگر وہ ان گرہوں کا سلوک ایک شیخ کے ہاتھ پر کرتا تو وہ ہتھیلی تک رسائی حاصل کرلیتا۔ کیونکہ ہر انگلی کی تین ہی تو گرہیں ہیں۔ تو اس کی تمام عمر پہلی گرہ میں ہی ختم ہوگئی۔ تو یہ ہے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اپنے مرید کو اس (اجتماع) سے روکنے کی وجہ کہ سلوک میں ان کے

غیر کو شریک کرے۔ انتھی۔ پھر جان لو کہ ائمہ اصول کے نزدیک معرفت نام ہے اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور معنویہ کے علم کا اور صانع جل جلالہ کی معرفت سے یہی مطلوب ہے کیونکہ ذات (باری تعالیٰ) کا اس حیثیت سے کہ اس کا احاطہ ہوسکے علم حاصل نہیں ہوسکتا۔[200]

دوشاہوں کی شان میں کیوں بیٹھا

حضرت سراج السالکین سید شاہ اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھتے ہیں:

دو شیخ کے تفاضل میں ایک دوسرے کی شان و شوکت بیان کرنے میں کسی شیخ کی ہتک ہو گی اور یہ ارتدادِ معنویت کی حقیقت میں سے ہے۔

چرا خواجہ تا شان شاہان بہم | نشینند در بزعم عیش و نوای
چو بایکد گر وصف شاہان کنند | بہم ضد یکدیگر آیند برای

ترجمہ: اے خواجہ اپنی زندگی اور آواز کے زعم میں دوشاہوں کی شان میں کیوں بیٹھا، جب ایک دوسرے کی صفت بیان کرینگے تو ضد میں دوسرے کے لیے برائی لائینگے۔[201]

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک وقت میں دو شیوخ سے بیعت لینا درست نہیں کہ اس صورت میں ایک افضل تو دوسرا مفضول ٹھہرے گا، اور مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے شیخ سے بایزید و جنید رحمہا اللہ کو بھی افضل نہ جانے کہ یہ سلوک طے کرنے میں رکاوٹ کا سبب بنے گا۔

---

200 (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص،۵۵، دار الکتب العلمیہ ، بیروت)
201 (مکتوباتِ اشرفی/پہلا ایڈیشن ،ص:۱۰۷)

اپنے پیر کی بے ادبی تمام سلسلہ عالیہ کے ساتھ بے ادبی ہے

عروۃالوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

مخدوماہر بے ادبی کہ کردہ است تنہا بشما نکردہ است بہ بزرگان این سلسلہ کردہ است چوں شما کہ پیر او باشید ازوے آزدہ باشید مارا باوچہ آشنائی ماند قوت انتقامیہ در فقیر کمتر است دو کلمہ ازروے غیرت باونوشتہ است اگر متاثر شد فبھا والا اوداند وکاراو۔ نوشتہ بودند کہ بے حلاوتی ازراہ علو ہمت است یا ازراہ قصور استعداد۔

ترجمہ: میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی بھی کی ہے صرف آپ (اس کے پیر) ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ) کے بزرگوں کے ساتھ (بھی) کی ہے جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزردہ (ناراض) رہیں گے تو ہمارے (دادا پیر) اس کیساتھ کیا آشنائی رہے گی انتقامی قوت اس فقیر (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) میں بہت کم ہے دو کلمے بتقاضے غیرت سے اس کو لکھے گئے ہیں۔ اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپ نے لکھا تھا بے حلاوتی ہمت کی بلندی کی وجہ سے یا استعداد کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔[202]

طریقت کے مرتد کا گناہ بہت بڑا ہے

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فان مرتد الطريقة أعظم ذنباً من مرتد الشريعة۔ قال الجنيد لو أقبل صديق على الله الف سنة ثم أعرض عنه لحظة فان مافاته أكثر مما ناله فأما عذابه فى الدنيا فسلب الصدق والردعن

---

[202] (مکتوبات معصومیہ ،دفتر، اول، مکتوب ،۱۱۱،ص،۲۵۸،گارڈن ویسٹ ،کراچی)(جلداول مکتوب ۱۱۱)

باب الطلب وارخاء الحجاب وذله وتقوية الهوى وتبديل الاخلاص بالرياء والحرص على الدنيا وطلب الرفعة والجاه وأما عذابه فی الآخرة فباشتعال نیران الحسرة والندامة علی قلبه المعذب بنار القطيعة وهی نار الله الموقدة التی تطلع على الأفئدة۔ (ومالهم فی الارض من بالمشائخ وأرباب الولاية وهو يتمسک بذيل ارادتهم غير أن شيخه رده لا يمكن لأحدهم اعانته واخراجه من ورطة الرد ماشاء الله کما فی "التأويلات النجمية"۔

ترجمہ: شریعت کے مرتد سے طریقت کے مرتد کا گناہ زیادہ بڑا ہے اس لئے کہ اس کی سزا بھی بہت بڑی ہے۔ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدیق کا مرتبہ پا کر کوئی ہزار سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے لیکن بد قسمتی سے صرف ایک گھڑی روگردانی کرے تو تمام مراتب ضائع ہو کر سخت سزا کا مستحق ہو جائیگا۔ یعنی ہزار سالہ عبادت و ریاضت ضائع ہو گئی اور سزا کا استحقاق مزید بر آں۔ طریقت کے مرتد کی دنیوی سزا یہ ہے کہ اس سے قلب کی صدق و صفائی چھین لی جائیگی اور اسے طلب حق کے دروازے سے ہٹا دیا جائیگا اور اس کے آگے ہزاروں پردے لٹکا دیئے جائیں گے اور اسے معنوی ذلت و خواری میں مبتلا کیا جائے گا اور اس پر ھوا اور ہوس (نفس پرستی) کو مسلط کیا جائے گا اس کے اخلاص کو ریاء اور حرص علی الدنیا اور جاہ و جلال اور حشمت و وجاہت کی طلب میں تبدیل کیا جائیگا اور اس کی آخرت کی سزا یہ ہے کہ اس کے دل پر حسرت و ندامت کو مسلط کر کے اسے دائمی جدائی و مفارقت کی آگ میں جلایا جائیگا یہ نار ہجران الٰہی وہی ہے جو بدبختوں کے قلوب کو جھلسا دے گی۔

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (التوبہ ۷۴)

ترجمہ: اور زمین میں کوئی نہ اس کا حمایتی ہو گا اور نہ مددگار۔

میں اشارہ ہے کہ جو شیخِ کامل ولی اللہ کی ولایت کا مردود ہے اس کا دنیا میں کوئی حامی و مددگار نہیں اگرچہ عالم دنیا کے تمام مشائخ اور اربابِ ولایت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس کے لئے سفارش کریں اور اپنے شیخ سے اگر مردود ہو گا تو وہ اگرچہ ہزاروں مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارادت کا دم بھرے یا بے شمار اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت کرے تب بھی اپنی بد بختی سے نہیں نکل سکے گا اور نہ ہی اسے کوئی کامل ولی اللہ اس بد بختی سے نکال سکے گا۔ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مالک و مختار ہے۔(کذافی التاویلات النجمیہ)[203]

اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے رسوا ہو گا۔

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی برہانپوری نقشبندی مجددی قدس سرہ لکھتے ہیں:

نسمہ فرمود در معنی آن کلام کہ "برکۃ العلم فی تعظیم الاستاذ" باید کہ شاگرد خود را ھمان جاھل شناسد کہ روز اوّل نزد استاد آمدہ بود و داند کہ ھر چہ پیدا کردہ است استاد است۔تا برکات آن تعلیم بروزگار از وی بماند۔و باید کہ بہ استاد و پیر بی حیائی و بی ادبی ننماید کہ دران خوف زوال ایمان است چہ او جانشین رسولِ رحمان است۔و اھانتِ او در حقیقت اھانت آن سید انس و جان۔و بدین تقریب حکایت کرد از مولانا معین الدین۔کہ از علمای ربانی بود و او استاذہ امیر سید شریف جرجانی۔ناگاہ شاگردی از شاگردانش امری ناپسندید بہ آن جناب نسبت کرد۔

---

[203] (تفسیر روح البیان، ج۳ ص۴۹۱)

چون شنود فرمود اگر راست گفتہ چہ گویم و اگر دروغ می گوید الٰھی رسوای مرد و زن شود۔ چھل روز از ان سخن نگذشت کہ پیسی در پیشانی آن شاگرد پدیدار شد۔ چند روز دستار کج نھادہ می گشت۔ چون زیادہ شد در خانہ بنشست۔

وھم بہ تقریب اصلاح اساتذہ ناراستی و کجی تلامذہ را نقل کرد کہ روزی از پیش دکان درویش بیل گرمی گزشتیم با جماعتی از اغرہ او بہ کار خود بود۔ چون مایان را بدید پیش آمد و گفت از شما [ص/۶۰] سوالی دارم۔ آیا ضربی کہ صادر می شود بر بیل می آید بر سندان یا بر تیپک؟ اغرہ ساکت شدند۔

فقیر گفت نہ بر سندان آید ونہ بر بیل ونہ بر تیپک۔ بل بر کجی و ناراستی می آید۔ پیشانی مرا بوسہ داد و گفت رحمت خدای سبحانہ بر تو باد کہ نیکو گفتی۔

ھم بدین تقریب گفت بیست تن از شاگردان مادر کمانگری بہ مابی ادبی کردند ھمہ۔ جوان مردند و بہ مراد نرسیدند۔ وھم بدین تقریب فرمود آدمی باید آنچہ دارد نزد حق داند و اصلِ خود را ھمان آب نطفہ تصور نماید۔ کما قال عزو جل "خلق من ماء دافق" الایة

ترجمہ: نسمہ۔ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہ برکة العلم فی تعظیم الاستاد۔ (علم کی برکت استاد کی تعظیم میں ہے) حضرت نے فرمایا شاگرد کو چاہیے خود کو ہمیشہ ایسا جاہل سمجھے گویا وہ پہلے روز استاد کے پاس آیا ہے۔ اور یہ سمجھے کہ جو علمی فائدہ بھی اسے پہنچا ہے اس استاد سے پہنچا ہے تاکہ اس تعلیم کی برکات زندگی میں اس کے ساتھ باقی رہیں اور فرمایا اور اپنے استاد کے ساتھ بے حیائی و بے ادبی کا معاملہ نہ کرے کہ اس میں ایمان زائل ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ استاد اللہ تعالیٰ کے خلیفہ

کا جانشین ہے اور اس کی بے عزتی در حقیقت سید انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے عزتی اور اہانت کرنا ہے۔اس سلسلے میں آپ نے حضرت مولانا معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حکایت نقل کی جو میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استادوں میں سے تھے اور عالم ربانی تھے۔(دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک نے ایک ناپسندیدہ بات آپ کی طرف منسوب کی۔جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنا تو فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے رسوا ہو گا۔ابھی اس بات کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ اس کی پیشانی پر کوڑھ کے آثار ظاہر ہوئے۔کچھ روز اس نے دستار ٹیڑھی کر کے پہنی لیکن جب یہ کوڑھ بڑھ گیا تو اب اسکو سخت تشویش لاحق ہوئی۔

استادوں کے ساتھ شاگردوں کے غیر پسندیدہ رویہ کی اصلاح کے سلسلہ میں انہوں نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک لوہار درویش کی دکان پر ہمارا گزر ہوا۔ کہ وہ پھاوڑے بناتے تھے۔انہوں نے ہمیں دیکھا تو پاس آئے اور سلام کیا اور کہنے لگے۔مجھے کچھ پوچھنا ہے۔پھاوڑے بنانے کے دوران میں جو یہ ضرب لگاتا ہوں یہ پھاوڑے پر پڑتی ہے یا ایرن پر یا ہتھوڑے پر۔ باقی لوگ خاموش رہے۔میں نے عرض کیا پھاوڑے کی کجی پر۔ انہوں نے میری پیشانی چومی اور فرمایا۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔تو نے اچھا کہا اور اسی سلسلے میں فرمانے لگے کہ میرے بیس شاگردوں نے مجھ سے بے ادبی کی۔سب جوان مرے اور ان میں کوئی بھی اپنی مراد کو نہ پہنچا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے خدا کی طرف سے جانے کہ اس کا عطیہ ہے اور اپنی اصل حقیقت اسی نطفہ کو سمجھے جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا: خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ (الطارق ٦) ترجمہ: وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا۔

استاد اور پیر کو پکڑنے کی حکمت

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

استاد و پیر برای آن غرض می گیرند کہ دلالت بہ شریعت نمایند و بہ برکت ایشان یسر و سہولی در اعتقاد و عمل بہ شریعت پیدا شود نہ آنکہ مریدان ہر چہ دانند کنند و ہر چہ خواہند خورند و پیران سپر ایہنا گردند و از عذاب نگاہ دارند کہ این معنی متمنای محض است۔ آنجا بی اذن کسی شفاعت نتواند کرد و تا مرتضی نبود شفاعت او نکند۔ مرتضی وقتی شود کہ بہ مقتضای شریعت عامل باشد و بہ موجب بشریت زلتی اگر از وی واقع شود بہ شفاعت تدارک آن ممکن۔

استاد اور پیر اسی غرض سے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہنمائی کریں اور ان کی برکت سے اعتقاد اور شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پیدا ہو نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں وہ کرتے پھریں اور جو کچھ چاہیں کھاتے رہیں اور پیر ان کی ڈھال بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچائے رکھیں کہ یہ مطلب محض ایک آرزو ہے۔ اس جگہ بے اجازت کوئی بھی سفارش نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ پسندیدہ نہ ہو گا۔ کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا۔ اور مرتضیٰ (پسندیدہ) اس وقت ہو گا جب کہ شریعت کے مطابق عمل کرے گا اور اگر یہ تقاضائے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے گی تو شفاعت سے اس کا تدارک ممکن ہو گا۔ [204]

الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد۔

---

[204] (مکتوبات امام ربانی ، دفتر سوم، مکتوب،۴۱،ج،۲،ص ،۴۵۱،مرکز پخش :زاهدان ،خیابان خیام ،صدیقی،تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

عقل اگر کفایت می کرد مثل (ابی علی سینا) کہ مقتدای ارباب معقول است در جمیع احکام عقلیہ محقمی بود وغلط نمی کرد وحال آنکہ دریک مسئلہ الواحد لا یصدر عنہ الاالواحد آن قدر غلط کردہ است کہ بر ناظر منصف بہ ادنی تامل واضح است۔

عقل اگر کافی ہوتی تو بو علی سینا جیسا آدمی جو ارباب معقول کا پیشوا ہے تمام احکامِ عقلیہ میں حق پر ہوتا اور غلطی نہ کرتا۔ حالانکہ اس نے ایک ہی مسئلہ میں کہ **الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد** (ایک سے صرف ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے) اس قدر غلطی کھائی ہے کہ وہ منصف آدمی کے دل پر ادنیٰ تامل سے واضح ہو جاتی ہے۔[205]

کام کا دارومدار دل پر ہے

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

بہ ((شیخ محمد چتری)) در بیان آنکہ مدار کار بر قلب است از مجرد اعمال صوری و عبادات رسمی کاری نمی کشاید و امثال ان حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ از مادون خود اعراضی (رو گردانی و بی توجہی۔) و بہ جناب قدس خود اقبالی ارزانی فرماید **بحرمۃ سید البشر المحرر عن زیغ البصر۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوات والتسلیمات۔**

مدار کار بر قلب است اگر دل بہ غیر او سبحانہ گرفتار است خراب و ابتر است۔ از مجرد اعمال صوری و عبادات رسمی کاری نمی کشاید۔

---

[205] (مکتوبات امام ربانی ، دفتر سوم، مکتوب،۴۴،ج،۲،ص ،۴۵۷،مرکز پخش :زاھدان ،خیابان خیام ،صدیقی،تہران)

سلامتی قلب از التفات بہ ماسوای او تعالیٰ و اعمال صالحہ کہ بہ بدن تعلق دارند و شریعت بہ اتیان آن امر فرمودہ ہر دو در کارست دعوای سلامت قلب بی اتیان اعمال صالحۂ بدنیہ باطل است۔ ہمچنان کہ در این نشأۃ روح بی بدن غیر متصور است احوال قلبی بی اعمال صالحۂ بدنی محال است۔

بسیاری از ملحدان این وقت بہ این قسم دعوای ادعامی نمایند۔ نجانا اللہ سبحانہ عن معتقداتہم السوء بصدقۃ حبیبہ علیہ الصلوۃ والسلام والتحیہ۔(خداوند سبحان مارا از اعتقادات سوء ایشان نجات دہد بہ حرمت دوست و حبیبش...)

اس بیان میں کہ کام کا دارو مدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا اور اسی طرح کی اور باتوں میں۔ یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضور سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے اپنے ماسواء سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دارو مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر (بے کار) ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے۔ اسی طرح قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے

بغیر محال ہے۔ اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔[206]

غوث صمدانی خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عبادت ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن عبادت کے ذریعے ہر آدمی خواہشات سے جان نہیں چھڑا سکتا۔"[207]

دلہائے مشائخ کی پاسداری اور ان کی مخالفت سے ممانعت

قَالَ اللّٰہ تَعَالَی فِي قصۃ مُوسَی مَعَ الخضر علیھما السَّلام {ھَلۡ أَتَّبِعُکَ عَلَی أَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا} [الکھف 66].

قَالَ الإِمَام لما أراد صحبة الخضر حفظ شرط الأدب فاستأذن أولا فِي الصحبة ثُمَّ شرط عليه الخضر أَن لا يعارضه فِي شَيْء ولا يعترض عَلَيْهِ فِي حكم ثُمَّ لما خالفه مُوسَى عَلَيْهِ السَّلام تجاوز عَنْهُ المرة الأولى وَالثَّانِيَة, فلما صار إِلَى الثالثة والثلاث آخر حد القلة وأول حد الكثرة سامه الفرقة.

فَقَالَ هَذَا فراق بيني وبينک. أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ الأَهْوَازِيُّ. قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْبَصْرِيُّ. قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَالِمٍ الْقَزَّازُ. قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ بَيَانٍ. قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الرِّجَالِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ صَلَّى اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلا قَيَّضَ اللّٰہ تَعَالَى لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ۔

---

[206] (مکتوبات امام ربانی ، دفتر ،اوّل، مکتوب۳۹،ج۱،ص۱۵۴،مرکز پخش :زاھدان ،خیابان خیام ،صدیقی،تہران)

[207] (حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی قدس سرّہٗ،ص۱۸۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قصہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:{هَلْ أَتَّبِعُکَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا} [الکھف 66] (کیامیں اس بات میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے وہ راستہ بتادیں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہے)۔

حضرت امام رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کا ارادہ کیا تو انہوں نے ادب کی شرائط کا لحاظ رکھا اور پہلے تو ان سے صحبت کی اجازت مانگی چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ شرط لگادی کہ آپ نہ تو ان کی مخالفت کریں گے اور نہ کسی بات پر اعتراض کریں گے جب حضرت موسی علیہ السلام نے پہلی اور دوسری مرتبہ مخالفت کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں معاف کر دیا اور جب تیسری بار نوبت آئی اور چونکہ تین کا عدد قلیل عدد کی حد ہے اور کثیر عدد کی ابتداء ہے تو آپ نے الگ ہوجانے کو کہہ دیا اور کہا هَذَا فراق بيني وبينک۔ (اب آپ کے اور میرے راستے الگ الگ ہوگئے۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جب کوئی شخص بڑھاپے کی بناء پر کسی شیخ کی عزت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرنے کی خاطر کچھ لوگوں کو ذمہ دار اور گواہ بنادیتا ہے۔“

سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُول بدء كُل فرقة المخالفة يَعْنِي بِهِ أَن من خالف شيخه لَمْ يبق عَلَى طريقته وانقطعت العلقة بينهما وإن جمعتهما البقعة فمن صحب شيخا من الشيوخ ثُمَّ اعترض عَلَيْهِ بقلبه فَقَدْ نقض عهد الصحبة ووجبت عَلَيْهِ التوبة عَلَى أَن الشيوخ قَالُوا حقوق الأستاذين لا توبة عَنْهَا۔

ترجمہ: حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالی سے میں (امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ) نے سنا کہ "ہر گروہ میں مخالفت ہو سکتی ہے۔" مقصد یہ بتانا تھا کہ جو شخص اپنے شیخ کی مخالفت پر اتر آتا ہے وہ اپنی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہ جاتا خواہ وہ ایک ہی جگہ کیوں نہ رہ رہے ہوں چنانچہ جب کوئی شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہا کرے اور اندر ہی اندر اس کی مخالفت شروع کر دے تو گویا اس نے اس صحبت کا حق ادا نہ کیا چنانچہ اسے لازمی توبہ کرنا ہو گی جبکہ مشائخ نے تو یہاں تک فرمایا کہ استادوں کی نافرمانی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔

استاد پر "کیوں؟" کہہ کر اعتراض بے ادبی ہے

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول خرجت إِلَى مرو فِي حياة شيخي الأستاذ أَبِي سهل الصعلوكي وَكَانَ لَهُ قبل خروجي أَيَّام الجمعة بالغدوات مجلس دور الْقُرْآن والختم فوجدته عِنْدَ رجوعي قَدْ رفع ذَلِكَ المجلس وعقد لأبي الغفاني فِي ذَلِكَ الوقت مجلس القول فداخلني من ذَلِكَ شَيْء فكنت أقول فِي نفسي قَدْ استبدل مجلس الختم بمجلس القول. فَقَالَ لي يوما يا أبا عَبْد الرَّحْمَنِ مَا يَقُول النَّاس فِي فَقُلْتُ يقولون رفع مجلس الْقُرْآن ووضع مجلس القول. فَقَالَ من قَالَ لأستاذه لم لا يفلح أبدا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ تعالی نے مجھے بتایا کہ میں نے اپنے شیخ استاد ابو سہل صعلوکی کی زندگی میں "مرو" کا سفر کیا میری روانگی سے قبل ہر جمعہ کی صبح کو ان کے ہاں دور قرآن اور ختم قرآن کی مجلس ہوا کرتی تھی لیکن جب میں واپس آیا ہوں تو مسجد میں وہ مجلس بند ہو چکی تھی اور اس کی جگہ اسی وقت حضرت ابو الغفانی کی طرف سے مجلس قول (مسائل پر گفتگو) شروع کر دی گئی تھی مجھے اس سے دکھ ہوا اور میں دل ہی دل میں کہتا کہ ختم قرآن کی مجلس کی جگہ آخر مجلس قول کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ ایک دن ایسا ہوا کہ انہوں نے مجھے بلا کر پوچھا ارے ابو عبدالرحمن

!میرے متعلق لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ مجلس قرآن بند کرکے اس کی جگہ مجلس قول آخر کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا جو شخص ”کیوں؟“ کہہ کر استاد پر اعتراض کرتا ہے وہ کبھی بھی نجات نہ پاسکے گا۔

ومن المعروف أَن الجنيد.قَالَ دخلت عَلَى السرى يوما فأمرني شَيْئًا فقضيت حاجته سريعافلمارجعت إِلَيْهِناولني رقعة.وَقَالَ هَذَاالمكان قضائک لحاجتي سريعافقرأت الرقعة فَإِذَافِيهَامكتوب سمعت حاديايحدو فِي البادية۔

أبكي وهل يدريک مَايبكيني

ابكي حذاراأَن تفارقيني

وتقطعي حبلي وتهجريني

ترجمہ: حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے بتایا ایک دن میں حضرت سری رحمہ اللہ تعالی کے پاس گیا انہوں نے مجھے کوئی کام کہا تو میں نے جلد انکی وہ ضرورت پوری کر دی میں واپس ہوا تو انھوں نے مجھے ایک رقعہ دے کر کہا یہ تمہارے جھٹ پٹ کام کر دینے کا صلہ ہے میں نے رقعہ پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا ”میں نے جنگل میں ایک شتربان کو یہ گنگناتے ہوئے سنا تھا“ میں رورہاہوں جانتی ہو کہ کس وجہ سے روتا ہوں؟ اس خوف اور اندیشہ کی بنا پر رورہاہوں کہ کہیں مجھے چھوڑ نہ جاؤ اور تعلقات توڑ کر ہجر میں مبتلا نہ کر دو۔“

اپنے مشائخ کی دلداری لازم ہے

ويحكى عَن أَبِي الْحَسَن الهمداني العلوي.قَالَ كنت ليلة عِنْدَ جَعْفَر الخلدي وكنت أمرت فِي بَيْتِي أَن يعلق طير فِي التنور وَكَانَ قلبي مَعَهُ.فَقَالَ لي جَعْفَر أقم عندنا الليلة فتعللت بشيء ورجعت إِلَى منزلي فأخرج الطير من التنور ووضع بَيْنَ يدي فدخل كلب من الباب

وحمل الطير عِنْدَ تغافل الحاضرين فأتى بالجوزاب الَّذِي تحته فتعلق بِهِ ذيل الخادمة فانصب فلما أصبحت دَخَلَ عَلَى جَعْفَر فحين وقع بصره عَلِي۔
قَالَ من لَمْ يحفظ قلوب المشايخ سلط عَلَيْهِ كلب يؤذيه۔

ترجمہ: حضرت ابو الحسن ہمدانی علوی رحمہ اللہ تعالی نے بتایا کہ ایک رات میں جعفر خلدی کے پاس پہنچا مجھے یاد آیا کہ میں نے تو گھر والوں سے کہا تھا کہ پرندے کو تنور میں الٹا لٹکا دینا میری توجہ اسی طرف تھی اسی دوران حضرت جعفر نے مجھ سے کہہ دیا کہ آج یہیں قیام کرو لیکن میں بہانہ بنا کر وہاں سے چلا آیا چنانچہ وہ پرندہ تنور سے نکال کر کھانے کو میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ گھر والوں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دروازے سے ایک کتا داخل ہوا اور وہ پرندہ اٹھا کر لے گیا اب میٹھے چاول وغیرہ جو پیچھے بچ رہے تھے میرے سامنے لائے گئے اس سے خادمہ کا دامن الجھ گیا اور وہ گر کر بہہ گیا صبح ہوئی تو میں حضرت جعفر کے ہاں گیا مجھے دیکھتے ہی فرمایا جو شخص مشائخ کی دلداری نہیں کرتا اللہ تعالی اسے تکلیف دینے کی خاطر کتا مسلط فرما دیتا ہے۔

بے ادبی کی سزا

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمٰنِ السلمي يَقُول سمعت عَبْد اللهِ بْن عَلِي الطوسي يَقُول سمعت أبا عَبْد اللهِ الدينوري يَقُول سمعت الْحَسَن الدامغاني يَقُول سمعت عمي البسطامي يحكي عَن أَبِيهِ أَن شقيقا البلخي , وأبا تراب النخشبي قدما عَلَى أَبِي يَزِيد فقدمت السفرة وشاب يخدم أبا يَزِيد فقالا لَهُ كُل معنا يا فتى.فَقَالَ أنا صائم.فَقَالَ أَبُو تراب كُل ولک أجر صوم شَهْر (كما ورد فى المشكوة) فأبى.فَقَالَ شقيق كُل ولک أجر صوم سنة فأبي.فَقَالَ أَبُو يَزِيد تدعوا من سقط من عين اللهِ تَعَالَى فأخذ ذَلِک الشاب فِي السرقة بَعْد سنة فقطعت يده۔

حضرت بسطامی رحمہ اللہ تعالی نے بتایا کہ میرے والد حضرت شقیق بلخی اور ابو تراب نخشبی ایک دن حضرت ابو یزید کے پاس گئے دستر خوان لگا دیا گیا ایک نوجوان حضرت ابو یزید کی خدمت میں

مصروف تھا دونوں نے خادم سے کہا ارے نوجوان! آؤ تم بھی ہمارے ساتھ مل کر کھاؤ۔ اس نے کہا میں روزے سے ہوں حضرت ابو تراب نے فرمایا کھاؤ تو سہی تمہیں مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا اس نے پھر بھی انکار کر دیا تو حضرت شقیق نے فرمایا کھالو سال بھر کے روزوں کا ثواب ہو گا اب بھی انکار کر دیا تو حضرت ابویزید نے فرمایا آپ اسے آواز دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر چکا ہے چنانچہ ایک سال بعد اس نوجوان نے چوری شروع کر دی اور پھر اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے۔

سمعت الأستاذ أبا عَلِي يَقُول وصف سهل بْن عَبْد الله رجلا بالولاية خبازا بالبصرة فسمع رجل من أَصْحَاب سهل بْن عَبْد الله ذَلِکَ فاشتاق إِلَيْهِ فخرج إِلَى البصرة فأتى حانوت الخباز فرآه يخبز وَقَدْ تنقب لمحاسنه عَلَى عادة الخبازين.فَقَالَ فِي نَفْسه لو كَانَ هَذَا وليا لَمْ يحترق شعره بغير نقاب ثُمَّ إنه سلم عَلَيْهِ وسأله شَيْئًا.فَقَالَ الرجل إنک استصغرتني فلا تنتفع بكلامي وأبي أَن يكلمه.

ترجمہ: حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبد اللہ نے بصرہ کے ایک نانبائی کے بارے میں کہا کہ فلاں آدمی ولی اللہ ہے حضرت سہل کے ایک مرید نے بھی یہ بات سن لی اور اس کی ملاقات کرنے کا شوق ہو گیا وہ بصرہ پہنچا اور سیدھا نانبائی کی دکان پر گیا۔ دیکھا تو وہ روٹیاں پکا رہا تھا چہرے پر ایسے کپڑا اڈالا ہوا تھا جیسے نانبائی ڈالا کرتے ہیں۔ اس شخص کے دل میں آیا اگر یہ ولی ہوتا تو نقاب کے بغیر بھی اسے بال جلنے کا اندیشہ نہ ہوتا خیر! اس نے سلام کہہ کر کوئی سوال کر دیا۔ نانبائی نے کہا تو نے مجھے حقیر سمجھا ہے تو سوال کا فائدہ کیا؟ اور پھر اس سے کلام نہ کیا۔

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول سمع عَبْد الرَّحْمَنِ الرازي أبا عُثْمَان الحيرى يصف مُحَمَّد بْن الفضل البلخي ويمدحه فاشتاق إِلَيْهِ فخرج إِلَى زيارته فلم يقع بقلبه من مُحَمَّد بْن الفضل مَا اعتقد فرجع إِلَى أَبِي عُثْمَان وسأله.فَقَالَ كَيْفَ وجدته.فَقَالَ لَمْ أجده

كَمَا ظننت. فَقَالَ لأنک استصغرته وَمَا استصغر أحد أحدا إلا حرم فائدته ارجع إِلَيْهِ بالحرمة فرجع إِلَيْهِ عَبْد الله فانتفع بزياراته۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنا کہ ابو عثمان حیری محمد بن فضل بلخی کی تعریف کر رہے تھے چنانچہ ان کے دل میں شوق پیدا ہوا اور وہ ان کی زیارت کو نکل پڑے لیکن محمد بن فضل کے بارے میں جو اعتقاد رکھا تھا اس پر وہ پورا نہ اتر سکے واپس ابو عثمان کے پاس آئے اور پوچھا انہوں نے کہا تمہیں کیسے لگے تھے؟ عبدالرحمٰن نے کہا ویسے نہیں جیسے آپ نے بتائے تھے اس پر ابو عثمان نے فرمایا یہ اس لئے ہوا کہ تم نے انہیں حقیر جانا تھا اور جب بھی کوئی کسی کو حقیر جانتا ہے اس سے فائدہ نہیں لے سکتا اب پھر جاؤ اور دل میں احترام رکھنا ہو گا چنانچہ عبداللہ پھر گئے تو ان کی زیارت سے فائدہ ہوا۔

منصور کو سزا دینے کی وجہ

ومن المشهور أَن عُمَر بْن عُثْمَان الْمَكِّي رأى الْحُسَيْن بْن مَنْصُور يكتب شَيْئًا. فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالَ هُوَ ذا أعارض الْقُرْآن فدعا عَلَيْهِ وهجره. قَالَ الشيوخ إن مَا حل بِهِ بَعْد طول المدة كَانَ لدعاء ذَلِکَ الشيخ عَلَيْهِ۔

یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسین بن منصور کو کچھ لکھتے ہوئے دیکھا پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ دیکھو میں قرآن کے مقابلہ میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت مکی بددعا کر کے واپس آ گئے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ حسین بن منصور کو پیش آنے والا واقعہ اسی بد دعا کا اثر تھا۔

سمعت الأستاذ أبا عَلِيّ الدقاق رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول لما نفى أهل بلخ مُحَمَّد بْن الفضل من البلد دعا عَلَيْهِم. وَقَالَ اللَّهُمَّ امنعهم الصدق فلم يخرج من بلخ بعده صديق۔

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب اہل بلخ نے محمد بن فضل کو شہر بدر کر دیا تو انہوں نے ان پر بد دعا کر دی اور فرمایا اے اللہ انہیں سچائی سے روک دے چنانچہ اس کے بعد وہاں سے کوئی بھی سچائی والا نہ نکل سکا۔

سمعت أَحْمَد بن يَحْيَي الأبيوردي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول من رضى عَنْهُ شيخه لا يكافأ فِي حال حياته لئلا يزول عَن قلبه تعظيم ذَلِكَ الشيخ فَإِذَا مَات الشيخ أظهر اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ مَا هُوَ جزاء رضاه ومن تغير عَلَيْهِ قلب شيخه لا يكافأ فِي حال حياة ذَلِكَ الشيخ لئلا يرق لَهُ فإنهم مجبولون عَلَى الكرم فَإِذَا مَات ذَلِكَ الشيخ فحينئذ يجد المكافأة بعده۔[208]

حضرت احمد بن یحییٰ ابیوردی تعالیٰ نے فرمایا کہ جس شخص کا شیخ اس پر راضی ہو جائے تو اس کا صلہ اسے اپنے شیخ کی زندگی میں نہیں دیا جاتا تاکہ اس کے دل سے کہیں شیخ کی تعظیم نہ نکل جائے اور جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کی رضا کے بدلے کئی انعامات سے نواز دیتا ہے یونہی اگر کسی کا شیخ ناراض ہو جائے تو اسے بھی شیخ کی زندگی میں سزا نہیں دی جاتی کہ کہیں شیخ کے دل میں نرمی نہ آ جائے اور پھر جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اسے اس کا بدلہ ملتا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ شیخ ابوالمظفر و محمد شاہ در عزا و محافظت طریق شیخ خود۔

اللہ تعالیٰ برادران طریقت را ازین واقعۂ ہائلہ صبر جمیل واجر جزیل کرامت کناد وجود اہل اللہ رحمت است ھم در حالت حیوۃ وہم بعد ممات فیوض وبرکات کہ در حیوۃ شان مفاد ومستفاد است بعد ممات شان نیز امیدواران باید بود و باید دانست کہ این فیوض وبرکات تا زمان فائض است

---

[208] الرسالة القشيرية ص٤٦٣۔

کہ در طریقہ شیخ احداثی واقع نشدہ است وچون امور محدثہ در طریقہ پیدا شد کہ در حیوۃ شیخ نبود راہ فیض مسدود گشت در رنگ بدعتی کہ در دین پیدا شود وانوار سنت بسبب آں قلت پذیرد پس بریاران آنجائی ناگزیر است کہ محافظت طریقہ شیخ خود نیک نمایند واحداثی دران نکنند و نوع زندگانی نمایند کہ دریک دیگر فانی باشند وحلقہ ذکر رابرسنن سابق برپادارند واوقات رامعمور دارند ودر کسب خیرات مبادرت نمایند ودر اتیان طاعات مسابقت کنند وسابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ۔الآیۃ۔

وخدمت فرزندان ایشان راسعادت خود شناسند وارضائے ایشاں رابر وجہ مشروع امر عظیم دانند واین فقیر را بدعائے ایمان یاد نمایندان شاءاللہ تعالیٰ درماہ ذی الحجہ از اینجا بسفر حجاز انتقال واقع می شود و الباقی عندالتلاقی ان شاءاللہ تعالیٰ والسلام اولاً وآخراً۔

شیخ ابو المظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالی برادران طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے جن فیوض وبرکات کا ان کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جاتا ہے ان کی وفات کے بعد بھی ان کا امیدوار رہنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ فیوض وبرکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقے میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس

بدعت کی طرح جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس وجہ سے سنت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئ بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گزاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقوں کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ۔ (تم اپنےرب سے مغفرت اور جنت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو۔)اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ماہ ذوالحجہ 1067 ھ میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہو گی۔ والباقی عندالتلاقی والسلام اولاً و آخراً۔[209]

خلاصہ کلام: ان تمام اقوال و دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس واضح ہو گئی کہ کسی دوسرے شیخ کے مرید کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرے الا یہ کہ وہ اپنے شیخ کے امر سے آئے یا پھر برکت کے طور پر بیعت کرے اور مشائخ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور کی مچھلی کو اپنے جال میں نہیں ڈالتے اور وہ مرید جو اپنے شیخ کا باغی ہو، اس پر شفقت کرتے ہوئے اپنے شیخِ اول کی طرف التفات کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور کسی مرید کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے طریق کو دو شیخ کے درمیان طے کرے اور اس صورت میں یقیناً دونوں شیخوں میں سے ایک کو افضل اور دوسرے کو مفضول ٹھہرائے گا، اور اس مفضولیت کے سبب حق تعالیٰ کی معرفت سے قاصر

---

[209] مکتوب نمبر ۳۹ ج۲ ص۱۸۱ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم۔

ٹھہرے گا۔ اور طریق میں حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے ایک شیخ کامل کا ہونا لازم ہے اور مرید کے اعتقاد سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کو جنید و بایزید رحمہا اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے حق میں افضل جانے اور توحید کو اختیار کرے۔ میری تمام پیر بھائیوں اور مشائخ سے التماس ہے کہ اپنے سلف الصالحین کے طریقے کو اپنائیں تاکہ ہمیں حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔

باب دہم

حقوق و آداب مشائخِ عظام و اخوانِ کرام (پیر بھائی)

اے عزیز جب تجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ بیعت ہونا سنت ہے اور علم باطن کا حاصل کرنا فرض ہے تو بیعت ہو کر کچھ عرصہ تک اپنے پیر کی خدمت میں باادب رہ، کیونکہ پیر حقیقی نائب پیغمبر ہے، تاکہ تجھ کو فائدہ پہنچے اور نقصان سے بچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے ادب فضل حق سے محروم رہتا ہے اور فرمایا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس چھوٹے نے بڑے کا ادب نہیں کیا وہ نہیں ہے مجھ سے۔ انسان علم و ادب سے بزرگی حاصل کرتا ہے کسی شاعر نے عربی میں کہا ہے:

شَرَفُ الْاِنْسَانِ بِالْعِلْمِ وَالْاَدَبْ	وَلَا بِالْمَالِ وَلَا بِالنَّسَبْ
انسان کی بزرگی علم و ادب سے ہے	نہ کہ مال اور حسب و نسب سے

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ:

ادب تاجیست از فضل الٰہی	بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی
ادب خدا کے فضل کا ایک تاج ہے	ادب کا تاج سر پر رکھ اور جہاں چاہے جا

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں　　　بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحجرات ۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ کیونکہ اللہ سنتا اور جانتا ہے۔"[210]

اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں روح البیان وروح المعانی وغیرہ میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ شریف میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عید الاضحی کی نماز ادا کرنے سے پہلے ہی قربانی کر دی حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اب تک قربانی نہیں کی تھی۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو (آخر تک) لیکن چونکہ آیت مبارکہ کے الفاظ عام ہیں لہٰذا یہ حکم مبارک ہر قول اور ہر فعل میں پیش قدمی نہ کرنے پر عام ہو گا۔ اور یوں نہ کہا جائے گا کہ یہ حکم صرف اس واقعہ قربانی کرنے میں خاص ہے۔ کیونکہ تمام محققین ومفسرین کے نزدیک یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" یعنی

---

[210] (ترجمہ: ازتفسیر حقانی: ۲۹۸)

قرآن مجید کے عام الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خاص سبب (یا صرف واقعہ شانِ نزول) کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔[211]

فائدہ: جاننا چاہیئے کہ لفظ **لَا تُقَدِّمُوا** فعل نہی حاضر متعدی ہے جس کیلئے بقاعدہ نحو **مفعول بہٖ** ضروری ہے اور وہ یہاں محذوف یا مقدر ہے اور اس کی وجہ مفسرین حضرات نے یہ لکھی ہے کہ تا کہ حکم مبارک عام ہو جائے کہ جو بھی چیز ہو تم اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیش قدمی نہ کیا کرو۔ قول ہو یا فعل یا کوئی دیگر چیز۔[212]

مفسرین حضرات نے اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل مسائل وآداب استنباط فرمائے ہیں۔

نمبر ۱: معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور مبارک میں یہ جائز نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے پہلے اپنا کوئی حکم قائم کیا جائے۔ چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ دو اصحابِ کرام سے ظہور پذیر ہوا تھا۔ پھر انہوں نے اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد فوراً ہی توبہ کی۔ (رواہ البخاری)

اور اب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت مبارکہ پر اپنی عقل کو ترجیح دینا ناجائز ہے کیونکہ یہ **نعوذ باللہ تعالیٰ منہ** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سبقت کرنا ہے۔

نمبر ۲: نیز معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی دستر خوان پر تشریف فرما ہوں تو آپ سے پہلے کھانا شروع کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سبقت کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔

---

[211] (روح المعانی: صفحہ: ۱۳۴: جلد: ۱۳)

[212] (روح المعانی وروح البیان)

نمبر۳: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ راستہ میں چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے چلنا ناجائز ہے مگر جب کہ اس طرح کا فرمان عالی ہو جیسا کہ جہاد یارات کو خراب راستہ کی سیر میں۔

اور تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے بعینہ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا الخ۔ یہ پہلا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ تعالیٰ کا لفظ اس لئے ذکر کیا کہ رسول، اللہ کا نائب ہے۔ اس کی گستاخی اللہ کی گستاخی اور اس کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔ آگے بڑھنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی کسی بات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جلدی نہ کرو۔ بلکہ تابع رہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کوئی حکم نہ دو، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے کسی کام میں سبقت نہ کرو۔ چلنے میں، بات کرنے میں، حکم دینے میں، کھانے میں، کسی کے سوال کے جواب دینے میں آگے بڑھ کر بیٹھنے میں عام ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ دل کے احوال جانتا ہے۔[213]

اور اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر روح البیان: ص ۶۲: جلد: ۹: پر یوں مرقوم ہے:

"ویدخل فی النھی المشی بین یدی العلماء فانھم ورثۃ الانبیاء دلیلہ ما روی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امشی امام ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال تمشی امام من ھو خیر منک فی الدنیا و الآخرۃ ما طلعت شمس

213 (تفسیر حقانی: صفحہ: ۲۹۸: جلد: ۶)

ولاغربت علی احد بعد النبیین والمرسلین خیرا وافضل من ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کما فی کشف الاسرار"۔

اور لفظ (لاتقدموا) کی نہی میں علماء کے آگے چلنا بھی داخل ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور اس کی دلیل حضرت ابو الدردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا وآخرت میں تم سے بہتر ہے (اور فرمایا کہ دنیا میں) آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر اور افضل ہو۔ جیسا کہ کشف الاسرار میں ہے۔

فائدہ: روح البیان: صفحہ: ۶۲: جلد: ۹: میں ہے کہ پہلے زمانے میں جب کوئی نوجوان کسی بوڑھے آدمی کے آگے چلتا تو اللہ تعالیٰ اسے (اس کی اس بے ادبی کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دیتا تھا۔[214]

آیت ۲: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲)

اے ایمان والو! اپنی آواز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بلند آواز سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔[215]

---

[214] (روح البیان: صفحہ: ۶۲)

[215] (الحجرات: رکوع: ۱: ترجمہ از تفسیر حقانی: صفحہ: ۲۹۸: جلد: ۶)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں **تفسیر معارف القرآن** اردو(ص ۱۰۰) میں مرقوم عبارت بعینہ درج ذیل ہے:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَکُمْ یہ دوسرا ادب مجلس نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا یا بلند آواز سے اس طرح گفتگو کرنا جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے حجاب کیا کرتے ہیں ایک قسم کی بے ادبی وگستاخی ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے صحابہؓ کرام کا یہ حال ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو **(در منثور عن البیھقی)** اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا **(کذافی الصحاح)** اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اور روئے اور اپنی آواز کو گھٹایا۔[216]

روضۂ اقدس کے سامنے بھی بہت بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ممنوع ہے

قاضی ابو بکر ابن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم اور ادب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا حیات میں تھا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

---

[216] (بیان القرآن از در منثور)

وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔ کیونکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا کلام جس وقت آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو۔ اس وقت سب کیلئے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب و ضروری تھا۔ اس طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا کلام سنایا جاتا ہو۔ وہاں خاموش ہو کر اس کا سننا بھی واجب و ضروری ہے اور شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔

مسئلہ: جس طرح **تقدم علی النبی** (یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے بڑھنا) کی ممانعت میں علمائے دین بحیثیت وارث انبیاء ہونے کے داخل ہیں اسی طرح **رفع صوت** کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے ان کی آواز دب جائے (یا انہیں تکلیف و ایذا پہنچے)۔[217]

اور **روح البیان صفحہ: ۶۲: جلد: ۹:** میں ہے۔ بعینہ عربی عبارت کا اردو ترجمہ نیچے درج کیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کے پاس رفع صوت کو مکروہ جانا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (نیز) بعض علماء کرام نے علماء کی تعظیم کیلئے ان کی مجالس میں آواز بلند کرنے کو مکروہ جانا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

حکایت: حضرت سلیمان بن حرب نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں ان کے درس حدیث مبارک کے دوران ہنسا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی مبارک

---

[217] (قرطبی بحوالہ تفسیر معارف القرآن اردو: صفحہ: ۱۰۱: جلد: ۸)

میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے حضور میں رفع صوت ممنوع تھا اسی طرح آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی حدیث مبارک کے تذکرہ کے وقت بھی رفع صوت ممنوع ہے۔ آپ یہ کہہ کر اسی وقت اٹھے اور اسی دن سے درس کو بند کر دیا۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ درس حدیث اور محدث (یعنی حدیث پڑھانے والے استاد) کے حضور میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں کہ ہنسنا تمسخر اور مذاق سے خالی نہیں ہوتا ہے اور مجلس سنجیدگی (ادب) اس چیز کا احتمال ہی نہیں رکھتی ہے اگر (بالفرض) اسلاف میں سے کوئی بزرگ ہمارے زمانے کی مجلس وعظ یا درس یا مجمع میلاد شریف وغیرہ میں آجائیں تو لوگوں کی بے ادبی اور بہت سے ناپسندیدہ کاموں کو دیکھ کر اس ہی وقت ان مجالس سے نکل جائیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ "من ترک الاٰداب ردّ عن الباب" جس شخص نے آداب کو چھوڑ دیا اسے دروازہ سے ہٹا دیا جائے گا۔ ابلیس کی نولاکھ برس کی عبادت ایک بے ادبی کی وجہ سے ضائع وبرباد ہوگئی۔

نگاہ دار ادب در طریق عشق ونیاز
کہ گفتہ اند طریقت تمام آدابست

عشق اور نیاز کی راہ میں ادب کی (خوب) رعایت کر۔ کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ طریقت تمام تر آداب ہی ہے۔

"نسأل اللہ الکریم ان یجعلنا متحلین بحلیۃ الادب العظیم۔"

یعنی ہم خدائے کریم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ادب عظیم کے زیور سے آراستہ فرمادے (آمین ثم آمین)[218]

---

[218](روح البیان:صفحہ:۲۰۲:جلد:۹)

اورروح المعانی:صفحہ:۱۳۸ :جلد:۱۳ :کی عبارت بمعہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

واستدل العلماء بالآية على المنع من رفع الصوت عند قبره الشريف صلّى الله عليه وسلّم، وعند قراءة حديثه عليه الصلاة والسلام لأن حرمته ميتا كحرمته حيا. وذكر أبو حيان كراهة الرفع أيضا بحضرة العالم، وغير بعيد حرمته بقصد الإيذاء والاستهانة لمن يحرم إيذاؤه والاستهانة به مطلقا لكن للحرمة مراتب متفاوتة كما لا يخفى۔

یعنی علمائے کرام نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایاہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کے پاس اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارک پڑھنے کے وقت آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا احترام وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں تھا۔ امام ابوحیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم باعمل کے حضور میں بھی آواز بلند کرنے کو مکروہ کہاہے اور جس شخص کی ایذاء واہانت حرام ہے اس کی ایذاء واہانت کی غرض سے اس کے پاس آواز بلند کرنا حرمت سے بھی دور نہیں۔ وہ شخص کوئی بھی ہو (نبی ہو یا ولی، عالم ہو یا مؤمن)لیکن حرمت کے درجوں میں فرق ضرور ہے۔جیسا کہ یہ مخفی بات نہیں ہے۔

اور مسائل السلوک مترجم اردو للتھانوی علی تفسیرہ بیان القرآن:صفحہ:۹۹۲:میں ہے:

قوله تعالىٰ۔يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲) یہ آیات اصل ہیں شیخ کے آداب واحترام میں۔

اور تفسیر حقانی:صفحہ:۲۹۹ :جلد:۶ میں مکتوب ہے کہ: افسوس ہندوستان کے مسلمانوں پر کہ مساجد میں کیسا غل مچاتے ہیں اور اکابر اور بزرگانِ دین کے سامنے بات کرنے میں تہذیب و ادب ان کے نصیب میں نہیں۔ الا ماشاءاللہ۔ کیسی بدتہذیبی آگئی ہے۔

اور تفسیر معارف القرآن: صفحہ: ۱۰۲ : جلد: ۸ میں زیر تفسیر ارشاد باری تعالیٰ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲) یوں مرقوم ہے کہ: بعض مصیبتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتے ہیں جو سبب ہے حبط اعمال کا، کسی اپنے دینی مقتداء استاد یا مرشد کی ایذاء رسائی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ افعال یعنی تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہرے کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور کرنے والے نے چونکہ ایذاء کا قصد نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو تو اس کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔[219]

آیت نمبر ۳: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات ۳)

اس آیت مبارکہ کے ماتحت تفسیر روح البیان: صفحہ ۲۶ : جلد: ۹ میں ہے کہ:

وفی الأیۃ اشارۃ الی غضّ الصوت عند الشیخ المرشد ایضًا لانہ الوارث ولہ الخلافۃ۔

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ و مرشد کے پاس بھی آواز پست رکھی جائے کیونکہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وارث اور نائب ہوتا ہے۔

---

[219] (معارف القرآن ص ۱۰۲ ج ۸)

پس اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے نائبوں کا ادب بجالاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفرت واجر عظیم ہے پس کیا شان ہے ادب بجالانے والوں کی! کاش کہ حق تعالیٰ ہم سب کو ادب عظیم کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب　　　　بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں بے ادب اللہ تعالیٰ کے لطف سے بے نصیب رہ گیا۔

آیت نمبر ۴: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (الحجرات ۴)

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (اگر اب بھی توبہ کریں تو) اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

اس آیت مبارکہ کے ماتحت تفسیر معارف القرآن: صفحہ: ۱۰۲ : جلد: ۸ میں مکتوب ہے کہ "اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک تیسرا ادب سکھلایا گیا ہے کہ جس وقت آپ اپنے مکان اور آرام گاہ میں تشریف فرما ہوں اس وقت باہر کھڑے ہو کر آپ صَلی اللہ

تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کو پکارنا خصوصًا گنوارپن کے ساتھ کہ نام لے کر پکارا جائے یہ بے ادبی ہے عقل والوں کے یہ کام نہیں۔

سببِ نزول: امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بروایت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جن کا ذکر اوپر آیا ہے یہ دوپہر کے وقت مدینہ میں پہنچے جب کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کسی حجرہ میں آرام فرما رہے تھے یہ لوگ اعراب آداب معاشرت سے ناواقف تھے۔ انہوں نے حجرات کے باہر ہی سے پکارنا شروع کر دیا۔ **"اخرج الینا یامحمد"** ("اے محمد (صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم)ہماری طرف نکلئے") اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اس طرح پکارنے کی ممانعت اور انتظار کرنے کا حکم دیا گیا۔ مسند احمد ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت مختلف الفاظ سے آئی ہے۔ **(تفسیر مظھری)**

تنبیہہ: صحابہ و تابعینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے علماء ومشائخ کے ساتھ بھی اسی ادب کا استعمال کیا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب میں کسی عالم صحابی سے کوئی حدیث دریافت کرنا چاہتا تھا تو ان کے مکان پر پہنچ کر ان کو آواز یا دروازہ پر دستک دینے سے پرہیز کرتا اور دروازہ کے باہر بیٹھ جاتا تھا کہ جب وہ خود ہی باہر تشریف لائیں گے اس وقت ان سے دریافت کروں گا۔ وہ مجھے دیکھ کر فرماتے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی آپ نے دروازہ پر دستک دے کر اطلاع کیوں نہ کر دی؟ تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ (میں عرض کرتا کہ) عالم اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی شان میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان کے باہر آنے کا انتظار کیا

جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی عالم کے دروازہ پر جا کر دستک نہیں دی، بلکہ اس کا انتظار کیا کہ وہ خود ہی جب باہر تشریف لائیں گے اس وقت ملاقات کروں گا۔[220]

مسئلہ: آیت مذکورہ میں **حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ (الحجرات ۵)** میں (لفظ) **الیھم** کی قید بڑھانے سے یہ ثابت ہوا کہ صبر وانتظار اس وقت تک کرنا ہے جب تک کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لوگوں سے ملاقات وگفتگو کیلئے باہر تشریف لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا باہر تشریف لانا کسی دوسری ضرورت سے ہو اس وقت بھی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے اپنے مطلب کی بات کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کا انتظار کریں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (صرف ان کی غرض سے باہر تشریف لا کر) ان کی طرف متوجہ ہوں اس وقت بات کریں۔[221]

اس آیت مبارکہ کے ماتحت **روح البیان (صفحہ ۹۶ جلد ۹)** میں ہے:

"فکما لابد من التأدب معه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم فکذا مع من استنّ بسنّته کالعلماء العاملین وکان جماعة من العلماء یجلسون علی باب غیرھم ولایدقّون علیه بابه حتی یخرج لقضاء حاجته احترامًا۔الخ"

پھر جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب ضروری ہے ایسا ہی اس شخص کا ادب بھی ضروری ہے جو کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی سنت مبارکہ کا کامل متبع ہو جیسا کہ باعمل علماء ہیں اور (اسلاف کے) علماء کی ایک جماعت جب دوسرے علماء کے پاس جاتی تو احترام کی وجہ سے ان

---

[220] (روح المعانی:صفحہ:۱۴۴:جلد:۱۳)

[221] (معارف القرآن:صفحہ:۱۰۳:جلد:۸)

کے دروازے نہیں کھٹکھٹاتی بلکہ دروازہ پر بیٹھ کر انتظار کرتی تا کہ وہ خود اپنے کام سے باہر تشریف لائیں۔

آیت نمبر٦:يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرة١٠٤)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم رَاعِنَا مت کہا کرو اور انْظُرْنَا کہہ دیا کرو اور سن لو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی۔“

(جاننا چاہئے کہ) بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں آکر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں برے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے مگر عربی زبان میں اس کے معنی بہت اچھے ہیں کہ ”ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے“ اس لئے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعض مسلمان بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اے ایمان والو تم لفظ رَاعِنَا مت کہا کرو اور اگر اس کے ظاہری مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ انْظُرْنَا کہہ دیا کرو کہ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے اور اس حکم کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو اور ان کافروں کو تو سزائے دردناک ہوگی جو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں۔[222]

[222] (بیان القرآن)

اور اس آیت مبارکہ کے ماتحت مسائل السلوک بر حاشیہ بیان القرآن للتھانوی کے صفحہ ۳۳
پر ہے: "قولہ تعالیٰ۔ یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَاتَقُولُوا رَاعِنَا (البقرۃ ۱۰۴) اس آیت میں آدابِ شیخ کی
تعلیم ہے کہ جس امر میں ادب شیخ میں خلل پڑنے کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۷: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِینَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور ۶۲)

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کیلئے جمع کیا گیا ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کیلئے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کیلئے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں مؤمنوں کو ادب کی تعلیم دی ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں کسی ضروری معاملے کیلئے اکٹھا کریں تو انہیں وہاں سے بغیر اجازت چلے جانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اگر بالفرض انہیں کوئی سخت ضروری مسئلہ پیش آئے تو پھر بھی اجازت لے کر ہی جائیں، بغیر اجازت نہ چلے جائیں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

"وفی الآیۃ بیان حفظ الادب بان الامام اذا جمع الناس لتدبیر امر من امور المسلمین ینبغی ان لا یرجعوا الا باذنہ ولا یخالفوا امیر السریۃ ویرجعوا بالاذن اذا خرجوا للغزو ونحوہ وللامام ان یاذن ولہ ان لایاذن الا علی ما یری فمن تفرق بغیر اذن صار من اھل الھوی والبدع

وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا صعد المنبر یوم الجمعۃ واراد رجل الخروج وقف حیث یراہ فیاذن لہ ان شاء ولذا قال عظماء الطریقۃ قدس اللہ اسرارھم ان المرید اذا اراد ان یخرج لحاجۃ ضروریۃ ولم یجد الشیخ مکانہ فانہ یحضر الباب ویتوجہ بقلبہ ویستاذن من روحانیۃ الشیخ حتی لا یستقل فی خروجہ بل یقع ذٰلک من طریق المتابعۃ فان للمتابعۃ تاثیرا عظیما"۔

اس آیت مبارکہ میں ادب کی رعایت کا بیان ہے کہ جب امام لوگوں کو مسلمانوں کے کسی بھی ایک معاملہ کی اصلاح کیلئے جمع فرمائیں تو لوگوں پر حق ہے کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر واپس نہ جائیں۔ نیز امیر لشکر کی مخالفت نہ کریں۔ جب لوگ جہاد وغیرہ کیلئے نکلے ہوں اور واپس آنا چاہیں تو اجازت لے کر پھر واپس ہوں اور امام کو اختیار ہے کہ اجازت دے یا اجازت نہ دے۔ بجز سخت ضروری مسئلہ کے کہ اس وقت اجازت دینا بہتر ہے پھر جو شخص بغیر اجازت لئے جدا ہوا تو وہ اصحاب خواہش نفسانی اور اصحاب بدعت میں سے ہو جائے گا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن جب منبر مبارک پر چڑھتے اور کوئی شخص مسجد شریف سے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتا تو وہ کھڑا ہو کر ٹھہر جاتا بایں طور کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اسے دیکھ لیتے پھر اگر چاہتے تو اسے اجازت دے دیتے۔ اسی لئے مشائخِ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ مرید جب کسی ضروری کام کیلئے باہر جانا چاہے اور شیخ کو اپنے مکان میں نہ پائے تو وہ اپنے شیخ کے دروازہ پر حاضر ہو کر اپنے دل سے ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور شیخ کی روحانیت سے اجازت لے کر پھر جائے تاکہ مرید اپنے باہر جانے میں اپنے ارادے یا اختیار کے تابع نہ ہو جائے اور یہ کام متابعتِ شیخ سے ظہور میں آئے کیونکہ متابعت میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس آیت مبارکہ کے تحت مسائل السلوک میں ہے۔

قولہ تعالیٰ: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا۔الخ" روح البیان میں ہے کہ اس میں (یہ بھی) اشارہ ہے کہ مرید کو مستقل ہو کر کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر۸: لَاتَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ٦٣)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے جیسانہ سمجھو۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں صاحب معارف القرآن اپنی اسی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قولہ تعالیٰ: لَاتَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ٦٣)

اس آیت مبارکہ کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ دُعَاءَ الرَّسُولِ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا لوگوں کو بلانا ہے (جو نحوی قاعدہ سے اضافت الی الفاعل ہے) اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ اس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے بلکہ اس وقت آنا فرض ہو جاتا ہے اور بغیر اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے۔ آیت کے سیاق وسباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی ہے اسی لئے مظہری اور بیان القرآن میں اس کو اختیار کیا ہے اور اس کی ایک دوسری تفسیر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ دعاء الرسول سے مراد لوگوں کا رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کو کسی کام کیلئے پکارنا اور بلانا ہے۔ (جو نحوی ترکیب میں اضافت الی المفعول ہوگی)۔

اس تفسیر کی بناء پر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر "یا محمد" نہ کہو کہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم یا نبی اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم وغیرہ کہا کرو اس کا حاصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم

وتوقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایسی چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو یا جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ یہ حکم ایسا ہو گا جیسے سورہ حجرات میں اسی طرح کے کئی حکم دیئے گئے ہیں مثلاً وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات ۲) یعنی جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بات کرو تو ادب کی رعایت رکھو ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے باتیں نہ کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں اور مثلاً یہ کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو باہر سے آواز دے کر نہ بلاؤ بلکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو اِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ (الحجرات ۴) میں اسی کا بیان ہے۔

تنبیہہ: اس دوسری تفسیر میں ایک عام ادب بزرگوں اور بڑوں کا بھی معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں بڑوں کو ان کا نام لے کر پکارنا اور بلانا بے ادبی ہے۔ تعظیمی لقب سے مخاطب کرنا چاہئے۔[223]

نوٹ: عزیزم! اس عاجز نے قرآن مجید سے آداب مشائخِ عظام کے ثبوت کے لئے آٹھ آیات مبارکہ مستند اور مشہور تفاسیر کی عبارات کو درج کرتے ہوئے پیش خدمت کی ہیں۔ حقیقتاً تو قرآن مجید میں اس موضوع پر بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں لیکن اس عاجز نے اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان آٹھ آیاتِ مقدسہ پر اکتفا کیا۔

اگر آپ کو اسی موضوع پر کچھ مزید آیات کے دیکھنے کا ارادہ و اشتیاق ہو تو سورہ احزاب کی آیت نمبر:٦: کا ابتدائی حصہ اور آیت نمبر:٥٣: کا مکمل ہی اور سورہ فتح کی آیت نمبر٩: (جبکہ تعزروہ اور

[223] (معارف القرآن:صفحہ:۴۵۵:جلد:٦)

توقروہ کے ضمائر منصوب متصل کا مرجع لفظ (رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تسلیم کیا جائے (**کماسلمه** بعض التفاسیر) کا مطالعہ فرمائیں۔

چند احادیث مبارکہ اور واقعات صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آدابِ مشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ کا استنباط وثبوت

اب آگے اسی موضوع کے اثبات میں یہ احقر چند احادیث مبارکہ پیش خدمت کرتا ہے اور اس کے دو حصے بنائے جاتے ہیں۔ حصہ اولیٰ میں وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے بڑوں کا ادب رکھنے کا ثبوت ملتا ہے اور دوسرے حصے میں وہ جو کہ حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آداب بجا لانے میں صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قصے اور واقعات ذکر ہوئے ہیں۔

ثبوت آداب اکابر علماء ومشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ از احادیث مبارکہ

حدیث نمبر ا:عن مالک بن الحویرث قال اتی رجلان النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَ أله وَسلَّم یریدان السفر فقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم اذاانتما خرجتمافأذناثم اقیما ثم لیؤمکمااکبرکما۔[224]

ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دو آدمی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جو سفر کرنا چاہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم سفر پہ نکل جاؤ تو اذان کہنا پھر اقامت کہنا اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔

---

[224] (بخاری ص ۸۸ باب الاذان للمسافر اذا کانوا اجماعة والاقامة)

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص عمر میں دوسرے شخص سے بڑا ہو تو چھوٹے پر لازم ہے کہ وہ بڑے کا ادب کرے یہاں تک کہ اگر وہ سفر میں ہوں اور وہ دونوں حسنِ قرأت اور علمِ دین میں برابر ہوں تو چھوٹے کو چاہیئے کہ بڑے ہی کو اپنا امام بنائے۔ اسی میں ادب ہے۔

حدیث نمبر ۲: "عن ابی قلابة عن مالک بن الحویرث قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلم فی نفر من قومی فاقمنا عندہ عشرین لیلة وکان رحیما رفیقا فلما رای شوقنا الی اھلینا قال ارجعوا فکونوا فیھم وعلموھم وصلوا فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم۔"[225]

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ہم بیس روز تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ٹھہرے۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم بہت مہربان اور شفیق تھے۔ جب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اہل وعیال کی طرف ہمارا رجحان دیکھا تو فرمایا کہ اب واپس جاکر اہل میں رہو۔ انہیں علمِ دین سکھانا اور نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ تمہیں نماز پڑھائے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے بھی پہلی حدیث والا مسئلہ معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر والے پر حق ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والے کا ادب واحترام کرے اور اسے اپنا امام بنائے۔

---

[225] (بخاری ص ۸۷: باب من قال لیؤذن فی سفر مؤذن واحد)

حدیث نمبر۳:عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم یؤم القوم اقرأھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراء ۃ سوآء فاعلمھم بالسنّۃ فان کانوا فی السنّۃ سوآء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاقدمھم سنّا۔

یعنی روایت ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ۔[226]

فائدہ: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ زیادہ علم والا شخص زیادہ عمر والے سے افضل ہے اگر کسی جگہ کوئی چھوٹی عمر والا عالم دین اور کوئی بڑی عمر والا آدمی اکٹھے ہو جائیں تو عمر رسیدہ (یعنی بڑی عمر والے) کو چاہیئے کہ وہ عالم دین کا اس کے علم دین کی وجہ سے ادب واحترام کرے اگرچہ وہ اس سے کم عمر ہو۔ یہاں تک کہ نماز کا اپنا امام بھی اسی ہی کو بنائے۔ (کیونکہ بنابر ادب شرعًا وہ ہی اس کا حق دار ہے)۔

حدیث نمبر۴: "عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویامر بالمعروف وینہ عن المنکر۔[227]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔

---

[226] (مسلم، مشکوٰۃ باب الامامۃ ص ۱۰۰)

[227] (رواہ الترمذی: وقال ھذا حدیث غریب: مشکوٰۃ: ۴۲۳)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے بخوبی ظاہر ہوا کہ جو شخص بڑوں کی تعظیم واحترام نہ کرے تو وہ بفرمانِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وعید **لیس منّا** میں داخل ہے۔یعنی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جماعت میں سے نہیں ہے۔**(العیاذ باللہ تعالیٰ)**

حدیث نمبر ۵:"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللّٰه تعالی عنهم قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا"۔[228]

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تشریح: مرآت **(ص ۵۶۰)** میں ہے کہ بڑے کی عزت وتعظیم کرنا یہ حکم مبارک عام ہے یعنی بڑائی خواہ عمر کی ہو، خواہ علم کی، خواہ درجہ کی۔ سب کی بفرق مراتب تعظیم کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ یہاں سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیر (بڑے) سے مراد عمر اور سن کا کبیر ہے۔ علم کا کبیر مراد نہیں تو ہم اثبات میں یوں کہیں گے کہ جب سن کے کبیر کی تعظیم وتکریم لازم ہوئی تو علم کے کبیر کی تعظیم وتکریم تو بطریقہ اولیٰ لازم وضروری ہوئی کیونکہ علم کے کبیر کی شان سن کے کبیر سے کوسوں درجے زیادہ ہی ہے۔ پھر اہل اللہ کی تعظیم وتکریم تو بطریقہ **اولیٰ ثم اولیٰ من الاولیٰ** ثابت ہوئی کیونکہ اہل اللہ کی شان اہلِ علم سے کوسوں درجے زیادہ ہی ہے۔

---

[228] (حدیث صحیح رواہ ابو داؤد والترمذی، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح وفی روایة ابی داؤد حق کبیرنا۔ ریاض الصالحین: صفحہ: ۱۶۸: باب توقیر العلماء والکبار)

حدیث نمبر ٦: "وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ ولا الجافی عنہ واکرام السلطان المقسط۔"

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے بوڑھے مسلمان اور ایسے حاملِ قرآن کا احترام جو کہ نہ اس (قرآن) میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادل بادشاہ کا احترام (یعنی ان تینوں قسم کے لوگوں کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے)۔[229]

حدیث نمبر ۷: "وعن عآئشۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قال انزلوا الناس منازلھم۔"[230]

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے اعتبار سے پیش آؤ۔

فائدہ: اس حدیث شریف کے ماتحت حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں لمعات سے منقولاً مرقوم ہے کہ "ای اکرموا کل شخص علی حسب فضلہ وشرفہ ولا سوّوا بین الوضیع والشریف والخادم والمخدوم" یعنی ہر شخص کا اکرام اس کی فضیلت اور شرف کے مطابق کرو خسیس اور شریف خادم اور مخدوم میں برابری مت کرو۔ (شریف اور مخدوم کا اکرام و تعظیم زیادہ کرو کہ یہ خسیس اور خادم سے فضیلت اور شرف میں بڑھ کر ہیں)۔

---

[229] (رواہ ابو داؤد والبیھقی فی شعب الایمان ومشکوٰۃ:۴۲۳)

[230] (رواہ ابو داؤد ومشکوٰۃ:۴۲۴)

حدیث نمبر ۸: "وعن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم رجلان احدھما عابد و الآخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔"[231]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے ایک عابد ہے اور دوسرا عالم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ایک ادنیٰ پر۔

در بیانِ ذکرِ واقعاتِ بعض صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم در آدابِ حضرت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم

یہ عاجز اس حصہ کے بیان میں عربی عبارات کے لکھنے کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے صرف ترجمہ یا بیان مفہوم ومطلب پر اکتفا کرتا ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ ہر ایک واقعہ کے ثبوت کیلئے ماخذ (یعنی منقول عنہ کتاب) کا نام اور صفحہ وغیرہ ضرور عرض کرتا جائے گا۔

واقعہ نمبر ۱: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایامِ ہجرت میں مدینہ شریف پہنچے تو وہاں قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں جا اترے اور نئے لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کیلئے آتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر دھوپ آگئی تو حضرت ابو بکر

---

[231](رواہ الترمذی و مشکوٰۃ: صفحہ: ۳۴)

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے اوپر اپنی چادر تان لی اور سایہ کئے رکھا۔[232]

واقعہ نمبر ۲: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا کسی یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چونکہ جانتا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حق ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور رشوت کبھی نہیں لیتے ہیں لہٰذا اس نے بشر کو کہا کہ چل حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیصلہ کرائیں گے۔ بشر چونکہ جھوٹا تھا اس نے یہودی کو کہا کہ نہیں بلکہ تمہارے سردار کعب بن مالک کے پاس جاکر فیصلہ کرائیں گے۔ منافق کا خیال یہ تھا کہ کعب چونکہ رشوت خور ہے میں اسے کچھ رقم وغیرہ دے کر اپنا بنادوں گا لیکن یہودی کے اصرار سے دونوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے دونوں کا بیان سن کر فیصلہ یہودی کے بارے میں دے دیا۔ منافق اس بات پر راضی نہ ہوا اور یہودی کو کہنے لگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں شاید اس نے یہ سمجھا ہو گا کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار پر سخت ہوتے ہیں لہٰذا وہ یہودی پر سختی کریں گے اور میرے لئے ہی فیصلہ کریں گے۔ یہودی کو اطمینان تھا کہ وہ سخت ہیں لیکن وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ کو ہی غالب رکھیں گے بہر حال یہودی نے انکار نہ کیا اور جب وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے سارا واقعہ بیان کر دیا کہ اس مقدمہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فیصلہ سنا چکے ہیں مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[232] (بخاری ص ۵۵۴ ج ۱: باب هجرة النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم الی المدینة و اصحابه)

نے اس منافق سے پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ٹھہرو میں ابھی ابھی گھر سے آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے گئے اور اپنی تلوار لے کر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ نہ مانے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس کا فیصلہ یہ ہے۔ آیت شریف أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ(النساء٦٠) سے لے کرفَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء٦٥) تک کی آیتیں اس قصہ کے موضوع پر نازل ہوئی ہیں۔[233]

فائدہ: اس واقعہ سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بخوبی عیاں و نمایاں ہوئی۔

واقعہ نمبر۳: حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کی جانب دعوتِ اسلام اور صلح کے ابتدائی قواعد وضوابط طے کرنے کیلئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی کہ وہ بیت الحرام کا طواف کرلیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا اور فرمایا میں اس وقت تک طواف خانہ کعبہ نہیں کرسکتا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے اس کا طواف نہ فرما لیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب

---

[233](روح البیان:صفحہ:۳۲۰:جلد:۵)

کی رعایت کو طواف سے عظیم تر جانا اور حق وصواب بھی یہی ہونا چاہیے کہ کوئی عمل اور کوئی عبادت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب کی رعایت کے برابر نہیں ہے۔[234]

واقعہ نمبر ۴: حضرت علی باب المدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذی قعدہ ۶ ھ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اگلے سال تشریف لائیں۔ اور مکہ شریف میں (صرف) تین دن قیام فرمائیں تو جب کاتب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر لکھی تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فیصلہ فرمایا وہ بولے ہم اس (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رسول ہونے) کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم مانتے ہوتے کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبد اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم ہیں تو فرمایا کہ میں رسول بھی ہوں اور محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہوں پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مٹا دو وہ بولے کہ اللہ کی قسم میں کبھی آپ کو (یعنی لفظِ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کو) نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اس صلح نامہ کو پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے پھر لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد ابن عبد اللہ نے صلح فرمائی۔[235]

---

[234] (مدارج النبوۃ ص ۵۴۰ ج ۱: الشفاء لقاضی عیاض عربی ص ۳۱ ج ۲)

[235] (مشکوٰۃ: صفحہ: ۳۵۵: باب الصلح)

فائدہ: اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ مٹانا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت وادب کی بناء پر تھا۔ لہٰذا اس واقعہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب ومحبت کا ثبوت ملا جو کہ مقصود بیان ہے۔

واقعہ ۵: مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایام ہجرت میں روزانہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے استقبال کیلئے مقام حَرَّہ تک آنا:

جب مدینہ طیبہ کے مہاجر وانصار مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے ارادہ سے مکۃ المکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ صبح کے وقت آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا استقبال کرنے کیلئے مقام حرہ تک آتے۔ انتظار کرتے رہتے اور دوپہر گرم ہونے پر واپس لوٹتے تھے۔[236]

واقعہ نمبر ۶: حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ادب

حضرت امّ الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت اسامہ وبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گرمی سے بچانے کی خاطر اپنا کپڑا اوپر تان کر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔[237]

---

[236] (بخاری ص ۵۵۴ ج ۱: باب ھجرۃ النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم واصحابہ)

[237] (مسلم شریف ومشکوٰۃ: صفحہ: ۲۳۵: باب مایجتنبہ المحرم)

فائدہ: مولانا احمد یار خان صاحب نعیمی مرآت:صفحہ:۱۸۷:جلد:۴ میں اس حدیث مبارکہ کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اونٹنی کی مہار پکڑے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر انور پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس حدیث شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے، خواہ خدام تنخواہ دار نوکر ہوں، یا اپنے شاگرد، مرید، معتقد۔

دوسرے یہ کہ محرم بحالت احرام چھتری، خیمہ اور چادر کا سایہ لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ چیزیں اس کے سر سے علیحدہ رہیں۔

فائدہ: مرقاۃ:صفحہ:۳۸۲:جلد:۵ میں ہے کہ چادر تاننے والے حضرت اسامہ اور مہار تھامنے والے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے پس اس حدیث مبارکہ سے ان دونوں حضرات کے ادب کا ثبوت ملا کیونکہ محبوب حقیقی پر چادر تان کر سایہ کرنا بھی ادب ہے اور محبوب کے جانور کی مہار پکڑ کر چلنا بھی ادب ہے۔

"مندرجہ ذیل تمام عبارت مدارج النبوۃ اردو:صفحہ:۵۳۸:جلد:۱ سے نقل کی گئی ہے جو کہ حقیقتاً الشفا فی حقوق المصطفیٰ لقاضی عیاض:صفحہ:۳۱:جلد:۲ کا ترجمہ ہے۔"

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعظیم و توقیر بجالانا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کس طرح کرتے تھے اس ضمن میں حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث بیان کی گئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صفات مذکور ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی ایک بھی

نہ تھااور نہ میری آنکھ میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے زیادہ کوئی بزرگ و عظیم تر تھااور میرا حال یہ تھا کہ میری طاقت اتنی نہ تھی کہ میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو آنکھ بھر کر دیکھ سکوں اور نہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے آنکھیں سیر ہوتی تھیں اگر کوئی مجھ سے کہے کہ میں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وصف بیان کروں تو مجھ میں اتنی قدرت نہیں اس لئے کہ میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے سامنے اپنی آنکھیں اوپر نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہماری حالت یہ تھی کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لاتے تو اصحاب مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حلقے میں جلوہ گر ہوتے ان میں حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان نشست فرماتے مگر ان میں سے کسی میں تاب وتواں نہ ہوتی کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ یہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی عظمت و کبریائی اور غایت جلال کا عالم تھا البتہ حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف دیکھتے اور متبسم ہوتے اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ان کی طرف ملاحظہ فرماتے اور تبسم فرماتے۔ یہ ان کی باہمی انس و محبت کا عالم تھا۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا حال یہ تھا گویا کہ ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں مطلب یہ کہ انتہائی سکون و قرار میں تھے۔ جنبش تک نہ کرتے اور نہ سر اٹھاتے تھے اس لئے کہ جس کے سر پر پرندہ بیٹھا ہو اگر وہ حرکت کرے اور سر اٹھائے تو سر پر بیٹھا ہوا پرندہ

اڑ جائے اور اس حدیث میں جس میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وصف مبارک بیان کیا گیاہے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کلام فرماتے تو ہم نشین صحابہ ٔ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سروں کو جھکا دیتے اور خاموش ہو جاتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت ان کو سال حدیبیہ میں قریش نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھیجا اور صحابہ ٔ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم اور احترام کرتے دیکھا اور یہ دیکھا کہ جب حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم وضو فرماتے ہیں تو آپ حضرات (صحابہ ٔ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا پانی حاصل کرنے میں جلدی کرتے اور ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ باہمی خون خرابہ ہو جائے مگر پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا آبِ دہن مبارک یا آب بینی شریف یا آب حلق مبارک جدا ہونے نہیں پاتا کہ آگے بڑھ کر اپنی ہتھیلیوں میں لے لیتے اور اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو موئے مبارک جدا ہوتا اسے جلدی سے حاصل کر لیتے اور تبرک بنا کر اس کی حفاظت کرتے اور جب کوئی حکم فرماتے تو امتثال امر میں شتابی کرتے جب بات کرتے تو اپنی آوازوں کو پست کر لیتے اور کسی کو یارانہ ہوتا کہ نگاہ اٹھائے اور آپ کی طرف دیکھے۔ یہ غایت تعظیم اور اجلال کی وجہ سے تھا جب حضرت عروہ لوٹ کر قریش کی طرف گئے تو ان کو دیکھتے ہی کہنے لگے اے گروہ قریش میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کو ان کی بادشاہی کے زمانے میں دیکھاہے مگر قسم ہے خدا کی میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کہامیں نے کسی بادشاہ کے ہم نشینوں کو کبھی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان کے اصحاب تعظیم کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے کہ جس وقت سر مبارک سے قینچی سے بال تراشے جاتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد صحابہ جمع ہو جاتے اور بالوں کو ہاتھوں میں لیتے رہتے اور ایک بھی بال گرنے نہیں دیتے۔ بعد میں ان موئے مبارک کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تقسیم فرمادیتے۔[238]

متعلقات نبوت یعنی اماکن ومقامات مقدسہ وغیرہ کی تعظیم وتوقیر

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق رکھے خواہ وہ اماکن متبرکہ ہوں یا مقامات مقدسہ یا وہ چیز جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے چھو گئی ہو یا حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اس کی معرفت کرائی ہو ان سب کی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان کیلئے لازم وضروری ہے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

منقول ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب بیٹھتے تو ان کے بال زمین تک پہنچ جاتے تھے لوگوں نے ان سے پوچھا ان بالوں کو اتنا لمبا کیوں کر رکھا ہے انہیں ترشواتے کیوں نہیں؟ جواب میں فرمایا میں انہیں اس بنا پر نہیں ترشواتا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو مس کیا (چھویا ہے) میں تبرکًا ان کی حفاظت کرتا ہوں۔[239]

---

[238](مدارج النبوۃ اردو ص ۵۳۸تا۵۴۰، ج ۱، والشفافی حقوق المصطفیٰ ص ۳۰تا۳۱، ج ۲)

[239](الشفاء: صفحہ: ۴۴: جلد: ۲)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے موئے مبارک کے چند بال تبرکًا رکھے ہوئے تھے۔ایک جنگ میں میدان کارزار میں ان کی یہ ٹوپی سر سے اتر کر گر پڑی تو انہوں نے اس کے حاصل کرنے کیلئے شدت کے ساتھ جنگ کی اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اس پر بہت سے صحابہٴ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کیا انہوں نے فرمایا میں نے یہ جنگ محض ٹوپی کے حاصل کرنے کیلئے شدت کے ساتھ نہیں لڑی بلکہ ان موئے مبارک کیلئے لڑی ہے جو اس ٹوپی میں سیئے ہوئے تھے اور میں نے ان کی حفاظت کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ تا کہ وہ مشرکوں کے ہاتھوں میں پڑ کر ضائع نہ ہو جائیں اور مجھ سے یہ تبرک سلب نہ ہو جائے۔[240]

واقعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر مبارک کی نشست گاہ پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے۔[241]

واقعہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری کے جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ میں خدا سے شرم رکھتا ہوں کہ اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرماہیں اور اس زمین مقدسہ پر حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[240] (الشفاء:صفحہ:۴۴:جلد:۲)

[241] (الشفاء:صفحہ:۴۴:جلد:۲)

وَاٰلہ وَسلَّم نے اپنے مبارک قدم رکھے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تمام گھوڑوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کر دیا اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ اپنے لئے بھی ایک گھوڑا روک لیجئے تو انہیں بھی یہی مذکورہ بالا جواب دیا۔[242]

حضرت احمد بن فضلویہ زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

احمد بن فضلویہ زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور یہ بزرگ بڑے غازیوں اور تیر اندازوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنی کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر وضو نہیں چھوا جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ اس کمان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لیا تھا۔[243]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دوسرا واقعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص کو قید کرنے اور اس پر تیس درّے مارنے کا فتویٰ دیا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی (**نعوذ باللہ منہ**) خراب ہے۔ باوجودیکہ وہ شخص لوگوں میں بڑی قدر و منزلت والا شخص تھا اور کیا تعجب ہے کہ اس شخص کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا جائے جو **معاذ اللہ** یہ کہے کہ وہ مٹی جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں خراب اور غیر خوشبودار ہے۔[244]

اور یہ مندرجہ بالا تمام واقعات یعنی واقعہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر یہاں تک یہ سب کے سب بالترتیب **مدارج النبوۃ صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۷، جلد ۱** میں موجود ہیں۔ کتاب

---

[242] (الشفاء صفحہ ۴۴ جلد ۲)

[243] (الشفاء صفحہ ۴۴، جلد ۲)

[244] (الشفاء: صفحہ: ۴۵: جلد: ۲)

الانوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد الصوفیاء عربی (لشیخ ابو الواہب سیدنا امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۸۳ھ) کے باب دوم وباب سوم سے انتخاب کر کے چند بہترین آداب و حقوق کا لفظی با محاورہ اردو ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔

فصل در ترجمہ بعض آداب منتخبہ از کتاب الانوار القدسیہ

اپنے شیخ کے بعض آداب کا بیان

اے میرے بھائی! تو جان لے کہ شیخ کے ادب کا اعلیٰ حصہ شیخ کی محبت ہی ہے۔ جس مرید نے اپنے شیخ سے کامل محبت نہ رکھی بایں طور کہ شیخ کو اپنی تمام خواہشات پر ترجیح نہ دی تو وہ مرید اس راہ میں کامیاب نہ ہو گا۔ کیونکہ شیخ کی محبت کی مثال سیڑھی ہے۔ مرید اس کے ذریعے ہی سے چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ کو پہنچتا ہے اور جس شخص نے اپنے اور اپنے مولائے عزوجل سبحانہ کے واسطے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ رکھی تو وہ منافق ہوا اور منافق جہنم کے نچلے طبقے میں ہو گا۔

جب آپ نے اس بات کو جان لیا تو اب آپکو اپنے مشائخ کے محبین (محبت رکھنے والوں) کے بعض اوصاف بتاتا ہوں تاکہ آپ ان اوصاف سے اپنی ذات کو آزمالیں اور اپنی سچی اور جھوٹی محبت میں فرق کریں۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ: تمام اہلِ طریقت نے اتفاق کیا ہے کہ محبت شیخ میں صادق مرید کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کر لے اور تمام عیبوں سے پاکیزگی اختیار کرے۔

جو مرید گناہوں سے آلودہ ہو اور اپنے شیخ کی محبت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اور جیسا کہ اس کو اپنے شیخ سے محبت نہیں ہے تو اسی طرح شیخ کو بھی اس سے محبت نہیں ہے۔ جب شیخ کو اس سے محبت نہیں ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرة ٢٢٣)

بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور بہت پاکیزگی کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرة ١٩٥)

بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (التوبة ٤)

بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں سے پیار کرتا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ:

إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص ٧٧)

بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا ہے۔

إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء ٣٦)

بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پیار نہیں کرتا جو اترانے والا اور شیخی مارنے والا ہو۔

إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا (النساء ١٠٧)

اللہ تعالیٰ اس شخص سے پیار نہیں کرتا جو خیانت کار اور گنہگار ہو۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ (النحل ٢٣)

اللہ تعالیٰ مغروروں کو پیار نہیں کرتا۔

ان کی مثل اور آیات بھی ہیں۔

اور مشائخِ کبارر حمہم اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اپنے شیخ کی محبت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی گفتگو کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کی گفتگو سننے سے اپنے کان بہرے بنادے۔ پس مرید کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو نہ سنے۔ یہاں تک کہ اگر تمام شہر والے لوگ کسی ایک صاف میدان میں جمع ہو کر اسے اپنے شیخ سے نفرت دلائیں (اور ہٹانا چاہیں) تو وہ لوگ اس بات پر (یعنی مرید کو شیخ سے ہٹانے پر) قدرت نہ پا سکیں۔

اگر بالفرض اس (مرید) کو کچھ دن کھانا پینا نہ ملے تو وہ اپنے شیخ کی طرف نظر ڈالنے اور باطنی تاثیر کی وجہ سے ان (کھانے پینے) سے بے پرواہ رہے اور ہمیں بعض محبین کی خبر پہنچی ہے کہ جب وہ اس مقام کو پہنچے تو وہ اپنے شیخ کی طرف نظر ڈالنے کی وجہ سے موٹے اور سفید ہو گئے۔

اور شیخ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہم العزیز نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے باب ۱۷۸ میں محبت رکھنے والوں کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ وہ (اپنے محبوب کی محبت سے) مقتول ہو۔ محبوب میں فانی ہو ہمیشہ محبوب کی طرف چلنے والا ہو (یعنی باطن میں اس کی طرف سیر کرنے والا ہو) بہت جاگنے والا محبوب کے غم میں ڈوبنے والا جو چیز کہ اسے محبوب سے ہٹائے خواہشات دنیوی ہوں یا اخروی سب سے علیحدہ ہونے والا بہت آہ نکالنے والا۔ محبوب کی گفتگو اور نام مبارک سے راحت پانے والا محبوب کے غم اور دکھ میں ہمیشہ شریک ہونے والا محبوب کی خدمت گزاری میں بے ادبی سے ڈرنے والا اپنی طرف سے محبوب کے حق میں جو کچھ بھی کرے اس کو تھوڑا سمجھنے والا اور محبوب کے تھوڑے کو بہت سمجھنے والا۔ محبوب کی اطاعت سے چمٹنے والا۔ اس کی مخالفت سے بھاگنے والا۔ اپنے نفس سے بالکلیہ علیحدہ ہونے والا جن تکلیفوں سے طبیعتیں متنفر ہوتی ہیں ان پر

صبر کرنے والا جن مشکلات پر محبوب اسے کھڑا کرے ان پر مضبوطی سے قائم رہنے والا محبوب کی محبت میں دائمی مجنوں اور اس کی رضا کو اپنے نفس کے تمام مطالب پر ترجیح دینے والا ہو۔

پس اے بھائی! تو ان اوصاف کو جو کہ میں نے تجھے شیخ کی محبت کے بارے میں بیان کئے اپنی ذات پر پیش کر اگر تو نے اپنی ذات کو ان کے موافق پایا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا اور جان لے کہ تو عنقریب ہی اس (شیخ کی محبت کے) راستے سے ان شاءاللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچ جائے گا۔ کیونکہ مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم کے دروازوں میں سے ہے۔

مریدین کے لئے بعض آداب مشائخِ عظام کا بیان بعنوان ارشادات

ارشاد نمبر ا: اے میرے بھائی! تو جان لے کہ کوئی بھی سالک مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی صحبت اور ان کے اچھی طرح آداب بجالانے اوران کی بہت خدمت کرنے کے بغیر طریقت کی ایک اچھی حالت پر کبھی نہیں پہنچا۔

ارشاد نمبر ۲: اور جو شخص بغیر شیخ کے طریقت کا دعویٰ کرے تو اس کا شیخ ابلیس (شیطان) ہو گا۔ اگر اس شخص کے ہاتھوں سے کچھ عجیب باتیں ظاہر ہوں تو وہ استدراج ہوں گی جیسا کہ کانے دجال کے عجیب وغریب کارنامے ہوں گے جب کہ وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا۔

ارشاد نمبر ۳: اور امام ابوالقاسم الجنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر شیخ کے اس راہ میں آئے گا تو وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دے گا اور جو شخص مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کا احترام اور ادب چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے بندوں کی نظروں میں مبغوض (بغض کیاہوا ناپسند) اور ایمان کے نور سے محروم رکھے گا۔

ارشاد نمبر ۴: اور میرے سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ "**من لم یعتقد فی شیخه الکمال لا یفلح علی یدیه ابدا**" یعنی جو مرید اپنے شیخ کے کمال کا اعتقاد نہ رکھے تو وہ مرید اس شیخ کے ہاتھوں پر کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر ۵: اور حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جو مرید اپنے شیخ کی صحبت میں آئے اور پھر اس پر اعتراض کرے تو بلا شبہ وہ اپنی بیعت توڑ دے گا اور اس پر واجب ہے کہ تجدید بیعت کرے۔

ارشاد نمبر ۶: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کو کبھی لفظ "کیوں" نہ کہے کیونکہ تمام مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ جس مرید نے اپنے شیخ کو "کیوں" کہا تو وہ طریقت میں کامیاب نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر ۷: شیخ عبد الرحمن جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو مرید اپنے نفس کو اپنے شیخ اور اپنے پیر بھائیوں کی محبت سے روگردانی کرنے والا پائے تو اسے جاننا چاہئے کہ اب اس کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے دھتکارا جا رہا ہے۔

ارشاد نمبر ۸: مرید پر لازم ہے کہ وہ یہ خیال کبھی نہیں لائے کہ اب وہ اپنے شیخ کا حق پورا کر چکا ہے۔ اگرچہ اپنے شیخ کی ہزار برس خدمت کرے اور اس پر لاکھوں روپیہ خرچ کرے اور جس مرید کے دل میں اتنی خدمت اور اتنے خرچ کے بعد یہ خیال آیا کہ اب وہ کچھ نہ کچھ حق ادا کر چکا ہے تو وہ مرید طریقت سے خارج ہو گیا اور اس کی بیعت وارادت ٹوٹ گئی۔

ارشاد نمبر ۹: حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ (اے لوگو) تم بزرگوں کی صحبت سچائی اور یقین ہی کے ساتھ اختیار کرو۔ اگر وہ کسی سبب ظاہری کے بغیر تم پر زیادتی

کریں تو تم صبر ہی کرو اور تم ان کے پاس پختہ ارادہ اور عاجزی ہی لے کر آؤ۔ پس اس طریقہ سے شیخ تمہیں فوراً ہی قبول فرمائیں گے۔

ارشاد نمبر ۱۰: حضرت سیدی علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل اسباب اور اپنے تمام معمولات کو جن پر اسے اعتماد ہے اپنے شیخ کے سامنے پیش کر دے تاکہ شیخ ان تمام چیزوں کو فنا اور گم کر ڈالے۔ پس اس وقت مرید کا اعتماد نہ اپنے علم پر رہے نہ عمل پر۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بعد صرف اپنے شیخ ہی کے فضل پر اعتماد رہے اور یہ یقین رہے کہ اب مجھے تمام بھلائیاں اور خیر صرف میرے شیخ ہی کے واسطے سے پہنچیں گے۔ یہ سب چیزیں اسی لئے ضروری ہیں تاکہ شیخ اس مرید کو دشمن کے منازل سے نکال کر مقامات حق جل وعلا تک پہنچا دے اور اس (مندرجہ بالا) حالت میں مرید کو بہت سخت زلزلے بھی (جن کے آنے کا بہت امکان ہے) کچھ حرکت نہیں دے سکیں گے۔

ارشاد نمبر ۱۱: اور آپ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ مرید کا اپنے شیخ کی صحبت کو لازم کرنا بعض اوقات مرید کے سفر مکۃ المکرمہ سے بھی افضل ہے کیونکہ شیخ مرید کو بیت اللہ شریف کے مالک رب تعالیٰ کی معرفت تک پہنچاتا ہے جو کہ بیت اللہ سے افضل ہے اور مرید کیلئے یہ بات کیسے بہتر ہو سکتی ہے کہ وہ اس بیت کی تعظیم کو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کیلئے تیار فرمایا ہے چھوڑ کر اس بیت کی طرف متوجہ ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے تیار فرمایا ہے۔

ارشاد نمبر ۱۲: اور مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی خدمت میں ہر وقت سچائی ہی کے ساتھ آئے اگرچہ روزانہ ہزار بار آنا نصیب ہو۔

ارشاد نمبر ۱۳: اور آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے بغیر شیخ اور ہادی کے کمال کا ارادہ کیا تو وہ مقصود کے راستہ سے بھٹک گیا کیونکہ پھل اپنی گٹھلی کے وجود کے بغیر جو کہ اس کا اصل ہے کبھی کامل نہیں ہو گا تو مرید بھی اسی طرح اپنے شیخ کے وجود کے بغیر کبھی کامل نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر ۱۴: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا شیخ اس کے پیر بھائیوں میں سے کسی ایک کو اس سے آگے بڑھادے تو وہ اپنے شیخ کے ادب کی وجہ سے اپنے اس (پیر بھائی) کی خدمت کرے اور حسد ہر گز نہ کرے ورنہ اس کے جمے ہوئے پاؤں بھی پھسل جائیں گے اور اسے بڑا نقصان پیش آئے گا۔ ہاں اگر کسی مرید کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں سے آگے بڑھ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کی خوب اطاعت کرے اور اپنے آپ کو ایسی صفات سے آراستہ کر لے جن کے ذریعہ سے وہ آگے بڑھ جانے کا مستحق ہو جائے اور اسی وقت شیخ بھی اسے اسی کی طرح دوسرے پیر بھائیوں سے آگے بڑھادے گا کیونکہ شیخ تو مریدوں کا حاکم اور ان کے درمیان عدل کرنے والا ہوتا ہے اور بہت قلیل ہے کہ کوئی مرید اس مرض سے بچ جائے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)

ارشاد نمبر ۱۵: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تجھے یہ جائز نہیں ہے کہ تو اپنے جسم کے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے تو پھر یہ بات کیسے جائز ہو گی کہ تو اپنی روح کے باپ جو کہ تیرا شیخ ہے اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کر دے حالانکہ حقیقی باپ روح ہی کا باپ ہے۔

ارشاد نمبر ۱۶: جو شخص اپنے شیخ کو ہر اس بات میں کہ اس نے فرمایا سچا سمجھا تو وہ مرد ہے اگرچہ عورت ہو اور جس نے اپنے شیخ کو جھوٹا سمجھا تو وہ عورت ہے اگرچہ مرد ہو۔

ارشاد نمبر ۱۷: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تونے جان لیا کہ تیرا شیخ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور وہ تیرے اور تیرے رب کے درمیان واسطہ ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہوتا ہے تو تو اس شیخ کی اطاعت کو لازم کر لے تو دائمی عزت پائے گا اور تو ایسا ہو جا کہ گویا کہ تو ان فرشتوں میں سے ہے جو کہ تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہیں اکڑتے اور وہ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۱۸: اور آپ فرماتے تھے کہ تو عارف باللہ کی خدمت کر تیری خدمت کی جائے گی اور تو (بالخصوص) شیخ کے روبرو اس کی ممانعت سے بچ جا ورنہ تو ملعون ہو جائے گا اور دھتکارا جائے گا۔ پس شیطان ملعون ہو گیا اور دھتکارا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہی سجدہ کا تارک بن گیا۔

ارشاد نمبر ۱۹: اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ دکھانے والا تیرا مرشد وہ ایک ایسی آنکھ ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تیری طرف لطف اور رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا منہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے پس (اے مرید) تو (اس بات کو) جان لے اور (شیخ کی اطاعت کو) لازم کر لے اور دیکھ لے کہ تو کیا دیکھتا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۰: اور آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے شیخ کی صرف ظاہری بشریت کو دیکھا تو اس کی تمام کوشش ضائع ہو گئی اور اس وقت شیخ اس کیلئے جتنا بھی روشن راستہ کھولے وہ اس مرید کی روگردانی اور جھٹلانے ہی کو بڑھائے گا کیونکہ بشر (من حیث البشر) کی تو خاصیت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی اطاعت نہ کرے۔ پس وہ خاصیت اسے شیخ کی نصیحت اور ارشاد سننے سے مانع رہے گی اگرچہ وہ ارشاد قرآن ہی کا کیوں نہ ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسے نہ گھیرے۔ اور قرآن

پاک (کی اس مندرجہ ذیل آیت) میں بھی اس ہی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک رسول کے قول کو نقل فرماتا ہے:

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (نوح۷)

ترجمہ: "اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تا کہ آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور غایت درجہ کا تکبر کیا۔"

اور یہ بات اس لئے تھی کہ ان لوگوں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی بشریت کے اعتبار سے دیکھا تھا اگر وہ لوگ انہیں ان کی روحانیت اور ان صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے ارشادوحی کے اعتبار سے دیکھتے تو ضرور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے سامنے جھک جاتے اور تابعدار ہو جاتے۔

ارشاد نمبر ۲۱: اور آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے تو مشائخ بھی اس ہی طرح ہیں۔ اس بات کو نہیں بخشتے ہیں کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے۔ حقیقت میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی کے اخلاق کے مطابق وجود پذیر ہیں۔ پس اے مرید جب تونے اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے شیخ کی محبت کو ملالیا(یعنی شریک کرلیا) اور اس وقت اپنے شیخ کو اپنے اوپر ناراض پایا تو تو اس وقت اپنے آپ کو ملامت کر اور شیخ پر بدظنی مت کر بلکہ تو یقین کرلے کہ یہ ناراضگی اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں سے ہے جو کہ فرمایا: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ (النساء۴۸) وہ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اسی اخلاق پر اللہ تعالیٰ کا ایک ولی ظاہر ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۲: اس بات پر مشائخ کا اتفاق ہو چکا ہے کہ ایک مرید کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شیخ لے لے۔ جیسا کہ ایک جہاں کیلئے دو معبود نہیں ہوتے ہیں اور ایک عورت کیلئے دو شوہر نہیں ہوتے ہیں اور ایک آدمی کیلئے دو دل نہیں ہوتے ہیں اسی طرح ایک انسان کیلئے دو شیخ نہیں ہوتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ دو شیوخ کے درمیان کسی شخص نے راستہ لیا ہو اور مردوں کے مقامات کو پہنچ گیا ہو۔

ارشاد نمبر ۲۳: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنی عبادات و مجاہدات کے ظاہری احوال کو اپنے شیخ کے حال پر قیاس مت کر کیونکہ تیرے شیخ کے ظاہری اعمال اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن اس کے اعمال کے باطن کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیخ کا ایک دن مرید کے ہزار دنوں کے برابر ہے (پس مرید جب ہزار دن عبادت کرے تو پھر شیخ کے ایک دن کی عبادت کو پہنچے گا پھر قیاس کرنا کس طرح صحیح ہو گا)۔

ارشاد نمبر ۲۴: اور میرے سید حضرت علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید وہ تمام (نعمتیں اور) مدد جو تو اپنے شیخ میں دیکھتا ہے حقیقت میں وہ تیری ہی صفات ہیں (جو کہ تجھے تیرے شیخ میں نظر آ رہی ہیں) پس اگر تو نے اپنے شیخ کو بے دین دیکھا تو غیب ازلی یعنی حقیقت میں تو بے دین ہے کیونکہ شیخ وجود کا آئینہ ہے۔ اگر تو نے اپنے شیخ کو صدیق دیکھا تو (حقیقتاً) تو اللہ تعالیٰ کے علم میں صدیق ہے۔

حکایت: کسی مرید نے ایک مرتبہ شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار آج رات میں نے آپ کے چہرہ کو خنزیر کا چہرہ دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا: اے بیٹا! آپ نے سچ فرمایا ہے میں وجود کا آئینہ ہوں پس تو نے اپنا منہ مجھ میں دیکھا ہے اور اپنے آپ کو میں یعنی

بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ لیا ہے یعنی وہ چہرہ جسے تو نے دیکھا تھا وہ میرا نہیں تھا وہ تیرا ہی چہرہ تھا لیکن تو نے اسے میرے منہ میں دیکھ لیا تھا کیونکہ شیخ مرید کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے پس اے بیٹا تو اپنے نفس کو خنزیروں کی صفات سے پاک کر لے پھر میری طرف دیکھ لے۔ پھر تو مجھے خنزیر نہیں دیکھے گا۔

ارشاد نمبر ۲۵: جب شیخ کسی مرید کے معاملے میں اس کی مخالفت کرے اور اس کی خواہش کے برعکس کام کرے تو مرید کو صبر کرنا چاہیئے اور یہ اس بات کی ایک بڑی دلیل ہے کہ شیخ نے اس مرید سے سچائی کی بو سونگھی ہے۔ اگر شیخ نے اس مرید سے سچائی کی بو نہ سونگھی ہوتی تو اس سے مخالفت والا معاملہ نہ کرتا بلکہ بیگانوں والا معاملہ کرتا یعنی نرمی اور موافقت وغیرہ۔

ارشاد نمبر ۲٦: اور آپ فرماتے تھے کہ جس مرید نے یہ گمان کیا کہ اس کا شیخ اس کے اسرار سے واقف نہیں ہے تو وہ مرید اپنے شیخ سے بہت دور ہے اگرچہ دن رات شیخ کے ساتھ ہی بیٹھتا ہو۔

ارشاد نمبر ۲۷: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید، حاسد اور اپنے شیخ کے دشمن کی بات کی طرف کان دینے سے بچ جا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور کر دے گا۔

ارشاد نمبر ۲۸: اور میرے سید حضرت علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنے شیخ کے میٹھے کلام سے دھوکہ مت کھا۔ یوں نہ سمجھ کہ تو اب اس کے نزدیک ایک اعلیٰ مقام کو پہنچ گیا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۹: اور داعی الی اللہ کی قانون دانی میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ضعیفوں کے ساتھ میٹھی گفتگو اور احسان کے ساتھ پیش آئے اور ان پر معاملہ نرم فرمائے۔ پھر جب وہ طریقت میں پکے ہو جائیں تو اس وقت شیخ کو اختیار ہے کہ ان میں جیسا چاہے ویسا حکم فرمائے۔ انہیں سخت کلامی سے زجر

فرمائے اور انہیں لذیذ طعاموں سے منع فرمائے اور ان پر اپنی صحبت میں بیٹھنے کو لازم فرمائے اور جو چاہے کرے۔

ارشاد نمبر ۳۰: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے اوپر شیخ کے ادب کو لازم بنائے اور شیخ سے کرامت کی طلب کبھی نہ کرے اور نہ ہی خلافِ عادت کسی کام کا وقوع چاہے اور نہ ہی کشف اور ان جیسی چیزوں کا مطالبہ کرے جس شخص نے اپنے شیخ سے اس نیت سے کرامت چاہی کہ اس کے بعد اپنے شیخ کی (اچھی طرح) اتباع کرے گا تو ایسے مرید کا اب تک اعتقاد صحیح نہیں ہوا ہے اور اسے یقین نہیں ہوا ہے کہ اس کا شیخ اہل اللہ کے طریق سے بخوبی واقف ہے۔(یعنی ایسا مرید اب تک ناقص مرید ہے)۔

ارشاد نمبر ۳۱: حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنے شیخ سے کرامت طلب کرنے سے بچ تاکہ تو اس (کرامت) کی وجہ سے اس کے **امر بالمعروف** اور **نهي عن المنكر** کی اتباع کرے کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور دینِ اسلام میں تیرے شک کی علامت ہے کیونکہ جس ذات نے تجھے اس (دین) کی طرف دعوت دی ہے وہ تیرا شیخ ہے اور دین اس کی اپنی شریعت نہیں ہے۔ دین تو صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی شریعت ہے۔ پس شیخ تابع ہوا متبوع نہیں (اور تابع سے کرامات کی طلب کرنا درست نہیں)۔

ارشاد نمبر ۳۲: اے مرید! تو اپنے شیخ کی خفگی (اور عتابوں) کے وقت اپنے اوپر صبر کو لازم کر لے۔ اگر وہ تجھے دھتکارے تو تو جدا مت ہو جا اور تو اس کے حضور میں اس کی طرف دزدیدہ نظر (یعنی چھپی نگاہ) سے دیکھتا رہ اور یہ بھی جان لے کہ بزرگانِ دین کسی بھی ایک مسلمان کو ایک سانس برابر

بھی ناپسند نہیں سمجھتے ہیں اور وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب مریدین کی تعلیم ہی کی غرض سے کرتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۳۳: اور آپ فرماتے تھے کہ مرید کا اپنے شیخ کے مقام کو جاننا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کمال بزرگی اور قدرت مخلوق کو معلوم ہے اور مخلوق ایسی نہیں ہے (کہ اس کا کمال وبزرگی بھی مخلوق کو معلوم ہو) پس انسان اپنی طرح کی ایک مخلوق کے بلند مقام کو کس طرح جان سکتا ہے جو کہ اس جیسا کھاتا بھی ہو اور اس جیسا پیتا بھی ہو۔

ارشاد نمبر ۳۴: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مریدو! تم اپنے شیخ کے ادب کو اپنے اوپر ہر دم لازم بناؤ اگرچہ وہ تم سے کبھی خوش روئی (وخندہ پیشانی) سے گفتگو فرمائیں کیونکہ اولیاء اللہ کے قلوب مثل قلوب بادشاہوں کے فوراً ہی حلم وبردباری سے ناراضگی وسزا دینے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ جب ولی اللہ کا بازو تنگ ہو گیا تو اس کا ایذا دینے والا اسی وقت ہلاک ہو جائے گا اور جب کشادہ رہا تو اس وقت ثقلین (یعنی تمام جن اور تمام انسانوں) کی ایذا رسانی کو بھی برداشت فرمائیں گے۔

ارشاد نمبر ۳۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کلام پر اپنی عقل کا ترازو کھڑا نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر شیخ اپنے مرید کو فرمائے کہ تو فلاں عالم یا فلاں خطیب کی صحبت میں مت بیٹھ تو مرید کو چاہئے کہ اس کی صحبت میں نہ بیٹھے کیونکہ شیخ اپنے مرید کی ہر چیز کا امانتدار وذمہ دار ہوتا ہے اسے چڑھاتا ہے یا ٹھہراتا ہے یا پیچھے ہٹاتا ہے سب کچھ اس کے سپرد ہے اور غیر شیخ اس چیز کا التزام نہیں کرے گا پس ہو سکتا ہے کہ اسے مثلاً ایک ایسی چیز بتائے جو کہ اس کیلئے مضر ہو اور اس کی خود پسندی کی باعث ہو تو اس صورت میں مرید ہلاک ہو جائے گا۔ خصوصاً جب کہ وہ اس کے شیخ سے زیادہ میٹھی زبان ہو۔

نیز نفس کا کام ہے خیانت تو وہ (علماء کے) بحث مباحثہ اور دشمنوں پر غلبہ پانے والی مجالس کی حاضری سے خوش ہو گا اور جو بات سنے گا اس پر عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھے گا اور شیخ کی مجلس ایسی نہیں ہوتی ہے کیونکہ شیخ کی غرض تو مریدوں پر سختی کرنا اور ان کے ہر ایک کام پر ان سے سختی سے حساب لینا اور ان کے نفسوں کی خواہشات کے خلاف معاملہ کرنا ہوتا ہے۔ ضعیف الحال مرید کا نفس اپنے شیخ کی صحبت سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ (لہٰذا جب شیخ اپنے مرید کو کسی عالم یا خطیب کی صحبت سے روک دے تو مرید کو چاہیئے کہ اس کی صحبت میں نہ بیٹھے ورنہ وہ مرید نقصان اٹھائے گا)۔

ارشاد نمبر ۳۶: اور آپ فرماتے تھے کہ شیخ کو جائز ہے کہ وہ اپنے مرید کو ایک وظیفے کے ترک کرنے اور ایک دوسرے وظیفہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمائے۔ پھر جب شیخ اسے کسی وظیفہ کے ترک کرنے کا حکم فرمائے تو مرید کو چاہیئے کہ فوراً ہی امتثال امر (یعنی شیخ کے حکم مبارک کی تابعداری) کرے اور مرید کو اپنے دل میں بھی اعتراض لانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دل میں یوں کہے کہ وہ وظیفہ تو اچھا تھا شیخ نے مجھے اس سے کیوں روکا۔ کیونکہ بسا اوقات شیخ اس وظیفہ میں مرید کا ضرر دیکھتا ہے۔ مثلاً اس وظیفہ سے مرید کے اخلاص کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے نیز بہت سے عمل ایسے ہوتے ہیں جو کہ عندالشرع افضل ہوتے ہیں لیکن جب ان میں نفس کا کوئی حصہ آ جاتا ہے تو وہ عمل مفضول (یعنی کم درجہ والے) بن جاتے ہیں اور مرید کو ان چیزوں کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ (لہٰذا مرید کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت امتثال امر ہی کرتا رہے اور اپنے آپ کو خطرات ووساوس کے آنے اور شبہات کے پیدا کرنے سے بچائے)۔

حکایت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو تلاوتِ قرآن مجید بلند آواز سے نہیں فرماتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت بلند آواز سے فرماتے تھے جب حضرت رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان دونوں کے اس طریقہ کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیوں بلند آواز سے تلاوت نہیں کرتے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم !میں اس ذات کو سناتا ہوں جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیوں بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم !میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ اپنی آواز تھوڑی بلند کریں اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم تھوڑی پست کرو۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دونوں کو یہ حکم اس لئے فرمایا کہ تاکہ ان کو ان کی مراد سے نکال کر اپنی مراد پر لائیں کیونکہ وہ دونوں اس وقت تعلیم اور تربیت کے مقام پر گامزن تھے۔

ارشاد نمبر ۳۷: اور آپ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ جب کبھی شیخ تمہارے سامنے ظاہراً خوش خوش اور تبسم فرماتے ہوئے نظر آئیں تو تب بھی تم ان سے ڈرو اور ان کے پاس ادب ہی سے بیٹھو کیونکہ شیخ کبھی کبھی بارش اور رحمت کی صورت میں تلوار اور عذاب ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۳۸: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید! تیرا شیخ جو کلم کہ تیرے دل میں بودے تو تو اس کو بے ثمرہ ہرگز مت سمجھ کیونکہ بعض اوقات اس کلم کا ثمرہ شیخ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس کی کھیتی ان شاء اللہ تعالیٰ برباد نہیں ہوگی۔ پس اے بیٹا تو ہر اس بات کو کہ اپنے شیخ سے سنے اس کی خوب حفاظت کر اگرچہ اس بات کو سننے کے وقت تو اس کے فائدے کو نہ سمجھے۔

ارشاد نمبر ۳۹: اپنے شیخ کی بے ادبیوں میں سے ایک بڑی بے ادبی جس میں مرید اکثر واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ مرید اپنے شیخ کے صبح وشام کے مقرر کردہ ذکر کی مجلسوں میں حاضر نہ ہو کیونکہ ہر شیخ کی مدد اس کے ورد میں ہوتی ہے پس جس مرید نے اپنے شیخ کا ورد چھوڑا وہ اپنے شیخ کی مدد سے محروم رہا۔ ہاں اگر شیخ کی مجلس میں نہ پہنچنے کیلئے مرید کے پاس کوئی عذر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ عذر اپنے شیخ کو بیان کر دے۔ پس اگر شیخ اس کے عذر کو سچا سمجھے تو ٹھیک ہے ورنہ شیخ اس مرید سے سختی سے حساب لے لے اور اس کی عدم سچائی کو اسے بیان کر دے تاکہ وہ آئندہ ایسے کام سے توبہ کر لے۔ اور مرید کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی مجلس کے فوت ہونے پر اتنا نادم اور پشیمان ہو جائے کہ تمام دنیا اپنی کشادگی کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے اور وہ مرید سخت غم کی وجہ سے اس دن صبح وشام کے کھانے کو چھوڑ دے اور شرمندگی کی وجہ سے کسی آدمی کے سامنے بھی نہ آئے اور نہ ہنسے اور نہ کھیلے (یعنی) اس شخص جیسا (رہے) کہ جس کا پیارا بیٹا اس دن مر گیا ہو۔ پس وہ مرید ہمیشہ پریشانی میں رہے یہاں تک کہ اس کا شیخ اس پر راضی ہو جائے۔

پھر جب اس کا شیخ اس پر راضی ہو گیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے اب اس مرید کے مجلس شیخ کے ترک کرنے کے عذر کو قبول فرما لیا ہے۔ اے میرے بھائی تو جان لے کہ شیخ کے ہمسایہ میں رہنے والے مریدوں پر زیادہ ضروری ہے کہ وہ شیخ کے مقرر کردہ ورد پر روزانہ پہنچیں اور یہ لوگ دور والوں کی بنسبت جو کہ ذکر کا نام سنتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے ہیں نہ گھروں میں اور نہ تنہا کسی گوشہ میں یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں بلکہ شیخ کی جماعت اور اس کے ہمسایوں پر لازم ہے کہ وہ ان دور والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجلس کی طرف کھینچ کر لائیں۔ پس جاننا چاہئے کہ یہ (ذکر اللہ تعالیٰ کی) مجلس اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی

مجلس ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی کوئی مجلس بھی اس کے مشابہ نہیں ہو سکتی ہے۔ہائے پناہ ہائے پناہ ہائے پناہ اس شخص کی صحبت سے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہے اور اس نے اپنے نفس کی خواہش کی اتباع کی اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز کیا ہوا ہے۔

ارشاد نمبر ۴۰: اور میرے سید حضرت یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہر وہ مرید جو کہ بلا عذر ذکر کی مجلس یا کسی دیگر خیر کی مجلس سے پیچھے رہ گیا تو اس کو چاہئے کہ وہ پیر بھائیوں کے سامنے اپنے نفس کو توبیخ کرے (یعنی اس کو ملامت کرے) مثلاً یوں کہے کہ اے پیر بھائیو! واہ واہ تمہاری کامیابی تم مجلس میں حاضر ہوئے اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس بیٹھے اور ہائے ہائے میری بد قسمتی کہ میں اس مجلس سے پیچھے رہ گیا۔ پس امید ہے کہ یہ ملامت کرنا اس نقصان کا بھراؤ ہو جائے۔ اور مرید کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کی غلطی پر چشم پوشی کر کے اس کو کبھی ملامت نہ کرے کیونکہ اس بات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کی ناقدری ہے کہ اس کے فوت ہونے پر مرید کو کچھ تکلیف نہ پہنچی اور اس نے اپنے نفس کو کچھ ملامت نہیں کی اور یہ کام دوسرے بھائیوں کی بے پرواہی اور عدم انتظامی کا بھی باعث ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے نہیں کرے گا تو وہ بے شک ایمان سے بیزار ہو جائے گا۔ اور قرآن مجید میں منافقوں کی صفت میں آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے ہیں مگر تھوڑا (پس تو اس آیت مبارکہ اور اس حدیث شریف کے مفہوم میں غور کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرلے)۔

عجیب نکتہ: جاننا چاہئے کہ جو مرید ذکر کی مجلس سے رہ جانے کے وقت یوں کہے کہ مجھے فلاں ضرورت یا فلاں عذر تھا لہٰذا میں حاضر نہیں ہو سکا تو اگر بالفرض اس مرید کو اس مجلس میں حاضر ہونے کی صورت میں ہزار دینار پیش کیا جاتا تو وہ اس وقت مجلس میں ضرور حاضر ہو جاتا تو ایسا مرید اپنے اس

قول میں کہ مجھے فلاں ضرورت یا فلاں عذر تھا جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے ساتھ بیٹھنے کے برابر دنیاوآخرت کی کوئی بھی چیز نہیں ہوتی ہے۔

اور ہمارے زمانے کے اکثر لوگ جو کہ ضروریات اور حاجات وغیرہ کی علتیں پیش کرتے رہتے ہیں اگر ان سے وعدہ کیا جائے کہ جو آدمی مجلس میں حاضر ہوگا تو اسے ایک دینار دیا جائے گا تو غالبًا وہ شخص مجلس کے وقت آنے سے پہلے ہی اپنی تمام ضرورتوں کو ایک طرف ہٹا کر فورًا ہی مجلس میں حاضر ہو جائے گا تا کہ وہ ایک دینار اس سے چھوٹ نہ جائے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

ارشاد نمبر ۴۱: میں نے اپنے سردار شیخ علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ شیخ جس شخص سے دشمنی کرے تو مرید بھی اس شخص سے دشمنی کرے اور شیخ جس شخص سے دوستی رکھے تو مرید بھی اس شخص سے دوستی رکھے۔

ارشاد نمبر ۴۲: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کمال کا پختہ اعتقاد رکھے تاکہ تردد کے مرض سے بچ جائے (اور فورًا ترقی کرلے)۔

ارشاد نمبر ۴۳: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے باپ اور داداؤں کی بزرگی پر اکتفاء نہ کرے جیسا کہ اکثر مشائخِ کرام کی اولاد کا حال ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی شیخ بنالے تاکہ وہ اس کی اچھی طرح تربیت کرے کیونکہ بزرگی ورثے میں نہیں ملتی ہے یہ تو صرف کوشش اور محنت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد نمبر ۴۴: پہلے زمانے کے بزرگ جنہیں ہم نے پایا ہے ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فقیر طلب طریق کے ارادہ سے آتا تو وہ پہلے اسے یہ فرماتے تھے کہ "امسح لوحک وتعال" یعنی تو پہلے اپنی لوح (دل کی تختی) صاف کرلے پھر ہمارے پاس آجا۔ کیونکہ لوح پر جب

پہلے کچھ لکھا ہو گا تو اس پر دوسری لکھائی نہیں ہو سکے گی اگر بالفرض کچھ لکھا جائے تو پھر نہ پہلا پڑھا جا سکے گا اور نہ دوسرا۔

ارشاد نمبر ۴۵: اور مرید پر حق اور واجب ہے کہ جب شیخ اس پر ناراض ہو جائے تو فوراً ہی اس کے راضی کرنے کی کوشش میں لگ جائے اگرچہ اسے اپنے گناہ کا پتہ نہ چلے جس مرید نے اپنے شیخ کے راضی کرنے کی طرف جلد بازی نہ کی تو یہ مرید کی ناکامی وناکامیابی کی دلیل وعلامت ہے۔

اور میں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن سے جن کی عمر پانچ برس تھی سنا اس نے کہا کہ (ابا جان) سچا مرید وہ ہے کہ جب شیخ اس پر ناراض ہو جائے تو اس کی روح نکلنے کے قریب آجائے اور وہ نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ ہنسے اور نہ سوئے یہاں تک کہ اس کا شیخ اس پر راضی ہو جائے، الخ۔ پس بچپن کی عمر میں بیٹے کی ایسی بات کہنے سے مجھے بہت خوشی آئی اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس کو اپنے خواص اولیاء میں سے بنائے آمین ثم آمین۔

ارشاد نمبر ۴۶: اور مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل سمجھے کیونکہ شیخ امراض باطنیہ سے محفوظ ہوتا ہے اور اس کی نیند عبادت الٰہی میں سستی کی بنا پر نہیں ہوتی ہے وہ تو ذوق کے مشاہدہ کیلئے سوتا ہے اے میرے بھائی تو جان لے کہ جس شخص نے اپنی عبادت کو اپنے شیخ کی نیند سے افضل سمجھا تو وہ عاق یعنی بے فرمان ہو گیا اور عاق (بے فرمان) کا کوئی بھی عمل آسمان کی طرف اٹھایا نہیں جاتا ہے (یہاں سے آگے شیخ نے اسی موضوع پر دو قصے بھی بیان فرمائے ہیں لیکن یہ عاجز اختصار کی وجہ سے انہیں یہاں درج نہیں کرتا۔[245]

---

[245](انوار قدسیہ:صفحہ:۵۵:جلد:۲)

ارشاد نمبر ۴۷: اور مرید پر حق ہے کہ اس کا شیخ جس عورت کے نکاح کی طرف میلان رکھے اس عورت سے کبھی شادی نہ کرے۔ نیز شیخ کی مطلقہ بیوی سے بھی شادی نہ کرے اور شیخ کے انتقال کے بعد ان کی کسی بھی اہلیہ سے شادی نہ کرے۔ (اس ارشاد کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنی اسی کتاب انوار قدسیہ میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ادب کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ نیز بزرگانِ دین کے چند عجیب قصے نقل فرمائے ہیں۔ لیکن یہ عاجز اختصار کی بنا پر انہیں یہاں درج نہیں کرتا اور شیخ علیہم الرحمۃ اس بحث کے آخر میں یوں لکھتے ہیں کہ) ہاں اگر شیخ مثلاً اس بات (یعنی اپنی اہلیہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے) کا اپنی اہلیہ کے فائدہ اور مصلحت کی بنا پر خود حکم فرمائیں تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۴۸: مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کو اپنی طرف چل کر آنے کی تکلیف کبھی نہ دے۔ مثلاً مرید سفر سے آیا ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر مجھ سے احوال پوچھیں یا مرید بیمار ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر میری عیادت کریں یا مرید کا کوئی قریبی شخص فوت ہوا ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر تعزیت (ماتم پرسی) کریں (یہ سب چیزیں مرید کیلئے بے ادبی ہیں) بلکہ مرید کو چاہیئے کہ وہ خود اپنے شیخ کے پاس جائے اور اسے سلام دے (یا اپنے احوال پیش کرے) یا تعزیہ دلائے۔ اگر کبھی شیخ ایسی صورتوں میں مرید کے پاس نہ آئیں اور اس وقت مرید کا دل اپنے شیخ سے رنجیدہ ہو جائے تو یقیناً مرید نے اپنے شیخ کی بے ادبی کی اور اس وجہ سے اس کی بیعت ٹوٹ گئی پس مرید پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ نئی بیعت کرے۔ ایک ایسا واقعہ میرے سید علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک بڑے مرید سے پیش آیا جب وہ حج سے واپس آیا تو چاہا کہ

شیخ خود میرے پاس تشریف لا کر مجھے سلام کریں لیکن ایسا نہ ہوا تو اس مرید نے اپنے شیخ سے علیحدگی اختیار کی پس اس بے ادبی کی وجہ سے موت تک اس کے تمام کمالات سلب کئے گئے۔

ارشاد نمبر ۴۹: اور میں نے اپنے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کیلئے ایک ادب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اولاد اور عیال کو جس چیز کی بھی انہیں ضرورت ہو شیخ کی موجودگی یا عدم موجودگی دونوں حالتوں میں اپنی طاقت سے جتنا خرچ پیش کر سکتا ہے تو پیش کرے۔ اگر مرید اپنے کپڑے یا عمامہ (پگڑی) کے علاوہ اور کوئی چیز نہ پائے تو وہ ان چیزوں کو بیچ دے اور ان کی رقم سے جو چیز کہ وہ (یعنی اہل و عیال) مانگیں انہیں لے کر دے دے۔ اور جس نے اپنے شیخ کے عیال کیلئے اپنی پگڑی اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو بھی بیچنا پسند نہیں کیا، اس نے اپنے شیخ کے ادب کی بو بھی نہیں سونگھی۔ کیونکہ آداب الٰہیہ میں سے ایک ادب جو کہ شیخ نے اس مرید کو سکھایا ہے دونوں جہاں اس کے برابر نہیں ہو سکتے ہیں (پس پگڑی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا یہاں کیا حیثیت رکھتے ہیں) نیز جاننا چاہیئے کہ جب کوئی مرید اپنے شیخ اور اس کے عیال پر اپنا تمام مال خرچ کر دے تو وہ مرید یہ گمان نہ کرے کہ اب اس نے اپنے شیخ کے سکھائے ہوئے ایک ادب کا حق ادا کر دیا ہے۔

حکایت: میرے سید حضرت ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے (اور اپنے) سید حضرت محمد حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تیس ہزار دینار جو کہ ان کے پاس تھے خرچ کئے اور فرمایا کہ اگر میرے پاس اس رقم سے زیادہ رقم ہوتی تو میں اس کو بھی اپنے شیخ پر خرچ کر دیتا اور جب لوگ آپ کو اس بات پر ملامت کرتے تو آپ فرماتے تھے کہ یقیناً دنیا کے تمام خزانوں سے جو کہ میرے ہاتھ میں ہو جائیں اور میں ان سب کو اپنے شیخ پر لٹا دوں وہ ایک ادب زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس کو میں نے اپنے شیخ سے سیکھا ہے۔

حکایت: اسی طرح میرے سید محمد نے اپنے شیخ ابن ابی حمائل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنا تمام مال خرچ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعا مبارک سے اس کے عوض میں انہیں دوسرا مال عطا فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ اے (بیٹا) محمد! ہمیں دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہم اسے اپنے لئے چاہیں تو وہ فوراً ہی ہمارے پاس آ جائے گی لیکن ہم نے سلف صالحین کی اقتداء کرتے ہوئے تھوڑی دنیا ہی کو اختیار کر لیا ہے (لہٰذا اپنے لئے کثرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں)۔

ارشاد نمبر ۵۰: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے چہرے میں ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھے بلکہ جہاں تک ہو سکے اپنی نظر نیچے رکھے اور اس بات کے لطف کو کتابوں میں نہیں لکھا جا سکتا۔ سالک لوگ ہی اسے چکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادات مبارکہ میں سے ایک عادت یہ تھی کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی نظر مبارک کسی شخص کے منہ میں سیدھی نہیں ٹکاتے تھے اور آپ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب چاند کو دیکھتے تو اس سے بھی اپنا چہرہ مبارک فوراً ہی ہٹاتے تھے۔

اور حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے شیخ کے چہرے مبارک پر ہمیشہ نظر رکھی تو اس نے اپنی گردن سے کمال حیاء کا پٹا نکال دیا۔

اور میرے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہاں اگر مرید اپنے شیخ کے ادب کے مقام میں ثابت قدم ہو جائے اور شیخ کے چہرے مبارک کی طرف اکثر نگاہ رکھنے سے اس کی اہانت لازم نہ آئے تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۵۱: اور میں نے اپنے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کو لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی وظیفے یا کسی ہنر میں مشغول ہو جائے۔

ارشاد نمبر ۵۲: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کی طرف پاؤں کبھی نہ پھیلائے۔ شیخ زندہ ہوں یا وفات، رات ہو یا دن ہر وقت حالت حضور وحالت غیبت دونوں میں شیخ کے ادب کی رعایت اور نگہبانی کرے۔

ارشاد نمبر ۵۳: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کی صریحاً یا اشارۃً اجازت کے بغیر اس زمانہ کے کسی بھی بزرگ کی زیارت نہ کرے اگرچہ وہ بزرگ اس کے شیخ کے بڑے دوستوں میں سے ہوں۔

ارشاد نمبر ۵۴: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کپڑے اور جوتی مبارک کو نہ پہنے اور شیخ کے بسترہ پر نہ بیٹھے اور شیخ کی تسبیح پر وظیفہ نہ پڑھے نہ شیخ کی موجودگی میں اور نہ شیخ کی غیر موجودگی میں، ہاں جب شیخ ان چیزوں کے استعمال کی خود اجازت دے دیں تو پھر صحیح ہے۔

ارشاد نمبر ۵۵: مشائخِ کبار رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب شیخ اپنے مرید کو کوئی کپڑا نعلین ٹوپی یا مسواک مبارک عطا فرمائے تو اسے لائق نہیں ہے کہ وہ اس کو کسی (دنیوی) چیز کے بدلے میں بیچ ڈالے کیونکہ بسا اوقات شیخ اس چیز میں مرید کیلئے کامل لوگوں کے اخلاق لپیٹ کر اس کے سپرد کرتا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چادر لپیٹ کر دے دی تھی اور وہ زیادہ بھولنے والے تھے پس انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کے بعد جو سنا یا جو دیکھا کسی بھی چیز کو نہیں بھولا۔

حکایت: اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (اپنے مرید) شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک مسواک عطا فرمائی پس تونگروں نے آپ (یعنی شیخ شبلی) سے اس مسواک کو سو دینار (یعنی ہزار درہم) کے بدلے میں خریدنا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا۔

حکایت: اسی طرح میں نے شیخ تقی الدین بن مقتول کو اونی سبز کپڑا بخشش دے دیا تو لوگوں نے اسے اس کے بدلے میں پچاس دینار دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔

اور میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام زکریا سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب شیخ مرید کو قمیص یا نعلین بخشش فرمائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کی تعظیم کرے۔ یعنی اس کپڑے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور ان نعلین سے گناہ کی جگہ نہ جائے اور مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی پوشاک کی تعظیم بجالاتے ہوئے ان کے اخلاق مثلاً حیا، احسان، دنیا سے بے رغبتی اور تمام گناہوں سے بیزاری کو اختیار کرے۔

ارشاد نمبر ۵۶: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے دل کو اپنے شیخ کے ساتھ ہمیشہ مضبوط باندھے ہوئے رکھے اور ہمیشہ تابعداری کرتا رہے اور ہمیشہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام امدادوں کا دروازہ صرف اس کے شیخ ہی کو بنایا ہے اور یہ کہ اس کے شیخ ایک ایسے مظہر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرید پر فیوضات کے پلٹنے کیلئے صرف انہیں کو معین اور خاص فرمایا ہے۔ اور مرید کو کوئی مدد اور فیض شیخ کے واسطہ کے بغیر نہیں پہنچتا ہے اگرچہ تمام دنیا مشائخِ عظام سے بھری ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ اس لئے ہے کہ مرید اپنے شیخ کے علاوہ باقی سب سے اپنی توجہ ہٹا دے کیونکہ اس کی امانت صرف اس کے شیخ ہی کے پاس ہوتی ہے (کسی غیر کے پاس نہیں ہوتی)۔

حضرت شیخ زین الدین الخوانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کی استمداد کو بعینہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی استمداد سمجھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے استمداد کو (بعینہ) اللہ تعالیٰ سے سمجھے تاکہ مرید (اس طریقے سے) اہل اللہ کے طریقے کو پہنچ جائے۔ سُنَّةَ اللهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا (الفتح ۲۳) یہ اللہ

تعالیٰ کا ایسا قانون ہے جو کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کے قانون میں کچھ تبدیلی نہیں پائے گا۔

ارشاد نمبر ۵۷: اور مرید پر حق ہے کہ جب اس کے شیخ کے شہر میں کوئی دوسرا بزرگ آئے اور اس کی جانب اس کے شیخ کے علاوہ دیگر بہت سے اکابر حضرات متوجہ ہو جائیں تو وہ مرید ہر گز متوجہ نہ ہو جائے اگر وہ مرید اس کی جانب متوجہ ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس مرید کی اپنے شیخ کی ابتدائی تمام صحبت ہی فاسد تھی (یعنی جتنی مدت اس مرید نے اپنے پہلے شیخ کی صحبت میں گزاری ہے وہ ساری بغیر اعتقاد کے گزاری ہے لہٰذا وہ ساری کی ساری صحبت بے کار تھی) اور بزرگانِ دین نے تحقیق فرمائی ہے کہ جو مرید اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد نہ رکھے کہ شیخ اپنے مرید کی تربیت میں دوسرے سب سے زیادہ واقف ہے تو ایسے مرید کی صحبت ہی منعقد نہیں ہوتی اور اس وقت شیخ کے باطنی اسرار میں سے کچھ بھی مرید کی جانب منعکس نہیں ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۵۸: شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب شیخ جان لے کہ فلاں مرید با استقلال (یعنی خودرو) ہو گیا ہے اور اس کی تربیت مکمل ہو چکی ہے اور وہ دودھ چھڑانے کے زمانے کو پہنچ گیا ہے تو شیخ پر واجب ہے کہ اب اپنی امداد اس مرید سے منقطع کر دے اور اس مرید کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ چھوڑ دے پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے اپنے بندوں میں ظاہر فرمائے اگر چاہے تو اسے ان میں پوشیدہ رکھے اور اس کے بعد شیخ کا اس مرید پر کچھ حکم نہیں ہے (یعنی وہ مرید اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گیا)۔

نیز فرمایا کہ جب کوئی مرید اپنے شیخ کے برابر ہو جائے یا اس سے بڑھ جائے تو اس مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ادب کو لازم کر لے۔ اسے یہ کبھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شیخ کی بے ادبی

کرے بلکہ ہمیشہ احترام کو بجالائے اگرچہ (بعض مسائل میں) اس کی اقتداء نہ کرتا ہو پھر فرمایا کہ جس مسلک کو ہم پسند کرتے ہیں وہ شیخ کی دوام اقتدء ہے (اگرچہ مرید اپنے شیخ سے بڑھ جائے)۔

پس اے بھائی اس باب میں جو آداب کہ بیان کئے گئے ہیں تو ان کو اپنے نفس پر پیش کر دے اگر تونے اپنے نفس کو ان آداب کے مطابق دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا اور بے شک تو مرید ہو گیا ہے اگر تونے اپنے نفس کو ان آداب کے مطابق نہیں پایا تو تو اپنے آپ کو مرید مت کہہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔

سوال: اگر کوئی مرید ہمیں کہے کہ پھر اس شیخ کی صفتیں کون سی ہیں کہ جن کا ادب، فرمانبرداری اور اس کی ہر ایک بات کی اتباع ہم پر ضروری ہے تو اس کا؟

جواب: یہ ہے کہ وہ شریعت کے تمام علوم میں متبحر اور کامل ہو اور اپنے تمام اقوال افعال اور عقائد میں قرآن و سنت کی پیروی کرتا ہو اور دل کے تمام خیالات کو علیحدہ علیحدہ سمجھتا ہو۔یعنی یہ جانتا ہو کہ فلاں خیال نفسانی ہے اور فلاں خیال شیطانی اور فلاں خیال ملکی اور فلاں خیال رحمانی ہے اور ابدان وارواح کے متعلق تمام امراض اور ان کے اسباب سب کو جانتا ہو تا کہ مرید کو کسی دوسرے آدمی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے اور جو اعمال واحوال کہ مرید کو ترقی دینے یا ترقی سے ہٹانے کے اسباب ہیں ان سب کو جانتا ہو تا کہ مرید کو مردوں کے مقامات تک پہنچائے اور اسے عین حقیقت سے آشنا کر دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کو مرید کے جذب اور اسے تمام عوائق سے چھڑانے کی طاقت ہو۔ لیکن یہ آخری شرط تب ہے جب کہ مرید صادق ہو اور شیخ کے اشاروں ہی سے کام کرتا رہتا ہو۔ (واللہ ورسولہ اعلم)۔

آدابِ مشائخِ کرام از تحفہ ابو الفضل سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادب نمبر ۱: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی ظاہری حالت مثلاً مسکینی، کام وکاج کرنا سادگی لباس، صورت اور قوم کی طرف نہ دیکھے، بلکہ شیخ کی باطنی نعمت، فیض، اتباع، شریعت وطریقت اور تعلیم شریعت وطریقت کو دیکھے۔

ادب نمبر ۲: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کو اپنے لئے دنیا کے تمام مشائخ سے بہتر اور افضل سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ مجھے جتنا فائدہ اور نفع میرے اس مرشد سے پہنچے گا اتنا فائدہ اور نفع اور کسی سے میسر نہ ہوگا۔ پس میرے لئے میرا یہ مرشد دنیا کے تمام مشائخ سے بہتر اور افضل رہا۔ کیونکہ جب تک مرید کا عقیدہ اپنے شیخ پر کامل نہیں ہوگا تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور باطنی نعمت سے بالکلیہ محروم ہی رہے گا۔

ادب نمبر ۳: مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کے بارے میں کبھی کوئی ہلکا لفظ ناپسندیدہ اور ناشائستہ بات نہ کہے اور اپنے شیخ کی طرف کبھی کچھ نقص اور خامی کی نسبت نہ کرے۔ اگر کسی مرید کو کسی کامل شیخ سے بالفرض کچھ فائدہ نہ پہنچے تو وہ مرید اس وقت اپنی غلطی اور اپنا ہی قصور سمجھے۔ اگرچہ اپنی غلطی وقصور کو سمجھ نہ سکے۔

ادب نمبر ۴: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے حضور میں آہستہ اور ضرورت کی مقدار بات کرے۔ بے پرواہی سے بلند آواز لمبے قصے اور حکایتیں شروع نہ کردے۔

ادب نمبر ۵: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی بات کو توجہ اور غور سے سنے تاکہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ادب نمبر ۶: مرید پر لازم ہے کہ اپنے اٹھنے، بیٹھنے اور چلنے میں اپنے شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے کیونکہ شیخ موردِ رحمتِ الٰہی ہوتا ہے۔

ادب نمبر ۷: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے جلسہ گاہ پر ہر گز نہ بیٹھے اور شیخ کے بستر مبارک پر ہر گز نہ سوئے (بجز کسی ضروری و خصوصی امر مبارک کے) اور جو آداب کہ روبرو بجالاتا ہے، غائبانہ بھی وہی آداب بجالائے۔

ادب نمبر ۸: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔

ادب نمبر ۹: مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے حضور میں دوزانو ہو کر بیٹھے اور ادھر ادھر توجہ نہ کرے ورنہ شیخ کے باطنی فیض سے بے نصیب اور محروم رہے گا۔

ادب نمبر ۱۰: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کی جانب اپنے پاؤں نہ پھیلائے شیخ حیات ہوں یا وفات شدہ، دونوں حالتوں میں آداب برابر بجالاتا رہے۔

ادب نمبر ۱۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے قول و فعل کو حق اور درست سمجھے ان پر شبہات نہ اٹھائے۔ اگر بالفرض کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

ادب نمبر ۱۲: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے حضور میں شیخ کی اجازت اور رضا کے بغیر گفتگو شروع نہ کرے۔

ادب نمبر ۱۳: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی خدمت مبارک میں سر نیچے کر کے نماز جیسا دوزانو ہو کر بیٹھے، اور شیخ کے چہرہ مبارک یا سینہ مبارک سے اپنے سینہ میں فیض یا تجلیات کے انوار کے انعکاس

اور پلٹنے کا خیال رکھے اور یوں خیال رکھے کہ ان کی برکات سے میرا باطن صاف پاک اور روشن ہو رہا ہے۔

ادب نمبر ۱۴: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے آگے نہ چلے اور ہمیشہ پیچھے چلے۔

ادب نمبر ۱۵: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا شیخ کھڑا ہو تو وہ بھی کھڑا رہے اور جب شیخ بیٹھیں تو وہ بھی بیٹھ جائے۔

ادب نمبر ۱۶: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کا نام مبارک نہ لے۔ہاں جب کوئی خاص ضرورت ہو تو پھر بے ادبی نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص پوچھے کہ آپ کے شیخ کا نام کیا ہے؟ یا ختم خواجگان شریف میں وغیرہ لیکن ان اوقات میں بہت ہی ادب واحترام سے نام لے۔

ادب نمبر ۱۷: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خوب تابعداری، اطاعت و فرمانبرداری کرے جو حکم ہو اس پر جان مال قربان کرے لیکن یہ سب آداب تب ضروری ولازمی ہیں جب کہ شیخ کامل ہو۔

ادب نمبر ۱۸: اگر کوئی مرید اپنے مرشد کا کوئی کام خلافِ شرع دیکھے تو اس کام کی پیروی نہ کرے اور شیخ پر اعتراض بھی نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کام ظاہراً تو مرید کو خلافِ شرع معلوم ہوتا ہے اور حقیقۃً موافقِ شرع ہو اور مرید اس حقیقت سے بے خبر اور ناواقف ہو ہاں اگر کوئی کام ظاہر ظہور شریعت مقدسہ کے خلاف کرے مثلاً نماز نہ پڑھے یا کوئی کفریہ لفظ استعمال کرے تو ایسے شخص کو اپنا شیخ بنانا ہی ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

ادب نمبر ۱۹: کسی مرید کا شیخ شریعت وطریقت کے کسی اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا ہو تو اس وقت اس کے مرید کو چاہئے کہ شیخ کے حکم اور فرمان مبارک کی تعمیل کرتا رہے۔ شیخ کے اعمال اور افعال

مبارکہ کی پیروی واتباع نہ کرے یہاں تک کہ شیخ کے اس مقام کو پہنچ جائے اور شیخ کا اس کو اس کام کیلئے حکم ہو جائے۔

ادب نمبر ۲۰: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خدمت گزاری میں سستی اور کوتاہی نہ کرے اور خدمت کے بعد شیخ پر کسی بھی طرح کا احسان نہ جتلائے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)

ادب نمبر ۲۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خدمت کے صلے میں ان سے مزدوری نہ لے۔

ادب نمبر ۲۲: مرید پر لازم ہے کہ کوئی بھی کام شیخ کے حکم اور رضا کے بغیر نہ کرے۔

ادب نمبر ۲۳: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے مال اور ملکیت میں لالچ و طمع نہ کرے۔

ادب نمبر ۲۴: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے رشتہ دار واقرباء کو دوسرے آدمیوں سے بہتر اور افضل جانے۔

ادب نمبر ۲۵: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے دوست، مرید اور صحبت یافتوں سے محبت وپیار کرے اور شیخ کے مخالف ودشمنوں سے علیحدہ ودور رہے۔

ادب نمبر ۲۶: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی شفقت ومہربانی پر مغرور نہ ہو جائے اور شیخ کی ہیبت، خوف اور ادب کو کسی بھی حال میں نہ چھوڑے۔

ادب نمبر ۲۷: مرید پر لازم ہے کہ شیخ پر اعتقاد کی جو بات کہ زبان پر لائے اپنے دل میں بھی اسی ہی کا یقین واعتقاد رکھے ورنہ عند الطریقہ منافق کہلائے گا۔

ادب نمبر ۲۸: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے حضور میں اپنے دل میں برے خیالات اور برے اوہام نہ لائے بلکہ خاموش ہو کر شیخ کی گفتگو مبارک کو پوری توجہ سے سنے اگر شیخ خاموش ہوں تو ان کی تجلیات وفیوضات کا اپنے سینے میں پانی جیسا بہنے کا خیال وتصور کرے۔

ادب نمبر ۲۹: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے خصوصی برتن اور کپڑوں کو استعمال نہ کرے ہاں اگر حکم مبارک ہو تو پھر درست ہے۔

مولانا شیخ عبد الملک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "مرید پر ان مندرجہ ذیل آداب کا بجالانا بھی ضروری ہے"۔

ادب نمبر ۳۰: مرید پر لازم ہے کہ مرشد کے مصلی پر نماز نہ پڑھے۔

ادب نمبر ۳۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے روبرو کھانا نہ کھائے اور پانی نہ پیئے۔

ادب نمبر ۳۲: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا مرشد کھانا شروع کرے تو وہ اس جگہ سے دور ہو جائے۔

ادب نمبر ۳۳: مرشد کے روبرو بجز مامور نوافل ووظائف کے دیگر نوافل ووظائف ادا نہ کرے۔

ادب نمبر ۳۴: شیخ کی دید میں اپنی دید ہر گز نہ ملائے باقی چہرہ کی جانب اگر محبت کا غلبہ ہو تو کبھی کبھی نگاہ ڈالے۔

ادب نمبر ۳۵: مرشد کے آگے نہ چلے اور نہ ہی شیخ کے قدم مبارک پر اپنا قدم رکھے۔

ادب نمبر ۳۶: شیخ کے حضور میں بجز حکم مبارک کے امامت نہ کرائے۔

ادب نمبر ۳۷: مرشد کی جانب سے کوئی بھی چیز آئے تو مرید اس کو تعظیم کی نظر سے دیکھے۔

ادب نمبر ۳۸: مرشد کریم کے نعلین کے برابر اپنے جوتے نہ رکھے۔

ادب نمبر ۳۹: مرشد کریم کے مخصوص بیت الخلاء (پاخانہ) میں حاجت روائی نہ کرے۔

ادب نمبر ۴۰: مرید کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے روبرو اپنا کمال علمی یا کسبی فخر کے طور پر بیان نہ کرے اپنے آپ کو نیست و نابود سمجھے۔

ادب نمبر ۴۱: جب شیخ اس دار فانی سے رحلت کر کے دار باقی میں پہنچیں تو مرید ان کیلئے ثواب صدقہ، ثواب تلاوتِ قرآن مجید، ختم شریف، درود شریف وغیرہ کے ہدیے اور تحفے بھیجتا رہے تا کہ حق ارادت و محبت ادا ہوتا رہے اور تعلق باطنی و روحانی قائم و دائم رہے۔[246]

مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے اس کے دوستوں، محبوبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے، ان کی بد گوئی اوران کی مخالفت سے دور رہے تا کہ استقامت حاصل ہو۔ مرشد سے محبت کی پہچان یہ ہے کہ مرید اپنے مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ یہ تعلیم کتاب و سنت سے ملتی ہے۔ قرآن مجید میں تاجدار ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا گیا۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى۔ (الشوریٰ ۲۳) تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم و حب اهل بیته و قرأت القرآن۔

"اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو، پیغمبر کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت علیہم الرضوان کی محبت اور تلاوتِ قرآنِ عظیم الشان" بشرطیکہ وہابی بدمذہب نہ ہو۔

---

[246] (انتہیٰ حوالہ تحفہ ابو الفضل سندھی)

ادب نمبر ۴۲: اپنے احوالِ باطنی (اچھے ہوں یا برے) مرشد کے سامنے عرض کرے کیوں کہ مرشد طبیبِ روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے جس طرح کوئی مریض اپنے حالات سے طبیبِ جسمانی کو باخبر رکھتا ہے، اگر نہ رکھے گا تو موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ اسی طرح سالک کو چاہیئے کہ اپنے مرشد یعنی طبیبِ روحانی کو کیفیات وواردات سے مطلع کرتا رہے ورنہ دل مردہ ہو جائے گا۔ اس معاملہ میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے۔ افراط یہ ہے کہ سالک اپنی کیفیات شیخ کے علاوہ ہر کہ ومہ کے سامنے بتاتا پھرے حالانکہ واردات و کیفیات تو عرائسِ باطنی ہوتی ہیں۔ بھلا کوئی شیخ غیر کو اپنی دلہن دکھاتا ہے؟ تفریط یہ ہے کہ اپنے حالات شیخ کے سامنے بھی نہ کہے اور یہ سوچتا رہے کہ مرشد صاحبِ کشف انہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ اعتدال کی راہ یہی ہے کہ اپنے حالات سے شیخ کو مطلع کرتا رہے۔ صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ سالک اگر اطلاع اور اتباع کو اپنا دستور بنا لے گا تو اس کی ترقی کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ادب نمبر ۴۳: خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

ادب نمبر ۴۴: مرشد یا شیخ کے پاس بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ لازمی پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔ مرشد کی موجودگی میں سالک کو رابطۂ قلبی میں جو فائدہ ملتا ہے وہ ذکر و وظائف سے نہیں ملتا۔ مرشد کی مثال سورج کی مانند اور مرید کی مثال پھل ، پھول کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی حرارت سے پھلوں کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے یا پھولوں کی

رنگت میں خوشنمائی آتی چلی جاتی ہے اس طرح مرشد کی توجہات سے سالک کے دل میں نورانیت آتی رہتی ہے۔ اگر سالک کوئی وظیفہ کرنا چاہے تو شیخ کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر کرے۔

ادب نمبر ۴۵: جو کچھ فیضِ باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو اسے یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ جس طرح ایک بلب تار سے جڑا ہوتا ہے اسے جو بھی بجلی پہنچتی ہے اسی تار کے ذریعے سے پہنچتی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بجلی تربیلا ڈیم سے آرہی ہے یا حب ڈیم سے آرہی ہے۔ جس پاور اسٹیشن سے بھی آئے گی اس تار سے ہو کر بلب کو ملے گی۔ اس طرح مرید کو جو بھی باطنی فیض پہنچتا ہے وہ شیخ کے قلب سے ہو کر پہنچتا ہے اگرچہ وہ فیض پیچھے کسی بھی بزرگ کی طرف سے آرہا ہو اس لئے کوئی مرید ظاہر میں کسی دوسرے بزرگ سے فیض ملتا دیکھے تو بھی یہی گمان کرے کہ میرے شیخ کا کوئی لطیفہ اس شکل میں ظاہر ہو کر مجھے فیض پہنچا رہا ہے۔ مرید کی توجہ کا قبلہ ہمیشہ ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اس کو کہتے ہیں یک گیر محکم بگیر یعنی ایک ہی شیخ بنالو اور انہیں مظبوطی سے تھامو۔

پیر کا ادب مرید پر لازم ہے اور ادب مختلف طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ پیر کی تابعداری اور بات ماننا بھی ادب ہے۔ پیر کی قدم بوسی و دست بوسی بھی ادب میں شامل ہے۔ یہ مدارج میں ترقی کا باعث ہے۔ اور پیر کے سامنے علامتِ انکساری ہے۔ مرید جس قدر اپنے پیر کی تعظیم کرے اسی قدر وہ کامیاب ہوتا ہے اور قدم بوسی و دست بوسی بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور مرید سنت کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم مبارک کو اگر کوئی صحابی چومنا چاہتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم منع نہ فرماتے بلکہ اس کو اجازت دیتے۔

مشکوۃ شریف میں ہے:

عَنْ زَارِعٍ وَکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادِرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وَرِجْلَہٗ۔[247]

زارع جو عبد القیس کی ایلچیوں کی جماعت میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد القیس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب آئے تو سواریوں سے جلد جلد اتر کر آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قدم بوسی سنت ہے، شرک یا بدعت نہیں۔ اب اگر کوئی اس ادب کو شرک یا بدعت سے تعبیر کرے یہ اس کی جہالت پر مبنی ہے۔

ابن ماجہ شریف باب الرجل یُقَبِّلُ یَدَ الرَّجُلِ کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ **فَقَبَّلْنَا یَدَاہُ** ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔[248]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو یہودیوں نے سید الابرار احمد مختار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سوال کئے۔ تو رازدارِ رب العلاء محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے ان کے جواب ارشاد فرمائے۔ تو ان یہودیوں نے جواب سن کر **فَقَبَّلاَ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ** آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی **نَشْھَدُ اَنَّکَ نَبِیّ**" ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نبی ہیں۔[249]

---

[247] (رواہ ابو داؤد، صفحہ ۲۱۸، مشکوۃ المصابیح ۴۰۲ کتاب الاذکار للنووی ص ۲۳۴)

[248] (ابو داؤد شریف، صفحہ ۲۱۸ جلد ۲، الادب المفرد ص ۱۴۳)

[249] (ترمذی شریف ص ۹۸ ج ۲، مشکوۃ شریف ص ۱۷، کتاب الاذکار للنووی ص ۲۷۱ ج ۲، شرح فقہ اکبر لعلامۃ المغنیساوی ص ۲۲، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۱۸)

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم میں، علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے ردّ المحتار میں، علامہ فقیہہ سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں، علامہ کروی اربلی علیہ الرحمۃ نے تنویر القلوب میں ایک روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نقل فرمائی ہے، کہ ایک اعرابی نے احمد مجتبیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: قُلْ لِتِلْکَ الشَّجَرَۃِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَدْعُوْکَ۔ (اس درخت کو کہو کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بلاتے ہیں) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ درخت دائیں بائیں آگے اور پیچھے جھکا جس سے اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر وہ زمین کو چیرتا، اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا خاک اڑاتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ''۔ اعرابی نے کہا اب اس کو اپنی جگہ پر لوٹنے کا حکم فرمایئے تو نبی مختار حبیب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان پر درخت اسی جگہ کھڑا ہو گیا۔ معجزہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی: اِءذِنْ لِیْ اَسْجُدْ لَکَ (مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں) آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو یہ حکم فرماتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو بلاشک عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ بعد ازیں اس نے عرض کیا: اِئْذِنْ لِیْ اَنْ اُقَبِّلَ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ فَاَذِنَ لَہٗ (مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دوں۔ تو ختمِ رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت عنایت فرمائی۔ [250]

---

[250] (شفاء شریف ص ۱۹٦ ج ۱، تنبیہ الغافلین ص ۲٦۲، شامی شریف ص ۲۸۱ جلد ۵ مکتبہ حقانیہ، تنویر القلوب لکروی ص ۱۹۹)

علامہ ابراھیم بن محمد حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

عِنۡدَ اَبِیۡ یُوۡسُفَ لَایَکۡرَہُ وَ لَا بَاۡسَ بِالۡمُصَافِحَۃِ وَ تَقۡبِیۡلِ یَدِ الۡعَالِمِ وَ السُّلۡطَانِ الۡعَادِلِ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عالم دین اور عادل سلطان (بادشاہ) سے مصافحہ کرنے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج اور کراہیت نہیں۔[251]

حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ قَالَ تَقۡبِیۡلُ یَدِ الۡعَالِمِ وَ السُّلۡطَانِ الۡعَادِلِ سُنَّۃ۔

بے شک عالم دین اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنا سنت ہے۔

محقق کامل حضرت سعد اللہ بن عیسیٰ المعروف چلپی علیہ الرحمۃ عنایہ شرح ہدایہ میں اور علامۃ الفھامہ امام اکمل الدین بابرتی علیہ الرحمۃ نے بھی شرح ہدایہ میں یہ روایت تحریر فرمائی ہے:

عن سفیان رحمۃ اللہ علیہ تَقۡبِیۡلُ یَدِ الۡعَالِمِ سُنَّۃ۔

حضرت سفیان علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ عالم دین کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔[252]

حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کامل زین الدین علیہ الرحمۃ کا ارشاد تحریر فرماتے ہیں: تقبیل ایدی الصّالحین و ارجلھم محمود باعتبار القصد (تبرک کے طور پہ صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا پسندیدہ عمل ہے)۔

حضرت شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: تقبیل ید عالم و زاہد یا مردے کبیر السنن جائز است۔ عالم دین اور زاہد یا عمر رسیدہ آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔[253]

---

[251] (ملتقی الابحر ص ۳۳۸ سطر ۱۴ تا ۱۶ للحلبی مطبوعہ مصر، شرح الاشباہ و النظائر للحموی ص ۴۵۱، ج ۲، شرح تحفۃ النصائح فارسی ص ۱۹۱)

[252] (عنایہ شرح ھدایہ للعدی الچلپی و عنایہ شرح ھدایہ للامام اکمل الدین بر حاشیہ نتائج الافکار ص ۱۲۰ مطبوعہ مصر)

[253] (اشعۃ اللمعات فارسی ص ۲۴ ج ۴ سطر ۱۴ مطبوعہ نولکشور)

امام الفضلاء حضرت علامہ سید احمد بن محمد الحموی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

فِیْ مِفْتَاحِ السَّعَادَتِ وَاَمَّا تَقْبِیْلُ الْیَدِ اِنْ کَانَ مِمَّنْ یَسْتَحِقُّ الْاِکْرَامَ کَا الْعُلمائی وَالسَّادَاتِ وَالْاَشْرَافِ یُرْجیٰ اَنْ یُنَالَ الثَّوَابُ کَمَا فَعَلَہٗ بَعْضُ الصِّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

ترجمہ: مفتاح السعادت میں لکھاہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ کو چومنا جو تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جیسے علماء دین سادات۔ اشراف اور ذوالاحترام حضرات ہیں۔ ان کے ہاتھ چومنے میں ثواب کی امید ہے۔ جیساکہ صحابہ کرام علیھم الرضوان سے بھی ثابت ہے۔

ایسی عبارات بہت ہیں، اگر سب کو ادھر تحریر کیا جائے تو یہ رسالہ بہت طویل ہو جائے گا۔ قارئین کے مطالعہ کے لیے حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱)مشکوۃ شریف، ص۱۳۳،۱۷، ج۱۔ (۲)ابوداؤد شریف، ص۲۱۸، ۳۵۳، ج۱۔ (۳)ترمذی شریف، ص۳۳، ج۲۔ (۴) ابن ماجہ، ادب، ص۲۷۱۔ (۵) بخاری شریف، ص۱۳۸، ج۲۔ (۶) قاضی خان، کراھیت، ص۳۷۷، ج۴۔ (۷)مجمع الانھر، کراھیہ، ص۵۲۰، ج۲۔ (۸)حاشیۃ الھدایۃ کراھیۃ ص۳۷۱، ج۲۔ (۹)جوھرۃ النیرۃ ص۲۸۶، ج۲۔ (۱۰)شرح الیاس، ص۱۵۱، ج۲۔ (۱۱)ابو المکارم، ص۱۶۶، ج۳۔ (۱۲)عینی شرح البخاری، جنائز، ص۱۵۱، ج۴۔ (۱۳) زیلعی، کراھیہ، ص۲۵، ج۶۔ (۱۴)نصب الرایہ، کتاب الکراھیہ، ص۲۹، ج۲۔ (۱۵) سیرت المصطفی، ص۷۱، ج۱۔ (۱۶)ادب المفرد، للبخاری، ص۱۲۴۔ (۱۷) تنویر القلوب ص۲۰۰۔ (۱۸)اثبات الاعراض، ص۱۹۔ (۱۹) جاء الحق (۲۰) خصائص الکبریٰ، ص۸۶، ج۳، سطر ۵ تا۹۔ (۲۱)دلائل النبوۃ، لابی نعیم، ص۱۶۵، ج۲۔ (۲۲) مدارج النبوۃ۔ (فارسی)، ص۴۸۶، ج۲۔ (۲۳)شفاء شریف، ص۱۹۶، ج۱۔ (۲۴) تنبیہ الغافلین ص۲۶۲۔ (۲۵) مشکوٰۃ ص۱۷۔ (۲۶)کتاب الاذکار للنووی، ص۲۷۰ تا۲۷۱، ج۲۔ (۲۷)شرح فقہ اکبر ص۲۲۔ (۲۸) حجۃ اللہ علی العلمین، ص۱۱۸۔ (۲۹) حجۃ

اللہ البالغۃ، ص۱۴۸، ج۳۔ (۳۰)غنیۃ الطالبین ص۳۱۱۔ (۳۱) مشکوٰۃ، ص۴۰۲۔ (۳۲) انیس الجلیس، ص۱۲۱۔(۳۳)تاریخ الکبیر، ص۳۱۱،ج۸، مطبوعہ بیروت۔

اگر زیادہ تفصیل درکار ہو تو ہمارا رسالہ "ہاتھ پاؤں چومنے کی شرعی حیثیت" دیکھ لیں۔

اب میں اس معاملہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ آپ رسالہ مبدء و معاد میں فرماتے ہیں حقوق پیر کے تمام اہل حقوق سے بالاتر ہیں بلکہ نسبت نہیں رکھتے ہیں، حقوق پیر کے دوسروں کے حقوق کے ساتھ بعد انعامات حضرت حق سبحانہ واحسانات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول ہے۔ پیدائش ظاہری اگرچہ والدین سے ہے مگر پیدائش باطنی متعلق ساتھ پیر کے ہے، پیدائش ظاہری کی زندگی چندروزہ ہے اور پیدائش باطنی کی زندگی ہمیشہ کی ہے، پیر اپنے قلب و روح کی توجہ سے مرید کی باطنی ناپاکی کو صاف اور پاک کرتا ہے اور توجہات کے دوران بعض طالبان سے جو نسبت پیدا ہوتی ہے تو ان کے معدہ کو طہارت بخشتا ہے اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ باطن کی صفائی کرنے میں مرید کی آلودگی صاحب توجہ کی طرف آتی ہے۔ اور جب تک تیرگی رہتی ہے تو یہ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے وہ خدا عزوجل تک پہنچتے ہیں۔ جس کو جملہ دنیوی اور اخروی سعادتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ، جو ذاتی طور پر کمینہ ہے، پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور سرکشی چھوڑ کر اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔ اور ذاتی کفر سے (تائب ہو کر) حقیقی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

"گر بگویم شرح آن بیحد شود"

"سیدنا پیرانِ پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین: ص:۵۳۳: میں فرمایا ہے:

"مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور دل مین اس پر اعتراض نہ کرے

ظاہر میں نافرمانی کرنے والا بے ادب ہے اور باطن میں اس پر اعتراض کرنے والا خود اپنی ہلاکت کا خواستگار ہے۔ بلکہ شیخ کی طرفداری میں ہمیشہ خود اپنے نفس کا مقابلہ کرے اور ظاہر یا باطن میں شیخ کی مخالفت کرنے سے اپنے نفس پر نظر رکھے۔"

یعنی اگر اس کے نفس میں پیر کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخالفت آ جائے تو شیخ کی متابعت میں اسے پائمال کرے اور اس کی ہر قسم کی نفسانی متابعت اور خیالات کو پائمال کرنا ایک اعلیٰ مقصد جانے۔ شیخ کا اپنے مرید سے اس بات پر ناراض ہونا کہ جو مرید سے لاعلمی سے ہو گئی ہو۔ بے محبتی، حسد کی وجہ سے نہ ہو، محبت سچی ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے یہ کام ہو گیا ہے تو یہ مرید نااہل نہیں ہے اور مردود نہ ہو گا۔ بلکہ شیخ اس مرید کے اس عمل سے ناراض ہو کر اسے ڈانٹے یا تکلیف اور سختی دے پھر بھی اگر مرید میں محبت ہو تو اس پر ناراض و خفا نہ ہو اور اس ڈانٹ کو معیوب نہ سمجھے بلکہ خود کو معیوب جانے اور اپنی غلطی کا اقرار کرے اور معافی طلب کرے کہ شیخ راضی ہو جائے تو مرید میں یہ ایک صفت آدم علیہ السلام کی ہے اور شیخ متصف بہ اخلاقِ الٰہی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان سب سے معاف فرمایا اور مقامِ دوستی پر فائز کر دیا۔ اسی طرح یہ شیخ اپنے اس مرید کو ضرور معاف کرے گا اور پھر اپنے خاص محب دوستوں میں شامل کرے گا اور دوستی کا وہ مقام اسے دوبارہ حاصل ہو گا اور اگر مرید ناراض ہوا شیخ کی بعض باتوں سے جو اسے ناجائز نظر آتی ہیں تو اس کا انجام بہت خراب ہو گا کیونکہ ہر وہ قول و فعل جس کی وجہ سے یہ شیخ سے ناراض ہوا ہے۔ اور اس نے دیکھا ہے تو یہ ناجائز نہ ہو گا مگر کسی راز و حکمت سے خالی نہ ہو گا۔ وہ حقیقت میں حق اور صحیح ہو گا وہ علم لدنی سے کسی کشف و مکاشفہ اور کسی مقصود کیلئے ہو گا لیکن اس مرید کے دل میں جہالت کی تاریکی اور بے محبتی کا حجاب ہو گا اور اس کے دل میں روحانی علم نہیں اور ظاہری علم سے وہ اس میں فرق اور تمیز نہیں کر سکتا تو جب یہ

مرید اپنے علم و سمجھ وخیالات کے پیچھے چلے اور اس شیخ سے روٹھ جائے اور ان کی کوئی چیز اسے معیوب نظر آئے تو اس کے دل پر حسد کا پلید اور گندہ پردہ پڑ جائے گا۔ تو ایسا ملعون ہو جائے گا کہ ابد الاباد تک ہلاک ہو جائے گا کیونکہ یہ تو ابلیس کے اخلاق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے حکم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور پر ناراض ہوا تو اس کے دل پر حسد و کفر کا پردہ آیا اور معافی نہ چاہی بلکہ خود کو اچھا اور بہتر جانا تو معلوم ہوا جس میں محبت نہ ہوا اگرچہ عبادت گزار ہو اور اولیاء اللہ سے محبت نہ ہو بلکہ دل پر حسد کا حجاب پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے آئینے میں نورِ حق نہیں دیکھ سکے گا۔ تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ ظاہر یا باطن میں کچھ عداوت ہے۔ کیونکہ یہ اخلاقِ شیطانیہ ہیں۔ یہ بھی شیطان کی طرح بوجہ بے محبتی اللہ تعالیٰ کے دوستوں یا ان کی کوئی رائے جو حقیقت میں من جانب اللہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ راز و حکمت ہوتی ہے اور اسے معیوب نظر آتی ہے تو قہرِ خداوندی ایسا غالب اور جوش میں آتا ہے کہ پھر کبھی بھی قبول نہ ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے وجود یا ان کے قول و فعل کو معیوب سمجھنا اسی طرح قہرِ خداوندی ہے اور محبت کے ساتھ اپنا آپ معیوب جاننا اور اپنا عیب محسوس کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور ان کے دوستوں اور ان کے قول و فعل کو معیوب نہ جاننا بلکہ ان سب کو حق کی نظر سے دیکھنا یہ حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق میں سے ہے اور ایسا شخص رحمتِ خداوندی سے محروم نہیں بلکہ دربارِ خداوندی میں لائق و مقبول ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ان اخلاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دوست بنے اور دوست تھے نہ شروع میں ڈانٹا تھا نہ بعد میں بلکہ مقبول تھے اور مقبول رہے۔ اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے گا اور اس سے پیری مریدی کا سلسلہ اس لئے مراد ہے اور یہ خاص بزرگانِ دین اور

اولیاء اللہ کی محبت کیلئے اس لئے ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے صاحبانِ طریقت کے بارے میں یہ ثبوت آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: **الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة حالی۔** (شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال، حقیقت میرا حال ہے۔)[254]

یہی نورِ حق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے صاحبانِ طریقت میں ثابت آیا ہے۔ ان کے تمام اقوال وافعال جو ان کے اعضاء کا سبہ سے صادر ہوتے ہیں سب حق ہیں اور حق سے ہیں اور ان کا کوئی قول وفعل جیسا بھی ہو اسے غیر یا ناجائز نہیں سمجھا جائے گا۔ اور کسی نے غیر جانا یا نظر میں برا لگایا معیوب جانا جس سے محبوبانِ خدا کے دلوں کو ٹھیس پہنچے تو ہزاروں لاکھوں سال کی عبادت تباہ وبرباد ہو جائے گی جیسے کہ شیطان کی۔

مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ہزار گنج عبادت ہزار خوان کرم، ہزار روزو نمازوہزار حج نیاز، قبول نیست اگر یک دل بیازاری۔"

اسی طرح شبیر احمد عثمانی صاحب نے پارہ ہفتم سورۃ مائدہ رکوع نمبر ۱۴ میں **وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ (لقمان ۱۵)** کی تفسیر میں لکھا ہے:

"پیغمبروں اور مرشدِ ہادی کا حق حق اللہ کے ذیل میں سمجھو"۔

اس کے بعد مولوی مشتاق احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق میں لکھا ہے:

"پیروں کی محبت عین اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہے۔"

---

[254] (تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین، ص ۲۳، طریقۃ الراشدین ص ۲۴۴)

انہی لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایاہے:

"ان فی جسد آدم مضغۃ و فی المضغۃ قلب و فی القلب فواد و فی الفواد روح و فی الروح سرّ و فی السرّ نور و فی النور انا"۔

ترجمہ: بے شک انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس میں دل ہے اور اس دل میں ایک پردہ ہے اور اس پردے میں روح اور اس روح میں سر اور اس سر میں نور اور وہ نور اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے وہ بندے جنھوں نے نفلی عبادت کو فرض عبادت کی طرح اپنے آپ پر لازم کیا ہے تو یہ محبت کی علامت ہے تو میں ان کی آنکھ، منہ، کان، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں اور حدیث میں باطن کا بھی ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ ان کے اعضاء ظاہر یا باطن سے جو کام سرزد ہوتے ہیں تو یہ حقیقت میں من جانب اللہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو حق اور صحیح مانا جائے گا اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کا علم مانا جائے گا۔

اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علم حق در علم صوفی گم شود"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں چھپا ہوا ہے، یعنی صوفیوں اور بزرگوں کا علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

اسی لئے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

اس لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مرید کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ تمام عالم میں ایسا دوسرا شخص بھی میرے پیر کے سوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل کرے تو یہ مرید میں شیطان نے

دخل اور تصرف کیا۔ یہ بھی شیطان کے اس اصل اثر سے ہے۔ جیسا کہ شیطان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی اسم میں عیب نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رائے تھی اور اپنی رائے اور اپنا آپ اسے اچھا معلوم ہوا۔

پھر عرفاء مقربین نے فرمایا ہے:

"وان قال لشیخه لِمَ لم یفلح قط فی طریق القوم"۔

یعنی جس نے شیخ کو کہا "کیوں" تو بھی نقصان سے بچ نہ سکے گا۔

کیونکہ یہ بھی شیطان کے اس قول سے مشابہت ہے کہ جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے کہا "کیوں" یہ تو مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شیطان مقہور اور ملعون ہوگیا۔ یہ حکمِ خداوندی اس نے عیب جانا اس لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ معلوم ہوا کہ مرید نہ تقریری اور نہ تحریری یعنی کسی قسم کا بھی جواب جس سے شیخ کا کوئی قول و فعل معیوب نظر آتا ہو شیخ کے حق میں یہ شیطانی وسوسہ ہے اس سے جان بچائے۔ اس فنِ طریقت میں ہر اخلاق و عادتِ رزیلہ، شیطان کی متابعت اور مرید کی ہلاکت ہے۔ اے نادان انسان! تو کیسے اپنا علم و عقل و سمجھ ایسے لوگوں سے یعنی صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ خصوصًا اپنے شیخ سے بہتر اور اچھا جانتا ہے اور ان کے اقوال وافعال، حرکات وسکنات تمہیں کمزور، ضعیف اور معیوب نظر آتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے بے حیائی کا پردہ دور کرو اور دل سے حسد کا ناپاک پردہ ہٹا دو اپنے آپ کو معیوب اور نادان جان لو۔ اپنے شیخ کو حق کی نظر سے دیکھو۔ تائب ہو جاؤ کیونکہ ان کی طرف حقارت، عیب، ناسمجھی اور لاعلمی سے دیکھنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے جو تمہارے لئے ابدالآباد تک ہلاکت ہوگی۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلِ تصوف کے ساتھ جو بیعت کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت فرمایاہے۔ یہ ایساہے کہ ظاہر میں تو ہاتھ شیخ کا دیکھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ہے اور ان کی عداوت بھی خاص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عداوت ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایاہے:

"الشیخ کالنبی" یعنی پیرِ طریقت اور شیخ مرید کیلئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اور نائب ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ (الحشر ۲)

مولانا روم فرماتے ہیں:

من احب القوم منهم ابدا　　　حُبّ اهل اللہ و نور جان شدا

حدیث شریف میں آتا ہے: من احب قومًا فهو منه۔ (جو جس قوم سے محبت رکھتا ہے، وہ (گویا) انہی میں سے ہے) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ محبت اور ان کی متابعت انتہائی پستی سے انسان کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچاتی ہے جیسا کہ اصحابِ کہف کا کتا۔ کہ وہ انسانی شکل میں ان کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر جائے گا۔ اس لئے ایک سالک فرماتے ہیں: (ترجمہ) "کتا بھی اصحابِ کہف کی پیروی سے جنتی بنا جو نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلے گا محفوظ ہو جائے گا"۔ ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے دلوں میں ان کے ساتھ محبت اور ان پر اچھا یقین اور ان کو اچھی نظر سے دیکھنا ان کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا متابعت وغیرہ یہ تمام اثرات پیدا فرمائے اور ان کی رضا کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا، دوستی اور قرب نصیب ہو جائے اور اس جماعت میں ہم شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے (آمین)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی اسی گروہ کو بیان

فرمایاہے۔ تاکہ شیطان اور اس کے متبعین کا دل پارہ پارہ اور چہرہ تاریک ہو جائیں۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العالمین۔"

کیا نام نہاد پیروں نے امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات بھی نہیں پڑھے، جو کہ امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آداب کے بارے میں مریدینِ مخلصین کو تلقین فرمائے؟ مکتوب ۲۹۲، حصہ پنجم دفتر اول میں ارشاد فرماتے ہیں:

وبدآند کہ رعایتِ آدابِ صحبت و مراعاتِ شرائط از ضروریاتِ این راہ است تا راہ افادہ واستفادہ مفتوح گردد وبدونہا لا نتیجۃ للصحبۃ و لا ثمرۃ للمجلس بعضے از آداب و شرائط ضروریہ در معرض بیان آوردہ مے شود بگوشِ ہوش باید شنید بدانکہ طالب رابا یدکہ روے دل خود راز جمیع جہات گردانیدہ متوجہ پیر خود ساز و باوجود پیر بے اذن او بنوافل واذکار نپرداز دودر حضورِ او بغیر او التفات ننماید وبکلیّت خود متوجہ او بنشیند حتیٰ کہ بذکر ہم مشغول نشود مگر آنکہ او امر کند وغیر از نماز فرض و سنت در حضور او ادا نکند نقل کردہ اند از سلطان این وقت کہ وزیر ش پیش او ایستادہ بود اتفاقا درین اثنا آن وزیر التفاتے بجانب جامۂ خود کردہ بند آن را بدستِ خود راست می ساخت درین حال نظرِ سلطان بران وزیر افتاد دید کہ بغیر او متوجہ است بزبانِ عتاب گفت کہ این را ہضم نمیتوانم کرد کہ تو وزیر من باشی ودر حضور من بہ بندِ جامہ التفات نمائی باید اندیشید کہ ہر گاہ وسائل دنیادنیہ راآداب دقیقہ درکاراست وسائل وصول الی اللہ رابروجہ اتم واکمل رعایت این آداب لازم خواہد بود ومہما امکن در جائے نہ ایستد کہ سایہ او

برجامہ او یا بر سایہ او افتد و بر مصلاے او پانہند ودر متوضائے او طہارت نکند وبظروف خاصہ او استعمال نکند ودر حضور او آب نخورد وبعام تناول نماید وبکسے سخن نکند بلکہ متوجہ احدے نگردد و در غیبت پیر در جانب کہ اوست پادراز نکند وبزاق دہن بآنجناب از دو ہر چہ از پیر صادر شود آنرا صواب داند اگرچہ بظاہر صواب نماید او ہر چہ میکند از الہام میکند وباذن کار میکند برین تقدیر اعتراض راگنجایش نباشد۔ اور پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں: ودر کلی وجزئی اقتدا بہ پیر کند۔

ترجمہ: ”سمجھ جا کہ رعایتِ آداب و شرائط کا لحاظ رکھنا اس طریقہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فائدہ اور استفادہ کا دروازہ کھلا رہے، اور بغیر آداب اور لحاظِ شرائط کے صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور اس مجلس کا کوئی پھل نہیں ملے گا۔ بعض آداب اور شرائط ضروریہ اس محل میں میں لے کر آرہا ہوں، دل کے کانوں سے سنو: سمجھ جاؤ کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل کو تمام جہات (اطراف) سے پھیر لے اور اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو جائے، اور اپنے پیر کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار نہ پڑھے اور شیخ کی موجودگی میں کسی اور کی طرف نہ دیکھے، اور کلیت کے ساتھ اپنے شیخ کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو مگر اس وقت کہ جب شیخ مبارک اسے امر فرمائیں اور اپنے شیخ کی موجودگی میں فرض اور سنت کے علاوہ کوئی اور چیز ادا نہ کرے۔ حکایت ہے کہ بادشاہ کے سامنے ایک وزیر بیٹھا تھا۔ اتفاقاً وزیر اس دوران اپنے کپڑوں کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے کپڑوں کے بٹن کو ہاتھ سے درست کیا۔ اسی وقت بادشاہ کی نظر وزیر پر پڑی، اور سختی سے فرمایا کہ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ تو میرا وزیر ہے اور میری موجودگی میں اپنے

کپڑوں کی درستگی کرتے ہو۔ چاہیئے کہ جب دنیا کمینہ کے معاملہ میں ایسے باریک آداب کا لحاظ رکھا جاتا ہے، تو ضروری ہے کہ وصول الی اللہ (اللہ کا قرب حاصل کرنے) کے وسائل (مثلاً پیر) کے معاملہ میں اتم اور اکمل آداب کا لحاظ ہونا چاہیئے، یہاں تک کہ جہاں پر شیخ مبارک بیٹھے، وہاں پر یہ نہ بیٹھے اور پیر کا سایہ مبارک کے اوپر نہ بیٹھے، اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے، اور ان کے طہارت خانہ میں طہارت حاصل نہ کرے، اور اپنے شیخ مبارک کے خصوصی برتن وغیرہ استعمال نہ کرے، اور شیخ کی موجودگی میں پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے، اپنے شیخ کے سامنے باتیں نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو، اور پیر کی عدم موجودگی میں ان کی جانب پاؤں دراز نہ کرے، اور تھوک اس طرف نہ پھینکے جو پیر مبارک سے صادر ہو جائے اسے صحیح اور درست جانے، اگرچہ بظاہر وہ صحیح نہ ہو، اور پیر مبارک جو کچھ بھی کرتا ہے الہام کی وجہ سے کرتا ہے، اور اللہ کے اذن سے کام کرتا ہے تو بنا بر اس تقدیر مرید کے لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ کلی اور جزئی (یعنی چھوٹے اور بڑے ہر کام) میں اپنے پیر کی اقتداء کرے۔"

اس طرح کئی مکتوبات ہیں جو کہ آدابِ شیخ کے بارے میں ہیں۔

اور مرید صادق کو چاہیئے کہ سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مشائخ کی اتباع کرے، اور مشائخ کی اتباع در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع ہے۔

حضرت امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کی اہمیت پر مکتوب تحریر فرماتے ہیں: "حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سر و سامان مفلسوں کو حضرت سید المرسلین اولین و آخرین علیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر

استقامت نصیب کرے۔ آنحضرت علیہ من الصلوات افضلھا و من التسلمات اکملھا (ایسی عظیم المرتبت ہستی ہیں کہ ان) کی دوستی کے طفیل حق تعالیٰ اپنے اَسمائی وصفاتی کمالات کو ظہور میں لایا اور آپ (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم) کو بہترین مخلوق بنا کر پیدا کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذات اور اخروی تنعمات سے مرتبہ میں کہیں بڑھ کر ہے۔ تمام فضیلت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور تمام بزرگی احکام شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا (قیلولہ) اگر اتباع سنت کی نیت سے ہو تو کروڑوں شب بیداریوں سے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت میں نہ ہوں، اولیٰ وافضل ہے۔ اسی طرح عید الفطر کے دن میں کھانا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جس کا شریعت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حکم ہے، خلاف شریعت تمام عمر روزے رکھنے سے افضل ہے اور شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک چیتل (دام، پیسہ) دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر وافضل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک شخص کو حاضر نہ پایا۔ دریافت کرنے پر حاضرین نے عرض کی کہ وہ تمام رات عبادت کرتا رہا شاید اس وقت آنکھ لگ گئی ہو۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص تمام رات سوتا رہتا اور صبح کی نماز با جماعت ادا کر لیتا تو بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے اگرچہ ریاضتیں اور مجاہدے بہت کئے ہیں لیکن چونکہ وہ شریعتِ حقہ کے موافق نہیں ہیں، اس لئے بے اعتبار اور بے حیثیت ہیں۔ اگر ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر ثابت بھی ہو تو وہ صرف بعض دنیوی منافع پر منحصر ہے، جب پوری دنیا ہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی تو اس کے کسی

منافع کا کوئی کیا اعتبار کرے۔ ان کی مثال ایسے خاکروب کی ہے جس کی محنت سب سے زیادہ اور مزدوری بہت کم ہے اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو قیمتی جواہرات اور عمدہ عمدہ ہیروں کے ساتھ کام کرتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ سنت کے موافق ایک ساعت کا عمل ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اور جو خلافِ شریعت ہوتا ہے وہ (حق تعالیٰ کا) ناپسندیدہ۔ پس ناپسندیدہ اعمال کی صورت میں ثواب کی کہاں گنجائش ہے بلکہ عذاب متوقع ہے۔ اس حقیقت کی عالم مجاز میں نظیر موجود ہے جو تھوڑی سی توجہ سے واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے۔

بیت:

ہر چہ گیرد علتی علت شود — کفر گیرد کاملے ملت شود

ہر چیز ہے مضر جو کبھی ساتھ دے مریض — کافر ولی ہے اس کو پکڑلے اگر ولی

پس تمام سعادتوں کا سرمایا سنت کی پیروی ہے اور تمام فسادات کی جڑ شریعت کی مخالفت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔[255]

اسی طرح علامہ اسماعیل حقی البروسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔

یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسی مثال رکھتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں۔[256]

---

[255](مکتوب ۱۱۴، جلداول ص ۱۱۹،۱۱۸)

[256](تفسیر روح البیان، ص ۲۱۸، ج ۲)

یعنی شیخ کامل مکمل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وارث ہے۔ بنابر اس بات اچھی میں ایک واقعہ لکھنا چاہتا ہوں۔ تفسیر روح البیان ج ۵ صفحہ ۱۴ پر ہے:

یحکی۔ عن حضرة الشیخ الاکبر قدس سره الاطهر انه قال اقمت بمدینة قرطبة بمشهد فارانی الله اعیان رسله علیهم السلام من لدن آدم الی نبینا علیه الصلاة و السلام فخاطبنی منهم هود علیه السلام و اخبرنی فی سبب جمعیتهم وهو انهم اجتمعوا شفعاء للحلاج الی نبینا علیه الصلاة و السلام و ذلک انه کان قد اساء الادب، بان قال فی حیاته الدنیویة ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و سلم همته دون منصبه قیل له و لم ذلک قال لان الله تعالیٰ قال (و لسوف یعطیک ربک فترضی) و کان من حقه لا یرضی الا ان یقبل الله تعالیٰ شفاعته فی کل کافر و مؤمن لکنه ما قال الا (شفاعتی لاهل الکبائر من امتی) فلما صدر منه هذا القول جاءه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و سلم فی و اقعة و قال له یا منصور انت الذی انکرت علی الشفاعة فقال یا رسول الله قد کان ذلک فقال ألم تسمع اننی حکیت عن ربی عز و جل (اذا احببت عبدا کنت له سمعا و بصرا و لسانا و یدا) فقال بلی یا رسول الله فقال أو لم تعلم انی حبیب الله قال بلی یا رسول الله قال فاذا کنت حبیب الله کان هو لسانی القائل فاذا هو الشافع و المشفوع الیه و انا عدم فی وجوده فأی عتاب علی یا منصور فقال یا رسول الله انا تائب من قولی هذا فما کفارة ذنبی قال قرب نفسک لله قربانا فاقتل نفسک بسیف شریعتی فکان من امره ما کان ثم قال هود علیه السلام و هو من حیث فارق الدنیا محجوب عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و سلم و الآن هذه الجمعیة لاجل الشفاعة له الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و سلم انتهی۔ یقول الفقیر سامحه الله القدیر فی هذه القصة امران احدهما عظم شأن الحلاج قدس سره بدلالة عظم شأن الشفعاء و الثانی انه قتل فی بغداد فی آخر سنة ثلاثمائة و تسع و مات حضرة الشیخ الاکبر بالشام سنة ثمان و ثلاثین و ستمائة فبینهما من المدة ثلاثمائة و تسع و عشرون سنة و الظاهر و الله اعلم ان روح الحلاج کان محجوبا عن روح رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلهٖ و سلم اکثر من ثلاثمائة سنة تقریبا و ذلک بسبب کلمة

صدرت منه علی خلاف الادب فان من کان علی بساط القرب و الحضور ینبغی ان یراعی الادب فی کل امر من الامور فماظنک بمن جاوز حدالشریعۃ۔

ترجمہ: سیدنا شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر فرماتے ہیں کہ مشہد شریف کے شہر قرطبہ میں مقیم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام سے لے کر حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی اصلی صورتیں دکھائیں۔ ان میں سے حضرت ہود علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور مجھے انبیاء علیہم السلام کے اس اجتماع کا سبب بتایا کہ ہم سب حلاج کی سفارش کے لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ حضور امام الانبیاء علیہ السلام اسے معاف فرمادیں وہ اس لئے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ دنیویہ کے بارے میں ایک لب کشائی کی تھی۔اس سے یہ بات سرزد ہوئی کہ اس نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے عظیم جاہ وجلال کے باوجود ہمت میں کمی کی ، وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وَلَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضَی (الضحی ۵) فرماکر شفاعت کے بارے میں مختارِ کل بنایا تو پھر آپ نے کم ہمتی کی بنا پر صرف شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کیوں فرمایا۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ فرماتے شفاعتی لکل کافر و مؤمن اس کے یوں کہنے پر حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سخت ناراض ہوئے اور اسے زیارت سے مشرف فرمایا اور فرمایا اے منصور! تو کون ہے جو میری شفاعت کا انکار کرتا ہے۔ عرض کی حضور! میں نے تو اپنی بساط کے مطابق ایسے ہی کہا اب آپ مجھے سمجھائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تو نے حدیث قدسی سنی تھی جسے میں نے اللہ تعالیٰ سے حکایتاً بیان کیا کہ اذااحببت عبدا کنت لہ سمعاو بصرا و لسانا و یدا (جب میں کسی کو محبوب رکھتاہوں تو اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ بن جاتا ہوں)۔ حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی میں نے یہ حدیث سنی اور پڑھی تھی، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں اللہ کا محبوب

ہوں؟ اس نے عرض کی بے شک آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ میں جب اللہ کا حبیب ہوں تو میری زبان کا کہا ہوا گفتہ ٔحق ہے۔ اس صورت میں شافع اور مشفوع الیہ کا فرق خود بتایئے۔ بلکہ اس قاعدے پر تو میرا وجود اس کی ذات میں گم ہو گیا۔ پھر اے منصور! میرا کیا قصور؟ حلاج نے عرض کی: یا حضرت! میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوا آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ اس غلطی کا کفارہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ اس کا کفارہ تیری جان ہے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دے اور اپنے آپ کو میری شریعت کی تلوار سے قتل کر دے۔ اس کے بعد وہی ہوا جو منصور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے شیخ اکبر قدس سرہ سے فرمایا کہ جب سے منصور رحمہ اللہ تعالیٰ دنیا سے رخصت ہوا ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدارِ پُر انوار سے محجوب ہے اور آج ہم اس کی سفارش کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام حاضر ہوئے ہیں۔ فقیر (حقی) کہتا ہے کہ اس حکایت سے دو فائدے حاصل ہوئے: (۱) اس سے حضرت منصور حلاج کی عظمت کا پتہ چلا کہ عظیم الشان انبیاء علیہم السلام ان کی سفارش کے لئے تشریف لائے۔ (۲) حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ بغداد میں ۳۰۹ھ کے آخر میں شہید کر دیئے گئے اور حضرت شیخِ اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۳۸ھ کو ہوا۔ ان کے درمیان تین سو انیتس سال کا وقفہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت منصور قدس سرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار پُر انوار سے تین سو انیتس سال محجوب رہے۔ (واللہ اعلم) حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سزا ایک علمی نکتے کی وجہ سے تھی اسی لئے ہر مقربِ حق پر لازم ہے کہ وہ نبوت کا پاس ادب کرے۔ غور کیجیے کہ جب منصور جیسے ولی کامل کو ایک علمی غلط فہمی سے اتنی سخت سزا بھگتنی

پڑی، پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی توہین اور ان کی ذات اقدس پر رقیق حملے اور قرآن مجید کی آیات میں ناجائز تاویلیں اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق تراجم کرتے اور شرعی امور کو اپنے خیالات و اوہام کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت اور انعام کا سوال کرتے ہیں۔"

اسی طرح فیوض الرحمان اردو ترجمہ روح البیان، جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۷ پر ہے:

"تقریر دلپذیر حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر: حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے مرشد کامل کی رہبری پر عمل نہیں کرتا اگرچہ معمولی طور پر بھی ان کے کسی امر کی خلاف ورزی کرتا ہے تو سمجھو ابھی وہ اپنے نفس کی خواہشات میں گرفتار ہے اگرچہ وہ اس طرح زندگی بھر مجاہدات اور ریاضات میں لگا رہے، بلکہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ جس کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا ہے اس کے سامنے کالمیت (مردہ ہو کر) زندگی بسر کرے اور حتی الامکان اپنے مرشد کی خدمت میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرے جسے یہ طریق کار نصیب ہو وہ یقین کرے کہ زندگی سعادت سے بسر ہو گی۔ مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کے ہر امر کے سامنے سر تسلیم خم کرے جس کا وہ حکم دیں اسے بجالائے جس سے روکیں اس سے رک جائے (یہاں تک کہ اگر کسی وقت خدانخواستہ آگ میں چھلانگ لگانے کا بھی حکم دے دیں تو ذرہ بھر گریز نہ کرے، اگر وہ کسی ہنر کے سیکھنے کا امر فرمائیں تو اس ہنر کو اس ارادہ پر سیکھے کہ مرشد کا حکم ہے اس میں اپنے ارادہ کو دخیل نہ بنائے، اگر وہ فرمائیں کہ کسی کام کو ہاتھ نہ لگاؤ، آرام سے گھر بیٹھ جاؤ تو وہی حکم بجالائے لیکن یہ سمجھ کر کہ مرشد کا حکم ہے اس میں بھی نفس کی خواہش کو درمیان میں نہ لائے اس لئے کہ مرشد اپنے مرید کی مصلحتوں کا بہت زیادہ واقف ہے۔"

اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت اور دربار میں بیٹھنا باعثِ سعادت ہے، ایسے مواقع اور اوقات کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، ان متبرک درباروں میں روحانی اور جسمانی علاج ہوتا ہے، اور تمام لطائف خواہ عالمِ امر کے ہوں یا عالمِ خلق کے، کلی طور پر فیض سے مستفیض اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ ان کی برکت سے ظاہری اور باطنی ترقی نصیب ہوتی ہے، کیونکہ یہ روحانی امراض کے لئے معالج (علاج گاہ) ہیں۔ ان مقاماتِ عالیہ میں اپنا دل اور زبان قابو میں رکھنا چاہیئے کیونکہ مثل مشہور ہے: "اگر عالمِ ظاہر (علماء شریعت) کے ساتھ بیٹھنا ہو تو زبان کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اگر ولی اللہ (علماء طریقت) کے پاس بیٹھنا ہو تو دل کو قابو میں رکھنا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ دل میں کوئی غلط فہمی یا وسوسہ آئے جو کہ سببِ ہلاکت ہے۔

جیسا کہ امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب انوارِ قدسیہ میں ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے، جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

وقد دخل سیدی عبد القادر الجیلی و معه اثنان علی رجل کان یلقب بالغوث، و کان من شأنه ان یختفی اذا شاء و یظهر اذا شاء، فقال سیدی عبد القادر نویت التبرک بهذا الرجل، فقال الآخر انا لا اعتقده الا ان اظهر لی کرامة، وقال الآخر انا منکر علیه، فبینهما جالسون اذ ظهر من بینهم فنظر الی من قال انا منکر وقال: انت المنکر علی انی لأری نار الکفر تلتهب فیک، وقال للآخر انت الذی تقول لا اعتقده الا ان اظهر لی کرامة ستجر أعلیک الدنیا الی شحمة اذنیک، وقال لسیدی عبد القادر انت الذی تزورنی للبرکة سیعلو شأنک حتی تؤمر بأن تقول قدمی هذه علی عنق کل ولی الله عز وجل وتخضع لک اولیاء المشرق والمغرب ویطأطی رقابهم، فکان الامر کما قال واما المنکر فسافر من بغداد لیناظر القسیسین ببلاد الروم ففعل وناظرهم فظبهم فأعجب السلطان وقربه وطلب منه تزویج ابنته فقال لا یمکن ذلک الا ان تدخل فی دینها فتنصر وتزوجها ومات علی دین النصرانیة۔ واما

الذی اوقف اعتقادہ علی اظہار کرامۃ فتولی مال بیت المال وصار من اوسع الناس فی الدنیا لسوادبہ ذکرہ فی کتاب البھجۃ واللہ اعلم۔

تحقیق سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک شخص کے پاس آئے جن کو غوث کہا جاتا تھا، ان کی شان یہ تھی کہ جب بھی چاہتے تھے (لوگوں کی نظر سے) پوشیدہ ہو جاتے اور جب چاہتے تو ظاہر ہو جاتے، سیدنا عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس بزرگ سے تبرک (فیض) حاصل کرنے کی نیت کی، دوسرے ساتھی نے کہا میرا اعتقاد تب بنے گا جب میں ان کی کرامت دیکھوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں ان پر اعتراض کروں گا۔ اس درمیان کہ وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ غوث ظاہر ہوئے اور اس شخص سے فرمایا جس نے کہا تھا کہ میں اعتراض کروں گا: تم مجھ پر اعتراض (انکار) کرنے والے ہو میں تم سے کفر کی آگ کو بھڑکتا دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسرے شخص سے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں جب تک کرامت نہ دیکھوں معتقد نہیں بنوں گا، تو عنقریب تم پر دنیا تمہارے کانوں کی لو تک غالب آئے گی۔ اور سید عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم وہ شخص ہو کہ تم نے مجھ سے برکت (فیض) لینے کے لئے ملاقات کی تو عنقریب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہو گی حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا جائے گا کہ تم یہ کہو کہ میرا قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور تمہارے سامنے مشرق و مغرب کے اولیاء جھک کر اپنی گردنیں بچھا دیں گے۔ بات ایسے ہی ہوئی جیسا کہ فرمایا۔ منکر شخص بغداد سے روم کے راہبوں سے مناظرے کے لئے گیا وہاں ان سے مناظرہ کر کے جیت گیا۔ بادشاہ نے اس کو پسند کیا اور اپنے قریب کیا۔ اس شخص نے بادشاہ کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو بادشاہ نے کہا کہ جب تک تم اس لڑکی کے دین (عیسائیت) میں داخل نہ ہو گے رشتہ نہ ملے گا۔ اس نے عیسائیت اختیار کی اور اس سے شادی کر کے عیسائی مرا۔ اور دوسرا شخص جس نے کرامت کی خواہش کی تھی وہ بیت المال کا متولی بنا اور دنیا میں خوب مالدار ہوا۔

عزیز دوستو! درج بالا واقعے سے آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو شخص کسی ولی اللہ (اپنے مرشد و شیخ) پر اعتراض کرتا ہے اس کا انجام یا تو بے دینی (گمراہی) ہوتی ہے یا دنیا میں غرق ہونا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں کی بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

ارشاد حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: حضرت سیدنا قیوم زمان حضرت مبارک قدس سرہ اس سالک کے بارے میں فرماتے ہیں جو سالک سلوک کے ذریعے ایک مقام تک پہنچتا ہے اور پھر اس سے اپنے پیر و مرشد کی بے ادبی سرزد ہو جاتی ہے تو اس بے ادبی کے ذریعے اس کا کام اور فیضان منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسے مرید کے بارے میں امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا مرید جو اپنے شیخ پر اعتراض کرتا ہے اس کی مثال نصف زغل کی ہے۔[257]

اور اس لفظ کے حضرت مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین معانی بیان فرمائے ہیں:

(۱) جب کسی علاقہ کا گندہ پانی نالیوں کے ذریعے آکر ایک جگہ جمع ہو جاتا ہے تو وہ پانی ویسے بھی گندہ اور نجس ہوتا ہے مگر ایک جگہ ٹھہرنے کی وجہ سے اور بھی گندہ ہو جاتا ہے۔

(۲) کسی نے سونے کے زیورات بنائے اور پھر یہ سونا رسی ہو جاتا ہے تو نہ یہ سونا رہتا ہے نہ کوئی اور چیز۔

(۳) اس کی مثال لوہے کے شرارے کی طرح ہے کہ نہ تو لوہا ہے کہ اس سے کوئی چیز بنائی جائے اور نہ کچھ اور چیز ہے۔

الغرض یہ بے ادب مرید ان تینوں معانی میں سے ہر ایک کا مصداق ہے کہ نہ تو اس کی اپنی کوئی حیثیت ہے اور نہ کسی اور کے لئے نفع بخش ہے بلکہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔

---

[257] (انوار قدسیہ، ص ۳۶، ج ۱)

حضرت مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ نام نہاد صوفیاء جو کہ اپنے مشائخ کے بے ادب ہیں،ان کی مثال نصف زغل کی طرح ہے جو سالکین کے ایمان وعقائد، اعمال و آخرت کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، بقول ان بزرگوں کے اس سے اور اس کی صحبت سے فرار واجب ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں: مرید کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ کبھی بھی اپنے شیخ سے یہ نہ کہے کہ "کیوں" کیونکہ تمام شیوخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے شیخ سے کہے "کیوں" تو وہ طریقت میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔[258]

ومن شأنه ان لا يفعل مع الشيخ شيئاً يوحش قلب الشيخ منه فان اللّٰه تعالیٰ قد يغضب لغضب الشيخ ويرضى لرضاه، لأنه قد يكون اعظم حرمة من والد الجسم، وايضاح ذلک أن الشيخ لا يأمر المريد الا بما امر اللّٰه به فمن خالفه فقد خالف الشارع صلى اللّٰه تعالیٰ عليه وآله وسلم ووقع في غضب اللّٰه بحسب تلک المعصية من كبيرة او صغيرة۔

ترجمہ: مرید کے لئے لازم ہے کہ کوئی ایسی بات یا عمل نہ کرے جس سے اس کا شیخ پریشان یا ناراض ہو، بے شک اللہ تعالیٰ شیخ کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جسمانی والد سے زیادہ حرمت رکھتا ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ شیخ مرید کو اللہ تعالیٰ کے امر کردہ احکام کا حکم دیتا ہے تو جس نے اس کی مخالفت کی اس نے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا چھوٹی یا بڑی نافرمانی کی وجہ سے۔[259]

---

[258] (انوار قدسیہ ص ۲۰۴، ج ۱)
[259] (انوار قدسیہ ص ۱۸۱، ج ۲)

ومن شأنه اذا قدم استاذه عليه أحدا من اخوانه ان يخدمه ادباً مع الاستاذ، وليحذر أن يحسده فترل قدم بعد ثبوتها وتذوق السوء، الخ۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ جب کوئی سالک مرشد کی خدمت میں مشغول رہے تو اسے چاہیئے کہ مرشد کے احترام کی وجہ سے اپنے آپ کو حسد اور کینہ سے بچائے رکھے ورنہ اس کے قدم پھسل جائیں گے سیدھے راستے سے اور یہ بدی کو پالے گا۔[260]

مزید آداب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن يكون فطنا لما هو من جنس ما يأمره به شيخه، او ينهاء عنه ولا يحوجه الى تصريح بأمر او نهى فيه لا سيما بحضرة من ليس من القوم بل يفهم من الرمز و الاشارة الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ تیز فہم ہو، اور سمجھ دار ہو ہر اس معاملے میں جس میں مرشد مبارک اسے امر و نہی فرمائیں، کہ تشریح و وضاحت کی ضرورت نہ پڑے۔ پھر خاص کر ان لوگوں کے سامنے جو اہل طریقت والے نہ ہوں بلکہ رمز و اشارے سے یہ کام کرے۔"[261]

ومن شأنه ان لا يقول لشيخه قط لم، فقد أجمع الأشياخ على أن كل مريد قال لشيخه لم لا يفلح في الطريق۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ کبھی بھی اپنے مرشد کو لفظ لم یعنی کیوں نہ کہے۔ مشائخ نے اجماع کیا ہے اس بات پر ہر وہ مرید جس نے اپنے شیخ کو "کیوں" کہا تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گا۔"[262]

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے کہ فقراء کے آداب بہت زیادہ ہیں لیکن ہم یہاں صرف پیر بھائیوں کے بعض آداب کو جمع کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ مرید اپنے پیر بھائیوں سے ایسا

---

[260] (انوار قدسیہ ج ۱، ص ۸)

[261] (انوار قدسیہ ج ۲، ص ۱۸۲)

[262] (انوار قدسیہ ج ۲، ص ۲۰۴)

معاملہ کرے کہ جس کو وہ ان کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کیلئے ایسی بھلائی چاہے جیسی کہ اپنے لئے ان کی طرف سے چاہتا ہے اور ان کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھے جیسا کہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھیں اور ان کی تمام غلطیوں کو اچھے مقاصد پر محمول کرے جیسا کہ اگر وہ خود بالفرض اس غلطی میں واقع ہو جائے تو دوسروں کی طرف سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو اچھے مقاصد پر محمول کریں اور ان کی توبہ کی قبولیت کی امید کرے اگرچہ وہ اہل اسلام کے تمام گناہوں کے مرتکب ہو جائیں۔ جیسا کہ بالفرض اگر وہ خود ان گناہوں کا مرتکب ہو جائے تو اپنے لئے توبہ کی قبولیت کی امید رکھتا ہے (بہر حال ہر ایک مرید جو چیز کہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے بھائیوں کیلئے بھی پسند کرے اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مرید اپنے تمام پیر بھائیوں کے حقوق بجالائے گا)۔

حدیث شریف میں ہے:

اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبَّ لِنَفْسِکَ (ترمذی)

یعنی لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

ارشاد نمبر ۱: پیر بھائیوں کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ فقیر کو چاہئے کہ جب کبھی اس کے کسی پیر بھائی سے کوئی شرمناک بات ظاہر ہو تو وہ اس کی طرف توجہ نہ دے اور نہ ہی اس کی کسی لغزش کو جو کہ اس سے سرزد ہو گئی ہے دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ (دیکھنے والا) فقیر کبھی ایسی لغزش میں واقع ہو جائے پھر جب وہ اس میں واقع ہو جائے تو کیا وہ اپنے تمام پیر بھائیوں سے یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ اس پر رحم کریں اور اسے معذور سمجھیں (اور اسے خراب نہ سمجھیں وغیرہ وغیرہ) تو اسی طرح اس فقیر کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو معذور سمجھے اور انہیں خراب نہ سمجھے۔ پس اس معاملہ

میں جیسا کہ فقیر اپنے لئے پیر بھائیوں کے برا کہنے اور معذور قرار نہ دینے کو ناپسند سمجھتا ہے تو وہ پیر بھائی بھی اس معاملہ میں اس فقیر کے برا کہنے اور معذور قرار نہ دینے کو ناپسند سمجھتے ہیں (خلاصہ یہ ہے کہ مرید جو چیز کہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز ان کیلئے بھی پسند کرے)۔

ارشاد نمبر ۲: مشائخِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اتفاق کیا ہے کہ جو فقیر لوگوں کے عیوب میں سے کسی بھی ایک عیب پر مطلع ہو گیا اگرچہ کشف کے طریقے ہی سے ہو تو وہ فقیر شیطان کے حضور میں ہے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے حضور میں نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۳: اور مشائخِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کشف کے ذریعے صاحب کشف لوگوں کے عیوب میں سے کسی بھی ایک عیب پر مطلع ہوا تو وہ کشف شیطانی ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کشف سے توبہ کرلے۔

ارشاد نمبر ۴: اور مشائخِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں کے عیب کو دیکھے اور ان کو برے مقاصد پر منسوب کرے تو اس شخص کا نفع ختم ہو جائے گا اور اس کا باطن ویران ہو جائے گا اور وہ اپنے شیخ کی صحبت سے کچھ نفع نہیں اٹھائے گا۔

طبرانی شریف میں مرفوع حدیث ہے کہ جو شخص لوگوں کے عیوب کو تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو تلاش کرے گا اور جس کے عیوب کو اللہ تعالیٰ تلاش کرے تو اس کو خوار کر دے گا اگرچہ وہ اپنے کجاوہ کے بیچ میں (ہی) ہو۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ بخدا (یعنی اللہ کی قسم کہ) ہم ایسی جماعت دیکھتے تھے کہ ان میں کچھ عیب نہیں تھے پھر جب وہ لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی اور تلاش میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عیب ظاہر کر دیئے۔

شیخ علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس مرید نے اپنے پیر بھائیوں کی لغزشات دیکھ کر انہیں نہیں چھپایا تو حقیقت میں اس مرید نے اس قدر اپنی لغزشات کے پردے کھول دیئے۔ اور حضرت احمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جب تم اپنے کسی پیر بھائی کو کسی ایسے گناہ پر دیکھو کہ وہ اسے ظاہر ظہور نہیں کر رہاہے تو تم اسے پوشیدہ رکھو اگر وہ اس گناہ کو تمہارے سامنے ظاہر کر رہا ہے تو تم اسے جھڑکو اور زجر کرو اور اس گناہ کو کسی دوسرے آدمی کو جس کو اس کا پتہ نہیں ہے مت بتاؤ۔ پھر اگر وہ شخص تمہارے جھڑکنے سے باز آیا تو ٹھیک ہے ورنہ تم اسے اس کا فائدہ کی غرض سے لوگوں کے سامنے جھڑکو۔ اپنے نفس کے خوش کرنے کی غرض سے نہیں۔ پس امید ہے کہ وہ اپنی جہالت اور غلطی سے باز آئے اور جب تک وہ اپنے گھر کے اندر دروازہ بند کر کے گناہ کر رہاہے تو ایسے شخص کو ظاہر ظہور گناہ کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔ہاں اگر گھر میں ایسے بچے ہوں جو کہ وہ بات باہر بتا سکتے ہوں تو وہ بھی مردوں کے حکم میں ہیں (یعنی ان کے سامنے گناہ کرنے والا بھی ظاہر ظہور گناہ کرنے والا کہا جائے گا)۔ حدیث شریف میں ہے: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں اس کی پردہ پوشی فرمائیگا۔[263]

ارشاد نمبر ۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی دنیوی خیر خواہی سے زیادہ دینی خیر خواہی کرے پس انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے عام اوقات مثلاً سحری یا دیگر فضیلت والے اوقات

---

[263] (الاربعین النوویة)

کی اطلاع دے دے اور انہیں ہوشیار کرے اور یہ بھی قانون دانی، نرم الفاظ اور شرافت ہی کے ساتھ ہو سختی اور حقیر جاننے کے طریقے پر نہ ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ انہیں غصہ آئے اور اس کی بات نہ سنیں۔

اسی طرح وہ مرید انہیں (یعنی اپنے پیر بھائیوں کو) نماز کے وقت آنے سے پہلے ہی ہوشیار کرے تاکہ وہ نماز کے وقت آنے تک اچھی طرح تیار ہو جائیں اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ یا فرض سے قبل والی سنت موکدہ ان سے فوت نہ ہو جائے جیسا کہ بعض وسواسی لوگوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ابھی تک وقت بہت ہے اور غالبًا ان سے نماز جماعت مکمل ہی فوت ہو جاتی ہے اور بعض سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان سے نماز جماعت فوت ہو جاتی تھی تو وہ اس نماز کو تنہا ستائیس بار پڑھتے تھے تاکہ نفس سے جہاد ہو۔ اگرچہ جمہور علماء اس طرح کرنے سے منع فرماتے ہیں اور اسلاف میں سے شیخ امام مزنی جو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں جب ان سے جماعت فوت ہو جاتی تھی تو اس نماز کو پچیس بار دہراتے تھے۔

ارشاد نمبر ۶: اور جو مرید ساری رات کھڑا ہو کر اول سے آخر تک نماز پڑھتا رہے اس پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات کو اپنے کسی بھی پیر بھائی پر کہ جن کو وہ سحری کے وقت جگاتا ہے اچھا نہ سمجھے۔ بلکہ ان کی نیند کو اپنی عبادت سے زیادہ خالص سمجھے کیونکہ نیند والا شخص مرفوع القلم ہوتا ہے (یعنی کراماً کاتبین اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھتے ہیں) اور جاگنے والا ایسا نہیں ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات قلم یوں لکھے کہ فلاں شخص ساری رات ریاء اور شہرت کی غرض سے جاگا ہے اور جب لوگ اس کی اس عبادت سے کہ وہ رات کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا ہے مطلع ہوتے تھے تو وہ اپنے دل میں لذت پاتا تھا تو قلم کا ایسا لکھنا تو گناہ ہی کے زیادہ قریب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو

شخص رات کو جاگے اور اللہ تعالیٰ کے شکر بجالانے کی غرض کے بغیر اپنے آپ کو سونے والوں سے اچھا سمجھے تو وہ شخص لعنت اور دھتکار کا مستحق ہے اور یہی شیطان کا گناہ ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دربار سے دھتکارا گیا (یعنی اپنی ذات کو اچھا سمجھا اور دھتکارا گیا)۔

ارشاد نمبر ۷: اور تمام مشائخِ عظام علیہم الرحمہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بندہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے کم سمجھے اور جو شخص اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھے گا تو وہ متکبرین سے ہو گا اور متکبرین کی جگہ جہنم ہے پس اگر کسی نے اپنی ذات کو اپنے تمام ہم عصروں سے اچھا سمجھا تو وہ دوزخ میں سب سے نیچے ہو گا اگر جنت میں داخل کیا گیا تو جنت میں بھی سب سے نیچے ہی ہو گا۔

اور حضرت عبد العزیز دیرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ تمام وجود اسے خیر کی امداد کرے تو اسے چاہئے کہ وہ مرتبے میں اپنے نفس کو تمام مخلوق سے نیچے سمجھے کیونکہ جو امداد کہ مخلوق کو پہنچتی ہے وہ پانی کے مثل ہے اور پانی صرف پست اور نچلی جگہوں کی طرف بہتا ہے بلند یا برابر جگہ کی طرف نہیں بہتا پس جو شخص اپنے نفس کو اپنے ساتھی کے برابر سمجھے گا تو امداد کھڑی رہے گی اس کی طرف نہیں چلے گی اگر بلند سمجھے گا تو بالکل ذرہ برابر بھی اس کی جانب نہیں چڑھے گی "واللہ ورسولہ اعلم"

ارشاد نمبر ۸: ایک دن خادم یعقوب نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ (اے بیٹا) تو اپنے پیر بھائیوں کا خدمت گار بن جا انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے اس کے بعد ان کی ایذاؤں کو بھی برداشت کرتا رہ اور تو اپنے آپ کو ان سے اچھا مت دیکھ ورنہ تو ایک ایسے گھڑے میں پڑ جائے گا کہ کوئی بھی تیری مدد کیلئے نہیں آئے گا۔

ارشاد نمبر۹: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مرید کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کرے پھر ان کے پاس معذرت پیش کرے کہ ان کا جو حق تھا وہ ادا نہیں کر سکا۔

ارشاد نمبر۱۰: ہر وہ مرید جو کہ اچھی مجلس سے پیچھے رہ جائے اسے لائق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے سامنے اپنی ذات کو زجر کرے اور اپنی بے عزتی کرے اور اپنے پیر بھائیوں کو کہے کہ تم اس کام میں میری اتباع سے بچ جانا۔ بے شک میں نے اس خیر سے پیچھے رہنے میں خطا کی ہے۔ اور اس مسئلہ میں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبقت کر لی۔ پس آپ اپنی ذات کو الزام دیتے تھے اور اپنے دوستوں کو فرماتے تھے کہ تم میرے (فلاں) کاموں کی تابعداری سے بچ جانا میں نے اپنے دین کو نقصان میں ڈال دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

ارشاد نمبر۱۱: اور مرید جب اول مجلس میں پہنچ نہیں سکا اور درمیان میں شامل ہو سکتا ہے یا بالکل مجلس کے ختم ہوتے وقت دعا ہی میں شامل ہو سکتا ہے تو پھر بھی اسے حق ہے کہ شامل ہو جائے اور شرم ہر گز نہ کرے جیسا کہ نماز کی جماعت کا حکم ہے کہ جو شخص بالکل آخری تشہد میں آ جائے تو اسے بھی چاہیئے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شریک ہو جائے تا کہ اسے جماعت کی کسی جزء یا بالکل ہی کسی ذرے کی فضیلت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

ارشاد نمبر۱۲: اور کوئی فقیر جو کہ کسی نیکی سے پیچھے رہ جائے اور اسے اس کے پیر بھائی اس پر ملامت کریں تو اسے چاہیئے کہ ان سے حجت بازی نہ کرے۔ ورنہ یہ اپنے نفس کی طرف سے ناجائز لڑنا ہو گا۔ بلکہ اسے چاہیئے کہ فوراً ہی استغفار (بخشش مانگنا) شروع کر دے اور ان کو دعا دے کہ "جزا کم اللہ تعالیٰ عنی خیرا" (اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے اچھا بدلہ دے دے) اور کہے کہ اے

پیر بھائیو! تمہارا مجھے ملامت کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ تمہاری مجھ سے شدید محبت ہے اور تم میرے دین کے مجھ سے زیادہ خیر خواہ ہو۔ فقیر یہ بات انہیں اس لئے کہے کہ تا کہ وہ اسے دوبارہ کسی وقت نصیحت کرنے کی ہمت کریں اگر بالفرض کسی فقیر نے اپنے نفس کی طرف سے جھگڑنا شروع کر کے انہیں یوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے آج سے بہت دن پہلے ہی سے برا سمجھتے ہو تو اس صورت میں اس کے پیر بھائی آئندہ اس کی بے فہمی کی وجہ سے اس کی نصیحت کو بھی چھوڑ دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)

ارشاد نمبر ۱۳: اور حضرت احمد بن رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کا بدلہ چاہا اور اپنے نفس کی طرف سے بحث کی تو تباہ وہلاک ہوا اور جس شخص نے لوگوں سے درگزر کیا اور اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ بغیر اہل و قوم کے اس کی مدد فرمائے گا۔

ارشاد نمبر ۱۴: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو ہدایت کرے اور انہیں شریعت وطریقت کے آداب سکھائے لیکن اپنے آپ کو ان سے اچھا نہ سمجھے کیونکہ بعض فقیر اخلاص اور حسن معاملہ میں اس سے زیادہ ہوتے ہیں اور معلم و مبلغ کا مرید سے زیادہ علم رکھنے کی وجہ سے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہونا لازم نہیں آتا اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے اس زمانے کے اکثر مشائخ بے خبر رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مریدوں سے زیادہ علم رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں پس جو شیخ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے وہ اس بیان کو خوب ذہن نشین کر لے۔

ارشاد نمبر ۱۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو جہاں تک کہ اسے علم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والا طریقہ بتا دے اور جب اس کے پیر بھائی خیر کی مجلسوں سے پیچھے رہ جائیں تو انہیں اپنے نفسوں کو زجر دینے کی راہیں بتا دے۔ پس امید ہے کہ ان کیلئے وہ زجر و توبیخ ان کے پیچھے رہ

جانے کے خلل کا بھراؤ بن جائے اور (پیچھے رہنے والے) فقیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے زجر وتوبیخ سے مسامحت (چشم پوشی) کرلے جیسا کہ اس پیچھے رہنے والے کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ ایسے عذر پیش کرے جنہیں اس کا شیخ اور پیر بھائی قبول نہ کریں اور اس طریقہ سے اپنے نفس کو دھوکہ دے دے۔

اور اس (پیچھے رہنے والے) فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو اس طرح آزمائے کہ اگر مثلاً وہ فقیر ذکر کی مجلس میں حاضر ہو جائے تو کوئی تونگر آدمی اسے ہزار دینار عطیہ دے دے گا پس اگر اس وقت وہ اپنے نفس کو یوں دیکھے کہ وہ ہزار دینار کو چھوڑتا ہے اور اپنی سخت ضرورت جو کہ اس کے اس تمام وقت کو لپیٹ رہی ہے کا عذر پیش کرتا ہے تو وہ فقیر اس دن کی مجلس ذکر کے چھوڑنے میں واقعی معذور ہے اور اپنے قول میں سچا ہے (کہ آج میں معذور تھا لہٰذا حاضر نہیں ہو سکا) اگر وہ اپنے نفس کو ہزار دینار کے حاصل کرنے کیلئے وہاں حاضر ہونے کا حریص پائے اور ان تمام ضروریات ورکاوٹوں کو جو کہ اس کو اس مجلس ذکر سے پیچھے رکھتی تھیں ہٹانے والا پائے تو وہ فقیر مجلس خیر سے پیچھے رہ جانے کے عذر پیش کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ مؤمن کے نزدیک کلمہ **سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ** سونے سے بھری ہوئی زمین سے بھی زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (الکھف ۴۶)

ترجمہ: "مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے۔ اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ بہتر ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا کہ:

وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ (الکھف ۴٦) سے مراد بندے کا "سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الٰہ الّا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" کہنا ہے۔ پس بندے کے لئے جس چیز کے بہتر ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے دے تو بندے کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی شے کو اس پر ترجیح دے دے بلکہ بعض اوقات یہ کفر ہے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ آمین)

ارشاد نمبر ١٦: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے دینی و دنیوی مشکل اعمال کی مدد میں بہت اقدام کرنے والا ہووے جیسا کہ ان کے گھروں کی طرف لکڑی یا گیہوں اٹھانا ہوا۔ یا پوری رات ان کیلئے جاگنا ہوا اور اس خدمت و مدد کے زیادہ حقدار نئے مہاجروں کی بنسبت پرانے مہاجر ہیں یعنی وہ فقیر جو کہ شیخ کے ہاں پہلے ہجرت کر کے آئے ہیں کیونکہ نئے مہاجر پرانے مہاجروں ہی کے کاموں کو دیکھتے رہتے ہیں (اور ان سے سبق لیتے اور سیکھتے رہتے ہیں)۔

نیز محققین نے فرمایاہے کہ فقیر پر حق ہے کہ وہ شک اور تہمت والی جگہوں اور ناشائستہ کاموں کے ارتکاب سے بہت دور رہے تا کہ جب وہ اپنے بھائیوں کو نصیحت کرے تو وہ اس کی سنیں۔ پس ایسا نہ کرے کہ ان کو رات کے اٹھنے کا حکم دے اور خود سو جائے۔ اور دوسروں کو دنیا سے بے رغبتی اور مال جمع نہ کرنے کا حکم دے اور وہ خود اس کی رغبت رکھے اور جمع کرے اور جماعت کے اکابر لوگ اس بات سے سخت پرہیز کریں اور شیخ تو ان تمام باتوں کا سب سے زیادہ بطریقہ اولیٰ حقدار ہے۔ (بہر حال) فقیر کو چاہیئے کہ وہ دوسرے فقراء کے گندم اور لکڑیوں کے اٹھانے یا فصل کاٹنے گیہوں گاہنے (یا دیگر مباح کام کاج) وغیرہ میں مدد کرے اگرچہ ایک بار یا ایک ہی دن ہو کیونکہ اس طریقہ سے

فقراء کوخوشی پہنچے گی۔ ”واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ“ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں ہے۔ (الحدیث)

ارشاد نمبر ۱۷: جماعت کے اکثر فقراء جس غلطی میں واقع ہوتے ہیں وہ اس شخص کی غیبت میں واقع ہونا ہے جس کو فساد کی وجہ سے جماعت سے نکالا گیا ہے اور اس کے احوال کا ہر ایک فقیر کو بتانا یا ہر شخص جو کہ اس کے نکالنے کا سبب پوچھے اس کو بتا دینا یہ سب ناجائز ہیں اور بسا اوقات وہ بتانے والے لوگ اس نکالے ہوئے شخص سے بھی زیادہ گنہگار اور بدحال ہو جاتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۱۸: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ جماعت کے پیر بھائیوں کی بیماری وغیرہ میں ان کی خدمت سے غفلت نہ کرے۔ خصوصًارات کے وقت جب کہ لوگ اسے چھوڑ کر جاکر سو جائیں اور اس کا کوئی اہل وایسا مددگار نہ ہو جو کہ اس کی نگہبانی کرے۔ پس اس صورت میں اس فقیر پر لازم ہو گا کہ وہ اس بیمار کی خدمت کرے یا اسے شفاخانہ تک لے جائے اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن بندے سے اس کے تمام بھائیوں اور ساتھیوں کے حقوق کے متعلق پوچھا جائے گا۔ پھر اگر بیمار فقیر کے پاس ایسی کوئی چیز نہ ہو جسے وہ اپنی بیماری پر خرچ کرے تو اس کے پیر بھائیوں پر حق ہے کہ وہ اپنے مال سے اس پر خرچ کریں یا اللہ تعالیٰ کے امان وپناہ پر اس کیلئے قرض لیں۔

اگر وہ اسے شفاخانہ اٹھا کر لے گئے تو اس کے حق کا پورا کرنا مثلاً اس کی طرف بار بار آنا جانا اور ڈاکٹر وکارکنوں کو اس کیلئے ہدایت دینا ضروری ہے اور وہ ہمیشہ اس کی طرف آتا رہے یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے یا رحلت پائے۔ ”واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ“ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔

ارشاد نمبر ۱۹: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ جماعت کے نابینوں بوڑھوں اور یتیموں کی خدمت کرے اور نابینوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کو ان کے ضروری مقام تک پہنچائے اگر وہ چاہیں تو ان کے کپڑے اور داڑھی سے جوں بھی نکالے۔ اسی طرح نابینوں کو ان کے کپڑے بھی اٹھا کر دے دے۔ بلاشبہ ایسے کام قربِ الٰہی کے یقینی ذرائع ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود ان کا حافظ ہوتا ہے پس جن لوگوں نے ان کی خدمت کی تو حقیقتاً انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اتاری اور یہ دولت صرف محبوبانِ خدا اور مقربانِ الٰہی ہی کو نصیب ہوتی ہے اور جب جماعت کے قوی لوگ نابینوں بیواؤں اور یتیموں کو خوشی پہنچائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے رزق کے اسباب کو سہل و آسان بنائے گا اور ان پر وسعت و کشادگی فرمائے گا اور عکس کا حکم عکس ہے (یعنی جو لوگ ان کو خوشی نہیں پہنچائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق کے اسباب کو تنگ فرمائے گا)۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے اوپر رحمتِ الٰہی کے نزول کو چاہے تو نابینوں اور یتیموں کی خدمت کرے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جتنی رحمت زیادہ کرے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجے اتنے بلند فرمائے گا۔

واقعہ: حضرت سید شیخ عثمان خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا اور یتیموں کی خدمت کرتے تھے اور ان کے کپڑے اور داڑھی دھوتے تھے اور ان کی ضروریات تک ان کو لے چلتے تھے نیز ان کیلئے طعام پکاتے تھے اور ان کے گیہوں بھی صاف کرتے تھے اور ان کیلئے چکی کا پاٹ اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ "**ھٰذا شرفی**" یہ میرا شرف ہے (یعنی ان کاموں میں میری بزرگی و عزت ہے)۔

ارشاد نمبر ۲۰: اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے تم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر مبارک پر عمل کرتے ہوئے اسے معاف کر دو اور یوں مت کہو کہ

شریعت پاک نے تو مجھے اس کے ظلم کے برابر بدلہ لینے کی اجازت دی ہے پھر میں بدلہ کیوں نہ لوں کیونکہ بہت سی چیزیں شریعت میں جائز ہوتی ہیں لیکن ان کا ترک کرنا افضل ہوتا ہے (اور یہ بھی ان میں سے ہے)۔

ارشاد نمبر ۲۱: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تو اپنے مسلمان بھائی سے ناراض ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ناراض مت ہو جا (اور تو ان تین دنوں میں گفتگو کرنے کی غرض سے اس کو تین بار سلام دینے میں پہل کر پھر اگر اس نے جواب دیا تو ٹھیک ہے ورنہ اب تجھ پر کچھ الزام نہیں ہے ناراضگی اور نہ بولنے کا گناہ اسی پر ہو گا)۔

ایک بزرگ کا واقعہ: "میں ۹۴۷ھ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اتفاقاً طواف کی دعاؤں میں سے کوئی بھی ایک دعا دل میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ پس میں نے ایک (غیبی) کہنے والے سے سنا وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ تو یوں کہہ:

اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیۃ ما اتحمل بہ الاذی من جمیع العباد اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیۃ ما اتلقی بہ جمیع الاقدار الجاریۃ علی بالرضی و التسلیم۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیۃ ما اکون بہ ھادیا مھدیا۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیۃ ما تصیر بہ حرکاتی و سکناتی کلھا مرضیۃ عندک۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیۃ ما اتجمل بہ بین یدیک فی الدنیا و الآخرۃ۔

ترجمہ: "اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے تمام بندوں کی ایذاء کو برداشت کر لوں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے تمام آنے والی تقدیروں پر رضا و تسلیم کو اختیار کر لوں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے رہنما اور

راہ یافتہ ہو جاؤں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطافرما کہ اس کے ذریعے سے میری ہر حرکت وسکنت تیرے نزدیک پسندیدہ ہو جائے۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطافرما کہ میں اس کے ذریعے سے دنیاوآخرت میں تیرے سامنے آراستہ رہوں۔"

پھر اس کے بعد ماثور دعاؤں کے علاوہ میری اکثر دعایہی ہوتی تھی۔

ارشاد نمبر ۲۲: اور فقیر کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں مت بھولے اور جب اس کا وقت اللہ تعالیٰ سے صرف ہو جائے تو ان کیلئے مغفرت رحمت اور عفو کی دعامانگے۔ یہ دعارات کو ہو یادن کو سجدہ میں یا غیر سجدہ میں سب برابر ہیں۔ اس دعا کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بھائیوں کا حق پیر بھائیوں کا ادا کرنا ہو گا اور دوسرا یہ ہو گا کہ ایک خاص فرشتہ اس دعامانگنے والے کیلئے کہے گا کہ "ولک مثل ذٰلک" یعنی تیرے لئے بھی اس جیسا ہو اور فرشتے کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

ارشاد نمبر ۲۳: اور فقیر پر حق ہے کہ اس کے پیر بھائیوں میں سے جو بھی اس پر احسان کرے اس کی فضیلت کا اقرار کرے۔ بالخصوص جو شخص کہ اس کو ہدیہ دینے میں پہل کرے پس یہ فقیر اس کے صرف پہل کرنے کے بدلہ دینے پر بھی قادر نہیں ہو سکے گا۔

ارشاد نمبر ۲۴: اسی طرح پیر بھائی کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ اس پیر بھائی کے پاس آئے تو یہ اس کیلئے کھڑا ہو جائے اگرچہ وہ آنے والا پیر بھائی اس کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے خصوصًاجب کہ وہ آنے والا پیر بھائی عالم دین یا حافظ قرآن مجید ہو۔

اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اے میرے بھائی تو اپنے بھائی کیلئے قیام کر (کھڑا ہو جا) تاکہ تو اس کا حق پورا کرلے تو یہ گمان مت کر کہ وہ تیرے قیام کو پسند کرتا ہے ورنہ بلا شبہ یہ تیری طرف سے بد ظنی ہو گی۔

ارشاد نمبر ۲۵: اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ تو اپنے بھائی کی مروّت پر اعتماد کر کے اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی مت کر۔ بلاشبہ جب تو اس کے حق کو ادا کرے گا تو تجھے ایک تو انسان کے حق ادا کرنے کا ثواب ملے گا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے امر مبارک کی تابعداری کا ثواب ملے گا۔

ارشاد نمبر ۲۶: اور فقیر پر حق ہے کہ جب اس کا پیر بھائی اپنی شادی میں اس سے کچھ مالی مدد چاہے تو وہ اس پر بخیلی مت کرے اگرچہ اپنے کرتہ اور زائد کھڑاؤں (یعنی لکڑی کی جوتی) یا کچھ گیہوں وغیرہ سے کیونکہ اس کام میں اعانت اعلیٰ عبادات میں سے ہے بلکہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ نکاح میں مدد غازیوں اور مکاتبوں کی مدد سے بھی افضل ہے کیونکہ نکاح نہ ہو تو نہ کوئی مجاہد وجود میں آئے گا اور نہ کوئی عابد اور یہ ایک ایسا کام ہے کہ اکثر فقراء اس میں کوتاہی کر لیتے ہیں (انہیں متنبہ ہونا چاہیے)۔

ارشاد نمبر ۲۷: اور فقیر کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت اپنی زبان سے کڑوی بات نکالنے کی عادت نہ کرے ورنہ وہ برے آدمیوں میں سے ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "شر الناس من ترکه الناس اتقاء فحشه" بہت برا آدمی وہ ہے کہ جس کی صحبت کو لوگوں نے اس کی فحش کلامی سے بچنے کی وجہ سے چھوڑی ہو۔ پس یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے گواہی ہے کہ بلاشبہ فحش اور بے ہودہ گفتگو کرنے والا برے آدمیوں میں سے ہے اور میں

نے اپنے سید علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تم کسی بھی مسلمان کو گالی مت دو کیونکہ بسا اوقات تم اس کے باپ کو گالی دوگے تو وہ تمہارے باپ کو گالی دے گا (تو اس لحاظ سے تم اپنے ہی باپ کو گالی دوگے)۔

اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ بولنے میں احتیاط لقمہ اور کپڑوں کے احتیاط سے اشد (یعنی زیادہ سخت) ہے۔

ارشاد نمبر ۲۸: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی ایک مخلوق کو خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر حقیر نہ جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کرتے اور صورت عطا کرتے وقت حقیر نہیں بنایا ہے اور کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عدم سے وجود میں لائیں اور تو اسے حقیر جان لے۔ یہ بات محض جہالت (ہی) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ حکم نہیں فرمایا ہے کہ تو اس کے کسی ایک بندے کو حقیر جان لے۔ہاں اس ذات نے تجھے اس بات کا ضرور حکم فرمایا ہے کہ تو ان کاموں کو ناپسند کرے جو کہ اس کی شریعت کے خلاف ہیں۔ اور بس۔

پس تو گنہگار شخص کو نیکی کا حکم دے اور گناہوں سے روک لیکن اس طرح کہ تو اس کی ذات کو حقیر نہ جان کیونکہ بسا اوقات وہ شخص علمِ الٰہی میں تجھ سے اعلیٰ مقام رکھنے والا ہوتا ہے اور تو فاسقوں میں سے ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہ تیری سفارش کرنے لگتا ہے۔

اور تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لہسن کے بارے میں قول مبارک پر غور کر لے آپ نے فرمایا کہ "انها شجرة اكره ريحها" بلاشبہ لہسن ایک ایسا بوٹا (یعنی چھوٹا درخت) ہے کہ میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس (غور کیجئے کہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لہسن کی ذات کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ صرف اس کی بو کو ناپسند فرمایا۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم انسان کی ذات کو

ناپسند نہ سمجھیں بلکہ اس کے عمل کو ناپسند سمجھیں۔ نیز جاننا چاہیئے کہ کفار و عاصیوں سے ہماری دشمنی ان کی (ذات کی وجہ سے نہیں) صفات کی وجہ سے ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب کفار اسلام لائیں اور عاصی لوگ صالح ہو جائیں تو پھر ان کی کراہت (یعنی انہیں ناپسند سمجھنا) ہم پر حرام ہو گا۔ واللہ و رسولہ اعلم۔

ارشاد نمبر ۲۹: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی ضروری حاجات کو اپنے تمام نفلی عبادات سے مقدم رکھے کیونکہ خیر متعدی کا نفع خیر قاصر سے افضل ہے (ایسی نیکی جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے خیر متعدی کہلاتا ہے اور ایسی نیکی جس سے صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچے خیر قاصر کہلاتا ہے۔ پس خیر متعدی کا نفع خیر قاصر سے افضل ہے)۔ بالخصوص جب کہ فقیر کو اس کام کیلئے اس کا شیخ امر فرمائے۔ ہاں اگر شیخ کسی فقیر کو پیر بھائیوں کی خدمت سے منع کرے تو اس فقیر کو پھر خدمت کرنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ بعض اوقات فقراء کو اپنے نفسوں کیلئے تکلیف اٹھانے پر مکلف کیا جاتا ہے اور خدمت غالباً ان پیشواؤں کیلئے ہوتی ہے جو کہ اپنے اخلاق کے علاج سے فارغ ہوتے ہیں اور وہ اپنی ذات کو تمام مخلوق سے حقیر تر سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر لوگ ان کی حقارت کریں اور ان کے عیوب بیان کریں تو ان کو بال برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔

ارشاد نمبر ۳۰: اور حضرت ابو سلیمان دارانی وغیرہ فرماتے تھے کہ اس طریقت کی صلاحیت رکھنے والے لوگ وہ ہیں جو کہ اپنی جانوں سے پائخانوں (اور گندی جگہوں) کو جھاڑو دیں (اور صاف کریں)۔

ارشاد نمبر ۳۱: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے پائخانوں کی صفائی کی طرف قدم بڑھائے اگرچہ اس کام کیلئے مزدور اور خادم مقرر ہو نیز ملاقات کی جگہ اور وضو

خانہ کے ارد گرد جو پلیدی و گندگی ہو اسے بھی زائل کر دے اور یہ کام ایک ایسے وقت میں سر انجام دے کہ کوئی آدمی اسے نہ دیکھے۔ مثلاً چاشت کے وقت یا سحری کے وقت (یا کوئی ایسا دوسرا وقت جس کو وہ اپنے لئے مناسب سمجھے) کیونکہ نفس جب جان گیا کہ وہ تواضع سے پہچانا گیا ہے تو اسے متکبروں کے کبر کی لذت سے زیادہ لذت وخوشی پہنچے گی اور یہ کام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ امین الدین امام جامع الغمری رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ تھا۔

ارشاد نمبر ۳۲: جو شخص اپنے بھائیوں کی خدمت کرے گا تو اس کے چہرے پر نور اور محبوبیت کے آثار ہوں گے اور جو شخص خدمت سے تکبر کرے گا تو اس کے چہرے پر تاریکی اور ظلمت ہو گی۔

ارشاد نمبر ۳۳: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پاس استرا چاقو قینچی سوئی ستالی (چمڑا سینے کا آلہ جو کہ موچیوں کے پاس ہوتا ہے) دھاگہ اور جس چیز کی عادۃً ضرورت پڑتی ہے ان سب کو اپنے پاس رکھے اور یہ اس لئے کہ ان کے ذریعے سے اپنے بھائیوں کی تکلیف کو رفع کرے اور یہ چیزیں انہیں ادھار دے کر انہیں نفع پہنچائے۔

اسی طرح فقیر کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ کنگھی دانت صاف کرنے والا آلہ مسواک اعضا پونچھنے کیلئے کوئی چادر (یارومال وغیرہ) اور نماز کیلئے مصلّٰی اپنے پاس رکھے اور غیر مسجد میں جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے تو مصلی بچھا کر اس پر نماز ادا کرے۔ جاننا چاہئے کہ اسلاف نے مصلوں کو اپنی عظمت اور بڑائی کی غرض سے اختیار نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس چیز سے پناہ دے کہ صرف نماز کی مصلحت ہی کی غرض سے ان کو اختیار کیا تھا اور محققین نے اتفاق کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں

ذرہ برابر بھی تکبر ہو اسے دربارِ الٰہی میں (ہرگز) داخل ہونے نہیں دیا جائے گا اور جس شخص کے دل میں عاجزی اور مسکینی ہو تو اسے کسی بھی وقت دربارِ الٰہی میں حاضر ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔

ارشاد نمبر ۳۴: جب کسی فقیر سے اپنے پیر بھائی کے حق میں بے ادبی ہو جائے تو اس فقیر پر حق ہے کہ وہ عاجزوں اور ذلیلوں کی شکل بنا کر اس سے معافی مانگنے کی طرف جلد بازی کرے۔ مثلاً اپنا سر ننگا کرلے اور جوتیوں کے رکھنے کے پاس کھڑا رہے اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر نماز کے طریقے سے برعکس رکھے اور اپنا سر زمین کی جانب جھکائے ہوئے رکھے اور پیر بھائی کے حق میں اس سے جو غلطی کہ سرزد ہوئی ہے اس پر نادم و پشیمان رہے۔ پھر اگر اس کا پیر بھائی اس کے عذر کو قبول کرکے اسے جلدی معافی دے دے تو بہت اچھا ورنہ فقیر کو چاہئے کہ وہ فوراً بیٹھ نہ جائے بلکہ کھڑا رہے یہاں تک کہ اس کا پیر بھائی اس پر رحمت فرمائے اور اسے معافی دے دے اور فقیر پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے۔ نفس کی طرف سے ذرہ برابر بھی جواب نہ دے۔(یعنی یوں نہ کہے کہ میں نے غلطی نہیں کی ہے یا فلاں فلاں وجہ سے وہ کام کیا تھا) بلکہ اقرار کرلے کہ بے شک اس نے اپنے پیر بھائی پر ظلم کرلیا ہے۔ جب وہ فقیر معافی مانگنے میں انتہائی حد کو پہنچ جائے تو اب اس پیر بھائی پر حق ہے کہ اس کا عذر قبول کرکے اسے معافی دے دے۔ اگر بالفرض اس نے معافی نہ دی اور فقیر کا معافی مانگتے ہوئے ٹھہرنا کافی دراز ہو گیا تو اس وقت دوسرے پیر بھائیوں پر حق ہے کہ وہ اس پیر بھائی کو یہ حدیث مبارک سنائیں: "من اتاہ اخوہ متنصلا من ذنب فلیقبل ذٰلک محقا کان او مبطلا فان لم یقبل لم یرد الحوض۔"[264]

[264] (رواہ الترمذی وغیرہ)

جس شخص کے پاس اس کا بھائی اپنے کسی گناہ کی معافی لینے کیلئے آئے تو اس شخص کو چاہئے کہ اپنے اس بھائی کے عذر کو قبول کرے (اور اسے معافی دے دے وہ بھائی) سچا ہو یا جھوٹا۔ اگر اس شخص نے اس (بھائی) کے عذر کو قبول نہیں کیا (اور اسے معافی نہیں دی) تو وہ شخص (میرے) حوض پر نہیں آئے گا۔

ارشاد نمبر ۳۵: اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جب تمہارے پاس تمہارا کوئی بھائی عذر پیش کرتے ہوئے آئے تو تم اس کے عذر کو قبول کرو بالخصوص جب کہ وہ دیر تک معافی مانگتا رہے۔ اگر کسی فقیر کو اس پر رحم نہ آیا تو پھر اس فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنی ذات کو ملامت کرنا شروع کرے اور اسے کہے کہ تیرا بھائی تیرے پاس معافی مانگنے کیلئے آیا ہے اور تو اس کے عذر کو قبول نہیں کرتا ہے (اور اسے معافی نہیں دیتا) حالانکہ تو نے بھی کافی بار اس کی بے ادبی کر لی ہے اور اس کی طرف توجہ نہیں دی ہے پھر تو تو اس وقت اس سے بہت برا اور گندا رہا۔

ارشاد نمبر ۳۶: جب کچھ پیر بھائیوں کی طاعات اور نیکیاں زیادہ ہو جائیں اور لوگ ان کے معتقد ہو جائیں تو فقیر پر حق ہے کہ وہ ان پر حسد نہ کرے بلکہ ان کی کثرتِ طاعات پر خوش ہو اور ان کے آداب بجالانے کا حریص بن جائے۔

ارشاد نمبر ۳۷: اور شیخ ابو مدین کمسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جس فقیر نے اپنے پیر بھائی کی حاجت پوری کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اس کی حاجت پوری نہ کی، یہاں تک کہ اس پیر بھائی نے اس سے سوال کر لیا تو اس فقیر نے اپنے پیر بھائی کا حق ادا نہ کیا۔

نیز فرماتے تھے کہ جس فقیر نے اپنے پیر بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے عیال کی (خبر نہ لی اور ان کی) حاجات پوری نہ کی تو بلا شبہ اس نے اپنی پیر بھائی کے حقوق کی خیانت کی۔

ارشاد نمبر ۳۸: اے میرے بھائی تو اپنی (پوری) طاقت جتنا اپنے پیر بھائیوں پر احسان کر، تاکہ تیری موت ان پر ان کے والد شفیق کی موت سے بھی زیادہ شدید رہے۔

ارشاد نمبر ۳۹: فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی اور اپنے پیر بھائیوں کی نصیحت سے غافل نہ رہے اور لوگوں کے اموال میں طمع نہ رکھے اور بدعتی شخص کی صحبت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی عورت کی صحبت اختیار کرے اور اپنے شیخ میں کوئی نقص نہ دیکھے اور اپنے رب کے ذکر سے غافل نہ رہے اور نہ ہی اس کے شکر سے غافل رہے اور مجلس ذکر سے پیچھے نہ رہے اور نہ ہی صالحین کی خدمت اور احترام سے پیچھے رہے۔ اگر فقیر نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس سے متنفر اور بغض رکھنے والا بنا دے گا۔

ارشاد نمبر ۴۰: اور شیخ ابو مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ فقیر کو ان مندرجہ ذیل لوگوں کی صحبت بہت ضرر پہنچاتی ہے۔

نمبر ۱: ایسے عالم کی صحبت جو کہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو۔

نمبر ۲: ایسے شخص کی صحبت جو کہ احکامِ شریعت سے بے خبر ہو۔

نمبر ۳: ایسے مقرر کی صحبت جو کہ لوگوں کو دھوکہ دے اور انہیں غلط بات بتا کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے۔

ارشاد نمبر ۴۱: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو ان دعووں سے روک دے جن کیلئے ان کے ظاہر میں دلیل اور علامات نہ ہوں بلکہ اگر ان کے ظاہر میں کچھ دلیل اور علامات ہوں تب بھی انہیں دعووں سے روک دے اور انہیں اپنے مقام کے چھپانے کا امر کرے تاکہ اللہ تعالیٰ خود انہیں ان کے ارادہ کے بغیر اظہار فرمائے اور اس معاملہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔

اور مشائخِ عظام نے فرمایا ہے کہ تم جس آدمی کو دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ظاہر میں اس کی کوئی دلیل و علامت موجود نہیں ہے تو تم اس کی صحبت سے بچو۔ نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے پہلے لوگوں کا پیر بن جائے گا تو وہ فتنہ میں پڑا ہوا (گمراہ) اور لوگوں کا تمسخر بن جائے گا۔ نیز مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اولیاء کاملین رحمھم اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے تب نکل آتے ہیں جب انہیں وہاں نہ آنے پر سلب نعمت کی تہدید و جھڑک دی جاتی ہے۔

ایک عارف کامل کی حکایت: "ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کلمہ توحید کی تلقین چاہی لیکن میں نے اسے دیکھا کہ وہ بڑائی کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی طرز کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کرنا فخر و غرور ہی کو بڑھاتا ہے لہٰذا میں نے اسے تلقین نہیں دی اور وہ میرے بعد بہت سے مشائخ کے پاس گیا اور سب کے عہد کو توڑتا رہا اور ہر ایک جس نے اس کو تلقین دی تھی اسے جدا کرتے اور وہ زبردستی ان کے پاس بیٹھ جاتا تھا۔ آخر کار ایک دن اس نے دعویٰ کیا کہ سابقہ بزرگانِ دین جو کہ فوت ہو چکے ہیں نیند میں میرے پاس تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ اب تو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جا (یعنی تو پیر بننے کے مقام کو پہنچ گیا ہے لہٰذا اب تو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جا) شاید وہ ابلیس تھا۔ پس عوام کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی اور وہ لوگوں کو کہنے لگا کہ "انا الیوم اکبر الاولیاء و اوسعھم دائرۃ و الاقطاب کلھم من تحت امری" آج میں تمام اولیاء کا بڑا ہوں اور دائرہ میں ان سب سے وسیع تر ہوں اور تمام اقطاب میرے حکم کے نیچے ہیں۔ پس لوگوں نے اس سے تمسخر شروع کر دیا اور اس کی وجہ سے اس زمانہ کے دوسرے موجودہ فقراء سے بھی۔ فلاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کرامات معجزات کی فرع ہیں پس جس شخص کی کرامت اس کے دعویٰ کی مصدق (تصدیق کرنے والا) نہ ہو تو وہ کاذب اور جھوٹا ہے۔

ارشاد نمبر ۴۲: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے پیر بھائیوں کو اپنی عبادات کے بدلے میں مقام یا حال طلب کرنے سے منع کر دے کیونکہ جس فقیر نے اپنے لئے حال یا مقام چاہا تو وہ معارف کے طرق سے بعید ہو گیا اور اہلِ طریق نے اتفاق کیا ہے کہ جو شخص اپنے اعمال کے بدلے میں مقام چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر رعایت سے گر جائے گا اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اے فقیر! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے کھڑا کر دیا تو تو ثابت رہے گا اگر تو نے اپنی ذات کو آپ کھڑا کر دیا تو تو فوراً ہی گر جائے گا۔ نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس امارہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں چاہے گا تو ایک دن اس کا نفس امارہ اسے ضرور پچھاڑ دے گا۔

ارشاد نمبر ۴۳: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ تمام مخلوق کو اپنی ذات سے اچھا سمجھے بالخصوص کسی دوسرے شیخ کی جماعت کو۔ پس جو فقیر اپنے شیخ کی تربیت سے جدا ہوا اور اپنی ذات کو کسی بھی ایک مسلمان سے اچھا سمجھا تو وہ (عند اللہ تعالیٰ) مبغوض (اور محروم) ہے کیونکہ یہ اس کا وہی گناہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اسے جدا کیا گیا ہے اور یہ بات بہت سے مریدوں پر مخفی رہتی ہے۔

ارشاد نمبر ۴۴: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات کو کسی دوسرے شیخ کی جماعت سے اچھا نہ سمجھے کیونکہ وہ بھی طریقت میں اس کے بھائی ہیں کیونکہ اہل اللہ کا طریقہ تو ایک ہی ہے یعنی ان کا اصل ایک ہے اگرچہ شاخیں بہت ہوں اور لوگ اپنے لئے شیخ صرف اس لئے بناتے ہیں تاکہ وہ ان کے اخلاق کو سنواریں اور ان کی بے وقوفی کو زائل کریں یہاں تک کہ ہر ایک فقیر یہ یقین رکھے کہ سب لوگ نجات یافتہ ہیں اور ہلاک ہونے والا صرف میں ہی ہوں۔

اور یہ بات ہمارے زمانے کے بہت سے فقراء میں عام ہو گئی ہے کہ جب کوئی فقیر کسی شیخ کی صحبت میں حیاتی گزارتا ہے پھر جب شیخ رحلت فرماتے ہیں تو وہ فقراء کی جماعت کی قینچی بن جاتا ہے کسی کو بھی اچھا نہیں سمجھتا ہے۔ اس طرح ہونا اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کی علامت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی مانگتے ہیں۔

پس اے بھائی! تو اپنی ذات کو ان کلمات کے ترازو سے تول لے۔ اگر تو نے اپنے نفس کو ان کے (مطابق اور) برابر پایا تو تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے کہ تو نے اپنے شیخ کی صحبت سے نفع اٹھایا ہے۔ اگر تو نے اپنے نفس کو ان کے (مطابق اور) برابر نہیں پایا تو جان لے کہ تو نے کوئی چیز حاصل نہیں کی ہے۔[265]

مزید آدابِ اخوانِ طریقت از الانوار القدسیہ

اعلم رحمک اللہ تعالیٰ ان آداب الفقراء لا تنحصر لانها مجموع ما فی الکتب الإلهية والاحادیث النبویة والآثار الصحابة والآداب السلفیة، ولکن نجمع آداب الفقیر مع اخوانه کلهم ان لا یعاملهم الا بما یحب ان یعاملوه به، وان یرجو لهم من الخیر والمسامحة فی ذنوبهم ما یرجوه لنفسه، وان یحملهم فی جمیع ما یقعون فیه من مواطن الفهم علی احسن المحامل مما یحب ان یحملوه علیه لو وقع هو فی ذلک، ویرجو لهم قبول التوبة ولو فعلوا من معاصی اهل الاسلام ما فعلوا کما یرجو ذلک لنفسه اذا وقع فیما وقعوا۔ فمن فعل بتفاصیل ما قلناه فقد وفی اخوانه حقوقهم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[265] (کتاب الانوار القدسیہ)

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے یہ بات جان لو کہ مریدوں کے آداب بے شمار ہیں کیونکہ یہ تمام کتب الٰہیہ احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اسلاف کے آداب کا مجموعہ ہیں لیکن ہم مرید کے ان آداب کو یہاں جمع کرتے ہیں جو اس کے تمام برادران طریقت کے ساتھ ہیں وہ یہ کہ۔

جو اپنے لئے پسند کرے وہی ان کے لئے ان کے ساتھ وہی معاملہ کرے جسے وہ ان کی طرف سے اپنے ساتھ پسند کرتا ہے ان کے لئے بھلائی کی امید رکھے اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرے جس کی وہ اپنے لئے امید رکھتا ہے وہ تمام باتیں جن کو سمجھنے کے مقامات میں وہ ان میں مشغول ہوتے ہیں ان کو اچھی بات پر محمول کرے جس کی وہ اپنے لئے ان سے امید رکھتا ہے اگر وہ اس سے سرزد ہو۔

ان کے لئے توبہ کی قبولیت کی امید رکھے اگرچہ وہ پورے اہل اسلام کے برابر گناہ کریں جس طرح اگر وہ خود گناہ کرے تو قبولیت توبہ کی امید رکھتا ہے۔ پس جس شخص نے اس تفصیل پر عمل کر لیا جو ہم نے ذکر کی ہے تو اس نے اپنے برادرانِ طریقت کے حقوق کو ادا کر دیا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

مرید ہر حق ادا نہیں کر سکتا

ثم لا یخفی علیک یا اخی ان المرید لا یقدر علی التخلق بجمیع آداب اخوانه لانه مشغول بحق اللہ تعالیٰ عن حقوقهم، فلا یقدر علی الجمع بین حق اللہ و حق عباده، و انما یؤمر ببعض اخلاق لابد منها فی طریق الخلطة والمجاورة مما هو کالواجب الکمال کلها۔ و ایضا ح ذلک ان الاخلاق المحمدیة لا تخلع علی احد ان دخل حضرة اللہ تعالیٰ الخاصة التی یدخلها السالک عند کمال سلوکه فی العادة، و تلک حضرة محرم دخولها علی من بقیت فیه بقیة من رعونات النفوس، بدلیل عدم صحة الوضوع و الصلاة لمن ترک لمعة من اعضاء الطهارة لم یصبها الماء او التراب۔ ثم اذا استقر فی تلک الحضرة خلع علیه من الاخلاق المحمدیة ما قسم من والد و زوجة و ولد و صاحب و جار و نحوهم۔ ولو اننا امرنا فی بدایته

بذلک لماقدر علی السیر فی الطریق لضعفه عن الجمع بین حق اللہ تعالیٰ و حق عباده کما مر۔ ثم و تقدیر انه کان یعمل بها فهی کالأشباح بلا أرواح لکثرة العلل و الدسائس فی اعمال المرید۔

پھر اے بھائی! تجھ پر مخفی نہ رہے کہ مرید اپنے بھائیوں کے تمام آداب کو اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ ان کے حقوق کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حق میں مشغول ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق کو جمع کرنے پر قادر نہیں ہے اسے ان بعض اخلاق کا حکم دیا جاتا ہے جو باہم میل جول اور پڑوسی ہونے کے حوالے سے ضروری اور وہ معاشرتی زندگی میں واجب کی طرح ہیں۔

پھر جب اس کی سیر مکمل ہو جائے اور وہ مردوں (کامل اولیاء) کے مقام تک پہنچ جائے اس وقت اس سے تمام اخلاق کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اخلاق محمدیہ ﷺ ہر شخص کو عطا نہیں کئے جاتے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ خصوصی میں داخل ہو جس میں عام طور پر سالک اس وقت داخل ہوتا ہے جب وہ سلوک میں کامل ہو جائے اور اس بارگاہ میں حاضری اس شخص پر حرام ہے جس میں نفس کے تکبر میں سے کچھ بھی باقی ہو۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص طہارت کے مقامات میں سے کچھ حصہ بھی خشک چھوڑ دے جس تک پانی یا (تیمم کی صورت میں) مٹی نہیں پہنچی تو اس کا وضو اور نماز درست نہیں ہوتی۔

پھر جب وہ اس مقام میں ٹھہر جاتا ہے تو اسے اخلاق محمدیہ (ﷺ) کا لباس جو اس کے مقدر میں ہے پہنا دیا جاتا ہے چنانچہ وہ بغیر کسی تکلف کے اس لباس کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور اس کو حکم

دیا جاتا ہے کہ وہ ہر حق دار کا حق کامل طور پر ادا کرے وہ اس کا والد ہو یا بیوی ہو اولاد ہو یا پڑوسی وغیرہ جو بھی ہو۔

اگر ہم اسے ابتدائی مرحلہ میں اس بات کا حکم دیں تو وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو جمع کرنے سے کمزوری کی وجہ سے طریقت کی سیر پر قادر نہیں ہو گا، جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔

پھر اگر فرض کر لیں کہ وہ ان پر عمل کر لے گا تو خرابیوں اور خفیہ حیلوں کی کثرت کی وجہ سے جو مرید کے اعمال میں پائے جاتے ہیں، جسم بغیر روح کی طرح ہو گا۔

ان کی لغزش پر خوش نہ ہو

اذا علمت ذلک فأقول و باللہ التوفیق: من ادبہ مع اخوانہ ان لا ینظر لھم ابداً الی عورۃ ظھرت، ولا الی زلۃ سبقت، اذ ھو معرض للوقوع فی مثلھا۔ ثم اذا وقع فھو یحب من جمیع اخوانہ ان یرحموہ و یعتذروا عنہ و یقولوا ان ابلیس ھو الذی اوقعہ بارادۃ اللہ و انہ اوقع من ھو اعظم منہ و نحو ذلک۔ فکذلک ینبغی لہ ان یعاملھم باقامۃ العذر و عدم الازدراء۔ فکما کرہ منھم الشمائۃ فیہ و عدم اقامۃ العذر لہ، فکذلک الحال فیھم یکرھون من یشمت بھم و یعایرھم، ولو قیل لھم اجعلوا الشامت فیکم کالمعتذر عنکم لا یسمعون ولا یقدرون فکذلک الحکم فیہ۔

جب تم نے یہ بات جان لی تو ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

مرید کے اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ آداب میں سے یہ بات ہے کہ اگر ان کا ستر کھل جائے تو کبھی بھی اس کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی کسی لغزش کی طرف دیکھے جو پہلے ہو چکی ہے کیونکہ اس قسم کا کام اس سے بھی سرزد ہو سکتا ہے۔

پھر جب اس سے واقع ہو گا تو وہ تمام برادران طریقت سے چاہے گا کہ وہ اس پر رحم کریں اور اس کا عذر قبول کریں اور کہیں کہ ابلیس نے اسے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ اس کام میں ڈالا ہے اور اس نے اس سے بھی بڑے لوگوں کو اس میں ڈالا۔ اس قسم کی سوچ رکھے

اسی طرح اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان کے ساتھ عذر قائم کرے اور حقیر نہ سمجھے۔ جس طرح وہ ان سے یہ بات ناپسند کرتا ہے کہ وہ اس کی برائی پر خوش ہوں اور اس کے عذر کو قبول نہ کریں اسی طرح ان کا حال ہے وہ بھی اسی شخص کو ناپسند کرتے ہیں جو ان کی برائی پر خوش ہو اور ان کو عار دلائے۔

اور اگر ان سے کہا جائے کہ تم اپنی برائی پر خوش ہونے والوں کو اس طرح سمجھو کہ وہ تمہارے سامنے عذر پیش کر رہے ہیں تو وہ یہ بات نہیں سنتے اور نہ ہی اس پر قادر ہیں تو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

عیوب کی پردہ پوشی کرے

و قد أجمعوا على ان كل فقير اطلع على شيء من عيوب الناس و لو من طريق كشفه فهو في حضرة الشيطان لا في حضرة الله تعالىٰ و لا حضرة ملائكته۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو فقیر لوگوں کے عیبوں پر مطلع ہوتا ہے اگرچہ کشف کے ذریعے ہو تو وہ شیطان کے پاس حاضر ہے بارگاہ خداوندی اور فرشتے کی بارگاہ میں نہیں۔

و قالوا: كل كشف اطلع صاحبه على شيء من عيوب الناس فهو كشف شيطاني يجب عليه التوبة منه۔

وقالوا: من نظر الى عيوب الناس و حملهم على المحامل السيئة قل نفعه و خرب سره و

عدم الانتفاع بصحبة شيخه، فالواجب عليه ان لا يتعدى النظر الى عورة نفسه ليسترها، واما غيره فاذا أخبره و قدر على سترها فعل، وان كانت تحتاج الى علاج فليدله على الشيخ، لان المريد ليس هو معداً لاصلاح غيره وانما هو مشغول باصلاح نفسه فقط ليخرج عن رعوناتها۔

وہ فرماتے ہیں: ہر ایسا کشف جس کے ذریعے صاحب کشف لوگوں کے عیبوں پر مطلع ہو تو وہ شیطانی کشف ہے اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے۔ وہ فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کے عیبوں کی طرف دیکھتا ہے اور ان کو برائی پر محمول کرتا ہے اس کا نفع کم ہوتا ہے اس کا اندر خراب ہو جاتا ہے اور اسے اپنے شیخ کی محبت سے نفع حاصل نہیں ہوتا پس اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی نظر اپنی پوشیدہ باتوں کی طرف نہ بڑھائے بلکہ ان پر پردہ ڈالے جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے تو جب اس کو اس کی خبر دی جائے اور وہ اس پر پردہ ڈال سکے تو ایسا کرے اور اگر اس کے علاج کی ضرورت ہو تو شیخ کی طرف اس کی راہنمائی کرے کیونکہ مرید اپنے غیر کی اصلاح کے لئے تیار نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہوتا ہے تاکہ اپنی رعونیت (تکبر) سے نکلے۔

وفی حدیث الطبرانی مرفوعاً: من تتبع عورات الناس تتبع اللہ تعالیٰ عورته، ومن تتبع اللہ عورته فضحه ولو فی جوف رحله انتهی۔

طبرانی شریف کی مرفوع حدیث ہے:

من تتبع عورات الناس تتبع اللہ تعالیٰ عورته ومن تتبع اللہ عورته ففضحه ولو فی جوف رحلته۔

جو شخص کسی شخص کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتا ہے (ظاہر کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ جس کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑا اسے اس نے ذلیل کیا اگرچہ اپنے گھر کے اندر رہو۔

وكان الحسن البصری رضی الله عنه یقول: و الله لقد أدركنا اقواماً لا عيوب لهم فتجسسّوا علی عيوب الناس فأحدث الله لهم عيوباً۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

و اللہ لقد ادرکنا اقوا ما لا عیوب لھم فتجسسوا علی عیوب الناس فاحدث اللہ لھم عیوبا۔

اللہ کی قسم! ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جن میں کوئی عیب نہ تھا انہوں نے لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں عیب پیدا فرما دیئے۔

و سمعت سیدی علیاً المرصفی رحمہ اللہ یقول: کل من لم یستر علی إخوانہ ما یراہ فیھم من الھفوات فقد فتح علی نفسہ باب کشف عورتہ بقدر ما أظھر من ھفواتھم۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جو شخص اپنے بھائیوں میں لغزشیں دیکھ کر ان پر پردہ نہیں ڈالتا اللہ تعالیٰ اس پر اس کی اپنی پوشیدہ کوتاہیوں کو کھول دیتا ہے جس قدر وہ ان کی لغزشوں کو ظاہر کرتا ہے۔

و کان سیدی أحمد الزاھد رحمہ اللہ یقول: اذا رأیتم احداً من اخوانکم علی معصیۃ لم یتجاھر بھا فاستروہ، فان تجاھر بھا بینکم فوبخوہ، و لا تفشوا ذلک لمن لم یعلم بہ۔ فان لم ینزجر فوبخوہ بین الناس مصلحۃ لہ لا تشفیا للنفس فلعلہ یرعوی و ینزجر۔ و ما دام یعصی فی قعر دارہ و یغلق بابہ علیہ فھو لم یتجاھر الا ان کان ھناک اطفال یحکون ما یرون فانھم کالرجال۔

سیدی احمد الزاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو گناہ کرتا ہوا دیکھے جسے وہ کھلے عام نہیں کرتا تو اس کی پردہ پوشی کرے اور وہ سرعام اس کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو جھڑکے اور جس شخص کو اس کا علم نہیں اس کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ اور اگر وہ جھڑک

کو قبول نہ کرے (باز نہ آئے) تو اس کی بھلائی کے لئے لوگوں کے سامنے اسے جھڑکے اپنے نفس کی تسلی کے لئے نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ باز آجائے اور یہ جھڑک اثر انداز ہو۔

اور جب تک وہ اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے گناہ کرے تو یہ کھلم کھلا نہیں ہے مگر یہ کہ وہاں بچے ہوں اور وہ جو کچھ دیکھیں آگے بیان کریں تو وہ مردوں (بالغوں) کی طرح ہیں۔

و کان الحسن البصری یقول: اذا بلغکم عن احد زلة و لم تثبت عند حاکم فلا تعیّروہ بذلک، و کذّبوا من أشاعھا عنه ان لم یثبت ذلک عند حاکم، لا سیما ان کان ھو ینکر ذلک۔ لان الأصل براءۃ الساحة حتی تقام البینة العادلة عند الحاکم۔ ثم بعد ثبوت ذلک عنه فایاکم ان تعیروہ ایضاً فربما عافاہ اللہ و ابتلاکم۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جب تمہیں کسی کی لغزش کی خبر پہنچے اور وہ حاکم کے ہاں ثابت نہ ہو تو اسے اس پر عار نہ دلاؤ۔ اور جو اس کو پھیلائے اسے جھٹلاؤ اگر یہ حاکم کے ہاں ثابت نہ ہو۔ خصوصاً جب وہ اس کا انکار کرتا ہو کیونکہ اصل چیز پاکدامنی ہے جب تک حاکم کے ہاں عادل گواہ گواہی نہ دیں پھر جب اس سے یہ جرم ثابت ہو پھر بھی اسے عار دلانے سے باز رہو کیونکہ (فربّما عافاہ اللہ وابتلاکم) بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے اور تمہیں مبتلا کر دیتا ہے۔

و کان سیدی محمد الغمری رضی اللہ عنه یقول: اذا رأیتم الفقیر یتتبع عورات الفقراء فی الزاویة فھو من أھل السوء، و کل شیء حملھم علیه فھو و صفه ھو، و یجب علی الشیخ اخراجه ان لم یتب لئلا یتلف حال الفقراء و یخیلھم من بعضھم بعضاً، و ان لم یخرج الا بالحکم الشرعی فاشتکوہ له و أخرجوہ و أقیموا علیه الوزن بالقسط و لا تسامحوہ، یخرب علیکم الزاویة عن قریب۔

سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جب تم کسی فقیر کو دیکھو جو درسگاہ میں موجود فقراء کی عیب جوئی کرتا ہے تو وہ برے لوگوں میں سے ہے اور جو بات انہیں اس عمل پر ابھارتی ہے وہی اس کا وصف ہے اور شیخ پر لازم ہے کہ وہ اسے نکال دے اگر وہ توبہ نہ کرے کیونکہ وہ فقراء کی حالت کو خراب کر دے گا اور ان کے درمیان بدگمانی پیدا کرے گا اور اگر وہ حکم شرعی کے بغیر نہ نکلے تو اس کو نکلنے پر مجبور کرو نکال دو اور اس پر انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور چشم پوشی نہ کرو (یعنی دلائل کے ساتھ اس پر جرم ثابت کرو) ورنہ عنقریب درس گاہ کو تم پر خراب کر دے گا۔

تربیت گاہ کے نگران پر اعتراض نہ کرے

وکان یقول: ینبغی للنقیب ان لا یمکن الشباب العزاب ینامون فی خلوۃ واحدۃ ابداً لان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم، فربما وسوس لأحد اللوث بھم و حملھم علی محامل سیئۃ لیسوا من اھلھا، فیشغل قلوب الفقراء المتھومین والسامعین۔ ولا ینبغی لاحد من فقراء الزاویۃ و غیرھم ان یعترض علی النقیب فی منع العزاب من ذلک فیرجع اللوث علیہ بسبب ذلک، لان تفرقۃ اطفال المجاورین الذین یقرؤون القرآن ھی من وظیفۃ النقیب لانہ لسان حال الشیخ۔ فاذا اعطی طفلاً لفیقہ یقریہ و یربیہ فلیس لاحد العتراض علیہ، بل الواجب علی کل احد ان یفر من مواطن التھم، فقد قال السید عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: من سلک مسالک التھم فلا یلومن من أساء بہ الظن۔ قالوا: وما للشیطان سلاح فی خراب الزاویۃ واھلاک دین اھلھا اعظم من تحریشہ بینھم و وسوستہ لھم بمخالفۃ اغراض بعضھم بعضاً، فیزین لکل واحد انہ قائم بالحق و من یعارضہ علی الباطل، فلا یکاد کل من الفریقین یرجع عما ارادہ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: نگران کو چاہئے کہ وہ کنوارے نوجوانوں کو علیحدگی میں کبھی سونے نہ دے کیونکہ شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے اور بعض اوقات وہ کسی ایک کو ان کے

ساتھ حماقت کا وسوسہ دیتا ہے اور ان کو برے کام کی ترغیب دیتا ہے۔ جو ان کے شایان شان نہیں ہے۔ پس وہ کم سونے والے اور سننے والے فقراء کے دلوں کو مشغول رکھتا ہے۔

اور درس گاہ کے فقراء میں سے کسی ایک یا ان کے علاوہ کسی کیلئے بھی مناسب نہیں کہ وہ نگران پر اعتراض کرے کہ وہ کیوں کنواروں کو اس بات سے منع کرتا ہے اس طرح یہ کمزوری اس کی طرف منسوب ہو گی کیونکہ مجاورین کے بچوں کو جو قرآن مجید پڑھتے ہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا یہ نگران کی ذمہ داری سے ہے کیونکہ وہ شیخ کی زبان حال ہے۔

پس جب وہ کسی بچے کو کسی عالم کے حوالے کرے کہ وہ اسے پڑھائے اور اس کی تربیت کرے تو اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں بلکہ ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ تہمت کے مقام سے بھاگے۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (من سلک مسالک التہم فلا یلومن من اساء بہ الظن) جو شخص تہمتوں کے مقام میں چلے تو وہ اپنے بارے میں بدگمانی کرنے والوں کو ملامت نہ کرے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: شیطان کے لئے درس گاہ کو خراب کرنے اور ان لوگوں کے دین کو ہلاک کرنے کے لئے ان کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے اور باہم غرض کے مختلف ہونے کے ساتھ ان کو وسوسہ دینے سے بڑا ہتھیار کوئی نہیں وہ ہر ایک کے لئے اس بات کو مزین کرتا ہے کہ وہ حق کے ساتھ قائم ہے اور اس کا مخالف باطل پر ہے۔ پس کوئی بھی فریق اپنی بات سے رجوع کرنے کے قریب نہیں ہوتا۔

وکان سیدی محمد الغمری و کذلک سیدی مدین رضی اللہ عنہما اذا جاء زاویۃ احدھما امرد جید الوجہ لا یقبلہ و یقول: ان حکم من یمکن الامرد الذی تمیل الیہ النفوس العفویۃ من الاقامۃ فی زاویتہ حکم من یجعل علی سطح دارہ قطع لحم و یطلب من الحدادی

ان لا تنزل علیھا انتھی۔

سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اسی طرح سیدی مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درسگاہ میں جب کوئی قریب البلوغ خوبصورت لڑکا آتا تو وہ اسے قبول نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے:

ایسا خوبصورت لڑکا جس کی طرف پاک دامن دل مائل ہو اسے درسگاہ میں داخل کرنا اسی طرح ہے

من یجعل علی سطح دارہ قطعۃ لحم و یطلب الحدادی ان لا تنزل علیھا۔

جیسے کوئی شخص اپنے مکان کی چھت پر گوشت کا ٹکڑا رکھے اور چیلوں سے کہے کہ وہ وہاں نہ اتریں۔

فلیتنبّہ الفقراء المقیمون فی الزاویۃ لمثل ھذہ الدسائس و لا یعترضوا علی الشیخ و لا علی النقیب اذا أخرج احدا من المرد و منعھم المجاورۃ، فان ذلک من عین الصواب و اللہ أعلم۔

پس جو فقراء درس گاہ میں مقیم ہیں ان کو اس قسم کی خرابیوں سے آگاہ رہنا چاہیئے اور ان کو شیخ یا اس کے مقرر کردہ نگران پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے جب وہ کسی نوجوان لڑکے کو نکالیں اور وہاں رہنے سے منع کریں یہ عمل نہایت بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں پر مال خرچ کرنا

و من شأنہ ان ینفق علی نفسہ و علی اخوانہ کلما فتح اللہ تعالیٰ بہ علیہ من الحلال اولاً فاولاً، و لو کانت فجلۃ او خیارۃ و لا یعود نسہ الاختصاص بشیء عن اخوانہ مطلقاً، فان من آثر نفسہ علی اخوانہ فی الشھوات لم یفلح ابداً، و ما صار الناس رؤساء فی الطریق الا لکرمھم و إیثارھم و سلامۃ صدورھم من الحقد و الحسد و الضغائن۔ و قد أجمع الاشیاخ علی ان المریدمتی أخر نصفاً و احدا علی اسم حوائجہ المستقبلۃ مع حاجۃ احد من اخوانہ الی ذلک

خرج عن طريق الفقراء بالاجماع۔ قال المحققون: و كلامنا فی الحلال اما ما فیه شبهة فلا یمسکه بحال۔

جب مرید پر اللہ تعالیٰ مال کے دروازے کھولے تو اس کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے آپ پر اور اپنے بھائیوں پر درجہ بدرجہ خرچ کرے چاہے وہ مولی یا ککڑی ہی ہو اور دوسرے بھائیوں کو چھوڑ کر کسی چیز کو اپنے ساتھ خاص کرنے کا نفس کو عادی نہ بنائے کیونکہ جو شخص خواہشات میں اپنے نفس کو اپنے بھائیوں پر ترجیح دیتا ہے وہ کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔

اور طریقت میں سرداری لوگوں کو ان کے کرم، ایثار، دلوں کے کینے، حسد اور کھوٹ سے پاک ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر مرید اپنے بھائیوں کی حاجت کے وقت اپنے مستقبل کی حاجات کے لئے ایک نصف (درہم) بھی بچا کر رکھتا ہے وہ فقراء کے طریق سے بالاتفاق نکل جاتا ہے۔

محققین حضرات فرماتے ہیں:

کلامنا فی الحلال اما ما فیه شبهة فلا یمسکه بحال۔

ہمارا کلام حلال مال کے بارے میں ہے جس میں شبہ ہو اسے کسی حال میں روک کر نہ رکھے۔

مال جمع کرنا کب درست ہے؟

و کان الشیخ ابو القاسم الجنید یقول: لیس لفقیر ان یمسک من الدنیا شیئاً الا ان ینوی انفاقه علی الحج مثلاً فیؤخر لأجله لکن باشارة شیخه۔ و قالوا: الفقیر ابن وقته لا نظر له الی ماض و لا مستقبل و الواجب علیه العمل علی تنظیف باطنه من سائر ما یکرهه اللہ تعالیٰ، و هو کل شیء تمیل الیه النفوس من الشهوات التی نهی اللہ تعالیٰ اصفیاءه عنها۔ و هذا شأنه ما دام سالکاً فی الطریق۔ فاذا کمل حاله و بلغ و مبلغ الرجال فهناک یعرف ما یأتی و ما یذر فان ترک الدنیا کان ذلک بحق و ان اخذها کان ذلک بحق لانه خرج عن شبح الطبیعة و صارت

الدنیا فی یدہ لا فی قلبہ فیتصرف فیھا تصرف حکیم علیم غیر بخیل علی احد بھا، الا ان منعہ الشرع من اعطائہ، کأن کان ذلک یشغلہ عن اللہ او یفعل بہ معصیۃ۔ ثم اذا خرجت الدنیا من قلبہ فلہ تقدیم نفسہ و إیثارھا علی غیرہ اذا کان احوج عملاً بالعدل فی ذلک فان نفسہ اقرب المحتاجین الیہ۔ و قد أجمعوا علی ان المرید متی ترخص فی ادخار الدنیا من ورائھم او طعام او ثیاب تربی فی باطنہ البخل و الشح و الحرص ضرورۃ، فیحتاج بعد ذلک الی علاج شدید، و ھیھات ان یزول بعد ذلک۔ و من شک فلیجرب۔ و لم یتخذ اللہ تعالیٰ قط ولیاً بخیلاً۔ و ان کان الولی یمنع فی بعض الاوقات لحکمۃ فلا یخرجہ ذلک عن الکرم لانہ فی ذلک متخلق بأخلاق اللہ تعالیٰ، فان من اسمائہ المانع، أی لحکمۃ لا بخل، تعالیٰ اللہ عن ذلک۔ و قد کنت فی صغری أرمی کل شیء یأتینی من الدنیا ھواناً بھا مع انی کنت محتاجاً الی درھم منھا، و انما کنت افعل ذلک لأتعود الکرم و ھواناً بالدنیا فی عیون المحبین لھا و مجاھدۃ لنفسی، فرأیت انی خرجت عن محبتھا بالکلیۃ فنمت فرأیت القیامۃ قد قامت و نصب الصراط ادق من الشعر و احد من السیف کما ورد، وھو منصوب الی جھۃ العلو کالحبل المتدلی من سقف و اکثر الناس یصعدون علیہ فیزلقون و یقعون فی النار۔ فأردت صعودہ فلم اقدر فقال لی افتح کفک الیسار ففتحتہ فأخرج من بین اصابعی شیء مقدار السفایۃ فقال ھذا الذی منعک، فأردت الصعود فاستیقظت قبل الصعود، فکان ذلک من اللہ تعالیٰ تنبیھاً علی عدم حبسی الدنیا فالحمد للہ رب العالمین۔

حضرت شیخ ابو القاسم جنید (بغدادی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فقیر کے لئے دنیا (کے مال) سے کچھ بھی روک کر رکھنا جائز نہیں مگر یہ کہ وہ حج پر خرچ کرنے کی نیت کرے تو اپنے شیخ کے اشارے سے اس کے لئے روک لے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فقیر "ابن الوقت" ہوتا ہے اس کی نظر ماضی اور مستقبل کی طرف نہیں ہوتی اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے باطن کو ان تمام باتوں سے پاک کرنے کا عمل کرے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

اور وہ ہر ایسی خواہش ہے جس کی طرف دل مائل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے منتخب بندوں کو منع کیا ہے جب تک وہ طریقت کا سالک ہے اس کا یہی حال ہونا چاہیئے۔ جب اس کی حالت کامل ہو جائے اور کامل لوگوں کی حالت تک پہنچ جائے اس وقت وہ جان لے گا کہ اس نے کیا کرنا ہے اور کیا چھوڑنا ہے؟ اگر وہ دنیا کو چھوڑے گا تو بھی حق کے ساتھ اور اگر اسے اختیار کرے گا تو بھی حق کے ساتھ، کیونکہ وہ طبیعت کی رسی سے نکل چکا ہے اور دنیا اس کے ہاتھ میں آگئی ہے دل میں نہیں ہے لہٰذا وہ اس میں دانا عالم کی طرح تصرف کرتا ہے اور کسی کے ساتھ بخل نہیں کرتا۔

مگر یہ کہ شریعت (کسی جگہ) خرچ کرنے سے اسے منع کرے۔ گویا وہ (خرچ کرنا) اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے یا اسے کسی گناہ میں ڈالنے کا سبب ہے۔ پھر جب دنیا اس کے دل سے نکل جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نفس کو مقدم کرے اپنے غیر پر اس کو ترجیح دے جب اسے اس مسئلہ میں عدل کرنے کی زیادہ حاجت ہو اور اس کا نفس محتاج لوگوں کے مقابلے میں اس کے زیادہ قریب ہے۔

اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرید جب ان لوگوں کو چھوڑ کر دنیا جمع کرنے یا کھانے یا کپڑوں کے حوالے سے رخصت حاصل کرتا ہے تو اس کے باطن میں لازمی طور پر بخل، لالچ اور حرص کی پرورش ہوتی ہے۔

اس کے بعد وہ شدید علاج کا محتاج ہوتا ہے کاش اس کے بعد وہ زائل ہو جائے جس کو شک ہو وہ تجربہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کسی بخیل کو کبھی اپنا ولی نہیں بناتا۔

اور اگر ولی بعض اوقات کسی حکمت کے تحت مال روک لے تو اس وجہ سے وہ کرم (سخاوت) سے نہیں نکلے گا کیونکہ وہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے موصوف ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں ایک نام "المانع" ہے یعنی حکمت کے تحت (منع کرنا) بخل کی وجہ سے نہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

میں اپنے بچپن میں ہر اس چیز کو پھینک دیتا جو میرے پاس آتی میں اسے حقیر جانتا تھا حالانکہ میں ایک درہم کا بھی محتاج ہوتا تھا۔ میں یہ کام اس لئے کرتا تھا تاکہ مجھے سخاوت کی عادت ہو جائے اور دنیا سے محبت کرنے والوں کی نگاہ میں حقیر قرار پائے اور میرے نفس کو مجاہدہ حاصل ہو۔

جب میں دیکھتا کہ میں مکمل طور پر اس کی محبت سے نکل چکا ہوں تو میں سو جاتا میں دیکھتا کہ قیامت قائم ہو گئی اور پل صراط رکھ دیا گیا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور وہ بلندی کی طرف نصب کیا گیا ہے جیسے چھت سے لٹکنے والی رسی ہوتی ہے اکثر لوگ اس پر چڑھتے ہوئے پھسل کر جہنم میں گر رہے ہیں۔

میں نے اس پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو مجھے طاقت نہ ہوئی مجھے کہا گیا اپنی بائیں ہتھیلی کو کھولو میں نے کھولا تو میری انگلیوں کے درمیان سے معمولی پراگندہ غبار کی مقدار کوئی چیز نکلی تو کہا گیا اس نے تجھے روک رکھا ہے میں نے دوبارہ چڑھنا چاہا تو چڑھنے سے پہلے جاگ گیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تنبیہ کہ دنیا کو نہ روکوں۔ پس تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

دینی شفقت، دنیوی شفقت سے زیادہ ہو

ومن شأنه ان یکون شفقة علی دین اخوانه اکثر من شفقته علیهم فی امر دنیاهم، فینبههم فی اوقات المراسم و تفرقة المواهب الإلهیة کالأسهار والأوقات الفاصلة، ویکون ذلک بسیاسة ولین لفظ و سیادة، لا بغلظة واحتقار، فربما تحرکت نفوسهم فلا یسمعون له۔ و کذلک ینبههم قبل الوقت لیدخل وقت الصلاة وهم علی أهبة فلا یخافون فوت الاحرام مع الإمام او فوت السنة الراتبة قبل الفریضة، کما علیه طائفة المتوسوسین و یقولون الوقت متسع، و کثیراً ما یفوت احدهم صلاة الجماعة کلها۔ و کان بعض السلف اذا فاتته صلاة جماعة یعیدها وحده سبعاً و عشرین مرة مجاهدة لنفسه و ان کان جمهور العلماء علی المنع من ذلک۔ و من السلف الإمام المزنی صاحب الإمام الشافعی کان یعیدها خمساً و عشرین مرة اذا فاتته الجماعة۔ و قد رأیت مرة شخصاً من طلبة العلم بالجامع الأزهر جالساً یطالع فی علم المنطق و صلاة الجماعة فی العصر قائمة، فقلت: ألا تصلی؟ فقال: الوقت متسع، فقلت له: صحیح ولکن هل تقدر تجمع لک فی صلاتک مثل هذه الجماعة؟ فقال: لا، فقلت له: فقم فصل و لا تغش نفسک۔ و ینبغی لمن بات قاماً یصلی من اول اللیل الی آخره ان لا یری نفسه علی احد من اخوانه الذین ینبههم وقت السحر، بل یری نومهم اخلص من عبادته هو۔ فان القلم مرفوع عن النائم دون القائم، فربما کتب القلم فلان قام طول لیله ریاء و سمعة، و کان یجد فی قلبه حلاوة اذا اطلع علیه الناس فی ظلمات اللیالی وهو قائم بین یدی الله عزوجل لا یستحی من مراعاة عبیده بین یدیه، و مثل هذا الی الاثم أقرب۔ فعلم ان کل من قام و رأی نفسه أفضل من النائمین علی غیر وجه الشکر للّٰہ تعالیٰ استحق اللعن و الطرد، فان ذلک هو ذنب ابلیس الذی طرد به من حضرة الله عزوجل، فافهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے ہاں اپنے بھائیوں کے دین پر شفقت ان کے دنیوی معاملات میں ان پر شفقت سے زیادہ ہو۔

پس جن اوقات میں عطائیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تقسیم ہوتی ہیں جیسے سحری کا وقت اور دوسرے فضیلت والے اوقات، ان میں وہ ان کو بیدار کرے اور یہ ان کے معاملات کی درستگی، نرم الفاظ اور قیادت کے طور پر ہو سختی اور حقیر قرار دینے کے طریقے پر نہیں پس بعض اوقات ان کے نفسوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ سنتے نہیں۔

اسی طرح ان کو وقت سے پہلے بیدار کرے تاکہ نماز کا وقت داخل ہو تو وہ تیار ہوں پس ان کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے یا فرض نماز سے سنت مؤکدہ کے فوت ہونے کا ڈر نہ ہو جس طرح وسوسہ والے گروہ کا معاملہ ہے وہ کہتے ہیں وقت میں گنجائش ہے اور اکثر ان میں سے کسی ایک سے نماز باجماعت چلی جاتی ہے۔

اسلاف میں سے ایک بزرگ کی جب نماز باجماعت چلی جاتی تو وہ اسے تنہا ستائیس مرتبہ پڑھتے اور یوں اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے اگرچہ جمہور علماء اس سے منع کرتے ہیں۔

اسلاف میں حضرت امام مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں ان کی نماز باجماعت فوت ہو جاتی تو وہ پچیس مرتبہ لوٹاتے تھے۔

میں نے "جامع ازہر" کے طلباء میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ علم منطق کا مطالعہ کر رہا تھا اور عصر کی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو گئی۔

میں نے پوچھا: (الا تصلی؟) تم نماز نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا: (الوقت متسع) وقت کافی ہے۔ میں نے اس سے کہا: (صحیح ولٰکن هل تقدر تجمع لک فی صلاتک مثل هٰذه

الجماعة) یہ بات ٹھیک ہے لیکن تمہیں اس بات کی طاقت حاصل ہے کہ تم اس جماعت کی مثل نماز کا ثواب جمع کر سکو؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا: (فقم فصلّ و لا تغش نفسک؟) اٹھ اور نماز پڑھو اور اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو۔

اور جو شخص رات کو کھڑا ہو کر پوری رات نماز پڑھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے ان بھائیوں سے افضل نہ سمجھے جن کو وہ سحری کے وقت جگاتا ہے بلکہ وہ ان کی نیند میں اپنی نماز سے زیادہ اخلاص سمجھے کیونکہ سوئے ہوئے سے قلم اٹھالیا گیا۔ کھڑے ہونے والے سے نہیں بعض اوقات قلم لکھتا ہے کہ فلاں شخص رات بھر دکھاوے اور شہرت کے لئے کھڑا رہا اور اس کے دل میں مٹھاس اس وقت پیدا ہوتی ہے جب راتوں کی تاریکیوں میں لوگ اس پر مطلع ہوتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہوتا اور اس بات کا حیاء نہیں کرتا کہ بندوں کو رب کے ساتھ کھڑا ہونے کے آداب کیا ہیں اس قسم کے لوگ گناہ کے زیادہ قریب ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو قیام کرتا ہے اور اپنے آپ کو سونے والوں سے افضل سمجھتا ہے لیکن مقصود اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں ہوتا وہ لعنت اور (بارگاہ خداوندی سے) دھتکارے جانے کا مستحق ہے یہی تو ابلیس کا گناہ تھا تو وہ بارگاہ خداوندی سے دھتکار دیا گیا پس اس بات کو سمجھو۔

پیر بھائی کو افضل سمجھو

وأجمع الاشیاخ کلھم علی انه یجب علی العبد ان یری نفسه دون کل جلیس من لامسلمین، ومن لم یر نفسه کذلک کان من المتکبرین، والمتکبرون فی جھنم۔ فان رأی نفسه خیراً من جمیع اقرانه کان فی النار تحت الکل، وان ادخل الجنة کان فی الجنة تحت الکل، عکس من رأی نفسه دونھم۔

اس بات پر تمام مشائخ کا اتفاق ہے کہ بندے پر یہ بات واجب ہے کہ وہ مسلمان ساتھی سے اپنے نفس کو کم درجہ میں سمجھے اور جو شخص اپنے نفس کو اس طرح نہیں سمجھتا وہ تکبر کرنے والوں میں سے ہے اور تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔

اگر وہ اپنے آپ کو تمام ہم عصر لوگوں سے بہتر سمجھتا ہے تو وہ جہنم میں ان سب سے نیچے ہو گا اور اگر اسے جنت میں داخل کیا گیا تو بھی سب سے نیچے ہو گا کہ اس شخص کے برعکس جو اپنے آپ کو ان لوگوں سے کم سمجھتا ہے۔

وكان سيدى عبدالعزيز الديرينى رضى الله عنه يقول: من أراد ان يصير الوجود كله يمده بالخير فليجعل نفسه تحت الخلق كلهم فى الدرجة لأن المدد الذى مع الخلق كالماء، والماء لا يجرى إلا فى المواضع المنخفضة دون العالية او لا مساوية۔ فمن رأى نفسه مساوية لجليسه فمدده واقف لا يجرى اليه، أو أعلى منه فلا يصعد اليه ذرة من مدده، وقد أوضحنا ذلک اول كتاب العهود فراجعه۔

حضرت سیدی عبد العزیز دیرینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا تمام وجود اس کو خیر کی طرف لائے تو وہ اپنے نفس کو درجہ میں تمام مخلوق سے نیچے رکھے کیونکہ مخلوق کے ساتھ مدد پانی کی طرح ہے اور پانی پست جگہوں میں جاری ہوتا ہے بلند یا برابر جگہوں میں نہیں۔

پس جو شخص اپنے آپ کو اپنے ہم نشین کے برابر سمجھتا ہے اس کی مدد ٹھہری رہتی ہے اس پر جاری نہیں ہوتی یا اس سے بلند سمجھے تو اس (ہم نشین) کی مدد کا ایک ذرہ بھی اس کی طرف نہیں جاتا۔

ہم نے (اپنی کتاب) "**العهود**" میں اس کی وضاحت کی ہے اس کی طرف رجوع کرو۔

احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصیت

ومن وصية سيدى احمد بن الرفاعي لأصحابه وهو محتضر: من تمشيخ عليكم فتتلمذوا له فان مدّ لكم يده لتقبلوها فقبلوا رجله و كونوا آخر شعرة فى الذنب، فان الضربة اول ماتقع بالرأس انتهى۔

فلو لا ان هذه الخصلة جامعة لكل خير ما ختم سيدنا احمد تربيته لأصحابه بها۔

سیدی احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگردوں کو جو وصیت کی اس میں ایک مختصر وصیت یہ ہے۔(فرماتے ہیں):

جو شخص تم پر شیخ بنناچاہے اس کے شاگرد بن جاؤ اگر وہ اپنا ہاتھ تمہاری طرف بڑھائے کہ تم اس کو بوسہ دو تو تم اس کے پاؤں کو بوسہ دو اور تم دم کے آخری بال بن جاؤ کیونکہ پہلی ضرب سر پر پڑتی ہے۔اگر یہ خصلت ہر بھلائی کی جامع نہ ہوتی تو ہمارے سردار حضرت احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں کی تربیت کا اختتام اس پر نہ کرتے۔

و قال يعقوب الخادم يوماً: يا سيدى أوصنى، فقال: كن خادماً لاخوانك، مؤثراً لهم على نفسك، محتملاً أذاهم بعد ذلك، واحذر ان ترى نفسك أعلى منهم فتقع فى حفرة ثم لا يساعدك منهم احد۔ ثم قال: أى يعقوب! انظر الى نخلة البلح لما قامت بصدرها و تعالت على جيرانها كيف جعل ثقل حملها عليها، ولو حملت ما حملت لا يساعدها أحد، وانظر الى شجرة اليقطين لما وضعت خدها على الأرض ولو حملت مهما حملت لا تحس بثقله تذكرة لأولى الأبصار۔

حضرت یعقوب الخادم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن عرض کیا:(يا سيدى اوصنى) اے میرے آقا! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائیوں کے خادم بن جاؤ ان کو اپنے نفس پر ترجیح دو اس کے بعد ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیت برداشت کرو اپنے آپ کو ان

سے بلند سمجھنے سے بچو اس طرح تم کسی گڑھے میں گر جاؤ گے پھر ان میں سے کوئی ایک تمہاری مدد نہیں کرے گا۔

پھر فرمایا: اے یعقوب! بلخ کی کھجوروں کے درختوں کو دیکھو جب وہ اپنے سینے کے بل کھڑے ہیں اور اپنے پڑوسیوں پر بلند ہیں تو ان کے بوجھ کا وزن انہی پر ڈالا گیا اور اگر وہ اس چیز کو اٹھاتے ہیں جو ان پر رکھی گئی تو کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرتا۔

اور گول کدو کے درخت (بیل) کو دیکھو جب اس نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا تو اگر وہ بوجھ اٹھائے جب اٹھائے تو اسے اس کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔ اہل بصیرت کے لئے یہ نصیحت ہے۔

وكان كثيراً مايقول: من لم يكن له كدّيداس لم يصر له كف يباس۔ لكن هنا ينبغي نكتة التفطّن لها وهو محل تلمذتنا لمن تمشيخ علينا مالم يورثه ذلك عجباً وكبراً, فان علمنا ذلك ولو بالقرائن امتنعنا من تعظيمه وتقبيل رجله رحمة به لاكبراً عليه, والله تعالىٰ أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرماتے تھے: جس کے لئے ایسار خسار نہ ہو جسے روندا جاتا ہو اس کی ہتھیلی نہیں ہوتی جس پر بوسہ دیا جائے (یعنی جو ایسی عاجزی نہیں کرتا اس کی عزت نہیں ہوتی)۔

لیکن یہاں اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک نکتہ ہے اور وہ ہمارے لئے اس شخص کی شاگردی اختیار کرنا ہے جو ہمارا شیخ بنتا ہے جب تک اس میں خود پسندی اور تکبر پیدا نہ ہو اگر ہم اسے جان لیں اگرچہ قرائن کے ساتھ ہو تو ہم اس کی تعظیم اور اس کے پاؤں چومنے سے اس پر شفقت کی وجہ سے رک جائیں اس پر تکبر کرتے ہوئے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نگران سے ٹکراؤ نہ ہو

ومن شأنه ان لا يزاحم على إمامه في الزاوية او غيرها لما في ذلك من تحمل بسهو المأمومين مع ضعف حاله, بل هيهات ان يقدر على تحمل سهو نفسه وغفلته عن ربه۔ وايضاً

فربما جره ذلک إلی استحکام محبة الرئاسة فلا یفلح علی ید شیخ بعد ذلک، و علامة محبته للرئاسة تکدره اذا انعزل منها و علامة اخلاصه انه ینشرح اذا عزل۔ و قد بلغنا ان الشیخ جلال السیوطی رحمه اللہ کان یصلی العصر فی المدرسة البیرسیة وحده لعذر فجاء انسان و صلی خلفه فلما سلم قال له: یا أخی، لا تعد تصلی خلفی، فانی عاجز عن تحمل نقص صلاتی نفسی فکیف اقدر علی تحمل صلاتک، و هذا من قاعدة: السلامة مقدمة علی الغنیمة، ولکل رجال مشهد، فإیاک و العتراض علیه فانه کان رجلاً اعلم منک بیقین، بل کان مجتهداً مطلقاً و منتسباً لابی یوسف المزنی و ابن القاسم کما رأیت ذلک بخطه رضی اللہ عنه۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ تربیت گاہ میں یا اس کے علاوہ اپنے امام پر تنگی نہ کرے وہ باوجود کمزوری کے مقتدیوں کی بھول کو برداشت کرتا ہے۔ بلکہ ہرگز اپنے نفس کی بھول اور اپنے رب سے اس کی غفلت کو بھی برداشت نہ کرے۔ بعض اوقات یہ عمل اسے سرداری کی محبت کی طرف کھینچتا ہے پس وہ اس کے بعد اپنے شیخ کے ذریعے فلاح نہیں پائے گا۔

اور سرداری کی محبت کی علامت یہ ہے کہ جب وہ معزول ہو جائے تو اس کے دل میں کدورت پیدا ہو اور اس کے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ جب وہ معزول ہو تو اس کے سینہ میں کشادگی پیدا ہو۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدرسہ بیروسیہ" میں عصر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے تنہا پڑھ رہے تھے ایک آدمی آیا اور اس نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے نماز پڑھی سلام پھیرنے کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا:

یا اخی لا تعد تصلی خلفی فانی عاجز عن تحمل نقص صلاة نفسی فکیف اقدر علی تحمل صلاتک۔

اے بھائی! آئندہ ایسا نہ کرنا کہ میرے پیچھے نماز پڑھو میں تو اپنی نماز کے نقصان کو برداشت کرنے سے عاجز ہوں تو میں کس طرح تمہاری نماز کو برداشت کرنے پر قادر ہوں گا۔

اور یہ ضابطہ ہے۔ (السلامۃمقدمۃعلی الغنیمۃ) سلامتی غنیمت سے مقدم ہے۔

اور (لکل رجال مشھد) ہر آدمی کے لئے ایک حاضری کی جگہ ہے۔

لہٰذا تمہیں ان پر اعتراض کرنے سے بچنا چاہئے وہ یقینی طور پر تم سے زیادہ علم والے تھے بلکہ مجتہد مطلق اور حضرت امام ابویوسف، حضرت امام مزنی اور ابن القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی طرف نسبت کی وجہ سے مجتہد منتسب بھی تھے۔

جس طرح تم نے خود ان کی تحریر سے معلوم کیا:

فان المجتهد المطلق قسمين منتسب و غير منتسب، فالمنتسب هو من بلغ حد الترجيح فى اقوال مذهب امامه ولم يخرج عن قواعده، و غير المنتسب هو من انشأ مذهباً مستقلاًلم يسبقه اليه احدو الله أعلم۔

مجتہد مطلق کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ منتسب اور ۲۔ غیر منتسب

منتسب وہ ہوتا ہے جو اپنے امام کے مذہب میں مختلف اقوال میں سے کسی قول کو ترجیح دینے کی حد تک پہنچ جائے اور اس کے قواعد سے نہ نکلے۔ اور غیر منتسب وہ ہوتا ہے جو مستقل مذہب اختیار کرتا ہے جس کی طرف کسی نے اس سے سبقت اختیار نہیں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن آداب الفقير ان لا يكون مقداماً لاخوانه فى سوءادب مع الشيخ ابداً، كأن يخرج من تحت يد شيخه و تربيته و يتزوج بغير اذنه و يطلب الدنيا بالوظائف والحرف و يصير يوسع على نفسه و ياكل الشهوات و يمنع اخوانه من ذلک، حتى لو قال له الشيخ أنفق على إخوانک نصفاً واحداً لا يجيب۔ و فى ذلک اساءة أدب مع الشيخ و مع اخوانه لان جميع من

فی الزاویة یصیر یحتج بفعله و یقول ان الشیخ کان رجلاً یقول لفلان اخرج عما بیدک، و بذلک یتلف ضعفاء المریدین ثم من اقبح ما یقع فیه الفقیر استھانته بغضب شیخه علیه لانه عنوان علی غضب الحق جل و علا علیه و من استھان بذلک لعنه اللہ تعالیٰ۔

فقیر کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کی بے ادبی میں اپنے ساتھیوں کے لئے مثال نہ بنے جس طرح وہ اپنے شیخ کی ماتحتی اور تربیت سے نکل جائے اور اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اور وظائف اور مختلف پیشوں کے ذریعے دنیا طلب کرے اور یوں اپنے نفس کے لئے کشادگی پیدا کرے اور خواہشات کے مطابق کھائے اور اس کے باوجود دوسروں کو اس سے روکے۔

حتیٰ کہ اگر اس کا شیخ اس سے کہے کہ اپنے ساتھیوں پر ایک نصف خرچ کرو تو وہ جواب نہ دے۔ اس صورت میں اپنے شیخ اور ساتھیوں کے ساتھ بے ادبی کا سلوک ہے کیونکہ تربیت گاہ میں جتنے حضرات ہیں وہ اس کے عمل کو دلیل بنائیں گے اور وہ کہیں گے کہ شیخ ایسا شخص ہے جو فلاں سے کہتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے خرچ کرو۔ اس طرح کمزور مریدین ضائع ہو جائیں گے۔ پھر سب سے زیادہ قبیح بات جس میں فقیر پڑتا ہے وہ شیخ کے اس پر غصہ کی وجہ سے اس کی توہین کرنا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا عنوان ہے اور جو اس کی توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔

و من علامة استحکام المقت فیه ان یصیر یدعی الی مکان علیة من الادب مع الشیخ قبل ان تبدل و تغیر فلا یجیب و یثقل علیه حضور مجالس الذکر و الاوراد و یجعل بدلھا نوما او کلام لغو علی باب المسجد و غیر ذلک، و یحصل له قبض لما یقال له اسھر اللیلة مع شیخک او وحدک، و لا یکاد یخف علیه شیء من ذلک، و ربما دعاه شخص من ابناء الدنیا الی السھر معه فی طبخ طعام عرس و نحوه فیسھر مه طول اللیل و لا یجد فی نفسه ثقلاً من ذلک، و ان کلمه انسان فی ذلک یقیم لنفسه الحجج الواھیة، و مثل ھذا لا ینبغی للشیخ ان

يقيم عليه ميزاناً بل يجعله كالأجانب ولا يقول في نفسه ان هذا كان مريداً لي فلا أترکه من المناقشة، فربما فجر على الشيخ و صار يقطع في عرضه في المجالس، كما وقع ذلک لبعضهم، فليتنبه الشيخ لزمانه ويلحق بلاحق اللاحق، فانه في النصف الثاني من القرن العاشر صاحب العجائب و الغرائب۔

اس پر ناراضگی کے پکا ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کی حالت اس طرح ہو جائے کہ جب اسے شیخ کے ساتھ ادب کے بلند مقام کی طرف بلایا جائے اس سے پہلے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل ہو تو وہ جواب نہ دے اور مجالس ذکر کی حاضری اور وظائف وغیرہ بھاری ہوں اور وہ اس کی بجائے نیند اور مسجد کے دروازے پر یا کسی اور جگہ لغو کلام کو اختیار کرے۔

اور جب اسے کہا جائے کہ اپنے شیخ کے ساتھ یا تنہا شب بیداری کرو تو اس کے دل میں گھٹن ہو اور قریب نہیں کہ اس پر ان باتوں میں سے کوئی بات آسان ہو۔

اور بعض اوقات کوئی دنیادار اسے اپنے ساتھ شادی وغیرہ کا کھانا پکانے کے لئے شب بیداری کی دعوت دیتا ہے تو وہ رات بھر اس کے ساتھ جاگتا ہے اور اس سلسلے میں دل میں کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتا اور اگر اس سلسلے میں کوئی شخص اس سے کلام کرے تو وہ اپنے لئے کمزور دلائل قائم کرتا ہے۔

اس قسم کے لوگوں کے لئے شیخ کا کوئی میزان قائم کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کو اجنبیوں کی طرح کر دے اور اپنے دل میں یہ بات نہ کہے کہ یہ میرا مرید تھا پس میں اسے مناقشہ سے نہیں چھوڑوں گا یعنی اس پر جرح کرتا رہوں گا۔

کیونکہ بعض اوقات وہ شیخ کی نافرمانی کرتا ہے اور مجالس میں اس کی عزت کرتا ہے جس طرح بعض حضرات کے لئے واقع ہوا۔ پس شیخ کو اپنے زمانے سے آگاہ رہنا چاہئے اور ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھے۔ وہ دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں عجیب وغریب باتیں دیکھے گا۔

(مصنف اپنے دور کے حالات کا شکوہ فرما رہے ہیں۔)

ولیکن علی علم سیدی الشیخ انه ما خالف مرید شیخه و خرج من تحت تربیته إلا استحوذ علیه الشیطان و صار یرکبه کما یرکب الحمار و یصیر هو الناطق فیه عنه، و ربما کان الشیخ یجهل مثل ذلک فیصیر یتعجب من قلة حیائه و قبح عبارته، و یعتقد ان ذلک من کلام مریده، و الحال انه من کلام ابلیس۔

اور چاہئے کہ وہ میرے آقا شیخ کے علم پر ہو کہ جس مرید نے اپنے شیخ کی مخالفت کی اور اس کی تربیت سے نکل گیا۔ شیطان اس پر غالب آگیا اور اس پر اس طرح سوار ہونے لگا جس طرح گدھے پر سوار ہوتا ہے اور وہی (شیطان) اس میں اس کی طرف سے بولنے لگا بعض اوقات شیخ اس قسم کی حالت سے بے خبر ہوتا تو وہ اس کے قلت حیا اور الفاظ کی قباحت پر تعجب کرتا اور خیال کرتا ہے کہ یہ اس کے مرید کے کلام سے ہے حالانکہ یہ شیطان کے کلام سے ہوتا تھا۔

وقد وقع لی ان مریداً خرج من تحت تربیتی فغضب من نصحی مرة فکشفت رأسی و غالطته و استغفرت فی حقه کما أفعل مع الأجانب الذین لیس بینی و بینهم صحبة، و رأیت ذلک أهون من مقاطعته و أقل إنما له و للاخوان فانهم ربما استغابوه و وقعوا فی عرضه لما خرج من طریقهم و غیّر و بدّل۔ ثم الذی ینبغی للشیخ مسارقة مثل هذا بالنصح من طریقة بعیدة و مدحه فی بعض الأوقات و قوله انک قد وحشتنا کثیراً یأمر اخوانه بذلک، فربما خمدت ناره و حن الی اخوانه۔ و من ترک مثل هذه السیاسة کان کمن غضب فی البریة علی غنمه حین شردت عنه و راح الی البلد و ترکها للذئب یفترسها و الله أعلم۔

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرید میری تربیت سے نکل گیا اور ایک مرتبہ میری نصیحت پر غصے میں آ گیا میں نے اپنا سر ننگا کیا اور اس نے سر سے ناروا سلوک کیا اور میں نے اس کے حق میں اس طرح بخشش طلب کی جس طرح میں اجنبی لوگوں کے حوالے سے کرتا تھا جن کے ساتھ میری صحبت نہیں تھی اور میں نے اس سے قطع تعلق کے مقابلے میں اس عمل کو زیادہ آسان اور معمولی سمجھا۔ اس کے اور دوسرے بھائیوں کے لئے یہ بات تھی کہ وہ اس سے چھپ جاتے اور اس کی عزت کے درپے ہوتے جب وہ ان کے طریقے سے نکل جاتا اور اس میں تبدیلی آجاتی۔

پھر شیخ کو چاہئے کہ وہ چوری چھپے دور کے طریقے سے نصیحت کرے اور بعض اوقات اس کی تعریف کرے اور اس سے کہے کہ تم نے ہمیں بہت زیادہ وحشت میں ڈالا، اس کے برادران طریقت کو بھی اسی بات کا حکم دے۔

پس بعض اوقات اس کی آگ بجھ جاتی ہے اور اپنے بھائیوں کے سامنے روتا ہے اور جو شخص اس حکمت عملی کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جو جنگل میں اپنی بکریوں پر غصہ نکالتا ہے جب وہ اس سے بھاگ جاتی ہیں اور خود شہر میں آرام کرتا ہے اور ان بکریوں کو بھیڑیئے کے لئے چھوڑ دیتا ہے جو ان کو پھاڑ کھاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه ان يكون سداه ولحمته مسامحته لاخوانه فی كل شیء أذوه به من قول أو فعل أو سوء ظن، لا سيما اخوانه المقيمن فی الزاوية من البطالين، فان ابليس ماله شغل إلا اشتغال مثل هؤلاء ببعضهم بعضاً، إذ ليس معهم نور يحرق ابليس، ولم تزل الأشياخ تبتلی باقامة جماعة من المخابيل عندهم فيصبر الشيخ عليهم ويحذر اخوانهم من سلوك طريقهم لئلا يتلفونهم بمشاهدة أحوالهم الناقصة۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا تانا بانا(یعنی مکمل طور پر) چشم پوشی ہو کوئی اسے جو بھی اذیت دیں زبانی طور پر عمل سے یا گمان سے وہ چشم پوشی اختیار کرے خصوصًا وہ برادران طریقت جو تربیت گاہ میں جھوٹوں میں سے ہیں کیونکہ شیطان ان جیسے لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے میں مشغول ہوتا ہے۔یعنی ان کے پاس ایسا نور نہیں ہوتا جو ابلیس کو جلا دے۔

اور مشائخ ہمیشہ فسادی لوگوں کی ایک جماعت کو اپنے پاس رکھنے میں مبتلا ہوئے ہیں تو شیخ ان پر صبر کرتا ہے اور ان کی طریقت سے سلوک سے دوسروں کو بچاتا ہے تاکہ وہ ان کے ناقص احوال کو دیکھ کر ضائع نہ ہو جائیں۔

وقد كان سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: يجب على المريد البطال ان يفرح بتحذير شيخه الناس من مجالسته لئلا يلحقه إثم من تبعه فى الكسل و متى تكرر مثل ذلك فقد نقض عهد شيخه۔

سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جھوٹے مرید کو چاہئے کہ جب شیخ لوگوں کو اس کی ہم نشینی سے ڈرائے تو وہ خوش ہو یہ اس پر لازم ہے تاکہ وہ سستی میں اس کی پیروی کرنے کے گناہ سے بچ جائے جب اس کے اس عمل کا تکرار ہو گا تو اس کے شیخ کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

و كان سيدى احمد الزاهد يقول: ما صبر مريد على الكلام فى عرضه و اشتغل بالله و رضى بعلمه تعالىٰ إلا جعله الله تعالىٰ إماماً يقتدى به عن قرب، و ما تعلق مريد من كلام قيل فيه إلا صار وراء الناس۔

سیدی احمد الزاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو مرید اپنی عزت کے خلاف کلام پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کے علم پر راضی رہے تو اللہ تعالیٰ اسے امام

اور پیشوا بنا دیتا ہے اور جب مرید اس کلام سے تعلق پیدا کرے جو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے پیچھے چلا جاتا ہے۔

وکان سیدی محمد الغمری رحمه الله یقول: من أراد ان یکون إماماً یقتدی به فلیخلص النیّة فی خدمة اخوانه۔ ویصبر علی جفائهم له وکلامهم فی عرضه، وحملهم له علی المحامل السیئة فی خدمته لهم وجمیع أحواله۔

حضرت سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص چاہتا ہے کہ وہ امام بنے اور لوگ اس کی اقتدا کریں وہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں اپنی نیت کو خالص کرے ان کے ظلم اور اپنی عزت کے بارے میں ان کی گفتگو اور ان کی طرف سے اس خدمت کو بری نیت پر محمول کرنے اور اسی طرح دیگر احوال کو برائی پر محمول کرنے پر صبر کرے۔

وکان الإمام الحسن یقول: من أدب المرید أن یخدم إخوانه ثم یعتذر الیهم بأنه ما قام بواجب حقهم ثم یقر بالخیانة لهم علی نفسه تطیباً لقلوبهم ولو علم انه بریء الساحة مالم یترتب علی ذلک حدو تعزیر، وإلا دخل فیمن ظلم نفسه، وذلک حرام کما تقدم تقریره فی الباب قلبه۔

حضرت امام حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے برادران طریقت کی خدمت کرے پھر ان سے معذرت بھی کرے کہ ان کے حق سے واجب کی ادائیگی نہیں کر سکا پھر اقرار کرے کہ اس کے نفس نے ان کے حق میں خیانت کی۔ اس طرح ان کے دلوں کو خوش کرے۔

اگرچہ وہ جانتا ہو کہ وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا ہے جب تک اس پر حد یا تعزیر، مرتب نہ ہو۔ ورنہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں داخل ہو جائے گا اور یہ حرام ہے جس طرح اس سے پہلے باب میں تقریر گزر چکی ہے۔

وقد كان الإمام ابوبكر بن فورك رضي الله عنه يقول: ما سمي السندان بذلك إلا لصبره على دقه بالمطارق و الله أعلم۔

حضرت امام ابو بکر بن فورک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:سند ان (آئرن) کو سند ان (مضبوط)اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہتھوڑوں سے کوٹے جانے پر صبر کرتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه ان يعامل اخوانه بالكرم و الإيثار بحقوقه، فلا يكون له التفات الى الدنيا و لا مطالبة ناظر و لا جابٍ بمعلوم وظيفه إلا اذا كان مضطراً، و ان وقع انه طالب الجابي او الناظر بعنف اعتذر الى اخوانه و قال اعذروني فاني كنت مضطراً فلا احد يتبعني في ذلك إلا أن يكون مثلي، خوفاًأن يتشبهوا به و يحتجوا بفعله فيصير عليه التبعة في ذلك۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت سے اپنے حقوق کے ایثار اور کرم کے ساتھ سلوک کرے نہ تو دنیا کی طرف توجہ کرے اور نہ ہی معلوم وظیفہ کے بدلے حاکموں کی طرف نگرانی یا سفیر کا عہدہ طلب کرے مگر یہ کہ مجبور ہو جائے۔

اگر یہ صورت ہو کہ سختی کے ساتھ اس سے سفارت یا نگران بننے کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اپنے بھائیوں کے سامنے عذر پیش کرے اور کہے کہ مجھے معذور سمجھو میں مجبور ہو گیا تھا لہٰذا اس بات میں کوئی بھی میری اتباع نہ کرے مگر یہ کہ میرے مثل ہو جائے اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ وہ لوگ اس کی مشابہت اختیار کریں اور اس کے عمل کو دلیل بنائیں پس اس سلسلے میں اس کی پکڑ ہو گی۔

و كان الإمام القشيرى رحمه الله يقول: ظلمة الركون الى المعلوم تطفيء نور الوقت فليحذر الفقير من دعواه عدم الركون أو أن مثل ذلك لا يضره، و ليرجع الى قول شيخه في ذلك، فان نهاه عن الركون الى المعلوم و عدم المطالبة به فليسمع منه فانه أمير عليه و على ما يرقيه و الله أعلم۔

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: معلوم بات کی طرف جھکاؤ کی تاریکی وقت کے نور کو بجھا دیتی ہے۔

(یعنی سلسلہ وظیفے کے ساتھ کوئی عہدہ لینا) پس فقیر کو اس بات کے دعویٰ سے بچنا چاہئے کہ اس کا میلان نہیں ہے یا اس قسم کے کام سے اسے کوئی نقصان نہیں ہو گا اور اس سلسلے میں اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے اگر وہ اسے معلوم (وظیفہ) کی طرف مائل ہونے اور مطالبہ نہ کرنے کا حکم دے تو اس کی بات سنے کیونکہ وہ اس پر اور اس چیز پر جو اس پر غالب آتی ہے، امیر ہے۔

چغل خور کی تصدیق نہ کرے

ومن شأنه ان لا یصدق فی اخوانه نماماً وان نقل الیه ان اخوانک یکرھونک و قال رأیتھم کلھم البارحة متحلقین یجرحونک ویذکرون نقائصک و نفسک الخبیثة، فلیقل له: یا فلان انا من محبّة اخوانی و ودھم علی یقین ومن کلامک علی ظن ولا آترک یقیناً۔ فبذلک یتحری النمام ولا یعود ینقل الیک شیئاً۔ وان قلت له أنا لا أصدقک حتی أجمع بینک و بینھم و أنظر ھل یصدقونک فیما قلت عنھم أو یکذبونک، فانه لا یعود یأتی الیک بالنمیمة عنھم أبداً کما جربنا ذلک۔ وما لإبلیس سلاح یفسد به حال المریدین المقبلین علی اللہ تعالیٰ أقوی من أن یشغلھم ببعضھم بعضاً، لعلمه بأن عبدھم الریاء و طلب المقام عند الخلق، وانھم یقابلون کل من سعی فی ھدم مقامھم، ولو علم إبلیس انھم أخلصوا اللہ تعالیٰ کان أشغلھم بأمر آخر غیر ھذا، فلیکن الفقراء علی حذر منه مثل ذلک، واللہ أعلم۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے بھائیوں کے بارے میں چغل خور کی تصدیق نہ کرے اگر وہ اس کی طرف یہ بات نقل کرے کہ تمہارے بھائی تمہیں ناپسند کرتے ہیں اور کہے کہ میں نے گزشتہ رات ان سب کو دیکھا کہ وہ حلقہ باندھے ہوئے تمہاری خرابیاں بیان کر رہے تھے اور تمہاری کوتاہیاں بیان کرتے ہوئے تمہارے خبیث نفس کا تذکرہ کر رہے تھے۔

تو یہ اس سے کہے اے فلاں! مجھے اپنے برادرانِ طریقت کی محبت اور دوستی کا یقین ہے اور تمہارا کلام محض گمان ہے پس میں یقین پر تجھے ترجیح نہیں دے سکتا۔

اس طرح وہ چغل خور محتاط ہو جائے گا اور دوبارہ تمہاری طرف کوئی بات نقل نہیں کرے گا۔

اور اگر تم کہو کہ میں تمہاری تصدیق نہیں کروں گا حتیٰ کہ تمہیں اور ان کو اکٹھا کروں اور دیکھوں کیا وہ تمہاری بات کی تصدیق کرتے ہیں یا تجھے جھٹلاتے ہیں۔

تو اس طرح وہ دوبارہ کبھی بھی ان کی طرف سے چغل خوری نہیں کرے گا جس طرح ہم نے تجربہ کیا ہے۔

اور شیطان کا ان مریدین کے خلاف جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں سب سے مضبوط ہتھیار یہ ہے کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف اکساتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کی خواہش ریاکاری اور مخلوق کے ہاں مقام حاصل کرنے کی طلب ہے اور وہ ہر اس شخص کا مقابلہ کرتے ہیں جو ان کے مقام کو گرانے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر ابلیس کو معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہیں تو وہ ان کو اس کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مشغول کر دے۔ پس فقراء کو چاہئے کہ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں کی خدمت میں سستی نہ کرے

ومن شأنه أن يقوم بخدمة اخوانه و يكون مقداماً لهم فى الخدمة، فلا يرمى بنفسه إلى الكسل والخمول ويمتنع من مساعدة الفقراء فى قضاء حوائجهم فى الزاوية ويحتج بالذكر والقرآن، بل ينظر أولاً فى تحصيل أمور المعاش التى يورث قلبه الالتفات اليها، ثم بعد ذلك يذكر و يقرأ۔ وليتأمل من لا يخدم الفقراء لو انهم كلهم قالوا: شيئ لا يلزمنا القيام به، كيف

يصير كل واحد منهم يجري على اللقمة و يقدمها على سائر مهماته في الدين، فمن لم يخدم فلا أقل من شكر من يخدمه و الاعتراف بفضله، فليسمع المريد للشيخ أو النقيب إذا قال له انقل الحطب، أو احمل قفة القمح الى الطاحون، أو إيت بها، أو احمل طبق الخبز الى الفرن، أو اجمع الوقيد للفرن، و نحو ذلک، فانه لا بد لأهل الزاوية ممن يقوم لهم بذلک، إما بأنفسهم و إما بغيرهم۔ فاعلم انه ينبغي للشيخ اخراج كل من أبى الخدمة لأنه يتلف بقية الجماعة و يفتح عليهم باب تعسير الوصول الى ارزاقهم، فان الله تعالیٰ ليسهل على العبد طريق رزقه بحسب ما العبد عليه من خدمة الله تعالیٰ و خدمة عباده۔

اس کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائے اور خدمت کے سلسلے میں ان کا پیش رو بنے اور اپنے نفس کو سست اور کمزور نہ کرے اور اس بات سے بھی بچے کہ تربیت گاہ میں فقراء اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اس کی معاونت کریں اور وہ ذکر اور قرآن کو دلیل بنائے بلکہ پہلے وہ امور معاش کو دیکھے جن کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے پھر ذکر اور قرأت کو اختیار کرے۔

اور جو شخص فقراء کی خدمت نہیں کرتا اسے غور کرنا چاہئے اگر وہ سب کے سب کہیں ہم پر اسے قائم کرنا لازم نہیں تو کس طرح ان میں سے ہر ایک کی حالت یہ ہو گی کہ وہ لقمہ کی طرف چلتا ہے اور اسے تمام دینی کاموں پر مقدم کرتا ہے۔ پس جو خدمت نہیں کرتا تو کم از کم خدمت کرنے والے کا شکریہ ادا کرے اور اس کی فضیلت کا اعتراف کرے۔

تو مرید کو اپنے شیخ یا نگران کی بات سننا چاہئے جب وہ اس سے کہے لکڑیاں لاؤ یا گندم کی ٹوکری چکی کے پاس اٹھا کر لے جاؤ یا اسے لے آؤ یا روٹیوں کا تھال مطبخ کی طرف لے جاؤ یا مطبخ کے لئے ایندھن لاؤ وغیرہ وغیرہ۔ تو تربیت گاہ میں سے جو لوگ اس کے ذمہ دار ہیں وہ خود یا دوسروں کی مدد سے لائیں۔

جان لو! شیخ کے لئے مناسب ہے کہ وہ لوگوں کو نکال دے جو خدمت سے انکار کریں کیونکہ وہ باقی جماعت کو بھی ضائع کریں گے اور ان پر رزق تک پہنچنے کا دروازہ تنگ کر دیں گے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے پر اس کے رزق کو اسی قدر آسان کر دیتا ہے جس قدر بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت کرتا ہے۔

ولا ينبغي لمن له مروءة من المجاورين أن يكون عيلة على غيره، أو يعيش في جماعة العجائز والأرامل والعميان الذين في الزاوية۔ وقد كسل عندى جماعة عن الخدمة لأنفسهم ولاخوانهم فعسر الله تعالىٰ عليهم أسباب أرزاقهم۔ وكذلك وقع لجماعة من فقراء الزوايا فذهب من وقفهم نحو الثلث للظلمة، ففتشناهم فوجدنا ثلثهم ترك الاشتغال بالعلم والقرآن وصاروا اطول نهارهم جالسين على حوانيت التجار والسوقة أو جالسين في الزاوية بطالين لا دنيا يحصلونها ولا آخرة۔

و مجاورین مروت والے ہیں ان کے لئے دوسروں پر بوجھ بننا مناسب نہیں یا یہ کہ وہ بوڑھی عورتوں بیوہ عورتوں اور نابینا افراد کے ساتھ زاویہ (تربیت گاہ) میں زندگی گزار دیں۔

میرے ہاں ایک جماعت نے اپنی اور اپنے بھائیوں کی خدمت سے سستی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے رزق کے اسباب تنگ کر دیئے۔

اسی طرح تربیت گاہ کے فقراء میں سے ایک جماعت کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ان میں سے تیسرا حصہ رات کی تاریکی میں چلا گیا ہم نے تحقیق کی تو ان کے تہائی حصے کو یوں پایا کہ انہوں نے علم اور قرآن میں مشغولیت کو ترک کر دیا تھا وہ دن بھر تاجروں کی دکانوں اور بازاروں میں بیٹھے رہتے یا تربیت گاہ میں نکمے فارغ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے انہوں نے نہ دنیا حاصل کی اور نہ ہی آخرت۔

وسمعت سیدی علیّاً الخواص رحمه اللہ یقول: ان اللہ تعالیٰ ییسّر الرزق لمن خدمه خالصاً مخلصاً و خدم اخوانه کذلک۔ وسمعته یقول أیضاً: لا یسهل اللہ علی أحد رزقه و یوسعه علیه أبداً ما عاش إلا إذا کان یتعطّف علی اخوانه بکل ما زاد عن حاجته۔ و کذلک القوم لا ییسّر اللہ تعالیٰ علیهم أرزاقهم و یوسعها علیهم إلا اذا تعاطف بعضهم علی بعض بکل شیء زاد عن حاجتهم، و بالجملة فمن کان قائماً فی مصالح الخلق کان الوجود کله یمده و یساعده، و من اشتغل لمصالح نفسه فقط دون إخوانه تخلف الوجود عن مساعدته و ربما صار یقاسی فی تحصیل رزقه وجده أشد التعب، و من شک فلیجرب۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رزق آسان کر دیتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتا اور اپنے بھائیوں کی خدمت کرتا ہے۔

میں نے ان کو یہ بات فرماتے ہوئے بھی سنا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر اس کا رزق آسان اور کشادہ نہیں کرتا جب تک وہ زندہ رہے مگر جب وہ اپنے رزق میں سے زائد کے ساتھ اپنے بھائیوں کی طرف متوجہ ہو۔

اسی طرح کسی قوم پر اللہ تعالیٰ ان کا رزق آسان اور کشادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اپنی حاجت سے زائد کو ایک دوسرے کی طرف لوٹائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مخلوق کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس کا پورا وجود اس کی مدد کرتا ہے اور جو شخص صرف اپنے نفس کی ضروریات کو پورا کرنے میں مصروف ہوتا ہے اپنے بھائیوں کی خدمت نہیں کرتا۔ وجود اس کی خدمت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور بعض اوقات جب وہ اسے حصول رزق کی تکلیف میں ڈالتا ہے تو وہ سخت تھکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ جس شخص کو شک ہو وہ تجربہ کر لے۔

كما ان الشيخ اذا خصص نفسه عن الفقراء ولم يؤثرهم على نفسه بشيء، أولم يشركهم فيما بيده من الطعام وغيره، يتوقف عليه رزقه كذلک، والمريد الصادق ينظر فی صفات شيخه التي هو عليها ان طلب ان يكون مثله فی سعة الرزق أو غيره۔ وقد حول الله تعالیٰ عن جماعة من الفقراء الرزق لما شحوا على الفقراء بما يدخل فی يدهم و تخصصوا به و صاروا يسألون الناس بالحال والقال، و كأن لسان حال جناب الحق تعالیٰ يقول لملائكته انظروا فی حال عبادی فكل من رأيتموه يؤثر الناس على نفسه بطعامه و ثيابه و جميع ما يدخل يده فزيدوه من الرزق، و كل من رأيتموه يصطاد على اسم الفقراء ثم يتخصص به فحولوا عنه الرزق۔ فلينتبه المريد لمثل ذلک و يؤثر إخوانه على نفسه بالخدمة لهم و ادخال الراحة على نفوسهم و أبدانهم، و ليسمع للشيخ فان مقصود الشيخ ان تصير جماعته كلهم مثله لكل واحد زاوية و فقراء و سماط والله تعالیٰ أعلم۔

جس طرح شیخ جب اپنے نفس کو فقراء سے ممتاز کرتا ہے اور ان کو اپنے نفس پر کچھ بھی ترجیح نہیں دیتا یا اپنے پاس موجود رزق و غیرہ میں ان کو شریک نہیں کرتا اسی طرح اس پر یہ رزق بند ہو جاتا ہے۔

اور سچا مرید ان صفات کو دیکھتا ہے جو شیخ میں پائی جاتی ہیں اور وہ رزق وغیرہ کی کشادگی میں اس کی مثل ہونے کی طلب رکھتا ہے۔

ایک جماعت نے جب اپنے پاس موجود رزق میں فقراء سے بخل کیا اور اسے اپنے ساتھ خاص کر لیا اور حال و قال کے ساتھ لوگوں سے مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے رزق کو پھیر دیا۔

گویا اللہ تعالیٰ زبان حال سے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندوں کی حالت کو دیکھو پس جس کو یوں دیکھو کہ وہ کھانے، لباس اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں وہ لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتا

ہے تو اس کے رزق میں اضافہ کر دو۔ اور جسے یوں دیکھو کہ وہ فقراء کے نام پر شکار کرتا ہے پھر اسے اپنے ساتھ خاص کرتا ہے اس سے رزق پھیر دو۔

پس مرید کو اس قسم کی صورت حال پر آگاہ ہونا چاہئے اور خدمت کے حوالے سے وہ اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دے اور ان کے نفسوں اور جسموں کو آرام پہنچائے اور شیخ کی بات مانے کیونکہ شیخ کا مقصود یہ ہے کہ اس کی تمام جماعت اس کی طرح ہو جائے ان میں سے ہر ایک کی تربیت گاہ ہو، فقراء (مریدین اور شاگرد) اور دستر خوان (لنگر) ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باجماعت نماز میں سستی میں مثال نہ بنے

ومن شأنه ان لا يكون مقداماً لاخوانه فی التكاسل عن حضور صلاة الجماعة، أو مجلس العلم أو الأدب، فمن كان مقداماً لاخوانه فی ذلک أساء الأدب معهم و كان عليه وزر كل من تبعه۔ و فی الحديث لا يزال قوم يتأخرون۔ يعنی عن صلاة الجماعة۔ حتی يؤخرهم الله فی النار۔ و مذهب الإمام أحمد رضی الله عنه ان صلاة الجماعة فرض فی الصلوات الخمس، ولو انه صلی وحده عصی الله عز و جل۔ ثم ان الذی ينبغی لكل من تخلف عن مجلس خير ان يهرت نفسه و يوبخها بحضرة اخوانه و يقول لهم احذروا ان تتبعونی فی ذلک فانی أخطأت فی تخلفی عن هذا الخير۔ و قد سبق الی مثل ذلک سفيان الثوری رضی الله عنه فكان يتهم نفسه و يقول لأصحابه احذروا أن تقتدوا بأفعالی فانی رجل قد خلطت فی دينی۔ و ينبغی له اذا تخلف عن أول المجلس و جاء فی أثنائه ولو فی الدعاء بعد الفراغ أن يحضر و لا يستحی أبداً، كالحكم فيمن أتی الجماعة وهم فی التشهد الآخر يستحب له الاحرام ليحصل له جزء من فضل الجماعة أو أجزاء صغار، و لا ينبغی لفقير تخلف عن خير أن يقيم الحجج علی اخوانه اذا لاموه علی ذلک فانه مجادلة عن النفس بالباطل، بل الذی ينبغی له المبادرة الی الاستغفار و قوله جزاكم الله تعالیٰ عنی خيراً، وهذا دليل علی شدة محبتكم لی و انكم أشفق علی دينی منی، و ذلک ليعودوا عليه بالنصح ثانی مرة، بخلاف من يجادل عن نفسه و يقول لهم أعرف انكم

تکرھوننی من قبل الیوم، فانھم لایعودون الی نصحہ خوفاًمن شدۃغضبہ، واللہ أعلم۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ باجماعت نماز یا علم وادب کی مجلس میں حاضری سے سستی کرنے میں اپنے بھائیوں سے مقدم نہ ہو۔ جو مرید اس سلسلہ میں اپنے برادرانِ طریقت سے آگے بڑھتا ہے وہ ان کے ساتھ بے ادبی کا سلوک کرتا ہے اور جو بھی اس کی اتباع کرے گا اس کا بوجھ اس پر ہو گا۔

حدیث شریف میں ہے:

لایزال قوم یتاّخرون۔یعنی عن صلاۃ الجماعۃ حتی یوخّرھم اللہ فی النار۔

جو لوگ نماز باجماعت سے پیچھے رہتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے رکھتے ہوئے جہنم میں ڈالے گا۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ

ان صلاۃ الجماعۃ فرض فی الصلوات الخمس ولو انہ صلی وحدہ عصی اللہ۔

پانچوں نمازوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض ہے اگر وہ تنہا پڑھے گا تو اللہ کا نافرمان ہو گا۔

پھر جو شخص مجلس خیر سے پیچھے رہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو اپنے بھائیوں کے سامنے جھڑکے اور اس پر سختی کرے اور ان سے کہے اس سلسلے میں میری پیروی کرنے سے بچو میں نے اس بھلائی سے پیچھے رہ کر غلطی کی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سبقت فرمائی وہ اپنے نفس کی مذمت کرتے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے:

احذروا ان تقتدوا بافعالی فانی رجل قد خلطت فی دینی۔

میرے کاموں میں میری اتباع کرنے سے بچو میں ایسا شخص ہوں جس کے دین میں ملاوٹ ہو گئی (یہ ان کی تواضع تھی)۔

مرید کو چاہئے جب وہ مجلس کے آغاز سے پیچھے رہ جائے اور اس کے درمیان میں آئے چاہے دعا سے فراغت کے بعد آئے تو وہ حاضر ہو اور کبھی بھی شرم محسوس نہ کرے۔

جس طرح اس شخص کا حکم ہے جو جماعت کی نماز اس وقت آتا ہے جب وہ آخری قعدہ میں ہوتے ہیں تو اس کے لئے مستحب ہے کہ تکبیر تحریمہ کہے تا کہ اسے جماعت کی فضیلت کی ایک جزء یا کچھ چھوٹے اجزاء حاصل ہو جائیں۔

اور جو فقیر بھلائی سے رک جائے تو اسے اپنے بھائیوں کے جواب میں دلائل نہیں دینے چاہیں جب وہ اسے اس بات پر ملامت کریں کیونکہ یہ تو باطل نفس کی طرف سے مجادلہ (جھگڑا) ہے۔

بلکہ اس کے لئے جلد از جلد استغفار مناسب ہے اور یوں کہے اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے اچھی جزاء دے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم لوگ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو اور میرے مقابلے میں تم میرے دین کا زیادہ خوف رکھتے ہو۔

یہ اس لئے تا کہ دوبارہ اگر ایسی بات ہو تو وہ خیر خواہی کا اظہار کر سکیں بخلاف اس کے جو اپنے نفس کی حمایت میں جھگڑتا ہے اسے وہ دوبارہ نصیحت نہیں کریں گے کیونکہ انہیں اس کے سخت غصہ کا خوف ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس ذکر کے ختم ہونے سے پہلے نہ جائے

ومن شأنه أن لا یکون مقداماً لاخوانه فی الخروج من مجلس الذکر قبل الفراغ منه، لا سیما اذا احتبک المجلس فی شدة الذکر فان ذلک یضعف قلوب الذاکرین، ولیستعد للمجلس بقلة الأکل والشرب حتی لا یحتاج الی تجدید طهارة عن الحدث من حین یجلس

الی حین یفرغ، لا سیما مجلس الذکر من بعد صلاۃ الجمعۃ الی العصر، فقد ورد: من صلی الجمعۃ و جلس لذکر اللہ تعالیٰ إلی العصر کان کتاباً فی علیین۔ و فی الحدیث: المؤمنون کالبنیان یشد بعضہ بعضاً۔

مرید کی اپنے برادرانِ طریقت کے ساتھ تعلق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ مجلس ذکر سے فراغت سے پہلے نکلنے کے ذریعے اپنے بھائیوں کے لئے مثال نہ بنے خاص طور پر جب مجلس میں ذکر اچھے طریقے سے ہو رہا ہو کیونکہ اس سے ذکر کرنے والوں کے دل کمزور ہو جاتے ہیں اور کم کھانے اور کم پینے کے ذریعے مجلس کے لئے تیار ہو جائے تاکہ وہ بے وضو ہو کر نئے سرے سے طہارت کا محتاج نہ ہو یعنی بیٹھنے سے فارغ ہونے تک خاص طور پر جب نماز جمعہ کے بعد عصر تک مجلس ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

من صلی الجمعۃ و جلس لذکر اللہ تعالٰی الی العصر کان کتابا فی علیین۔

جو شخص نماز جمعہ پڑھے اور پھر عصر تک اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے بیٹھ جائے اس کا نام علیین (بلند مقام فرشتوں) میں لکھا جاتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔

مومن کیلئے ایک دیوار کی طرح ہیں جس کا بعض حصہ دوسرے بعض کو مضبوط کرتا ہے۔

ومن شأن ضعفاء المریدین انھم یستھینون بالعبادۃ إذا لم یکثر الفاعلون لھا و یشتد عزمھم لھا اذا کثر العاملون لھا، فلاینبغی لعاقل ان یکون سبباً لضعف ھمۃ اخوانہ عن الخیر۔ وقد عددت مرۃ لبعض المجاورین نزول المیضاۃ والخروج لباب الزاویۃ عشر مرات من صلاۃ الجمعۃ الی العصر فنزلت وراءہ المیضاہ فرأیتہ یدور الأخلیۃ واحداً واحداً یتأمل فیھا و یقف ساعۃ ثم یطلع الزاویۃ، فعرفت ان ذلک ترویحاً لنفسہ من حضرۃ الذکر، ولو انہ کان

صادقاً لم يفارق المجلس لينظر مواضع القذر التی هی مجلس للشياطين، فالعاقل من تنبه لنفسه وأكرمها علی الخير حتی تصير تحب الخير ولا تمل منه إلا فی النادر۔

کمزور مریدین کا کام یہ ہے کہ وہ عبادت کو معمولی سمجھتے ہیں جب اس پر عمل کرنے والے زیادہ نہ ہوں اور ان کا عزم اس (عبادت) کے لئے مضبوط ہو جاتا ہے جب اس پر عمل کرنے والے زیادہ ہوں پس کسی عقل مند کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان بھائیوں کی خیر کے لئے ہمت کی کمزوری کا سبب بنے۔

میں نے بعض مجاورین کے لئے ایک مرتبہ وضو خانے میں جانے اور تربیت گاہ کے دروازے سے نکلنے کو دس مرتبہ شمار کیا اور یہ جمعہ کی نماز سے عصر کی نماز کے درمیان کا وقت تھا۔

میں اس کے پیچھے وضو خانے میں اترا میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایک بیت الخلاء کا چکر لگا رہا ہے اور کچھ دیر ٹھہرتا ہے پھر تربیت کی طرف جھانکتا ہے تو میں جان گیا کہ وہ ذکر کی حاضری سے اپنے نفس کو راحت پہنچا رہا ہے (یعنی کنارہ کشی کر رہا ہے)۔

اگر وہ سچا ہوتا تو گندگی کو دیکھنے کے لئے جو شیطانوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے مجلس ذکر کو نہ چھوڑتا۔ تو سمجھ دار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو خبر دار کرتا ہے اور اسے نیکی پر مجبور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نیکی کو پسند کرنے لگتا ہے۔ اور وہ شاذ و نادر ہی اس سے تھکتا ہے۔

و سمعت سيدی علیّاً المرصفی رحمه الله يقول: اياكم ان تخرجوا من حلقة الذكر اذا احتبک المجلس آخر الذكر لان ذلک يضعف همة الضعفاء۔ ولعل ذلک هو المعنی الذی حرم لاجله الانصراف من صف القتال الا متحرفاً لقتال او متحيزاً الی فئة اخری يقاتل معهم، والذاكر مقاتل فی سبيل الله للشيطان بيقين، فليس له الانصراف أدباً من ناحية المجلس الی اخری الا متحرفاً لقتال مكان او متحيزاً الی من فيه، يذكرون الله تعالیٰ بقلوب ضعيفة فيقوی قلبهم علی الذكر ويطرد عنهم ابليس بذكره، فانه اذا رأی قلب الذاكر غافلا

افترسه و رکب علی قلبه فیستأصله و یهلکه۔ فاذا جاءه من یذکر بهمة و عزم استخلصه من ید الشیطان کما یستخلص المقاتل الأسیر من ید العدو۔ و قد اباح اللہ للمقاتل ان یقف فی أی مکان کان من صف القتال و ما حرم علیه إلا الانصراف و اللہ أعلم۔

اور میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: حلقۂ ذکر سے نکلنے سے بچو جب ذکر کے آخر میں مجلس جو بن پر ہو کیونکہ اس سے کمزور لوگوں کی ہمت کمزور ہو جاتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے جہاد کی صف سے پھرنے کو حرام قرار دیا۔ البتہ یہ کہ وہ لڑنے کے لئے پھرے یا کسی دوسری جماعت سے ملنے کے لئے جائے جو ان کے ساتھ مل کر لڑ رہی ہے۔ ذکر کرنے والا یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں شیطان سے لڑتا ہے پس اسے ادب کا خیال رکھتے ہوئے ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف پھرنا نہیں چاہیئے مگر اس دوسری جگہ لڑنے یا ان لوگوں کے پاس جانے کے لئے جو اس جگہ میں ہیں اور وہ کمزور دل کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں پس وہ ان کے دل کو ذکر پر مضبوط کرے اور اپنے ذکر سے شیطان کو بھگائے کیونکہ جب وہ ذاکر کے دل میں کمزوری دیکھتا ہے تو اس کو سواری بنا کر اس کے دل پر سوار ہو جاتا ہے پس اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا اور ہلاک کر دیتا ہے۔

پس جب اس کے پاس وہ شخص آئے جو ہمت اور عزم کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو وہ اسے شیطان سے چھڑا دیتا ہے جس طرح مجاہد، قیدی کو دشمن سے چھڑاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے جائز قرار دیا ہے کہ لڑائی کے لئے قائم صف میں جہاں چاہے کھڑا ہو اور وہاں سے پھرنا اس پر حرام نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کی اجازت کے بغیر مجلس سے نہ جائے

ومن شأنه ان لا ینصرف من مجلس الذکر الذی یکون مع الشیخ ولو لحاجة ضروریة إلا بعد استئذانه الشیخ صریحاً او بالإشارة، لا سیما مفارقة من علت رتبته من اصحاب الشیخ فانه یتعین علیه المشاورة جزماً لئلا یقتدی به غیره فتضعف حلقة الذکر، لان المجالس انما جعلت لیقوی بعض الناس بعضاً، فاذا کسل واحد کان جاره نشیطاً، و کلما عظم الفقراء امر مجلس الذکر و اعتنوا به کلما علت همة الفقراء و کلما استهانوا بحضوره کلما انحطت همة غیرهم، لا سیما الاکابر من جماعة الشیخ، فان احدهم اذا انصرف من المجلس قبل فراغه کان کأمیر العسکر اذا خرج من القتال مکسوراً فإن غالب الجیش یتبعه۔ فلیحرص اکابر المجلس علی ان احدهم لا یقوم من المجلس حتی یفرغ لئلا یقتدی به الناس، فان ابلیس لا یفارق هذه المجالس ابداً، فربما رأی الفقیر مقبلاً علی اللّٰه فی ذکره وهو فی جمعته معه فیقول له: قم فانظر السوق من علی باب الزاویة او اذهب الی بیتک فانظر ماذا یصنعون وارجع، و مقصود ابلیس بذلک ان یخرجه من تلک الجمعیة والحضور مع اللّٰه تعالیٰ و ینقص أجره۔ فاذا وسوس بذلک لفقیر فینبغی له ان یرد کیده فی نحره و یقول: اخسأ لعنک اللّٰه اترید ان تخرجنی من حضرة اللّٰه تعالیٰ الی حضرتک۔ فان لم یرتد عنه خاطر ابلیس فلیعرض ذلک علی الشیخ و یستأذنه فی ذلک فان اذن له فی الخروج فذلک والا لزمه مخالفة ابلیس، فان اللّٰه تعالیٰ جعل الانبیاء و نوابهم من الدعاة الی اللّٰه تعالیٰ أمناء علی الأمة فی کل ما یرقی درجاتهم، کما اشار الیه قوله تعالیٰ: انما المؤمنون الذین أمنوا باللّٰه و رسوله و اذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستأذنوه الآیة۔ و مجالسة الاشیاخ فی الذکر و قراءة القرآن والعلم امر جامع بیقین، فلا ینبغی لاحد ان یفارقهم حتی یستأذنهم، ثم انهم اذا استأذنوا الشیخ بالمفارقة لحاجة لم ینبغ۔ لهم ان یقوموا دفعة واحدة فیضعفوا اقلب الباقین بل یقومون متراسلین واحد بعد واحد مثلا۔ ثم اذا فرغ اهل المجلس من الذکر و أرادوا الجلوس فلیرجعوا الی اماکنهم التی کانوا جالسین فیها قبل الزحف الی قلب الحلقة، ولا

ینبغی لھم بعد الذکر ان یجلسوا فی جانب الحلقة و یترکوا الجانب الآخر خالیاً فیدخل الشیطان من ذلک الموضع، کما ورد ذلک فی صفوف الصلاۃ، فان الشارع امرھم ان یتراصوا فی الصفوف لئلا یدخل الشیطان بینھم فیوسوس لاحدھم فی صلاتہ بما لیس لہ بہ حاجة۔ و معلوم ان مجالس الذکر انما ھی محاربة للشیطان، و کلما بعد العدو کان اقوی لنا من التحامہ بنا۔

اور اس کی شان سے یہ بات ہے کہ اس مجلس ذکر سے نہ پھرے جس میں وہ اپنے شیخ کے ساتھ ہوتا ہے اگرچہ ضروری حاجت کے لئے ہو مگر یہ کہ صراحتًا یا اشارتًا شیخ سے اجازت طلب کرے۔

خاص طور پر شیخ کے مریدوں میں سے جس کا مقام بلند ہو کیونکہ اس پر مشاورت (اجازت لینا) لازم ہے تاکہ دوسرے اس کی اقتداء نہ کریں اس طرح حلقہ ذکر کمزور ہو جائے گا۔

کیونکہ مجالس ذکر اس لئے قائم کی جاتی ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے کو مضبوط کریں جب ان میں سے ایک سست ہو تو اس کے ساتھ والا ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ اور جب فقراء مجلس ذکر کی عظمت کا خیال رکھیں اور اس کی شان کو سمجھیں جب فقراء کی ہمت کمزور ہو جائے اور جب اس میں حاضری کو معمولی بات سمجھیں اور جب ان کے غیر کی ہمت ختم ہو جائے خاص طور پر شیخ کی جماعت کے بڑے لوگ اور ان میں سے کوئی ایک جب مجلس سے پھر جائے اور ابھی فراغت نہ ہوئی ہو تو یہ امیر لشکر کی طرح ہے جب وہ ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ لڑائی سے نکل جاتا ہے کیونکہ لشکر کی اکثریت اس کے پیچھے چلتی ہے۔

تو اکابر مجلس کو اس بات کی حرص ہونی چاہئے کہ ان میں سے کوئی ایک فارغ ہونے سے پہلے مجلس سے نہ اٹھے تاکہ لوگ اس کی اقتداء نہ کریں کیونکہ شیطان ان مجالس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا۔

گھر جا کر دیکھ کیا ہو رہا ہے

بعض اوقات وہ (شیطان) کسی فقیر کو اپنے ذکر میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ دیکھتا ہے اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے (فقیر) سے کہتا ہے:

قم فانظر السوق من علی باب الزاویۃ او اذھب الی بیتک فانظر ماذا یصنعون وارجع۔

اٹھو! بازار کی طرف دیکھو کہ زاویہ (تربیت گاہ) کے دروازے پر کون ہے یا اپنے گھر کی طرف جاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں پھر واپس آ جانا۔

اس سے ابلیس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو اس کی توجہ اور حضوری سے ہٹا دے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کا اجر کم ہو جائے۔

پس جب شیطان، فقیر کے دل میں وسوسہ ڈالے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے مکر کو رد کر کے اس کے سینے پر دے مارے اور کہے:

اخسأ لعنک اللہ اترید ان تخرجنی من حضرۃ اللہ تعالیٰ الی حضرتک۔

دفع ہو جاؤ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی حاضری سے نکال کر اپنے پاس بلانا چاہتا ہے۔

اگر ابلیس کا وسوسہ اس سے دور نہ ہو تو وہ اپنے شیخ کو بتائے اور اس سلسلے میں اس سے اجازت لے اگر وہ نکلنے کی اجازت دے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر ابلیس کی مخالفت لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے نائبین کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں، ہر اس چیز میں جو ان کے درجات میں ترقی کا سبب ہے امت پر امین بنایا ہے۔

جس طرح اس ارشاد خداوندی میں اشارہ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ(النور ۶۲)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی کام میں حاضر ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔

اور ذکر، قرأت قرآن اور علم کے سلسلے میں مشائخ کی مجالس یقینی طور پر ایک امر جامع ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان سے اجازت لئے بغیر جدا ہو۔

پھر جب وہ کسی حاجت کے لئے اپنے شیخ سے جدا ہونے کی اجازت لیں تو ان کے لئے مناسب نہیں کہ ایک ہی مرتبہ سب اٹھ کھڑے ہوں اس طرح باقی لوگوں کے دل کمزور ہو جائیں گے۔ بلکہ وہ ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک کر کے کھڑے ہوں۔

پھر جب اہل مجلس ذکر سے فارغ ہوں اور بیٹھنے کا ارادہ کریں تو وہ اپنی ان جگہوں کی طرف چلے جائیں جہاں وہ حلقہ میں آنے سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ذکر کے بعد حلقہ کی طرح بیٹھنا مناسب نہیں اس طرح کہ وہ دوسرے طرف کو خالی چھوڑ دیں پس اس میں شیطان داخل ہو جائے گا جس طرح نماز کی صفوں کے بارے میں حدیث شریف آئی ہے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ:

ان یتراصوا فی الصفوف لئلا یدخل الشیطان بینهم فیوسوس لاحدهم فی الصلاة بما لیس له به حاجة۔

وہ صفوں میں مل کر کھڑے ہوں تا کہ شیطان ان کے درمیان داخل نہ ہو اس طرح وہ کسی ایک کے دل میں اس بات کا وسوسہ ڈالے گا جس کی اسے حاجت نہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ مجالس ذکر شیطان سے لڑائی ہے اور جب دشمن دور ہو گا تو وہ ہمارے ساتھ لڑائی کے مقابلے میں (اس صورت میں) زیادہ قوی ہو گا۔

محفلِ ذکر میں نعت خوانی؟

قال الاشیاخ: ولا ینبغی للمنشد ان ینشد بعد فراغ الذکر الا بعد استقرار نفوس الذاکرین وفراغھم من وارد الذکر، فلاینبغی الانشاد علی أثر الذکر، لان ذلک یفرق قلوب الجماعة۔ وکذلک لاینبغی للمنشد ان یتخذ الانشاد عادة سواء احتاجوا الیه فی التنشیط ام لم یحتاجوا الیه بل یجعل الانشاد خاصا بکل وقت رأی ھمتھم فاترة عند الذکر، و ھذا من باب یاأیھا النبی حرض المؤمنین علی القتال۔ وما دامت الھمة قویة فلاینبغی له الانشاد لان قلوبھم مجموعة علی حضرة اللہ تعالیٰ والقاء بالھم لمعانی ماینشده المنشد یفرقھم عن اللہ تعالیٰ۔

مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اشعار (مثلاً نعت شریف) پڑھنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ذکر سے فراغت کے بعد اشعار پڑھے مگر یہ کہ ذاکرین کے نفوس قرار پکڑ لیں اور ذکر کی واردات سے فارغ ہو جائیں لہٰذا ذکر کے اثر پر اشعار پڑھنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے جماعت کے دل بکھر جائیں گے۔

اسی طرح اشعار پڑھنے والے کو اشعار پڑھنے کی عادت نہیں بنانی چاہئے چاہے وہ ہشاش بشاش ہونے کے لئے اس کے محتاج ہوں یا نہ۔ بلکہ اشعار پڑھنے کو اس وقت کے ساتھ خاص کرے جب ان کی ہمت کو ذکر سے کمزور دیکھے۔

اور یہ اس باب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (الأنفال ٦٥)

اے غیب کی خبر دینے والے نبی مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔

اور جب تک ان کی ہمت قوی ہو اس کے لئے اشعار پڑھنا مناسب نہیں کیونکہ ان کے دلوں کو بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لئے جمعیت حاصل ہے لہٰذا ان کے دلوں میں اشعار کے معانی ڈالنے سے وہ دل اللہ تعالیٰ سے بکھر جائیں گے۔

و كان سيدى مدين لا يدع المنشد ينشد الا بعد سكتة يسكت الجماعة حتى يرى منهم الملل ساعة ثم يأمر المنشد فينشد، فاذا اجتمعت حواسهم ذكر بهم، فلا يزال كذلك حتى يفرغ المجلس، و ربما رأى همة الفقراء قوية فيمنع المنشد من الانشاد جملة۔ و من هنا قالوا ينبغي ان يكون المنشد هو الشيخ لانه أعرف بجمعية قلوبهم و تشتيتها، فان لم يتيسّر فرجل صالح له المام بمصطلح الفقراء ما سيأتي بسطه عند مبحث السماع في الخاتمة ان شاء الله تعالىٰ۔ ثم اذا دعوا و انصرفوا من مجلس الذكر فلا ينبغي لاحدهم ان يتحدث مع اخيه بكلام مطلقاً إلا لضرورة شرعية لان الكلام اللغو بعد مجلس الذكر يطفيء النور الحاصل بالذكر۔ فلينصرف الفقراء كلهم ساكنين مطرقين الى خلاويهم او امكنتهم التي يجلسون فيها و يشرعون فيما اقامهم شيخهم فيه باذن الله تعالىٰ من قراءة او ذكر او اشتغال بعلم و قضاء حاجة و نحو ذلک۔

سید مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی شعر گو کو کچھ وقفہ کے بعد شعر گوئی کی اجازت دیتے تھے پس جماعت (ذکر سے) خاموش ہو جاتی حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان میں کچھ دیر کے لئے اکتاہٹ دیکھتے پھر نعت خواں کو نعت پڑھنے کے لئے کہتے جب ان کے حواس جمع ہو جاتے تو ان کے ساتھ مل کر ذکر کرتے اور مجلس سے فارغ ہونے تک مسلسل یہی صورت رہتی۔ اور بعض اوقات فقراء کی ہمت کو مضبوط دیکھتے تو نعت خواں کو نعت پڑھنے سے بالکل روک دیتے۔

اسی وجہ سے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خود شیخ کو نعت پڑھنے چاہئے کیونکہ وہ ان کی دلجمعی اور دلوں کے بکھرنے کو زیادہ جانتا ہے۔ اور اگر وہ میسر نہ ہو تو کوئی نیک آدمی ہو جو فقراء کی

اصطلاحات کو جانتا ہو جن کا ذکر اس کتاب کے خاتمہ میں سماع کے بیان کے وقت تفصیل سے ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر جب دعا مانگ کر مجلس ذکر سے پھر جائیں تو ان میں سے کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے مطلقاً کلام کرے البتہ شرعی ضرورت کے تحت کر سکتا ہے کیونکہ مجلس ذکر کے بعد لغو کلام ذکر کے ذریعے حاصل ہونے والے نور کو مٹا دیتا ہے۔

پس تمام فقراء اپنی خلوت گاہ یا ان جگہوں کی طرف سر جھکائے ہوئے خاموشی کے ساتھ واپس جائیں جہاں وہ بیٹھتے ہیں اور وہ اس کام میں مشغول ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیخ نے ان کے ذمہ لگایا ہے وہ قرأت ہو یا ذکر یا علم کے حصول میں مشغولیت یا کسی کام کو پورا کرنا وغیرہ۔

قال الاشیاخ: وانما أوجبوا علی المرید مواصلة الاذکار بعضها بعضاً لتترا کھم انوارھا علی القلب وترحل عنه الظلمات الحاصلة بارتکاب الحرام والشبھات فی القول والفعل۔ وقالوا: من لغا بعد المجلس فکأنه لم یذکر شیئاً وربما کان لغوہ ساعة یرجح فی الظلمة علی نور ذلک المجلس که، فینبغی للشیخ او النقیب ان ینبه الفقراء علی مثل ذلک ویقول لھم: یا فقراء قوموا مأجورین الی اورادکم ولا تخلطوا نور الذکر بظلمات اللغو، حتی ان ذلک یصیر عادة الفقراء ولا یحتاجون الی تنبیه واللہ أعلم۔

مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مرید پر لازم کیا کہ وہ مختلف اذکار کو ملا کر پڑھے تاکہ ان کے انوار دل پر تہہ بہ تہہ وارد ہوں اور قول و فعل کے ذریعے حرام اور شبہ والے امور کا جو ارتکاب کیا ہے ان سے حاصل ہونے والی تاریکیاں کوچ کر جائیں۔

وہ فرماتے ہیں جو مجلس کے بعد لغو کام کرتا ہے گویا اس نے ذرہ بھر ذکر نہیں کیا اور بعض اوقات اس کا ایک ساعت کا لغو کام اس پوری مجلس کے نور پر غالب آ جاتا ہے۔ پس شیخ یا نگران کو چاہیئے کہ وہ فقراء کو اس قسم کی باتوں سے خبر دار کرے اور ان سے کہے۔

اے فقراء! اپنے اوراد و وظائف کی طرف اجر و ثواب کے ساتھ اٹھو اور ذکر کے نور کو لغو کام کی تاریکیوں سے نہ ملاؤ حتیٰ کہ یہ فقراء کی عادت بن جائے اور انہیں تنبیہ کی ضرورت نہ پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں کی خیر خواہی

ومن شأنه ان یحب لاخوانه ما یحبه لنفسه و یقرب علیهم طریق الوصول الی مراتب الکمال کمایحب ذلک لنفسه و ذلک بالاشتغال بالذکر علی الدوام، فان اللہ تعالیٰ قد جعل لکل مرید مناهل و عقبات لا یصل الی مقام الککمال إلا بقطعها کلها، فان شاء قطعها فی جمعة، و ان شاء فی شهر، و ان شاء فی سنة، و ان شاء فی عدد سنین علی قدر عزمه و همته۔ ثم انه بعد الوصول یتنعم بأقدار الحق تعالیٰ الجاریة علیه بقیة عمره، فأطول الناس نعیما من قطعها فی جمعة و بعده من قطعها فی شهر و بعده من قطعها فی سنة و هکذا۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور مراتب کمال تک پہنچنے کا راستہ ان کے قریب کرے جس طرح اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے اور یہ ہمیشہ ذکر میں مشغولیت کے ساتھ ہوتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر مرید کے لئے راستے اور گھٹیاں بنائی ہیں جب تک ان سب کو طے نہ کرے کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔

اگر چاہے تو ایک ہفتہ میں طے کرے چاہے تو ایک مہینے میں طے کرے چاہے تو ایک سال میں اور چاہے تو کئی سالوں میں طے کرے جس قدر اس کا عزم اور ہمت ہو پھر وہاں تک رسائی حاصل

کرنے کے بعد باقی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی جاری تقدیر کے مطابق عیش کرے گا سب سے زیادہ انعام اس پر ہوتا ہے جو ان منازل کو ایک ہفتہ میں طے کرے اس کے بعد وہ جو ایک مہینے میں اور اس کے بعد وہ جو ایک سال میں طے کرے اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔

وقد أنشد سیدی الشیخ ابو لنجا اللغوی المتأخر رحمه الله فی قطع هذه الحجب من موشح: أجلّ مر آتک تری الحق الیقین★واخرج عن ذاتک لتفرح بآخرین★تنظر مافاتک علی طول السنین ★ یا عبدالحندوس ★ لفقدوا عبوس ★ تحمل للدبوس ★ و للمسکین تدوس★دخان المشعل★و دقات الطبول★وافعل لا تفعل★تحیر فیها العقول★ما اسرع ما یعزل ومن بعد الوصول اینو قال محبوس★ فی قفصوا یدوس ★ إیاک الناموس یطلع کالقادوس ملاو اندق روس★الی آخر ماقال و اللہ تعالیٰ أعلم۔

و من شأنه ان یراعی مواطن غفلة اخوانه عن الذکر فی الزاویة فیذکر اللہ تعالیٰ وحده فی وقت غفلتهم لتنزل الرحمة علی اخوانه فیحسن الیهم بذلک و یکتب له اجر عظیم و یشهد له یوم القیامة بذکر الله کل من سمع صوته من ناطق و صامت و لا یشهدون له الا و یقبل الله شهادتهم۔ و ربما قام ذکر الواحد فی وقت غفلة اخوانه فی الاجر و الثواب بعدد من غفل منهم، و اللہ تعالیٰ یحب من عباده من یحب ذکره و یراه قوتاً و شفاء له من کل داء۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ زاویہ تربیت گاہ میں اس کے برادرانِ طریقت ذکر سے غفلت کریں تو ان مواقع کا خیال رکھے اور ان کی غفلت کے وقت وہ تنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تاکہ اس کے بھائیوں پر بھی رحمت نازل ہو اور یوں وہ ان سے حسن سلوک کرے اور اس کے لئے بھی بہت بڑا اجر لکھا جائے گا اور جن جن بولنے والی یا خاموش چیزوں نے اس کی آواز کو سنا ہو گا وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دیں گی اور ان کی گواہی کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

اور بعض اوقات دوسرے برادران طریقت غافل ہوتے ہیں تو ایک شخص کا ذکر اجر وثواب میں ان غافل لوگوں کی تعداد کے مطابق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے ذکر کو پسند کرتے ہیں اور وہ اسے اپنی خوراک اور ہر بیماری سے شفا سمجھتے ہیں۔

واخبرنی سیدی محمد السروی رحمه الله ان جماعة تراهنوا علی انهم یجدون زاویة سیدی محمد الغمری فی المحملة الکبری ساکتة عن الذکر فی لیل او نهار فلم یجدوها فکانت کالکعبة بالنسبة للطائفین, فهکذا کانت جماعته۔

سیدی محمد السروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بتایا کہ ایک جماعت نے بطور شرط کہا کہ وہ سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زاویہ (تربیت گاہ) کو جو "محلہ کبریٰ" میں ہے اسے رات یا دن میں ذکر سے خاموش پاتے ہیں تو اسے ایسا نہ پایا اور وہ اس طرح تھا جیسے طواف کرنے والوں کے لئے کعبہ ہو تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جماعت کی یہ صورت تھی۔

وأخبرنی الشیخ شمس الدین الطنیخی احد اصحاب سیدی الشیخ ابی العباس الغمری ان ولد المجاور او عمه کان یأتی الی الزاویة فلا یتجرأ احد منهم ان یسلم علیه حتی یشاور النقیب، و کان احدهم اذا کلمه اخوه کلمة سب او تنقیص لا یرد علیه بل یحفظها -ان لم یصفح عنه۔الی یوم یجلسون فیه و یأخذ مفتاحه تحت رکبته حتی لا یدخل علیهم غریب ثم یتحاکمون بین یدی الشیخ فیأخذ للمظلوم حقه من الظالم۔ و کان الذی یسامح أخاه اکرم عند الشیخ من الذی یأخذ حقه، و کان یقول لهم لا ینبغی لفقیر ان یمسک علی أخیه کلمة جفاء فی حال غضبه لان بعض العلماء لا یقول بصحة طلاق الغضبان لتزلزل عقله، و کان یقول کل من مسک علی الناس کل کلام قالوه فیه کثر أعداؤه و انحطت همته الی سافلین۔

شیخ شمس الدین الطنیخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو سیدی شیخ ابو العباس الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں سے ایک تھے نے مجھے خبر دی کہ مجاور کا بیٹا یا اس کا چچازاویہ میں آتا تو کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ اسے سلام کرے حتیٰ کہ نقیب سے مشورہ کر لے۔

اور ان میں سے ایک سے جب اس کا بھائی گالی گلوچ کرتا یا توہین آمیز کلمہ کہتا تو وہ اس کا رد نہ کرتا بلکہ اسے یاد رکھتا اگر در گزر نہ کرتا یہاں تک کہ جس دن وہ مجلس اختیار کرتے اور وہ اپنی چابی اپنے گھٹنے کے نیچے رکھتا حتیٰ کہ کوئی اجنبی داخل نہ ہو سکتا پھر وہ اپنا مقدمہ شیخ کے سامنے پیش کرتے تو وہ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دیتا اور جو اپنے بھائی سے چشم پوشی کرتا وہ شیخ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہوتا جو اپنا حق وصول کرتا اور وہ شیخ ان سے کہتا کہ فقیر کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا سخت کلام جو اس نے غصے کی حالت میں کیا ہے، اسے روک رکھے کیونکہ بعض علماء غصے کی حالت میں طلاق کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ اس وقت اس کی عقل کام نہیں کرتی۔

اور وہ فرماتے تھے: جو شخص لوگوں کے ہر کلام کو یاد رکھتا ہے جو انہوں نے اس کے بارے میں کیا ہو تو ایسے شخص کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں اور اس کی ہمت پست لوگوں کی طرف چلی جاتی ہے۔

وفی کلام سیدی احمد بن الرفاعی رحمه الله : من انتصر لنفسه واجاب عنها تلف و تعب، ومن سامح الناس وفوض امره لمولاه نصره من غیر اهل ولا عشیرة والله أعلم۔

سیدی احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں ہے: جو شخص اپنی ذات کا بدلہ لیتا اور اس کی طرف سے جواب دیتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور تھک جاتا ہے اور جو شخص لوگوں سے چشم پوشی کرتا ہے اور اپنے معاملے کو اپنے مولیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر والوں اور خاندان کے علاوہ لوگوں کے ذریعے اس کی مدد کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑوں کی سختی برداشت کرے

ومن شأنه اذا کان مجاوراً فی زاویة الشیخ ان یحمل النهرة و الکلمة الجافیة من کبراء الزاویة کالخطیب و الإمام و النقیب و الجابی ما داموا سالکین، لان الناقص یری له الفضل علی اخوانه بتربیتهم و تعلیمهم الادب و خدمتهم، فلا ینهر احدا الا و هو یری نفسه علیه، فاذا کمل سلوکه صار یری فضلهم علیه الذی کسبوه الاجر، و لذلک یمتثل امرهم اذا استقضوه فی حوائجهم، لکن باذن الشیخ ان کانت الحوائج لهم، و ان کانت للزاویة فلا یحتاج الی اذن من الشیخ خاص بل ذلک داخل فی اذنه، للنقیب ان یستعمل فی حوائج الزاویة من شاء من الشیخ خاص بل ذلک داخل فی اذنه، للنقیب ان یستعمل فی حوائج الزاویة من شاء من المقیمین، وقد تقدم انه یحرم علی المجاورین التعصب بالباطل لحظ النفس علی کل من اقامه الشیخ نقیباً او جابیاً او خادماً، و الطعن علیه بنحو قولهم هذا لا یصلح لهذه الوظیفة۔ و یجب علیهم لاتسلیم له۔ فان الطعن فیمن اقامه الشیخ یؤذی الی ضرر شدید و تشویش القلوب بعضها من بعض و یوقف علیهم اسباب معاشهم، و ربما خرجوا من کثرة الشکاوی للحکام و لانکد من الزاویة و عملوا اصناعاً و محترفین او یسعوا علی وظائف ضعفاء الفقهاء و مساکینهم، فلا یخلّوا فی الحارة مسجداً و لا سبیلاً فی ید احد إلا سعوا الیه فتمقتهم قلوب المؤمنین بعد ان کانوا یتبرکون بهم لانهم اخرجوا قلوبهم من الخیر و ملأوها بحب الدنیا و مضایقة اهلها قبل ان یخربوا زاویتهم۔ و ربما سکن ابلیس عندهم فی الزواویة و صار هو الشیخ لهم ان داوموا علی الشرور و النزاع، فلا یزال یوسوس لهم فی امر بعضهم بعضاً بسوء الظن و نقل لاکلام و الفتن حتی لا یخلی لهم وقتاً لعمل الدنیا و الآخرة، و ینقادون له اکثر مما کانوا اینقادون لشیخهم الإنسی، و ذلک لان شیخهم الإنسی کان یدعوهم الی کل شیء یخالف هوی نفوسهم، و ابلیس یدعوهم الی کل ماتهواه نفوسهم و یحجبهم عن شهود قبیح افعالهم حتی لا یکاد احد منهم یتوب من زلة وقع فیها و لا یستغفر۔ و تقدم انه لیس لابلیس مصیدة یصطاد بها فقراء الزاویة اعظم من التحریش بینهم و اشتغالهم ببعضهم بعضا!

فیقطعھم بذلک عن الاشتغال باللہ عز وجل، ویصیرون کالشیاطین لایذکرون الا النقائص ولا یطلعون الا علی العورات، وتتجلی لھم صفاتھم القبیحة فیظنون انھا صفات غیرھم واللہ تعالیٰ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ شیخ کے تربیت گاہ میں ٹھہرا ہوا ہو تو جھڑک اور سخت بات زاویہ (تربیت گاہ) کے بڑے لوگوں مثلاً خطیب، امام، نگران وغیرہ سے برداشت کرے جب تک وہ سالک ہوں کیونکہ ناقص شخص کے لئے ان کے بھائیوں پر فضیلت اسی وجہ سے دیکھتا ہے کہ وہ تربیت کرتے ہیں، تعلیم دیتے اور خدمت کرتے ہیں۔

لہٰذا وہی جھڑکتا ہے جو اپنے آپ کو اس سے اوپر سمجھتا ہے پس جب اس کا سلوک مکمل ہو جائے تو اس کی حالت یوں ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان کی فضلیت اس اعتبار سے سمجھتا ہے کہ وہ اس کے اجر کا سبب ہیں اسی وجہ سے ان کے حکم کو مانا جاتا ہے جب وہ اسے اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لئے کہتے ہیں لیکن اگر ان لوگوں کی حاجات ہو تو شیخ کی اجازت سے پورا کیا جائے۔

اور اگر زاویہ (تربیت گاہ) سے متعلق ضروریات ہوں تو شیخ سے خصوصی اجازت لینے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اس کی اجازت میں شامل ہے۔

اور نگران کو اختیار ہے کہ وہ زاویہ کی ضروریات کے لئے وہاں مقیم لوگوں میں سے جس سے چاہے کام لے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ مجاورین پر اپنے نفس کے لئے اس شخص کے خلاف باطل تعصب حرام ہے جسے شیخ نے نگران یا جابی یا خادم بنایا ہے اسی طرح اس پر طعن کرنا بھی حرام ہے مثلاً یہ کہنا کہ یہ شخص اس ذمہ داری کے لائق نہیں ہے بلکہ اس پر ماننا لازم ہے کیونکہ جس کو شیخ نے مقرر کیا ہو

اس پر طعن کرنا شدید ضرر اور ایک دوسرے کے دلوں کو تشویش میں مبتلا کرنا ہے اور ان پر ان کے اسباب معاش کا دار و مدار ہے۔

اور بعض اوقات وہ حکام کے سامنے شکایات کی کثرت اور تنگی کی وجہ سے زاویہ سے نکل جاتے ہیں اور کوئی پیشہ اختیار کر کے کام کرتے ہیں یا کمزور فقہاء اور مساکین کے وظائف کے لئے محنت کرتے ہیں پس وہ محلے کی کسی مسجد یا سبیل کو کسی کے پاس نہیں دیکھتے مگر اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

پس مومنوں کے دل ان سے بیزار ہو جاتے ہیں حالانکہ پہلے وہ ان سے برکت حاصل کرتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں کو خیر سے نکال دیا اور دنیا کی محبت سے دلوں کو بھر لیا اور زاویہ سے نکلنے سے پہلے زاویہ والوں کو تنگ کیا۔

اور بعض اوقات ابلیس ان کے ساتھ زاویہ میں ٹھہرتا ہے اور وہی ان کا شیخ بن جاتا ہے اگر وہ خرابیوں اور جھگڑوں کو باقی رکھیں پس وہ ان کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف وسوسے ڈالتا ہے بدگمانی پیدا کرتا ہے اور ان کی گفتگو دوسرے حضرات تک پہنچا کر فتنے پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ ان کے پاس دنیا اور آخرت کے عمل کے لئے وقت نہیں بچتا۔ اور وہ اس (ابلیس) کے سامنے اس قدر جھکتے ہیں جس قدر اپنے انسانی شیخ کے سامنے نہیں جھکتے جب کہ یہ شیخ ان کو ان باتوں کی دعوت دیتا ہے جو ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف ہیں۔

اور ابلیس ان کو ان باتوں کی دعوت دیتا ہے جن کی خواہش ان کے نفس کرتے ہیں اور ان کے قبیح کاموں کو ان سے پردے میں کر دیتا ہے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک اس لغزش سے جس میں وہ واقع ہوا، توبہ اور استغفار کے قریب نہیں جاتا۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ شیطان کے لئے ان کے درمیان جھگڑے پیدا کرنے اور بعض کو بعض کے خلاف مشغول کرنے سے بڑا کوئی جال نہیں جس کے ذریعے وہ شکار کرتا ہے۔

اس طرح وہ ان کو اللہ (کے ذکر) سے پھیر دیتا ہے اور یہ شیطانوں کی طرح ہو جاتے ہیں وہ صرف نقائص کا ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کی خفیہ باتوں پر مطلع ہوتے ہیں ان کی بری صفات ان لوگوں کے لئے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کی صفات ہیں۔

مرید معلم بن جائے تو؟

ومن شأنه اذا كان فقيهاً ان لا يعارض النقيب اذا استعمل احداً ممن يقرأ عليه فى قضاء حوائج الفقراء كالخبز والعجين، بل الواجب على المجاور خدمة نفسه واخوانه بنفسه او بأولاده الذين يقرؤون عليه، وكل من خالف فى ذلك ومنع اولاده ان يخدموا احداً مع اكلهم من طعام الزاوية نسبوه الى غرض فاسد، ولاثوا به، وقذفوا عرجه، لا سيما ان كان الاولاد وجوههم نظيفة۔ هذا كله اذا استخدمهم النقيب بالاذن العام۔ فان صرح شيخ الزاوية له باستخدامهم فليس للفقيه منعه من ذلك قطعا۔ فليكن الفقيه الذى يقرىء اطفال الزاوية حاذقاً يلحق بلاحق اللاحق ولا يخلى احداً من اخوانه يظن به السوء ويرغب اولاده فى قضاء الحاجة على ماجرت به العادة بالتناوب او بحسب مايراه الشيخ، فانه ثم من لا ينفع فى القراءة لتشتت ذهنه وينفع فى الخدمة كما هو مشاهد فى الزوايا، فيمكث الواحد العشرين سنة ولا يحفظ القرآن، فمثل هذا كما تبين لا يصلح ان يكون فقيهاً فيستخدم او يتعبد بالذكر والاوراد وإلا جرته البطالة الى الفواحش، فينبغى لفقهاء الزاوية كلهم ان يرغبوا اولادهم فى قضاء الحاجة من غير ترجيح اولاده على اولاده غيره والله اعلم۔

مرید جب فقیہ ہو تو اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب نگران اس سے پڑھنے والوں میں سے کسی ایک سے فقراء کی حاجات کو پورا کرنے کے لئے کام لے تو وہ مخالفت نہ کرے۔

جس طرح روٹیاں پکانا اورآٹا گوندھنا، بلکہ مجاور پر لازم ہے کہ وہ اپنی اور اپنے بھائیوں کی خدمت خود کرے یااپنی اولاد کے ذریعے جو اس کے پاس پڑھتے ہیں۔

اور جو شخص اس سلسلے میں مخالفت کرے اور اپنی اولاد کو کسی ایک کی خدمت سے منع کرے حالانکہ وہ زاویہ کے لنگر سے کھاتے ہیں تو وہ اسے فاسد غرض کی نسبت کرتے ہیں اسے سست کہتے اور اس کی عزت پر حملہ کرتے ہیں خاص طور پر جب اس کی اولاد خوبصورت ہو۔

یہ اس صورت میں ہے جب نگران عام اجازت کے تحت ان سے خدمت لے اور اگر شیخ زاویہ واضح حکم دے کہ وہ ان سے خدمت لے تو فقیہ کو اس سے روکنے کا قطعا کوئی حق نہیں۔

پس وہ فقیہ جو زاویہ کے بچوں کو پڑھاتا ہے ماہر ہونا چاہیئے وہ ان کو درجہ بدرجہ رکھے اور اپنے بھائیوں میں سے کسی کو اپنے بارے میں بدگمانی کی راہ نہ دے اور اپنی اولاد کو بھی ترغیب دے کہ جس طرح وہاں عادت ہے کہ باری باری کام کرتے ہیں یا جس طرح شیخ مناسب سمجھے وہ ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں حصہ لیں۔

ہو سکتا ہے وہاں کوئی شخص ایسا ہو جو اپنی ذہنی پراگندگی کی وجہ سے نفع حاصل نہ کر سکے لیکن خدمت کے ذریعے نفع حاصل کرلے جس طرح تربیت گاہوں (مدارس وغیرہ) میں مشاہدہ کیا جاتا ہے ایک شخص بیس سال وہاں ٹھہرتا ہے لیکن قرآن مجید حفظ نہیں کر سکتا۔

تو جس طرح واضح ہے ایسا شخص فتنہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن وہ خدمت کرتا ہے یا ذکر اور وظائف کے ذریعے عبادت میں مشغول رہتا ہے ورنہ اس کا بیکار ہونا اسے برے کاموں کی طرف لے جاتا ہے پس زاویہ کے تمام فقہاء کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ضرورتوں کو پورا کرنے کی ترغیب دیں اور اپنی اولاد کو دوسروں پر ترجیح نہ دیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

شک وشبہ کے شکار مرید کی حفاظت

ومن شأنه ترغیب اخوانه اللمترددین الی الزاویة فی ذکر اللہ تعالیٰ مع الفقراء صباحاً و مساء، ولا یتخذوا جلوسهم فی الزاویة للغو والغفلة و ذکر تواریخ الناس، فان ابلیس بالمرصاد لمثل هؤلاء فیحضرون علی نیة مجالسة الشیخ او غیره و یعصون اللہ فی بیته۔ فلیکن الفقیر رحمة علی اخوانه و یحب کثرة الاخوان فی الذکر محبة فی اللہ عزوجل لا حباً فی المشیخة، کما یقع فیه بعضهم۔ و یتعین کثرة الحث علی الحضور إذا کان الورد طویلاً، کسهر لیلة الجمعة أو العید او لیالی القدر، فربما مل بعضهم فینام و یسهر البقیة۔ و اذا کانوا جماعة قلیلة فربما غلب علیهم النوم کلهم فبطل المجلس۔ و ان نام أحدهم لحظة بین الظهر والعصر منعته فی السهر الآتی، و قد کان ﷺ یقول استعینوا علی قیام اللیل بالقیلولة و بأکلة السحر علی الصیام۔

مریدین کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے جو بھائی تردد میں ہیں ان کو ترغیب دیں کہ وہ صبح وشام فقراء کے ساتھ زاویہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیں اور زاویہ میں لغو باتوں یا غفلت کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ ہی لوگوں کی تعریفیں کرنے کے لئے بیٹھیں۔ کیونکہ ابلیس اس قسم کے لوگوں کے گھات میں ہوتا ہے پس وہ شیخ کی مجلس میں وعظ کی نیت سے حاضر ہوتے ہیں اور اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

پس فقیر کو اپنے بھائیوں پر رحمت بنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مجلس ذکر میں بھائیوں کی کثرت کو پسند کرے مرشد بننے کی چاہت میں نہیں۔

جس طرح بعض حضرات اس چیز میں پڑ گئے اور جب وظیفہ لمبا ہو تو حاضری کی ترغیب متعین ہوتی ہے جس طرح جمعۃ المبارک کی رات، عید کی رات یا قدر و منزلت والی راتوں میں شب بیداری۔

بعض اوقات کچھ لوگ اکتا جاتے ہیں اور وہ سو جاتے ہیں اور باقی لوگ جاگتے رہتے ہیں۔ اور جب جماعت کم ہو تو سب پر نیند طاری ہو جاتی ہے اور اس طرح مجلس باطل ہو جاتی ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک ظہر اور عصر کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے سو جائے تو وہ اسے آنے والی رات کی بیداری (میں مدد دیتی ہے اور نیند) سے روک دیتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

استعینوا علی قیام اللیل بالقیلولۃ وباکلۃ السحر علی الصیام۔

رات کے قیام پر قیلولہ (دوپہر کے وقت کچھ آرام کرنا) اور روزے پر سحری کھانے کے ساتھ مدد حاصل کرو۔

و کان سیدی عبدالعزیز الدیرینی رحمہ اللہ یقول: النوم قبل الظھر دواء للسھر الماضی، و بعد الظھر دواء للسھر المستقبل انتھی۔

سیدی عبد العزیز الدیرینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ظہر سے پہلے سونا گزشتہ شب بیداری کا اور ظہر کے بعد سونا آئندہ رات کی شب بیداری کا علاج ہے۔

والمرید الصادق یعیر علی زاویۃ شیخہ ان یختل نظامھا فی ورد أو وظیفۃ، بل کل شیء رآہ معطلاً فعلہ للہ تعالیٰ کما مر بسطہ فی ھذہ الرسالۃ واللہ أعلم۔

سچا مرید اپنے شیخ کے زاویہ کے حوالے سے شرم محسوس کرتا ہے اگر ورد و وظائف کے اعتبار سے اس کے نظام میں خلل آئے بلکہ ہر وہ عمل جو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اگر اسے معطل دیکھے (تو عار محسوس کرتا ہے) جس طرح اسی کتاب میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مقام تہمت پر جانے سے روکنا

ومن شأنه ان یحذر اخوانه من سلوک مواطن التهم بحیث یصیر احدهم اذا نسب الیه فسق من حرام او فاحشة یصدق الناس فیه ذلک، فللشیخ ان یؤنبه علی سلوکه مسالک التهم لیسد الباب الذی أتاه من تصدیق الناس فی کشفه الفواحش، ولو انه کان حفظ ظاهره من الوقوع فی اسباب قلة الدین ما قبل أحد فیه الزور والبهتان، بل کان الناس یکذبون من أضاف الیه شیئاً من النقائص و یقولون حاشا ﷲ ان یقع فلان فی مثل ذلک، فاعلم ان محل تأدیب الشیخ له انما هو علی تساهله فی عدم حفظ ظاهره لا علی التهمة و ﷲ أعلم۔

اور مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو تہمت کی جگہوں میں جانے سے روکے اس طرح کہ ان میں سے ایک اس طرح ہو جائے کہ جب حرام کام یا بے حیائی کے حوالے سے اس کی طرف فسق کی نسبت کی جائے تو لوگ اس کی تصدیق کریں تو شیخ پر لازم ہے کہ وہ اسے تہمت کے مقامات میں جانے سے روکے تا کہ وہ دروازہ بند ہو جائے جو بے حیائی کے ظاہر ہونے کے حوالے سے لوگوں کی تصدیق کی صورت میں آتا ہے۔ اگر وہ قلت دین کے اسباب میں واقع ہونے سے اپنے ظاہر کی حفاظت کرے تو اس کے بارے میں کوئی بھی جھوٹ اور بہتان کو قبول نہ کرے بلکہ لوگ اس شخص کو حجت لائیں جو اس کی طرف نقائص کی نسبت کرتا ہے اور کہیں ہرگز نہیں کہ فلاں شخص اس قسم کے کام میں پڑے۔

جان لو! شیخ کا اس کو ادب سکھانا اس کے اپنے ظاہر کی حفاظت میں سستی کرنے پر ہے تہمت پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں کو مجلس ذکر کی ترغیب دے

ومن شأنه ان یحث إخوانه علی مجلس الذکر صباحاً و مساء برحمة و رفق إذا تعوق الشیخ عن الحضور، ولا یعلق ذلک بحضور الشیخ فإن الشیخ له أوراد أخر غیر أوراد المریدین، و إن حضر معهم فإنما ذلک لما یراه من ضعف قلوبهم و همتهم عن الخیر لا غیر۔ و تقدم انه لیس للمرید أن یتشبه بالشیخ فی أحواله إلا إن أمره الشیخ بذلک، فلیلزم المرید ورده الذی أقامه الشیخ فیه و لا یتخلف عن الذکر مع المجماعة، ثم ترک الذکر و صار یذکر وحده، فقال له الشیخ فی ذلک فقال یا سیدی ان الاجتماع انما جعل لمن همته ضعیفة و قلبه میت، و أنا بحمد الله قلبی صار حیاً لا احتاج أن اتقوی بغیری، فأمر الشیخ بإخراجه من الزاویة، و قال: أن مثل هذا یتلف الجماعة فیصیر کل فقیر یقول ان الا احتاج الی الاجتماع بغیری فی الذکر فیذهب شعار الزاویة، فان من شأن النفس الخیانة و ادعاوی الکاذبة ففی الاجتماع امتثال أمر الشیخ و قیام الشعار و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت کو رحمت اور نرمی کے ساتھ صبح وشام مجلس ذکر کی ترغیب دے جب شیخ مجلس کی حاضری سے پیچھے رہے اور وہ اس حاضری کو شیخ کی حاضری کے ساتھ مشروط نہ کرے کیونکہ شیخ کے لئے مریدین کے اوراد کے علاوہ بھی اور اوراد ووظائف ہوتے ہیں۔

اگر شیخ کی ان کے ساتھ حاضری ہوتی ہے تو وہ اس لئے کہ وہ ان کے دلوں اور ہمت میں بھلائی سے کمزوری دیکھتا ہے کوئی اور وجہ نہیں۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ مرید اپنے احوال میں شیخ کی مشابہت اختیار نہ کرے مگر یہ کہ شیخ اسے حکم دے پس مرید پر وہ ورد لازم ہے جو شیخ نے اس کے ذمہ لگایا ہے اور وہ ضرورت کے بغیر جماعت کے ساتھ ذکر سے پیچھے نہ رہے اور اس پر بھی اپنے برادران طریقت سے معذرت کرے۔

سیدی شیخ مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے ایک شخص جماعت کے ساتھ ذکر کیا کرتا تھا پھر اس ذکر کو چھوڑ کر تنہا ذکر کرنے لگا شیخ نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:

یا سیدی ان الاجتماع انما جعل لمن همته ضعیفة وقلبه میت وانا بحمد الله قلبی صار حیا ان لا احتاج ان تقوی بغیری۔

اے میرے آقا! اجتماع ان لوگوں کے لئے ہے جن کی ہمت کمزور اور دل مردہ ہیں اور الحمدللہ میرا دل زندہ ہے اپنے غیر کے ذریعے اسے مضبوط کرنے کی مجھے حاجت نہیں ہے۔

تو حضرت شیخ نے اسے زاویہ سے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا: اس قسم کے لوگوں کی وجہ سے جماعت ضائع ہو جاتا ہے پس ہر فقیر کہنے لگتا ہے مجھے ذکر میں غیر کے ساتھ اجتماع کی حاجت نہیں اور اسی طرح زاویہ کی علامت چلی جاتی ہے۔

کیونکہ نفس کی عادت ہے کہ وہ خیانت اور جھوٹے دعوے کرتا ہے پس اجتماع میں شیخ کے حکم کی تعمیل اور علامت کو قائم رکھنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں کی راہنمائی کرنا

ومن شأنه ان یرشد اخوانه ویعلمهم الآداب الشرعیة والصوفیة من غیر ان یری نفسه علیهم بذلک، فقد یکون احدهم اکثر اخلاصاً لله تعالیٰ منه واحسن معاملة له، فلا یلزم من کونه اعلم من المرید ان یکون افضل منه عند الله تعالیٰ، وهذا امر شذ عنه کثیر من مشایخ هذا الزمان فیظن بنفسه انه افضل من مریدیه عند الله من حیث کونه اعلم منهم، فلینتبه الشیخ المفضل لما ذکرناه والله تعالیٰ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت کی راہنمائی کرے اور ان کو شریعت اور صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے آداب سکھائے لیکن اپنے آپ کو ان سے بلند مرتبہ نہ سمجھے

بعض اوقات ان میں سے ایک شخص میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اوراس کے ساتھ معاملہ میں حسن زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اس کا دوسرے مرید سے زیادہ علم والا ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے افضل ہے۔

اس زمانے کے بہت سے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس بات سے الگ ہیں وہ اپنے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مریدین سے افضل ہیں کیونکہ وہ ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

پس اس شیخ کو جو اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے ہماری ان مذکورہ باتوں سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

رب کی بارگاہ میں قریب ترین راستے سے داخل ہونا

ومن شأنه ان یدل اخوانه علی دخول حضرة ربهم من اقرب الطرق التی یعرفها، ویرشد الی کل ما فیه توبیخ لنفوسهم اذا تخلفوا عن مجالس الخیر، فلعل ذلک التوبیخ یجبر خلل ترک ذلک الخیر۔ ولا ینبغی للفقیر ان یسامح نفسه بترک التوبیخ والهرت لئلا تتبعه الکسالی علی ذلک، کما لا ینبغی للمتخلف ان یعتذر بالاعذار التی لا یقبلها الشیخ والاخوان، فیغش نفسه، ولیقدر ان انساناً یعطیه الف دینار لو حضر مجلس الذکر مثلاً فإن رأی نفسه تفوت الألف وتعتذر بضرورة استغرقت الوقت فهو صادق فی تخلفه ذلک الیوم عن الذکر، وان رآها حریصة علی الحضور لأجل الف دینار و یقطع علائقها کلها التی تزاحمها وقت حضور ذلک المجلس فهو کاذب فی تخلفه عن الخیر بعذر، فإن قول سبحان الله لا إله الا الله ارجح عند المؤمن من ملء الارض ذهباً۔ قال تعالیٰ: (المال والبنون زینة الحیاة الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً و خیر املاً)۔ قال ابن عباس: الباقیات الصالحات هی قول العبد سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أکبر، فشیء شهد الله تعالیٰ

بأنه خير للعبد لا يجوز له ترجيح ضده عليه، بل و ربما كفر بذلك۔ وقد رأيت من اخواننا من يتعلل بثقل النوم عليه وقت صلاة الصبح الأولى، فلا يكاد يحضر فيها ابداً، ثم إذا كان له حاجة في القلعة او عند شخص يخاف يفوته يستيقظ تلك الليلة من التسبيح، و ذلك دليل على كذبه في دعواه غلبة النوم وقت الصبح، و إنما رأيت جماعة بمجرد ما يجلسون معى في مجلس الصلاة على رسول الله ﷺ ينعس احدهم و يصير يتمايل يميناً و شمالاً، فأضع له في فمه قطعة حلاوة او أعد له في يده دراهم فيعتقد انها له فيستيقظ لوقته و يذهب عنه النوم، و ذلك من أقوى الأدلة على ترجيح الدنيا على ذكر الله و الصلاة على رسول الله ﷺ۔ و مثل هذا يتخذ له شيخاً يلطف كثايفه حتى يقلب تلك الداعية التي للدنيا لجهة الآخرة، و يصير يستيقظ اذا ذكر الله تعالىٰ، و ينام اذا أعطى دراهم او حلوى، و يذوق طعم الإيمان الكامل و الله تعالىٰ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت کی راہ نمائی کرے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں اس راستے سے حاضر ہوں جو قریب ترین ہے اور اس کو اس کی پہچان حاصل ہے۔

اور ہر اس بات کی طرف ان کی راہ نمائی کرے جس میں وہ اپنے نفسوں کو ڈانٹ ڈپٹ کریں جب وہ مجالس خیر سے پیچھے رہیں۔ شاید یہ ڈانٹ اس خیر کو چھوڑنے کے خلل کو پورا کر دے۔

اور کسی فقیر کے لئے مناسب نہیں کہ وہ جھڑکنے کے سلسلے میں اپنے نفس سے چشم پوشی کرے کہیں اس سے مجھے سستی نہ آجائے۔ جس طرح پیچھے رہنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ایسے عذر پیش کرے جن کو شیخ اور برادران طریقت قبول نہ کریں۔ اس طرح وہ اپنے نفس کو دھوکے میں رکھے گا۔

وہ فرض کرے کہ اگر کوئی انسان اسے مجلس ذکر کی حاضری پر ایک ہزار دینار دیتا ہے اور اس کا نفس یہ خیال کرتا ہے کہ ایک ہزار دینار اس سے رہ جائیں گے لیکن اس کے باوجود وہ کسی ضرورت کا

عذر پیش کرتا ہے جس میں اپنے وقت کو خرچ کرتا ہے تو یہ شخص اس دن ذکر سے پیچھے رہنے میں سچا ہے۔

اور اگر وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک ہزار دینار کی وجہ سے حاضری کی حرص رکھتا ہے اور ان تمام کاموں کو چھوڑ دیتا ہے جو اس مجلس کی حاضری سے ٹکراتے ہیں تو وہ پیچھے رہنے میں جو عذر پیش کرتا ہے اس میں جھوٹا ہے۔

کیونکہ "سبحان اللہ لا الہ الا اللہ" کے کلمات مومن کے نزدیک زمین بھر سونے سے زیادہ ترجیح رکھتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (الكهف ٤٦)

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

حضرت ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(الباقیات الصالحات) سے مراد بندے کا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا ہے۔

پس جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے کہ وہ بندے کے لئے بہتر ہے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس کی مخالف چیز کو اس پر ترجیح دے بلکہ بعض اوقات وہ اس وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

میں نے اپنے برادرانِ طریقت میں بعض حضرات کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کے وقت نیند کے غلبہ کو بہانہ بناتے ہیں پس وہ کبھی بھی حاضری کے قریب نہیں جاتے پھر جب قلعہ میں کسی کے پاس کام ہو یا کسی دوسرے شخص کے پاس کام ہو اور اس کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو وہ پوری رات کو تسبیح کے ساتھ بیدار رہتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صبح کے وقت نیند کے غلبہ کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

ذکر پر دنیا کو ترجیح دینا؟

میں نے ایک علیحدگی پسند جماعت کو دیکھا وہ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف کی مجلس میں میرے ساتھ نہیں بیٹھتے تھے ان میں کسی ایک کو اونگھ آجاتی اور وہ دائیں بائیں گرتا تھا میں اس کے منہ میں کسی میٹھی چیز کا ٹکڑا رکھ دیتا یا اس کے ہاتھ میں کچھ درہم رکھتا تو وہ سمجھتا کہ یہ اس کے لئے ہیں تو وہ فوراً بیدار ہو جاتا اور اس سے نیند چلی جاتی۔

تو یہ قوی ترین دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور رسول اکرم ﷺ پر درود شریف پر دنیا کو ترجیح دیتا تھا۔

اس قسم کے لوگوں کے لئے شیخ اختیار کیا جاتا ہے جو ان کی کثافتوں کو دور کرتا ہے حتیٰ کہ اس کا دنیا کے لئے داعیہ آخرت کی جہت کی طرف بدل جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو وہ بیدار ہو جاتا ہے اور جب درہم اور حلوہ دیا جائے تو وہ سو جاتا ہے اور اسے کامل ایمان کا ذائقہ حاصل ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نیکی میں پیر بھائیوں سے سبقت لے جانا

و من شأنه ان یکون مقداماً لإخوانه فی کل عمل شاق من أعمال الدنیا و الآخرة، کنقل الحطب و القمح الی سطوح الزاویة، و کسهر اللیالی الکاملة۔ و ذلک من ادعی انه أقدم هجرة عند الشیخ فهو أحق بذلک من الحادث القریب العهد بالمجاورة، فإن المجاورین کلهم ناظرون الی فعل کبراء الزاویة۔ و من هنا قالوا: ینبغی للفقیر ان یکون ابعد الناس عن الریبة و مواطن التهم و ارتکاب الرذائل لیسمع له اخوانه اذا نصحهم، فلا یأمرهم بقیام اللیل مثلاً ثم ینام هو، و لا یزهدهم فی الدنیا و فی عدم جمعها و یرغب هو فیها و یجمعها، و یعامل بها الناس قراضًا و تجارة و نحوهما۔ و لسان حال الفقراء الذین یأمرهم بأمر و لا یفعله هو یقول له: انصح انت نفسک، و یقعون فی عرضه۔ فلیحذر کبراء الزاویة من مثل ذلک۔ و شیخهم أولی بکل ما ذکرناه، فینبغی له ان یساعد الفقراء فی نقل القمح او الحطب او الحصاد او الدراس او الحرث و لو مرة او یوماً، فإن ذلک یحصل النشاط للفقراء، و الله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه۔ و قد بلغنا ان رسول الله ﷺ کان إذا خرج أصحابه لجمع الحطب یخرج معهم و یجمع له حزمة و یرجع بها إلی الدار، و کذا کان یفعل الإمام علی رضی الله عنه و یقول لا ینقص الکامل من کماله ما جر من نفع الی عیاله و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہر مشکل کام دنیوی ہو یا اخروی، اس میں دوسرے برادرانِ طریقت سے پہل کرنے والا ہو جس طرح لکڑیاں اور گندم لاکر زاویہ (تربیت گاہ) کی چھت پر رکھنا اور پوری پوری رات جاگنا۔

جو مرید دعویٰ کرتا ہے کہ وہ شیخ کے ہاں ہجرت میں سب سے زیادہ قدیم ہے تو وہ ان مریدین کے مقابلے میں جن کی مجاورت کا زمانہ قریب ہے۔ وہ اس عمل کا حق زیادہ رکھتا ہے کیونکہ تمام مجاور، زاویہ (تربیت گاہ) کے بڑے مجاوروں کے فعل کو دیکھتے ہیں۔

اسی وجہ سے صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فقیر کو چاہئے کہ وہ شک، تہمت کے مقامات اور برے اعمال کے ارتکاب میں سب لوگوں سے زیادہ دور رہے تاکہ جب وہ اپنے برادران طریقت کو نصیحت کرے تو وہ اسے سنیں (ایسا نہ ہو کہ) وہ مثلاً ان کو شب بیداری کا حکم دے اور خود سو جائے۔ ان کو دنیا اور اس کے جمع کرنے سے زہد (بے رغبتی) کی ترغیب دے اور خود دنیا میں رغبت رکھے اور اسے جمع کرے اور لوگوں کے ساتھ قرض اور تجارت وغیرہ کا معاملہ کرے۔

وہ جن فقراء کو کسی بات کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ اپنے نفس کو نصیحت کرو اور وہ اس کی عزت کے درپے ہوتے ہیں تو زاویہ کے بڑے بڑے مجاورین کو اس قسم کے عمل سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر شیخ کو بدرجہ اولیٰ عمل کرنا چاہئے۔

شیخ کو چاہئے کہ گندم اور لکڑیاں اٹھانے، کاٹنے، گاہنے یا کاشتکاری میں ان کی مدد کرے چاہے ایک بار یا ایک دن ہی ہو۔ اس سے فقراء کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ان میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

والله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه۔

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں پڑتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب لکڑیاں جمع کرنے کے لئے نکلتے تو رسول اکرم ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے ان کے ساتھ لکڑیاں جمع کر کے ان کو گھر لے آتے۔

حضرت امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کام کرتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

کوئی کامل شخص جب تک اپنے اہل وعیال کو نفع پہنچاتا ہے اس میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا (یعنی وہ کامل ہی رہتا ہے)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیر بھائیوں کے دشمن سے دشمنی ظاہر کرنا

ومن شأنہ ان یتظاھر بعداوۃ من عادی احدًا من اخوانہ بغیر حق قیاماً بواجب حقوقھم فلا یجوز لہ عداوتہ بالباطن الا ان کان من اھل الکشف وکشف لہ عن شقاوتہ فی الآخرۃ والعیاذ باللہ تعالیٰ، وکذلک من حقوق اخوانہ عدم مصافاۃ من وقع فی فساد واخرج من الزاویۃ و عدم العزومۃ علیہ بالأکل او الجلوس معہ اذا دخل الزاویۃ لصلاۃ او غیرھا خوفاً من تغییر قلوب الإخوان فمراعاۃ خواطرھم اولی من مراعاۃ خاطر من ثبت فسادہ ورمیہ الفتن مثلاً۔ و ھذا یقع فیہ کثیر ممن لم ینظر الی عواقب الأمور، فینبغی ان یتنبہ الساذج لمثل ذلک۔ وکان الواجب علیہ اظھار العداوۃ موافقۃ لاخوانہ الصادقین فی الزاویۃ، لکن مع ارشاد ذلک المفسد الی اظھار الندم و سیاقہ السیاقات لاخوانہ حتی یطیبوا علیہ قیاماً بواجب حقہ القدیم، فإن الانسان یسأل یوم القیامۃ عن صحبۃ ساعۃ فلا ینبغی لأحد ان یطیب خاطرہ علی ذلک المفسد حتی یطیب خاطر الجمیع ولا یبقی منھم واحد۔

اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اگر کوئی اس کے برادران طریقت سے ناحق عداوت رکھے تو چونکہ اس پر ان کے حقوق واجب ہیں لہٰذا اسے ظاہر کرے اور دل میں دشمن نہ رکھے مگر یہ کہ وہ اہل کشف میں سے ہو اور اس شخص کی اخروی بد بختی اس کے لئے ظاہر ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اسی طرح برادرانِ طریقت کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے کہ جس شخص کو فساد کی وجہ سے زاویہ سے نکالا گیا جب وہ زاویہ میں نماز وغیرہ کے لئے آئے تو اس کے ساتھ کھانے یا اس کے ساتھ بیٹھنے میں موافقت نہ کرے اور اپنے بھائیوں کے دلوں کے بدل جانے کا خوف رکھے کیونکہ جس کا فساد اور اس کا فتنوں میں مبتلا ہونا ثابت ہو گیا اس کا دل رکھنے کی بجائے اہل زاویہ کے دلوں کا خیال رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

یہ وہ عمل ہے کہ بہت سے لوگ نتائج سے بے خبر ہو کر اس میں مبتلا ہیں پس مناسب ہے کہ سادہ لوح شخص اس قسم کی باتوں سے خبر دار رہے اور اس پر لازم ہے کہ زاویہ کے سچے لوگوں کی موافقت میں اس سے عداوت کا اظہار کرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس مفسد کی ندامت کے اظہار اور اپنے بھائیوں سے اچھے تعلقات کی طرف راہ نمائی بھی کرتا رہے حتیٰ کہ وہ اس کے پرانے حق کے واجب ہونے کی وجہ سے اس کے قیام کو خوش دلی سے قبول کر لیں۔

کیونکہ انسان سے قیامت کے دن اس کی ایک گھڑی کی صحبت کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا پس کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس مفسد کے بارے میں خوش دلی کا مظاہرہ کرے حتیٰ کہ وہ تمام حضرات اس سے خوش دلی ظاہر کریں اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے۔

مخالف کی غیبت نہ کرے

ثم ما يقع فيه غالب فقراء الزاوية كثرة الوقوع في غيبة من اخرج بفساد، و ذكر واقعته لكل داخل أو لكل من سأل ما سبب اخراجه، و ذلک لا يجوز، وربما وقعوا في عرضه على سبيل الغيبة والتشفي منه، فيعودون افسق منه واسوأ حالاً، وربما ابتلوا عن قريب بما ابتلي هو به، فيفتضحون و يخرجون كذلک، فيجب الكف عن عرض كل من خرج من الزاوية و تركه، ولا يجوز اللوث به ليالي و جمعاً و شهوراً۔ و ربما تاب الله تعالىٰ عليه عقب الذنب فلا

تجوز غيبته بحال و يصير ذلک من البهتان و الزور عليه، فليحذر الفقراء من مثل ذلک۔ و ربما رجع الفقير الى الزاوية بوجه من الوجوه و يصير بعضهم يحکی له ما قالوه فيه فيشتد فی عداوته على من وقع فيه حتى لا يکاد احدهم يسامح أخاه فی الدنيا و لا فی الآخرة، فتأملوا ذلک ايها الإخوان و اعملوا بما اوضحته لکم و الله أعلم۔

پھر زاویہ (تربیت گاہ) کے اکثر فقراء کا یہ بھی طریقہ ہے کہ جس شخص کو فساد کی وجہ سے نکالا گیا اس کی غیبت بہت زیادہ کرتے ہیں اور ہر آنے والے یا ہر پوچھنے والے کے سامنے اس کے نکلنے کا سبب ذکر کرتے ہیں اور یہ بات جائز نہیں اور بعض اوقات غیبت اور اس سے دل کو سکون پہنچانے کے لئے اس کی عزت کے درپے ہوتے ہیں چنانچہ وہ اس سے زیادہ فاسق اور بری حالت والے ہو جاتے ہیں۔

اور بعض اوقات جلد ہی وہ اس میں مبتلا ہوتے ہیں پس وہ رسوا ہوتے ہیں اور ان کو بھی اسی طرح نکالا جاتا ہے لہٰذا جس شخص کو زاویہ سے نکالا گیا اس کی عزت کے درپے ہونے سے رکنا اور اسے چھوڑ دینا واجب ہے اور رات دن، ہفتوں اور مہینوں اس کی برائی میں ملوث ہونا جائز نہیں۔

اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کے بعد اس کی توبہ قبول کرتا ہے لہٰذا کسی حالت میں بھی اس کی غیبت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بہتان اور جھوٹ ہو گا لہٰذا فقراء کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بعض اوقات فقیر کسی وجہ سے زاویہ کی طرف لوٹ آتا ہے اور کوئی ایک اسے وہ باتیں بتاتا ہے جو ان لوگوں نے اس کے بارے میں کہی ہوتی ہیں چنانچہ جس نے اس کی عزت پر حملہ کیا اس سے اس کی دشمنی سخت ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے دنیا اور آخرت میں چشم پوشی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

اے بھائیو! اس بات پر غور کرو اور میں نے جو کچھ تمہارے لئے بیان کیا ہے اس پر عمل کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سرکشی کا مقابلہ سرکشی سے نہ کرے

ومن شأنه ان یرشد اخوانه الی ترک البغی علی من بغی علیهم، ولا یأمرهم قط بمقابلة الباغی ویقول: مقابلة الفاسد من وجوه النظر، کما یقوع فیه غالب المتهورین فی دینهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی اس بات کی طرف راہنمائی کرے کہ جو شخص ان کے خلاف سرکشی کرتا ہے وہ اس کے خلاف سرکشی ترک کر دیں اور ان کو باغی کے مقابلہ کا حکم ہرگز نہ دے اور کہے فاسد کا مقابلہ شفقت کے طریقوں سے ہوتا ہے۔ جس طرح دین میں غفلت برتنے والوں کی اکثریت کرتی ہے۔

وفی الحدیث الصحیح: أدّ الامانة لمن ائتمنک ولا تخن من خانک۔

صحیح حدیث شریف میں ہے:

ادّ الامانة لمن ائتمنک ولا تخن من خانک۔

جو شخص تیرے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تجھ سے خیانت کرے اس سے خیانت نہ کرو۔

وفی زبور داؤد علیه الصلاة والسلام: یا داؤد لا تبغ علی من بغی علیک ان اردت انی انصرک، فمن بغی علی من بغی علیه تخلفت عنه نصرتی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں ہے اے داؤد! جو شخص آپ علیہ السلام کے خلاف سرکشی کرے اس کا جواب نہ دیں اگر آپ علیہ السلام چاہتے ہیں کہ میں آپ کی مدد کروں اور جو شخص اپنے خلاف سرکشی کرنے والے کو جواب دیتا ہے اس سے میری مدد دور ہو جاتی ہے۔

وفی الزبور ایضاً: لا تستبطیء الاجابة لدعائک فی حق عدوک فإنی إنما أبطیء إجابة دئائک لأعمالک بنظیر ذلک اذا ظلمت انساناً و دعا علیک، فإن طلبت اجابة دئائک بسرعة فلا تستغرب سرعة اجابة دعاء عدوک علیک انتهی و الله أعلم۔

زبور میں ہی ہے: اپنے دشمن کے خلاف اپنی دعا کی قبولیت میں تاخیر طلب نہ کرو ورنہ میں تیری دعا کی قبولیت کو موخر کر دوں گا تاکہ تیرے ساتھ اس کی مثل معاملہ کروں جب تو کسی انسان پر ظلم کرے اور وہ تیرے خلاف دعا کرے اگر تو اپنی دعا کی جلد قبولیت چاہتا ہے تو اپنے دشمن کی تیرے خلاف دعا کی فوری قبولیت پر تعجب نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تربیت گاہ میں بیمار کی خدمت سے غافل نہ ہو

ومن شأنه ان لا یغفل عن خدمة من مرض من اخوانه فی الزاویة لا سیما فی اللیل حین ینام الناس و یترکونه و لا أهل له و لا اصحاب یفتقدونه، فإنه یتعین علیه خدمته او حمله الی المارستان۔ وقد ورد ان العبد یسأل یوم القیامة عن حقوق جمیع اخوانه و اصحابه، ثم ان کان الفقیر المریض لیس معه شیء ینفقه علی المرض فینبغی لإخوانه ان ینفقوا علیه من مالهم، او یقترضوا له علی ذمة الله عز و جل، و إذا حملوه الی المارستان فلا بد من توفیة حقه فی التردد الیه و توصیة الناظر و القیم علیه، و لا یزال یتردد الیه إلی ان یبرأ أو یموت، و الله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اگر زاویہ میں اس کے بھائیوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی خدمت سے غافل نہ ہو خصوصًا رات کے وقت جب لوگ سو جاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرنے کے لئے نہ اس کے گھر والے ہوتے ہیں اور نہ ہی دوست احباب۔ اس وقت اس کی خدمت یا ہسپتال لے جانے کے لئے وہ متعین ہو جاتا ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ

قیامت کے دن آدمی سے اس کے تمام بھائیوں اور ساتھیوں کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

پھر اگر فقیر مریض کے پاس کوئی چیز نہ ہو جسے مرض پر خرچ کرے تو اس کے برادران طریقت کو چاہیئے کہ وہ اپنے مال میں سے اس پر خرچ کریں یا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر قرض لیں جب وہ اسے اٹھا کر ہسپتال لے جائیں تو اس کے پاس آنے جانے اور دیکھ بال کرنے والے کی خیر خواہی اور اس کی نگرانی کے حوالے سے اپنا حق ادا کریں اور اس کے پاس آتے جاتے رہیں حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے یا فوت ہو جائے۔ حدیث ہے: (واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه) اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تربیت گاہ کے معذور لوگوں کی خدمت کرے

ومن شأنه ان يخدم عميان الزاوية والعجائز والايتام ويقود الأعمى الى مكان حاجته، و يفلي له ثيابه ولحيته من القمل اذا طلب منه ذلك، وكذلك يرفع الأعمى ثوبه فإن ذلك مما يقرب الى الله عزوجل لكون هؤلاء في كفالة الله عزوجل وهو وليهم۔ وكلما ادخلا اقوياء الزاوية السرور على العميان والأرامل والأيتام، كلما سهل الله تعالىٰ عليهم اسباب رزقهم و وسعه عليهم، وحكم العكس بالعكس۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ زاویہ (تربیت گاہ) کے نابینا افراد، بوڑھی خواتین اور یتیموں کی خدمت، فالج زدہ کو اس کی حاجت کی جگہ لے جائے اور اس کی داڑھی اور کپڑوں کو جوؤں سے پاک کرے جب وہ اس سے اس بات کا مطالبہ کرے اسی طرح نابینا کو اس کے کپڑے اٹھا کر دے۔

یہ وہ کام ہیں جو اس کے لئے قرب خداوندی کا باعث ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہیں اور وہی ان کا ولی ہے جب زاویہ کے مضبوط اور تندرست لوگ نابیناؤں، بیواؤں اور یتیموں کو خوشی پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے رزق کے اسباب آسان کر دیتا ہے ان کو وسعت عطا کرتا ہے جب کہ اس کے برعکس معاملہ میں برعکس نتیجہ ہوتا ہے۔

وکان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ یقول: من اراد نزول الرحمة علیه فلیخدم العمیان والایتام، وکلما زاد العبد فی الرحمة علی العباد زاده اللہ درجات فی الجنة۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

من اراد نزول الرحمة علیه فلیخدم العمیان والایتام وکلما زاد العبد فی الرحمة علی العبد زاده اللہ درجات فی الجنة۔

جو شخص اپنے اوپر نزول رحمت چاہتا ہے وہ نابیناؤں اور یتیموں کی خدمت کرے بندہ جس قدر بندوں پر رحمت میں اضافہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی قدر جنت میں اس کے درجات کو بڑھاتا ہے۔

وقد کان سیدی الشیخ عثمان الحطاب رضی اللہ عنه یخدم العمیان والایتام ویغسل لھم ثیابھم ولحاھم، ویقودھم الی مواضع حاجاتھم، ویطبخ لھم، وینقی لھم القمح، ویحمل لھم القفة من الطاحون ویقول ھذا شرفی واللہ أعلم۔

اور سیدی شیخ عثمان الخطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اندھوں اور یتیموں کی خدمت کرتے اور ان کے لئے ان کے کپڑے اور ڈاڑھیاں دھوتے اور ان کو ان کی قضائے حاجات کی جگہ لے جاتے اور ان کے لئے کھانا پکاتے، گندم صاف کرتے اور ان کے لئے چکی سے ٹوکری (مراد آٹے کا کوئی برتن بوری وغیرہ) اٹھا کر لاتے اور فرماتے اس میں تیری عزت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تربیت گاہ میں سادات کی خدمت بڑھ چڑھ کر کرنا

ومن شأنه ان يخدم الأشراف الذين جاوروا في الزاوية زيادة على خدمة غيرهم، و ليحذر من مخاصمة احد منهم فإنها كالمخاؤصمة لجدهم ﷺ، وإذا بغى عليه احد من الأشراف يرى ذلك تشبيهاً بجريان المقادير من الله عز وجل فيتلقاه بالصبر و الرضى۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ زاویہ "مجاور سادات" کی خدمت دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کرے اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ لڑنے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ لڑائی ان کے جد امجد ﷺ کے ساتھ لڑائی کی طرح ہے اور اگر سادات میں سے کوئی ایک اس پر زیادتی کرے تو اسے تقدیر خداوندی کے جاری ہونے کے مشابہ سمجھے اور اسے صبر ورضا کے ساتھ برداشت کرے۔

و كذلك من شأنه ان يأخذ بيد الظالم و يكفه عن ظلمه بالقول و الفعل، و إلا فسدت فقراء الزاوية، و ليس له ان يرى الفقراء يتضاربون بالعصى او يتشاتمون وهو ساكت، بل يردهم عن المخاصمة ما أمكن، لكن بحسن سياسة ولين قول۔ و كثيراً ما يرى بعض الفقراء يتركون الدخول بين المتخاصمين زاعمين انهم اسوأ حالاً منهم، و ذلك لا ينهض حجة في ترك الأخذ على يد الظالم، فيجب عليه كف الظالم و لو كان أسوأ حالاً منه۔ و وقع لبعض مشايخ الزوايا الساذجين ان اثنين من الفقراء تضاربوا بحضرته بالعصى حتى أدموا بعضهم بعضاً فقالوا له يا سيدى ألا تكفهم عن بعضهم فقال النجاسة لا تطهر غيرها، و هذا من جملة السذاجة والشرع أولى بالاتباع و الله أعلم۔

اسی طرح اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے قول و فعل کے ذریعے روکے ورنہ زاویہ کے فقراء میں فساد بپا ہو جائے گا۔

اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ فقراء کو لاٹھیوں کے ساتھ ایک دوسرے کو مارتے اور ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے دیکھے اور خاموش رہے بلکہ جس قدر ممکن ہو ان کو لڑائی سے روکے

لیکن حسن حکمت اور نرم گفتگو کے ذریعے (روکے) اکثر دیکھا گیا کہ بعض فقراء دو جھگڑنے والوں کے درمیان مداخلت نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ ان کی حالت ان (دونوں) سے زیادہ بری ہے۔

ان کی یہ بات ظالم کا ہاتھ نہ روکنے کے لئے دلیل نہیں بن سکتی ہے پس اس پر لازم ہے کہ وہ ظالم کا ہاتھ روکے اگرچہ وہ اس سے بری حالت والا ہو۔

زاویہ کے بعض سادہ مشائخ کے سامنے یہ واقعہ رونما ہوا کہ فقراء میں سے دو فقیر ان کے سامنے لاٹھیوں کے ساتھ ایک دوسرے کو مارنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو خون آلود کر دیا، وہاں موجود حضرات نے کہا اے سردار! کیا آپ ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے سے روکتے نہیں؟ انہوں نے فرمایا: (النجاسة لا تطهر غيرها) نجاست سے کسی دوسری چیز کو پاک نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ان کی سادگی (تقویٰ) کے حوالے سے جواب اور شریعت کی اتباع زیادہ مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه ان لا يدخل على اخوانه غماً إذا أرسله الشيخ في حاجة الى شخص من الولاة او غيرهم ممن لا يعتقد في الشيخ فسب الشيخ، او لم يقض الحاجة، فمن الأدب ان يقلب ذلك الجواب الى ضده بسياسة و لا يدخل على الشيخ و اخوانه غماً بحكاية الكلام الجافي في حق الشيخ بل يكون حسن السفارة، و لا يبلغ الشيخ عن اخوانه إلا خيراً۔ وقد يكون ذلك الشخص الذي يشفع فيه الشيخ عند الأمير لا يستحق الشفاعة فيه لكثرة قبح ذنبه، فيصبر الشيخ حتى تبلغ العقوبة حدها فيه۔ ثم الذي ينبغي له كلما لقي صاحب شيخه الذي نقل عنه انه اساء الأدب مع الشيخ ان يسلم عليه ممن عند الشيخ و يغاله و لا يعاتبه على شيء مما كان وقع فيه في حق الشيخ، لا سيما من كان صاحباً بالاسم فقط من أكابر الحارة فإن مغالطتهم واجبة

لئلا یصیروا اعداء للشیخ فیؤذونه ویؤذون جماعته۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو غم میں مبتلا نہ کرے جب شیخ اسے حکمرانوں وغیرہ میں سے کسی ایک کے پاس کسی کام کے لئے بھیجے اور وہ شیخ کے بارے میں اچھا عقیدہ نہ رکھتا ہو اور وہ شیخ کو گالی دے یا اس کی حاجت کو پورا نہ کرے تو ادب کا تقاضا ہے کہ حکمت کے طور پر اس کے خلاف جواب دے اور اس کا سخت کلام پہنچا کر شیخ اور برادرانِ طریقت کو غمگین نہ کرے وہ کلام جو شیخ کے بارے میں کہا، بلکہ اس کی سفارت اچھی ہونی چاہئے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے شیخ کو صرف اچھی بات پہنچائے اور بعض اوقات شیخ، امیر کے پاس ایسے شخص کی سفارش کرتا ہے جو شفاعت کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ اس کے گناہ کی قباحت زیادہ ہوتی ہے پس شیخ کو صبر کرنا چاہئے حتیٰ کہ سزا اپنی حد کو پہنچے۔

پھر اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ جب اس شخص سے ملاقات کرے جس سے شیخ کی بے ادبی کے الفاظ نقل کئے ہیں تو شیخ کی طرف سے اسے سلام پہنچائے اور ملی جلی گفتگو کرے اور جو کچھ اس کی طرف سے شیخ کے حق میں واقع ہو، اس پر اس کو برا بھلا نہ کہے خاص طور پر جب اس علاقہ کے اکابرین میں اس شخص کا نام ہو تو ایسے شخص کے ساتھ ملی جلی گفتگو واجب ہے تاکہ وہ شیخ کا دشمن بن کر اسے اور اس کی جماعت کو اذیت نہ پہنچائے۔

کوئی چندہ نہ دے تو ناراض نہ ہو

و إذا وقع ان الشیخ ارسل النقیب إلی أحد من تجار الحارة یقترض منه ثمن قمح أو حطب أو نحو ذلک فلم یعطه شیئاً و أظهر المنع مثلاً فینبغی له ان یقلب الحدیث للشیخ کما فعل مع الولاة و لیس له ان یبلغ الشیخ ذلک، و المحسن مخیر ان شاء یحسن أو لا یحسن، لا تحجیر علیه فی ماله إلا بالشرع۔ و لا حسنة لم تنحصر فی الشیخ و لا فی جماعته، فلیکن

الشيخ و جماعته على حذر من العتب على أحد من التجار فی هذا الزمان، فإنهم ربما كانوا أضيق معيشة من الشيخ لقلة المكاسب فی هذا الزمان و عفة نفوسهم عن الشحاتة من بعضهم بعضاً، بخلاف الفقراء سداهم و لحمتهم سؤال بالحال أو بالقال إلا من شاء اللہ تعالىٰ۔

اگر کبھی ایسا ہو کہ شیخ اپنا نمائندہ علاقے کے کسی تاجر کے پاس بھیجے اور اس سے گندم یا لکڑیوں کی قیمت ادھار کرے اور وہ کوئی چیز نہ دے اور منع کر دے تو مناسب ہے کہ شیخ تک اسی طرح کی بات پہنچائے جس طرح امراء کے ساتھ معاملہ کیا اور اس کی بات شیخ تک نہ پہنچائے۔ احسان کرنے والا مختار ہوتا ہے چاہے تو احسان کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ شرعی طور پر اس کے مال پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی اور نیکی شیخ اور اس کی جماعت میں منحصر نہیں۔ (کسی اور کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے) لہٰذا شیخ اور اس کی جماعت کو اس زمانے میں کسی تاجر پر ناراض ہونے سے بچنا چاہیے بعض اوقات اس کی معیشت شیخ کے مقابلے میں تنگی کا شکار ہوتی ہے کیونکہ اس زمانے میں کاروبار کی قلت ہے (مصنف اپنے زمانے دسویں ہجری کے نصف آخر کی بات کر رہے ہیں)۔

اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ کمینگی کے سلوک سے اپنے نفسوں کو بچاتے ہیں بخلاف فقراء کے کہ ان کا تانا بانا حال اور قال کے ساتھ مکمل طور پر سوال کرنا ہے مگر جن کو اللہ تعالیٰ (بچانا) چاہے۔

و بالجملة فكل فقير تشوش ممن لم يقرضه او لم يهبه او لم يتصدق عليه، فهو لم يشم من طريق الفقراء رائحة و هو مغتاظ على من لا ذنب له كالحسودی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو فقیر اس شخص کے بارے میں جو اسے قرض نہ دے یا ہبہ نہ کرے یا اسے صدقہ نہ دے، ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اس نے فقراء کے طریقہ سے خوشبو نہیں سونگھی اور اسے اس شخص پر غصہ آ رہا ہے جس نے اس کا کوئی جرم نہیں کیا تو یہ حاسد کی طرح ہے۔

وسمعت سیدی علیاً الخواص رحمه الله یقول: إذا ارسلت قاصدک فی حاجة فلم تقض فی ذلک الوقت فلاتتکدر من القاصد ولا من المسؤول فیھا، فإنه ما ابطأبھا الا وقتھا الذی ضربه الحق تعالیٰ لھا، فلایمکن ان یکون فی غیرہ واللہ أعلم۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم اپنے نمائندہ کو کسی کام کے لئے بھیجو اور اس وقت وہ کام نہ ہو تو اس نمائندہ اور جس سے سوال کیا گیا کے بارے میں دل میلا نہ کرو کیونکہ اس کام میں تاخیر اس وقت کی وجہ سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے پس ممکن نہیں کہ وہ کسی دوسرے وقت میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے دل کی نگرانی کرے

ومن شأنه ان یراقب قلبه من جھة اخوانه، فمھما رأی عندہ تغییراً وتشویشاً من احد من المسلمین فلیرجع لعی نفسه باللوم، ولیسع فی ازالة من قلبه ویقیم العذر لأخیه فیما وقع فیه معه قیاماًبواجب حق الأخوة، ویری انه اخطأفی تشوشه من اخیه، ولو بلغ له مرتبة الصدق۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے حوالے سے اپنے دل کی حفاظت کرے جب بھی اس میں کسی مسلمان کے بارے میں کوئی تبدیلی یا تشویش دیکھے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور اس بات کو دل سے زائل کرنے کی کوشش کرے اور بھائی چارے کے واجب حق کو قائم رکھتے ہوئے جو کچھ ہوا اپنے بھائی سے معذرت کرے اور خیال کرے کہ اس نے اپنے بھائی کے بارے میں دل میں کوئی خیال لاکر خطا کی ہے اگرچہ اس میں وہ سچائی کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔

وقدقال الإمام الشافعی رضی اللہ عنه: لاتثق بودمن لایحبک الا معصوماً۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

لاتثق بودّمن لایحبک الا معصوما۔

جو شخص تم سے محبت نہیں کرتا اس کی دوستی کو بھی معصوم سمجھو۔

وكان الإمام احمد بن حنبل رضى الله عنه يقول: عليكم بصحبة الصوفية، فإن للقبيح عندهم وجوهاً من المعاذير، فعلم انه من احتقر اخاه بسبب زلة وقع فيها، فما وفى حق الأخوة، وأحق مايحتاج إليک أخوک اذا عثرت دابته۔ وأجمعوا على انه لا يثبت للعبد قدم فى طريق الفقراء حتى يتخلق بالرحمة على جميع العالم طائعة وعاصية كل بما يناسبه والله أعلم۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: تم پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت لازم ہے کیونکہ ان کے یہاں برے کام سے معذرت کے کئی طریقے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کی کسی لغزش کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی حقیر جانتا ہے وہ بھائی چارے کا حق پورا نہیں کرتا اور جن باتوں میں تمہارا بھائی تمہارا محتاج ہوتا ہے ان میں سے زیادہ حق اس وقت ہوتا ہے۔ جب اس کا جانور پھسل جائے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بندہ فقراء کی طریقت میں اس وقت ثابت قدم ہوتا ہے جب وہ تمام مخلوق سے اس کے مناسب رحمت کا سلوک کرتا ہے وہ نیک ہوں یا برے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قریب المرگ کو وصیت کی تلقین کرنا

ومن شأنه ان يرشد من حضرته الوفاة من اخوانه الى الوصية و طلب براءة ذمته، ولا يستحى من ذلک، و ليسهر عنده إلى الصباح كما مر تقريره قريباً، وربما يكون الأجل فى ذلک الوقت فيفارقه على وفائه بحقه۔

مرید کی ذمہ داری میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کے برادران طریقت میں سے جس کی موت کا وقت آئے اسے وصیت کرنے اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی تلقین کرے اور

اس سلسلے میں شرم محسوس نہ کرے صبح تک اس کے پاس جاگتا رہے۔ جس طرح کچھ پہلے یہ بات گزر گئی ہے، بعض اوقات اسی وقت موت واقع ہو جاتی ہے تو یوں وہ اس کا حق ادا کر کے جدا ہوتا ہے۔

وقد استحيا أقوام من قولهم للمريض أوص فمات وحقوق الناس عليه، ووقع بين ورثته ما لا خير فيه، وذهب أكثر التركة للحكام، فإذا القنه الشهادة فسمعه يقول: لا، فلا ينبغي له أن يسيء به الظن، فإنه إنما يقول لا من أجل الشياطين الذين يحضرون الأكابر ليفتنوهم عن دين الاسلام، كما وقع للامام احمد بن حنبل رضي الله عنه أنه كان يقول في حال طلوع روحه: لا، بعد، فقالوا له في ذلک فقال ان الشيطان ظهر لي وهو عاض على إصبعه ويقول: فتنتي يا أحمد، فكنت أقول له لا بعد، اى لا أيأس منک ومن فتنتک الا ان طلعت روحي على التوحيد۔ وليحذالفقير من ذكر مريض بسوء فربما كانت منيته في ذلک المرض فيختم على عمله ويذهب الى الآخرة من غير براءة ذمة خصمه، وهذا الأمر قل من يسلم منه، فليتنبه الفقير لمثل ذلک ولاللّٰہ أعلم۔۔۔ان يكون سداه ولحمته الصفح والعفو عن زلل الإخوان ولا يعتدى على من اعتدى عليه، وان كان الحق تعالىٰ قد أباح ذلک بشرط المثليّة متعذرة فربما زاد ونقص، وربما أثرت فيه تلک السيئة أقل مما أثرت في خصمه، ونحو ذلک، فالمجاز اقرخصة للضعفاء لقوله تعالى فمن عفا وأصلح فأجره على الله۔

کچھ لوگ مریض کو یہ بات کہنے میں حیاء محسوس کرتے ہیں کہ وصیت کرو پس وہ مر جاتا ہے اور لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ باقی ہوتے ہیں اور اس کے درمیان ایسا اختلاف پیدا ہوتا ہے جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی اور ترکہ کا زیادہ حصہ حاکم لے جاتے ہیں۔

جب وہ اس مریض کو کلمہ شہادت کی تلقین کرے اور وہ "لا" (نہیں) کرے تو اس کے بارے میں بدگمانی مناسب نہیں وہ شیطانوں کی وجہ سے "لا" کہتا ہے جو بڑے لوگوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں تاکہ ان کو دین اسلام سے فتنہ میں ڈالیں جس طرح حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہوا جب ان کی روح پرواز کرنے لگی تو انہوں نے فرمایا: "لا بعد"۔

حاضرین نے اس بارے میں پوچھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان میرے سامنے آیا اور وہ اپنی انگلی کاٹتے ہوئے کہہ رہا تھا اے احمد میرا فتنہ، میں اس سے کہہ رہا تھا دور نہیں۔ یعنی میں تجھ سے اور تیرے فتنہ سے مایوس (بے خوف نہیں) مگر میری روح توحید پر ظاہر ہوئی ہے فقیر کو چاہیے کہ مریض کا ذکر برائی کے ساتھ کرنے سے پرہیز کرے بعض اوقات اسی بیماری میں اس کی موت واقع ہوتی ہے اور اس کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے۔

اور وہ آخرت کی طرف یوں جاتا ہے کہ اپنے مخالف کی خدمت سے بری الذمہ نہیں ہوتا اس معاملہ سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں۔ لہٰذا فقیر کو اس قسم کی باتوں سے بچنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور مرید کا تانا بانا اپنے بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر اور معافی ہونی چاہیے۔ (مطلب یہ کہ وہ سراپا درگزر ہو) اور جو اس پر زیادتی کرے یہ اس پر زیادتی نہ کرے اگرچہ جواب دینے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ اس کے لئے جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کی مثل جواب دینا مشکل ہے بعض اوقات کمی زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دشمن کے مقابلے میں اس شخص پر زیادتی کا اثر کم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس بدلہ دینے کی اجازت کمزور لوگوں کے لئے ہے۔

ارشاد (خداوندی) ہے:

فمن عفا و اصلح فاجره على الله۔

تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔

وكان سيدى على الخواص رحمه الله يقول: اعف عمن ظلمك عملاً بأمر الشارع لك بذلك، ولا تقل قد أباح لي الشرع ان اقابله بمثل ما فعل، فكم من مباح ترکه أفضل۔

سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے شارع علیہ السلام نے تجھے اسی بات کا حکم دیا ہے یہ نہ کہو کہ شریعت نے میرے لئے جائز قرار دیا

ہے کہ جیسا اس نے کیا اس کی مثل کے ساتھ مقابلہ کروں کیونکہ (فکم من مباح ترکہ افضل) کتنے ہی کام ہیں جن کا چھوڑنا بہتر ہے۔

وکان یقول: اترک حقک لأخیک ما استطعت، وأقل عثرة اهل المروءات والهبات من اخوانک ما استطعت وعلیک بالنظر فی محاسن الناس دون مساوئهم، فإنه ما من مسلم إلا وفیه خلق حسن ولو کان من أفسق الناس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس قدر ہو سکے اپنا حق اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دو اور اپنے برادران طریقت میں سے اہل مروت کی لغزشوں کو برداشت کرو۔

تم پر لازم ہے کہ لوگوں کی خوبیوں کو دیکھو برائیوں کو نہیں کیونکہ ہر مسلمان میں اچھے اخلاق بھی ہوتے ہیں اگرچہ وہ لوگوں میں سب سے بڑا فاسق ہو۔

وکان یقول: إذا هجرت اخاک المسلم بشرطه فلا تزد فی هجرتک له ثلاثة أیام بلیالیها، وابدأ بالسلام بعد الثلاث لتکون خیر الرجلین، وعلیک بتحمل الأذی وتجرع مرارته من جمیع الأنام، ففی الصحیح مرفوعاً: لا أحد أصبر علی أذی من الله انتهی، ان رزقه وخیره فائض علی من جعل له زوجة وولداً وکفر بأنبیائه وکتبه، فلیتحمل الفقیر الأذی تخلقاً باخلاق الله عزوجل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو اس کی کسی شر کی وجہ سے چھوڑو تو اسے تین دن رات سے زیادہ مدت نہ چھوڑو اور تین دن کے بعد اسے سلام کرنے میں پہل کرو تاکہ تم دو آدمیوں میں سے بہتر آدمی قرار پاؤ کہ تم پر لازم ہے کہ تمام مخلوق سے اذیت برداشت کرو اور اس کا کڑوا گھونٹ بھرو۔ صحیح مرفوع حدیث ہے۔

لا احد اصبر علی اذی من اللہ۔

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی اذیت پر صبر کرنیوالا نہیں۔

اس کے رزق کا فیضان ان لوگوں کو بھی ملتا ہے جو اس کے لئے اولاد اور بیوی ثابت کرتے ہیں نیز اس کے نبیوں اور کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔ پس فقیر کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو کر اذیت برداشت کرے۔

ومما وقع لی اوان طائف بالبیت فی سنة سبع وأربعین وتسعمائه اننی نظرت فی قلبی فلم اعرف دعاءوا حداًمماوردان أقوله فی الطواف، فسمعت قائلاًیقول لی من داخل الحجر؛قل اللهم أفرغ عليّ من الأخلاق المحمدية ما أتحمل به الأذی من جميع العباد، اللهم أفرغ علی من الأخلاق المحمدية ما أتلقی به جميع الأقدار الجارية علی بالرضی والتسليم، اللهم أفرغ علی من الأخلاق المحمدية ما أكون به هادياً مهدياً، اللهم أفرغ علی من الأخلاق المحمدية ماتصير به حركاتی وسكناتی كلها مرضية عندک، اللهم أفرغ عليّ من الاخلاق المحمدية ما أتجمل به بين يديک فی الدنيا والآخرة، فكانت بعد ذلک هی أكثر دعائی بعد الدعاء الوارد والله أعلم۔

میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ۹۴۷ھ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا لیکن مجھے کوئی ایسی دعا معلوم نہ ہوئی جو طواف کے دوران پڑھنے کے بارے میں حدیث میں آئی ہے تو میں نے سنا کوئی کہنے والا حجر اسود کے اندر سے کہہ رہا تھا یوں کہو۔ حجر اسود کے اندر سے کہہ رہا تھا:

اللهم افرغ عليّ من الاخلاق المحمدية ما اتحمل به الاذی من جميع العباد۔

یا اللہ! مجھے اخلاق محمدیہ میں سے وہ (اخلاق) عطا فرما جس کے ساتھ تمام بندوں کی ایذا رسانی کو برداشت کروں۔

اللهم افرغ عليّ من الاخلاق المحمدية ما اكون به هاديا مهديا۔

یااللہ! مجھے اخلاق محمدیہ میں سے وہ اخلاق عطا فرما جس کے ذریعے میں اپنے اوپر جاری تقدیر کو تسلیم ورضا کے ساتھ برداشت کر سکوں۔

اللھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما تصیر به حرکاتی وسکناتی کلھا مرضیة عندک۔

یااللہ! مجھے اخلاق محمدیہ میں سے وہ اخلاق عطا فرما جس کے ذریعے میرے تمام حرکات وسکنات تیری مرضی کے مطابق ہو جائیں۔

اللھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما اتجمل به بین یدیک فی الدنیا والآخرة۔

یا اللہ! مجھے اخلاق محمدیہ میں سے وہ اخلاق عطا فرما جس کے ذریعے میں دنیا اور آخرت میں تیرے سامنے حسن وجمال اختیار کروں۔

اس کے بعد ہمیشہ دعائے مسنون کے بعد میری یہی دعا ہوتی۔

پیر بھائیوں کو دعامیں یاد رکھنا

ومن شأنه ان لاینسی اخوانه من الدعاء لھم بالمغفرة والرحمة والعفو کلما وجد الوقت صافیاً مع ربه عزوجل، سواء کان فی لیل او نھار او سجود او غیرہ، ومن فوائد ذلک الوفاء بحقوقھم ولیقول الملک الموکل بالدعاء ولک مثل ذلک، ودعاء الملک لا یرد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو دعا، مغفرت اور عفو ودرگزر کے حوالے سے نہ بھولے جب بھی اپنے رب کے ساتھ خالص وقت پائے وہ دن ہو یارات، حالت سجدہ ہو یا اس کے علاوہ (حالت)، ان کے ان حقوق کو پورا کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دعا کے لئے مقرر فرشتہ کہتا ہے: (ولک مثل ذالک) اور تیرے لئے بھی اس کی مثل ہو۔ اور فرشتے کی دعا رد نہیں ہوتی۔

وسمعت سیدی علیّا الخواص رحمه اللّٰہ یقول: اذا وجد أحدکم الوقت رائقاً من الکدورات فلیسأل اللّٰہ تعالیٰ المغفرة لجمیع المسلمین من أهل عصره، و هذا من أعظم حقوق المسلمین، ولا یتنبه له کل الا بحکم التبعیة لنا من مخصومین۔ و فی الحدیث: (لا یؤمن أحدکم۔یعنی الایمان لاکامل۔حتی یحب لأخیه مایحب لنفسه)۔وفی القرآن العظیم: (ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان)۔ویقاس علیه من تأخرعنا بالإیمان او ساوانا۔ ثم ان طلب المغفرة لهم یکون علی نوعین: اما بأن اللّٰہ تعالیٰ یحول بینهم و بین الوقوع فیما لا ینبغی، و اما ان لا یؤاخذهم اذا عصوا، و لیس للمغفرة تعلق ثالث، و یکون العصابة الذین یدخلون النار من الموحدین مستثناة شرعاً لئلا یعترض معترض علی تعمیم الدعاء بالمغفرة انتهی و اللّٰہ أعلم۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی کدورت سے صاف وقت پائے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے زمانے کے تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرے اور یہ مسلمانوں کے حقوق میں سے سب سے بڑا حق ہے اور اس سے ہر شخص آگاہ نہیں ہو سکتا سوائے ان مخصوص لوگوں کے جو ہمارے پیچھے چلتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

لا یومن احدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه۔

تم میں سے کوئی شخص (کامل) ایمان والا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

اور قرآن عظیم میں ہے:

ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے۔

اسی پر ان لوگوں کو قیاس کیا جاتا ہے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پیچھے ہیں یا ہمارے برابر ہیں (سب کے لئے دعا ہے)۔

پھر بے شک ان کے لئے مغفرت دو قسم کی ہے یا تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں اور نامناسب کام میں پڑنے کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کر دے یا جب وہ نافرمانی کریں تو ان کا مواخذہ نہ فرمائے۔ مغفرت کی تیسری صورت نہیں۔

اور موحدین کی جو جماعت جہنم میں جائے گی وہ شرعی طور پر اس سے مستثنیٰ ہے تاکہ کوئی معترض مغفرت کی عمومی دعا پر اعتراض نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر محسن کی فضیلت کا اعتراف کرے

ومن شأنه ان یعترف بالفضل لکل من أحسن الیه من اخوانه لا سیما من بدأه بهدیة فإنه لا یقدر علی مکافأة بدأته بها، ولهذا فضل ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنه علی غیره من الصحابة بسبقه إلی الاسلام من غیر توقف ولا رویة، فلیکن الفقیر حاذقاً منصفاً فإن سبق بالهدایة لا یری فضله، وکذلک المکافیء لا یری انه کان السابق۔ ولیحذر الفقیر من ان یأخذ ولا یکافیء، بل الذی ینبغی له ان یکافیء کل من احسن الیه ولا یتهاون فی ذلک، کما علیه طائفة ممن تعودوا الأخذ من الناس بصدقاتهم وهدایاهم، فإن الفقیر الصادق یهرب من تحمل منن الناس ما أمکن۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے برادران میں سے ہر اس شخص کی فضیلت کا اعتراف کرے جو اس کے ساتھ نیکی کرتا ہے خاص طور پر جو شخص ہدیہ دینے میں پہل کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے ابتداء کرنے کا بدلہ نہیں دے سکتا۔

اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کسی توقف اور کچھ دیکھے بغیر اسلام لانے میں سبقت کرنے کی فضیلت حاصل ہے۔

پس فقیر کو ماہر منصف ہونا چاہئے اگر کوئی ہدیہ میں اس سے سبقت کر جائے تو اپنے لئے فضیلت نہ دیکھے اسی طرح بدلہ دینے والے کے بارے میں یہ خیال نہ کرے کہ وہ سبقت کرنے والا ہے۔

فقیر کو اس بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کہ وہ (بدلہ) لے اور بدلے میں کچھ نہ دے بلکہ اس کے لئے مناسب بات یہ ہے کہ جو شخص اس پر احسان کرے اس کا بدلہ دے اور اس سلسلے میں سستی نہ کرے جس طرح ایک گروہ نے عادت بنالی ہے کہ وہ لوگوں سے صدقات اور تحائف وصول کرتے ہیں (اور خود کچھ نہیں دیتے) بے شک سچا فقیر لوگوں کے احسانات اٹھانے سے ممکن حد تک بھاگتا ہے۔

وکان الشیخ محیی الدین بن العربی یقول: لا تقوم بجزاء من بدأک بالهدیة أبداً، ولا تجزی من بدأک بقوله انا احبک، فلو احببته بعد ذلک ماعسی ان تحبه لا تبلغ درجة تقدم حبه إیاک، اذ حبک انما هو نتیجة عن حبه ایاک والله أعلم۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص تجھے تحفہ دینے میں پہل کرتا ہے تم اس کا بدلہ نہیں دے سکتے۔ اسی طرح جو شخص یہ بات کہنے میں پہل کرتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اگر اس کے بعد تم اس سے محبت کرو تو اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جو اس نے

تجھ سے محبت کرنے میں پہل کر کے حاصل کیا ہے کیونکہ تمہاری اس سے محبت، اس کی تجھ سے محبت کا نتیجہ ہے۔

آنے والے پیر بھائی کی عزت کرنا

ومن شأنہ اکرام کل وارد علیہ من اخوانہ فلا یأکل وحدہ شیئاً ابداً ما استطاع، وعلیہ بعدم التشویش ممن قال لہ ان أبغضک، بل ینبغی لہ التفتیش علی الصفات التی بغضہ لأجلھا ویزیلھا، ثم ینظر، فإن زال بعضہ وإلا کرر التفتیش ثانیاً وثالثاً۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا جو برادر طریقت اس کے پاس آئے اس کی عزت کرے اور جب تک ہو سکے اکیلا کچھ نہ کھائے۔ اور جو شخص کہے کہ میں تجھ سے بغض رکھتا ہوں تو اس کی اس بات پر پریشان نہ ہو بلکہ ان (بری) صفات کو تلاش کرے جن کی وجہ سے وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور ان کو زائل کرے۔ پھر دیکھے اگر بعض زائل ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ دوسری اور تیسری بار تلاش کرے۔

فاعلم انہ لا ینبغی ان یؤذیہ فی نظیر قولہ ان یبغضہ۔ وقد ورد ان امرأۃ قالت لرسول اللہ ﷺ اعوذ ب اللہ منک، فقال لقد استعذت بعظیم، الحقی بأھلک فطلقھا ولم یقربھا اکراماً لکونھا استجارت باللہ۔

جان لو! اسے اس قسم کی بات سے کہ وہ اس سے بغض رکھتا ہے کوئی اذیت پہنچانا مناسب نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک خاتون (جو آپ ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں) نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: **اعوذ باللہ منک۔** "میں آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا: **لقد استعذت بعظیم الحقی باھلک۔** "تم نے عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے اپنے گھر والوں

کے ہاں چلی جا" آپ ﷺ نے اسے طلاق دے دی اور اس بات کا احترام کرتے ہوئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے اس کے قریب تشریف نہ لے گئے۔

فاعلم ان کل فقیر قال له اخوه أعوذ ب الله منک من شرک و لم یکفه شره فهو قلیل الأدب مع الله تعالیٰ لا یرجی له فلاح، فإن من آذی من استعاذ ب الله منه کان الله تعالیٰ خصمه کما قال بعضهم و الله أعلم۔

پس تم جان لو کہ جس فقیر کا برادر طریقت اس سے کہے میں تیرے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور وہ اس سے اپنے شر کو نہ روکے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت کم ادب رکھتا ہے۔ اس کے لئے کامیابی کی امید نہیں۔

کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے والے کو اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مد مقابل ہوتا ہے جس طرح بعض صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے پیر بھائی سے جھوٹ نہ بولنا

ومن شانه ان لا یحدث اخاه بکذب لأن فی ذلک استهانة بحقه، و فی المعاریض مندوحة معن ذلک اذا اضطر الی الکلام۔ و کذلک من حق الأخ ان یقوم له اخوه إذا ورد علیه ولو کره هو ذلک، لا سیما ان کان الوارد من حملة القرآن أو العلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے برادر طریقت سے جھوٹ نہ بولے کیونکہ اس میں اس کے حق کی توہین ہے البتہ تعریض میں گنجائش ہے جب کلام کی مجبوری ہو۔ اسی طرح برادر طریقت کا یہ حق بھی ہے کہ جب اس کا بھائی اس کے پاس آئے تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو اگرچہ وہ اسے ناپسند کرے خصوصًا جب آنے والا حافظ قرآن یا عالم ہو (یعنی اگرچہ آنے والا اس کے کھڑا ہونے کو ناپسند کرے)۔

وسمعت سیدی علیّا المرصفی اللہ یقول: ینبغی للفقیر ان لا یساعد اخاہ علی ما فیه فقص لدینه کأن یعلم منه محبة القیام له فی المحافل، اذ القیام حینئذ فیه مضرة علی دینه و دین اخیه۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا فرماتے تھے: فقیر کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے بھائی میں جو دینی کمی دیکھے تو اس میں اس کی مدد نہ کرے جیسے وہ چاہتا ہو کہ لوگ محافل میں اس کے لئے کھڑے ہوں کیونکہ اس صورت میں کھڑا ہونا اس کے دین اور اس کے بھائی کے دین کے لئے نقصان دہ ہے۔

وکان سیدی علی الخواص رحمه اللہ یقول: ایاک ان تترک القیام لاخیک فی المحافل فربما تولد من ذلک الحقد والضغائن تفعجز بعد ذلک فی ازالته، وقد کان الناس اذا قام لهم احد فی المحافل یتوشوشون و صاروا اذا لم یقم لهم احد یتکدرون ثم یصیرون یظهرون فیمن لم یقم لهم المعایب، فینبغی للفقیر ان یدور مع اهل الزمان بطریقه الشرعی، والا حصل له تعب عظیم، وربما خرج من بلدته او من حارته من کثرة الأذی، وأصل ذلک کله قلة سیاسته وقلة معرفته بطبائع زمانه۔ وقم یا أخی لاخیک وفاء بحقه لا لظنک انه یحب القیام له، فإن ذلک سوء ظن به۔

سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: اپنے بھائی کے لئے محافل میں کھڑا ہونے کو ترک نہ کرو اس سے بعض اوقات کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے پھر تم اس کے ازالہ سے عاجز ہو جاؤ گے۔ لوگوں کی صورت حال یہ تھی کہ جب محافل میں کوئی ایک ان کے لئے کھڑا ہوتا تو وہ پریشان ہو جاتے۔ پھر یہ حالت ہو گئی کہ جب ان کے لئے کوئی شخص کھڑا نہ ہو تو ان کے دلوں میں کدورت پیدا ہو جاتی پھر یہ حالت ہو گئی کہ جو ان کے لئے کھڑا نہ ہوتا اس میں عیب ظاہر کرتے تو فقیر کو چاہئے کہ شرعی طریقے پر اپنے زمانے کے لوگوں کے ساتھ چلے، ورنہ اسے بہت بڑی تھکاوٹ ہو گی اور بعض

او قات وہ اپنے شہر یا علاقہ سے زیادہ اذیتوں کی وجہ سے نکل جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کی بنیاد سیاست (حکمت عملی) کی قلت اور اپنے زمانے کے لوگوں کی طبیعتوں کی پہچان کا کم ہونا ہے۔

اے بھائی! تم اپنے بھائی کا حق ادا کرتے ہوئے اس کے لئے کھڑے ہو یہ خیال کرتے ہوئے نہیں کہ وہ اپنے لئے قیام کو پسند کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے بارے میں بدگمانی ہے۔

و کان الإمام الشافعی رضی اللہ عنہ یقول: لا تقصر فی حق أخیک اعتماداً علی مروءته انتھی، فإن لک فی تأدیة حقه أجر من حیث حق الآدمی، و أجر من حیث امتثالک امر اللہ عزوجل بالأدب۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: اپنے بھائی کی محبت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے حق میں کوتاہی نہ کرو۔

بے شک اس کے حق کی ادائیگی میں آدمی کے حق کی ادائیگی کے اعتبار سے اجر و ثواب ہے اور اس لئے بھی ثواب ہے کہ اس میں ادب کے حوالے سے تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔

و کان الشیخ محیی الدین بن العربی یقول: اذا انتسب اخوک الی أحد من الأکابر من اولیاء أو امراء فاحذر ان تطعن فی نسبه و لو فی نفسک فتدخل بین ذلک الشخص و بین اللہ تعالیٰ و بین صاحب الفراش، فتقع فی إثم کبیر، بل ورد ان الطعن فی الأنساب کفر و اللہ أعلم۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: اگر تمہارا کوئی برادر طریقت اکابر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ یا امراء میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہو تو اس کے نسب میں طعن کرنے سے بچو اگرچہ یہ طعن دل میں ہی ہو۔ پس تم اس شخص، اللہ تعالیٰ اور جو اس کا باپ ہے کے درمیان داخل ہو کر بہت بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نسب میں طعن کرنا کفر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

پیر بھائیوں سے بخل نہ کرے

ومن شأنه ان لا يشح على أخيه اذا سأله المساعدة فى التزويج ولو بقميصه و قبقابه الزايد، أو شيء من القمح فإن الإعانة فى ذلك من أفضل القربات، بل ذكر بعض المحققين ان الاعانة فى النكاح أفضل من اعانة الغزاة و المكاتبين، إذ هو أفضل نوافل الخيرات، و منه يتفرع من يجاهد ومن يفعل سائر الخيرات۔ و الأجر يعظم السبب، فلولا النكاح ما وجد مجاهد و لا عابد لله تعالىٰ۔ و هذا امر يتهاون به غالب الفقراء، و بعضهم يقول: و إيش قام على الفقير بالزويج فى هذا الزمان! و ينفره منه ليعتق نفسه من مساعدته، و ما درج السلف الصالح على مثل ذلک و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا بھائی نکاح کے سلسلے میں اس سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرنی چاہیئے اگرچہ زائد قمیض یا کھڑاؤں کے ذریعے ہو یا گندم میں سے کچھ ہو۔ کیونکہ اس سلسلے میں معاونت، عبادات سے افضل ہے کہ بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ نکاح میں مدد کرنا، مجاہدین اور مکاتب غلاموں کی مدد سے افضل ہے کیونکہ یہ (نکاح) نفل نیکیوں سے افضل ہے۔

کیونکہ جو شخص جہاد یا نیک کام کرتا ہے وہ نکاح کے ذریعے پیدا ہوتا ہے اور سبب کے حوالے سے ثواب بڑھتا ہے اگر نکاح نہ ہوتا تو نہ مجاہد پایا جاتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا۔

اس بات میں عام فقراء سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔

آج کے زمانے میں کیا بات فقیر کو نکاح پر مجبور کرتی ہے اور وہ اسے اس سے نفرت دلاتے ہیں تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنے آپ کو آزاد کرے جب کہ پہلے نیک بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

گناہ کے سبب کسی مسلمان کو کافر نہ کہے

ومن شأنہ ان لایکفر احداًمن اھل القبلۃبذنب، ولو لاث الناس بہ، لقلۃورع الناس الیوم فی المنطقۃوعسر معرفۃالألفاظ التی یکفر بھا الانسان دون غیرھا۔اذالتکفیر أمرھا۔بل اقل مافیہ انہ اخبار عن انسان بأنہ خالدمخلدفی النار لا تجری علہ أھکام الإسلام، لا فی حیاتہ ولا بعد مماتہ۔ثم ان مرجع ذلک الی العقیدۃ و معلوم ان الانسان یعجز عن تحریر معتقدہ فی عبارۃفضلاًعن معتقدغیرہ۔وفی الحدیث من قال لاخیہ یا کافر فقدباءبھا احدھما، فإن کان کما قال و إلا رجعت و جعلت علیہ، و معنی ذلک ان المکفر ھو الکافر لأنہ کفر مسلماً لاسلامہ فافھم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی بھی اہل قبلہ (مسلمان) کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہے اگرچہ لوگ اس میں مبتلا ہوں کیونکہ آج کل لوگ گفتگو میں پرہیز نہیں کرتے اور جن الفاظ سے کفر لازم آتا ہے ان میں اور دوسرے الفاظ کے درمیان امتیاز کی پہچان مشکل ہے کیونکہ کسی کو کافر قرار دینا بہت کڑوی بات ہے۔بلکہ اس میں کم از کم بات یہ ہے کہ وہ کسی انسان کے بارے میں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ وہ شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ پھر یہ بات عقیدے کی طرف لوٹتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو تحریر میں لانے سے عاجز ہے چہ جائیکہ دوسروں کے عقیدے کو کسی عبارت میں تحریر کر سکے۔

حدیث شریف میں ہے:

من قال لاخیہ یا کافر فقدباءبھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت و جعلت علیہ۔

جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو کہے اے کافر! تو یہ کفر ان میں سے ایک کی طرف لوٹتا ہے اگر بات اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اس (کہنے والے) کی طرف لوٹے گی اور اس پر واقع ہو گی۔

اس کا معنی یہ ہے کہ کفر کا فتوی لگانے والا کافر ہو جائے گا۔

کیونکہ اس نے کسی مسلمان کو اللہ کے اسلام کی وجہ سے کافر کہا ہے اس بات کو سمجھو۔

پیر بھائیوں کے بارے بری گفتگو سے زبان کو بچائے

وينبغي للفقير ان لا يعود لسانه بالكلام المر لاخوانه فيكون من شرار الناس۔ وفي الحديث: شرالناس من تركه الناس اتقاء فحشه، فهذه شهادة من رسول الله ﷺ بأن الفاحش البذیءمن شر الناس۔

مرید کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو اپنے پیر بھائیوں کے لئے کڑوی گفتگو کا عادی نہ بنائے اس طرح وہ شریر لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

شرّ الناس من تركه الناس اتّقاءفحشه۔

لوگوں میں سے بدترین آدمی وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

تو یہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس بات کی شہادت ہے کہ فحش کلام کرنے والا بدخو آدمی سب لوگوں سے برا ہے۔

وسمعت سیدی علیّا المرصفی رحمه اللہ یقول: احذروا سب احد من المسلمین فربما سب احدکم ابا انسان فسب الآخر اباہ۔

میں نے حضرت سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کسی مسلمان کو گالی دینے سے پرہیز کرو بعض اوقات تم میں سے کوئی ایک کسی انسان کے باپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔

وکان سیدی علی الخواص رحمه اللہ یقول: التورع فی المنطقة اشد من التورع فی اللقمة والثیاب واللہ أعلم۔

اور سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

التورع فی المنطقة اشد من التورع فی اللقمة والثیاب۔

گفتگو میں پرہیز لقمہ اور کپڑوں میں پرہیز سے زیادہ ضروری ہے۔

مخلوق میں سے کسی کو حقیر نہ جانے

ومن شأنه ان لا یحقر احدًا من خلق اللہ عزوجل الا عند امر اللہ تعالیٰ ما احتقره حین خلقه وصوره، وکیف یعتنی الحق تعالیٰ بعبد ویخرجه من العدم إلی الوجود وتجیء انت تحقره!! هذا من الجهل المحض۔ وما أمرک اللہ تعالیٰ أن تحتقر أحداً من عباده، ونما امرک ان تنکر علی أفعاله المخالفة لما شرعه لاغیر فتامر العاصی وتنهاه وأنت غیر محتقر له، فربما کان فی علم اللہ انه أعلی منک مقاماً وأنت من الفاسقین ویصیر یشفع فیک یوم القیامة۔ وتأمل قوله ﷺ فی شجرة الثوم انها شجرة اکره ریحها، فما کره ذاتها وإنما کره ریحها۔ فاعلم ان عداوتنا للکفار والعصاة عداوة صفات، بدلیل انهم إذا أسلموا وحسن حالهم حرم علینا کراهتهم واللہ تعالیٰ أعلم۔۔۔ ان یقدم حوائج اخوانه الضروریة علی عباداته من سائر النوافل، لأن الخیر المتعدی نفعه أفضل من القاصر علی فاعله، لاسیما ان أمره شیخه بذلک، کما مر فی الباب قبله۔ اللهم إلا ان ینهاه شیخه عن خدمتهم فلیس له ذلک، لأنهم ربما کلفوا فی مقام

المجاهدة لنفوسهم۔ والخدمة لا تكون عادة إلا للسادات الذین فرغوا من علاج اخلاقهم، و صاروا لا یتغیر منهم شعرة، لأنهم یشهدون ما قاله الناس فیهم دون ما یعلمونه هم من أنفسهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی حقیر نہ سمجھے مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے پیدا کیا اور صورت عطا کی تو اسے حقیر قرار نہیں دیا تو کیسے درست ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کا اہتمام کرے اور اسے عدم سے وجود میں لائے اور تم اسے حقیر جانو یہ محض جہالت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بات کا حکم نہیں دیا کہ تم اس کے بندوں میں سے کسی ایک کو حقیر جانو اس نے تمہیں حکم دیا کہ تم اس کے ان اعمال کو برا جانو جو شریعت کے خلاف ہیں اس کے علاوہ نہیں۔ اور تم اس حال میں گناہ گار کو (نیکی کا) حکم دو اور (برائی سے) روکو کہ تم اسے حقیر نہ سمجھو بعض اوقات ایک شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں تم سے بلند مرتبہ ہوتا ہے اور تم فاسقوں میں سے ہوتے ہو اور وہ قیامت کے دن تمہاری سفارش کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر غور کرو کہ آپ ﷺ نے لہسن کے پودے کے بارے میں فرمایا کہ (انھا شجرۃ اکرہ ریحھا) یہ ایک ایسا پودا ہے کہ میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔

پس آپ ﷺ نے اس کی ذات (پودے) کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ صرف اس کی بو کو ناپسند فرمایا اور یہ بات جان لو کہ کفار اور گناہ گار لوگوں سے ہماری دشمنی صفات کی دشمنی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور ان کی حالت اچھی ہو جاتی ہے تو ہم پر ان کو ناپسند کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت کی ضروری حاجات کو اپنی تمام نفلی عبادات پر مقدم کرے کیونکہ وہ بھلائی جس کا نفع دوسروں تک پہنچے وہ اس نیکی سے بہتر ہے جس

کا نفع صرف فاعل کو پہنچتا ہے خصوصا جب اس کے شیخ کا یہ حکم ہو۔ جس طرح اس سے پہلے باب میں گزرا ہے۔

البتہ یہ کہ اس کا شیخ اسے ان کی خدمت سے روک دے تو اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ بعض اوقات مقام مجاہدہ میں ان کے نفسوں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔

اور عادتاً خدمت کرنا صرف ان اکابر کے حق میں ہے جو اپنے علاج سے فارغ ہو چکے ہیں (مجاہدہ وغیرہ کر چکے ہیں) اور ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ ان سے ایک بال تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس بات پر گواہی دیتے ہیں جو ان کے بارے میں لوگ کہتے ہیں جو کچھ وہ خود اپنے بارے میں جانتے ہیں اس پر نہیں۔

وقد قدمنا فی الباب الأول انه ینبغی لمن یخدم اخوانه ان لا یری بذلک نفسه علیهم فیشقی فی الدنیا والآخرة، امافی الدنیافلکثرةتعب بدنه والخدمة، واما فی الآخرةفلحرمانه الثواب۔ و إنما الأدب ان یری خدمته لهم من باب الواجب علیه وفاء ببعض حقوقهم۔ وقد جرب الأشیاخ کلهم نفوسهم فوجدوا انه لا یستحق السیادة إلا من تواضع لله تعالیٰ

اور ہم نے پہلے باب میں ذکر کیا کہ جو شخص اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کرتا ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بلند مرتبہ نہ سمجھے ورنہ دنیا اور آخرت میں بد بخت ہو جائے گا۔

دنیا میں بدن کی بہت زیادہ تھکاوٹ اور خدمت کی وجہ سے اور آخرت میں ثواب سے محرومی کی وجہ سے۔

ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کو اپنے اوپر واجب سمجھے اور یہ کہ وہ ان کے کچھ حقوق ادا کررہا ہے۔ تمام مشائخ نے اپنے نفسوں کا تجربہ کیا تو انہیں سیادت (سرداری) کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کی بنیاد پر پایا۔

وسمعت سیدی علیّاً الخواص رحمه اللّٰہ یقول: لا ینبغی للمرید الانکار علی الشیخ اذا نهاه عن خدمة مریض من اخوانه، فربما کان ذلک المرض عقوبة له، بل یجب علیه ان یعتقد ان الشیخ ارحم بذلک المریض منه، لکن إذا بلغت العقوبة حدها فهناک یأمره بخدمته۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ شیخ کی بات کا انکار کرے جب وہ اسے اس کے کسی بیمار پیر بھائی کی خدمت سے منع کرے کیونکہ بعض اوقات وہ مرض اس کے لئے عذاب ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ شیخ اس مریض پر زیادہ رحم کرنے والے ہیں لیکن جب اس کی سزا مکمل ہو جائے تو اس وقت اسے اس کی خدمت کا حکم دے۔

وکان ابو سلیمان الدارانی و غیره یقولون: لا تصلح هذه الطریق الا لأقوام کنسوا بأرواحهم المزابل، انتهی واللّٰہ أعلم۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے حضرات فرماتے تھے: یہ طریق (تصوف) صرف ان کے لئے درست ہے جو اپنی ارواح سے کوڑے کرکٹ کی صفائی کرتے ہیں۔

ثواب کی نیت سے بیت الخلاء کی صفائی میں جلدی کرنا

ومن شأنه ان یبادر لخدمة بیوت الخلا احتساباً لوجه اللّٰہ تعالیٰ، ولو کان لها خادم بأجرة، فیزیل ما علی الملاقی و حول المیضاة من القذر، ولیکن ذلک اوقات غفلات الناس، کضحوة النهار أو فی السحر بحیث لا یراه احد، فان للنفس لذة و حلاوة اذا عرفت بالتواضع اعظم من لذة الکبر لاصحابه۔ وکانت هذه وظیفة الإمام الغزالی وسیدی علی الخواص

والشيخ أمين الدين إمام جامع الغمری رحمهم اللہ تعالیٰ وإذا رأی المطهرة ناقصة من الماء فینبغی له ان یکملها مساعدة للقیم، لأنه سنة السلف ان لا یتطهروا الا من ماء لا منة لاحد علیهم فیه، وإذا ملأ فی الفسقیة شیئاً صار کأنه ملأ ماء طهارته، وینبغی ان یسقط منته فیه عن المتوضین۔ وبالجملة فما خدم احد اخوانه إلا صار علی وجهه نور وأنس، ولا تکبر عن ذلک احد إلا صار علی وجهه ظلمة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول ثواب کی خاطر بیت الخلاء کی صفائی میں جلدی کرے اور اگر بیت الخلاء کے لئے اجرت پر خادم موجود ہے تو اس سے باہر اور وضو خانے کے گرد کی صفائی کرے لیکن یہ ایسے وقت میں ہو جب لوگ غافل ہوں جیسے دوپہر کے وقت یا سحری کے وقت جب اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو کیونکہ یہ نفس کے لئے لذت اور حلاوت ہے۔ اور جب تم تواضع کے ساتھ پہچانے جاؤ گے تو یہ تکبر کی لذت جو متکبرین کو حاصل ہوتی ہے اس سے یہ لذت بہت بڑی ہے اور یہ عمل حضرت امام غزالی، سید علی الخواص اور شیخ امین الدین امام جامع مسجد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا تھا۔

جب طہارت حاصل کرنے کے برتن میں پانی کم ہو تو چاہئے کہ اسے پورا کر دے یہ نگران کی مدد ہے کیونکہ بزرگوں کا طریقہ ہے کہ وہ پانی سے ہی طہارت حاصل کرتے ہیں اس سلسلے میں ان پر کسی کا احسان نہیں ہے۔

اور جب وہ حوض یا ٹینکی میں کوئی چیز بھر دے تو گویا اس نے اس کی طہارت کا پانی بھر دیا اور چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں وضو کرنے والوں پر احسان نہ جتائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو مرید اپنے برادران طریقت کی خدمت کرتا ہے اس کے چہرے پر نور اور انس پیدا ہو جاتا ہے اور اس عمل سے جس نے تکبر کیا اس کے چہرے پر سیاہی چھا گئی۔

وقد كان سيدى على الخواص اذا لبس مرقعته التى يكنس فيها المساجد و ينظف فيها الأخلية كأنها جواهر تضىء۔ فالزم يا أخى خدمة الاخوان يرض عنک الرحمٰن و تدخل اعالى الجنان و اللہ تعالیٰ أعلم۔

سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے جن میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد کی صفائی کرتے تھے اور بیت الخلاء کی صفائی کرتے تو گویا وہ روشن موتی ہوتے۔

تو اے بھائی! اپنے بھائیوں کی خدمت کر و رحمن تجھ سے راضی ہو گا اور تو جنت کے بلند درجات میں داخل ہو گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

و من شأنه ان يتخذ عنده الموسى و لاسكين و الابرة و لامقص و المخرز و الخيط و نحو ذلک مما يحتاج و اليه عادة، و ذلک ليرفع كلفته عن اخوانه و ينفعهم بعاريتها۔ و يذلک من ادبه ان يتخذ عنده المشط و الخلال و السواک و القطيفة لمسح الأعضاء، و السجاد للصلاة عليها، فيفرشها حيث ادركته الصلاة فى غير المسجد۔ و تقدم فى الباب الاول ان السلف الصالح ما اتخذوا السجادات للضخامة، حاشاهم من ذلک، و انما هو لمصلحة الصلاة۔ و قد أجمعوا على انه لا يدخل الحضرة الإلهية من فى قلبه مثقال ذرة من كبر۔ كما ورد فى دخول الجنة فان الحضرتين كلاهما بين يدى اللہ عزوجل، و لو فى صلاته و هما: عزالنفس و شهود الغنى فى نفسه عن فضل ربه غفلة لا حضوراً۔ فاعلم ان من تخلق بالذل و الفقر لا يمنع من دخول حضرة اللہ تعالیٰ فى وقت من الأوقات۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ استرا، چھری، سوئی، قینچی، جوتی گانٹھنے کا آلہ اور دھاگہ اور وہ چیزیں اپنے پاس رکھے جن کی عام طور پر ضرورت پڑتی ہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو تکلیف نہیں دے گا اور ان چیزوں کو بطور ادھار دے کر انہیں نفع پہنچائے گا۔

اسی طرح آداب میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے پاس کنگھی، خلال کرنے کا آلہ، مسواک، اعضاء کو پونچھنے کے لئے رومال، نماز کے لئے مصلی رکھے، مسجد کے علاوہ جہاں وقت ہوا سے بچھا کر اس پر نماز پڑھے۔

پہلے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ پہلے بزرگ سجادہ محض بوجھ کے لئے ساتھ نہیں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے محفوظ رکھا، نماز کی ضرورت کے لئے ہوتا تھا۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ شخص بارگاہ خداوندی میں حاضر نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہو جس طرح جنت میں داخل ہونے کے بارے میں آیا ہے۔

دونوں حاضری کے مقامات اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں اگرچہ نماز میں ہو اور وہ عزت نفس اور نفس میں اپنے رب کے فضل سے غفلت کے طور پر نہ کہ حاضری کے طور پر بے نیازی کا پایا جانا ہے۔

پس جان لو! جو شخص تواضع اور فقر ایسے اخلاق کو اپناتا ہے تو کسی بھی وقت اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لئے رکاوٹ نہیں ہوتی۔

پیر بھائی کی بے ادبی پر استغفار کرے

ومن شأنه اذا وقع فی سوء أدب فی حق أخیه أن یبادر الی الاستغفار بکشف الرأس والوقوف عند النعال واضعاً یده الیسری علی الیمنی لیخالف هیئة الصلاة، مطرقاً برأسه الی الأرض، نادماً علی ما وقع منه فی حق أخیه مثلاً، فان لم یقبل اخوه اعتذاره فمن الأدب ان لا یجلس بل یبقی قائماً الی ان یرحمه اخوه۔ ویجب علیه ان یرجع علی نفسه باللوم ولا یجیب عنها ذرة واحدة، بل یعترف بانه ظالم علی اخیه، فان طال به الوقوف حتی خرج متضلاً من ذنب فلیقبل ذلک محقاً کان أو مبطلاً، فان لم یفعل لم یرد الحوض، رواه الترمذی وغیره۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس سے اپنے بھائی کے حق میں بے ادبی ہو جائے تو وہ طلب مغفرت کی طرف جلدی کرے (اور اس کا طریقہ یہ ہے) اپنا سر ننگا کر کے جوتوں کی جگہ اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر ہو تا کہ نماز کی حالت کی مخالفت ہو جائے۔ سر کو زمین کی طرف جھکائے اور جو کچھ اس سے اس کے بھائی کے حق میں سرزد ہوا اس پر نادم ہو۔

اگر اس کا بھائی اس کے عذر کو قبول نہ کرے تو ادب کا تقاضا ہے کہ وہ نہ بیٹھے بلکہ اس وقت تک کھڑا رہے یہاں تک کہ اس کا بھائی اس پر رحم کھائے۔

اور اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرے اور نفس کی طرف سے ذرہ بھر بھی جواب نہ دے بلکہ اعتراف کرے کہ اس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہے۔

اگر وہ طویل وقت کھڑا رہے حتیٰ کہ گناہ سے نکل جائے تو وہ (جس پر ظلم ہوا) اس کو قبول کرے سچا ہو یا جھوٹا، اگر ایسا نہیں کرے گا تو (قیامت کے دن) حوض پر نہیں آئے گا۔ ترمذی وغیرہ میں حدیث آئی ہے۔

وسمعت سیدی علیاً المرصفی رحمه الله یقول: اذا جاء اخوکم معتذراً فاقبلوه لا سیما ان أطال الوقوف مستغفراً, فان لم یجد احدکم فی قلبه رقة له فیرجع علی نفسه باللوم ویقول لها: یأتیک أخوک مستغفراً فی حقک فلا تقبلیه, فکم وقعت انت فی حقه ولم تلتفتی الیه فأنت اذا اسوأ حالاً منه۔ و مراد القوم بذلک کله زوال الکدر لا غیر, ومن رضی الکدر لقلبه فلیس له فی الطریق قدم, فان رأس مال الانسان هو قلبه والله أعلم۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جب تمہارا بھائی عذر پیش کرتے ہوئے آئے تو اسے قبول کرو بالخصوص جب وہ مغفرت طلب کرتے ہوئے طویل وقت کھڑا رہے پس اگر تم میں سے کوئی ایک اپنے دل میں اس کے لئے نرمی نہ پائے تو اپنے نفس کو ملامت

کرے اور اس سے کہے تیرا بھائی! تیرے پاس تیرے حق میں (کوتاہی) معافی مانگنے آیا تو تونے اسے قبول نہ کیا تم نے کتنی مرتبہ اس کے حق میں موتاہی کی لیکن تونے اس کی طرف توجہ نہ کی پس تیرا حال اس سے بدتر ہے۔

(فان راس مال الانسان هو قلبه) انسان کی اصل پونجی اس کا دل ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

پیر بھائیوں سے حسد نہ کیا جائے

ومن شأنه ان لا يكون عنده حسد لاخوانه اذا كثرت طاعاتهم وانقلب الناس الى اعتقاد فيهم، بل يفرح لهم كلما كثرت طاعاتهم، ويكون حريصا على وقوع الأدب منه فى اخوانه واذا عمل بأدب يجب ان يكون اخوانه كلهم كذلک يعملون به حتيلا يتميز عنهم بشيء۔ وما زاد القوم على غيرهم الا بمراعاتهم الأدب فى كل شيء مع كل شيء، حتى انهم يوجهون أباريقهم كلها الى القبلة ويرون ذلک من الأدب۔ واذا كان الاناء لا وجه له كالكوز والزبدية جعلوا الها وجها بالنية ووضعوه للقبلة التى هو محل مناجاة الحق جل وعلا۔ وقد دخل جماعة زائرين على فقراء كانوا مشهورين بالخير فوجدوا باريقهم لغير القبلة فردوا ولم يسلموا عليهم، وقالوا لو كان هؤلاء من أهل الأدب لوجهوا باريقهم للقبلة۔ وسيأتى فى الخاتمة فى آدابهم فى السفر أنه يستحب لاحدهم اذا سافر ان يشد وسطه ويقرب خطاه، فانه يذهب شدة التعب۔ وفى الحديث اذا اهدكم سافر فليشد وسطه و ليقارب بين خطاه۔ وانه يستحب لاحدهم اذا سافر ان يودع اخوانه بالعناق ان كانوا رجالا، وإلا ودعهم بالاشارة ان كانوا صغاراً، ثم يسلم عليهم ويمشى القهقرى غير مول وجهه عنهم حتى يتوارى عنهم بجدار أو يبعد عنهم جداً۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں سے حسد نہ کرے جب ان کی عبادات زیادہ ہوں اور لوگ ان کے معتقد ہو جائیں بلکہ جب ان کی نیکیاں زیادہ ہوں تو یہ ان کے لئے خوش ہو اور اپنے بھائی کے ساتھ ادب کا سلوک کرنے پر حریص ہو اور جب ادب کے ساتھ عمل کرے تو

واجب ہے کہ اس کے تمام بھائی اسی طرح عمل کریں حتیٰ کہ ان کے درمیان تمیز نہ ہو سکے اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قوم کو دوسروں پر فضیلت ہر چیز میں ہر چیز کے ساتھ ادب کی رعایت کرنے سے حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنے سب لوگوں کو قبلہ رخ کرتے ہیں اور اس عمل کو ادب میں سے خیال کرتے ہیں۔

اور اگر کسی برتن کا منہ نہ ہو جس طرح (ٹونٹی کے بغیر) لوٹا اور مٹی کا پیالہ تو وہ اس کے منہ کی نیت کرتے ہیں اور اس کو قبلہ رخ کرتے ہیں جو (قبلہ) اللہ تعالیٰ سے مناجات کا محل ہے۔

زائرین کی ایک جماعت، نیکی میں مشہور فقراء کے پاس گئی اور ان کے لوگوں کو غیر قبلہ کی طرف دیکھا تو وہ سلام کئے بغیر واپس ہو گئے اور کہنے لگے اگر یہ لوگ باادب ہوتے تو اپنے لوگوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے۔

عنقریب خاتمہ (کے باب) میں ان حضرات کے سفر کے آداب کے ضمن میں آئے گا کہ ان میں سے ہو ایک (یعنی سب کے لئے مستحب ہے کہ جب سفر کرے تو وہ کمر بستہ ہو اور قریب قریب قدم رکھے اس سے تھکاوٹ کی شدت نہیں رہتی۔

حدیث شریف میں ہے:

اذااحدکم سافر فلیشدوسطه ویقارب بین خطاه۔

جب تم میں سے کوئی ایک سفر کرے تو اپنی کمر کس لے اور قدم قریب قریب اٹھائے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک سفر کرے تو اپنے بھائیوں سے گلے مل کر ان سے رخصت ہو اگر وہ مرد ہوں (بڑی عمر کے ہوں) اور اگر بچے ہوں تو اشارے کے ساتھ ان سے

رخصت ہو۔ پھر ان کو سلام کرے اور الٹے پاؤں چلے ان سے اپنا رخ نہ پھیرے حتیٰ کہ دیوار کے ذریعے ان سے پوشیدہ ہو جائے یا ان سے زیادہ دور چلا جائے۔

ثم اذا رجع و وصل الی مقصده فلا یبادر الی الاغتسال من عیاء السفر بل یصیر الی الیوم الثالث أو الرابع، و فی ذلک سر یذوقونه۔ و اما فی الظاهر فهو ان المسافر یمسح من التعب فربما ضره الغسل و أورث عنده ضربان المفاصل بخلاف اعضاء الوضوء لکونها مکشوفة غالباً فلا یضرها ماء الوضوء و الله أعلم۔

پھر جب واپس آئے اور اپنے مقصد کو حاصل کر لے تو سفر کی تھکاوٹ سے غسل کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ تیسرے یا چوتھے دن تک ٹھہرے اس میں ایک راز ہے جس کا ذائقہ یہ حضرات چکھتے ہیں۔ ظاہر میں یہ بات ہے کہ مسافر کو تھکاوٹ پہنچتی ہے اور بعض اوقات غسل اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور اس سے جوڑوں میں خرابی پیدا ہوتی ہے بخلاف اعضائے وضو کے، وہ عام طور پر ننگے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو وضو کا پانی نقصان نہیں دیتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

دوسرے بزرگ کے مریدوں سے خود کو افضل نہ جانے

و من شأنه ان لا یری نفسه علی احد من جماعة شیخ آخر فانهم اخوانه فی الطریق، لان طریق اهل الله واحدة، ترجع الی واحد و ان تعددت۔ و ما اتخذ الناس لهم شیخاً الا لیهذب اخلاقهم و یزیل رعوناتهم حتی یصیر احدهم یری ان الناس کلهم ناجون و ما هالک الا هو۔ فامتحن یا اخی نفسک بهذا المیزان، فان رأیت نفسک صارت کذلک فأنت صادق فی ادعائک انک انتفعت بصحبة شیخک، و الا فما حصلت علی شیء۔ و هذا الامر قد کثر فی فقراء هذا الزمان فیصحب احدهم الشیخ الی ان یموت ثم یصیر مقراضاً فی طوائف الفقراء لا یعجبه احد منهم، مع انه لا رآهم علی کبیرة و لا اصرار علی صغیرة۔ و هذا من اکبر المقت، نسأل الله العافیة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی دوسرے شیخ کی جماعت سے بھی اپنے آپ کو برتر نہ سمجھے کیونکہ وہ بھی طریقت میں ان کے بھائی ہیں۔ کیونکہ اللہ والوں کا طریقہ ایک ہی ہے جو ایک ذات کی طرف لوٹتا ہے اگرچہ (راستے) متعدد ہوں۔

اور لوگ اس لئے مرشد کو اختیار کرتے ہیں کہ وہ ان کے اخلاق کو مہذب بنائے اور ان کے تکبر کو دور کرے حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو جائیں کہ وہ سب لوگوں کو نجات پانے والے اور صرف اپنے آپ کو ہلاک ہونے والا سمجھیں۔

اے بھائی! اس میزان کے ساتھ اپنے نفس کا امتحان لے اگر تو دیکھے کہ تیرے نفس کی یہ حالت ہو چکی ہے تو تو اس دعویٰ میں سچا ہو گا کہ تو نے اپنے شیخ کی صحبت سے نفع حاصل کیا ہے ورنہ تجھے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

اور یہ بات زمانے کے فقراء میں زیادہ پائی جاتی ہے ان میں سے ایک شخص مرتے دم تک شیخ کی صحبت میں رہتا ہے پھر وہ فقراء کی جماعت میں قینچی کی طرح ہوتا ہے ان میں سے کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے گناہ کبیرہ کرتے ہوئے دیکھا اور نہ ہی صغیرہ گناہ بار بار کرتے دیکھا یہ بہت بڑی سزا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وتری احدھم یقول: ما بقیت عینانا تری احداً مثل شیخنا، فیقال لھم ما ذا انتفعتم بہ؟ فلا یجد شیئاً یقول: وکل جماعۃ یقولون شیخنا قفل بعدہ باب اللہ، فلا یکاد ینتفع باحد من اولیاء عصرہ نسأل اللہ العافیۃ۔

تم ان میں سے کسی ایک کو دیکھو گے وہ کہتا ہے:

مابقیت عیناتری احدامثل شیخنا۔

ہماری آنکھیں باقی نہ رہیں جو کسی ایک کو ہمارے شیخ کی مثل دیکھیں۔

ان سے پوچھا جاتا ہے:

ماذاانتفعتم به؟۔

تم نے اس سے کیا نفع حاصل کیا؟

تو (**فلایجدشیئایقول**) اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔

ہر وہ جماعت جو کہتی ہے کہ ہمارے شیخ "تالا" نہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے تو وہ اپنے زمانے کے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے نفع حاصل کرنے کے قریب نہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

پیر بھائیوں کی خوبیوں پر نظر رکھے

ومن شانه ان یری محاسن اخوانه ویعمی عن مساوئهم جملة واحدة، فلایتجسس لهم قط علی عیب حتی یحققه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت کی خوبیوں کو دیکھے اور ان کی برائیوں سے مکمل طور پر اندھا بن جائے اور ان کے عیوب کی تلاش ہرگز نہ کرے حتیٰ کہ ان کو ثابت کرے۔

وقد كان الشيخ أبو مدين الكمسانى رضى الله عنه يقول: الفتوة هى رؤية محاسن الإخوان والغيبة عن مساوئهم۔

حضرت شیخ ابو مدین الکسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جوانمردی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی خوبیوں کو دیکھے اوران کی برائیوں سے غائب رہے۔

وکان يقول: انصف اخوانک و اقبل النصيحة ممن هو دونک تدرک شرف المنازل۔ وكان يقول: من احوج اخاه الى سؤاله عن حاجة من الحوائج التى يقدر عليها فما وفى بحق صحبته ولا اخوته۔

اپنے بھائیوں سے انصاف کرو اور اپنے سے چھوٹے لوگوں کی نصیحت بھی قبول کرو، منازل کا شرف پاؤگے۔

جو شخص اپنے بھائی کی کسی حاجت کو پورا کر سکتا ہو اور پھر بھی وہ اسے سوال کا محتاج بنادے تو اس نے اس کی محبت اور اخوت کا حق پورا نہیں کیا۔

وكان يقول: من لم يتفقد عيال اخيه فى غيبته بما يحتاجون اليه فقد كان الصحبة۔

جو شخص اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے اہل وعیال کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا وہ محبت میں خیانت کرتا ہے۔

وكان يقول: من ميز بين ثيابه و ثياب اخيه فى الملک فما شم للصحبة رائحة، وانما صحبته نفاق۔

جو شخص ملکیت کے حوالے سے اپنے اور اپنے بھائی کے کپڑوں میں امتیاز کرتا ہے اس نے محبت کی خوشبو نہیں سونگھی۔ اس کی محبت منافقت ہے۔

وکان یقول:لیس بأخیک من احتجت الی استئذانه فی اخذ شیء من کیسه۔

وہ تیرا بھائی نہیں جس کی جیب سے کوئی چیز لینے کے لئے تم اس سے طلب اجازت کے محتاج ہو۔

وکان یقول: لا تکمل صحبتک الا بانشراح صدرک بکل ما اخذه الاخوان من مالک وثیابک وطعامک، ومتی وجدت انقباضاً لذلک فأنت منافق فی صحبتک۔

تمہاری محبت مکمل نہیں ہوگی مگر یہ کہ تمہارا سینہ ان چیزوں کے لئے کشادہ ہو جو تیرے بھائی تیرے مال، کپڑوں اور کھانے سے لیں۔ اور اگر اس سے تمہارا دل گھٹن محسوس کرے تو تم اپنی محبت میں منافق ہو۔

وکان یقول: من حق أخیک علیک أن تتحبّب إلیه بکل ما یحب حتی لا یجد فی نفسه حرجاً من جهتک فی شیء یتصرف فیه من مالک ومن وجد ضیقاً فی صدره وحزازة إذا أخذ شیئاً من مالک فما قمت له بواجب حقه علیک، فان الحزازة التی یجدها أخوک حین یأخذ مالک مثلاً، انما هی لبقیة بقیت علیک من البخل، فاعمل یا أخی علی الاحسان الی اخوانک حسب طاقتک لیکون موتک عندهم أشد علیهم من موت أبیهم الشفیق والحمدللہ رب العالمین۔

تیرے بھائی کے تیرے ذمہ حقوق میں سے یہ حق بھی ہے کہ تو اس کے لئے ہر اس چیز کو پسند کرے جسے وہ پسند کرتا ہو حتیٰ کہ وہ اپنے نفس میں تیری طرف سے کوئی حرج محسوس نہ کرے جب وہ تیرے مال میں تصرف کرتا ہے۔

اور جو شخص اپنے دل میں تنگی محسوس کرے جب وہ تیرے مال میں سے کچھ لے تو تو نے اس کا وہ حق ادا نہیں کیا جو تجھ پر واجب تھا کیونکہ تیرا بھائی جب تیرا مال لیتے ہوئے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ اس بخل کی وجہ سے ہے جو تجھ میں باقی ہے۔

پس اے بھائی! اپنی طاقت کے مطابق نیکی کا عمل کر تا کہ ان لوگوں کے نزدیک تیری موت ان کے شفیق باپ کی موت سے زیادہ سخت ہو، اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

وقد کان رجل یعول الف نفس فلما مات سمعوا صریر نعشه علی أعناق الرجال، فأنشد شخص:

ولیس صریر النعش مایسمعونه	ولکنها أصلاب قوم تقصّف
ولیس عبیر المسک ماتنشقونه	ولکنه ذاک الثناء المخلف

ایک شخص ایک ہزار آدمی کی کفالت کرتا تھا جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کی لاش سے سنا جو لوگوں کی گردنوں پر تھی تو ایک شخص نے پڑھا، نعش کی آواز ایسی نہیں جسے لوگ سنتے ہوں البتہ اس کے بوجھ سے لوگوں کی پشتیں دوہری ہو جاتی ہیں، مشک کی خوشبو وہ نہیں جسے تم سونگھتے ہو، لیکن مشام جان کو معطر کرنے والی وہ تعریف ہے جو پیچھے چھوڑتی جاتی ہے۔

دوسروں پر برتری کو پسند نہ کرے

ومن شأنه أن لا یحب العلو علی أحد من اخوانه فی أمر من أمور الدینا، فقد اجمع الأشیاخ علی ان حب العلو علی الناس من أقوی أسباب الانتکاس۔ ھب ان العاصی من اخوانک ناقص المقام، فأنت أنقص منه، لأنک تری نفسک علیه، لا سیما ان کان بسبب تنقیصک له أصابک فیه الکبر علیه، فانک اذا تأملت وجدت نفسک فی التکبر أعظم منه فلم نفسک أولاً قبل غیرک۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ دنیوی امور میں اپنے بھائیوں سے بلندی کو پسند نہ کرے۔ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ لوگوں پر بلندی کی چاہت، اوندھے منہ گرنے کا مضبوط

ترین سبب ہے تو خیال کرو کہ تیرے گناہ گار بھائی کا مقام ناقص ہو اور تو اس سے زیادہ ناقص ہو کیونکہ تو اپنے آپ کو اس سے برتر سمجھتا ہے۔

خاص طور پر جب تیرے اسے ناقص سمجھنے کا سبب تکبر ہو، جب تو غور کرے گا تو تکبر میں اپنے نفس کو اس سے بڑا پائے گا تو دوسروں کو ملامت کرنے سے پہلے اپنے آپ کو ملامت کر۔

وقد كان الشيخ أبو مدين رضى الله عنه يقول: انكسار العاصى خير من صولة المطيع۔

حضرت شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

انكسار العاصى خير من صولة المطيع۔

گناہ گار کی عاجزی، فرماں بردار کے ہدیے سے بہتر ہے۔

وكان يقول: من أحب العلو على اخوانه، فقد فتح باب الظلم من ولاة زمانه، ومن راى نفسه على مشايخ عصره فقد فتح باب ظهور الدجاجلة الفتانين فى الدين۔ فان الدجل هو التمويه بالباطل فى صورة حق، كما يدعى الدجال الأكبر انه يحيى و يميت، و يفعل الأمور التى لا تليق إلا بالحق جل و علا، من باب الاستدراج و المكر به و الله تعالىٰ اعلم هو الفاعل فى كل ذلک۔ فاعلم ان من ينصح اخوانه لا يخرج من الاثم إلا ان رأى نفسه دون المنصوح، فينصح أخاه فى حال رؤية ان أخاه أحسن حالاً منه، فإياک يا أخى و الدعاوى الكاذبة ثم إياک، و الحمد لله رب العالمين۔

جو شخص اپنے بھائیوں پر بلندی کو پسند کرتا ہے وہ اپنے زمانے کے حکمرانوں کی طرف سے ظلم کا دروازہ کھولتا ہے۔

اور جو شخص اپنے آپ کو اپنے زمانے کے مشائخ سے برتر سمجھتا ہے وہ دین میں جھوٹے لوگوں، فتنہ بازوں کے ظہور کا دروازہ کھولتا ہے۔ جس طرح بڑا دجال دعویٰ کرے گا کہ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ کام کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں اور یہ استدراج (شعبدہ بازی) اور مکر و فریب ہو گا اور

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان سب کاموں کا فاعل وہی ہے۔ جان لو جو شخص اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہے وہ گناہ سے نہیں نکلتا مگر یہ کہ اپنے نفس کو اس سے کم درجہ میں سمجھے جسے نصیحت کرتا ہے۔

پس اپنے بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ اس کے بھائی کی حالت اس کی حالت سے اچھی ہے۔

پس اے بھائی! جھوٹے دعووں سے بچو، پھر بچو۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

بھائیوں کی خیر خواہی سے غافل نہ ہو

ومن شأنه ان لا یغفل عن نصح نفسه واخوانه، فلا یطمع فی ما فی ید الخلق، ولا یصحب مبتدعاً، ولا امرأة، ولا یری فی شیخه نقصاً، ولا یغفل عن ذکر ربه، ولا عن شکره ولا یتخلف عن مجالس الذکر ولا عن خدمة الصالحین واحترامهم، فان فعل ابتلاه الله بالمقت بین العباد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنی ذات اور دوسرے بھائیوں کی خیر خواہی سے غافل نہ ہو اور جو کچھ مخلوق کے پاس ہے اس کی طمع نہ رکھے اور کسی بدعتی کی صحبت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی عورت کی (صحبت اختیار کرے) اپنے شیخ میں کوئی کمی نہ دیکھے، اپنے رب کے ذکر اور شکر سے غافل نہ ہو مجلس ذکر، خدمت صالحین اور ان کے احترام سے پیچھے نہ ہٹے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے درمیان اپنی ناراضگی میں مبتلا کرے گا۔

وقد قالوا: الطمع فی الخلق شک فی ایهام للخالق۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مخلوق میں طمع خالق کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہونا ہے۔

وقالوا: احذر من صحبة المبتدع ابقاء على دينک، ومن صحبة النساء ابقاء على قلبک۔وقالوا:من ظهر له فی شیخه نقص عدم النفع به۔

فرماتے ہیں:

احذر من صحبة المبتدع ابقاء على دینک ومن صحبة النساء ابقاء على قلبک۔

اپنے دین کو باقی رکھنے کی خاطر بدعتی کی صحبت سے بچو اور اپنے دل کو باقی رکھنے کے لئے عورت کی صحبت سے بچو۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من ظهر له فی شیخه نقص عدم النفع به۔

جس شخص کے لئے اپنے شیخ میں نقص ظاہر ہو اسے اس سے نفع حاصل نہیں ہوتا۔

وقالوا:من غفل عن ذکر ربه فقد حکم الشیطان على نفسه۔

فرماتے ہیں:

من غفل عن ذکر فقد حکم الشیطان على نفسه۔

جو شخص اپنے رب کے ذکر سے غافل ہو وہ شیطان کو اپنے نفس پر حاکم بنالیتا ہے۔

وقالوا:من جالس الذاکرین انتبه من غفلته، ومن خدام الصالحین ارتفع بخدمته۔

فرماتے ہیں:(من جالس الذاکرین انتبه من غفلته) جو ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھتا ہے وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔

وهذه الأمور یستهین بها إلا جاهل تسرقه الطباع، فعلیک یا أخی بالعمل بها والله یتولى هداک۔

ومن شأنه التواضع لكل من رفعه اللہ تعالیٰ علیه فی علم أو عمل أو جاه ونحو ذلک، أدباً مع اللہ تعالیٰ الذی رفعه علیه، فان الفقیر الصادق دایر مع رضی الحق تعالیٰ لا مع حظوظ نفسه۔

ان باتوں کو صرف کاہل شخص معمولی سمجھتا ہے جو طبیعتوں کی چوری کا شکار ہوتا ہے تو اے بھائی! تجھ پر عمل لازم ہے اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا مالک ہے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ ہر اس شخص کے سامنے عاجزی اختیار کرے جسے اللہ تعالیٰ نے علم یا عمل یا مرتبہ وغیرہ میں اس پر بلند کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب ہے جس نے اس کو بلندی عطا فرمائی ہے کیونکہ سچا فقیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے گرد گھومتا ہے اپنے نفس کی خواہشات کے ساتھ نہیں۔

و قد حکی لی شیخنا الشیخ محمد الشناوی رحمه اللّیه ان شریفاً جلس عند سیدی یاقوت العرشی فصار الناس یقبلون یدیاقوت ورجله ولا یلتفتون الی الشریف، فأخذ فی نفسه من ذلک ما یأخذ البشر، فقال له سیدی یاقوت فی أذنه سراً: یا سیدی انما عظمونی لأننی تبعت جدودک فی أخلاقهم، فأنا تبعت جدودک، و أنت تبعت جدودی، یعنی فی الجهل، فلذلک عظمونی دونک، انتهی۔

ہمارے شیخ حضرت شیخ محمد شناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا: کہ ایک معزز آدمی میرے آقا حضرت یاقوت عرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھا لوگ حضرت یاقوت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اس کے دل میں وہی بات پیدا ہوئی جو کسی انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

سیدی حضرت یاقوت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے کان میں پوشیدہ طور پر فرمایا:

"اے میرے آقا! یہ لوگ میری تعظیم اس لئے کررہے ہیں کہ ان کے اخلاق کے مطابق میں نے تیرے آباؤاجداد کی پیروی کی اور تونے میرے آباؤاجداد کی پیروی کی یعنی جہالت میں، اسی لئے وہ میری تعظیم کرتے ہیں تمہاری نہیں"۔

پیر بھائیوں کو توجہ الی اللہ کی ترغیب دے

ومن شأنه أن يحث اخوانه على مراعاة الله تعالىٰ بقلوبهم, ولا يكتفي أحدهم بشكر الناس له على مايظهره من أعماله, مع انه يجاهر ربه بالمعاصي فيما بينه وبين ربه, فان ذلك من علامات المقت۔ وما قنع أحد بشكر الناس الا كشف الله تعالىٰ عورته وفضحه ولو على طول عقوبة له۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو اس بات کی ترغیب دے کہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ کی رعایت کا خیال رکھیں اور ان میں سے کوئی ایک لوگوں کے شکریہ پر اکتفاء نہ کرے جو وہ اس کے ظاہری عمل پر کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے اور اپنے رب کے معاملات میں کھلم کھلا نافرمانی کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت ہے۔

اور جو شخص صرف لوگوں کے شکریہ پر اکتفاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری کرتا اور اسے ذلیل کرتا ہے اگرچہ دیر کے بعد یہ اس کی سزا ہے۔

وقد كان الشيخ أبو مدين رضى الله عنه يقول: الحق تعالىٰ مطّلع على السرائر والظواهر والضمائر, فى كل نفس وحال, فأيما قلب رآه موثراًله, مراقباًله, حيياً من رؤيته اليه حفظه من الطوارق والعوائق والمحن ومضلات الفتن۔

حضرت شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں اور ظاہری وباطنی باتوں پر مطلع ہے وہ جس سانس یا جس حال میں ہو پس جو دل اسے اپنے آپ پر موثر نگران، اور اس کو دیکھنے سے سمجھتا، حیاء محسوس کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مصائب، دھوکہ، مشاغل (جو عبادت کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں) تھکاوٹوں اور گمراہ کن آزمائشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

وکان یقول: من لم یرقب نظر اللہ تعالیٰ الیہ، نظر أحوال نفسه بعین الدعوی، و أفعاله وجهة واحدة، فمتی توجه الیها حجب عن غیرها۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنی طرف اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا تو وہ اپنے احوال کو دعویٰ کی آنکھ سے، اپنے افعال کو ریا کی آنکھ سے اور اپنے اقوال کو جھوٹ گھڑنے کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

تمہاری پوری زندگی ایک سانس ہے تو اس بات کی حرص رکھ کہ وہ تیرے (نفع) کے لئے ہو تیرے نقصان کے لئے نہ ہو اور دل کی توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے جب اس طرف ہو گی تو دوسری طرف سے حجاب ہو گا۔

وکان یقول: إیاک أن تراقب غیر اللہ و تمیل الیه إلا باذنه، فمن فعل ذلک سلبه اللہ مناجاته۔

تم اللہ کے غیر کے لئے مراقبہ اور اس کی طرف میلان سے بچو مگر اس کی اجازت سے پس جو شخص اس طرح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس کی مناجات کو سلب کر لیتا ہے۔

وکان یقول: أضر الأشیاء علی العبد مخالطة من لا یری حب ربه فی أفعاله و أقواله و عقائده۔ و فی روایة اخری: من أضر الأشیاء علی المرید صحبة عالم غافل عن مراعاة ربه بقلبه، و متصرف جاهل بأحکام الشریعة، و واعظ یداهن الناس و یرخص لهم طلباً لمیلهم الیه و اللہ أعلم۔

بندے کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ بات اس شخص سے میل جول ہے جو اپنے افعال، اقوال اور عقائد میں اپنے رب کو پیش نظر نہیں رکھتا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ اس عالم کی صحبت ہے جو دل کے ساتھ اپنے رب کے خیال سے غافل ہے اور ایسا تصرف کرنے والا (کرامت وغیرہ دکھانے والا) جو احکام شریعت سے جاہل ہے اور ایسا واعظ جو لوگوں سے منافقت کرتا ہے اور ان کو اپنی طرف منتقل کرنے کے لئے ان کو رخصت کی راہ دکھاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیر بھائیوں کو ایسے دعوؤں سے روکنا جن پر کوئی دلیل نہ ہو

ومن شأنه أن يحذر اخوانه من الوقوع في الدعاوى التي لا يكون على ظاهرهم منها دليل بل ولو كان على ظاهرهم دليل، بل ولو كان على ظاهرهم دليل يحذرهم من الدعوى أيضاً، و يأمرهم بستر المقام حتى يتولى الله تعالىٰ اظهارهم بغير مراد منهم، وقد هلك في هذا الأمر خلق كثير۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو ایسے دعوؤں میں پڑنے سے ڈرائے جن کے ظاہر پر کوئی دلیل نہ ہو اور اگر ظاہر پر دلیل ہو تو بھی بچنے کیلئے کہے، انہیں اپنے مقام کو پوشیدہ رکھنے کا مشورہ دے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود ان کی مرضی کے بغیر ظاہر کر دے۔ اس مسئلہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

وقد قال الأشياخ: كل من رأيتموه يدعى مع اللّٰه تعالىٰ مالا يكون على ظاهره منه شاهد فاحذروه، وكل من خرج الى الخلق قبل وجود الاذن الإلهي الخاص فهو مفتون وهو مسخرة للناس، وما خرج الأولياء الى الخلق الا بعد أن هددوا بالسلب ان لم يفعلوا۔

مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس شخص کو دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس کے ظاہر پر اس کی طرف سے گواہ (دلیل) نہیں پس اس سے بچو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اجازت پائے جانے سے پہلے مخلوق کی طرف نکلے وہ فتنے میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے مذاق کا باعث بنتا ہے اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف نہیں نکلے مگر ان کو ولایت کے سلب ہونے سے ڈرایا گیا اگر انہوں نے عمل نہ کیا۔

قلت: وقد جاء شخص يطلب منى أن ألقنه كلمة التوحيد فرأيته يحب الرئاسة، ومعلوم ان التلقين من غير مجاهدة على مصطلح الناس اليوم يزيده رعونة، فلم أجبه الى ذلك، فاجتمع بعدى بعدة مشايخ ونكث عهدهم، وصار كل من نصحه يفارقه ويصير يحط عليه، وادعى ان جماعة من أشياخ الطريق الذين ماتوا أتوه فى النوم وقالوا له ابرز الى الناس، ولعله ابليس، فجمع له بعض جماعة من العوام وصار يقول لهم أنا اليوم أكبر الأولياء وأوسعهم دائرة، ولأقطاب كلهم من تحت أمرى، فصار الناس يسخرون به وبالفقراء الموجودين فى عصره، فحكمه حكم خلبوص المغانى، اذا خرج فى بابه قاضٍ أو أمير فيضحك الناس عليه، فلا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔ ولا يخفى ان الكرامات فرع المعجزات، وان لم تكن كرامة الانسان مصدقة لدعواه فهو كذاب، كما درج عليه السلف الصالح والله أعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کلمہ طیبہ کی تلقین کا مطالبہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ سرداری پسند کرتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ آج کے دور میں لوگوں کی اصلاح کے بغیر مجاہدہ اس کے تکبر کو بڑھادے گا اس لئے میں نے اس کے مطالبہ کا جواب نہ دیا۔

میرے بعد وہ کئی مشائخ کے پاس گیا اور اس نے ان سے کیا ہوا عہد توڑ دیا اس کی حالت یہ ہو گئی کہ جو شخص اسے نصیحت کرتا وہ اس سے الگ ہو جاتا اور اسے چھوڑ دیتا اور یہ دعویٰ کرتا کہ جو مشائخ

انتقال کر چکے ہیں وہ اس کے پاس خواب میں آتے ہیں اور کہتے ہیں لوگوں کے سامنے ظاہر ہو اور شاید وہ ابلیس ہو۔

عوام کی جماعت اس کے پاس آئی تو وہ ان سے کہنے لگا "آج میں سب سے بڑا ولی ہوں اور میرا دائرہ ان سب سے زیادہ وسیع ہے۔ تمام اقطاب میرے حکم کے تابع ہیں"۔

پس لوگ اس کے ساتھ مذاق کرنے لگے بلکہ اس دور کے فقراء سے بھی مذاق کرنے لگے تو اس کا حکم خلبوص مغانی کی طرح ہو گیا کہ جب اس کے دروازے سے قاضی یا امیر نکلتا تو لوگ اس پر ہنستے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

و من شانه أن يحث اخوانه على دوام الحمية فی الأبدان و القلوب و النفوس، و ذلک بترک المخالفات و عدم الرکون الی الاغيار و ترک الدعوی، فان من وقع فی واحدة من هذه الخصال و لم يحتم عنها فهو معدود من رعاع لا ناس و أراذلهم، فکما ان قلوب من يحتمی تکون معمورة بذکر الله، کذلک يکون قلب من لا يحتمی محلاً لغفلة و الوسواس۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو ان کے بدنوں دلوں اور نفسوں کی دائمی حفاظت کی ترغیب دے اور یہ اس طرح کہ وہ (شریعت کی) مخالفت ترک کریں غیر کی طرف مائل نہ ہوں اور دعویٰ کرنا چھوڑ دیں کیونکہ جو شخص ان میں سے کسی خصلت میں مبتلا ہوتا ہے اور ان سے نہیں بچتا وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے تو جس طرح حفاظت کرنے والوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور (آباد) ہوتے ہیں اسی طرح جو شخص حفاظت نہیں کرتا اس کا دل غفلت اور وسوسوں کا محل ہوتا ہے۔

و قد کان الشيخ أبو مدين يقول: لا ينفع مع الوقوع فی المخالفات عمل، کما انه لا ينفع المريض ما يصفه له الحکيم من غير حمية، و کما انه لا يضر مع التواضع بطالة، کذلک لا ينفع مع الکبر عمل، انتهى و الله أعلم۔

حضرت شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: شریعت کی مخالفت کی صورت میں عمل نفع نہیں دیتا جس طرح پرہیز نہ کرنے والے مریض کو حکیم کا بتایا ہوا نسخہ نفع نہیں دیتا اور جس طرح تواضع کے ساتھ باطل نقصان نہیں پہنچا سکتا اسی طرح تکبر کی موجودگی میں عمل نفع نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبادت کا مقصد مقام و مرتبہ کا حصول نہ ہو

ومن شأنه ان يحذر اخوانه من ان يطلبوا بعباداتهم مقاماً او حالاً فان من طلب لنفسه حالاً أو مقاماً، فهو بعيد عن طرقات المعارف۔ و كذلک ينبغي له أن يحثهم على عمارة اوقاتهم بالموافقات، ويسألهم ان يحثوه كذلک۔ وقد أجمع اهل الطريق على ان كل من طلب بأعماله مقاما سقط من عين رعاية الله عز وجل۔ و قالوا: من لم يستغن بالله على نفسه صرعته، و قالوا: من طلب الظهور بنفسه خرب قلبه و تعسر عليه الوصول الى شيء من أحوال الصادقين، فهو يدعى الصلاح والحق تعالىٰ يكذبه و ملائكته و اوليائه، ثم يحشر يوم القيامة فى جملة المنافقين۔

مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے بھائیوں کو اس بات سے بچنے کی ترغیب دے کہ وہ اپنی عبادت سے کوئی مقام اور حال طلب کریں کیونکہ جو شخص اپنے لئے حال اور مقام تلاش کرتا ہے وہ معارف کے راستوں سے دور ہوتا ہے۔

اسی طرح اسے چاہئے کہ وہ ان کو اس بات کی ترغیب دے کہ وہ اپنے اوقات کو شریعت کے موافق کاموں سے آباد کریں اور وہ ان سے کہے کہ وہ بھی اسے اس بات کی ترغیب دیں۔

اہل طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص اپنے اعمال کے بدلے میں کوئی مقام طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر جاتا ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفس کو بے نیاز نہیں کرتا اس کا نفس اسے پچھاڑ دیتا ہے۔

فرماتے ہیں: جو شخص اپنے نفس کا ظہور طلب کرتا ہے اس کا دل خراب ہو جاتا ہے اور اس کے لئے سچے لوگوں کے احوال میں سے کسی چیز تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے وہ صالح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اسے جھٹلاتے ہیں پھر وہ قیامت کے دن تمام منافقین میں اٹھایا جائے گا۔

مشاہدہ حق کے ساتھ عمل کی ترغیب دے

ومن شأنه أن يحث اخوانه على العمل على تحصيل مشاهدة الحق تعالیٰ فی حال عملهم۔فان الأخ الصادق ربمايقوم فی بعض الأوقات مقام الشيخ۔وقد طالت الطريق على غالب الناس من غفلتهم عماقلناه، فحجبوا بالأعمال عن المعمول له، ولو أنهم كانوا الاحظوا المعمول له لاشتغلوا به عن رؤية الأعمال، شتان بين من همته الحور والقصور، وبين من همته رفع الستور ودوام الحضور۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو اس طرح عمل کی ترغیب دے کہ ان کو عمل کے دوران مشاہدہ حق حاصل ہو۔بے شک سچا بھائی بعض اوقات شیخ کے مقام پر ہوتا ہے۔

اور عام لوگوں کے لئے طریقت کا راستہ طویل ہو گیا ان باتوں سے غفلت کی وجہ سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے پس وہ جس کے لئے عمل کرتے ہیں ان اعمال کی وجہ سے اس سے پردے میں ہو گئے۔

اگر وہ "معمول له" (جس کے لئے عمل کر رہے ہیں) کو ملاحظہ کرتے تو وہ اعمال کو دیکھنے کی بجائے اس میں مشغول ہوتے ان دونوں میں کس قدر فرق ہے ایک وہ جس کا مقصد حور و قصور ہے اور ایک وہ جس کا مقصد پردہ اٹھانا اور دائمی حاضری ہے۔

وقد كان الشيخ ابو العباس المرسی يقول: من لم يقم بآداب أهل البدايات، فكيف يستقيم له مقامات اهل النهايات۔

حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص آغاز کرنے والوں کے آداب کو قائم نہیں کرتا اس کے لئے انتہاء والوں کے مقامات کیسے درست ہو سکتے ہیں۔

وسمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله يقول: كل عمل لا يحضر فيه العبد مع ربه فهو كالميتة، وهو بالنفاق أشبه، وذلک لأنه يوهم الناس انه حاضر مع الله تعالىٰ حال مناجاته، والحال انه مع الخلق، وهو نفاق "ان المنافقين فی الدرک الأسفل من النار" وانما كانوا كذلک للعبهم بالأديان۔ ومن هنا أباح لاشرع نكاح الكتابيات للمسلم وحرم نكاح من لا كتاب لها فافهم انته۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس عمل میں بندہ اپنے رب کے ہاں حاضر نہ ہو وہ مردار کی طرح ہے اور وہ منافقت کے زیادہ مناسب ہے یہ اس لئے کہ لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ وہ مناجات کے وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوتا ہے حالانکہ وہ مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ منافقت ہے اور بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔

ان کو یہ سزا ادیان کے ساتھ کھیلنے کی وجہ سے ملے گی۔ اسی لئے شریعت نے مسلمان مرد کے لئے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا اور جو اہل کتاب سے نہیں ان سے حرام قرار دیا، اس بات کو سمجھو اور رک جاؤ۔

وسمعته ايضاً يقول: انما أشغلهم برؤية أعمالهم لانهم لم يصلحوا المعرفته والله أعلم۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی سنا وہ فرماتے تھے: یہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھنے (ان پر ناز کرنے) میں اس لئے مشغول ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ومن شأنه ان یحذر اخوانه من کل شیءیؤذیهم ویوقفهم عن السیر، وقد قالوا: من ضیع حقوق اخوانه ابتلاه اللہ تعالیٰ بتضییع حقوقه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو ہر اس کام سے روکے جو ان کو اذیت پہنچاتا اور (اللہ تعالیٰ کی طرف) سیر سے روکتا ہے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے بھائیوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خود اپنے حقوق ضائع کرنے میں مبتلا کرتا ہے۔

وکان الشیخ افضل الدین لا یکاد یترک نصح اخوانه فی شیء ویقول: من غش اخوانه فهو دلیل علی غشه لنفسه۔ ورأی مرة شخصاً یرد ما یعطیه له الناس فقال: یا أخی ترک الدنیا للدنیا شر من اخذها ففتش نفسک فربما اتاک اخوک فرددته خوفاً ان یسقط مقامک و جاهک من قلبه لا للہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ افضل الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بھائیوں کو کوئی نہ کوئی نصیحت کرنا ترک نہیں کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے بھائیوں سے دھوکہ کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے نفس سے بھی دھوکہ کرتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا وہ اس چیز کو رد کرتا تھا جو لوگ اسے اس کے لئے دیتے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بھائی! دنیا کے لئے دنیا کو چھوڑنا اس کے لینے سے زیادہ برا ہے اپنے نفس کی چھان بین کرو بعض اوقات تمہارے پاس تمہارا بھائی آتا ہے اور تم اس

خوف سے واپس کرتے ہو کہ اس کے دل سے تمہارا جاہ ومرتبہ اور مقام نکل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے واپس نہیں کرتے۔

وسمعته مرة اخرى يقول: إياكم ان تفتحوا على انفسكم باب تقدير مقامات الطريق لاخوانكم، فتقطعوا بذلک عن السير، فان ذلک انما هو من وظيفة الاشياخ انتهى و الله أعلم۔

میں نے ان سے ایک اور مرتبہ سنا وہ فرماتے تھے: اس بات سے بچو کہ تم اپنے اوپر ان مقامات طریقت کی تقدیر کے دروازے کھولو جو تمہارے بھائیوں کے لئے ہیں۔ اس طرح تمہاری سیر رک جائے گی۔ تو یہ مشائخ کا وظیفہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وكذلک ان يحذر اخوانه من مجالسة اهل البدع فانها مجربة لاماتة القلب۔ وقد كان السلف الصالح كلهم يقولون: من كان فيه ادنى بدعة فاحذروا من مجالسته، فمن تساهل فى ذلک عاد عليه شؤمها ولو بعد حين۔

اسی طرح اسے چاہئے کہ اپنے بھائیوں کو بدعتی لوگوں کی مجالس سے بچنے کے لئے کہے کیونکہ دل کی موت کے لئے یہ مجرب ہے پہلے تمام بزرگ فرماتے تھے جس شخص میں معمولی بدعت بھی ہو اس کی ہم نشینی سے بچو جو شخص اس میں سستی کرتا ہے تو اس (بدعت) کی بدبختی اس طرف لوٹتی ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہو (یعنی وہ کام جو سنت کے خلاف ہو وہ بدعت ہے)۔

وقد كان الشيخ ابو مدين رضى الله عنه يقول: بلغنا عن مالک رضى الله عنه انه كان يقول من اكتفى بالتعبد دون الفقه خرج وابتدع، ومن اكتفى بالكلام فى العلم دون الاتصاف بحقيقته تزندق وانقطع، ومن اكتفى بالفقه دون العمل به اغتر وانخدع، ومن عمل بما علم تخلص وارتفع، ومن لم يأخذ الأدب من المتأدبين افسد من تبع و الله أعلم۔

حضرت شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ہمیں حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص عبادت پر اکتفاء کرتا ہے اور فقہ کو چھوڑ دیتا ہے وہ (شریعت سے) نکل جاتا ہے اور بدعتی بن جاتا ہے۔ اور جو شخص "علم کلام" پر اکتفاء کرتا ہے حقیقت کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا وہ زندیق (بے دین) ہو جاتا ہے اور (شریعت سے) کٹ جاتا ہے جو شخص "فقہ" پر اکتفاء کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ دھوکے میں ہے اور جو شخص علم پر عمل کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور بلندی حاصل کرتا ہے اور جو ادب والوں سے ادب حاصل نہیں کرتا وہ اپنے تابع لوگوں کو خراب کر دیتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

فصل در آدابِ طریقت عالیہ

طریقت نمبر ۱: طالب مولیٰ جب ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اولاً لوگوں کی صحبت اور دنیوی تعلقات سے علیحدہ ہو جائے پھر اس کے بعد اخلاص اور سچائی کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائے۔

طریقت نمبر ۲: طالبِ مولیٰ جب اپنے آپ کو لوگوں سے علیحدہ رکھے تو یہ نیت کرے کہ میں لوگوں کو اپنی برائی اور ایذاءرسانی سے بچاتا ہوں یہ نیت نہ کرے کہ میں ان سے اچھا ہوں اور وہ مجھ سے برے ہیں لہٰذا میں ان سے جدا ہوتا ہوں کیونکہ یہ نیت طریقت میں حرام ہے اور ناکامیابی کی اصل واساس ہے۔ **"الامان ثم الامان۔ الحذر ثم الحذر"**

یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش دوئم آنکہ بر غیر بد بین مباش

ایک یہ کہ تو اپنی نیکی دیکھنے والا مت ہو جا اور دوسرا یہ کہ دوسروں کی بدی دیکھنے والا مت ہو جا۔

طریقت نمبر۳: طالبِ مولیٰ جب طریقت و سلوک میں داخل ہو جائے تو اسے چاہیے کہ قرب و رضائے خداوندی کی نیت و ارادہ کرے۔ اپنے غوث یا قطب بننے یا یہ کہ لوگ اس کے تابعدار و معتقد بن جائیں یا کہ وہ صاحبِ کرامات وغیرہ بن جائے (ان تمام چیزوں) کی ہر گز نیت نہ کرے ورنہ ہلاک اور تباہ ہو جائے گا۔

طریقت نمبر۴: طالبِ مولیٰ جس کام میں کامیاب نہ ہو تو اسے چاہیے کہ غمگین نہ ہو بلکہ ایسا خوش اور راضی رہے جیسے کامیاب لوگ رہتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ اسے ذلیل اور خراب جانیں تو بھی غمگین اور ملول نہ ہو بلکہ صبر کرے اور مسکینی اختیار کرے۔ صبر اور مسکینی دونوں اعلیٰ دولتیں ہیں۔

طریقت نمبر۵: اگر طالبِ مولیٰ کے پاس دنیا کا کچھ ذخیرہ جمع ہو جائے تو اسے فقیر اور غریب لوگوں میں تقسیم کر دے اور اپنے لئے سخاوت کی دولت جمع کرے۔

طریقت نمبر۶: طالبِ مولیٰ لذیذ طعام، لذیذ مشروبات، زیادہ سونے، زیادہ بولنے، ہنسنے، کھیلنے اور کھیل دیکھنے اور لوگوں پر تمسخر کرنے سے پرہیز کرے اور ہمیشہ خاموشی و صبر کو اختیار کر کے عبادتِ الٰہی اور اتباعِ شریعت میں مستغرق رہے۔

طریقت نمبر۷: طالبِ مولیٰ اپنی خوشحالی میں کبھی خوش دل نہ رہے اور تنگ حالی میں کبھی تنگ دل نہ رہے، بلکہ ہمیشہ اور ہر حال میں باہمت اور اپنی ہر تقدیر و قسمت پر راضی و خوش رہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرتا رہے۔

طریقت نمبر۸: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ تمام لوگوں کو بالخصوص سلف صالحین کو کبھی حقیر اور کم نظری سے نہ دیکھے اور سب سے اچھا گمان رکھے۔

طریقت نمبر۹: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ اپنے آپ کو گانا، مزامیر، ساز وغیرہ کہنے اور سننے سے بچائے۔ ہاں اپنے دل کو قرآن مجید، حمد اور نعت شریف کے اشعار بلاشبہ سنائے کیونکہ ان چیزوں سے روح خوش ہوتی ہے اور ان سے اس میں قوت وجذبہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ذریعہ ترقی ہیں۔

طریقت نمبر ۱۰: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ لوگوں کی تعریف اور نیک کہنے سے خوش اور مغرور نہ ہو جائے یعنی یوں نہ سمجھے کہ واقعی میں تعریف کا حقدار ہو چکا ہوں یا نیک بن گیا ہوں۔

طریقت نمبر ۱۱: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ اپنے آپ کو تمام مخلوق سے حقیر اور کم سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۲: اگر کبھی کسی طالبِ مولیٰ سے کوئی ناشائستہ کام سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے نفس کو خوب سزا دے تاکہ وہ پھر ایسا کام نہ کرے۔

طریقت نمبر ۱۳: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ زمانے کے احوال اور دنیا کی باتوں کی طرف توجہ نہ دے۔

طریقت نمبر ۱۴: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ عاجزی اور خواری میں اپنی عزت ومرتبہ جانے اور ظاہر کی بربادی میں باطن کی آبادی سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۵: اگر کسی طالبِ مولیٰ کو کوئی ظالم شخص تکلیف دے تو وہ اس پر صبر کرے اس سے بدلہ لینے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اس کو اپنا دوست سمجھے اور اس سے نیکی کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی مدت میں وہ ظاہراً بھی دوست بن جائے گا۔

طریقت نمبر ۱۶: طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ کھانا تب کھائے جب کہ اسے خوب بھوک لگے اور سوئے تب جب کہ اسے نیند آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر انبیاء کرام کے ارشادات اور اہل اللہ کے تذکرے کے علاوہ زبان کو ہمیشہ بند رکھے۔

طریقت نمبر ۱۷: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرے۔ اپنے نفس کی بات نہ مانے اور اس کے فریب اور دھوکوں سے بچنے کی خوب کوشش کرے۔

طریقت نمبر ۱۸: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ اپنی عبادت اور نیکی کی تعریف نہ کرے اور یوں نہ کہے کہ میں بڑا عابد اور ولی اللہ ہوں۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو حقیر اور گنہگار سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۹: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ کرامتوں کا خواہشمند نہ ہو جائے۔ اگر کوئی کرامت اس سے ظاہر ہو جائے تو اس کو چھپائے اور پوشیدہ کرے۔ اگر لوگ اسے کہیں کہ تجھ سے فلاں کرامت ظاہر ہوئی ہے تو اس کا انکار کرے اور کہے کہ تم نے سمجھا نہیں ہے وہ کرامت میری نہیں ہے۔ میں تو ایک ادنیٰ اور گنہگار بندہ ہوں۔ اور طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ ہر وقت شیطان کے مکر اور حیلوں سے بچنے کی انتہائی کوشش کرے۔ شیطان انسان کا بہت ہی بڑا دشمن ہے۔

طریقت نمبر ۲۰: طالبِ مولیٰ کو لازم ہے کہ اپنی بزرگی و عزت فقراء کی صحبت میں سمجھے۔ اغیار اور دولتمندوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔

طریقت نمبر ۲۱: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور موت کی یادگیری کو لازم کرے کہ یہ دونوں نجات و کامیابی کے بہت ہی اعلیٰ ذریعے ہیں۔

طریقت نمبر ۲۲: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے علمِ دین سے فائدہ اٹھائے بے علم اور جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔

طریقت نمبر ۲۳: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ شہوت کی نظر سے کسی بھی انسان کی طرف نہ دیکھے کیونکہ یہ نظر دل کو سیاہ کر دیتی ہے۔

طریقت نمبر ۲۴: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ وہ جس بھی مجلس یا مجمع میں ہو تو اپنے آپ کو ان سب سے حقیر اور ناقص سمجھے۔

طریقت نمبر ۲۵: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ خوش خلقی، بردباری، صبر اور تواضع کی عادت ڈالے کیونکہ یہ بہترین عادتیں ہیں۔

طریقت نمبر ۲۶: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ ہمیشہ حلال روزی کھائے اور جھوٹ کبھی نہ بولے۔

طریقت نمبر ۲۷: طالبِ مولیٰ کو لازم ہے کہ وہ اپنی مسکینی پر راضی رہے بلکہ اس پر فخر کرے اور اپنی تنگدستی و تکلیفی کو کسی پر ظاہر نہ کرے اگرچہ وہ اس کا مخلص دوست ہی ہو۔

طریقت نمبر ۲۸: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ وہ اپنے دل کو دشمنی، کینہ، حسد اور بدگمانی سے پاک اور صاف رکھے کیونکہ یہ چیزیں دل کو سیاہ اور کالا کر دیتی ہیں، اور تمام مسلمانوں کی ترقی، کامیابی اور خوشی پر خوش ہو، کسی کی ترقی پر غمگین نہ ہو، نہ کسی کی نعمت کا زوال چاہے۔

طریقت نمبر ۲۹: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھے تو اس کی خوب حفاظت کرے اور اس میں خیانت ہرگز نہ کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے۔

طریقت نمبر ۳۰: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ کسی بھی آدمی کی عیب جوئی ہرگز نہ کرے اور جس کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے اور اس پر مت ہنسے اور اس پر مذاق نہ اڑائے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس شخص کو اس کی موت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ضرور اس عیب میں مبتلا کروں گا اور لوگوں کو اس پر ہنساؤں گا۔ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ آمین ثم آمین۔

محبت واخوت قائم رکھنا اور حسد سے بچنا

سالکین پر لازم ہے کہ وہ اپنے درمیان محبت اور بھائی چارہ رکھیں اور اپنے آپ کو حسد و بغض جیسی بیماریوں سے بچا کے رکھیں۔

مثلاً اگر، خدانخواستہ، مرید کے ظاہر یا باطن میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ حسد یا بد ظنی پیدا ہو جائے تو یہ مرید کے لئے نقصان دہ ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کماتاکل النار الحطب۔"[266]

ترجمہ: "حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔"

حسد ایک جامع نام ہے جو تمام خباثتوں کے لئے جامع ہے۔ تمام گناہ، نفس و شیطان کی متابعت اس حسد میں جمع ہے۔ یہ جڑ ہے اور باقی تمام گناہ اس کی شاخیں ہیں۔ بس نام الگ الگ ہیں اور یہ تمام باطنی امراض ہیں۔ انسان کی روح اور دل پر حجابات اور تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں، ان باطنی تاریکیوں کا ظہور انسان پر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اقوال وافعال۔ اور یہ حسد ان تمام کی جڑ ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ تکبر، غرور، انانیت، نفسانیت یعنی نفس پرستی، کینہ، حسد، ضدیت، عداوت، بدگمانی، تخفیف، نفرت، بغض، بداخلاقی، بدنیتی، قہر، غصہ، فحش گوئی، نافرمانی وغیرہ۔ حسد انسان کے دل میں بدیقینی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

جب ابلیس نے عرش پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ" لکھا دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام مبارک پر اس ظالم کو یہ یقین نہ آیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور محبوبِ خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عالم کے ظہور کے لئے منشاء ہیں بلکہ شیطان کے دل

---

[266] (ابو داؤد و تفسیر کبیر تحت الآیة ۱۰۹، سورۃ البقرہ، ص ۲۳۶ ج ۳)

میں بدیقینی پیدا ہوئی اور اس وجہ سے اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس حسد کی وجہ سے شیطان کے دل پر کالا داغ (دھبہ) بن گیا کیونکہ اس نے یقین محکم سے اور حقیقی نظر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک کی طرف نہ دیکھا تو اس خباثت کے اثر سے اس کے دل پر حسد کا حجاب چھا گیا۔ اگرچہ ظاہراً عبادت کرتا تھا اور عبادت کی تھی۔ فرشتوں کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو علم تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں جلوہ گر فرمایا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور سے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہراً حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں وہ حقیقی نور مبارک دیکھا اور بغیر کسی مصلحت کے سجدے میں گر گئے اور حکمِ خداوندی میں ذرہ برابر تامل نہ کیا۔ یعنی سستی نہ کی اور ابلیس ملعون کے دل پر حسد کا پردہ پڑا ہوا تھا بوجہ بدگمانی اور بدیقینی کے۔ تو اس ملعون نے نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھا یعنی حق نہ دیکھا اور اندھا ہو گیا تو حکمِ خداوندی کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرتا۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو مٹی، کیچڑ اور انتہائی پستی میں سمجھا اور اپنے آپ کو بہتر دیکھا۔ یعنی اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بلند واعلیٰ سمجھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جانا اور یہ بات اس لعین کی زبان پر بھی آئی اور اپنی بلندی اور حضرت آدم علیہ السلام کی پستی بیان کی۔ ان کی مذمت کی اور اپنی مدح سرائی کی۔ تو فرشتوں کو معلوم ہوا کہ یہ وہی ملعون، نافرمان، حاسد اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں ایک ملعون ہو گا۔ اس وقت تک یہ ظالم یہ تمیز بھی نہ کر سکا کہ میرے دل پر ایک تاریکیوں کا حجاب پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں لعنتی ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بنوں گا۔

لیکن کیا اس پر یہ ظاہر ہوا؟ ہاں اس وقت جب اس نے سجدہ نہ کیا۔ اور لعنتی ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑ کا تو اسے معلوم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرمانبر دار دوستوں کا دشمن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور ساری مخلوق میری دشمن ہے۔ (نعوذ باللہ) اس وقت اس ملعون نے یہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی کہ میں قیامت تک اس کے دوستوں کو لعنتی اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بناؤں گا۔ اور اسی طرح مخلوق (انسانوں) کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان بناؤں گا۔ حقیقت میں یہ تمام مخلوق کا دشمن ہے اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دشمن بناتا ہے۔

کسی عقلمند نے کہا ہے کہ حکیم وہی ہے جس پر گزری ہو (تجربہ ہو) یعنی مرض کا علاج وہی شخص جانتا ہے جس پر خود مرض آیا ہو۔ تو انسان کو اس مرض حقیقی سے خبر نہیں جیسا کہ شیطان کو شروع میں خبر نہ تھی۔ لیکن جب شیطان کو خبر ہوئی اور یہ مرض اس پر آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اصلی ہلاکت کے لئے بھی یہی مرض کافی ہے اور یہ مرض بھی خاص ایک چیز سے بنا ہے۔ اور یہ تمام گناہوں کے امراض کا مجموعہ ہے۔ کہ اس کے ذریعے گزشتہ تمام نیکیاں تباہ وبرباد ہو گئیں۔ جیسا کہ میری نو لاکھ سال کی عبادت برباد ہو گئی اور آئندہ کے لئے بھی کوئی نیکی قبول نہ ہو گی۔ جیسا کہ مجھے ہمیشہ کیلئے نیکی کرنے سے اور نیکی کی قبولیت سے اور اپنی رحمت سے محروم فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ تو شیطان نے سوال کیا کہ یا اللہ تو نے مجھے ملعون اور دشمن بنایا مگر میرا ایک سوال قبول فرما تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تو شیطان نے کہا مجھے انسان کے بدن میں خون جیسی چلن عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ سوال قبول فرمایا تو اسی دن سے شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح چلتا رہتا ہے اور اپنا مقصد پورا کرتا ہے اور انسان کو ایسے مرض میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جس میں خود مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جو بد یقینی اور حسد ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے

ساتھ کرتا ہے۔ جس سے انسان کے دل پر ایک داغ اور حسد کا پردہ پڑتا ہے۔ خدانخواستہ جب حسد اور بدیقینی کا پردہ شیطان کے وسوسوں سے انسان کے دل پر آتا ہے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے دوستوں، محبوبوں، بزرگوں، مومنین کاملین، متقیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ یہ بزرگ ہستیاں ان حاسدوں کو اپنے آپ سے بھی ذلیل نظر آتی ہیں۔ اور خود کو ان سے اونچا جانتا ہے۔ تو جب انسان کے دل پر یہ حجاب آتا ہے اور نفاق کا یہ کالا داغ بن جاتا ہے تو اس کے جسم میں یہ روحانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو تکبر، غرور، انانیت، نفس کی پیروی کرنا کہتے ہیں۔ یعنی اپنی رائے کو اپنے نفس پر ربّ کی رضا سے اچھا جاننا۔ اسی طرح بدنیتی، کینہ، بغض، ضدیت، عداوت، مخالفت اور اس آزادی پر خوش ہونا جس کو اس کا نفس اچھا جانتا ہے۔ اسی طرح قہر، غصہ، فحش گوئی، کمینہ پن، بے ادبی علی ہذاالقیاس تمام بداخلاقیاں، اخلاقِ رزیلہ، مؤمنوں کو تکلیف دینا، چغلی، غیبت دوسروں کی مذمت بیان کرنا، مسلمانوں کو دھوکہ دینا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، گالی دینا، منافقت کرنا (رو بروایک جیسا ہونا پس پشت دوسرا رخ اختیار کرنا)۔ ان تمام کو اخلاق رزیلہ کہتے ہیں۔ یہ تمام اسی حسد کی شاخیں ہیں۔ اور یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے یہ تمام شاخیں اسی جڑ سے انسان کے بدن میں پھیل گئیں۔ جس کی بنیاد ابلیس ملعون کی طرف سے آئی۔ وہ خود بھی اسی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اگر انسان میں یہ تمام امراض ہوں تو وہ پورا شیطان ہے۔ اور اگر صرف حسد اور ضدیت کا پردہ انسان کے دل پر آئے اور اس نے اس پردہ کو چاک نہ کیا اور پردہ باقی رہا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام نیکیاں تباہ وبرباد ہو جائیں اور آئندہ کے لئے اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اس سے نہ ہو سکے گی اور نہ قبول ہو گی۔ بلکہ یہ انسان بھی ابلیس کا نائب بن جائے گا۔ (نعوذباللہ)

اے مسلمانو! اگر تم ان زہریلی شاخوں کو کاٹنا چاہتے ہو اور نکالنا چاہتے ہو اپنے وجود کی ملکیت سے تاکہ دوبارہ نہ اُگیں۔ اور وجود کی ملکیت اس سے صاف ہو جائے تو دل سے حسد کے اس داغ اور بدیقینی کو نکال دو تاکہ اس حقیقی نور کو اولیاء اللہ اور کاملانِ امت کے شیشے میں دیکھ لو۔ اور اسم ذات اور نفی اثبات کا یہ سبق ان بزرگوں سے صدق واخلاص سے قبول کر لو جو حقیقت کی آری ہے تاکہ اخلاق رزیلہ اور بدیقینی کو ان آریوں سے کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دو۔ اور حقیقت کے جھاڑو سے اپنے دل کے شیشے کو صاف کر لو تاکہ شیشے کی طرح صاف وشفاف ہو جائے اور نفاق کا کوئی گرد وغبار باقی نہ رہے۔ اس سے تم اپنے سینے میں اولیاء کے شیشے سے اپنے دل میں وہ حقیقی نور (سورج) دیکھ لو گے جو نور ان اولیاء اللہ کے سینوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی شیشے سے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

جب تمہارا سینہ اس نور سے منور ہو جائے تو اس کے بعد تم حق اور باطل میں تمیز کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طالب ہو جاؤ گے اور تمہاری روح اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہو جائے گی اس کی مثال یہ ہے کہ اندھیری رات میں جب ایک شخص ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے تو صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ کمرہ ہے اور مٹی یا سیمنٹ کا بنا ہوا ہے بلکہ اس میں بھی تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے مگر یہ صرف وہم ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک مشعل اس کمرے میں روشن ہوتی ہے تو پورے کمرے کی پہچان اس کی بناوٹ اس کی الگ الگ چیزیں اچھی بری چیز، نفع اور ضرر، آرام وبے آرامی اور سہولت کی تمام اشیاء کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے مقصد اور فائدہ دینے والی آرام دہ اشیاء جو اس کے لئے ضروری ہوں اس سے کام لیتا ہے۔

اس طرح اے انسانو، تمہاری مثال اندھیری رات میں اس اندھیرے کمرے کی ہے اور تمہاری روح جو ایک حقیقی نور ہے وہ بھی اس تاریک پردے جیسی ہے۔ تم صرف اتنا جانتے ہو کہ میرا بدن گوشت، ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے تم اپنے وجود معنوی کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ اور تم وہ اشیاء بھی نہیں جانتے جو تمہارے وجود کے گھر میں ہیں جو تمہاری ذلت وترقی، خیر وشر، فائدہ ونقصان، نفع وضرر، سہولت وآرام کے لئے ہیں۔ اور یہ آبِ حیات کا چشمہ ہے تو اگر تم اس یقین وہمت کی روشنی کو اپنے دل میں لانا چاہتے ہو تو اس اندھیرے کا غبار تمہارے دل سے ختم ہو جائے گا۔ اور حقیقی نور کو روح کی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور تمہارے دل میں یعنی باطن میں حقیقت کا وہ سورج روشن و متجلی ہو جائے گا۔ جس کے ذریعے تم اپنے وجود کے کمرے میں وہ اشیاء دیکھ لوگے جو ذکر ہو چکی ہیں اور خود کو بھی پہچان لوگے اور اس کے بعد اپنے حقیقی مالک کو بھی پہچان لوگے اس لئے فرمایا: **من عرف نفسه فقدعرف ربه**۔ یعنی "جس نے نفس (انسان کامل) کو پہچان لیا تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔"

پیارے! یہ محبت اچھی نیت اور اولیاء اللہ کے ساتھ اچھے یقین کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ ان کے ذریعے سب سے پہلے حسد کا خیال اور بدعقیدگی دل سے نکلتی ہے اور اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور عداوت کے بجائے تعلق اور محبت اور رابطہ پیدا ہو جاتا ہے۔

خدانخواستہ اگر یہ حسد، ضدیت انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اولیاء کرام کے لئے پیدا ہو جائے اور ان کو بدنظر سے دیکھے تو اسی طرح بن جائے گا جس طرح ابلیس اور اللہ تعالیٰ کا دشمن اور ملعون بن جائے گا۔

اس لئے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"من عادلی ولیافقداذنته بالحرب"۔

(۲) جس نے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا دوست نہ جانا اور اپنے آپ سے بہتر نہ جانا اور ان کے ساتھ حسد کیا تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا جائز جانا۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فقد استحل محاربتی"۔

یعنی تحقیق اس نے میرے ساتھ جنگ کرنا حلال جانا۔

تو جب اس نے جنگ کرنا حلال جانا تو میرے ساتھ جنگ کے لئے تیار رہے کیونکہ میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں ("فقد اذنتہ بالحرب") تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں، اولیاء پر غیرت فرماتا ہے۔ اور جو ان اولیاء اللہ کا مخالف ہوتا ہے اور ان کے ساتھ حسد کرتا ہے اور اپنے آپ سے کم تر جانتا ہے اور ان کی متابعت کو حق اور صحیح نہیں جانتا اور اپنی رائے ان کی اپنی طبیعت کے مناسب بہتر معلوم ہوتی ہے تو اس کی تمام نیکیاں اور آئندہ کی نیکیاں نیست و نابود فرماتا ہے۔

اور دولت ایمانی سے محروم فرما دیتا ہے۔ یعنی ایمان واپس لے لیتا ہے۔ اور کافر، لعنتی اور ہمیشہ کے لئے دوزخی بناتا ہے۔ جس طرح ابلیس کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جنگ کرنا ہے۔

اے مسلمانوں! سمجھو کہ حسد، بدگمانی، توہینِ اولیاء یہ شیطان ابلیس کی بنیادی خصلت ہے۔ یعنی یہ اپنے وجود میں اسی بنیاد کو قائم کرنا ہے۔ یہ تمام مذکورہ باتیں حسد کی بنیاد ہیں۔ اور ان تمام کی اصل بے محبتی ہے کیونکہ اگر ابلیس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو حقیقی محبت کی نظر سے دیکھتا اور اس بات پر ناراض نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی اسم گرامی اپنے اسم مبارک کے ساتھ لکھا ہے۔ یعنی یہ کلمہ کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ" جو عرش بالا پر لکھا ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ تھی۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کو کسی سے سچی محبت ہوتی ہے تو اس محبوب کا ہر قول و فعل بھی محبوب ہوتا ہے بلکہ محبوب کے وطن، گلی کوچے بلکہ ان کے کتے سے بھی محبت ہوتی ہے تو جب اپنے محبوب کے تمام متعلقین سے محبت ہوتی ہے تو کامیابی، رضا، دوستی اور مقصد کی طرف پہنچنے کے تمام راستے اور اللہ کے انعام واکرام کے راستے بھی کھلتے ہیں۔ اور یہی تمام راستے اخلاق رزیلہ کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مجنوں کو لیلیٰ سے محبت تھی جس کی وجہ سے وہ خبیث پلید کتے کو بھی ایسے چومتا تھا گویا کہ لیلیٰ کی ذات ہو، یعنی وہ خبیث پلید اور نجس کتا بھی مجنوں کی نظر میں حقیر نہ تھا تو اگر لیلیٰ کا کوئی قول و فعل ہوتا تو اس کے ساتھ مجنوں کو کتے سے بھی زیادہ محبت ہوتی اگرچہ مجنوں کے بدن کا خون ہوتا تو وہ بھی لیلیٰ کے فرمان سے مجنوں کو قبول ہوتا۔ جیسے کہ ایک دن مجنوں جنگل وبیابان میں تھا تو لیلیٰ نے مجنوں کے لئے دودھ مقرر کیا جسے کنیز لے جاتی۔ جب کنیز دودھ لے کر بیابان گئی تو راستے میں ایک چرواہا ملا کنیز نے مجنوں کے بارے میں پوچھا تو دودھ کی وجہ سے چرواہے نے کہا کہ میں مجنوں ہوں۔ اسی بہانے کنیز سے دودھ پی لیا۔ چند دن ایسا ہی معاملہ رہا۔ ایک دن لیلیٰ نے کنیز سے پوچھا کہ مجنوں میرے بارے میں کچھ کہتا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ کچھ نہیں کہتا مگر جب دودھ پیتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ تو لیلیٰ کو کچھ شک سا ہوا کہ یہ تو مجنوں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کا امتحان لینا چاہیئے۔ تو ایک دن لیلیٰ نے دودھ کے ساتھ کنیز کو چھری بھی دی اور کہا کہ مجنوں سے کہو کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے۔ جب کنیز دودھ لے کر جنگل میں آئی اور چرواہے نے دودھ پی لیا تو کنیز نے کہا کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے اور چھری نکالی تو چرواہے نے کہا کہ میں خون دینے والا نہیں ہوں۔ خون دینے والا مجنوں دوسرا ہے میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں۔

اس کو جنگل میں تلاش کرو اور فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس حکمِ لیلیٰ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوا کیونکہ اس کی محبت صرف اپنے نفس سے تھی نہ کہ لیلیٰ سے۔ تو کنیز مجبور ہو کر جنگل کی طرف گئی تو مجنوں کو دیکھا کہ لیلیٰ کے غمِ محبت میں غمگین و پریشان تھا جب اس نے دیکھا تو اس کی طرف گئی اور پوچھا کہ مجنوں کہاں ہے؟ مجنوں نے کہا کہ کیا خدمت ہے اور کیا فرمان لائی ہے؟ کنیز نے کہا مجھے لیلیٰ نے بھیجا ہے اور چھری دی ہے کہ مجنوں سے خون لاؤ۔ تو مجنوں نے انتہائی محبت اور قربان ہونے کی نیت سے فوراً چھری لے لی اور کہا کہ کس عضو (اندام) کا خون مانگا ہے؟ تو کنیز نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں مگر خون مانگا ہے تو مجنوں نے اپنے بدن کے تمام اعضاء سے خون نکالا۔ یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ اور یہاں تک خون نکالتا رہا کہ بے ہوش ہو گیا۔ تب کنیز نے اس کے ہاتھ سے چھری لے لی۔

یہ اس کی محبت تھی کہ یہ ناجائز، نامناسب کام جو محبوب کا فرمان تھا سر آنکھوں پر قبول تھا۔ کیونکہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ کوئی اس طرح کا کام کرے۔ کیونکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن محبت کی ہمت ایک ایسی بے نظیر دولت، انعام اور وسیلہ ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان کبھی مخالفت نہیں آتی بلکہ ہر وہ حجاب (پردہ) اگرچہ کہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو جب عاشق و معشوق کے درمیان نافرمانی اور بے محبتی کا آتا ہے تو ان تمام حجابات کو عشق و محبت کے تیغ (تلوار) سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور عاشقِ محب اپنے محبوب و معشوق کے جائز و ناجائز کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ محبوب کا ہر جائز و ناجائز، حق و باطل سب کچھ اپنے محبوب کی طرف سے اپنے اوپر فرضِ عین جانتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دوست کے سامنے اپنا آپ قربان کرنا بھی صحیح اور حق جانتا ہے۔ تو اگر ابلیس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی کیوں پسند نہ آتا؟ بلکہ اسم گرامی کو سر آنکھوں پر قبول کرتا اور انتہائی محبت ہوتی۔ کیونکہ ایک مجازی عاشق محبت میں ایسا

صادق ہوتا ہے کہ اپنے آپ سے بھی بے پرواہ ہوتا ہے اور مجازی معشوق کی تمام اشیاء میں اسے اپنے محبوب کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اور محبوب کی ہر وہ شے جو اگرچہ اس کے لئے ہلاکت کا سبب ہو مگر اس کو ایسی محبوب ہوتی ہے جیسا کہ معشوق کی ذات، جیسا فرہاد (عاشق) نے شیرین (معشوق) کی محبت میں پہاڑ میں سرنگ نکالی۔ یہاں تک کہ محبت کے جذبے میں اپنا سر دو حصے کر دیا اور جان دے دی۔ یہ مجازی عاشق تھے جو بہت گزرے ہیں۔

ایک پتنگا (پروانہ) جو ایک ادنیٰ اُڑنے والا کیڑا ہے شمع کی محبت اس کے دل پر ایسی نقش ہوتی ہے کہ اپنی ہلاکت سے بے پرواہ ہو کر شمع پر قربان ہوتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنا خیال کر کے خود کو بچا لے۔

معلوم ہوا کہ عاشق، محبت کرنے والا جب صادق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کی کوئی چیز بھی اس کی نظر میں معیوب نہیں ہوتی۔ بلکہ معیوب چیزیں بھی بے عیب اور قبول ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ معشوق کی محبت اور متابعت میں اپنا وجود قربان کرنا بھی اسے صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام اپنے جسم مبارک سے گرے ہوئے کیڑے دوبارہ زخم میں رکھتے تھے تو یہ صرف ان کے دل میں محبت خداوندی تھی کہ یہ مرض منجانب اللہ میرے جسم پر مسلط ہوا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب یہ کیڑے میرے بدن پر مسلط ہوئے ہیں تو مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے اور میں اس کی یہ قدر کروں گا کہ یہ گرے ہوئے کیڑے واپس اپنے جسم میں رکھوں گا تا کہ مولا راضی ہو جائے اور ناراض نہ ہو۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کیڑوں کو یہ دعوت دینا کہ اپنے جسم میں واپس رکھوں فرض ہے۔

یہ کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انسان کیڑے لے کر ان کو اپنا بدن کھلائے لیکن حقیقت مجاز کے در پردہ ہے اور یہ عشق کے بے پایاں دریا سے ظہور میں آیا اور معلوم ہوا کہ محبت اسی کو کہتے ہیں کیونکہ ابلیس کے فریب نے حضرت ایوب علیہ السلام پر کچھ اثر نہ کیا جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس محبت کا وسیلہ اور محبت کا جوہر تھا۔

اسی طرح نمرودیوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ علیہ السلام نے نہ کسی سے سوال کیا اور نہ کسی کی مدد سے اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ یہ صرف اور صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت اور عشق تھا جو کسی کو معلوم نہ تھا تو اس بات اور اس سخت ترین امتحان سے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ عاشق اپنے محبوب خداوند تعالیٰ کی رضا پر آگ میں بھی کود جانا چاہتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فکر اور تصور تھا کہ اگر میں آگ میں جارہا ہوں تو میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہوں اور یہ آگ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور امتحان بھی من جانب اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کچھ مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ میرے جلائے جانے سے خوش ہے تو مجھے منظور ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وجود کے آگ میں جلنے کو عیب نہ جانا اور قبول کیا تو جب نمرودیوں نے آگ میں ڈال دیا تو آگ گلزار بن گئی اور سب پر وہ محبت ظاہر ہو گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھی۔ معلوم ہوا کہ عشق کا سبق عاشقوں سے سیکھا جاتا ہے اور یہ عطائے الٰہی ہے۔ اگر بغیر جوہر محبت سے صرف علم ظاہری کے ذریعے حسد بے محبتی اور کینہ کے حجابات چاک ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف معرفت حاصل ہو سکتی تو ابلیس کے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" دیکھنے سے دل پر حسد کا اندھیرا نہ آتا بلکہ اگر تھوڑی سی بھی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتی

لیکن جب محبت نہ تھی تو محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام مبارک دیکھنے سے کینہ اور حسد پیدا ہو گیا، یہ بے محبتی کا اثر ہے کہ ابلیس کی نظر میں بے عیب اور معصوم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (نعوذباللہ) معیوب نظر آئے تو معلوم ہوا کہ بے محبتی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

اس کے بعد جب آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو یہ بھی شیطان کو ایک عیب نظر آیا۔ اگر شیطان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کا جوہر ہوتا تو محبوبانِ خدا اسے معیوب کیوں نظر آتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کیوں نہ مانتا؟ اگرچہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص محبت نہ تھی اور دل میں عشق و محبت کے جذبات نہ تھے تو وہ ساری عبادت اللہ تعالیٰ نے رد فرمادی اور آخری انجام بہت خراب ظاہر ہوا۔ تو محبت ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کو ہر طرح سے تابعدار اور غلام بناتا ہے۔ جیسا کہ اصحابِ کہف کے کتے کی ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کی تابعداری کی تو بغیر عمل کے جنت میں جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عاشق محب کو اپنے محبوب کا کوئی بھی قول و فعل اگرچہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو معیوب نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کی تابعداری، فرمانبرداری اور اس کی خوشی میں اپنا آپ قربان کرنا، آگ میں ڈالنا بھی صحیح اور حق نظر آتا ہے اور سر آنکھوں پر قبول کرتا ہے۔

ایک عارف سالک نے فرمایا (ترجمہ):

اگر تو محبت کی کیمیا سے باخبر ہو جائے   تو اس کے پیچھے آسیا تک سرگرداں ہو جائے

اگر دماغ اس پھول سے معطر ہو جائے   تو بلبل کی طرح ہر وقت بولنا شروع ہو جائے

اگر محبت کا تیر دل میں پیوست نہ ہو   تو اس دنیا سے نامراد چلا جائے

اخلاص کی کشتی میں بیٹھ اے پیارے   کہ صحیح و سالم اس دریا سے پار ہو جائے

جب تک مجنوں کی طرح دل کا متاع نہ دے — تو لیلیٰ کا واصل کبھی نہ ہو پائے
مقابلے کے میدان میں آ جاۓ ناز پرور — کہ اپنے جاناں کے ساتھ واصل ہو جائے
ٹیڑھی دستارِ قلندری سر پر رکھ دے — ایسا نہ ہو کہ ریا کے جبہ میں مبتلا ہو جائے
ساقی کے ہاتھ سے جام اخلاص سے لے لے — فوراً رب کی رضا کا واصل ہو جائے یا نہ ہو جائے
محمد امین رب کے دربار میں دعا کرتا ہے — کہ محبت کے انگارے میں جل کر راکھ ہو جائے

عاشق صادق فرماتے ہیں:

مکتب حال دَ مذہب دائی — عشق سیوا دے لہ مذہبہ

ترجمہ: عشق ایسا علم نہیں کہ مکتب سے حاصل ہو جائے۔

مکتب حالِ مذہب بیاں کرتا ہے — عشق مذہب سے بڑھ کر ہے

پیارے! عاشقوں کا مذہب ایک دریا بے پایاں ہے۔ تو جب تک دریا کی تہہ تک غوطہ لگانا نہ جانتا ہو تو یہ ظاہری تیراکی یاقوت و مرجان نکالنے کیلئے کافی نہیں ہے جو بہت گہرائی میں ہیں۔ اسی لئے ظاہری عقلاء ظاہری معلومات کی وجہ سے ان جواہرات سے محروم ہیں، کہ ان کے دل میں محبت کی روشنی نہیں ہے۔ کہ اندھیروں سے آبِ حیات کے چشمے تک چلے جائیں اور دائمی زندگی کی دولت حاصل کر لیں۔ اسی لئے وہ صرف ظاہر دیکھتے ہیں اور باطن سے منکر ہیں۔ اور اپنی نظر میں اولیاء اور محبوبانِ خدا کے کلام کو معیوب، مخالف، بے مقصود، لادینی، بے فائدہ سمجھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کے حقیقی انعامات اور رحمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کی اقتداء بھی شیطان کے پیچھے چلنے کے برابر ہے۔

پیارے! اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے "سَیِّدُ الْاَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ" (سب سے اچھا عمل اللہ تعالیٰ کیلئے کسی سے محبت کرنا ہے)۔ معلوم ہوا کہ محب عاشق کو اپنے محبوب کی ہر ادا، قول و فعل اگرچہ مخلوق کی نظر میں شرعاً ناجائز بھی ہو، عاشق کو صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ اس لئے حسد کے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ اس کے بعد کبھی بھی حسد، اخلاقِ رزیلہ اپنے دوست کے بارے میں ظاہر یا باطن میں کوئی مخالفت ان کے دل میں باقی نہیں رہتی۔ اور دل میں معرفت کے نور کا چشمہ ابدی زندگی کیلئے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعے موجود حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے وصل (قرب) کے قابل بن جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ محبت ایک عجیب کیمیا ہے جس کے سامنے کوئی عیب نہیں آتا بلکہ حق اور ناحق سب حق ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مخلوق کی نظر میں ناحق اور ناجائز سب اس کی نظر میں جائز ہو جاتا ہے اور بے محبتی نجاست اور اندھیروں کی ایک ایسی جڑ ہے کہ اس کے ذریعے انسان کے دل میں فوراً حسد کی نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ایسی زہریلی گندگی پیدا ہو جاتی ہے کہ لاکھوں سال کی گزشتہ عبادات اور آئندہ کیلئے عبادات کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ جیسے کہ کنویں میں زیادہ پانی ہونے کے باوجود جب اس میں گندگی گرتی ہے اور چند دن بعد اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کی طہارت سے کی گئی گزشتہ اور آئندہ کی سب عبادات غیر مقبول ہو جاتی ہیں جیسا کہ ابلیس کی بے محبتی کی وجہ سے حسد کی نجاست اور تکبر اس کے دل میں آ گئی جو سجدے سے انکار کے ذریعے ظاہر ہو گئی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اس شیطان کی گزشتہ تمام عبادات بھی غیر مقبول اور مردود ہو گئیں اور آئندہ کیلئے بھی قبول نہیں ہوں گی کیونکہ حسد کی نجاست اس کے دل میں رہ گئی اور اس نے دور نہ کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے اپنی محبت، اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، اولیاء اللہ کی محبت خصوصًا ہمارے مشائخ عظام کی محبت نصیب فرمائے۔ تاکہ ان کا کوئی بھی قول و فعل ہمیں معیوب نظر نہ آئے۔ اگرچہ کوئی ہمیں ان کے کام کو شرعًا عیب بتائے یا لوگوں کی نظروں میں عیب ہو لیکن ہمیں عیب نظر نہ آئے بلکہ حق اور صحیح نظر آئے۔

ظاہر میں عیب نظر آنا اور باطن میں حق اور صحیح نظر آنا یہ قرآن شریف میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ثابت ہے۔ تو یہ بھی وہی مسلک ہے تو خدانخواستہ اگر ہمیں بھی اپنے بزرگانِ دین یا اولیاء اللہ کے بعض امور ظاہری نظر میں عیب اور بے معنی نظر آئیں تو یہ بھی حسد کا ایک پردہ ہمارے دلوں پر بن جائے گا اور ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے تابع تھے تو ضرور بالضرور حضرت خضر علیہ السلام کی تابعداری میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر مانے جائیں گے۔

مجنوں کے دل میں لیلیٰ کے کتے کی کتنی قدر تھی، یہ لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے تھا ورنہ کتے میں وہ معنی نہیں تھے۔ یا اصحابِ کہف کے کتے میں تو وہ معنی نہیں جو انسان میں ہیں لیکن مجازی عاشق مجنوں کو لیلیٰ کی وجہ سے اس کا کتا بھی پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کو اصحابِ کہف کے مرتبہ کی وجہ سے ان کا کتا پیارا ہے اس وجہ سے کہ اس کتے کی ان اصحابِ کہف کے ساتھ محبت تھی اور کتے نے جب ان کی متابعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جنتی بنادیا۔

اسی لئے تو ایک عارف عاشق صادق شمس العارفین حضرت محترم باباجی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اے محبوب! تیری محبت کی خاطر میں تمہارے سارے گاؤں کی عزت کرتا ہوں"

پیارے! سب کو اسی طرح قیاس کر لو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے خلقِ عظیم نصیب فرمائے (آمین) اور اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنی رضا کیلئے بے نظیر محبت نصیب فرمائے خصوصًا اپنے مشائخ عظام کے ساتھ محبت نصیب فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کا ہر قول و فعل ان کا ہر دوست اور متعلق ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور تمام عیوب جو ہمیں ہماری ظاہری نظروں میں دکھائی دیتے ہیں یا ان کے دوستوں کے عیوب ہمیں حق اور صحیح نظر آجائیں اور ہمارے دل کے شیشے میں ان کے عیوب حق اور صحیح نظر آجائیں خدانخواستہ اگر کوئی قول و فعل یا ان کا کوئی دوست ہمارے دل کے شیشے میں معیوب نظر آجائے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے کہ ہم اس عیب سے نظریں ہٹالیں اور اس عیب کو عیب نہ جانیں بلکہ اپنے مشائخ عظام کا ہر قول و فعل ہر قسم کی متابعت اور ہر دوست جن کا ان کے ساتھ رابطہ ہو یا ہر وہ کام جو ان سے صادر ہوا ہو ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہم حکمت اور راز سے خالی نہ جانیں اور ان کے احباب تو کیا ان کے کتوں کو بھی اچھی اور اونچی نظر سے دیکھیں (آمین) اور ہم اپنی کامیابی کیلئے ان تمام کو اپنے اعلیٰ مقصد تک پہنچنے کیلئے کامل مکمل ذریعہ اچھی نیت اور صداقت سے جانیں تاکہ نجاست اور گندے پردے اور حسد کی تاریکیوں اور ہلاکت کے تمام ذریعوں سے بچ جائیں۔ اگرچہ کہ وہ ہمارے سروں پر پامال پر ہمارے مشائخ عظام کی طرف سے امتحان کے طور پر آجائیں تاکہ ہم اس میں پیچھے رہ نہ جائیں۔ بلکہ

اس کو بھی حکمت، کمال اور مقصود تک پہنچنے کا سبب اعلیٰ جانیں۔ جیسا کہ یہ سبق پروانے کے عشق اور مجنوں نے سکھایا۔

صاحبانِ طریقت اخلاق الٰہی سے متخلق (اخلاق پائے ہوئے) ہیں جیسا کہ فرمایا ہے:

''تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ'' تو اخلاق الٰہیہ کی یہ صفت ضرور صاحبان طریقت میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابلیس ملعون ہوا اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف مخالف نظر اس ملعون سے ظاہر ہو گئی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آ گئی اور یہ ابلیس کے لعنتی ہونے کا سبب بنا اسی طرح جب مسلمان ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت اور فرمانبرداروں کی مخالفت کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں جو عین اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ جس طرح والدین اپنی اولاد کی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت پر ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح صاحبانِ طریقت تمام کے تمام اس بات پر ناراض ہوتے ہیں اور ان کے دل مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب ان کی طریقت کا کوئی روحانی بچہ یعنی مرید اپنے پیر بھائی کی مخالفت کرتا ہے یا ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے ہیں یا ایک دوسرے کو بد نظری یا بد نسبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھتے ہیں یا محبت والفت نہیں کرتا اور اگر کسی کے دل میں پیر بھائی کے بارے میں تھوڑی سی بھی ناراضگی آئی ہو اور ایک دوسرے پر شک کرنے لگے اور اس سے کینہ و نفرت پیدا ہو جائے اور حال یہ ہے کہ پیر صاحب اس دوسرے سے ناراض نہ ہوں جس سے یہ نفرت کرتا ہے یا اس کے دل میں اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ یا ظاہراً ایسے خیالات پیدا ہو جائیں تو یہ بھی پیر صاحب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور یہ پیر صاحب اپنے

اس مرید کی اس بات سے ناراض ہو جائیں گے کیونکہ اس مرید سے جس سے دوسرا مرید نفرت کرتا ہے اگر پیر صاحب ناراض ہوتے تو ضرور یہ اس مرید کی کوئی خلاف شرع کام کرنے کی وجہ ہوتا تو اس حال میں اگر دوسرا مرید اپنے پیر بھائی سے حسد کرے تو یہ حسد کرنا حق اور جائز ہے۔ لیکن جب اس سے پیر صاحب خوش ہیں اور راضی ہیں اور یہ شخص (مرید) خلافِ شرع نہیں ہے اور نہ پیر صاحب کا نافرمان ہے تو اب اگر دوسرا پیر بھائی اس سے ناراض ہو کر حسد شروع کرے تو یہ ضرور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ اور بدنیتی اور عدم محبت ہے تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پیر صاحب سے حسد و دشمنی کرنا اور ان کی توہین کرنا اور ان سے ناراض ہونا ہے۔ کیونکہ اس بات سے صاحبانِ طریقت کو غیرت آتی ہے۔ دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور ناراض ہوتے ہیں اور یہی ناراضگی ان مریدوں کی ہلاکت کا ایسا سبب بنتی ہے کہ جیسا حال ابلیس کا ہوا کیونکہ یہ قاعدہ (طریقہ) کلیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کے محبوبوں پر بھی غیرت آتی ہے۔ محبوبوں کے محبوبوں کو محبوبوں کی وجہ سے معاف کرے گا۔ اور محبوبوں کے دشمنوں کو محبوبوں کی عزت و غیرت کی وجہ سے ہلاک وتباہ کرے گا کیونکہ اصحابِ کہف کے کتے کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنایا اور شیطان، ابوجہل وغیرہ دوستوں کے دشمنوں کو اور مخالفت کرنے والے کو لائقِ نار اور دوزخی بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنے پیر و مرشد کے وسیلے سے ان کی خاطر اپنے پیر بھائیوں بلکہ ان کے گلی کوچے کے کتوں پر بھی قربان ہو جائیں۔ جیسا کہ مجنوں کے قصے میں گزر چکا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

عن ابی امامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: من احب للّٰہ وأبغض للّٰہ وأعطی للّٰہ، ومنع للّٰہ، فقد استکمل الایمان۔[267]

یعنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے عداوت رکھی، اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دینے سے ہاتھ روک لیا، تو اس کا ایمان کامل ہوا۔"[268]

عن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: افضل الاعمال (وفی روایة: احب الاعمال) الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل (اور ایک روایت میں ہے کہ پسندیدہ ترین عمل) اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے دشمنی رکھنا ہے۔"[269]

معلوم ہوا کہ عام اہلِ ایمان سے محبت بھی تکمیلِ ایمان کے لئے ضروری ہے تو سالکینِ طریقت جو معرفتِ الٰہی کے راستے پر گامزن ہیں، ان کی آپس میں محبت بدرجۂ اولیٰ لازم و ضروری ہے تاکہ ایمان کی تکمیل کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی کی حقیقی چاشنی بھی نصیب ہو سکے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنا ہے کہ

---

[267] رواہ ابو داؤد و الحاکم، وقال الحاکم: ھذا حدیثٌ صحیحٌ۔

[268] (أخرج أبو داؤد فی السنن کتاب: السنة، باب: الدلیل علی زیدة الایمان و نقصانه، ۴/۲۲۰، الرقم: ۴۶۸۱، والحاکم فی المستدرک، ۲:۱۷۸، الرقم: ۲۶۹۴، والطبرانی فی المعجم الأوسط، ۹/۴۱، الرقم: ۹۰۸۳)

[269] (أخرجه أبو داؤد فی السنن، باب مجانبة اهل الاهواء وبغضهم، ۴/۱۹۸، الرقم: ۴۵۹۹، واحمد بن حنبل فی المسند، ۵/۱۴۶، الرقم: ۲۱۳۴۱، والبزار فی المسند، ۴/۱۴، الرقم: ۴۵۹۴، والدیلمی فی مسند الفردوس، ۱/۳۵۵، الرقم: ۱۴۲۹)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کیا: میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی، اور میرے لئے آپس میں ایک دوسرے سے نصیحت پکڑنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی اور میرے لئے آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت لازم ہو گئی، اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، انبیاء و صدیقین ان کے درجات پر رشک کریں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

ان من عباد اللہ لاناساً ماھم بانبیاء و لا شھداء یغبطھم الانبیاء و الشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابّوا بروح اللہ۔۔۔الخ

یعنی قیامت کے دن بعض لوگ ایسے ہونگے کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جب کہ وہ نہ انبیائے کرام علیہم السلام ہوں گے نہ شہداء، مگر انبیاء کرام اور شہداء بھی ان پر رشک فرمائیں گے، پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں فرمایا وہ آپس میں رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرنے والے ہونگے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال: النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ان من عباد اللہ لأناسا ماھم بأنبیاء و لا شھداء یغبطھم الأنبیاء و الشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ، قالوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک و آلک وسلم! تخبرنا من ھم؟ قال: ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر أرحام بینھم، و لا أموال یتعاطونھا، فو اللہ ان وجوھھم، لنور و انھم لعلی نور، لا یخافون اذا خاف الناس، و لا یحزنون اذا حزن الناس، وقرأ ھذہ الآیۃ۔{أَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ}۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جو نہ تو انبیاء علیہم السلام ہیں

اور نہ شہداء، قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان کے اللہ کی طرف سے عطا کردہ مقام پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی خاطر باہم محبت کرتے ہیں نہ کہ رشتہ داری اور مالی لین دین کی وجہ سے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے پُر نور ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہو گا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے، انہیں کوئی غم نہیں ہو گا، جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔“[270]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت واجب ہوگئی میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے۔“[271]

---

[270] (ابو داؤد، السنن، ۳:۲۸۸، رقم:۳۵۲۷، هناد، الزهد، ۱:۲۷۲، رقم:۴۷۵، بیهقی، شعب الایمان، ۶:۴۸۶، رقم:۸۹۹۸، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ۱:۵، میں یہ حدیث جید اسناد کے ساتھ روایت کی ھے)

[271] (اخرجه مالک فی موطأ ۹۵۳/۲، الرقم ۱۷۱، واسناده صحیح، وصححه ابن حبان فی الصحیح، ۳۳۵/۲، الرقم ۵۷۵، والحاکم فی المستدرک، ۱۸۶/۴، الرقم ۷۳۱۴، والبیهقی فی السنن الکبری، ۲۳۳/۱۰، صححه ووافقه الذهبی، وقال ابن عبدالبر: اسناده صحیح)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ارشادِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم قال و الذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا و لا تؤمنون حتی تحابوا أفلا ادلکم علی امر اذا فعلتموہ تحاببتم أفشوا السلام بینکم۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہ ہوگے یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اور تم ایمان نہیں لاسکتے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت پیدا ہو، تو آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے:

عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم قال ان سرکم أن یخرج الغل من صدورکم فافشوا السلام بینکم۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہیں پسند ہو کہ تمہارے دلوں سے نفرت و بغض و کینہ نکل جائے تو آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔"[272]

ایک حدیث پاک میں ہے: نبی اکرم سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام کیا تونے کبھی میری ذات کے لئے بھی کوئی عمل کیا ہے؟ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، تیرے لئے روزہ رکھا، تیرے لئے صدقہ کیا اور تیرا ہی ذکر کیا۔ رب ذوالجلال نے فرمایا کہ اے موسیٰ **ان الصلوۃ لک برھان، و الصوم لک جنۃ و الصدق**

---

[272] (احکام القرآن للجصاص، ج۵ ص ۱۶۵)

لک ظل و الذکر لک نور۔ نماز تیرے لئے برہان، روزہ تیرے لئے ڈھال، صدقہ تیرے لئے سایہ اور ذکر تیرے لئے نور ہو گا۔ تم بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کون سا عمل کیا ہے؟

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یااللہ مجھے وہ عمل بتایا جائے جو صرف تیرے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ، کیا تو نے کبھی میری ذات کے لئے کسی سے دوستی کی ہے یا کیا تو نے میری ذات کے لئے کسی سے دشمنی کی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال میں سے جو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے وہ ہے الحب فی اللہ و البغض للہ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دشمنی۔

تنبیہ:

حُب فی اللہ ایک کلی مشکک ہے جس کے انواع مختلف الدرجات والمراتب ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں جو فوائد بیان کئے گئے ہیں وہ اگرچہ عام مسلمانوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنے پر موعود ہیں۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ اہل اللہ کی محبت سے ایسے فوائد وبرکات حاصل ہوتے ہیں کہ جن کی تاثیر سے انسان کے قلب و روح میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور غفلت کی حیوانی زندگی، اللہ والی زندگی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ بات عام مسلمانوں کے ساتھ محبت للیہہ سے حاصل نہیں ہو سکتی جیساکہ نص قطعی میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ (التوبۃ ۱۱۹)

ترجمہ: اور سچوں کے ساتھ ہو۔

صادقین اور متقین کلی متساوی ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ: أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرة ۱۷۷)

پس اس محبت للہیہ کا نوع کامل اللہ والوں سے وہ محبت ہے جو ان حضرات سے صرف اصلاح نفس اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے، بالخصوص طالبین اور سالکین کو اہل حق (متبع شریعت و سنت) مرشدین سے جس درجہ شدید اور قوی محبت ہوتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اس مقالہ کا یہ عنوان تجویز کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرمائے، آمین!

انعام اول: اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطاء ہونا

ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔

وجبت محبتي للمتحابين في والمتجالسين في والمتزاورين في والمتباذلين في۔[273]

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، میری محبت ان کے لئے واجب ہو جاتی ہے۔

یہ وجوب احسانی اور تفضلی کہلاتا ہے۔ یعنی قانوناً اور ضابطہ سے حق تعالیٰ شانہ پر واجب نہیں صرف احساناً اور فضلاً واجب فرما لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ فی بمعنی لاجلی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اور جو آپس میں میری رضا کے لئے مجالست کرتے ہیں، باب تحابب فرمایا تاکہ محبت کا دونوں طرف سے ظہور ہونا ثابت ہو اور تجالس سے دونوں

[273] (مشکاۃ المصابیح، ص ۴۲۶)

طرف سے مجالست کا اہتمام ہو۔ یعنی شیخ اور طالب کا ہر دو طرف سے محبت اور مجالست کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدۡعُونَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدَاةِ وَالۡعَشِیِّ (الکھف ۲۸) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیخ کو چاہیئے کہ صبر کے ساتھ مجلس میں بہ اہتمام بیٹھ کر طالبین کی تربیت کرے اور اصلاح کی باتیں سنائے اور طالبین کو ذکر کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ یدعون ربھم سے ظاہر ہے تا کہ نور ذکر کی برکت سے انوار الٰہیہ بواسطہ مرشد کا انجذاب ہو سکے، نور نور کا جاذب ہوتا ہے۔ اور طالب کا اخلاص بھی شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو مراد بنائے۔ کشف و خواب اور خلافت یا دنیا کی طلب نہ رکھے جو کہ یریدون وجھه سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اخلاص اور اہتمام ذکر سے مرشد کا قلب خود بخود فیضان کا جام و مینا انڈیل دے گا جو کہ فلاتعدعینک عنھم سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں　　　آب ہم جوید بعالم تشنگاں

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے تلاش کرتے ہیں جہاں میں پانی کو تو پانی بھی جہاں میں اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے　　　دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

محبت کو مجالست سے قبل بیان فرمایا۔ کلام نبوت کی بلاغت ملاحظہ فرمایئے کہ اگر محبت نہ ہو تو مجالست بیکار ہے۔ قلب نہ ہو تو قالب لے کر کیا کریں گے۔ منافق یہی تو تھے جو قالب سے بیٹھتے تھے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اور قلوب سے غائب اور غیر حاضر ہوا کرتے تھے۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے:

آدمی آدمی سے ملتا ہے　　　دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

محبت قلب میں ہوتی ہے۔ محبت کو پہلے بیان فرما کر تعلیم فرمادی کہ اللہ والوں کی محبت قلب میں ہو پھر قالب کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھو، تو قلب مرشد سے قلوب حاضرہ کو حضور مع الحق کی دولت عطاء ہو جائے گی۔ اور محبت نہ ہونے سے قلب نہ ہو گا۔ یہ محبت عجیب مظروف ہے کہ ظرف دل اس سے قائم رہتا ہے۔

اور محبت کو مقدم بیان کرنے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ محبت ہی سے مجالست کی توفیق ہوتی ہے۔ "محبتک جاءت بی الیک" عاشق کہتا ہے کہ آپ کی محبت آپ تک مجھے لائی ہے۔ اور محبت عمل قلب ہے جو مخفی ہے، اس کے ثبوت کا ظہور مجالست سے ہو گا۔ صرف دعویٰ محبت کا ہو اور مجالست نہ ہو یعنی محبوب کے پاس آکر نہ بیٹھے تو وہ محبت محبت ہی نہیں ہے۔

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

تحابب کے بعد تجالس کا راز معلوم ہو گیا۔ الفاظ نبوت کے تقدم و تاخر کے اسرار و معانی اور بلاغت بتاتے ہیں کہ یہ مضمون درباری اور سرکاری ہیں۔ غیر مقرب بارگاہ سے ایسے علوم بھرے الفاظ صادر نہیں ہو سکتے۔

تو ندیدی گہے سلیماں را چہ شناسی زبانِ مرغاں را

تجالس کی نعمت کا اہتمام دونوں جانب سے ہو۔ باب تفاعل کے استعمال سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مرشدین و مشائخ بھی طالبین کو اپنے لئے نعمت سمجھیں۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پاس اللہ تعالیٰ کے لئے آنے والوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

متحابین اور متجالسین کے بعد متزاورین کو بیان فرمایا۔ اس میں تعلیم ہے کہ بالکل وہیں بیٹھ کر نہ رہ جاؤ، بلکہ آنا جانا رکھو۔ اگرچہ مرشد کے پاس جو حضوری حاصل ہوگی ویسی اس سے دوری میں نہ ہوگی۔ لیکن دائمی مجالست نہ رکھو اپنے گھر جاؤ۔ معاش حلال اور بال بچوں کے، ماں باپ کے حقوق بھی ادا کرو۔ حضور دوام کے لئے پیدا کرنا ہوتا تو ملائکہ بناتے۔ بال بچوں کے تعلقات میں کیوں مشغول کرتے اور اس زندگی کو سنت کے مطابق ہونے کے سبب اعلیٰ ترین بندگی کیوں قرار دیتے؟

اسی زندگی کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مجالست بارگاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کو بال بچوں کے ساتھ مشغولی میں نہ پا کر اپنے اوپر نفاق کا گمان کیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ہرگز نہیں یہ نفاق نہیں۔ **ساعۃً کذا و ساعۃ کذا۔** حضوری تام جو میرے پاس تمہیں ہوتی ہے کبھی یہ بھی تمہیں حاصل ہو تا کہ حقوق الٰہیہ ادا کرنے کی ایمانی کیفیت سے سرشار ہو اور کبھی اس میں ہم سے جدائی کے سبب کمی لاحق ہو تا کہ اپنے بال بچوں کے حقوق ادا کرو۔ ادائیگی حقوق خلق کو بھی ادائے حقوق خالق کا جزء اور تکملہ سمجھو۔ اباکا حق یہ بھی ہے کہ بھائیوں کا حق بھی ادا کرو۔ رب کا حق ادا کرتے ہوئے اس کی مخلوق کا حق بھی ادا کرو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا عجیب شرح اس کی فرمائی ہے:

ساعۃً کذا و ساعۃ کذا، ای ساعۃ فی الحضور تؤدون حقوق اللّٰہ و ساعۃ فی الفتور تؤدون حقوق نفسہ و اھلہ و عیالہ۔

ترجمہ: کبھی تو حضوری تام ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرو، اور کبھی حضوری میں کچھ کمی اور نزول ہو تا کہ اپنے نفس اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرو۔

المتزاورین کے بعد متباذلین فرمایا۔ کہ محبت کے تعلق قلبی کے ثبوت کا کبھی تجالس سے کبھی تزاور سے اور کبھی تبادل سے ظہور ہو۔ یعنی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

ایک حکایت بخیل کی

ایک بخیل تھا اس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا۔ سر پر اس کے روٹیوں کا ٹوکرا بھرا تھا اور وہ بخیل زار و قطار رو رہا تھا کہ ہائے میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ اپنے سر پر جو روٹیاں رکھے ہوئے ہے اس میں سے کھلا دے۔ اس نے کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو تو مفت کے ہیں۔ لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آنسو کا مفت سمجھنا نادانی ہے۔ آنسو دراصل جگر کا خون ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے۔

اشک خون است وز غم آبے شدہ است

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی مجالست اور ان کی زیارت اور ان کی خدمات مالیہ پر عمل کرنے سے جلد حق تعالیٰ کی محبت عطاء ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے اپنی محبت کا عطا فرمانا ایسے لوگوں کے لئے اپنے ذمہ واجب فرما رکھا ہے اور ہر دو جانب سے یہ اعمال صادر ہوں یک طرفہ محبت کافی نہیں ہے۔

تشریح از مرقاۃ المفاتیح

أي لا يحبه لغرض وعرض وعوض ولا يشوب محبته حظ دنيوي ولا أمر بشري بل محبته تكون خالصة لله تعالى فيكون متصفا بالحب في الله وداخلا في المتحابين لله۔

ترجمہ: ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ والی محبت کے لئے پانچ شرائط ہیں:

(۱) یہ محبت غرض نفسانی کے لئے نہ ہو (۲) مال کے لئے نہ ہو

(۳) کسی بدلے کی امید پر نہ ہو (۴) کسی طبعی تقاضہ پر نہ ہو

(۵) حظوظ دنیوی مقصود نہ ہوں۔

ان صفات خمسہ والے محبت للہی اور متحابین فی اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔[274]

انعام ثانی: حلاوت ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوت ایمانی عطاء ہوتی ہے۔

حدیث: من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، ومن أحب عبدا لا يحبه إلا لله، ومن يكره أن يعود في الكفر بعد إذ أنقذه الله، كما يكره أن يلقى في النار۔ (متفق عليه)[275]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان کی اپنے دل میں کمی محسوس کرے گا۔

صفت اولیٰ: جس کے قلب میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

صفت ثانیہ: جو کسی بندہ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے۔

صفت ثالثہ: جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

---

[274] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۷۵)

[275] (مشکاۃ المصابیح، ص ۱۲: کتاب الایمان)

حلاوت ایمانی کی ۵ علامات

(۱) استلذاذا الطاعات

(۲) إیثارها علی جمیع الشهوات و المستلذات

(۳) تحمل المشاق في مرضاۃ اللہ و رسولہ

(۴) تجرع المرارات في المصیبات

(۵) و الرضا بالقضاء في جمیع الحالات۔[276]

ترجمہ:

(۱) عبادات میں لذت پانا

(۲) فرمانبرداری اور اطاعت کو گناہوں کی فانی لذت پر ترجیح دینا

(۳) اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا

(۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر اور تسلیم کے ساتھ رہنا اور تدبر اور دعاء کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا

(۵) جمیع حالات میں رضاء بالقضاء (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شان تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا)۔

انعام ثالث: حُسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی بندہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، تو اس کو حلاوت ایمانی عطاء ہوتی ہے۔

---

[276] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۷۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وقد ورد إن حلاوة الإيمان إذا دخلت قلبا لا تخرج منه أبدا ففيه إشارة إلى بشارة حسن الخاتمة۔[277]

ترجمہ: وارد ہے کہ جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلب مومن کو عطاء فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک عطائے شاہی کو دے کر کبھی واپس نہیں لیتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسن خاتمہ نصیب ہو گا۔

انعام رابع: ستر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت اور مقرب باللہ ہونے کی دعاء

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم أن الرجل إذا خرج من بیته زائرا أخاه شیعه سبعون ألف ملک کلهم یصلون علیه ویقولون ربنا إنه وصل فیک فصله۔[278]

ترجمہ: جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندہ کی زیارت کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندہ سے ملنے جارہا ہے، آپ اس کے عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرمادیجئے۔

تشریح از مرقاۃ المفاتیح

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أي لأجلک فصله أي یوصلک المعبر عن قربک جزاء وفاقا۔[279]

---

[277] (مرقاۃالمفاتیح، ج ۱، ص ۷۴)

[278] (مشکوٰۃالمصابیح، ص ۴۲۷: باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

[279] (مرقاۃالمفاتیح، ج ۹، ص ۲۶۱)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے اس بندے نے تیری رضاء کے لئے فلاں بندہ سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزاء موافق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطاء فرما دیجئے۔

وصـــل اور امحـــال می گوینـــد　　　　قـرب اور اوصـــال می گوینـــد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وصال بالمعنی اللغوی محال ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جو لوگ مشائخ اور مرشدین کے پاس اللہ تعالیٰ کے لئے آتے جاتے ہیں ان کے لئے ستر ہزار فرشتوں کی یہ دعاء کیسے رائیگاں جائے گی، اور یہ معصوم اور پاک مخلوق کی دعاء برائے حصول قرب ملنے سے اہل اللہ سے رابطہ رکھنے والے اگر جلد اللہ والے بن جاتے ہیں تو کیا تعجب ہو۔

کیا خوب مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

پیـــر باشـــد نردبان آسمـــاں　　　　تیـــر پراں از کہ گردہ از کمـــاں

پیر سفر آسماں کے لئے سیڑھی ہے۔ اور تیر کب اڑتا ہے جب کمان میں ہوتا ہے۔

فضیلت زیارت صالحین مسلم شریف کی ایک روایت سے

ایک شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا تھا، ایک دن اس کے پاس جا رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے راستے میں ملا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا تھا، اس نے دریافت کیا کہ:

این ترید؟ قال ارید اخالی في هذه القرية۔[280]

کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا کہ اس بستی میں میرا اللہ کے لئے ایک محبوب دوست ہے، اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا اور کوئی غرض تو نہیں؟۔ اس نے کہا کہ نہیں صرف یہی وجہ ہے کہ میں

---

[280] (صحیح مسلم، ج۸، ص ۱۲)

اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتاہوں۔اس فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجاہے کہ میں تم کو یہ بشارت دے دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اسے اللہ تعالیٰ کے لئے محبوب بنایاہوا ہے۔

بان اللہ قداحبک کمااحببتہ فیہ۔[281]

شرح مرقاۃ المفاتیح

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھاہے کہ علامہ ابوزکریا محی الدین نووی نے فرمایاکہ:

فيه فضل المحبة في الله و أنها سبب لحب الله و فضيلة زيارة الصالحين۔[282]

ترجمہ: علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے محبت للّٰہی کی فضیلت اور اس محبت سے جلد محبوب عنداللہ بن جانے کا ثبوت ملتاہے اور صالحین کی زیارت کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

انعام خامس:متحابین فی اللّٰہ کا قیامت کے دن محشر میں ساتھ ہونا اور جنت میں بھی ساتھ رہنا

حدیث: لو أن عبدين تحابا في الله عز و جل واحد في المشرق و آخر في المغرب لجمع الله بينهما يوم القيامة. يقول: هذا الذي كنت تحبه في (ای لاجلی)۔[283]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جولوگ آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے محبت رکھتے ہیں، اگرچہ

---

[281] (مشکوٰۃالمصابیح،ص ۴۱۵)

[282] (مرقاۃالمفاتیح،ج ۹،ص ۲۴۹)

[283] (مشکوٰۃالمصابیح،ص ۴۲۷)

ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لئے محبت رکھتا تھا۔

اس حدیث سے اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کا انعام عظیم معلوم ہوا کہ محشر میں بھی ساتھ ہو گا۔

تشریح

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جمع کرنے میں چند مقاصد ہیں۔

لشفاعة أحدهما للآخر۔ تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں۔

أو في الجنة على سبيل المصاحبة۔ یا جنت میں بھی پڑوسی بنادیا جائے گا اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔

والمزاورة والمجاورة۔ ایک دوسرے کی زیارت کریں اور قرب حاصل رہے۔

يقول هذا الذي۔ یہ فرمانا کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لئے محبت رکھتا تھا۔

يقول على لسان ملك أو بغير واسطة لكل واحد منهما۔ یہ فرمان حق تعالیٰ کا یا تو بواسطہ فرشتہ ہو گا یا براہ راست ہر ایک سے ارشاد فرمائیں گے۔[284]

شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم کو پتہ چلا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہو گی ہم کو جنت کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ والوں کی ملاقات جنت کی نعمت سے کم نہیں۔

---

[284] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۹، ص ۲۵۹)

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید

ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت جب میسر ہو جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔

اللہ والوں کے پاس تو ہر وقت ان کی نجنت ساتھ رہتی ہے، اور وہ جنت بالحضور مع المولیٰ ہے اور آخرت میں بلقاء المولیٰ کی جنت ملے گی، کما قال القاری فی المرقاۃ۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا مرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

انعام سادس: روز محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا

ورجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه۔[285]

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا ہو گا:

(۱) امام عادل

(۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی عبادت الٰہی میں مصروف کی

(۳) وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی نماز کا انتظار رہتا ہے

(۴) وہ دو بندے جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں اور اسی محبت پر ان کا اجتماع اور ان کا افراق ہو

---

[285] (صحیح البخاری، ج۲، ص۷۱۵)

(۵) اور وہ شخص جس کو صاحب جمال اور صاحب نسب یعنی حسین اور شریف خاندان کی عورت دعوت گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(٦) اور وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ کرے کہ داہنے ہاتھ کے صدقہ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔

(٧) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

تشریح نمبر ۴

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والمراد أنهما داما على المحبة الدينية ولم يقطعاها بعارض دنيوى سواء اجتمعا حقيقة أم لا حتى فرق بينهما الموت۔[286]

ترجمہ: جو محبت اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بندے کی کسی بندے سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس محبت للہی پر ہمیشہ قائم رہیں اور دنیوی معاملات کی وجہ سے اس محبت کو منقطع نہ کریں یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا کرے۔

ان کے لئے بخاری شریف کی اس حدیث میں قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کا وعدہ ہے، جس دن کوئی سایہ ہی نہ ہو گا سوائے سایہ عرش کے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يقول يوم القيامة اين المتحابون بجلالي اليوم اظلهم في ظلي يوم لا ظل الا ظلي۔[287]

---

286 (فتح الباری، ج ۲، ص ۱۴۵)

287 (رواہ مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۵)

ترجمہ وشرح مرقاۃ المفاتیح

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میرے جلال اور عظمت شان کے سبب آپس میں محبت رکھتے تھے (اور جلال کے لفظ سے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ محبت نفسانی تعلقات سے بالکل پاک ہو گی) آج میں ان کو عرش کا سایہ عطا کروں گا۔ جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا میرے سایہ عرش کے علاوہ۔

قال القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی شرح جلالی ما قال جمالی: ای أنهم منزهون عن شائبۃ النفس والهوىٰ۔[288]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے جو محبت ہوتی ہے اس کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں۔یعنی عرش کا سایہ ملنے کے لئے اس محبت کے لئے یہ شرائط ہیں:

(۱) **والمراد انهما واما علیه۔** وہ دونوں اس محبت پر قائم رہیں اور دائم رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کر کے اس کو ضائع نہ کریں۔

(۲) **ولم یقطعاها بعارضٍ دنیوی۔** اور دونوں اس محبت کو دنیا کی حقیر عارض کی بناء پر قطع نہ کریں۔

(۳) **حتی فرق بینهما الموت۔** یہاں تک کہ دونوں کی اس محبت کو موت ہی جدا کر دے۔ یعنی خاتمہ دونوں کا اسی محبت پر ہو۔

(۴) **سواء اجتمعا حقیقۃً ام لا۔** خواہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور دور قیام ہو، مگر میں اتصال ہو۔[289]

---

[288] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۹، ص ۲۴۸)

[289] (فتح الباری شرح البخاری، ج ۲، ص ۱۴۵)

گاہ گاہ ملاقات بھی ہو۔ وہ محبت جس کا کچھ ظہور نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو   جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

انعام سابع: مخلوق میں اکرام اور محبوبیت

جو لوگ اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اکرام کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کا اکرام ہے، جس طرح کسی کی اولاد سے محبت کرنا اور اکرام کرنا ان کے باپ کی محبت اور اکرام میں شامل سمجھا جاتا ہے۔[290]

اہل اللہ کی محبت چونکہ اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے تحریر ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی محبت اور ان کی صحبت اختیار کی ہے اور ان کے ناز برداشت کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندی اور عزت دنیا میں بھی عطا فرمائی ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ما أحب عبد عبدا للہ إلا أکرم ربه عز و جل۔[291]

جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے تو دراصل یہ محبت اللہ تعالیٰ کے اکرام میں داخل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ سمجھ کر اس کی عزت و محبت کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کا اکرام کیا) اور وعدہ ہے جزاء موافق عمل کا۔ جزاءً وفاقاً۔

پس اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کا اکرام اپنی مخلوق کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں۔

---

290 (کمالات اشرفیہ، ملفوظ نمبر ۳۰۲، ص ۶۸)

291 (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۷)

انعام ثامن: قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا

حدیث: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم المرء علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من یخالل۔[292]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ انسان اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے، پس چاہیئے کہ جس کو خلیل بنائے غور کر لے کہ وہ اس قابل ہے یا نہیں۔

شرح حدیث

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَاأَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ (التوبۃ ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

یعنی تقویٰ کی نعمت اہل تقویٰ کی صحبت سے عطا ہو گی۔

حدیث مذکور دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اگر کسی متقی بندہ سے گہری دوستی کر لی جائے تو اس کے قلب کا تقویٰ آپ کے قلب میں منتقل ہو جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ان الطباع تسرق الاخلاق من طباعٍ اخریٰ۔[293]

انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد اپنے ساتھی کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔

---

[292] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۷)

[293] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۹، ص ۲۵۷)

جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ دنیادار کے ساتھ رہنے سے دنیا کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی طرح عاشقان خدا کی صحبت سے عشق خدا میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود　　نے جدا و دور چوں دو تن بود

ترجمہ: اے لوگو! دل دے دل تک خفیہ راستے ہیں، مثل جسم کے قلوب دور نہیں ہیں۔

متصل نہ بود سفال دو چراغ　　نور شاں ممزوج باشد در مساغ

ترجمہ: جس طرح سے کہ چراغوں کے ٹھیکرے یعنی جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کے انوار فضا میں مخلوط ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ان کے قلوب کے انوار پاس والوں کے قلوب میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا　　پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کی صحبت سے اعمال صالحہ کی توفیق اور گناہوں سے اجتناب کا داعیہ نصیب ہوتا ہے

اہل اللہ کی محبت سے ان کے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے دواعی اور تقاضے ان کے طالبین کے دلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبة ١١٩)

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ والی حیات اور نفس و شیطان کی غلامی سے محفوظ حیات جب عطا ہو گی کہ ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں رہو۔

حدیث میں ہے:

المرء علی دین خلیلہٖ۔ (مشکوٰۃ)

آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں اسی آیت **وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ (التوبۃ ۱۱۹)** کو پیش کیا ہے۔ اور امام غزالی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

ان الطباع تسرق من الطباع الاخریٰ حیث لاتدری۔[294]

طبیعتیں ایک دوسرے کے اخلاق کو غیر شعوری طور پر جذب کر لیتی ہیں۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

انعام تاسع: جنت میں معیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت کب آئے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا افسوس ہے تجھ پر قیامت کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی، البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوب رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: **انت مع من احببت۔** تو اپنے محبوب کے پاس ہو گا۔

---

[294] (مرقاۃ، ج ۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات سے مسلمانوں کو اسلام کے بعد جس قدر مسرور پایا اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔[295]

تشریح

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ مرقاۃ، ج۹، ص ۲۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ عبادات قلبیہ، بدنیہ، مالیہ کا ذکر نہیں لیکن محبت کے لئے اطاعت لازم ہے اور اصل ہے پس اصل کا ذکر کر کے فرع سے اعراض کیا گیا۔ یہ تسمیۃ اللازم باسم الملزوم کے قبیل سے مجاز مرسل ہے، جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ محبت کاملہ نہیں ہے۔

حضرت رابعہ کا ارشاد ہے:

تعصی الالہ و انت تظھر حبہ ۔۔۔ ھذا لعمری فی القیاس بدیع
لو کان حبک صادقا لا طعتہ ۔۔۔ ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور دعویٰ محبت کا کرتے ہو۔ یہ بات نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اطاعت کرتا کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

حدیث

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ مجھے میری جان سے اور اہل وعیال سے زیادہ ہی محبوب ہیں۔ میں گھر میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں اور حاضر ہو کر دیدار کرلیتا ہوں اور جب اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپ کی وفات کو تو یہ

[295] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۶)

خوف ہوتا ہے کہ آپ تو جنت میں انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے اور اگر مجھے جنت مل گئی تو ادنیٰ درجہ میں ملے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کس طرح ہو گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ ارشاد نہ فرمایا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِکَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِکَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد اس معیت سے معیت خاصہ ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کی ملاقات ہوتی رہے گی۔ محب اور محبوب کو غم فراق نہ ہو گا اور اس معیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ محب اور محبوب دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں گے، کہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے۔

کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الأنفال ۴)

مرقاۃ میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول کریں گے پس جنت کے باغوں میں سب کا اجتماع ہوا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کریں گے اور یہ معیت حسب، حسن تعلق، محبت اور حسن رفاقت مختلف درجات کی ہو گی۔ جس کو اپنے اکابر سے جس طرح کی محبت ہو گی اسی طرح کی وہاں بھی معیت نصیب ہو گی۔[296]

---

[296] (مرقاۃ، ج۹، ص ۲۵۱)

انعام عاشر: نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہو گا

حدیث: الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ۔[297]

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے۔

جامع صغیر میں یہ روایت بھی ہے جس کو مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے:

الْمُتَحَابُّونَ فِي اللهِ عَلَى كَرَاسِيٍّ مِنْ يَاقُوتٍ حَوْلَ الْعَرْشِ۔ (رواہ الطبرانی عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)[298]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھنے والے عرش کے کنارے یاقوت (موتی) کی کرسیوں پر ہوں گے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا عجب ہے کہ یہ نعمت محشر میں حاصل ہو، قبل اس کے کہ لوگ جنت یا جہنم میں داخل کئے جائیں۔

نوٹ: مشکوٰۃ، ص ۴۲۶ پر بروایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قسم کا مضمون اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ یہ متحابین فی اللہ کون لوگ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس ۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضائل ان لوگوں کے لئے ہیں جو اہل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کاملہ سیکھیں اور اتباع اور اطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے مشرف ہوں۔

---

[297] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۶)

[298] (مرقاۃ، ج ۹، ص ۲۵۲)

وفی روایۃ الترمذی قال یقول اللہ تعالیٰ المتحابون في جلالي لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء۔

الفاظ اس روایت میں ''المتحابون فی جلالی'' ہیں۔یعنی جو لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں میری عظمت اور جلال کے سبب ان کے لئے میدان حشر میں نور کے منبر ہوں گے۔

انبیاء اور شہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے۔[299]

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری وجہ سے کسی سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ فوعزتی وجلالی الیوم اظلهم بظلي يوم لا ظل الا ظلي۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم آج وہ لوگ میرے سایہ میں رہیں گے، آج کے دن جب کہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرے، اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے واپس آنے تک ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ اسی چیز کے بدلے اس کے ہزار گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کے رب کے پاس عرش کے نور کی طرح اس کے لئے ایک نور بلند کیا جاتا ہے۔[300]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان فی الجنة غرفا یری ظاهرها من باطنها وبالعکس اعدها الله

---

[299] (قندیل نورانی، ص ۱۴۲۱ تا ۴۴۴)

[300] (رواہ الحارث بن ابی اسامہ)

للمتحابين والمتزاورين والمتباذلين فیه۔ یعنی بے شک جنت میں ایک ایسا کمرہ ہے کہ اس کے اندر بیٹھ کر باہر کی ساری چیزیں اور باہر کھڑے ہو کر اس کے اندر کی ساری چیزیں نظر آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو آپس میں محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے، ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے، اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔[301]

ایک روایت میں ہے کہ دو بھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ نے کہاں کا قصد کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے بیت اللہ شریف کا حج کیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی۔

دوسرے نے پہلے سے سوال کیا کہ آپ نے کہاں کا قصد کیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے بھائی کی ملاقات کا ارادہ کیا جس کے ساتھ میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ پہلے بھائی نے دوسرے سے گزارش کی کیا آپ مجھے اپنے بھائی کی زیارت کرنے کا ثواب میرے حج کے ثواب کے بدلے دے دیں گے؟ دوسرے نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے سر کو جھکا لیا۔ اس دوران انہوں نے ایک ہاتف غیبی سے یہ ندا سنی۔ وہ یہ کہہ رہا تھا: زیارۃ اخ فی اللہ افضل عند اللہ من مائۃ حجۃ نافلۃ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں سو نفل حج کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (موعظ)

حکایت: بعض علماء نے سورہ یوسف کی ایک آیت کی تفسیر کے ضمن میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے: وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ (یوسف ١٦) "اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے

[301] (رواہ طبرانی)

آئے۔" حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اپنے والد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے آکر جھوٹ بولا اور اپنے ساتھ ایک بھیڑیئے کو لائے جس کو انہوں نے زبردستی پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے آکر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلامسے عرض کی کہ اس بھیڑیئے نے ہمارے بھائی حضرت سیدنا یوسف علیہ السلامکو کھالیا ہے۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام اس بھیڑیئے کو علیحدہ لے گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بھیڑیئے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: اے بھیڑیئے کیا تو نے میرے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو کھالیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بھیڑیئے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی: فقال معاذاللہ یا نبی اللہ فان لحوم الانبیاء لا تأکلھا الارض ولا النار ولا السباع ولکن اخذونی قھرا فجاؤ ابی الیک۔ اس بھیڑیئے نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی پناہ، اے نبی اللہ بے شک انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو نہ زمین اور درندے کھاتے ہیں اور نہ ان کو آگ جلاتی ہے لیکن انہوں نے مجھے زبردستی پکڑا اور آپ کے پاس لے آئے۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ایھا الذئب کیف وقعت فی ایدھم؟ اے بھیڑیئے؟ تو ان کے ہاتھ کیسے آگیا؟ من این اقبلت و این قصدت؟ کہاں سے تو آیا ہے اور کہاں کا ارادہ رکھتا تھا؟

بھیڑیئے نے جواباً حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں جرجان کی سرزمین سے آیا ہوں اور میرا کنعان جانے کا ارادہ ہے۔ جانے کا مقصد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بھائی سے ملاقات کرسکوں۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟

بھیڑیئے نے عرض کیا کہ میرے دادا سے میرے والد محترم نے اور میرے دادا جان نے آپ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: من زار أخا فی اللہ کتب اللہ له الف حسنة و محا عنه الف سیئة و رفع له الف درجة و انجاه من عذاب یوم القیامة بزیارة اخیه۔ و جمع بینه و بین اخیه فی الجنة کالسبابة مع الوسطی۔ یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بھائی سے ملاقات کی تو اس کو رب ذوالجلال کی طرف سے ان انعامات سے نوازا جائے گا:

(۱) اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دے گا۔

(۲) رب ذوالجلال اس کے ہزار گناہ معاف فرمادے گا۔

(۳) ہزار اس کے درجات بلند کئے جائیں گے۔

(۴) خداوند قدوس اسے اپنے بھائی کی زیارت کرنے کے سبب سے قیامت کے دن کے عذاب سے نجات عطا فرمائے گا۔

(۵) خالقِ کائنات اس انسان کو اپنے بھائی کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر دے گا۔ جس طرح کہ سبابہ انگلی وسطی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

بھیڑیئے نے کہا کہ میں اپنے اس بھیڑیئے بھائی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں کہ جس نے میرے ساتھ دودھ پیا۔ اب مجھے اس کے مرنے کی اطلاع ملی ہے۔ اس کی موت نے مجھے مغموم کر دیا۔

قال یعقوب علیه السلام اکتبوا هذا الحدیث عن هذا الذئب۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیث کو اس بھیڑیئے کی طرف سے لکھ لو۔

علماء فرماتے ہیں کہ اے ہمارے دینی بھائیو! جب ایک بھیڑیا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رب ذو الجلال سے ثواب طلب کرنے کے لئے اس کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے جنت میں اپنے بھائی کی معیت اختیار کرنے کے لئے اپنے بھیڑیئے بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو ہم کیسے اس بات کو نہیں طلب کرتے؟ بلکہ تم بھی اپنے بھائیوں سے ملاقات کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب، اس کے عذاب سے نجات اور جنت میں اپنے بھائیوں کی معیت کو طلب کرو۔

اور مختلف احادیث مبارکہ میں حسد تکبر و بغض اور نفرت وغیرہ جیسے رزائل سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے کیونکہ یہ باطنی امراض تزکیہ نفس میں رکاوٹ ہیں جنہیں دور کرنا لازمی امر ہے ورنہ نفس پاک نہ ہوگا اور نفس پاک نہ ہوا تو پھر سراسر خرابی و محرومی ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے نفس کی پاکی کو کامیابی اور اس کی خرابی کو رسوائی قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (٩) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس ١٠)

وہ کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ نامراد رہا جس نے اسے خراب کیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تأکل النار الحطب۔

یعنی حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس راستہ سے ایک شخص آرہا ہے جو جنتی ہے۔ تو انصار میں سے ایک شخص آگئے جن کی داڑھی وضوء کی وجہ سے صاف ستھری

تھی، انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے پکڑے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے سلام کیا۔ دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہی کل والا ارشاد فرمایا۔ اور آنے والے بھی وہی شخص تھے۔ اور تیسرے دن بھی آپ نے وہی ارشاد فرمایا اور آنے والے بھی وہی شخص تھے۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن عمرو بن العاص اس شخص کے پیچھے چلے، اور ان کو کہا کہ مجھے اپنے باپ سے کچھ تکلیف پہنچی ہے۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ ان کے پاس (یعنی اپنے گھر) تین دن داخل نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اپنے گھر تین دن رکھ لیں (تاکہ میری قسم پوری ہو جائے)۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، آجاؤ۔ (یہ ان کے گھر چلے گئے) تین راتیں ان کے پاس گزاریں۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو رات کو اٹھ کر زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا سوائے اس کے کہ وہ جب اپنے بستر پر کروٹ بدلتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ وہ رات کو قیام نہیں کرتے سوائے اس کے کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھتے۔ البتہ ان سے خیر کے کلمات کے علاوہ کوئی کلمہ نہ سنا گیا۔

جب تین راتیں گزر گئیں تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے عمل کو کم سمجھا تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی رنجش نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے (تمہارے متعلق) اس اس طرح فرمایا، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھوں، لیکن میں نے تمہارے اعمال کو کثیر نہیں پایا، تو وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے تم اس مرتبے پر پہنچے ہو، تو انہوں نے کہا میرے عمل تو اور کوئی نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھ لئے۔

یہ کہتے ہیں جب میں نے پیٹھ پھیر لی یعنی واپس لوٹنے لگا تو آپ نے مجھے واپس بلایا اور کہا:

ما ھو الا ما رأیت غیر انی لم اجد علی احد من المسلمین فی نفسی عیبا و لا حسدا علی خیر اعطاہ اللہ ایاہ۔

کہ اور تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھا ہے البتہ مسلمانوں میں سے میں کسی ایک کو عیب نہیں لگاتا اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو اگر کوئی بھلائی عطاء فرمائی ہو تو میں اس پر حسد نہیں کرتا۔

فقال عبداللہ ھی التی بلغت بک وھی التی لا تطاق۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تم اس منصب پر پہنچے ہو، اس کی ہر شخص طاقت نہیں رکھتا۔

قال علیہ الصلوۃ و السلام رب الیکم داء الامم قبلکم، الحسد و البغضاء و البغضۃ ھی الحالقۃ لا اقول حالقۃ الشعر و لکن حالقۃ الدین۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں کی بیماری تمہیں لاحق ہوگئی۔ یعنی حسد اور بغض اور بغض حالقہ ہے، حالقہ کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی کوئی چیز ہے بلکہ میرا مقصد تو یہ ہے کہ وہ دین کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔

قال علیہ الصلوۃ و السلام: أنہ سیصیب أمتی داء الامم قالوا: یا نبی اللہ ما داء الأمم؟ قال: الأشر و البطر، و التکاثر و التنافس فی الدنیا، و التباغض و التحاسد حتی یکون البغی ثم الھرج۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بے شک میری امت کو وہی بیماری لگ جائے گی جو پہلی امتوں کو لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہمنے پوچھا (یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) وہ پہلی امتوں کی بیماری کون سی تھی۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا حرص اور اکڑ

(تکبر) اور کثرتِ مال، اور دنیا کو پسند کرنا، اور ایک دوسرے سے دور رہنا اور حسد کرنا یہاں تک کہ ان میں بغاوت آجائے گی۔ پھر قتل کرنا ایک دوسرے کو ان میں واقع ہو جائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام جب رب کے حضور حاضر ہوئے تو عرش کے سائے میں ایک شخص کو دیکھا، آپ کو اس پر رشک آیا اور آپ نے فرمایا یہ شخص رب تعالیٰ کا مکرم ہے۔ اپنے رب سے اس کے نام کے متعلق سوال کیا۔ اس کا نام تو آپ کو نہ بتایا گیا، البتہ رب نے کہا: احدثک من عملہ ثلاثا کان لا یحسد الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ و کان لا یعق و الدیہ و لا یمشی بالنمیمۃ۔ یعنی میں تمہیں اس شخص کے تین اعمال بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے جو مال وغیرہ عطاء فرمایا یہ ان پر حسد نہیں کرتا تھا۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ اور چغل خوری نہیں کرتا تھا۔

قال علیہ الصلوۃ و السلام ان لنعم اللہ اعداء قیل و ما اولئک قال الذین یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہیں، آپ سے پوچھا گیا وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو لوگوں سے حسد کرتے ہیں، اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطاء کیا ہوتا ہے۔

عوف بن عبد اللہ گئے فضل ابن مہلب کے پاس جب وہ واسط کے حاکم تھے، تو انہوں نے کہا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: "ایاکم و الکبر" کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچا کر رکھو، کیونکہ یہی سب سے پہلا گناہ ہے جس کی وجہ سے ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ (البقرۃ ۳۴) اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔

پھر انہوں نے کہا: ایاکم و الحرص فانہ اخرج آدم من الجنۃ۔ تم اپنے آپ کو حرص سے بچا کر رکھو کیونکہ حرص نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا۔ پھر انہوں نے پڑھا: اھبطا منھا۔ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو حکم دیا جنت سے اتر جاؤ۔ پھر انہوں نے کہا: ایاکم والحسد فانہ قتل ابن آدم اخاہ حین حسدہ۔ اپنے آپ کو حسد سے بچا کر رکھو، بے شک حسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

ابن زبیر کہتے ہیں میں نے کسی ایک پر دنیا کی وجہ سے حسد نہیں کیا، اس لئے کہ اگر وہ دنیادار جنتی ہے فکیف احسدہ علی الدنیا وھی حقیرۃ فی الجنۃ تو میں اس پر دنیا کی وجہ سے کیوں حسد کروں جو بنسبت جنت کے حقیر ہے اور اگر وہ شخص جہنمی ہے فکیف احسدہ علی امر الدنیا وھو یصیر الی النار۔ تو میں اس سے کیسے حسد کروں دنیا کی وجہ سے جو جہنم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

قال معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کل الناس اقدر علی رضاہ الا الحاسد فانہ لا یرضیہ الا زوال النعمۃ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمام لوگوں کو راضی کرنے پر قادر ہوں سوائے حاسد کے، حسد کرنے والے کو سوائے نعمت کے زوال کے کوئی چیز راضی نہیں کر سکتی۔

اور بعض بزرگوں نے کہا ہے حاسد مجالس میں سوائے مذمت اور ذلت کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور حاسد ملائکہ سے سوائے لعنت اور ان کی ناراضگی کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور حاسد مخلوق سے سوائے جزع و فزع کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور حاسد کو جزع و فزع سے زیادہ شدت

اور ڈر ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور حاسد کو موقف (حساب و کتاب کے لئے قیامت میں ٹھہرنے کے مقام) میں سوائے رسوائی اور عذاب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔[302]

حدیث شریف کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ حسد تمام برائیوں کی جڑ اور تمام نیکیوں کو ختم کرنے والی چیز ہے۔ اور حسد کرنے سے کسی نعمت میں اضافہ تو ممکن نہیں جبکہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں کمی ضرور آجاتی ہے۔ حسد کرنے سے بہتر ہے کہ اخلاص کے ساتھ اپنے معاملات میں خوب محنت کی جائے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور درجات کو طلب کیا جائے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔۔الخ (غافر ٦٠) مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔" حدیث شریف میں اخلاقی برائیوں سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کی بیع پہ بیع نہ کرو، اور نہ ہی آپس میں حسد کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ!"

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جاننا چاہیئے کہ پیر (حقیقی) کے حقوق تمام حقوق والوں سے فائق ہیں بلکہ پیر کے حقوق کے ساتھ دوسرے حقوق والوں کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات کے بعد

---

[302](بحوالہ تفسیر کبیر، تحت ھذہ الآیۃ: حسدمن عندانفسھم، البقرہ: ١٠٩)

بلکہ سب کے حقیقی پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ ولادت صوری اگرچہ والدین سے ہے لیکن ولادتِ معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے، ولادت صوری کی زندگی چندروزہ ہے اور ولادتِ معنوی کی حیات ابدی ہے۔ پیر ہے جو مرید کی نجاسات معنویہ کو اپنے قلب وروح سے صاف کرتا ہے اور اس کے معدے کو پاک کرتا ہے۔ بعض طالبوں کو جب توجہ دی جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کو صاف کرتے ہوئے صاحب توجہ پر بھی آلودگی اثر کرتی ہے اور دیر تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلے سے خدا تک پہنچا جاتا ہے جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں سے فوق (بہتر) ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو بالذات خبیث ہے، پاک وصاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے نکل کر اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفرِ جبلی سے اسلما حقیقی میں آجاتا ہے۔ ”گر بگو شرح این بے حد شود۔“ پس اپنی سعادت کو پیر کی قبولیت میں جاننا چاہیئے اور اپنی بد بختی کو اس کے رد کرنے میں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)“

رضائے حق پیر کی رضا کے پردے میں رکھی گئی ہے جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی مرضیات میں گم نہیں کرتا حق تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت پیر کو ناراض کرنے میں ہے ، ہر لغزش کا تدارک ممکن ہے سوائے پیر کی ناراضگی کے، جو مرید کے لیے بد بختی کی جڑ ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ من ذالک)

جیسے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں فرماتے ہیں:

ومن شأنہ أن لا یری نفسہ یستغنی عن علم شیخہ ولو صار من مشائخ الاسلام فان طریق القوم أمر خاص زائد علی علوم الظاھر۔

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ اپنے آپ کو بے پرواہ نہ رکھے مرشد کے علوم سے، اگرچہ یہ خود مرشد ہی بن جائے۔ اس لئے کہ سالکوں کا راستہ ایک امرِ خاص ہے علومِ ظاہری پر، تو مرید کو چاہیئے

کہ وہ لازم کر لے اپنی صحبت اور مداومت کو، اپنے شیخ کے ساتھ علوم کے حصول کے لئے۔"
(۲:۱۹۴)

مزید آداب کے بارے میں فرماتے ہیں:

ومن شأنہ ان لا یتساھل ابداًفی مدرجلہ تجاہ شیخہ لا حیّاً ولا میتا لا لیلا ولا نھارا امراعاۃ للادب مع شیخہ غیبۃ وحضوراً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ اپنی عادت نہ بنائے کہ یہ اپنے پاؤں کو اپنے مرشد کی طرف بچھا کر رکھے، چاہے مرشد مبارک حیات ہوں یا وفات شدہ، نہ رات کو نہ دن کو۔ اس کو چاہیئے کہ آداب کا لحاظ رکھے چاہے مرشد حاضر ہوں یا غائب۔" (۱:۷۲)

عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ومن شأنہ أن لا یحج الا باذن شیخہ، فان معرفۃ الأدب مع رب البیت مقدمۃ علی معرفۃ أدب البیت، فمن سافر الی البیت قبل معرفتہ بصاحب البیت المعرفۃ التی یعرفھا القوم، فقد أخطأ طریقھم ولم یحصل لہ امدادھا، وبعید أن یسقط عنہ بھا حجۃ الاسلام، کما أنہ فرق عظیم بین حج شیخ الاسلام وبین حج آحاد العوام۔

"اور مرید کو چاہیے کہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر حج نہ کرے، کہ بیت اللہ کے رب کی معرفت، بیت اللہ کے ادب کی معرفت کا مقدمہ ہے (یعنی اس سے مقدم ہے)۔ تو جس نے صاحبِ بیت کی وہ معرفت حاصل کرنے سے پہلے (جو اہل طریقت میں مشہور ہے) بیت اللہ کا سفر کیا تو اس نے طریقت میں خطاء کی اور اسے اس طریقت کی مدد حاصل نہیں ہو گی اور یہ بات دور ہے کہ اس سے اسلام کا حج ساقط ہو جائے۔ (یعنی باوجود حج کرنے کے حج کی فرضیت ساقط نہ ہو) جیسا کہ شیخ الاسلام کے حج کرنے اور عوام کے حج کرنے میں بہت فرق ہے۔"

وغاية أمر من يحج بلا اذن شيخه تفرقه قلبه بانتقاله من واد الی واد، ولو أنه کان ارتحل باشارۃ شیخه خطوۃ واحدۃ لکان ذلک أحسن له من ألف سفرۃ بالجهل۔

"اور انتہائی بات یہ ہے کہ جس نے شیخ کی اجازت کے بغیر حج کیا تو اس کا دل ایک وادی سے دوسری وادی میں ہی گھومتا رہا، اور اگر وہ شیخ کے اشارے سے ایک قدم بھی سفر میں چلے تو اس کے لئے ہزار دفعہ جہالت کے ساتھ سفر کرنے سے بہتر ہے۔"

وقد قال علماؤنا: وللزوج تحلیل امرأته من حج تطوع لم یأذن فیه وکذا من الفرض علی المذهب وأقل مقام طاعة الشیخ أن یکون کالزوج للمرأۃ ویکون بتصرف فی المرید کمایتصرف الرجل فی زوجته، من حیث التحجیر علیها والتربیة لها۔

"اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ شوہر کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دینا جائز ہے جس نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی حج کیا ہو، اور اسی طرح (صحیح مذہب کے مطابق) فرض حج بھی اگر بغیر اجازت کرے، اور شیخ کی اطاعت کا ادنی مقام یہ ہے کہ وہ بیوی کے لئے شوہر کی طرح ہے کہ شیخ مرید میں اس طرح تصرف (حکم نافذ) کر سکتا ہے جس طرح شوہر اپنی بیوی پر تصرف (حکم نافذ) کرتا ہے اس طرح کہ وہ اس کی تربیت کے لئے اسے مختلف کاموں سے روک سکتا ہے۔"[303]

اور اسی طرح شیخ کی زیارت کرنے، ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اہمیت کے بارے میں انوار القدسیہ میں حضرت علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ملازمة المرید للشیخ قد تکون أفضل من سفر المرید الی مکة، لأن الأستاذ انما جعل لیرقی المرید الی معرفة رب البیت الذی هو أعظم من البیت، وکیف للمرید أن یترک تعظیم بیت وضعه الحق تعالی لمعرفته وأسراره، ویشتغل ببیت وضعه الحق تعالیٰ للناس، فان حضرۃ الأستاذ هی من حضرۃ الحق جل وعلا، التی احتوت علی اسرار ائمة الهدیٰ لانه وارث

---

[303] (انوار قدسیہ ص ۱۸۳)

علم الانبیاء علیھم السلام ومن شأنہ ان لایأتی حضرۃ استاذہ قط الا بصدق ولو تکرر اتیانہ کل یوم الف مرۃ۔

یعنی مرید کے لئے شیخ کی صحبت افضل ہوتی ہے، مکہ کے سفر سے کیونکہ استاذ یعنی شیخ مرید کو کعبہ کے رب کی معرفت کی طرف پہنچاتا ہے جو کہ بیت سے افضل ہے، تو مرید کے لئے کیسے جائز ہو گا کہ وہ اس گھر کی تعظیم چھوڑ دے جو اللہ کے معرفت اور اسرار کی جگہ ہے اور وہ مشغول ہو جائے اس گھر کی طرف جو لوگوں کے لئے ہے۔ مشائخ کے حضور میں بیٹھنا یہ اللہ تعالیٰ کی حضور میں بیٹھنا ہے، جو کہ ہدایت کے ائمہ کے اسرار و فیض سے بھرپور ہوتی ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں اور مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس صدق و اخلاص کے ساتھ آئے، اگرچہ ایک دن میں ہزار مرتبہ اس کا آنا ہو۔

جیسے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں فرماتے ہیں:

ومن شأنہ ان لا ینسی اخوانہ من الدعالھم بالمغفرۃ والرحمۃ والعفو کلما وجد الوقت صافیاً مع ربہ عز وجل، سواء کان فی لیل او نہار او سجود او غیرہ، ومن فوائد ذلک الوفاء بحقوقھم ولیقول الملک المؤکل بالدعاء ولک مثل ذلک، ودعاء الملک لا یرد۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو دعائے مغفرت میں، رحمت میں، عفو میں نہ بھولے، جب یہ دعا مانگے اور التجا کرے رب ذوالجلال سے، چاہے رات ہو یا دن ہو، یا حالتِ سجدہ میں ہو یا اور حالتوں میں، اس میں فائدہ یہ ہے کہ اس میں وفا ہے ان کو حقوق پر اور کہا ہے کہ وہ فرشتہ جو اس کی دعاء پر مؤکل کیا گیا ہے، وہ فرشتہ بھی اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتا ہے، اور فرشتوں کی دعا مستجاب ہے۔" (۱:۱۵۵-۱۵۴)

تمام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو آدمی بے ادب ہو وہ منازلِ سلوک نہیں طے کر سکتا اور جب منازلِ سلوک طے نہ ہوں تو وصول الی اللہ کیسے ممکن ہو؟ بے شک باادب شخص انتہائی قلیل وقت میں اپنے مقصود کو پالیتا ہے۔ اب ہم چند آداب کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) آداب المرید

محبت شیخ میں سچا ہونا

اعلم يا أخی أن جميع آداب المريد يعسر حصرها و ضبطها فی عبارة علی وجه التفصيل، ولكن نذكر لک طرفاً صالحاً من ذلک: علی أن وظيفة الشيخ أنه يستخرج للمريد ما هو كامن فيه لا غير، فإن الله تعالیٰ قد بث فی كل روح جميع ما يتعلق بصاحبا من المحامد و المذام، فما أمره شيخه أو نهاه عنه إلا و هو كامن فی روحه، و ليس مع الشيخ شیء يعطيه للميرد خارجاً عنه، فإن حكم المريد فی ابتداء أمره، حكم النواة الكامن فيها النخلة التی هی هنا عبارة عن الصدق فی الطريق أو الكذب فيها۔

فإن كان صادقاً تفرعت ثمرة صدقه و أثمرت حتی تشرف علی جميع جيرانه و يأكلون من ثمرتها، بل تنتشر إلی جميع أهل بلده أو إقليمه و ينتفعون بها، و يظهر صدقه و صلاحه للخاص و العام، حتی أنه لو أراد كتمان صلاحه عنهم لا يقدر، و إن كان المريد كاذباً فی محبته للطريق تفرعت شجرة كذبه و نصبه و نفاقه حتی تشرف علی جميع جيرانه و بلده و إقليمه و يظهر لهم كذبه و نفاقه و رياؤه، حتی لو أراد أن يتظاهر بصورة الصادق لا يقدر علی ذلک، لأن أفعاله الرذيلة تكذب دعواه، و يفتضح و ترفضه الطريق، حتی تلحقه بفقه العوام عقوبة له علی كذبه علی طريق الله عز و جل، و ربما أعطاه الله تعالی رائحة من الصدق ثم سلبها منه، فقال الناس كلهم فيه: فلان سلب عن طريق الفقراء، و ما بقی فيه رائحة من روايح أهلها، فيصير يرخی له عذبة و يربی له شعرة، و يلبس الصوف، و يتحلی بحلاس الفقراء و الناس يرونه عرياناً من الأدب لا يكان سلبه يخفی علی أحد من الناس۔

اے بھائی! جان لو! مرید کے تمام آداب کو تفصیلی طور پر شمار کرنا مشکل کام ہے، البتہ ہم ایک مناسب حصہ ذکر کرتے ہیں۔ تمام خوبیاں اور خامیاں پھیلادی ہیں۔ پس شیخ اسے جس کام کا حکم دیتا ہے یا جس کام سے روکتا ہے وہ اس کی روح میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ شیخ کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو خارج سے اسے دیتا ہے۔ ابتداء میں مرید کی مثال اس گٹھلی کی طرح ہوتی ہے جس میں درخت چھپا ہوتا ہے جو اس مقام طریقت میں صدق اور کذب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ سچا ہے تو اس کی سچائی پھل آور ہوتی ہے اور اس قدر پھل دیتی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں میں زیادہ معزز ہو جاتا ہے اور وہ اس کے پھل سے نفع اندوز ہوتے ہیں بلکہ وہ اس کے تمام شہر اور ملک میں پھیل جاتا ہے اور وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور یوں اس کی سچائی اور صالحیت (نیک وصالح ہونا) عام وخاص پر ظاہر ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اگر وہ اپنی نیکوکاری کو ان سے چھپانا چاہے تو چھپا نہیں سکتا اور اگر طریقت کی محبت میں مرید جھوٹا ہو تو اس کے جھوٹ کے درخت کی شاخیں پھیل جاتی ہیں اور ان کی منافقت عام ہو جاتی ہے اور وہ اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھ جاتا ہے اور پورے شہر بلکہ ملک میں اس کی تشہیر ہوتی ہے اور ان کے سامنے اس کی منافقت اور ریاکاری ظاہر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ سچے آدمی کی صورت میں ظاہر ہونا چاہے تو اس پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ اس کے گھٹیا کام اس کو جھٹلاتے ہیں اور طریقت اسے ذلیل ورسوا کر کے چھوڑ دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی سزا کے طور پر وہ عام لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسے سچائی کی خوشبو عطا کر کے وہ خوشبو واپس لے لیتا ہے اور اس کے بارے میں تمام لوگ کہتے ہیں فلاں شخص کا نام فقراء کی فہرست سے نکال دیا گیا اور اس میں ان لوگوں کی خوشبو میں سے کچھ باقی نہیں اب اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ شملہ لٹکاتا ہے، بالوں کو

بڑھاتا ہے اور فقراء کا ٹاٹ (والا لباس) زیب تن کرتا ہے، لیکن لوگ اسے ادب سے ننگا دیکھتے ہیں اور اس سے فقر کا سلب کسی شخص پر پوشیدہ نہیں ہوتا۔

فابن أمرک یا أخی علی الصدق فی طلب طریق أهل الله تعالی و إلا رفؤک الطریق و لو علی طول، و الله یتولی هداک۔ إذا علمت ذلک فأقول و بالله التوفیق: من شأن المرید أن یصدق فی محبّة الشیخ لأنه دلیله فی السلوک به فی الغیب کدلیل الحجاج فی اللیالی المظلمة، و من لازم المحبة الطاعة، و من لازم عدم المحبة المخالفة، و من خالف دلیله تساه و انقطع سیره و هلک۔

تو اے بھائی! اللہ والوں کے راستے کی طلب میں اپنے معاملے کو صدق پر استوار کر، ورنہ طریقت تجھے چھوڑ دے گی اگرچہ زیادہ وقت گزر چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی تجھے ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ جب تم نے یہ بات جان لی تو میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ مرید کو شیخ کی محبت میں سچا ہونا چاہئے کیونکہ راہ سلوک میں پوشیدگی کے وقت وہی اس کا راہنما ہے جس طرح تاریک راتوں میں حاجیوں کے لئے کوئی رہنما ہوتا ہے۔ محبت کو اطاعت لازم ہے جب کہ عدم محبت کو مخالفت لازم ہوتی ہے اور جو شخص اپنی دلیل (رہنما) کی مخالفت کرے وہ بھٹک جاتا ہے اس کا سفر ٹوٹ جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

شیخ کی محبت میں سچائی کا معیار

و محکّ الصدق فی محبّة الشیخ أن لا یصرفه عنه صارف و لا ترده السیوف المتالف

شیخ کی محبت میں سچائی کا معیار یہ ہے کہ کوئی پھیرنے والی چیز اسے شیخ سے نہ پھیر دے نہ تلواریں اور نہ ہی بناوٹی محبت۔

ایک مرید کا دعویٰ

وقد ادعى بعضهم الصدق فى محبة الشيخ و إخوانه فى الطريق و أنه لا يصرفه عنهم صارف ولو هجروه بغير حق و شاع ذلك بين الخاص و العام فقام يوماً و انشد على رؤوس الفقراء:

لو عذبونی کل یوم و لیلة　　　علی غیر ذنب سرنی و رضیت

فقال له شخص من حذاق المريدين: تكذب! فتشوش و جلس و ظهر أثر ذلك فى وجهه، فأجمع الفقراء على كذبه و قالوا له: كيف تقول ما قلت و تتكدر من قول بعض الناس لك تكذب!؟ و إذا كنت لا تحتمل نقطة واحدة فكيف تحتمل التعذيب كل يوم و ليلة على غير ذنب!؟ فاستغفر المدعى و اعترف بكذبه۔

ایک شخص نے اپنے شیخ اور برادران طریقت کی محبت میں سچا ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اسے پھیرنے والی چیز پھیر نہیں سکتی اگرچہ وہ لوگ اسے ناحق طور پر چھوڑ دیں۔ اس کی یہ بات عام اور خاص لوگوں میں پھیل گئی چنانچہ ایک دن وہ کھڑا ہوا اور فقراء کے سامنے پڑھنے لگا: یعنی اگر وہ مجھے ہر دن اور رات میں عذاب دیں اور میرا کوئی گناہ بھی نہ ہو تو مجھے خوشی ہوگی اور میں اس بات پر راضی ہوں۔

تجربہ کار مریدین میں سے ایک شخص نے اس سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے پس وہ تشویش میں پڑ گیا اور بیٹھ گیا اور اس بات کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔ چنانچہ فقراء نے بالاتفاق اسے جھوٹا قرار دیا اور اس سے کہنے لگے کہ تو یہ بات کس طرح کہتا ہے جبکہ کسی شخص کے یہ کہنے سے تو پریشان ہو گیا ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب تو ایک نکتہ برداشت نہیں کر سکا تو دن رات کسی گناہ کے بغیر عذاب کیسے برداشت کرے گا۔ چنانچہ اس دعویٰ کرنے والے نے بخشش مانگی اور اپنے جھوٹ کا اعتراف کیا۔

گناہوں سے توبہ کرنا

فاصدق یاأخی فی محبۃ الشیخ تنل کل خیر و اللّٰہ یتولی ھداک۔

اے بھائی! محبت شیخ میں سچائی اختیار کر، ہر بھلائی حاصل کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا مالک ہے۔

ومن شأن أن لا یدخل فی عھد شیخ حتی یتوب من سائر الذنوب الظاھرۃ والباطنۃ، کالغیبۃ، و شرب الخمر، والحسد، والحقد، و نحو ذلک، کما أنہ ینبغی لہ أن یرضی سائر الخصوم فی العرض و المال، فإن حؤرۃ الطریق ھی حضرۃ اللّٰہ عزوجل، و من لم یتطھر من سائر الذنوب باطناً و ظاھراً، لا یصح لہ دخولھا، فحکمہ حکم من دخل الصلاۃ و فی بدنہ أو ملبوسہ نجاسۃ لا یعفی عنھا أو لبعد لم یصبھا الماء، فإن صلاتہ باطلۃ و لو کان شیخہ من أکبر الأولیاء لا یقدر یسیر بہ فی طریق أھل اللّٰہ خطوۃ إلا إن طھرہ قبل ذلک۔

مرید کی شان سے یہ ہے کہ شیخ کے عہد (بیعت) میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمام ظاہری اور باطنی گناہوں مثلاً غیبت، شراب نوشی، حسد، کینہ وغیرہ سے توبہ نہ کرے۔ جس طرح اسے چاہیے کہ عزت اور مال کے حوالے سے تمام مخالفین کو راضی کرے کیونکہ طریقت کی حاضری، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور جو شخص تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے توبہ نہ کرلے اس کے لئے طریقت میں داخلہ درست نہیں۔ اس کا حکم اس شخص کی طرح ہے جو نماز شروع کرے اور اس کے بدن اور لباس پر اس قدر نجاست ہو جو معاف نہیں ہے یا اس نے وضو نہ کیا ہو تو اس کی نماز باطل ہے۔

اور اگر اس کا شیخ بڑے اولیاء کرام سے ہو تو جب تک اپنے آپ کو پاک نہ کرلے اس کے ساتھ ایک قدم چلنے پر بھی قادر نہ ہو گا۔

وحزا الباب قد أغفله الناس فيأخذون العهد على المريد و عليه الذنوب الظاهرة والباطنة، فضلاًعن حقوق العباد في المال والعرض، فلايصح له نتاج في الطريق

اکثر لوگ اس بات سے غافل رہتے ہیں، وہ مرید سے عہد و پیمان لیتے ہیں حالانکہ اس پر ظاہری اور باطنی گناہ ہوتے ہیں۔ بندوں کے مال اور عزت کے حوالے سے حقوق تو ایک طرف رہے ایسا شخص طریقت میں کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

و سمعت سیدی علی الخواص رحمه الله يقول: "طريق أهل الله تعالىٰ كدخول الجنة، فكما لا يصح لأهد من أهل الجنة دخولها و عليه حق لآدمی، كما ورد في الصحيح، فكذلک دخول طريق الله عز و جل" انتهى۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں "اللہ والوں کا طریق جنت میں داخل ہونے کی طرح ہے پس جس طرح ان میں سے کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس پر کسی انسان کا حق باقی ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لئے (طریقت کا) بھی یہی حکم ہے۔

ثم ضابط التوبة الرجوع عما كان مذموماً في الشرائع إلى ما كان محموداً فيه

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل شریعت میں مذموم ہے اس سے اس عمل کی طرف رجوع کرنا ہے جو شریعت میں محمود ہے۔

كل تائب بحسب مرتبته، فإنه ربما كان ما يحمد عليه إنسان يستغفر منه إنسان آخر، من باب "حسنات الأبرار سيئات المقربين" فاعلم أن من كان مصرّاً على ارتكاب المخالفات، و أكل الشهوات، و ملازمة المحرمات، فبينه و بين الطريق كما بين السماء والأرض۔ ثم لا يخفى أن النفس من شأنها الدعاوى الكاذبة، فربما ادعت الصدق في التوبة وهي كاذبة، فلا يقبل في ذلک إلا بشهادة شيخه له بالصدق في كل مقام ادّعاه في التوبة، حتى يصل إلى مقام يتوب كلما غفل عن شهود ربه طرفة عين، ثم يترقى في مقامات التعظيم لله تعالىٰ أبد الآبدين،

ودھر الداھرین، لا یقف فی التعظیم علی مقام، ولا قرار، وھذا غایۃ ماقالوہ فی التوبۃ۔

اور ہر توبہ کرنے والا اپنے مرتبہ کے اعتبار سے توبہ کرتا ہے۔ بعض اوقات کسی کام پر ایک شخص کی تعریف کی جاتی ہے اور دوسرا شخص اسی کام سے بخشش مانگتا ہے اور یہ **"حسنات الابرار سیئات المقربین"** (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں) کی صورت ہے۔

جو شخص شریعت کی مخالفت خواہش کے مطابق کھانے اور حرام کاموں کے ارتکاب پر ڈٹ جائے اور بار بار اس کا ارتکاب کرے اس کے اور طریقت کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔ اور یہ بات واضح ہے کہ نفس کا کام جھوٹے وعدے کرنا ہے۔ بعض اوقات وہ توبہ میں سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جس مقام پر توبہ کا دعویٰ کرے وہاں اس کی سچائی کو شیخ کی گواہی سے قبول کیا جائے حتیٰ کہ وہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ جب بھی وہ پلک جھپکنے کے برابر اپنے رب سے غافل ہو تو توبہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں ہمیشہ ترقی پذیر ہو گا اور تعظیم کے سلسلے میں کسی مقام پر نہیں رکے گا اور نہ اسے قرار آئے گا۔

فھی التوبۃ عن الکبائر، ثم الصغائر، ثم المکروھات، ثم من خلاف الأولی، ثم من رؤیۃ الحسنات، ثم من رؤیۃ أنہ صار معدوداً من فقراء الزمان وللہ أعلم۔

(یہ) مشائخ نے توبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، توبہ کبیرہ گناہوں سے توبہ ہے پھر صغیرہ گناہوں، پھر مکروہات اور پھر خلافِ اولیٰ کاموں سے اور اس کے بعد نیکیوں پر گھمنڈ کرنے سے توبہ کرے پھر اس بات سے توبہ کرے کہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے فقراء سے شمار کرے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا

و من شأنه ملازمة المجاهدة لنفسه فلا يصطلح معها أبداً۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے نفس سے ہمیشہ (نفس سے) لڑتا رہے اور اس کے ساتھ کبھی بھی صلح نہ کرے۔

و قد كان الشيخ أبو علی الدقاق رحمه الله يقول: "من زين ظاهره بالمجاهدة، زين الله باطنه بالمشاهدة، و من لم يجاهد نفسه فی بدايته لا يشم من الطريق رائحة"۔

حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ساتھ مزین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ساتھ مزین کرتا ہے اور جو شخص ابتدائی مراحل میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا وہ طریقت کی بو بھی نہیں پا سکتا۔"

لأن من خصائص طريق أهل الله تعالىٰ أن العبد أذا لم يعط الطريق كله لا تعطه الطريق بعضها۔

کیونکہ اللہ والوں کے راستے کے خصائص میں سے یہ بات ہے کہ بندہ جب تک اپنے آپ کو مکمل طور پر طریقت کے سپرد نہیں کر دیتا طریقت اسے اپنے بعض اسرار بھی نہیں دیتی۔

و كان أبو عثمان المغربی رحمه الله يقول: "من ظن أنه يفتح عليه بشیء من هذه الطريق بغير مجاهدة، فقد رام المحال"۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ خیال کرے کہ مجاہدہ کے بغیر اس پر اس طریق میں سے کوئی بات منکشف ہو گی اس نے محال کا قصد کیا۔

و كان أبو علیّ الدقاق يقول: "من لم يكن له فی بدايته قومة لم يكن له فی نهايته جلسة"۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص ابتدا میں کھڑا نہیں ہوتا وہ انتہا میں بیٹھ نہیں سکتا۔

و كان الحسن العرار يقول: "بنيت طريق القوم على ثلاثة أشياء، أن لا يأكل مريدها إلا عند الفاقة، و لا ينام إلا عند الغلبة، و لا يتكلم إلا عند الضرورة الشرعية"۔

حضرت حسن عرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صوفیاء کے طریقہ کی بنیاد تین چیزیں ہیں:

(۱) مرید اس وقت کھائے جب فاقہ کی حالت ہو

(۲) اس وقت سوئے جب نیند کا غلبہ ہو

(۳) جب ضرورت شرعیہ ہو تو گفتگو کرے

و كان سيدى إبراهيم بن أدهم رحمه الله يقول: "لا ينال الرجل درجة الصالحين حتى يكون فيه ست خصال: المجاهدة للنفس، و الذل لها، و السهر، و محبة التقلل من الدنيا، و الفرح بإدبارها، و قصر الأمل"۔

حضرت سید ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کوئی شخص صالحین کا درجہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس میں چھ خصلتیں نہ ہوں:

۱۔ نفس سے مجاہدہ

۲۔ نفس کو ذلیل کرنا

۳۔ شب بیداری

۴۔ دنیا سے کم حاصل کرنے کی چاہت

۵۔ دنیا کے چلے جانے پر خوش ہونا

۶۔ امید کم رکھنا۔

و كان الشبلى رحمه الله يضرب نفسه بقضبان الخيزران إذا جاءه النوم حتى ربما فنيت الحزمة كلها قبل الفجر، و كان كثيراً ما يكتحل بالملح حتى لا يأخذه النوم، و كان كثيراً ما يضرب يديه و رجليه فى الحائط، إذا لم يجد شيئاً يضرب به نفسه، و كان يقول: "ما هالنى

شیءإلا ورکبته"۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کو جب نیند آتی تو اپنے آپ کو خیزران (درخت) کی شاخوں کے ساتھ مارتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات صبح ہونے سے پہلے لکڑیاں ختم ہو جاتیں۔

اور اکثر آپ نمک کا سرمہ لگاتے تاکہ آپ کو نیند نہ آئے اور اکثر آپ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو دیوار پر مارتے جب آپ کو کوئی ایسی چیز نہ ملتی جس کے ساتھ اپنے آپ کو ماریں تو فرماتے تھے "ما هالنی شیءالا ورکبته" یعنی جو چیز مجھے پریشان کرتی ہے میں اس پر سوار ہو جاتا ہوں۔

قلت: و هذه الأمور لا ينبغي لأحد الاعتراض على أربابها لأنها من باب ارتكاب أخف المفسدتين عندهم، فهم يرون احتمال شدة الألم أخف عليهم من احتمال الغفلة عن الله بنوم أو غيره، عكس ما عليه غيرهم و الله أعلم۔

میں کہتا ہوں کہ ایسے کام کرنے والوں پر کسی کو اعتراض نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان کے نزدیک یہ کام کرنا دو خرابیوں میں سے کم درجہ کی خرابی کو اختیار کرنا ہے۔ اور یہ لوگ سخت تکلیف برداشت کرنے کو نیند یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غفلت اختیار کرنے کے مقابلے میں ہلکا سمجھتے ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بوقت ضرورت ہی کلام کرنا

و من شأنه أن لا يتكلم و لا يسكت إلا بضرورة أو لحاجة شرعية و سد باب الكلام اللغو جملة، و قد عدوا قلة الكلام من أحد أركان الرياضة۔

مرید کی شان سے یہ ہے کہ وہ کسی ضرورت یا شرعی حاجت کے بغیر نہ تو کلام کرے اور نہ خاموش رہے اور فضول گفتگو کا دروازہ بالکل بند کرے۔ فقہاء کرام نے قلت کلام کو ریاضت کے ارکان میں سے ایک رکن شمار کیا ہے۔

و کان بشر بن الحارث یقول: "إذا أعجبک الکلام فاسکت و إذا أعجبک السکوت فتکلم، فإن فی الکلام حظ النفس، و إظهار صفات المدح"۔

حضرت بشیر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا اعجبک الکلام فاسکت و اذا اعجبک السکوت فتکلم۔

یعنی جب تمہیں گفتگو کرنا اچھا لگے تو خاموش رہو اور جب تمہیں خاموشی اچھی لگے تو گفتگو کرو۔

کیونکہ کلام میں نفس کی خواہش شامل ہوتی ہے اور مدح کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

و قد کان الإمام أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ یضع کثیراً الحجر فی فیہ حتی یقل کلامہ، فکان کلما أراد أن یتکلم لغواً تذکر بالحجر، و قیل إنہ وضع الحجر فی فیہ کذا سنۃ۔ و قال رسول اللہ ﷺ: "ھل یکبّ الناس فی النار علی وجوھھم إلا حصائد ألسنتھم" و الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر اپنے منہ میں پتھر رکھتے تھے تاکہ کلام کم ہو پس جب آپ بے مقصد کلام کا ارادہ فرماتے تو پتھر کی وجہ سے یاد آجاتا۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے سنت کے مطابق اپنے منہ میں پتھر رکھا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ھل یکب الناس فی النار علی وجوھھم او علی مناخرھم الا حصائد السنتھم۔

لوگوں کو ان کے منہ کے بل جہنم میں ان کی زبانوں کا کاٹا ہوا گرائے گا۔

شریعت کے مطابق بھوکا رہنا

و من شأنہ کثرۃ الجوع بطریقہ الشرعی، و ھو معظم أرکان الطریق، فکما أن الشارع جعل معظم الحج عرفۃ، کذلک أھل اللہ جعلوا الجوع ھو الطریق۔

مرید کا کام شرعی طور پر زیادہ بھوکا رہنا ہے اور یہ طریقت کے بڑے ارکان میں سے ہے، جس طرح شریعت نے میدان عرفات کے وقوف کو حج کا سب سے بڑا رکن قرار دیا ہے، اسی طرح اولیاء کرام نے بھوک کو طریقت میں قرار دیا ہے۔

أرکان الطریق

و أرکان الطریق أربعة أشیاء: الجوع، و العزلة، و السهر، و قلة الکلام، و إذا جاع المرید تبعه الأرکان الثلاثة بالخاصیة، إذ الجوعان من شأنه أن یقل کلامه، و یکثر سهره، ویحب العزلة عن الناس۔ و أنشدوا:

بیت الولایة قسمت أرکانه ساداتنا فیه من الأبدال
مابین صمت و اعتزال دائماً والجوع و السهر النزیه الغالی

ارکان طریقت چار باتیں ہیں:

۱۔ بھوک

۲۔ گوشہ نشینی

۳۔ شب بیداری

۴۔ کم گفتگو کرنا۔

جب مرید بھوکا ہوتا ہے تو باقی تین ارکان اس کی خصوصیت کے طور پر اس کے تابع ہو جاتے ہیں کیونکہ بھوکا آدمی گفتگو کم کرتا ہے، بیدار زیادہ رہنا اور لوگوں سے الگ رہنے کو پسند کرتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے ہیں:

ہمارے مشائخ جن میں ابدال بھی تھے ولایت کے گھرانے کو چار ارکان میں تقسیم کیا ہے۔
خاموشی عزلت نشینی بھوک اور انتہائی پاکیزہ قیمتی بیداری۔

و كان أبو القاسم القشيرىّ رحمه الله تعالى يقول: "إنما أساس باب الطريق فالجوع لأنهم لم يجدوا ينابيع الحكمة تحصل لهم إلا به"۔

حضرت ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طریقت کی بنیاد بھوک ہے، کیونکہ ان لوگوں (صوفیاء کرام) نے حکمت کے چشمے اسی کے ذریعے حاصل کئے ہیں۔

و قد كانون يتدرجون فى تقليل الأكل شيئاً فشيئاً حتى وصلوا إلى أكل لقمة واحدة كل يوم وليلة، و بعضهم وصل إلى تمرة أو لوزة أو زبيبة، و كان أبو عثمان المغربع رحمه الله تعالىٰ يأكل كل ستة أشهر أكلة واحدة۔

یہ لوگ آہستہ آہستہ اپنا کھانا کم کرتے تھے حتیٰ کہ وہ دن رات میں ایک لقمہ تک پہنچ گئے اور ان میں سے بعض ایک کھجور یا ایک بادام تک پہنچے۔ حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ ہر چھ ماہ میں ایک لقمہ تناول فرماتے تھے۔

قال الشيخ محيى الدين فى الفتوحات المكية: "و قد بلغنا أن الله تعالىٰ لما خلق النفس قال لها: من أنا؟ فقالت له: فمن أنا؟ فأسكنها فى بحر الجوع أربعة آلاف سنة، ثم قال: من أنا؟ فقالت: أنت ربى"۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ "فتوحات مکیہ" میں فرماتے ہیں: "ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نفس کو پیدا فرمایا تو اس سے پوچھا من انا (میں کون ہوں)؟ نفس نے اللہ تعالیٰ سے (جواباً) پوچھا: فمن انا (تو میں کون ہوں)؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے چار ہزار سال بھوک کے سمندر میں ڈالا پھر فرمایا میں کون ہوں تو نفس نے کہا: انت ربی (تو میرا ربّ ہے)۔

و كان سهل بن عبدالله التسترى لا يأكل إلا بعد خمسة عشر يوماً، و كان إذا دخل رمضان لا يأكل حتى يرى هلال شوال، و كان يفطر كل ليلة من رمضان على الماء فقط ليخرج من الوصال فى الصوم و يقول: "لما خلق الله الدنيا جعل فى الجوع العلم و الحكمة، جعل فى الشبع الجهل و المعصية" و كان رحمه الله تعالى إذا جاع قوى، و إذا شبع ضعف۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے اور جب ماہ رمضان آتا تو شوال کا چاند دیکھنے تک نہ کھاتے اور ماہ رمضان کی ہر رات صرف پانی سے روزہ افطار کرتے تاکہ صوم وصال سے نکل جائیں اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

لما خلق اللہ الدنیا جعل فی الجوع العلم و الحکمۃ و جعل فی الشبع الجھل و المعصیۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو بھوک میں علم و حکمت کو اور شکم سیری میں جہالت اور گناہ کو رکھا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جب بھوکے ہوتے تو مضبوط ہو جاتے اور جب سیر ہو کر کھاتے تو کمزور پڑ جاتے۔

وکان أبو سلیمان الدرانی یقول: "مفتاح الدنیا الشبع، و مفتاح الآخرۃ الجوع" یعنی أعمالھا

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے:

مفتاح الدنیا الشبع و مفتاح الاٰخرۃ الجوع۔

دنیا کی چابی شکم پروری ہے اور آخرت کی چابی بھوک ہے، ان کی مراد دنیوی اور اخروی اعمال ہیں۔

وکان یحیی بن معاذ یقول: "الشبع نار، و الشھوۃ مثل الحطب، یتولد من الإحراق و لا ینطفیء نارہ حتی یحرق صاحبھا"۔

حضرت یحیٰی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الشبع نار و الشھوۃ مثل الحطب یتولد منہ الاحراق و لا ینطفی ء نارہ حتٰی یحرق صاحبھا۔

یعنی شکم سیری آگ ہے اور شہوت لکڑیوں کی طرح ہے اس سے جلانا پیدا ہوتا ہے اور اس کی آگ اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک اس شخص کو جلا نہ دے۔

وکان سھل بن عبداللّٰہ یقول: ”من أراد أن یأکل فی کل یوم مرتین, فلیَبنِ لہ معلفاً“۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من اراد ان یاکل فی کل یوم مرتین فلیبن لہ معلفاً۔

یعنی جو شخص دن میں دو مرتبہ کھانا چاہتا ہے وہ اپنے لئے کھرلی بنالے (جس میں جانوروں کے آگے چارہ ڈالتے ہیں)۔

وکان مالک بن دینار رحمہ اللّٰہ یقول: ”من أراد أن یفر الشیطان من ظلہ فلیقھر شھوتہ“ وأقاویل السلف فی ذلک کثیرۃ واللّٰہ أعلم۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من اراد ان یفر الشیطان من ظلہ فلیقصر شھوتہ۔

یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ شیطان اس کے سامنے سے بھاگ جائے وہ اپنی شہوت (خواہشاتِ نفسانی) کم کردے یعنی اس پر غالب آجائے۔

اس سلسلے میں اسلاف کے اقوال بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مرید کا کام ادب کا خیال رکھنا

ومن شأنہ معانقۃ الأدب علی الدوام مع اللّٰہ تعالیٰ ومع أولیائہ وإخوانہ فلا یسامع نفسہ قط فی سوء ادب۔

مرید کے لئے اللہ تعالیٰ، اولیاء کرام اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ ادب کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے اور اپنے نفس کو کبھی بے ادبی کے لئے چشم پوشی کا شکار نہ بنائے۔

و كان أبو علی الدقاق رحمه الله يقول: "يصل العبد بعبادته إلى الجنة و لا يصل إلى حضرة ربه إلا بالأدب فی العبادة, و من لم يرا ع الأدب فی طاعته فهو محجوب عن ربه بسبعين حجاب"

و كان رحمه الله لا يستند إلى شیء قط من مخدة أو جدار إلا لضرورة و يقول:

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ اپنی عبادت کے ذریعے جنت تک پہنچ جاتا ہے لیکن جب تک عبادت میں ادب نہ ہو اپنے رب کی بارگاہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور جو شخص اپنی عبادت میں ادب کا خیال نہیں رکھتا وہ اپنے رب سے ستر پردوں میں رہتا ہے۔ اور آپ کسی چیز تکیہ یا دیوار وغیرہ کا سہارا نہیں لیتے تھے البتہ ضرورت کے وقت سہارا لیتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ یہ بے ادبی ہے۔

"إيمان, و لا توحيد" أی كاملاً۔

حضرت عبد اللہ بن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من لا ادب له فلا شريعة له و لا ايمان و لا توحيد۔

یعنی جس شخص کو ادب حاصل نہیں اس کا شریعت اور ایمان کے ساتھ تعلق نہیں۔

و كان ابن عطاء يقول: "لا يكون المريد أديباً حتى يستحی من الله تعالىٰ أن يمد رجله بين يديه فی ليل و نهار"

حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے تھے مرید اس وقت تک باادب نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء نہ کرے کہ صبح و شام اس کے سامنے اپنے پاؤں نہ پھیلائے۔

و كان الحريزی يقول: "مامددت رجلی فی الخلوة منذ عشرين سنة"۔

حضرت حریزی رحمہ اللہ فرماتے تھے:

مامددت رجلی فی الخلوة منذ عشرین سنة۔

یعنی میں نے بیس سال سے تنہائی میں بھی اپنے پاؤں نہیں پھیلائے۔

و کان الحریزی یقول: "الأدب الشرعی مع اللہ تعالیٰ فی کل أمر أولی لکل عاقل، ولم یرد فی الشرع التصریح بعین الأدب فی عین ذلک الأمر"۔

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر معاملے میں شرعی ادب اختیار کرنا ہر عقل مند کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

و کان الحریزی یقول: "إذا کان من یعاشر ملوک الدنیا بغیر أدب یعرّض نفسه للقتل فکیف من یسیء أدبه مع الحق و یجتری ءعلی محارمه؟"۔

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جب کوئی شخص دنیوی بادشاہوں کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ کرتا ہے وہ اپنے نفس کو قتل کے لئے پیش کرتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی اختیار کرتا ہے اور اللہ کے حرام کردہ کاموں پر جرأت کرتا ہے اس کا کیا حال ہو گا؟

و کان یقول: "ترک الأدب موجب للطرد فمن أساء الأدب علی البساط رد إلی الباب و من أساء الأدب علی الباب رد إلی سیاسة الدوابّ"۔

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ادب کو چھوڑنا دھتکارے جانے کا سبب ہے۔ جو شخص بچھونے پر بے ادبی اختیار کرتا ہے اسے دروازے تک دھکیل دیا جاتا ہے اور جو آدمی دروازے پر بے ادبی کرے وہ جانوروں کی نگرانی پر مامور کیا جاتا ہے۔

و کان الإمام الشافعی رضی اللہ عنه یقول: "قال لی الإمام مالک رحمه اللہ: یا محمد اجعل علمک ملحاً و أدبک دقیقا"۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

اجعل علمک ملحاً و ادبک دقیقاً۔

یعنی اپنے علم کو نمک (کے برابر) اور اپنے ادب کو آٹا (کے برابر) بناؤ۔

و کان عبدالرحمن بن القاسم رحمہ اللہ یقول: "صحبت الإمام مالکاً رحمہ اللہ عشرین سنة، فکان منها ثمانی عشرة سنة فی تعلیم الأدب، و سنتان فی تعلیم العلم، فلیتنی جعلت العشرین کلها أدباً"۔

حضرت عبد الرحمن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں بیس سال حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہا ان میں سے اٹھارہ سال میں نے ادب سیکھنے میں گزارے اور دو سال علم حاصل کرنے میں صرف کئے۔ کاش میں پورے بیس سال ادب سیکھنے میں ہی گزار دیتا۔

و کان الشبلی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول: "من علامة أهل حضرة اللہ أن لا یقع أحدهم فی سوء أدب و لو انبساطاً، فواردات الحق تعالیٰ فی السر أو فی العلانیة فإن حضرة الحق تعالیٰ حضرة أدب و بهت و جلال و خوف فلا یناسبها الانبساط لعدم المجانسة بل لو قدر أن ولیّاً مکث فی الحضرة عمر نوح، فلا یزداد إلا هیبة علی ممر الأیام و الدهور، و ذلک لعدم تکرار تجلیات الحق تعالیٰ، فکل تجل و رد علی العبد فهو جدیر أن لا یعطی صاحب تلک الحضرة إلا الأدب و الهیبة فافهم"۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: بارگاہ خداوندی کے مقربین کی ایک علامت یہ ہے کہ ان میں کوئی ایک مذاق میں بھی بے ادبی نہیں کرتا تھا تو انہیں ظاہری اور باطنی طور پر فیض خداوندی حاصل ہوتا کیونکہ بارگاہ خداوندی کی حاضری ادب، خاموشی، جلال اور خوف کی حاضری ہے، لہٰذا اس میں خوش طبعی مناسب نہیں کیونکہ جنس مختلف ہے۔ بلکہ اگر کسی ولی کے لئے حضرت نوح علیہ السلام

کی عمر فرض کی جائے تو زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہیبت میں اضافہ ہو گا کیونکہ تجلیات خداوندی میں تکرار نہیں ہوتا پس بندے پر جو تجلی وارد ہوتی ہے وہ اس لائق ہے کہ اس بارگاہ میں حاضر شخص کو ادب اور ہیبت کے بغیر نہ دی جائے۔ یہ بات سمجھو۔

و کان أبو الحسین النوری رحمه الله یقول: "من لم یتأدب للوقت فهو مقت"۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

من لم یتادب للوقت فهو مقت۔

جو شخص وقت کا ادب نہیں کرتا وہ غضب کا مستحق ہوتا ہے۔

و کان ذوالنون المصری رحمه الله یقول: "من ترخص بترک الأدب رجع من حیث جاء"۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

من ترخص بترک الادب رجع من حیث جاء۔

یعنی جو شخص ادب چھوڑنے کی رخصت حاصل کرتا ہے وہ جہاں سے آیا وہاں لوٹ جاتا ہے۔

و کان سیدی محمد الشناوی رحمه الله یقول: "حکم المرید عند دخوله فی الطریق حکم الجدید النقوة، و حکمه عند وقوعه فی سوء أدب بعد ذلک حکم النصف الذی خرج ذغل فهو یرمی به و لا یقبله أحد" والله تعالیٰ أعلم۔

میرے آقا محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید جب طریقت کو اختیار کرتا ہے تو اس کی حیثیت تازہ اور عمدہ پانی کی طرح ہوتی ہے اور اس کے بعد جب وہ بے ادبی کا شکار ہوتا ہے تو اس کا حکم کلی کرنے کے اس پانی کی طرح ہوتا ہے جسے پھینکا جاتا ہے اور اسے کوئی بھی قبول نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احذر نفسک

ومن شأنه مخالفة هوى نفسه فلا يوافقها قط فيما تهواه وقد أجمع الأشياخ على ان راس مال المريد مخالفة نفسه، ومن أطلق عنان نفسه فيما تهواه، فقد أهلكها۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ خواہشات نفس کی مخالفت کرے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس کی موافقت بالکل نہ کرے، جو شخص نفس کی خواہشات میں اس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑتا ہے، وہ اس کو ہلاک کرتا ہے۔

وکان أبو حفص رحمه الله يقول: ”من لم يتهم نفسه على دوام الحالات، ولم يخالفها في جميع شهواتها، ولو يجرها إلى مكروهها في سائر الأوقات، فهو معذور في سائر الحالات“۔

حضرت ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص حالات کے دوام پر اپنے نفس کو تہمت زدہ نہیں کرتا اور اس کی تمام خواہشات کی مخالفت نہیں کرتا اور نفس کو تمام اوقات اس کی ناپسندیدہ باتوں کی طرف نہیں لے جاتا وہ تمام حالات سے معذور ہے۔

وکان أبو بکر الطهسناني يقول: ”أعظم حجاب بينک وبين ربک موافقة نفسک“۔

حضرت ابو بکر طہمتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہارے رب اور تمہارے درمیان سب سے بڑا حجاب تمہارا اپنے نفس کی موافقت کرنا ہے۔

وکان ابن عطاء يقول: ”ما أکل عبد شهوة إلا حجب عن شهود ربه۔

حضرت ابن شیبان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص خواہش کے مطابق کھاتا ہے وہ اپنے رب کے ہاں حاضری سے پردے میں ہوتا ہے۔

(عربی) حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص عبادت پر اپنے رب سے بدلہ طلب کرتا ہے وہ دھتکارے جانے اور ناراضگی کا مستحق ہے۔

قال: ولقد مكثت عشرين سنة، أشتهي أكلة عدس فلم يتفق لي أكلها، ثم إني أكلتها و خرجت فأخذني أعوان السلطان و قالوا: هذا كسر جرار الخمر مع جماعة السلطان بالأمس، فضربوني ماة خشبة، ثم مرّ علي أستاذي أبو عثمان المغربي فقال: ماذا صنعت حتى وقع لک هذا؟ فقلت: أكلت شهوة! فقال الشيخ: أطلقوه فأطلقوني، و قال لي: نجوت إن شاء الله مجاناً"۔

وہ فرماتے تھے: میں بیس سال تک مسور کا لقمہ کھانے کی خواہش کرتا رہا لیکن اسے کھانے کا اتفاق نہ ہوا، پھر میں نے کھایا اور باہر نکلا تو مجھے بادشاہ کے کارندے پکڑ کر لے گئے اور کہنے لگے اس شخص نے گزشتہ رات بادشاہ کے کارندوں سے شراب کے گھڑے توڑے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے سو کوڑے مارے۔ پھر میرے استاد ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ میرے پاس سے گزرے اور پوچھا: ماذا صنعت حتی وقع لک ہذا (تم نے ایسا کیا کام کیا ہے کہ تمہیں یہ سزا ملی؟) میں نے کہا میں نے خواہش کے مطابق کھایا۔

و كان السري السقطي رحمه الله يقول لي: "أكثر من أربعين سنة و نفسي تطالبني أن أغمس جزرة في دبس فلم أطعمها ذلک، و كان يقول: من صدق في ترک شهوة، كفاه الله تعالىٰ موتها"۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے فرماتے تھے: چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں میرا نفس مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے کہ میں گوشت کھجور کے تشترے میں ڈبو کر کھاؤں لیکن میں نے اسے نہیں کھلایا۔

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

من صدق في ترک شهوة كفاه الله تعالىٰ موتها۔

جو شخص خواہش کو چھوڑنے میں سچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کو کفایت کرتا ہے (یعنی اسے اچھی موت آتی ہے)۔

و أوحى الله تعالىٰ ألى داؤد عليه السلام: "يا داؤد حذر و أنذر قومک أكل الشهوات، فإن القلوب المتعلقة بشهوات الدنيا عقولها محجوبة عني" وفي رواية "يا داؤد إن أهون ما أنا صانع بعبدي إذا آثر هواه على طاعتي أن أحرمه لذيذ مناجاتي"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: "اے داؤد! اپنی قوم کو خواہشات کے مطابق کھانے سے بچاؤ کیونکہ جو دل دنیوی خواہشات سے تعلق پیدا کرتے ہیں وہ مجھ سے پردے میں ہوتے ہیں۔"

اور ایک روایت میں ہے: "اے داؤد! جب میرا بندہ میری اطاعت پر اپنی خواہش کو ترجیح دیتا ہے تو میں اس سے ہلکاترین سلوک یہ کرتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔"

و كان إبراهيم الخواص رحمه الله يقول: "من اتباع الهوى أن يعبد العبد ربه لطلب ثواب أو خوفاً من عقاب فلا يزداد صاحب هذا القصد على مرور الزمان إلا إدباراً" وفي بعض الكتب الإلهية يقول الله عز وجل: "ومن أظلم ممن عبدني لجنة أو نار، لو لم أخلق ألم أكن أهلاً لأن أطاع؟"۔

حضرت ابراہیم الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: خواہش کی اتباع سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ اپنے رب کی عبادت کو ثواب کی طلب یا عذاب کے خوف سے کرے تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اس ارادے والا شخص پستی کی طرف جاتا ہے۔

اور بعض آسمانی کتب میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن عبدنی لجنة او نار لو لم اخلق الم اکن اهلا لان اطاع۔

یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری عبادت جنت یا جہنم کی وجہ سے کرتا ہے۔ اگر میں (جنت و دوزخ) پیدا نہ کرتا تو کیا میں اس بات کا اہل نہ تھا کہ میری فرماں برداری کی جائے؟ یعنی عبادت کی جائے۔

قلت: من اتباع الهوى إيثار النوم على قيام الليل فى مثل ليالى الصيف، و ذلك دليل على عدم محبة الله عز و جل، و من لا يحب الله فهو عدو الله لأن الله تعالىٰ قد أوحى إلى داؤد عليه السلام: "يا داؤد كذب من ادعى محبتى فإذا جنه الليل نام عنى" فشهد الحق على أن من ينام من غير غلبة بأنه كاذب فى محبته۔

میں کہتا ہوں: خواہش کی اتباع میں سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی شخص سردیوں کی راتوں میں نیند کو رات کے قیام پر ترجیح دے اور یہ بات اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی (یا داؤد کذب من ادعی محبتی فاذا جنۃ اللیل نام عنی) اے داؤد! وہ شخص میری محبت میں جھوٹا ہے جو رات چھا جانے کے بعد مجھے چھوڑ کر سو جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ جو شخص غلبہ نیند کے بغیر سو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جھوٹا ہے۔

دليل التوبة الصادقة

و كان إبراهيم بن أدهم رضى الله عنه يقول: "من علامة صدق العبد فى التوبة عن الذنب أن يجد فى قلبه بعدها لذة لا يقدر قدرها فمن لم يجد فى قلبه لذة بعدها فهو كاذب فى تركها، و لعله يرجع إلى النب عن قريب"۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گناہ سے بندے کی سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد اس کے دل میں ایسی لذت پیدا ہو جس کا اندازہ نہ لگا سکے پس جو شخص اس کے بعد اپنے

دل میں لذت نہ پائے وہ گناہ کے چھوڑنے کے بارے میں جھوٹا ہے اور ہو سکتا ہے وہ عنقریب گناہ کی طرف لوٹ جائے۔

طریقت کی پابندی کرنا

ومن شأنہ أن یلازم علی عدم الإخلال بأرکان الطریق و شروطھا، و متی انھدم رکن منھا أو شرط تبعہ الباقی، وقد تقدم أن أرکان الطریق أربعۃ: الجوع، العزلۃ، الصمت، و السھر، وما زاد علی ھذہ الأربعۃ فھو من التوابع، و قالوا: من ضیع الأصول حرم الوصول، فاعلم ذلک۔

مرید کی شان یہ بھی ہے کہ وہ شریعت کے ارکان اور شرائط میں خلل نہ ڈالے کیونکہ جب ایک رکن یا شرط ختم ہو جائے تو باقی بھی اس کے پیچھے جاتے ہیں اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ارکان طریقت چار ہیں: بھوک، تنہائی، خاموشی، اور شب بیداری۔ ان چار ارکان سے جو باتیں زائد ہیں وہ ان کے تابع ہیں۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اصول کو ضائع کرتا ہے وہ وصول سے محروم رہتا ہے۔

کیف یختار المرید شیخہ؟

و من شأنہ أن لا یتتلمذ إلا لشیخ قد تضلع من علوم الشریعۃ و ذلک لیکفیہ عن الاجتماع علی غیرہ۔

مرید کی شان (اور ذمہ داری) یہ ہے کہ ایسے شیخ کی شاگردی حاصل کرے جو علوم شرعیہ سے وافر حصہ پائے تاکہ وہ اسے کسی دوسرے کے پاس جانے سے کفایت کرے۔

و قد أخبرنی شیخنا الشیخ محمد الشناوی رحمہ اللہ، أنہ قال یوماً لشیخہ سیدی محمد السروی: "مرادی أن أزور الشیخ فلان، فعبس الشیخ فی وجھہ و قال: یا محمد إذا کنت لا أکفیک فکیف اتخذتنی شیخاً لک؟! قال: فمن ذلک الیوم، ما زرت غیرہ حتی مات"۔

ہمارے شیخ، محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے ایک دن شیخ سیدی محمد سروی رحمہ اللہ سے کہا کہ میں فلاں شیخ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے حضرت شیخ کے چہرے پر ناگواری آئی اور فرمایا: **اذا کنت لا اکفیک فکیف اتخذتنی شیخا لک؟** یعنی "جب میں تجھے کافی نہیں تو تم نے مجھے کس طرح اپنا مرشد بنایا؟" فرماتے ہیں: میں نے اس دن کے بعد سے ان کے علاوہ کسی کی زیارت نہیں کی حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

فعلم ان من جری علیه المقدور و دخل فی عهدة شیخ لم یتضلع من علوم الشریعة فلا حرج علیه فی الاجتماع بغیره، کما هو حال أکثر مشایخ هذا الزمان۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص تقدیر کی وجہ سے ایسے شیخ کا مرید بنے جس کو علوم شرعیہ سے سیرابی حاصل نہیں اس کے لئے کسی دوسرے کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں جس طرح اس دور کے اکثر مشائخ کا حال ہے۔

وعلی ذلک یحمل کلام أبی القاسم القشیری رحمه الله فی قوله: "ویقبح علی المرید أن ینتسب إلی مذهب أحد غیر شیخه، بل یقلد شیخه فقط" فإنه بیقین محمول علی شیخ قد تبحر فی علوم الشریعة فلا یقبح علی المرید الانتساب إلی غیره بل ذلک واجب علیه۔

حضرت ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے، انہوں نے فرمایا:

"مرید کے لئے یہ بات نہایت بری ہے کہ وہ اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کی طرف منسوب ہو بلکہ صرف اپنے شیخ کی تقلید کرے۔"

یقینی طور پر آپ کے اس قول کا یہی مطلب ہے (اس صورت میں) کہ جب اس کا شیخ علوم شرعیہ میں سمندر کی طرح ہو (ورنہ) مرید کے لئے دوسرے شیخ کی طرف نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ واجب ہے۔

الصوفی فقیہ

وقد كان الإمام أحمد بن حنبل مع جلالة قدره إذا توقف فی مسألة يقول لأبی حمزة البغدادی رضی اللہ عنه: "ماتقول فی هذه المسألة يا صوفی؟" فمهما قال له اعتمده، وكفى بذلک منقبة لمشايخ الصوفية۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو باوجود عظمت شان کے جب کسی مسئلہ میں توقف ہوتا تو حضرت ابو حمزہ بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتے تھے: ماتقول فی هذه المسئلة يا صوفی؟ یعنی اے صوفی! آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ تو بعض اوقات وہ فرماتے: میرا اس پر اعتماد ہے۔ مشائخ صوفیاء کی تعریف کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے۔

و كذلک بلغنا عن القاضی أحمد بن شريح أنه كان يعترف بفضل أبی القاسم الجنيد و يجلس فی حلقته ويقول إذا سئل عن كلامه: "إنی لم أفهم منه شيئاً، ولكن صولة الكلام ليست بصولة مبطل"۔

اس طرح ہمیں قاضی احمد بن شریح رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ حضرت ابو القاسم جنید (بغدادی) رحمہ اللہ کی فضیلت کا اعتراف کرتے اور ان کے حلقہ میں بیٹھتے تھے اور جب ان سے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے کلام کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: انی لم افهم منه شيئا ولكن صوله الكله ليست بصولة مبطل۔ یعنی مجھے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی لیکن کلام کا دبدبہ بتاتا ہے کہ یہ کسی باطل کلام والے کا دبدبہ نہیں ہے۔

وقد كان الشيخ أبو القاسم الجنيد رحمه اللہ يقول: "لو علمت أن للہ تعالیٰ علماً تحت أديم السماء أشرف من هذا العلم الذی يأيدی الصوفية لسعيت إليه" و كان يقول: "ما نزل علم من السماء و جعل اللہ تعالى للخلق إليه سبيلا إلا و جعل لی فيه حظاً و نصيباً"۔

حضرت شیخ ابو القاسم جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اگر مجھے علم ہوتا کہ آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کا ایسا علم بھی ہے جو ان صوفیاء کے علم سے زیادہ شرف والا ہے تو میں اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔‘‘ اور آپ یہ بھی فرماتے ’’اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو علم اتارا ہے اور مخلوق کو اس تک رسائی عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں میرا حصہ رکھا ہے۔‘‘

وکان أبو القاسم القشیری رحمہ اللہ یقول: ’’قد درج أشیاخ الطریق کلھم علی أن أحداً منھم لم یتصدر قط للطریق إلا بعد تبحرہ فی علوم الشریعۃ و وصولہ إلی مقام الکشف الذی یستغنی بہ عن الاستدلال۔

حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام مشائخ طریقت نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی طریقت کی راہ پر نہیں چلا مگر اس کے بعد کہ جب وہ علوم شریعت میں سمندر کی طرح ہو گیا اور کشف کے اس مقام تک پہنچ گیا جس کے بعد استدلال کی ضرورت نہیں۔

وما انتسب مرید إلی غیرھم وقرأ علیہ العلوم دونھم إلا لجھلہ بمقامھم، فان حجج القوم أظھر من حجج غیرھم لتأیدھا بالکشف، ولم یکن منھم أحد فی عصر من الأعصار إلا و علماء ذلک الزمان یتواضعون لہ ویعملون بإشارتہ، ویطلبون منہ تفریج کربھم فی الشدائد، ولولا شھود العلماء من الصوفیۃ أموراً تؤذن بعلو مقامھم علیھم، لکان الأمر باعکس‘‘ و قد سطنا الکلام علی ذلک فی قوائد الصوفیۃ الکبری واللہ اعلم۔

اگر مرید ان صوفیاء کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس پڑھتا ہے تو وہ ان کے مقام سے جاہل ہونے کی وجہ سے ایسا کرتا ہے کیونکہ صوفیاء کے دلائل دوسروں کے دلائل سے زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ ان کو کشف کی تائید حاصل ہوتی ہے اور ہر زمانے میں اس زمانے کے علماء ان کے سامنے تواضع کرتے اور ان کے اشارے پر عمل کرتے ہیں۔ اور سخت مشکلات میں اپنی مشکلات کے حل کے لئے ان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں اور اگر صوفی علماء سے کچھ ایسی باتیں ظاہر نہ ہوتیں جو ان کے مقام کی

بلندی کی خبر دیتی ہیں تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔ ہم نے کتاب قواعد الصوفیۃ الکبریٰ میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

هل للمريد أن يتخذ أكثر من شيخ؟

ومن شأنه أن لا يكون له إلا شيخ واحد، فلا يجعل له قط شيخين، لأن مبنى طريق القوم على التوحيد الخالص۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ صرف ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو اور ہرگز دو شیخ نہ اپنائے کیونکہ صوفیاء کا طریقہ خالص توحید پر مبنی ہے۔

و قد ذكر الشيخ محيي الدين في البا الأحد و الثمانين و مائة من الفتوحات المكية ما نصه: "اعلم أنه لا يجوز لمريد أن يتخذ له إلا شيخاً واحداً لأن ذلک أعون له في الطريق، وما رأينا مريداً قط أفلح على يد شيخين، فكما أنه لم يكن وجود العالم بين إلهين و لا المكلف بين رسولين و لا امرأة بين زوجين، فكذلک المريد لا يكون بين شيخين"، هذا كله في مريد تقيد بشيخ بقصد سلوكه الطريق، و أما من لم يتقيد فهو متبرک بالشيخ فقط، فمثل ذلک لا يمنع من الاجتماع بأحد۔

حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے "الفتوحات المکیہ" کے باب ۱۸۱ میں فرمایا: "جان لو! مرید کے لئے صرف ایک شیخ کو اختیار کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے طریقت میں زیادہ مدد ملتی ہے اور ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا، تو جس طرح اس عالم کا وجود دو خداؤں کے درمیان نہیں، ایک مکلف دو رسولوں کے درمیان نہیں، اور ایک عورت دو خاوندوں کے درمیان نہیں، اسی طرح ایک مرید کا تعلق دو مشائخ کے ساتھ نہیں ہوتا۔

یہ تمام باتیں اس مرید کے بارے میں ہیں جو کسی شیخ سے اس لئے وابستہ ہوتا ہے کہ وہ طریقت کی راہ پر چلے۔ لیکن جس مرید کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ وہ اپنے شیخ سے محض برکت حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے مختلف شیوخ کے پاس جانا ممنوع نہیں۔

وقد کان سیدی علی المرصفی رحمه اللہ تعالی یقول: "من ابتلی بصحبة شیخین فأکثر فلیجعل شیخه الحقیقی فی حاشیة قلبه، بجانب محبة رسول اللہ ﷺ، لأنه نائب عن رسول اللہ ﷺ فی نصح أمته وإرشادهم إلی طرف الهدی"۔

میرے آقا علی المرصفی فرماتے ہیں: جو شخص دو یا زیادہ شیوخ کے ساتھ تعلق کی آزمائش میں ہو تو وہ رسول اکرم ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے شیخ کو دل کے اندر جگہ دے کیونکہ وہ شیخ رسول اکرم ﷺ کی امت کی خیر خواہی اور ان کو راہ ہدایت کی طرف بلانے میں رسول اکرم ﷺ کا نائب ہے۔

وکان أبو یزید البسطامی رضی اللہ عنه یقول: "من لم یکن له أستاذ واهد فهو مشرک فی الطریق، والمشرک شیخه الشیطان"۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس کا ایک استاذ نہ ہو تو وہ طریقت میں مشرک ہے اور مشرک کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔

وکان أبو علی الدقاق رضی اللہ عنه یقول: "إنما کان الإنسان لا یقدر علی سلوک طریق القوم بغیر شیخ لأنها طریق سلوک فی الغی، أو غیب الغیب، والشجرة إذا نبتت بنفسها من غیر غارس لا ینتفع أحد بثمرها ولو أورقت بل ربما لا تثمر أبداً۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کوئی شخص شیخ کے بغیر صوفیاء کے راستے پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ یہ غیب الغیب میں سلوک کا راستہ ہے اور درخت جب کسی اگانے والے

کے بغیر خود بخود اُگ آئے تو اس سے کسی کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا اگرچہ اس کے پتے نکل آئیں بلکہ بعض اوقات وہ کبھی بھی پھل نہیں دیتا۔

وانظر یا أخی إلی سیدالمرسلین علی الإطلاق کیف کان جبریل علیه السلام واسطة بینه وبین الله تعالیٰ فی الوحی تعرف أن اتخاذ الشیخ واجب لا یستغنی المرید عنه"۔

اور اے بھائی! رسول اکرم ﷺ کو دیکھو جو تمام رسولوں کے سردار ہیں کہ کس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وحی کے لئے واسطہ تھے۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ شیخ کا اختیار کرنا واجب ہے۔ مرید اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

قال أبو یزید: "ولقد أخذت طریقی عن شیخی نفساً بنفس" ثم لا یخفی أن السلف الصالح من الصحابة والتابعین وتابع التابعین، إنما لم یکونوا یتقیدون بشیخ واحد بل هم کان أحدهم یأخذ عن مائة شیخ لأنهم رضی الله عنهم کانوا امطهرین من الأدناس وارعونات، فکان کل واحد منهم کاملاً لا یحتاج إلی من یسلکه، فلما کثرت الأمراض واحتاجوا إلی علاجها أمرهم الشیوخ بالتقیید علی شیخ واحد لئلا یتبدد حال المرید وتطول علیه الطریق، فاعلم ذلک۔

حضرت ابویزید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے طریقت اپنے شیخ سے اس طرح حاصل کی کہ صرف میں اور آپ دونوں موجود تھے۔ پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے اسلاف صحابہ کرام ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ایک شیخ کے پابند نہیں تھے بلکہ ان میں سے ایک شخص ایک سو مشائخ سے تربیت حاصل کرتا کیونکہ وہ لوگ دل کی میل اور تکبر سے بالکل پاک تھے، پس ان میں سے ہر ایک کامل تھا، وہ سلوک میں کسی دوسرے کے محتاج نہ تھے۔

پس جب بیماریاں زیادہ ہو گئیں اور لوگ علاج کے محتاج ہو گئے تو مشائخ نے ان کو ایک شیخ کا پابند ہونے کا حکم دیا تاکہ مرید کا حال بکھر نہ جائے اور طریقت کی طویل دنیا سے قطع تعلق نہ ہو جائے اور اس پر طریقت کا راستہ لمبا نہ ہو جائے۔

دنیاوی تعلق کو چھوڑنا

ومن شأنه أن يجعل رأس ماله حذف العلائق الدنيوية فإن من كان له علاقة دنيوية فقلّ أن يفلح، لأن تلك العلاقة تجره آلي وراء، ومن هنا قالوا: "من شرط التائب بعده عن إخوان السوئ الذين كانوا أصحابه في المعاصي قبل أن يتوب منها، لأن القرب منهم ربما جره إلى الرجوع إلى فعل ما كان تاب منه"۔

تو اس بات کو جان لے! مرید کی شان یہ بھی ہے کہ وہ دنیوی تعلق کو چھوڑنا اپنی پونجی قرار دے کیونکہ جس شخص کا دنیا سے تعلق ہوتا ہے وہ بہت کم کامیابی حاصل کرتا ہے، کیونکہ تعلق اسے پیچھے کی طرف لے جاتا ہے۔

اسی وجہ سے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ توبہ والے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ برے لوگوں سے دور رہے یعنی ان لوگوں سے جو توبہ کرنے سے پہلے گناہوں میں اس کے ساتھ شریک تھے کیونکہ ان کا قرب بعض اوقات اسے اس کام کی طرف لے جاتا ہے جس سے اس نے توبہ کی تھی۔

وكان الإمام القشيري رحمه الله يقول: "يجب على المريد أن يكون عمله دائماً في فراغ القلب من الشواغل، ومن أعظمها الخروج عما بيده من المال، لأنه يميل به عن طريق الاستقامة لضعفه، فليس له أن يمسك المالك إلا بعد كماله في الطريق"۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید پر واجب ہے کہ وہ مشاغل سے دل کو ہمیشہ فارغ رکھے اور ان میں سے سب سے بڑا عمل یہ ہے کہ اس کے پاس جو مال ہے اسے (اللہ کے لئے) خرچ کرے کیونکہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اس کے ذریعے استقامت کے راستے سے دوسری طرف مائل ہو جائے گا۔ لہٰذا جب تک وہ طریقت میں کمال حاصل نہ کرے اس کے لئے جائز نہیں کہ مال اپنے پاس روکے رکھے۔

و کان الإمام القشیری رحمہ اللہ یقول: "و قد أعجز الشیوخ عن أن یسیروا بمرید و معہ علاقۃ، فسیرھم بہ ضعیف ربما یفنی العمر و لم یصلوا بہ إلی مقام الکمال الذی یریدہ"۔

وہ فرماتے تھے: مشائخ کرام اس مرید کو اپنے ساتھ چلانے سے عاجز ہو گئے جس کا دل دنیا سے متعلق تھا۔ ان کی ایسے مرید کو چلانے میں کمزوری اور بعض اوقات زندگی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اسے اس کمال تک نہیں پہنچا سکتے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

الفقہ فی الدین مفتاح الطریق

و من ھنا قالوا المرید: تفقہ فی دینک أولاً ثم تعال ادخل الطریق و ذلک لیقل التفاتہ إلی غیر الطریق، فربما شرع فی مجلس ذکر مثلاً فصار درسہ یدعوہ إلی مطالعتہ، و الھضور مع الطلبۃ، و کثرۃ الجدال، و ذلک یفرق عن المعنی المقصود فی الطریق، من دوام المراقبۃ للہ تعالی وحدہ، علی أن غالب دقائق العلوم یدخلھا حظوظ النفس، و مبنی الطریق کلھا علی مخالفۃ النفس و اللہ أعلم۔

اسی وجہ سے مشائخ مرید سے کہتے ہیں پہلے اپنے دین کی سمجھ اختیار کرو پھر آکر طریقت میں داخل ہو یہ اس لئے کہ طریقت کے غیر کی طرف اس کی توجہ کم ہو۔ مثلاً بعض اوقات وہ مجلس ذکر میں شروع ہوتا ہے تو اس کا درس اس کو مطالعہ اور طلبہ کے ساتھ حاضری کی دعوت دیتا ہے۔ نیز وہ

"مجادلہ"(لڑائی جھگڑے) کی کثرت اختیار کرتا ہے اور اس طرح اس بات سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے جو طریقت میں مقصود ہوتی ہے اور وہ مسلسل اللہ وحدہٗ کی طرف توجہ (مراقبہ) ہے۔ علاوہ ازیں علوم کی غالب باریک باتیں نفس کی خواہشات میں شامل ہو جاتی ہیں جب کہ طریقت کا دار و مدار مکمل طور پر نفس کی مخالفت پر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرید کے حال کا گواہی دینا

ومن شأنه أن يكون له شاهد من حاله في كل مقام ادعاه أو تظاهر به، فأن ادعى المحبة لله كان لونه يميل إلى الاصفرار، و إن ادعى الزهد في الدنيا كان مجانباً للأشرار، و إن ادعى الجوع كان جسمه مائلاً إلى الإضمار، قال الشريف الأحمدي: "وقد كنا في مجمع من الفقراء في تربة البهنسا نزور الصالحين، و إذا شاب قد أقبل علينا مضمر، و لونه أصفر و عليه لوائح الصلاح، فأنشد منشد الفقراء لما رآه:

من الشوق مضنًى ما يزال مسقماً | له عند تغريب النجوم أنين

فصاح الشاب وضرب بيده عموداً فانفلق فحرك شوق كل من كان هناك۔

فعلم أن كل فقير لم يعان الجوع و المجاهدة لازمه الجمود و كثافة الهجاب و لو سمع القرآن لا يكاد يتعظ بشيء من زواجره لغلظ حجابه والله أعلم۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ جس مقام کا دعویٰ کرے یا اس کا غلبہ ظاہر کرے اس پر اس کے حال کی گواہی موجود ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے تو اس کا رنگ زردی مائل ہو گا اگر دنیا سے بے رغبتی (زہد) کا دعویٰ کرے تو برے لوگوں سے کنارہ کش ہو گا اگر وہ بھوک کا دعویٰ کرے تو اس کا جسم دُبلا ہونے کی طرف مائل ہو گا۔

حضرت شریف احمدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم فقراء کے مقام اجتماع ''تربۃ البہنا'' (ایک جگہ کا نام) میں صالحین کی زیارت کر رہے تھے تو ہماری طرف ایک نوجوان آیا جس نے اپنے جسم کو دبلا پتلا کر رکھا تھا اس کا رنگ زرد تھا اور اس پر نیکوکاری کی چمک تھی تو فقراء میں سے ایک نے اس کو دیکھ کر پڑھا:

من الشوق مصتی مایزال مسقما   لہ عند تغریب النجوم انین

وہ شدت شوق سے لاغر اور مسلسل بیمار ہے، ستارے ڈوبنے کے وقت اس کی ہچکیاں بندھتی ہیں۔

یہ سن کر نوجوان چیخا اور اس نے اپنا ہاتھ ستون پر مارا اور اس کو توڑ دیا اور وہاں جتنے لوگ تھے ان کے شوق کو حرکت دی۔

پس معلوم ہوا کہ جو فقیر بھوک اور مجاہدہ کی مدد حاصل نہیں کرتا اس پر جمود اور حجاب کی کثافت لازم ہو جاتی ہے اگر وہ قرآن مجید سنے تو اپنے حجاب کے سخت ہونے کی وجہ سے اس کی جھڑک سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الأخذ بالأحوط

ومن شأنه أن یاخذ بالأحوط فی دینه و یخرج من خلاف العلماء إلی وفاقهم ما أمکن، مبادرة علی وقوع عباداته صحیحة علی جمیع المذاهب أو أکثرها۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے دین میں زیادہ محتاط بات کو اختیار کرے اور جس قدر ممکن ہو علماء کے اختلاف سے نکل کر ان کے اتفاق اور اجماع کی طرف جائے۔ وہ اس بات کی طرف جلدی کرے کہ اس کی عبادات تمام یا اکثر مذاہب کے مطابق صحیح ہو جائیں۔

فإن رخص الشریعة إنما جعلت للضعفاء و أصحاب الضرورات والأشغال، وأما القوم فلیس لهم شغل إلا مؤاخذة نفوسهم بالعزائم، هلذلک قالوا: إذا انحط الفقیر عن درج

الحقيقة آلى رخص الشريعة فقد أمكن، حتى يرسخ فى مقام مراعاة الله تعالى وهده دون أحد من خلقه، فلايكاد أحد يأخذ من الفقير الصادق مقاماً، ولا يعرف له حالاً من شدة كتمانه، وقد ورد فقير على سيدى محمد الشربينى، فأنشد بين ديه:

وكم من فتى يرمى مرامى بعيدة　　　وهو بين أطناب الخيام مقيم

فصاح الشيخ وقام وقبض على ذلك المنشد وصار يقول: "من أين علمت ذلک؟"

و قد أجمع أهل الطريق على أنه إن لم يكن المريد غير ملاحظ للحق فى الباعث على أعماله لا يجىء منه شىء و أجمعوا أيجاً على أن كل مريد أحبّ الظهور أن يطّلع الناس على كمالاته فهو مقطوع به لا سيما إن صار الناس يتبركون به فإنه يهلک بالكلية۔

شریعت کی رخصتیں کمزور، ضرورت مند اور مشغول لوگوں کے لئے ہیں، لیکن صوفیاء کی مشغولیت یہی ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو عزیمت کے ساتھ پکڑیں اسی لئے وہ فرماتے ہیں: جب فقیر حقیقت کے درجہ سے شریعت کی رخصتوں کی طرف آئے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان ہیں تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رعایت میں مضبوط ہو جائے۔ اس کی مخلوق میں سے کسی کو خیال میں نہ لائے۔ پس اس مقام کو زیادہ مخفی رکھنے کی وجہ سے کسی شخص کو سچے فقیر کے مقام کا پتہ نہیں چلتا اور نہ اس کے حال کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

ایک فقیر سیدی محمدی الشربینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور اس نے پڑھا:

کم من فتی یرمی مرامی بعیدة　　　وھو بین اطناب الخیام مقیم

کتنے ہی نوجوان ہیں جو دور کے نشانہ پر تیر پھینکتے ہیں، اور وہ خیموں کی طنانوں طنابوں میں مقیم ہیں۔

(یہ سن کر) شیخ چلائے اور اٹھ کر اس شعر پڑھنے والے کو پکڑا اور پوچھنے لگے تمہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی؟

اس بات پر اہل طریقت کا اجماع ہے کہ اگر مرید اپنے اعمال کی ترغیب دینے والی باتوں میں اللہ تعالیٰ کو پیش نظر نہ رکھے تو اس سے کوئی بات (کمالات وغیرہ) ظاہر نہیں ہوتی اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر مرید اس بات کو پسند کرے کہ اس کے کمالات ظاہر ہوں اور لوگ اس پر مطلع ہوں تو وہ اس سے ختم ہو جاتے ہیں خاص طور پر اگر لوگ اس سے برکت حاصل کریں تو یہ بات اسے بالکل ہلاک کر دے گی۔

نفس کو مشقت کا عادی بنانا

ومن شأنه أن يوطن نفسه على تهمل الشدائد في الطريق، و أنه لا ينصرف عنها إلى غيرها إذا أصابته الأسقام و الآلام و الفاقات ها لبلايا المتلاحقة، و أنه لا يترخص عند هجوم الفاقات و الضرورات أبداً۔ و كثيراً ما يحصل للمريد نفرة الخلق منه إذا دخل طريق القوم و يتسلطون على عرضه بالبهتان و الزور فيأتيه الشيطان و يقول له: كنت غنياً عن طلب هذه الطريق، و كم سنة لك و أنت في راحة من الناس، و لا يذكرونك إلا بخير، و لا يقعون في إثم بسببك! فيفسخ ذلك المريد عهده و يرجع عن الطريق، فيحصل له المتميزق، فلا يصير يصلح للطريق و لا لغيرها فليثبت المريد على الطريق و لا يتزلزل بالحق بالمحن فيها فإن ذلك من الشيطان و الله أعلم۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ طریقت کے سلسلے میں اپنے نفس کو مشقت برداشت کرنے کا عادی بنائے اور جب اسے بیماریاں، تکالیف، فاقے اور مسلسل آزمائشیں پہنچیں تو وہ نفس کو ان سے دوسری طرف نہ پھیرے اور فاقوں اور ضرورتوں کے وقت کبھی بھی رخصت کی طرف نہ جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب مرید صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو

لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور بہتان اور جھوٹ کے ذریعے اس کی عزت پر حملہ کرتے ہیں تو اس وقت شیطان اس کے پاس آکر کہتا ہے: "تجھے اس طریقت کی کیا ضرورت تھی تو کتنے سال لوگوں سے راحت و سکون میں رہا وہ تیرا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتے تھے اور تیرے سبب سے گناہ میں نہیں پڑتے تھے۔" تو اس وقت مرید اپنے عہد توڑ کر طریقت سے پھر جاتا ہے اور وہ ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے چنانچہ نہ وہ طریقت کے قابل رہتا ہے اور نہ کسی اور کام کے۔ پس مرید کو طریقت پر ثابت قدم رہنا چاہیئے اور راہ حق میں پہنچنے والی آزمائشوں کی وجہ سے اس کے قدموں میں لغزش نہیں آنی چاہیئے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

ملازمة الشيخ

ومن شأنه إن كان له شيخ أن يلازمه وإن جاهد على أن تكون خلوته تجاه باب الشيخ ليقع بصره عليه كلما خرج فذلك دليل على سعادته.

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر اس کا شیخ موجود ہے تو اس سے وابستہ رہے اور کوشش کرے کہ شیخ کے دروازے کے سامنے خلوت نشینی اختیار کرے تاکہ جب بھی وہ باہر آئیں یہ اس کی زیارت کرے یہ اس کی نیک بختی کی دلیل ہے۔

فربما صيرته نظرة من النظرات ذهباً إبريزاً أغنته عن المجاهدة، كما وقع لسيدى يوسف العجمى أنه خرج يوماً من الخلوة فلم يجد أحداً من الفقراء يقع بصره عليه، فوقع بصره على كلب على باب المسجد، فانقادت إليه جميع الكلاب مصر وصارت تمشى معه حيث مشي وتقف معه حيث وقف، وصار الناس ينذرون البقر وغيرها للكلاب، فأرسل الشيخ وراء ذلك الكلب، وقال له: اخسأ! فتفرقت عنه الكلاب لوقته، وقال: "لو أن تلك النظرة وقعت على آدمى لصار إماماً يقتدى به".

بعض اوقات شیخ کی کوئی نظر اسے خالص سونا بنادیتی ہے تو وہ مجاہدہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے جس طرح میرے آقا یوسف عجمی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن اپنی خلوت سے نکلے تو فقراء میں سے کسی کو نہ پایا جس پر ان کی نگاہ پڑتی، تو مسجد کے دروازے پر موجود کُتے پر ان کی نگاہ پڑ گئی تو مصر کے تمام کتے اس کے سامنے جھک گئے اور اس کے ساتھ چلنے لگے وہ جہاں بھی جاتا وہاں جاتے اور جہاں ٹھہر تا وہاں ٹھہر جاتے اور لوگ کھانے وغیرہ ان کتوں کی نذر کرنے لگے۔

چنانچہ حضرت یوسف عجمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتے کے پیچھے کسی کو بھیجا اور فرمایا دور ہو جا تو اسی وقت باقی کتے اس سے دور ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: لو ان تلک النظره وقعت علی ادمی لصار امامایقتدی به۔ یعنی اگر یہ نظر کسی آدمی پر پڑ جاتی تو وہ ایسا امام بن جاتا کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے۔

قالوا: وینبغی له أن لا یسافر قبل أن تقبله الطریق فإن السفر للمرید سم قاتل،

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک طریقت اس مرید کو قبول نہ کرے وہ سفر نہ کرے کیونکہ مرید کے لئے سفر زہر قاتل ہے۔

وکان الإمام القشیری رحمه الله یقول: "إذا أراد الله بمرید خیراً أثبته فی موضع إرادته و أدام علیه طریق مجاهداته و إذا أراد به شراً رده إلی حالته قبل التوبة و أشغله بالدنیا عنه" و کان یقول أیضاً: "الخیر کل الخیر فی العکوف علی عتبة الشیخ، و إذا أراد الله بعبد شراً شتته فی مطاوح غریبة، قبل أن یتمکن فی أمور ربه"۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی مرید کے لئے خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اس کے مقام ارادت میں ثابت رکھتا ہے اور اسے ہمیشہ مجاہدات کی راہ میں قائم رکھتا ہے اور اگر اس کے لئے دوسرا ارادہ فرمائے تو اس کو توبہ سے پہلے والی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے اور اس کو اس منصب سے ہٹا کر دنیا میں مشغول فرما دیتا ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے: تمام بھلائی شیخ کی چوکھٹ پر جھک جانے میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دوسرا ارادہ فرمائے تو اسے دور دراز کے مقامات ہلاکت میں منتشر کر دیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ اپنے رب کے امور پر قادر اور پختہ ہو۔

و غاية أمره فی سياحته حجاب يحصلها خالية عن الأداب المطلوب فيها أو زيادة مواضع يرتحل إليها أو لقاء أشياخ من غير أن يتقيد بأحد منهم بالتربية، فمثل هذا لا يكلف المشی علی مراسم الطريق لأن الله تعالی لم يرد أن يرقيه إلی مقامات الرجال إذ لو أراد له ذلک لقيده علی خدمة شيخ يبايعه علی السمع و الطاعة فی المبسط و المكره و الله أعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرید کی سیاحت میں ایسا حجاب ہے جو اسے حاصل ہوتا ہے اور وہ ان آداب سے خالی ہوتا ہے جو اس کو مطلوب ہوتے ہیں یا وہ متعدد مقامات کی طرف جاتا ہے یا متعدد شیوخ سے ملاقات کرتا ہے اور ان میں سے کسی سے تربیت حاصل کرنے کا پابند نہیں ہوتا۔ اس قسم کا آدمی اپنے آپ کو طریقت کے اطوار کا مکلف نہیں بناتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند مرتبہ اولیاء کرام تک ترقی عطا کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا، کیونکہ اگر اس نے یہ ارادہ فرمایا ہوتا تو وہ اسے کسی ایک شیخ کامل کا پابند بناتا جو اس سے خوشی اور تکلیف دونوں صورتوں میں بات سننے اور ماننے پر بیعت لیتا۔

معالجة النفس

و من شأنه مكايدة خواطره و معالجة أخلاقه و نفی الغفلة عن قلبه بمداومة الذكر، إما لكثرة تلاوة القرآن و الصلاة، فلا يعول المريد الصادق عليه لأن القرآن إنما هو ورد الكمال، و كذلک الصلاة، و أما المريد فإنما عمله الدائم فی تنظيف ظاهره و باطنه عن الصفات التی تمنعه من دخول حضرة الله عز و جل كالغضب و عز النفس و الكبر و العجب و الحسد و نحو ذلک، فإذا تطهر المريد من هذه الصفات فهناک يصلح له تلاوة القرآن و مجالسة الحق جل و علا، و الوقوف بين يديه فی الصلاة و غيرها، هذا ما درج عليه السلف الصالح۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ دائمی ذکر کے ساتھ قلبی خیالات، مکر اور بداخلاقی کاعلاج کرے اور دل سے غفلت کو دور کرے اس کے لئے یاتو قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کی جاتی ہے اور نماز وغیرہ پڑھی جاتی ہے، لیکن مرید صادق اس کی طرف نہیں پھرتا کیونکہ یہ کمال حاصل کرنے کاورد ہے اور یہی حکم نماز کا ہے۔

مرید کاکام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ظاہر اور باطن کو ان کاموں سے پاک رکھے جو بارگاہ خداوندی میں حاضری کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ جس طرح غصہ، نفس کو غالب رکھنا، تکبر، خود پسندی، اور حسد وغیرہ جب مرید ان بری عادات سے پاک ہو جائے تو اس وقت وہ تلاوت قرآن مجید اور بارگاہ خداوندی میں حاضری اور نماز میں اس کے سامنے کھڑا ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے، صالحین اسلاف کایہی طریقہ ہے۔

ذکر اللہ جلاء القلب

سمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: قد عجز الشیوخ فلم یجدوا للمرید دواءًأسرع فی جلاء قلبه من مداومة ذکر الله عزوجل۔

میں نے اپنے سردار علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے مشائخ عاجز آگئے اور انہوں نے مرید کے دل کو جلا بخشنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دائمی ذکر سے بڑھ کر کوئی دوانہ پائی۔

فحکم الذاکر کمن یجلی النحاس المصدیء بالحصا و حکم غیرالذاکر من سائر العبادات کمن یجلی النحاس بالصابون، فهو و إن کان ساعیاً فی الجلاء بالصابون لکن یحتاج ذلک إلی طول زمن و قد أنشد سیدی عمر فی کلمة التوحید:

ذکر کرنے والااس شخص کی طرح ہے جو زنگ آلود تانبے کو ریت کے ذریعے صاف کرتا ہے اور ذکر کے علاوہ باقی عبادات کرنے والااس شخص کی طرح ہے جو تانبے کو صابن کے ساتھ صاف

کرتا ہے اگرچہ وہ بھی صابن کے ذریعے اس کو چمکانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ طویل زمانے کا محتاج ہوتا ہے، سیدی عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ توحید کے بارے میں یہ شعر پڑھے:

تهذب أخلاق الندامى فيهتدى — بها الطريق العزم من لا له عزم
ويكرم من لم يعرف الجود كفّه — ويحلم عند الغيظ من لا له حلم

پشیمان ہونے والوں کے اخلاق سے مہذب بن اس سے پختہ ارادے کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ جس کا کوئی عزم نہیں اور سخاوت کرتا وہ جس کی ہتھیلی سخاوت سے آشنا نہ تھی اور وہ شخص غصے کے وقت بردباری کرتا ہے جو بردبار نہیں تھا۔

إلى آخر ما قال والله أعلم۔

ومن شأنه إذا كان مقيماً في زاوية أو سوق أن يجعل رأس ماله الاحتمال والصفح عن كل من أتى إليه بمكروه بطيبة نفس، ويتلقى كل ما يستقبله من أهل الزاوية أو السوق وغيرهم بالرضى والتسليم، فأن لم يستطع فبالصبر لا أنزل من ذلک، فأن لم يصبر على جفاء الإخوان لا يصلح للطريق فليخرج إلى العامّة ويترک طريق القوم۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ گھر کے کسی کونے یا بازار میں ہو تو وہ قیمتی پونجی برداشت اور درگزر کو بنائے جو شخص اس سے ناگواری کے ساتھ ملاقات کرے وہ اس سے خوش دلی کے ساتھ ملاقات کرے اور جو بھی کسی کونے یا بازار والا اس سے ملے یہ اس کے ساتھ رضا اور تسلیم کے ساتھ ملاقات کرے۔

اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو صبر کرے اس سے نیچے نہ آئے اگر وہ اپنے بھائیوں کی زیادتی برداشت نہیں کر سکتا تو وہ طریقت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسے چاہیئے کہ وہ عام لوگوں کی طرف نکل جائے اور صوفیاء کے طریقے کو چھوڑ دے۔

وسمعت سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: "كان أبو يزيد لا يقيم إلا في موضع

ينكر الناس عليه فيه و يؤذونه و يحتقرونه ليروض نفسه بذلک و كلما عظموه و شكروه كلماهرب من مخالطتهم" و لعل ذلک كان فی بدايه رضی اللہ عنه۔

میں نے اپنے سردار حضرت علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے حضرت ابو یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اس جگہ کھڑے ہوتے جہاں لوگ ان پر اعتراض کرتے ان کو اذیت پہنچاتے اور حقیر قرار دیتے تاکہ ان کے نفس کو اس کی مشق ہو جائے اور جب وہ ان کی تعظیم کرتے اور ان کا شکریہ ادا کرتے تو وہ ان کے ساتھ میل جول سے بھاگ جاتے۔ شاید یہ ان کے ابتدائی دور کی بات ہے۔

ادب سیکھنے کے لئے ہجرت کرنا

ومن شأنه إذا لم يجد أحداً يتأدب به فی بلده من الشيوخ يهاجر من بلده إلی من هو منصوب لإرشاد المريدين فی ذلک الزمان ولو كان بينه و بينه مسيرة سنة و أكثر لا سيما إن كان مبتلياً بحب حدثٍ أو امرأة أو جاه ٍ فإنه يجب عليه السفر جزماً ليخلصه من تلک الورطة فإن كل ما يتوصل به إلی الواجب فهو واجب۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر وہ اپنے شہر میں کسی شیخ کو نہ پائے جس سے ادب سیکھے تو اپنے شہر سے اس شیخ کے پاس چلا جائے جو اس زمانے میں مریدین کی ہدایت کے لئے مقرر ہے، اگرچہ ان دونوں کے درمیان ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کی مسافت ہو، خاص طور پر جب وہ کسی نوجوان یا عورت یا جاہ و مرتبہ کی محبت میں مبتلا ہو تو اس پر سفر کرنا قطعی طور پر واجب ہے تاکہ وہ اس بھنور سے نکل جائے کیونکہ جو چیز واجب تک پہنچاتی ہے وہ بھی واجب ہوتی ہے۔

هل يتخذ المريد له شيخاً آخر بعد وفاة شيخه الأول؟

ومن الواجب عليه إذا مات شيخه أن يتخذ له شيخاً يربيه زيادة على ما رباه الشيخ الأول، فإن الطريق لا قرار لها۔

مرید پر واجب ہے کہ جب پہلا شیخ انتقال کر جائے تو وہ دوسرے شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جائے تاکہ وہ اس کی تربیت پہلے شیخ کی تربیت سے بڑھ کر کرے کیونکہ طریقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

ولما مات الشيخ محمد السروی شيخ شيخی الشيخ محمد لاشناوی وكان شيخه قد أذن له فی إرشاد المريدين و تلقينهم اجتمع بسيدی علی المرصفی و تلقن عليه و قال له سيدی علی: أنت بحمدﷲ قد بلغت مبلغ الرجال فلا تحتاج إلی تلقين، فقال: لا أحبّ أن أمكث ساعة واهدة بلا أستاذ مع أننی من جملة من كان تلقن عليه وأذن لی فی الإرشاد ثم قال لی: "ياولدی تلقن أنت الآخر علی شيخ شيخكك ليكون أنا وإياك من جملة تلامذة علی" ففعلت۔

اور جب حضرت شیخ محمد سروی رحمہ اللہ تعالیٰ جو میرے شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ تھے، انتقال فرما گئے اور ان کے شیخ نے ان کو مریدین کی ہدایت اور ان کو تلقین کرنے کی اجازت دی تھی تو وہ سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر تلقین حاصل کرتے۔

حضرت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: الحمدللہ! آپ مردوں (صوفیاء کرام) کے مقام تک پہنچ گئے لہٰذا آپ کو تلقین کی ضرورت نہیں، انہوں نے جواب دیا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں ایک گھڑی بھی استاذ کے بغیر رہوں اس کے باوجود کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تلقین حاصل ہو گئی اور مجھے ہدایت کی اجازت مل گئی ہے۔

انہوں نے پھر مجھ سے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تم دوبارہ اپنے شیخ کے شیخ سے تلقین حاصل کر تاکہ تم اور میں حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں سے ہو جائیں۔'' پس میں نے ایسا ہی کیا۔

وھذا الأمر لا یقع إلا من الصادقین فی الطریق أما غیر الصادقین فلا تسمح نفوسھم بعد الإذن لھم من شیوخھم أن یتلقنوا علی أحد و ذلک من أکبر علامات الخذلان وھو من أول دلیل علی أن شیخھم غشھم فی الإذن لھم، فإن الفقیر الذی صح الإذن له لا یکون له نفس و لا یوافقھا فی حظ فھو یربی الناس و یرشدھم و یری نفسه دونھم مع رضی اللہ عنه۔

اور یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو طریقت میں سچے ہوں، لیکن جو لوگ سچے نہیں ہیں ان کے نفس ان کو اپنے شیوخ سے تلقین حاصل کرنے کے بعد کسی دوسرے شیخ کے پاس نہیں جانے دیتے۔ اور یہ ذلت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت ہے اور یہ بات اس کی سب سے پہلی دلیل ہے کہ ان کے شیخ نے ان کو اجازت دینے میں ان سے دھوکہ کیا جس فقیر کی اجازت درست ہوتی ہے اس کی نفسانی خواہشات نہیں ہوتیں اور نہ وہ ان خواہشات کی موافقت کرتے ہیں وہ لوگوں کی تربیت کرتے اور ان کو ہدایت دیتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان لوگوں سے کم سمجھتے ہیں۔

امتحان المرید

و من شأنه إذا سافر إلی شیخ لیأخز عنه الطریق فقابله الشیخ بالجفاء و التعبیس فی وجھه أن یصبر و لا یتزلزل، بل یجلس مطروہ النفس علی بابه حتی یرحمه شیخه و لو مکث علی ذلک الجفاء سنة و أکثر لا یبرح عنه، فإن الطریق عزعة عند أھلھا لا یجوز لھم الترخص فیھا لکل من ورد علیھم و إنما یمتحنونه السنة و أکثر قبل أن یجیبوہ للأخذ عنھم و قالوا: کل مرید لم یمتحنه شیخه قبل الأخذ لا یفلح فی الغالب لأنه یدخل الطریق بغیر أدب و لا تعظیم لھا

فرفضته الطريق ولو على طول بخلاف من دخلها مع التعظيم و شدة الشوق، و فی القرآن "یاأیھاالذین آمنوا إذا جاءکم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله أعلم بإیمانهن" الآیة۔ و حکم المرید إذا جاء مهاجراً إلی أن یطلب الطریق کذلک بجامع ان کلّا منهما دلالة علی الهدی و قد أخبر شیخنا الشیخ محمد الشناوی الأحمدی رحمه الله تعالیٰ: "أنه لما طلب الطریق سافر من بلاد الغربیة إی فارس کور لیأخذ الطریق عن الشیخ أبی الحمایل فلم یلتفت إلیه الشیخ و لا بشّ فی وجهه فلما رأی الشیخ شدة رغبته أدناه و قربه، و قال له: یا محمد أنا أحب الخیر لک و لغیرک، و إنما أردت امتحانک بما وقع لتخل الطریق بالتعظیم لها و لأهلها"۔

و کان شیخنا یقول: "و الله لو زاد الشیخ فی الجفاء سنین عدیدة لصبرت له و لم أبرح عن بابه"۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے شیخ کی طرف طریقت کی تعلیم حاصل کرنے جائے اور شیخ اس کے ساتھ سختی کا سلوک کرے اور اس کے چہرے پر بل ہوں تو صبر کرے اور اس کے پاؤں میں لغزش نہ آئے بلکہ اپنے آپ کو اس کے دروازے پر ڈالتے ہوئے بیٹھ جائے حتیٰ کہ شیخ کو اس پر رحم آجائے اور اگرچہ اس کی یہ سختی سال بھر یا اس سے زیادہ بھی جاری رہے تب بھی وہ وہاں سے نہ ہٹے۔

کیونکہ اہل طریقت کے نزدیک طریقت عزیز ہے وہ ہر اس شخص کو جو ان کے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ اسے قبول کرنے سے پہلے ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ اس کا امتحان لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس مرید کا شیخ اس کو مرید بنانے سے پہلے اس کا امتحان نہ لے وہ عام طور پر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ وہ ادب اور تعظیم کے بغیر طریقت کو اختیار کرتا ہے پس طریقت اسے چھوڑ

دیتی ہے اگرچہ ایک طویل عرصہ کے بعد ہو۔ بخلاف اس کے جو اس میں تعظیم اور شدید شوق کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآئَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ (الممتحنه)

''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنا گھر بار چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان لو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔''

اور مرید بھی جب طریقت کی طلب میں مہاجرین بن کر آتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان دونوں کا مقصود طلب ہدایت ہے۔ ہمارے شیخ محمد الشناوی الاحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جب انہوں نے طریقت طلب کی تو وہ مغربی شہروں سے فارس کی طرف تشریف لے گئے تاکہ شیخ ابوالحمائل رحمہ اللہ تعالیٰ سے طریقت کی تعلیم حاصل کریں، لیکن شیخ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور نہ ہی کشادہ روئی اختیار کی، لیکن جب شیخ نے ان کی شدت رغبت کو دیکھا تو ان کو اپنے قریب کیا اور فرمایا: اے محمد ﷺ! میں تمہارے لئے اور دوسروں کے لئے بھلائی پسند کرتا ہوں، میں اس بات میں تمہاری آزمائش کر رہا تھا جس میں تم داخل ہو رہے ہو تاکہ تم طریقت میں اس طرح داخل ہو کہ طریقت اور اہل طریقت کی تعظیم کرو اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: و اللہ لو زاد الشیخ فی الجفاء سنین عدیدۃ لصبرت لہ ولم ابرح عن بابہ۔ یعنی اللہ کی قسم! اگر میرے شیخ کئی سال تک سختی کا برتاؤ کرتے تو میں صبر کرتا اور ان کے دروازے سے نہ ہٹتا۔

و كان الشيخ أبو الحمايل رحمه الله يقول: ''لقنت الذكر لنحو عشرة آلاف نفس فما عرفني و صح معي غير ابن الشناوي'' فانظر يا أخي فعل الصادقين و اقتد بهم و الله يتولى

ھداک۔

حضرت شیخ ابو الحمائل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں نے دس ہزار کے قریب لوگوں کو ذکر کی تلقین کی، لیکن حضرت ابن شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نے مجھے نہ پہچانا اور نہ میرے ساتھ (ان کے علاوہ) کسی کی وابستگی درست ہوئی۔

پس اے بھائی سچے لوگوں کا عمل دیکھو اور ان کی اقتداء کرو اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔

دنیوی چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہو

ومن شأنه أن لا يلتفت بقلبه إلى شيء خرج عنه من أمور الدنيا إذا دخل في الطريق بل الواجب عليه أن يربط الدنيا كلها في صرة ويرميها في بحر الإياس وليتساوى عنده الذهب والتراب في عدم الترجيح والميل فيكون الذهب عنده كالتراب۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ طریقت کی راہ پر گامزن ہونے کے بعد جن دنیوی امور کو وہ چھوڑ چکا ہے اس کا دل ان کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اس پر لازم ہے کہ تمام دنیا کو ایک تھیلی میں بند کر کے ناامیدی کے سمندر میں ڈال دے اور ترجیح نہ دینے اور مائل نہ ہونے کے حوالے سے اس کے نزدیک سونا اور مٹی برابر ہونی چاہیئے۔

وذلك حتى لا ينافس أهل الدنيا ولا يزاحمهم على تلك الجيفة فمن نافهم وزاحمهم نجسته كلاب الدنيا بتضه وخربشته والهبهبة عليه وأشغلوا فكره وكدروا وقته فانقطع عن السير۔

یہ اس لئے ضروری ہے کہ اس مردار (دنیا) پر اس کا دنیاداروں سے ٹکراؤ نہ ہو پس جو شخص ان سے باہم مقابل ہو گا تو دنیا کے کتے اسے کاٹتے اور نوچتے ہوئے اور اس پر بھونکتے ہوئے اسے ناپاک

کر دیں گے اور اس کی فکر کو اس طرف مشغول کرتے ہوئے اس کے وقت کو گدلا کر دیں گے اور یوں اس کا سفر ٹوٹ جائے گا۔

وکان أبو القاسم القشیری رحمه الله یقول: "کل مرید فی قلبه میل لشیء من عرض الدنیا و شهاتها فاسم الإرادة له مجاز لا حقیقة"۔

حضرت ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس مرید کے دل میں دنیوی سامان کی طرف میلان اور خواہش باقی ہو اس کے لئے ارادت کا لفظ مجازی طور پر ہے حقیقی نہیں۔

و قبیح بالمرید أن یخرج من رأس فتنته فی دینه ثم یرجع إلیها بعد ذلک و یکون أسیر دینار و درهم أو دار و وظیفة بل الواجب علی المرید أن یکون وجود الدنیا و عدمها عنده سواء و ذلک حتی لا یضایق أحداً علیها و لو مجوسیاً۔

یہ بات مرید کے لئے بہت بری ہے کہ وہ اپنے دین میں کسی فتنے سے نکلنے کے بعد پھر دوبارہ اس کی طرف لوٹے اور وہ درہم دینار یا مکان یا کسی وظیفہ کا قیدی بن جائے بلکہ مرید پر واجب ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کسی کو تنگی میں نہ ڈالے حتیٰ کہ کسی مجوسی کو بھی۔

و إیضاح ذلک أن رزق الله تعالی الذی قسمه لعبده لا یعرفه عبده إلا بأکله أو شربه أو لبسه مثلاً و أما قبل ذلک فلا علم له به حتی یزاحم علیه، و بتقدیر علمه بأنه رزقه فلا ینبغی له منازعة أحد فیه لأنه لا یقدر أحد أن یأخذه منه و لا یأکل منه لقمة، و أیضاً فأهل المنازعة علی الدنیا إنما هو من شدة الحرص، فصاحبه یحرص أن یکون کل شیء له دون غیره و لا ینبغی ذلک من فقیر إنما یقع ذلک من أبناء الدنیا فأن أحدهم کالأعمی الذی یصدم الحیطان فکل شیء أحس به قبض علیه و من کان کذلک فهو لا یصلح للطریق فأیاک یا أخی و الالتفات لشیء من الدنیا التی تشغلک عن الله ، ثم إیاک إن طلبت أن تکون من القوم و الله یتولی هداک۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے جو رزق اس کی قسمت میں لکھا ہے بندہ اس کو کھانے یا پینے یا پہننے سے جانتا ہے اس سے پہلے اس کو اس کا علم نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اس پر مزاحمت کرے اور فرض کریں کہ اسے اس بات کا علم ہے کہ یہ اس کا رزق ہے تو اس صورت میں بھی اس کے لئے کسی سے لڑنا مناسب نہیں کیونکہ کوئی شخص اس سے لینے پر قادر نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا لقمہ لے سکتا ہے۔علاوہ ازیں دنیا کے لئے لڑنے والے یہ کام شدید حرص کی بنیاد پر کرتے ہیں اور حریص آدمی اس بات کی حرص رکھتا ہے کہ ہر چیز اس کے لئے ہو کسی دوسرے کے لئے نہ ہو اور یہ بات کسی فقیر کے لئے مناسب نہیں۔

یہ کام تو دنیادار لوگ کرتے ہیں وہ اندھوں کی طرح ہوتے ہیں جو دیواروں سے ٹکراتا ہے وہ جس چیز کو دیکھتا ہے اس پر قبضہ کرلیتا ہے اور جس آدمی کی یہ حالت ہو وہ طریقت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تو اے بھائی! دنیا کی ہر اس چیز کی طرف توجہ کرنے سے بچو جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے، پھر اگر تو صوفیاء کرام کی قوم سے ہونے کی طلب رکھتا ہے تو تجھے اس سے بچنا چاہیئے۔

الأشياء التى تقطع المريد

ومن شأنه أن يغض بصره عن رؤية الصور المستحسنة ما أمكن فإن النظر إليها كالسهم الذى يصيبه فى قلبه فيقتله لا سيما إن نظر بشهوة فإنه كالسهم المسموم الذى يذيب جسم الإنسان فى لمحة۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جس طرح ممکن ہو خوبصورت لوگوں کو دیکھنے سے بچے کیونکہ ان کو دیکھنا دل میں پیوست ہونے والا تیر ہے، وہ اسے ہلاک کر دے گا خاص طور پر جب شہوت کے ساتھ دیکھے کیونکہ یہ زہریلا تیر ہے، جو ایک لمحہ میں انسانی جسم کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔

و کان أبو القاسم القشیری رحمه الله یقول: "من أکبر القواطع علی المرید مصاحبة الأحداث و النسوان المساکنة إلیهم بمیل القلب و من ابتلاه الله بشیء من ذلک فبإجماع القوم ذلک عبد أهانه الله و خذله بل عن مصالح نفسه شغله، و لو بألف ألف کرامة أهّله، و لو لم یکن له إلا أنه شغل قلبه بمخلوق فأدخل فیه الشیطان و حرم دخول محبّة الحق قلبه، قال: و أقبح من ذلک کله تهوین مثل ذلک علی القلب"۔

حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر جن کاموں کو چھوڑنا لازم ہے ان بڑے امور میں سے نوخیز لڑکوں اور عورتوں کی صحبت اختیار کرنا اور دل کے میلان کے ساتھ ان کے ذریعے سکون حاصل کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس میں مبتلا کرے تو اس بات پر صوفیاء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو ذلیل و رسوا کرتا ہے بلکہ اس کو نفس کے سنوارنے میں مشغول کرتا ہے اگرچہ اس کو ہزاروں کرامتوں کا اہل بنائے۔ اور اگر وہ اپنے دل کو مخلوق میں ہی مشغول رکھے تو اس نے اپنے دل میں شیطان کو داخل کیا اور دل کو حق تعالیٰ کی محبت سے محروم کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: اس سے بھی زیادہ بری بات یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اس عمل کو معمولی سمجھے۔

و هذا الواسطی رحمه الله یقول: "إذا أراد الله هوان عبد ألقاه إلی هؤلاء الأتنان و الجیف" یرید بهم الشباب المرد الذین تمیل النفوس الغویة إلیهم۔

حضرت واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے ان بدبودار اور مردار چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس سے ان کی مراد بے ریش جوان ہیں جن کی طرف گمراہ نفس مائل ہوتے ہیں۔

و کان فتح الموصلی رحمه الله یقول: "صحبت ثلاثین شیخاً کانوا یعدون من الأبدال، و کلهم أوصونی عند فراقی إیاهم و قالوا لی: اتق معاشرة الأحداث"۔

حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے تیس مشائخ کی صحبت اختیار کی وہ سب ابدال میں شمار کئے جاتے تھے۔ میں جب ان سے الگ ہوا تو ہر ایک نے مجھے وصیت کی: اتق معاشرة الاحداث۔ یعنی نو عمر لڑکوں سے دور رہنا۔

قال القشیری رحمہ اللہ "ومن ارتقی عن حالة الفسق من المریدین، وأشار إلی أن ذلک من باب محبة الأرواح لا الأشباح، قلنا له: هذا من دسائس النفوس والشیاطین فربما خیل الشیطان إلی أحدهم أن ذلک لا یضر وأن کل جمیل فی الوجود إنما جماله من جمال الحق تعالی، وقلنا له: إن الذی ادعیت أنک تشهد جماله هو الذی حرّم علیه ذلک الشهود"۔

حضرت قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مریدین میں سے جو حالت فسق سے ترقی کر جائے اور انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ محبت ارواح کے باب سے ہے نہ کہ جسموں کی کیفیت سے۔ ہم نے کہا یہ نفسوں اور شیطانوں کے مکر و فریب سے ہے، بعض اوقات شیطان ان میں سے کسی ایک کے دل میں خیال ڈالتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور جو شخص اپنے وجود میں حسن رکھتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کے جمال سے ہے۔ ہم اس سے کہتے ہیں کہ تم نے جس کے جمال کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے اسی نے اس جمال کو دیکھنا حرام کیا ہے۔"

وقد سئل سیدی الشیخ علی الموازینی الشاذلی عن النظر إلی الأمرد الجمیل هل یجوز ذلک للسالک فقال: "ما دام عند الإنسان الفرق بین الصّور الجمیلة وغیر الجمیلة فهو فی محو الطبیعة والشهوة فلا یجوز له النظر إلی الصور الجمیلة المحرمة شرعاً"۔

میرے سردار شیخ علی الموازینی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خوبصورت نوخیز کی طرف دیکھنے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا سالک کے لئے یہ جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب تک انسان خوبصورت اور غیر خوبصورت میں فرق کر سکتا ہے وہ طبیعت کے ہوش اور شہوت میں ہے لہٰذا شریعت نے جن خوبصورت شکلوں کو دیکھنا حرام کیا ہے ان کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

فإذا صار يشهد جمال الخنفساء والضفدعة كجمال أحسن الصور الإنسانية على حد سواء فلا يمنع من رؤية ما ذكر لأنه حينئذ ذهب تمييزه و صار مستغرقاً مع الخالق لا مع المخلوق۔ وهذا أمر عزيز الوجود في غالب مريدي هذا الزمان فالحذر أولی بكل عاقل۔

جب اس کی یہ حالت ہو کہ وہ گبریلا (جانور) اور مینڈک کے حسن کو نہایت حسین انسانی صورتوں کی طرح خیال کرے اور برابر سمجھے تو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے دیکھنے میں حرج نہیں کیونکہ وہ امتیاز کرنے کی حالت سے گزر کر اپنے خالق کے استغراق میں ہے، مخلوق سے تعلق نہیں رہا۔ اس زمانے کے مریدین میں یہ بات بہت کم پائی جاتی ہے پس ہر عقل مند کے لئے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

وسمعت سيدي محمد الشناوي يقول: "لا ينبغي لمريد أن يجالس الأمرد الجميل ولا يسكن هو وإياه في خلوة واحدة ما أمكن فليحظر العاقل من مجالسة الأحداث إلا في حلقة الذكر أو الدرس بحضرة الشيخ أو الإخوان الصالحين مثلاً لكن مع غض البصر"۔

میں نے اپنے سردار حضرت محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے: کسی مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی خوبصورت نوخیز لڑکے کے پاس بیٹھے اور جس طرح ممکن ہو وہ دونوں اکٹھے کسی علیحدہ جگہ میں نہ ٹھہریں پس عقل مند آدمی کو چاہیئے کہ وہ نوعمر لڑکوں کی مجلس سے بچے البتہ محفل ذکر یا محفل درس میں شیخ یا صالحین برادران طریقت کے سامنے اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے لیکن نگاہیں جھکا کر رکھے۔

قال: "وقد بلغنا أن الفقراء الماضين كان أحدهم لا يعرف بطلوع لحية الأمرد إلا إن أعلمه الناس بذلك"۔

وہ فرماتے تھے: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ گزشتہ زمانے کے فقراء کو نوعمر لڑکوں کی داڑھی نکلنے کا علم دوسرے لوگوں کے بتانے سے ہوتا تھا۔

و وقع ذلک لسیدی محمد بن عنان مع الشیخ مازن بذلک و قال: "خدمت الشیخ نحو عشر سنین فطلعت لحیتی و کملت و لم یشعر بذلک حتی أخبره الناس بذلک فنظر إلی وجهی من ذلک الوقت"۔

اور میرے سردار حضرت محمد بن عنان رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ زمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہی معاملہ ہوا وہ فرماتے تھے: میں نے دس سال تک اپنے شیخ کی خدمت کی میری داڑھی نکل کر کامل ہوگئی لیکن ان کو پتہ نہ چلا حتیٰ کہ لوگوں نے ان کو بتایا تو اس وقت انہوں نے میرے چہرے کی طرف دیکھا۔

هل یصح إعطاء العهد للنساء؟

قد صنف سیدی محمد الغمری کتاباً سماہ "العنوان فی تحریم معاشرة الشباب والنسوان" و حط فیه علی المطاوعة أشد الحط و کذلک علی الفقراء الأحمدیة الذین یأخذون العهد علی النسوان و یصیر أحدهم یختلی بهن فی غیبة أزواجهن و تقول له: یا أبی و یقول لها: یا بنتی و قال: "إن ذلک خارج عن قواعد الشریعة، و إن من استحل ذلک أخطأ" و استدل بقوله تعالی للصحابة فی حق زوجات النبی ﷺ: "و إذا سألتموهن متاعاً فاسألوهن من وراء حجاب ذلکم أطهر لقلوبکم و قلوبهنّ" و قال: "کیف یدعی جاهل و جاهلة و نفوسهما عافة علی محبة الحرام کالذّباب علی العسل أن مثل ذلک لا یضره و یضر الصحابة!" فلیحذر الفقیر من ذلک و الحمد للہ رب العالمین۔

میرے آقا محمد الغمری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تحریم معاشرة الشباب والنسوان" (نوجوان لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ میل جول کا حرام ہونا) ہے انہوں اس میں اس مسئلہ کی اہمیت پر خوب زور دیا ہے۔ اسی طرح "فقراء احمدیه" کی سخت مذمت کی ہے جو عورتوں سے بیعت لیتے ہیں اور ان میں سے بعض عورتوں کے خاوندوں کی عدم موجودگی میں ان سے

تنہا ملاقات کرتا ہے وہ مریدنی اسے "اے میرے باپ" کہہ کر پکارتی ہے اور وہ شیخ اسے "اے میری بیٹی" کہتا ہے اور یہ بات شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے اور جو شخص اس عمل کو جائز قرار دے وہ غلطی پر ہے۔

انہوں (حضرت محمد الغمری رحمہ اللہ تعالیٰ) نے قرآن مجید کے اس ارشاد گرامی سے استدلال کیا جو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ یعنی "اور جب تم ان (امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) سے کوئی چیز (روزمرہ استعمال کی) مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو خوب پاک رکھنے کا سبب ہے۔"

وہ فرماتے ہیں کس طرح کوئی جاہل مرد اور عورت یہ دعویٰ کرتے ہیں جبکہ ان کے نفس حرام کی محبت پر اس طرح منڈلاتے ہیں جس طرح شہد پر مکھی ہوتی ہے کہ اس قسم کا عمل ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے باعث ضرر ہے۔

پس فقیر کو اس سے بچنا چاہیئے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اہل طریقت کے مقامات کی پہچان حاصل کرنا

ومن شأنه أن لا يقنع بحكايات أهل الطريق دون منازلة مقاماتهم و يصير يحكى المقامات حتى كأنه نزلها، فأن ذلك من أكبر القواطع على المريد وهو من النفاق و الخيانة فى الطريق، ثم بتقدير أنه يحفظ مثل رسالة القشيرى، أو عوارف المعارف عن ظهر قلب، فهو صاحب علم لا صاحب سلوك فلا ينتج على يديه أحد إذا تصدر للمشيخة۔

مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صوفیاء کرام کی حکایات پر اکتفانہ کرے بلکہ ان کے مقامات ومرتبہ کو بھی بیان کرے۔ اگر وہ ان مقامات کی حکایات اس طرح کرے گویا وہ ان سے خود گزراہے تو یہ بات مرید کا راستہ کھوٹا کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے اور طریقت کے سلسلے میں منافقت اور خیانت ہے۔

پھر فرض کرلیں اس نے "رسالہ قشیریہ" یا "عوارف المعارف" کو دل سے حفظ کرلیا تو وہ صاحب علم ہوگا صاحب سلوک نہیں۔ اب اگر وہ مرشد کے منصب پر فائز ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ سے کسی کو فیض حاصل نہ ہوگا۔

و هذا الأمر قد وقع فيه جماعة كثيرة من أهل عصرنا فالتبس على غالب الناس أمرهم و عدوهم من أهل الطريق لجهل الناس مراتب أهل الطريق, و أعرف شخصاً جاءني من مدة يطلب الطريق إلى الله تعالى, فرددته فقال استخرت الله تعالى, و ما انشرح صدري إلا أني آخذ عنك الطريق, فلم أقبله لعلمي بأنه لا فتوح له على يدي بقرائن و علامات أعرفها۔
ففارقني و ادعى أن بعض الشيوخ الماضين جاءه في المنام و لقنه و أذن له أن يسلك الناس, فجمع له بعض العوام و جلس مجلس الشيوخ الصادقين, و صار بعض من يجتمع به يقول: ما في البلد شيخ إلا شيخنا! مع أنه لم يذق من مقامات الطريق شيئًا, و قد أرشدته مرات إلى أنه لم يأخذ الطريق عن أحد فلم يفعل, فللّه يغفر له ــــــــ آمين۔

ہمارے زمانے میں بہت سی جماعتیں اس کا شکار ہیں اور اکثر لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ ہوگیا اور چونکہ عام لوگ اہل طریقت کے مراتب سے واقف نہیں ہیں اس لئے وہ ان کو اہل طریقت میں شمار کرتے ہیں۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو کہ کچھ عرصہ پہلے میرے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے واپس کردیا۔ اس نے کہا میں نے استخارہ کیا ہے اور میرے لئے میرا سینہ صرف اس بات پر کھلا ہے کہ میں آپ سے طریقت کا علم حاصل کروں۔ لیکن میں نے

اس کی بات کو قبول نہ کیا کیونکہ مجھے قرائن اور علامات کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس کو میرے ہاتھ سے روحانی فتوحات حاصل نہ ہوں گی۔

وہ مجھ سے جدا ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ گزشتہ دور کے ایک شیخ میرے خواب میں آئے انہوں نے مجھے تلقین کی اور مجھے اس بات کی اجازت دی کہ میں لوگوں کی رہنمائی کروں چنانچہ وہ سچے مشائخ کی جگہ بیٹھ گیا اور اس کے ارد گرد لوگ جمع ہوئے۔ وہاں اکٹھے ہونے والوں میں سے ایک نے کہا کہ اس شہر میں ہمارے شیخ کے علاوہ کوئی شیخ نہیں حالانکہ اس نے مقامات طریقت سے کچھ نہ سیکھا تھا اسے کئی مرتبہ کہا کہ تم نے کسی سے طریقت اختیار نہیں کی لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے۔ آمین۔

متی یتصدر المرید للإرشاد؟

من شأنه أن لا يتصدر لإلقاء درس فی علم الظاهر والباطن حتى يشهد به شيخه بالإخلاص فيه، و كذلک لا يجعل له مريد، فلو أن كل مريد تصدر لإلقاء درس أو لتعليم الطريق قبل خمود نار بشريته والإذن له من شيخه، فقد قطع به وضل و أضل، وحجبت عنه الحقائق وعدم الخلق الانتفاع به۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ علم ظاہر اور علم باطن کا درس اس وقت تک نہ شروع کرے جب تک اس کا شیخ اس کے اخلاص کی گواہی نہ دے۔ اسی طرح وہ اپنا مرید بھی نہ بنائے۔ اگر تمام مریدین بشریت کی آگ بجھنے اور شیخ کی اجازت حاصل ہونے سے پہلے درس دینے یا طریقت کی تعلیم کے درپے ہو جائیں تو ان کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ایسے مرید سے حقائق پردے میں ہوتے ہیں اور اس سے مخلوق کا فائدہ معدوم ہو جاتا ہے۔

و ذلک لأن محبة الجاہ و الصیت الحسن قد أضلته فصارت مرآته منطمسة النور، فلا یعرف الحق من الباطل، و لا یدرک أحوال الطریق بذاتها، و مثاله مثال من جلس فی بیت مظلم، و أخذ یتفکر فیما فیه من الأمتعة و الھیئات فإنه بیقین یعجز عن إدراک کنھه و حقیقته، فإذا دخل له مصباح أدرک جمیع ما فیه من غیر تفکر۔ فعلم أن کل شیخ جعل مریده واعظاً أو إماماً أو مدرساً فقد غشه إلا أن یکون له حال قاھرة تحفظ مریده من الآفات

یہ اس لئے کہ مقام و مرتبہ کی محبت اور اچھی شہرت نے اس کو گمراہ کر دیا، پس اس کے آئینہ کا نور مٹ گیا اور وہ حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتا اور نہ اسے طریقت کے احوال کی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھ جائے اور اس ساز و سامان کے بارے میں غور و فکر کرے جو اس میں موجود ہے۔ یقینی طور پر وہ اس سامان کی حقیقت جاننے سے عاجز ہے۔ پس جب چراغ اندر لایا جاتا ہے تو کسی غور و فکر کے بغیر اسے ان کی پہچان حاصل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جو مرشد اپنے مرید کو واعظ یا امام یا مدرس بناتا ہے وہ اس سے دھوکہ کرتا ہے البتہ یہ کہ اس کی اپنی حالت اس قدر مضبوط ہو جو آفات سے مرید کی حفاظت کر سکے۔

و ھذا عزیز فی فقراء ھذا الزمان۔ و ربما رآی الشیخ آن ذلک المرید لا یجیء منه شیئ فی لا طریق فترکه و ما یھواہ من المباحات أدباً مع اللہ الذی لم یقسم له أن یکون من أھل الطریق لا غشاً لذلک المرید و اللہ أعلم۔

اس زمانے کے فقراء میں یہ بات "نادر الوجود" ہے بعض اوقات مرشد دیکھتا ہے کہ یہ مرید طریقت کے میدان میں کچھ نہیں کر سکے گا تو وہ اسے اور مباح کاموں میں اس کی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ادب کا لحاظ رکھتا ہے اس نے اس شخص کا اہل طریقت میں سے ہونا تقدیر میں نہیں لکھا یہ بات نہیں کہ مرشد اس مرید کو دھوکہ دے رہا ہے۔

بين الشريعة والحقيقة

ومن شأنه أن يحافظ على أداب الشريعة والمشي على ظاهرها ما أمكن فإن الترقي كله في امتثال أمر الشارع، وأما علم الحقيقة فحكمه حكم من يقول: السماء فوقنا والأرض تحتنا والنار حارة والثلج بارد، ولكن يجب عليه أن لا يدع الشريعة من أهل هذا الزمان، فيصير يتعدى حدود الله في مأكله وملبسه وكلامه فعله ويقول: إن الله تعالى قد خلق ذلك لي! وبعضهم ترك التوبة من سائر الذنوب وقال: ليس لي فعل حتى أتوب منه فهلك مع الهالكين وهو لا يشعر۔ وبعضهم صار يأكل حراماً ويفطر في بيوت المكاسين في مثل شهر رمضان ويقول: الكل لله تعالى ليس لأحد معه ملك وأنا عبده، والعبد يأكل من مال سيده۔ وهذا كله زندقة لرفضه الشرائع، ولو أنه كان يؤمن بها لما تجرأ على ذلك۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ آداب شریعت کی حفاظت کرے اور جس قدر ممکن ہو اس کے ظاہر پر عمل کرے کیونکہ تمام ترقی کا دارومدار شارع علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہے۔

جہاں تک علم حقیقت کا تعلق ہے تو اس کا حکم اس شخص کی طرح ہے جو کہتا ہے: ''آسمان ہمارے اوپر ہے زمین ہمارے نیچے ہے آگ گرم ہے اور برف ٹھنڈی ہے'' لیکن اس پر لازم ہے کہ شریعت کو نہ چھوڑے جو اس کے احوال میں سے کسی چیز میں رکاوٹ بنے اور یہ بات وہ ہے جس سے اس زمانے کے ان لوگوں کی اکثریت غافل ہے جنہوں نے توحید کی خوشبو سونگھی ہے۔

یہ شخص اپنے کھانے یا لباس، کلام اور عمل میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں میرے لئے پیدا کی ہیں۔

اور بعض نے تو تمام گناہوں سے توبہ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے جس سے توبہ کروں اور وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔ اور ان میں

کوئی شخص حرام کھانے لگا اور جو ٹیکس لینے والوں کے گھروں میں ماہ رمضان میں کھانا کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس کے ساتھ کوئی دوسرا مالک نہیں اور میں اس کا بندہ ہوں اور بندہ اپنے آقا کے مال سے کھاتا ہے۔

یہ تمام باتیں بے دینی ہیں کیونکہ اس میں احکام شرع کو چھوڑا جاتا ہے اگر وہ ان احکام شریعت پر ایمان رکھتا ہے تو ایسے عمل کی جرأت نہ کرتا۔

الولائم مهلكة

وكان سيدى إبراهيم المتولى لا يذهب بأحد من جماعته قط إلى وليمة عند أحد من الولاة، ويقول: ارجعوا لا تهلكوا مثلى، وكذلك أدركت جماعة من شيوخ الطريق كانوا يتورعون عن الأكل من طعام كل متهور فى مكسه، وكانوا ينكرون على من يرونه يأكل من مثل ذلك۔

میرے سردار حضرت ابراہیم متولی رحمہ اللہ اپنی جماعت کے کسی ایک آدمی کے ساتھ کبھی بھی کسی حکمران کے ولیمہ میں تشریف نہیں لے گئے۔ وہ فرماتے تھے: **ارجعوا لا تهلكوا مثلى۔** واپس جاؤ اور میرے جیسے آدمی کو ہلاک نہ کرو۔

اسی طرح میں نے شیوخ طریقت کی ایک جماعت کو پایا کہ وہ ٹیکس لینے میں پرواہ نہ رکھنے والوں کے کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور جس شخص کو اس قسم کا کھانا کھاتے دیکھتے اس پر اعتراض (منع) کرتے۔

لا سيما سيدى الشيخ على المرصفى رضى الله عنه، كان يرسل يزجر كل فقير أكل عند

أمير، و كان للطريق و أهلها حرمة فى زمنه رضى الله عنه، فلما مات انحلت عرى الطريق، و تهدمت قواعدها فى مصر و قراها، و صار بعض المشايخ و من نسب إلى العلم يجلسون على موائد الظلمة المكاسين و الكُشّاف و مشايخ العرب و أعوانهم، و بعضهم سداه و لحمته من طعامهم و لباسهم، و كذالک أولاده و عياله، و بعضهم صار يسأل هؤلاء الظلمة، فإذا لم يعطوه ما طلب منهم غضب عليهم، و مزق أعراضهم فى المجالس، و لو أن هؤلاء شموا رائحة من الطريق لم يستحل أحد منهم مقدار سمسمة من مال هؤلاء فى أوقات الضرورات، فضلاً عن أوقات الاختيار و وجود السعة فى الرزق من جوالى أو سموح أو زراعة أو غير ذلک۔ و قد رأيت من عمل له عرساً فى رواية، و صار يرسل قاصده للولاة فيساعدونه بالعسل و الأرز و البسلة، و من لم يعطه شيئًا يغضب عليه مع أنه لابس عمامة صوف، فلا حول و لا قوة إلا بالله العلى العظيم۔

خصوصاً میرے آقائے نعمت شیخ علی المرصفی رحمہ اللہ کسی کو بھیج کر اس فقیر کو جھڑکتے جو کسی امیر کے ہاں کھانا کھاتا۔ آپ کے زمانے میں طریقت اور اہل طریقت کی عزت کی جاتی تھی جب آپ کا انتقال ہوا تو طریقت کا دستہ کھل گیا اور مصر اور اس کی بستیوں میں طریقت کے قواعد مٹ گئے اور بعض مشائخ اور علم کی طرف منسوب لوگ ظالم لوگوں، ٹیکس لینے والوں، چغل خور مشائخ اور ان کے مددگاروں کے دستر خوانوں پر بیٹھتے تھے، ان میں سے بعض کا تانا بانا ان کے کھانے اور لباس سے تھا اسی طرح ان کی اولاد اور اہلخانہ کا حال تھا۔

اگر ایسے شخص کو وہ لوگ اس کے مطالبہ پر نہ دیتے تو وہ ان پر غضب ناک ہو جاتا اور مجالس کے اندر ان کی عزت دری کرتا۔

اگر ان لوگوں نے طریقت کی تھوڑی سی خوشبو بھی سونگھی ہوتی تو وہ ضرورت کے اوقات میں بھی ان لوگوں کے مال سے تل کے برابر اپنے لئے حلال نہ سمجھتے چہ جائیکہ جب وہ مجبور نہ ہوں اور ان کی چوپایوں کے گلہ بخششیں یا زراعت وغیرہ سے رزق کی کشادگی حاصل ہو۔

میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کی شادی ہو رہی تھی اور وہ اپنے قاصد کو حکمرانوں کے پاس بھیج رہا تھا کہ وہ شہد، چاول اور اجرت کے ذریعے اس کی مدد کریں اور جو شخص اسے نہ دیتا وہ اس پر غضبناک ہو جاتا حالانکہ اس نے رومی عمامہ پہنا ہوا تھا۔

تربية النفس

ومن شأنه مجاهدة نفسه دائماً في ترك الشهوات، فقد قالوا: من وافق شهوته عُدم صفوته، وقد أوحى الله تعالى إلى داؤد عليه الصلاة والسلام: "يا داؤد حذر وأنذر قومك أكل الشهوات، فإن قلوب أهل الشهوات عني محجوبة" يعني من جهتهم، اللهم إلا أن عجاهد العبد نفسه إلى الغاية معجلاً مما له في الآخرة، من غير نقص من نعيمه الأخروى، صدقة من صدقات الحق تعالى على العبد۔ وقد عدوا من فسق العارفين تبسهم في الدنيا وشهواتها حال كمالهم، لأن بذلك تضل أتباعهم ويكون وزرهم عليهم، والله اعلم۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ خواہشات کو چھوڑنے کے سلسلے میں ہمیشہ اپنے نفس سے لڑتا رہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں: جو شخص اپنی خواہشات کی موافقت کرتا ہے اس کی قلبی طہارت معدوم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد اپنی قوم کو خواہش کے مطابق کھانے سے ڈرائیں کیونکہ اہل خواہشات کے دل مجھ سے پردے میں ہوتے ہیں یعنی یہ حجاب ان ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

البتہ یہ کہ بندہ انتہاتک اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہے بے شک حق تعالیٰ کبھی کبھی اس پر فضل فرماتے ہوئے اس سے حجاب میں نہیں ہوتا حالانکہ مباح نعمتیں خواہش کی وجہ سے کھاتا ہے جبکہ وہ اس کی آخرت کے لئے رکھی گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کی اخروی نعمتوں میں کمی نہیں آتی۔

اس صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کے صدقات میں سے صدقہ ہوتا ہے جو لوگ دنیا اور اس کی خواہشات میں کشادگی اختیار کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے حال میں کامل ہوتے ہیں تو صوفیاء کرام ان کی اس حالت کو عارفین کا فسق قرار دیتے ہیں کیونکہ اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں اور اس کا گناہ ان پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عاقبة نقض العهد

ومن شأنه حفظ عهده مع اللہ تعالیٰ علی ملازمة التوبة من کل ذنب، فإن نقض العهد من أعظم الذنوب وهو معدود من أنواع الردة عن بعض دینه، فیوشک أن یرتد عن دینه کله، وقد ورد "المعاصی برید الکفر" أی مقدمته وفی الحدیث "أن رسول اللہ ﷺ یری أقواماً من أمته یوم القیامة قد أخذ بهم ذات الشمال فیقول: یار أمتی! فیقال: إنک لا تدری ما أحدثوا بعد، إنهم ارتدوا علی أدبارهم القهقری، فیقول ﷺ: سحقاً سحقاً" قال بعض العلماء: و هؤلاء لم یرتدوا عن أصل الدین، وإنما ارتدوا عن فعل شیء من فروعه، بدلیل انه ﷺ یشفع فیهم إذا سکن الغضب الإلهی وموافقته۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہر گناہ سے توبہ کو لازم پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی حفاظت کرے کیونکہ وعدہ توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ دین کے کچھ حصے سے پھر جانے میں شمار ہوتا ہے تو قریب ہے کہ وہ مکمل دین سے مرتد ہو جائے۔

حدیث شریف میں ہے:

العاصی برید الکفر۔

گناہ کفر کا مقدمہ ہے۔

یعنی کفر سے پہلے گناہ ہوتے ہیں، اور کفر کی طرف لے جاتے ہیں برید ایلچی، قاصد کو کہتے ہیں۔[304]

ایک اور حدیث میں ہے: قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو بائیں طرف سے پکڑا گیا ہے آپ عرض کریں گے "یا ربّ امّتی!" (اے رب! میری امت!) تو کہا جائے گا کہ آپ ﷺ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا۔ یہ اسلام سے الٹے پاؤں پھر گئے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے: "سحقا سحقا" دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔[305]

بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہ لوگ اصل دین سے نہیں پھرے تھے یہ دین کے فروع پر عمل سے پھرے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا غضب کم ہو جائے گا اور دونوں میں موافقت ہو جائے گی تو رسول اکرم ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

الخیر فی الاتباع و الشر فی الابتداع

قال الإمام أبو القاسم القشیری رحمه الله: "لا ینبغی لمرید أن یعاهد الله تعالیٰ علی فعل

---

304 (شعب الایمان للبیهقی، ج۵ ص ۴۴۷ مطبوعه دار الکتب العلمیه، بیروت)

305 (صحیح بخاری رقم ۲۱۲۱، صحیح مسلم رقم ۲۲۹۰، دار الکتب العلمیه، بیروت)

شيءمما لم يكلفه الله تعالى به، فإن في مكروهات الشريعة ما يغني عن ذلک"۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرید کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس عمل کا اس کو مکلف نہیں بنایا وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان کرے کیونکہ جو کام شریعت میں مکروہ ہیں ان میں سے بعض کام اس سے بے نیاز کرتے ہیں۔

ثم إنه قد لا يعانُ على ما عاهد ربه عليه من ذلک، لعدم دخوله تحت شرعه الأصلي، فإنه تعالى ما ضمن المعونة إلا لمن هو تحت إمره المشروع على ألسنة رسله، وفي القرآن العظيم "رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم إلا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها" فالخير كله في قدم الاتباع الشر في الابتداع۔

پھر جب وہ کسی کام کا اپنے رب سے وعدہ کرتا ہے تو اس کی مدد نہیں کی جاتی کیونکہ وہ کام شریعت کے اصل امور میں داخل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کام کی مدد کی ضمانت دیتا ہے جن کا حکم اس نے اپنے رسولوں کی زبان سے دیا ہے اور قرآن مجید میں ہے: وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحديد: ٢٧) "اور وہ راہب بنا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ فرمائی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے بنایا جیسا اس کے بنانے کا حق تھا۔"

پس بھلائی مکمل طور پر شریعت کی اتباع میں ہے اور بدعات میں برائی ہے۔

امیدوں کو زیادہ نہ رکھے

ومن شأنه أن يكون قصير الأمل وذلک حتى يجدّ في الطاعات ويجتنب المخالفات، فإن من كان طويل الأمل لازمه التسويف بالخيرات والوقوع في المخالفات، وتقول له نفسه: إذا قرب أجلک فتب إلى الله تعالىٰ عن جميع المخالفات السابقة وكأنک لم تذنب قط، فإن التائب من الذنب كمن لا ذنب له! وهذا من أكبر شداع النفس، والواقع فيه أكثر من الكثير۔

مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ وہ امید کم رکھے جس کی وجہ سے وہ عبادات میں کوشش کرے گا اور شریعت کے خلاف کاموں سے بچے گا کیونکہ جو شخص لمبی امیدیں رکھتا ہے وہ نیکی کے کاموں سے ٹال مٹول کرتا ہے اور مخالف شریعت کاموں میں مصروف رہتا ہے اور اس کا نفس اس سے کہتا ہے کہ جب تمہاری موت کا وقت قریب آئے گا تو گزشتہ تمام گناہوں سے توبہ کر لینا گویا تم نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں۔ یہ نفس کا سب سے بڑا دھوکہ ہے اور بے شمار لوگ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

ومن هنا قالوا: إن الفقير ابن وقته، لا نظر له إلى ماض، ولا آت، لأن نظره إليهما تفويت للوقت الحاصل۔

اسی وجہ سے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ فقیر "**ابن الوقت**" ہوتا ہے یعنی نہ وہ ماضی کو دیکھتا ہے اور نہ مستقبل کو، کیونکہ ان دونوں وقتوں کی طرف نظر کرنا موجودہ وقت کو فوت کرنا ہے۔

و قد قالوا: كل من نظر إلى عمله بالتسويف، خسر عمره وفاته الزرع، فخسر الدنيا والآخرة والله غفور رحيم۔

اور صوفیاء کرام نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مستقبل پر چھوڑتا ہے وہ اپنی زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے اور اس کی کھیتی ضائع ہو جاتی ہے چنانچہ وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

مقام التجرد

ومن شأنه أن لا يكون له التفات إلى معلوم وظيفة، أو خراج رزق، أو أجره بيت، ولا يعلق خاطره بشيء من ذلك، ويجب عليه في الطريق مجاهدة نفسه، حتى يصير لا التفات له إلى شيء دون الله تعالى۔ ومن لا يجاهد نفسه كذلك فلا يجيء منه شيء في الطريق، إذ لا التفات إلى مضاد للرقي۔

مرید کے لوازمات میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس کی توجہ معلوم وظیفہ (تنخواہ وغیرہ) یا رزق کے خراج، یا گھر کی اجرت وغیرہ کی طرف نہ ہو۔ اور نہ ہی اس کا دل ان کاموں میں سے کسی کے ساتھ متعلق ہو، طریقت میں اس پر مجاہدہ لازم ہے، تاکہ اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ طرف اپنے نفس سے مجاہدہ نہ کرے اسے طریقت میں کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کی توجہ ترقی کے خلاف باتوں کی طرف ہوتی ہے۔

وفی کلام سیدی أحمد الرفاعی رحمه الله: "متلفت لا یصل، و متسلل لا یفلح، و من یر فی نفسله النقصان، فکل أو قاته نقصان"۔

سیدی احمد الرفاعی رحمہ اللہ کے کلام میں ہے:

ملتفت لا یصل و متسلل لا یفلح و من یر فی نفسه النقصان فکل او قاته نقصان۔

یعنی ادھر ادھر توجہ کرنے والا (منزل تک) نہیں پہنچتا کھسک جانے والا کامیابی نہیں پاتا اور جو اپنے اندر نقصان دیکھتا ہے اس کے تمام اوقات نقصان میں ہوتے ہیں۔

و کان أبو القاسم القشیری رحمه الله یقول: "ظلمة الرکون إلی المعلوم تطفیء نور الوقت"۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے تھے: معلوم (وظیفہ) کی طرف جھکاؤ کی تاریکی وقت کی روشنی کو مٹا دیتی ہے۔

و سمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: "من جلس بین فقراء الزوایة، و التفت إلی معلوم دنیوی، وقف عن السیر، و أفسد ضعفاء فقراء الزاویة و کان علیه وزر ذلک، فیجب علیه الخروج من الزاویة، فإن وقفها أو ما یهدی إلیها إنما هو بالإصالة لمن ترک الدنیا، و اشتغل إلی الفقیر لغیر ما هو بصدده، و کل فقیر أکل من ذلک مع عدم اشتغاله بللّٰه،

فقد أكل حراماً بشرط الواقف فإنه لو رآه غير مشتغل بللّٰه لم يوقف عليه شيئاً، بل كان يقول له: اخرج واحترف مع السوقة وللّٰه أعلم۔

میں نے اپنے آقا حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جو شخص زاویہ (فقراء کے بیٹھنے کی جگہ، کونہ) میں فقراء کے درمیان بیٹھتا ہے اور دنیوی وظیفہ کی طرف توجہ کرتا ہے وہ سیر سے رک جاتا ہے اور زاویہ کے کمزور فقراء کو خراب کرتا ہے اور اس کا گناہ اس پر ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وہ اس زاویہ سے باہر چلا جائے کیونکہ وقف یا جو ہدیہ وہاں بھیجا جاتا ہے اصل میں ان لوگوں کے لئے ہے جو دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

کیونکہ وقف کرنے والا یا تحفے دینے والا اللہ تعالیٰ کی محبت میں وقف کرتا یا تحفہ دیتا ہے حتیٰ کہ اس مقصد کے علاوہ کسی دوسری بات کے لئے فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اور جو فقیر اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہوئے بغیر اس وقف مال سے کھاتا ہے وہ وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق حرام کھاتا ہے کیونکہ اگر وہ اسے دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول نہیں تو وہ اس کے لئے وقف نہ کرے بلکہ وہ اس سے کہے باہر نکلو اور بازار والوں کے ساتھ کوئی کام کام کاج کرو۔

شرف الهمة

ومن شأنه أن لا يقبل وقفاً من امرأة، ولا شيخ قد طعن في السن، من أرباب الصنايع، ولو أتوه به من غير سؤال، لأن من شرط الطريق أن لا يصح لأهد دخولها إلا إن كان شريف الهمّة، ومن رضي أن يكون تحت منة امرأة أو عاجز عن الكسب، فهو دنيء الهمّة، و مرتبته دون مرتبة تلك المرأة، أو العاجز، فهو بعيد عن الطريق۔

مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ کسی خاتون یا بڑی عمر کے ایسے آدمی سے کوئی وقف قبول نہ کرے جو کوئی پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے، اگرچہ لوگ اسے مانگنے کے بغیر دیں کیونکہ طریقت کی شرط یہ بات بھی ہے کہ اس سے اسی شخص کی وابستگی درست ہے جو بلند ہمت ہو۔

اور جو شخص کسی عورت یا کمانے سے عاجز شخص کا احسان مند ہوتا ہے وہ کم ہمت ہے اور اس کا مرتبہ اس عورت یا اس عاجز شخص کے مرتبہ سے کم ہے اور وہ طریقت سے دور ہے۔

و سمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: "إذا رأیتم المرید یقرأ علی قبور الموتی، ویأخذ من النساء معلوماً، فانفضوا أیدیکم منه، و من ترخص و عمل برخصة الشریعة فی ذلک، من غیر حاجة، فهو من أبناء الدنیا، و أبناء الدنیا لا یفلحون فی طریق الآخرة"۔ قال: و لیس لشیخ أن یأخذ علی هذا المرید عهداً، و لا أن یلقنه ذکراً، فإن فعل ذلک فهو کالاستهزاء بالطریق۔

میں نے اپنے آقا علی المرصفی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے: "اگر تم مرید کو دیکھو کہ وہ قبروں پر قرآن خوانی کرتا ہے اور عورتوں سے وظیفہ لیتا ہے اس سے اپنے ہاتھوں کو جھاڑ لو اور جو شخص کسی حاجت کے بغیر اس سلسلے میں شریعت کی جانب سے حاصل رخصت پر عمل کرے وہ دنیاداروں میں سے ہے اور دنیاداروں کو آخرت کے راستے میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔"

انہوں نے مزید فرمایا: کسی بزرگ کے لئے مناسب نہیں کہ ایسے شخص کو مرید بنائے اور اسے ذکر کی تلقین کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ طریقت کے ساتھ مذاق ہو گا۔

قال القشیری رحمه الله: "و قد تعددت و صایا جمیع الأشیاخ فی سائر الأقطار إلی مریدیهم أن لا یأخذوا وقفاً من النسوان، فإن فی ذلک من المفاسد ما لا یخفی، أقل ما فی ذلک، أن المرید یصیر یمیل إلی من إحسن إلیه بحکم الطبع الشهوة، فیتلف قلبه بالکلیة، و الله غفور رحیم۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اطراف واکناف کے تمام مشائخ نے اپنے مریدین کو بے شمار مرتبہ وصیت کی کہ وہ عورتوں سے وقف نہ لیں اس میں پائی جانے والی خرابیاں پوشیدہ نہیں ہیں کم از کم خرابی یہ ہے کہ مرید طبعی طور پر اور خواہش کے تحت اس بات کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو اسے زیادہ پسندیدہ ہو پس اس کا دل مکمل طور پر اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

النهي عن مجالسة الغافلين

ومن شأنه التباعد عن مجالسة أبناء الدنيا من التجار والمباشرين و نحوهم، فإن مجالستهم سم قاتل للمريد، لضعفه ولكثرة غفلتهم عن الله تعالىٰ، و اشتغالهم بأمور الدنيا، من مطعم و ملبس و منكح و غير ذلک، فيسرق طبع المريد منهم محبة العلائق الدنيوية، والمريد إنما عمله على حذف العلائق، و إن قدر أنهم ينتفعون بالفقير، فهو نقص له، قال تعالى: "ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطا"۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ دنیا داروں یعنی تاجروں اور دنیا میں مصروف لوگوں وغیرہ سے دور رہے بے شک ان کی ہم نشینی مرید کے لئے زہر قاتل ہے کیونکہ وہ کمزور ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بہت غافل ہیں نیز وہ دنیوی امور یعنی کھانے، لباس اور نکاح وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

پس مرید کی فطرت ان لوگوں سے دنیوی تعلقات چوری چھپے حاصل کرے گی حالانکہ مرید کا عمل ان دنیوی تعلقات کو ترک کرنا ہے اگرچہ فرض کیا جائے کہ وہ لوگ فقیر سے نفع حاصل کرتے ہیں پھر یہ اس کے لئے نقصان کا باعث ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهُ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمۡرُهُ فُرُطًا (الکھف ۲۸)

یعنی ”اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

وما رأينا أحداً من المريدين خالط ابناء الدنيا إلا مات قلبه، و عدم الميل إلى مجالس الذكر و الخير، و سهر الليالى، و لم يصر له داعية إلى مثل ذلك،

ہم نے جس مرید کو دنیاداروں سے تعلق قائم کرنے والا دیکھا اس کا دل مر گیا اور وہ ذکر اور خیر کی مجالس کی طرف میلان نہیں رکھتا نہ وہ شب بیدار رہتا ہے اور نہ ہی اس کے اندر ان کاموں کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

و كان سيدى محمد الغمرى رضى الله عنه إذا رأى مريدا يكثر الجلوس على باب المسجد مع أبناء الدنيا، يخرجه من زاويته، و يقول: ”إنما جعلت الزاوية للعبادة و كفّ البصر عن رؤية الشهوات، فمن جلس على باب الزاوية فلا فرق بينه و بين الجالس فى السوق“۔

میرے مرشد گرامی محمد غمری رحمہ اللہ جب کسی مرید کو دیکھتے کہ وہ مسجد کے دروازے پر دنیا داروں کے ساتھ زیادہ بیٹھتا ہے تو اسے اپنے زاویہ (تربیت گاہ) سے نکال دیتے اور فرماتے زاویہ عبادت کیلئے نیز خواہشات کو دیکھنے سے آنکھوں کو بند کرنے کے لئے بنایا گیا ہے پس جو شخص زاویہ کے دروازے پر بیٹھتا ہے اس میں اور بازار میں بیٹھنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

و و الله إنى لأتأثر على الفقير إذا رأيته قد تصرّمت حباله عن مجالس الخير، أكثر مما يتأثر هو على فوات ذلك، و أتكدر من جلوس الفقير على باب الزاوية لعلمى بأن ذلك يشتت القلب و يميته فالله يغفر لنا و لجميع من لم يقبل من الإخوان نصحنا، إنه غفور رحيم۔

اللہ کی قسم! میں جب فقیر کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجالس خیر سے اپنے تعلق کو توڑ چکا ہے تو اس (نعمت) کے فوت ہونے پر وہ اتنا متاثر نہیں ہوتا جس قدر میں متاثر ہوتا ہوں اور جب فقیر زاویہ کے

دروازے پر بیٹھتا ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی وجہ سے قلبی اطمینان ختم ہو جاتا ہے اور دل مر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہماری نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

المريد الطالب للعلم

ومن شأنه إذا كان مجاوراً، أن لا يطلب التخصيص عن إخوانه بشيء من الخبز والعسل مثلا، ولو قُدّر أن النقيب أعطاه شيئاً زائداً من وراء إخوانه، فمن الأدب رده، حتى لا يتميز عن إخوانه، فيدخل فى كرامة الحق تعالىٰ له، فعلم من باب أولى أنه لا يجوز له أن يشارك الفقراء فى الأخذ من الخبز والعسل مثلاً و عنده شيء من ذلك استرباحاً بل يتخير، إما أن لا يتخصص من ورائهم بشيء وإما أن يأكل ما تخصص به حتى يفرغ، فإذا فرغ شارك الفقراء بعد ذلك۔

اگر مرید مجاور ہو تو اس کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ وہ روٹی اور شہد وغیرہ کو دوسرے ساتھیوں کو چھوڑ کر اپنے ساتھ خاص نہ کرے اگرچہ فرض کر لیا جائے کہ نگران نے اسے دوسرے ساتھیوں سے الگ کوئی زائد چیز دی ہے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسے رد کر دے تاکہ وہ دوسرے ساتھیوں سے ممتاز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عزت و کرامت میں داخل ہو جائے۔

فكن يا أخي شريف النفس، عالي الهمة، فإن طلب التخصيص يدل على خسة الأصل، ودناءة الهمة، والله أعلم۔

پس اے بھائی! شریف النفس اور بلند ہمت بن جاؤ کیونکہ اپنے آپ کو دوسروں سے خاص اور ممتاز کرنا اصل کے اعتبار سے کمینگی کی علامت اور کم ہمتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

آفات القلوب

ومن شأنه التباعد عن فعل كل شيء يميت قلبه ككثرة اللغو و الغفلة فإن ذلک مجرب لموت القلب، وليس عمل الفقير إلا بتحصيل حياة قلبه عن كل شيء يشغله عن اللہ تعالیٰ، لأن قلب الإنسان كقلب الطاحون فإذا فسد فسدت و إذا كان لها قلبان امتنعت عن الدوران۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ ہر اس کام سے دور رہے جو دل کو مار دیتا ہے جیسے بہت زیادہ لغو باتیں کرنا اور غافل رہنا، اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے کہ اس سے دل کی موت واقع ہوتی ہے۔ اور فقیر کے ہر عمل کے لئے اس کے دل کا زندہ ہونا ضروری ہے اور یہ زندگی ہر اس چیز سے دوری کے ذریعے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہے کیونکہ انسان کا دل پن چکی کی کلی کی طرح ہے جب وہ خراب ہو جائے تو پن چکی خراب ہو جاتی ہے اور جب دو کلیاں ہوں تو وہ پھر نہیں سکتی۔

دعاء يقال قبل صلاة الصبح

وقد رتبت للفقراء في الزاوية أن يقولوا كل يوم قبل صلاة الصبح أربعين مرة: يا حي يا قيوم لا إله أنت، لما بلغنا أن أبا محمد الكتاني أحد مشايخ الطريق، رأى النبي ﷺ في المنام فقال: يا رسول الله، ادع الله لي أن لا يميت قلبي، فقال: يا أبا محمد قل كل يوم أربعين مرة: "يا حي يا قيوم لا إله إلا أنت، يحيي قلبک"۔

جو فقراء زاویہ میں ہوتے ہیں میں نے ان کے لئے ہر دن نماز فجر سے پہلے چالیس مرتبہ یہ وظیفہ ترتیب دیا ہے (یا حی یا قیوم لا الہ الا انت) کیونکہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابو محمد کتانی رحمہ اللہ جو مشائخ میں سے ایک تھے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ادع اللہ لی ان لا یمیت قلبی (یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو موت نہ دے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابا محمد قل کل یوم اربعین مرۃ یا حی یا

قیوم لا الہ الا انت یحیی قلبک۔ (اے ابو محمد! ہر دن چالیس مرتبہ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت پڑھو تمہارا دل زندہ رہے گا۔)

لا ذکر بعد المشاھدۃ

ومن شأنه إذا افتتح مجلس الذكر وحده أن لا يسكت حتى يحصل له الغيبة عن الأكوان كلها، فإن الذكر إنما شرع للحضور مع الحق جل و علا، وما دام المريد يشهد شيئاً من الأكوان فهو لم يدخل حضرة الحق ثم إذا دخل الحضرة، و حضر قلبه مع الحق تعالى، فليسكت حينئذ لأنه لا معنى للذكر اللفظي مع شهود الحق تعالى، بل لو أراد الحاضر أن يذكر الله بلسانه لم يقدر على النطق لأنها حضرة هيبة و جلال، و بهت و خرس، ومن هنا رمز بعضهم إلى ذلک بقوله:

ألا بذكر والله تزداد الذنوب　　　　و تنطمس البصائر و القلوب

أى لأن من أدب أهل الحضرة الصمت عن العبارات باللسان فمن لم يصمت وقع فى سوء الأدب، و فى مواقف البصرى يقول الله عز وجل: "إذا لم ترن فالزم اسمى فإذا رأيتنى فاصمت، لأنى ما شرعت لک أن تذكر اسمى إلا وسلية للحضور معى، فإن اسمى لا يفارقنى" و قد سمعت سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: "لا يفتح على المريد بشيء من المواهب، وهو يستحضر فى ذهنه شيئاً من الكون، إذا الفتح لا يكون إلا لمن شهد الحق تعالیٰ بقلبه، و غاب عما سواه"۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ تنہا مجلس ذکر شروع کرے تو خاموش نہ ہو حتیٰ کہ وہ تمام مخلوق سے پوشیدہ ہو جائے کیونکہ ذکر اس لئے رکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہو اور مرید جب تک کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر نہیں ہو سکتا پھر جب

بارگاہ حق میں حاضر ہو جائے اور اس کا دل حق تعالیٰ کے ساتھ موجود رہے اس وقت خاموش ہو جائے کیونکہ مشاہدہ حق کے وقت لفظی (جہری) ذکر کا کوئی مقصد نہیں۔

بلکہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے والا اپنی زبان سے ذکر کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بولنے پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ یہ ہیبت اور جلال کے ساتھ حاضری ہے اس صورت میں وہ مبہوت اور گونگا ہو جاتا ہے۔

بعض حضرات نے اپنے اس قول میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا:

الا بذکر اللہ تزداد الذنوب و تنطمس البصائر و القلوب۔

اللہ کے ذکر سے گناہ بڑھتے ہیں اور بصیرتیں اور دل مٹ جاتے ہیں۔

اس سے مراد مشاہدہ کے وقت ذکر کرنا ہے، مقصد یہ ہے کہ اہل مشاہدہ کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ زبانی عبادتوں سے خاموشی اختیار کی جائے پس جو شخص خاموشی اختیار نہیں کرتا وہ بے ادبی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

"**مواقف البصری**" میں لکھا ہے:

"جب تم مجھے نہ دیکھو تو میرے نام کو لازم پکڑو اور جب مجھے دیکھو تو خاموش رہو کیونکہ میں نے تمہارے لئے اپنے نام کا ذکر اس لئے جائز قرار دیا کہ وہ میرے ہاں تمہاری حاضری کا وسیلہ ہے۔ بے شک میرا نام مجھ سے جدا نہیں ہوتا۔"

میں نے اپنے آقائے نعمت حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے کوئی چیز مرید کے لئے اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتی جب تک اس کے ذہن

میں کائنات میں سے کوئی چیز ہو کیونکہ عنایات کا دروازہ اسی کے لئے کھلتا ہے جو دل میں بارگاہ حق میں حاضر ہو اور ماسواء سے غائب ہو۔

فعلم أنه لا ینبغی للمرید قطع مجلس الذکر، قبل أن تحصل له الغیبة عن الأکوان، لأن من قطعه قبل هذه الغیبة، فکأنه لم یذکر الله شیئاً من حیث الثمرة التی هی الرقی، و إن کتب له بذلک حسنات، و من هنا قال الشبلی رحمه الله: "من ذکر الله تعالیٰ علی الحقیقة نسی فی جنبه کل شیء" و کان الجنید یقول: "من شهد الخلق لم یر الحق، و من شهد الحق لم یر الخلق، إلا أن یکون من الکمل"۔

پس معلوم ہوا کہ مرید کے لئے مجلس ذکر کو ختم کرنا مناسب نہیں جب تک وہ کائنات سے غائب نہ ہو جائے کیونکہ اس غائب ہونے سے پہلے جو ذکر کرنا چھوڑ دیتا ہے گویا اس نے نتیجہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا کچھ ذکر بھی نہیں کیا اور وہ نتیجہ ترقی ہے اگرچہ اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اسی لئے حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: من ذکر الله علی الحقیقة نسی فی جنبه کل شیء (جو شخص حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے پہلو میں موجود ہر چیز کو بھول جاتا ہے)۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من شهد الخلق لم یر الحق و من شهد الحق لم یر الخلق الا ان یکون من المکمل۔

جو شخص مخلوق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ حق نہیں دیکھتا اور جو حق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ مخلوق کو نہیں دیکھتا سوائے یہ کہ وہ کامل ہو (اور سب کچھ دیکھتا ہو)۔

و کان الزفی رحمه الله یقول: "کل ذکر لا یمتد زمانه فهو کالطعام الذی لا یسد جوعة الأکل" و کان یقول: "من الأدب أن لا یسکت الذاکر ما دام یستلذ بالذکر، فإذا حصل له ملل، فمن الأدب السکوت" کما أنه یکره له بعد الشبع أن یأکل، بعد الشبع المذهب للخشوع أن یصلی إلا بعد هضم ذلک، بکثرة الذکر، و ذلک لأن جوارحه تصیر عاصیة عن

كمال الإقبال على الله عز وجل، فهي كعبادة المكره على حد سواء، فكما لا يقبل إسلام الذمي مكرهاً، كذالک لا تقبل عبادة العابد مکرهاً۔

حضرت الزفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

كل ذكر لا يمتد زمانه فهو كالطعام الذی لا یسد جوعة الاکل۔

جس ذکر کا زمانہ طویل نہ ہو وہ اس کھانے کی طرح ہے جو کھانے والے کی بھوک کو ختم نہیں کرتا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: یہ بات (ذکر کے) آداب سے ہے کہ ذاکر کو جب تک ذکر سے لذت حاصل ہوتی رہے وہ ذکر سے خاموش نہ رہے اور جب وہ تھک جائے تو ادب کا تقاضا خاموش ہو جانا ہے۔

جس طرح سیر ہونے کے بعد کھانا ناپسندیدہ ہے جو سیری خشوع کو زائل کرنے والی ہو اس کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ جب وہ کثرت ذکر سے ہضم ہو جائے کیونکہ اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ سے نافرمانی کرنے والے ہوتے ہیں یہ اس طرح ہے جس طرح کسی سے زبردستی عبادت کروائی جائے پس جس طرح ذمی سے زبردستی اسلام قبول نہیں اسی طرح مجبوراً عبادت کرنے والے کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

هل ينوع المريد أوراده؟

ومن هنا نوع الشارع ﷺ الأوراد للعبد، فمن ملّ عن ورد انتقل إلى ورد آخر، ولو مفضولاً، ولو لم يكن عند العبد ملل، لم ينوع له الأوراد، بل كان يأمره بذكر واحد على الدوام كالملائكة، فافهم۔

اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے بندے کے لئے مختلف قسم کے وظائف مقرر فرمائے ہیں پس جو شخص کسی ایک وظیفہ سے اکتا جائے وہ دوسرے وظیفہ کی طرف منتقل ہو جائے اگرچہ اس وظیفہ سے کم ہو اور اگر بندہ اکتاہٹ محسوس نہ کرے تو وہ مختلف وظائف اختیار نہ کرے بلکہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ایسے شخص کو ہمیشہ ایک ہی ذکر کرنے کا حکم فرماتے، جس طرح فرشتوں کا معاملہ ہے پس سمجھ لو۔

متى تطوى مقامات الطريق للمريد؟

وكان سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: "إذا ذكر المريد ربه بشدة وعزم، طويت له مقامات الطريق بسرعة من غير بطء، فربما قطع فى ساعة مالا يقطعه غيره فى شهر و أكثر" وكان يقول: "السالک من طريق الذاكر، كالطائر المُجِدّ إلى حضرات القرب، والسالک من غير طريق الذكر كالزّمن الذى يزحف تارة و يسكن أخرى مع بعد المقصد، فربما قطع مثل هذا عمره كله ولم يصل إلى مقصود" وكان الجنيد رضى الله عنه إذا سأله فقير أن يدعو له يقول: "أسأل الله أن يدلک عليه يا أخى من أقرب الطرق" وذلک لينطفىء عنه نيران العبد والجفا، ويتملى بشهود حضرة الحق جل وعلا، ولو قبل موته بلحظة۔

میرے سردار حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید اپنے رب کو بہت زیادہ اور پختہ ارادے کے ساتھ یاد کرتا ہے تو اس کے لئے کسی تاخیر کے بغیر نہایت جلدی سے مقامات لپیٹے جاتے ہیں۔ بعض اوقات وہ ایک گھڑی میں اتنے سفر کرتا ہے کہ اس کا غیر ایک مہینے یا اس سے زیادہ میں اتنا سفر طے نہیں کرتا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ذکر کے طریقے پر سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے وہ اس پرندہ کی طرح ہے جو قرب کے مقامات کی طرف کوشش کرتا ہے اور جو ذکر کے طریقے پر یہ منزل

طے نہیں کرتا وہ اس ضعیف شل آدمی کی طرح ہے جو کبھی چلتا ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے پھر وہ مقصد سے دور رہتا ہے بعض اوقات وہ اس قسم کی مسافت عمر بھر طے کرتا ہے لیکن مقصود تک نہیں پہنچتا۔

جب کوئی فقیر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا کا سوال کرتا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے: اے بھائی ! میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ سب سے قریب راستے کی طرف تیرے رہنمائی فرمائے۔

اور یہ اس طرح کہ اس سے دوری اور جفا کی آگ بجھ جائے اور اسے بارگاہ خداوندی میں حاضری کی مہلت مل جائے اگرچہ موت سے ایک لمحہ پہلے ہی ہو۔

وكان سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: "من أدب الجماعة إذا كانوا يذكرون مع الشيخ أن لا يتعدوا إشارته، فإذا أشار عليهم بالسكوت، فمن الأدب أن لا يتمادى أحدهم فى الذكر ما دام إحساسه باقياً، فإن تمادى مع عدم الغيبة عن الحاضرين، فذكره نفاق مغموس بسوء أدب، فإن الشيخ لا يقول لهم اسكتوا إلا بعد استئذان الحق تعالىٰ فى ذلك على الوجه المعروف عند القوم، ومخالفة إذن الحق خروج عن الأدب، موجبة للعطب" والله أعلم۔

حضرت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب کوئی جماعت اپنے شیخ کے ساتھ ذکر کرے تو ان کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ وہ اس کے اشارہ سے تجاوز نہ کریں جب وہ ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کرے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ان میں کوئی انگڑائی نہ لے جب تک اس کا احساس باقی ہو۔ اور اگر وہ حاضرین کی موجودگی میں انگڑائی لے تو اس کا ذکر منافقت ہے وہ بے ادبی میں غوطہ زن ہے۔ کیونکہ شیخ انہیں اس وقت خاموشی کا حکم دیتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طریقے کے مطابق اجازت لیتا ہے جو صوفیاء میں معروف ہے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کی مخالفت ادب سے خارج ہونا اور تھکاوٹ کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

تجنب المظاهر

ومن شأنه أن لا يكون له التفات قط إلى لاعتناء بظاهره من ملبس و غيره إلا بقدر الضرورة، فمن نظر إلى ظاهره انقطع عن السير۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ظاہر کے اہتمام مثلاً لباس وغیرہ کی طرف صرف ضرورت کے مطابق توجہ دے۔ جو شخص اپنے ظاہر کو دیکھتا ہے وہ سیر سے کٹ جاتا ہے۔

وقد رأى سيدى أحمد بن الرفاعى رحمه الله فقيراً أهندم ثوبه، و صف چباق عمامته على المناسب، فقال: يا ولدى، هذا خروج عن طريق الإرادة، و من كلامهم:

إذا رأيتم المريد فى زيه لبق　　　　فاعلوا ما أنه عن الاستقامة زلق

میرے سردار حضرت احمد بن رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک فقیر کو دیکھا جس نے خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اپنے عمامہ کو مناسب طریقے سے باندھا ہوا تھا آپ نے فرمایا:

اذا رأيتهم المريد فى زيه لبق، فاعلموا انه عن الاستقامة زلق۔

جب تم مرید کو ملائم لباس میں دیکھو تو جان لو وہ استقامت سے پھسل گیا (یعنی عیاش ہو گیا)۔

ويستحب أن يكون قميصه لا ينزل عن كئبه، و أن يكون نظيفاً و اسع الأكمام وسطاً، و أن يكون مُوَطا أو مصبوغاً، كله أخضر أو أزرق أو أسود أو نحوها، و لا ينبغى له لبس الثوب الأبيض إلا يوم الجمعة، لا سيما إن كان يخدم نفسه، أو غيره، فى البيت و الزاوية مثلاً، و ذلك لأن المريد يجب عليه أن يقلل من علائق الدنيا، و من الالتفات إليها، و إلى التزين بملابسها، و لأبيض يحوجه كل قليل إلى غسله بالصابون و نحوه، و ذلك يحتاج إلى دراهم يشتريه بها، و الدراهم تحتاج إلى الحرف و الصنائع، أو سؤال الناس بحاله، أو بمقاله، فيأكل بدينه، فكأنما عبدالله تعالى بعبادة أكل بها و لبس، لأنه لو لا العبادة التى يراه الناس عليها ما أكرموه، و كل ذلك يقطع عن السير و يفتح باب التوجه إلى الدنيا۔

مستحب یہ ہے کہ اس کی قمیص ٹخنوں سے نیچے نہ جائے وہ پاک ہو اور آستین درمیانے انداز میں کشادہ ہو، وہ یا تو سادہ ہوں یا مکمل رنگی ہوئی ہو سبز یا نیلگوں یا سیاہ یا کسی دوسرے رنگ میں ہو، سفید لباس صرف جمعہ کے دن پہننا مناسب ہے خاص طور پر جب وہ گھر میں یا زاویہ میں اپنا کام کاج کرے یا کسی دوسرے کی خدمت کرے کیونکہ مرید پر واجب ہے کہ اس کا دنیا سے بہت کم تعلق ہو اور دنیا کی طرف توجہ بھی کم ہو دنیوی لباس سے زینت کم اختیار کرے اور سفید لباس تھوڑی مدت میں صابن وغیرہ سے دھونے کی حاجت ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے پیسوں کی ضرورت ہوگی جن سے صابن خرید لے اور پیسوں کے حصول کے لئے کوئی پیشہ اور کام اختیار کرنا پڑے گا یا زبان حال یا زبان قال سے لوگوں سے سوال کرنا پڑے گا اس طرح وہ اپنے دین کے بدلے میں کھائے گا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جس کے ذریعے اس نے کھایا یا پہنا کیونکہ اگر اس کی وہ عبادت نہ ہوتی جسے لوگ دیکھتے ہیں تو وہ اس کی عزت نہ کرتے۔ اور یہ تمام باتیں سیر میں رکاوٹ ہیں اور دنیا کی طرف توجہ کا دروازہ کھولتی ہیں۔

و بالجملة فكل شيء تهواه نفس المريد في الدنيا يقطعه عن الله عز وجل۔ فيجب على المريد الصبر على وسخ الثياب و تخريقها حتى يزول وسخ قلبه، فإذا زال فهناک يؤمر بنظافة الثياب و تبيضها، ليشاكل بذلک باطنه من باب التحدث بالنعمة، لا لغرض نفسانيّ و لبس الأصواف الرفيعة وغيرها لا يفلح في طريق القوم، ولو كان شيخه من أكبر الأولياء۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرید کا نفس جس چیز کی خواہش رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق توڑ دیتی ہے پس مرید پر لازم ہے کہ وہ لباس کے میلا ہونے اور پھٹ جانے پر صبر کرے حتیٰ کہ اس کے دل کی میل زائل ہو جائے جب وہ زائل ہو جائے گی تو اس وقت اس کو کپڑوں کو صاف اور سفید رکھنے

کا حکم دیا جائے گا تا کہ اس طرح اس کا باطن نعمت کے بیان کرنے کی طرح ہو جائے نفسانی غرض نہ ہو۔

بیش قیمت اونی اور اس کے علاوہ لباس طریقت کے سلسلے میں کامیابی کا باعث نہیں اگرچہ اس کا شیخ اکابر اولیاء کرام سے ہو۔

و واللہ لقد لبست فی بدایة أمری المرقعات، و شرامیط الکیمان، و تعمّمت بالحبال و جلود قصاصات النعال الجدیدة، و کان الناس یأتونی بالثیاب الفاخرة و لأطعمة اللذیذة، فأردها خوفاً من ان تشغلنی عن اللہ عز و جل، فکیف بمرید یجتهد فی تحصیلها؟

اللہ کی قسم! میں ابتدائی دور میں پیوند لگے ہوئے کپڑے اور معمولی لباس پہنتا تھا رسیوں اور نئے جوتوں کے کاٹے ہوئے چمڑے کا عمامہ باندھتا تھا اور لوگ میرے پاس عمدہ کپڑے اور لذیذ کھانے لے کر آتے تھے لیکن میں ان کو رد کر دیتا تھا تا کہ وہ مجھے اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دیں تو اس مرید کا کیا حال ہو گا جو ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

و قد بلغنا عن الشبلی رحمه اللہ أنه کان إذا أعجبه شیء من ثیابه، یذهب إلی التّنور فیحرقه، فیقال له: هلا تصدقت به! فیقول: "ما أشغل قلبی فهو کذلک یشغل قلب غیری"۔

ہمیں حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب آپ کو کوئی لباس اچھا لگتا تو آپ تنور کی طرف جاتے اور اسے جلا ڈالتے۔ آپ سے کہا جاتا: **هلا تصدقت به** (آپ نے اسے صدقہ کیوں نہ کر دیا) فرماتے: **ما اشغل قلبی فهو کذلک یشغل قلب غیری** (جو چیز میرے دل کو غافل کرتی ہے وہ دوسرے آدمی کے دل کو بھی غافل کرے گی)۔

وأجاب الیافعی رحمه اللہ عن مثل ذلک، بأنه من باب ارتکاب أخف المفسدتین

عندالقوم۔ فأن زوال الدنیا کلھا أھون عندھم من غفلتھم عن اللہ تعالیٰ کما لو غص بلقمۃ، ولم یجد ما یسیغھا بہ، فلہ أن یسیغھا بخمر صیانۃ للجسم عن الھلاک، فکذلک الحکم فیمن خاف علی ھلاک دینہ یقدمہ علی ھلاک دنیاہ۔

حضرت امام یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورتحال کا جواب یوں دیا کہ یہ عمل صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک فساد پیدا کرنے والی دو باتوں میں سے ہلکی ترین بات کو اختیار کرنا ہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک پوری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کے مقابل زیادہ آسان ہے جس طرح کسی کا لقمہ پھنس جائے اور وہ اسے اتارنے کے لئے کوئی چیز (پانی وغیرہ) نہ پائے تو جسم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے شراب کے ذریعے اسے نگل لے۔

اسی طرح جس شخص کو اپنے دین کے ہلاک ہونے کا ڈر ہو وہ اپنی دنیا کی ہلاکت سے اسے مقدم کرے۔

قال الأشیاخ: و إن کان ولا بد من الملابس الحسنۃ، فلیلبس الوسط لا رقیقًا یصف البشرۃ، ولا غلیظاً کالخیش، و کذلک لا ینبغی لہ أن یلبس ثیاب أھل الرعونات، کالثیاب التی فیھا خطوط صفاء أو حمراء أو خضراء عملاً بالعرف فی ذلک، و قالوا: أن مثلھا لا یوجد من مال حلال، و الحرام یوقف المرید عن السیر، و إنما لبس ﷺ البرود التی فیھا خطوط صفر و حمر بیاناً للجواز، و کانت من حلال بإجماع۔

مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر عمدہ لباس پہننا ضروری ہو تو وہ درمیانہ قسم کا لباس پہنے نہ تو اتنا پتلا ہو کہ جسم واضح نظر آتا ہو اور نہ ہی سوتی کھردرے کپڑے کی طرح موٹا ہو اسی طرح متکبر لوگوں کا لباس بھی مناسب نہیں۔ جن میں زرد یا سرخ یا سبز رنگ کی لکیریں ہیں اس سلسلے میں اپنے (زمانے کے) عرف کے مطابق عمل کرے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس قسم کا لباس حلال مال سے حاصل نہیں ہوتا اور حرام مال مرید کے سفر میں رکاوٹ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے زرد اور سرخ رنگ کی دھاری دار چادریں بیان جواز کے لئے زیب تن فرمائی ہیں اور بالاتفاق وہ حلال مال سے تھیں۔

قالوا: والحكمة في موافقة المريد للفقراء في اللباس، طلب التشبه بهم، فإنه كلما تشبه بهم قوى في الطريق، وقالوا من تشبه بهم في الأحوال الظاهرة، يرجى له حصول التشبه بهم في الأحوال الباطنة، حتى إن المريد الصادق ربما يسرق جميع صفات القوم في مدة يسيرة۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لباس میں مرید کی فقراء کے ساتھ موافقت میں حکمت یہ ہے کہ ان سے مشابہت اختیار کی جائے کیونکہ جب وہ اس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو طریقت میں مضبوطی حاصل ہوگی۔

وہ فرماتے ہیں جو شخص ظاہری احوال میں ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کے لئے امید ہے کہ اسے باطنی احوال میں بھی ان لوگوں سے مشابہت حاصل ہو حتیٰ کہ سچا مرید صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تمام صفات تھوڑی مدت میں چوری کر لیتا ہے۔(یعنی اپنے آپ میں منتقل کر دیتا ہے)

بزرگوں کا لباس

قال الشيخ نجم الدين البكرى: "وكان السلف الصالح يستحبون أن يكون قميص أحدهم ذا جيب، ويكرهون السروال الواسع العباب، بحيث لو شمره لطلع إلى الفخذ وجاوز الركبة، وكذلك كانوا يكرهون للمريد أن يجعل علماً على ثوبه من غير لونه بلا حاجة شرعية، كأن يتخرق ولم يجد خرقة من لونه، وما رقع السلف الصالح ثيابهم آلا اضطراراً، فكانوا لا يجدون من الحلال ثوباً كاملاً، إلا في النادر فلذلك كان إحدهم يرقع ثوبه من الشراميط الحلال، فيصير ثوبهم ذا ألوان مختلفة، فهذا سبب لبسهم لامرقعات"۔ والله أعلم۔

حضرت شیخ نجم الدین کبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پہلے بزرگ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان میں سے کسی ایک کی قمیص گریبان والی ہو اور کشادہ پائنچوں والی شلوار کو ناپسند کرتے تھے اس طرح کہ اگر وہ اس کو نیچے کی طرف سے لپیٹے تو رانیں نظر آنے لگیں اور گھٹنوں سے اوپر چلی جائے۔ اسی طرح وہ کپڑے پر کسی دوسرے رنگ کی کڑھائی کو ناپسند کرتے تھے جب شرعی ضرورت نہ ہو یعنی جب وہ پھٹ جائے اور اس رنگ کے کپڑے کا ٹکڑا نہ ملے اور بزرگوں نے ضرورت کے بغیر کپڑوں پر پیوند نہیں لگائے کیونکہ انہیں حلال مال سے مکمل لباس شاذ و نادر ہی میسر ہوتا تھا اس لئے ان میں سے ایک حلال شرامیط (غالباً کپڑوں کے مختلف ٹکڑے) سے پیوند لگاتا اور ان کا لباس مختلف رنگوں پر مشتمل ہو جاتا۔ پیوند لگے کپڑوں کے اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لباس کی شکل بدل دینا

ومن شأنه إذا دخل فی عهد طریق القوم، أن یغیر هیئة لباسه المخالف لهیئة لباس الفقراء عادة من لبسه الفلاحین أو الجند أو المباشرین فقد قالوا: لا بد للمید من فعل ثلاثة أمور: تغییر الحلاس، یعنی الثیاب، و الجلاس یعنی الذین یشغلو نه عن الله، و الأنفاس، فیصیر یحذر من تضییع نفس واحد من أنفاسه فی غیر طاعة، و فی غیر روایة: و الانعباس، وهو أن یعبس بو جهه لکل من یرید ان یشغله عن ربه، حتی ینفر الناس من مجالسته"۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ صوفیاء کے راستے کو اختیار کرے تو اپنا لباس جو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لباس کے خلاف طریقت پر ہے اسے بدل دے۔ مثلاً کاشتکاروں کا لباس، فوجیوں کا لباس یا کام کاج کرنے والوں کا لباس۔

صوفیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید کے لئے تین باتیں ضروری ہیں:

(ا) حلاس، یعنی لباس کو تبدیل کرنا۔

(۲) جلاس، ہم نشین کو بدل دینا یعنی وہ (صحبت، چیزیں یا عادتیں) جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیں۔ اور

(۳) انفاس، سانسوں کا خیال رکھنا یعنی وہ اس طرح ہو جائے کہ اپنے سانسوں میں کسی ایک گھڑی کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ خرچ کر کے ضائع نہ کرے۔

ایک اور روایت میں "الانعباس" بھی ہے، وہ یہ کہ جو شخص اس کو اس کے رب سے غافل کرے اس سے تیوری چڑھائے حتیٰ کہ اس کی صحبت سے نفرت کرنے لگے۔

وقد حث القوم المريد على التشبه بالقوم فی مراسمهم الظاهرة، لكی ينتقل إلی مراسمهم الباطنة، و فی كلام العلماء: "المروءة هی التخلق بخلق أمثاله فی زمانه و مكانه" و جعلوا تغيير الهيئة له مخلا بالمروءة، كما لو لبس القاضی ثوب فلاح و عمامته مثلاً، و فی المثل السائر "كل كلّ ماتشتهی نفسک، يعنی من الحلال، و البس مايلبسه أبناء جنسک" و الله أعلم۔

کچھ حضرات نے مرید کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ظاہری رسموں کی مشابہت اختیار کرے تاکہ ان کی باطنی رسموں کی طرف منتقل ہو جائے۔

علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بات ہے کہ مروت (غیرت، ہمت) یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اور اپنے جیسے لوگوں کے اخلاق کو اپنائے، ان حضرات نے اپنی شکل کو بدلنا جوانمردی کے خلاف قرار دیا ہے۔ مثلاً قاضی، کاشتکار کے لباس اور عمامہ جیسا لباس اور عمامہ باندھے۔ ایک ضرب المثل ہے کہ: كل كل ماتشتهی نفسک ۔۔۔ یعنی من الحلال و البس ما يلبسه ابناء جنسک۔ یعنی جو کچھ تمہارا دل چاہے کھاؤ یعنی حلال سے اور وہ لباس پہنو جو تمہاری جنس کے لوگ پہنتے ہیں۔ و الله اعلم بالصواب۔

خود کو سستی میں مبتلا نہ کرے

و من شأنه أن يكون ذا نهضة و نشاط على الدوام، فلا يرمى بنفسه إلى الكسل وقتاً من الأوقات، فليحذر أن يصلى النافلة قاعداً مع القدرة على القيام، أو يتناول حاجة و هو قاعد، أو يزحف إلى الحاجة حتى يصل إليها إذا كانت قريبة منه، أو يرسله شيخه فى حاجة إلى السوق مثلاً فيقول: انظر هل بقى حاجة أخرى ليكون خروجى للسوق مرة واحدة؟ و نحو ذلک على وجه الكسل لا على وجه الخوف من فتنة الخروج، و كل من فعل شيئًا مما ذكرناه فهو عاجز لا يصلح للطريق۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ ہمیشہ چاک و چوبند رہے اور کسی بھی وقت اپنے آپ کو سستی میں مبتلا نہ کرے۔ جب تک کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے، تو نفل نماز بیٹھ کر نہ پڑھے، یا کوئی کام بیٹھ کر کرے (حالانکہ کھڑا ہو سکتا ہے) یا گھٹنوں (یا سرین) کے بل چلے حتیٰ کہ اس تک پہنچے جب وہ اس کے قریب ہو، یا اس کا مرشد اسے کسی کام کے لئے بازار بھیجے تو کہے "دیکھیں کوئی اور کام بھی ہے تاکہ میں ایک ہی بار بازار جاؤں" اس طرح کی باتیں سستی کی وجہ سے کہتا ہے باہر جانے کے فتنے کے خوف سے نہیں پس جو شخص ان کاموں میں سے کوئی کام کرے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو وہ عاجز ہے، طریقت کے لائق نہیں ہے۔

ومن الكسل أيضاً طلبه دابة يركبها إذا أرسله شيخه فى حاجة، مع قدرته على المشى إليها و حمل تلک الحاجة على ظهره أو فى يده عادة، بل يرى الشرف له إذا خدم الفقراء و ع تعب فى حوائجهم۔ فينبغى للشيخ إذا رأى المريد يميل إلى الرخص و الراحة، أن لا يتعب نفسه فيه، و يأمره بالحرفة و الصنائع، فإن كلاًّ ميسر لما خلق له، و الله أعلم۔

اس کی سستی میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد اسے کسی کام کے لئے بھیجے تو وہ سواری تلاش کرے تاکہ سوار ہو کر جائے حالانکہ وہ اس کی طرف پیدل جاسکتا ہے اور عام طور پر وہ چیز پیٹھ پر اٹھا کر یا ہاتھ میں رکھ کر لائی جاتی ہے۔

بلکہ جب وہ فقراء کی خدمت کرے اور ان کے کام کرنے میں تھک جائے تو اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھے پس مرشد کو چاہیئے کہ جب وہ اپنے مرید کو رخصتوں اور آرام کی طرف مائل دیکھے تو اس کے لئے اپنے آپ کو نہ تھکائے۔ اور اسے کسی کام کاج کا حکم دے کیونکہ ہر شخص کے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سر جھکائے رکھنا

ومن شأنه أن یکون کثیر الإطراق فی الأرض إذا جلس أو مشی و یقلل من الالتفات و فضول النظر، و إن أرخی الطیلسان دائماً علی وجهه بقدر ماینظر مواقع قدمه فقط، کان أعون له، قالوا: و هذا دأب المرید مالم ینظر إلی الأمور بعین الاعتبار، فإذا صار ینظرها بتلک العین فلا یؤمر بالإطراق إلا علی وجه الحیاء من اللہ لا غیر۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اکثر زمین کی طرف نظریں جھکائے رکھے جب بیٹھے یا چلے ادھر ادھر بہت کم توجہ کرے اور فضول نظر سے بچے اور اگر اپنی چادر ہمیشہ چہرے پر اس طرح ڈالے کہ فقط قدم کی جگہ نظر آئے تو یہ عمل زیادہ مددگار ہو گا۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مرید کا یہی طریقہ ہونا چاہیئے جب تک کچھ سیکھنے کے لئے نہ دیکھے جب اس نظر سے دیکھے تو اب صرف اللہ تعالیٰ سے حیاء کی خاطر اسے نظریں جھکانے کا حکم دیا جائے گا اور دوسروں سے نہیں۔

و قد کان أنس بن مالک لا یفارق البرنس صیفاً و لا شتاءً و یقول: إنه یکف البصر عن

فضول النظر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمیوں اور سردیوں میں ٹوپی نہیں اتارتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: انه یکف البصر عن فضول النظر (یہ فضول نظر سے بچاتی ہے)۔

و کان السلف الصالح إذا سئل أحدهم عن صفة جلیسه لا یعرفها, فکیف بصفة شیخه! و ما قام أحد بهذا الأدب مثل ما قام به النقشبندیة ببلاد الهند و العجم, بمجرد ما یأخذ المرید عن الشیخ, لا یعود ینظر إلی وجهه حتی یموت, و فی ذلک سر خفی, وهو أن الشیخ ربما تجلی للمرید بالعظمة التی فی باطنه لله عز و جل, فلا یطیقها المرید فیومت! کما وقع ذلک لابی یزید البسطامی مع مرید کان یقول: مرادی أری الله عز و جل! فقال له یوماً! إنک لا تطیق رؤیة الله إلا بعد أن تیق رؤیتی فی الیقظة من حیث التجلی القلبی, فقال له المرید؛ بلی أطیق ذلک فخرج علیه أبو یزید یوماً علی غفلة, فمبجرد ما وقع بصر المرید علیه مات لوقته! فقیل له فی ذلک, فقال: إنی تجلیت له بما انطوی علیه باطن من عظمة الله عز و جل فصعق!

ہمارے پہلے بزرگوں میں سے کسی ایک سے اس کے ہم نشیں کا وصف پوچھا جاتا تو اس کو پتہ نہ ہوتا تو اپنے شیخ کے وصف پر کیسے علم ہوگا۔

اس قسم کے ادب کو جس طرح ہندوستان اور عجم کے مشائخ نقشبندیہ نے قائم کیا ہے کسی دوسرے نے قائم نہیں کیا۔

مرید اپنے مرشد کو صرف اس وقت دیکھتا جب اس سے کچھ حاصل کرتا اس کے بعد مرتے دم تک اس کے چہرے کی طرف نہ دیکھتا اور اس میں پوشیدہ راز ہے وہ یہ کہ بعض اوقات شیخ مرید کے لئے اس عظمت کی تجلی ظاہر کرتا ہے جو اس کے باطن میں اللہ کے لئے ہوتی ہے اور مرید اس کی طاقت نہیں رکھتا لہذا مر جاتا ہے۔

جس طرح یہ بات حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے واقع ہوئی ان کا مرید کہا کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتا ہوں ایک دن انہوں نے اس سے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کو اس وقت دیکھنے کی طاقت رکھے گا جب بیداری میں مجھے اس وقت دیکھ سکے جب میرے دل پر تجلی ہو۔ مرید نے کہا مجھے اس کی طاقت ہے۔ ایک دن اس کی بے خبری میں حضرت بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے پاس تشریف لائے تو مرید صرف ان کو دیکھ کر اسی وقت مر گیا۔ اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے دل میں جو خلوت خداوندی تھی میں نے اس کی تجلی اس پر ڈالی تو وہ برداشت نہ کرسکا۔

و کذلک وقع للشیخ عبدالمجید شقیق سیدی عبدالعال مع سیدی أحمد البدوی رضی اللہ عنہ، فقال لہ عبدالمجید یوماً: یا سیدی مقصودی ترفع اللثامین حتی أری وجھک، فقال: یا عبدالمجید کل نظرة تقتل! فقال: نفسی بذلک طیبة، فرفع سیدی أحمد اللثام عن وجھھم، فخرّ سیدی عبدالمجید میتاً لوقتہ! ھکذا حکی ل شیخنا الشیخ محمد الشناوی۔

اسی طرح شیخ عبد المجید شقیق سیدی عبد العال رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ حضرت سیدی احمد البدوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوا۔ ایک دن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰنے ان سے کہا اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰاپنے چہرے سے نقاب اٹھائیں تاکہ میں آپ رحمہ اللہ تعا لیٰکا چہرہ دیکھوں، انہوں نے فرمایا: یا عبد المجید کل نظرة تقتل (اے عبد المجید! نظر قتل کردیتی ہے)۔ انہوں نے کہا میرا دل اس کو بخوشی پسند کرے گا۔ (جب نقاب ہٹایا تو) حضرت عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ اسی وقت انتقال کر گئے۔ ہمارے شیخ حضرت محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ ہمیں اس طرح سنایا ہے۔

وحکی الشیخ محیی الدین ابن العربی: أن الشیخ أبا یعزی المغربی، کان لا یقع بصر أحد علیه إلا عمی لوقته۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو الیعزی المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ پر جس شخص کی نظر پڑ جاتی وہ اسی وقت اندھا ہو جاتا۔

قال: وممن رآہ فعمی الشیخ أبو مدین، وکان أبو یعزی ھذا من أکابر الوارثین رضی اللہ عنہ، ثم لما عمی أبو مدین أمرہ الشیخ أبو یعزی بأن یمسح عینیہ بشیء من ثیابہ، ففعل الشیخ أبو مدین فرد اللہ علیہ بصرہ۔

وہ فرماتے ہیں: ان کو دیکھ کر اندھا ہونے والوں میں شیخ ابو مدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے اور یہ ابو الیعزی رحمہ اللہ تعالیٰ (طریقت کے) بڑے ورثاء میں سے تھے۔ پھر جب ابو مدین نابینا ہوئے تو حضرت ابو الیعزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی آنکھوں کو اپنے کپڑے کے کچھ حصے کے ساتھ ملیں۔ حضرت شیخ ابو مدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

وکان الجنید رضی اللہ عنہ یقول: صحبت السری إلی أن مات، فما عرفت ھل لحیتہ بیضاء أم سوداء۔

حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات تک ان کی صحبت میں رہا: فما عرفت ھل لحیتہ بیضاء ام سوداء۔ لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی داڑھی سفید ہے یا سیاہ۔

وأخبرنی الشیخ شھاب الدین المشھور بمازن الأزھری: أنہ خدم سیدی محمد بن عنان سنین، فلم یر لہ وجھا!۔

وکذلک الشیخ لم یعلم بطلوع لحیۃ الشیخ مازن إلا من الناس کما مرّ قریباً، واللہ اعلم۔

حضرت شیخ شہاب الدین المعروف مازن الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ تعالیٰ کی کئی سال خدمت کی لیکن ان کا چہرہ نہ دیکھا۔

اسی طرح شیخ زمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی داڑھی آنے کا علم بھی ان کو لوگوں سے حاصل ہوا جس طرح پہلے گزر گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الطريق لا تقبل الشركة

ومن شأنه ان يكون لهجاً بذكر الله عز وجل فی سائر أوقاته ولا يجيب قط من عدله عنه إلی غيره إلا بطريق شرعیّ فإن الطريق لا تقبل الشركة معها، وكل من لم يعطها كله لا تعطه بعضها، فلا يزال المريد يلهج بذكر اسم الله، حتی يحصل له الحضور الدائم مع الله، فهناک يستغنی عن ذكر اللسان بالشهود القلبیّ، وما دام لم يحصل له الحضور الدائم، فهو مأمور بذكر اللسان، و قد تقدم أن حكم الذكر فی الجلاء للقلب المصدیء كحكم الحصی للنحاس المصدیء، و حكم غير الذكر من سائر العبادات كحكم الصابون للنحاس، فيا طول تعب صاحبه و يا بعد وصوله، وبالجملة فكل شیء شركه المريد مع الذكر، قطعه عن سرعة السير و أبطأ فتحه بقدره كثرة و قلة و الله أعلم۔

مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو عادت بنائے اور جو اس کو اس سے غیر کی طرف پھیرنا چاہے اس کو جواب نہ دے البتہ شرعی طریقے پر جواب دے سکتا ہے کیونکہ طریقت اپنے ساتھ شرکت کو قبول نہیں کرتی اور جس شخص کو مکمل عطا نہ ہو، اسے بعض بھی عطا نہیں ہوتی۔ پس مرید ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضوری حاصل ہو جائے اس وقت وہ قلبی حاضری کی وجہ سے زبانی ذکر سے بے نیاز ہو جائے گا اور جب تک اسے دائمی حضوری حاصل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا پابند رہے۔ یہ

بات گزر چکی ہے کہ زنگ آلود دل کو چمکانے اور روشن کرنے میں ذکر کا وہی کردار ہے جو زنگ آلود تانبے کے لئے کنکریوں یا ریت وغیرہ کا ہے۔

اور ذکر کے علاوہ باقی عبادات اس طرح ہیں جس طرح تانبے کے لئے صابن ہوتا ہے تو طویل تھکاوٹ والے اور اے بہت دوری والے! خلاصہ یہ ہے کہ مرید جس بات کو ذکر میں شریک کرے گا وہ اسے سیر میں جلدی سے روک دے گی اور جس قدر وہ بات پائی جائے کم یا زیادہ اسی قدر فتوحات کا دروازہ کھلنے میں تاخیر (بھی کم یا زیادہ) ہو گی۔

نماز پڑھانا اور اذان دینا

ومن شأنه القيام بالإمامة والأذان إذا بلغ وطلبها أصحابه منه، ولا يتعلل بالحياء فإنه حياء طبيعي لا شرعي۔

مرید کے آداب اور اعمال میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ (مسجد) پہنچے اور اس کے ساتھی مطالبہ کریں تو وہ امامت کرائے اور اذان کہے اور حیاء کا بہانہ نہ بنائے کیونکہ یہ طبعی حیاء ہے شرعی نہیں۔

پیر بھائیوں کے کپڑے دھونا

وكذلك من شأنه غسله لثياب إخوانه إذا اتّسخت واستأذن شيخه في ذلك، كما سيأتي في الباب الثالث إن شاء الله تعالىٰ۔

اسی طرح اس کے اعمال میں سے اپنے ساتھیوں کے کپڑے دھونا بھی ہے جب وہ میلے ہو جائیں اور اس سلسلے میں اپنے مرشد سے اجازت لے، جس طرح تیسرے باب میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کچھ مزید آداب

وکذلک من شأنہ أن یصلح السراج، و ینظف المستراحات، و یھیء ماء الوضوء لنفسہ وللإخوان۔

اسی طرح مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ چراغ کو درست کرے اور بچھونوں کو پاک رکھے اپنے اور دیگر بھائیوں کے وضو کے لئے پانی مہیا کرے۔

و کذلک من أدبہ اتخاذ المشط و المقص و السواک و الخلال و الإبرۃ و محک الظھر و ارأس، و اتخاذ السجادۃ أو القطیفۃ لمسح الأعضاء بعد الوضوء للصلاۃ علیھما إذا لم یجد مکاناً طاھراً، و کل شیء یندب الشارع إلیہ فتھیئۃ أسبابہ من النسۃ، و کذلک من أدبہ استعمال الحنک الیمین فی مضغ الطعام، فلا یمضغ علی الیسار إلا لحاجۃ، و استعمال الطیب فی الإبط، و وضع الطعام علی السفرۃ دون الأرض، تعظیماً للنعمۃ و خوفاً من أن یقع الفتات علی الأرض واللہ أعلم۔

اسی طرح اس کے آداب میں سے کنگھی، قینچی، مسواک، خلال، سوئی پیٹھی، اور سر کو کھجلانے والی چیز، مصلیٰ، وضو کے بعد اعضاء سکھانے کے لئے کپڑا بھی اپنے پاس رکھے تاکہ جب پاک جگہ نہ ملے تو ان پر نماز پڑھ سکے اور جس کام کو رسول اکرم ﷺ نے مستحب فرمایا اس کے اسباب تیار رکھنا سنت سے ہے۔

اسی طرح اس کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ کھانا چبانے کے لئے دائیں طرف کے تالو کو استعمال کرے اور بائیں کی طرف کے تالو کو ضرورت کے بغیر استعمال نہ کرے، بغلوں میں خوشبو استعمال کرے اور کھانا دستر خوان پر رکھے، زمین پر نہ رکھے۔ اس میں نعمت کی تعظیم بھی ہے اور روٹی کے ریزے زمین پر گرنے کے خوف سے بھی بچ سکتا ہے۔

ومن شأنہ تخفیف الثیاب لدخول الخلاء والبداءۃ فی التشمیر للاستنجاء بالکم

الأيسر، و في التشمير لأمر آخر كوضع السفرة أو رفعها أو استعمال شيء طاهر بالكم الأيمن، و يخلع سراويله بحث يتمكن من الجلوس و يكون ذلک بحيث لا يراه أحد، و يجعلها تحت القميص تحت إبطه الأيسر، و إذا أراد أن يدخل بيت الخلاء يضرب برجله الأرض، أو بيده الحائط، ثلاث مرات حتى يتحنح، يعني بذلک: هل هنا أحد؟ فيجيبه الأخر من داخل بالتنحنح، و لا يطرق الباب على غفلة فربما انفتح الباب فظهرت عورة الجالس فيه، و إذا كان في الصحراء و قضى حاجته فينبغي له أن يدفن ذلک لا أن يدوس عليه أو يسجد فينجسه، و الله أعلم۔

مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کپڑے ہلکے پھلکے ہوں۔ اور استنجاء سے پہلے بائیں آستین کو چڑھائے، دوسرے کئی کاموں کے لئے بھی آستین چڑھائی جاتی ہے جس طرح دستر خوان بچھانا یا اسے اٹھانا یا پاک چیز کا استعمال دائیں آستین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور شلوار اس وقت اتارے جب بیٹھنے کے قریب ہو جائے اور ایسی حالت میں ہو کہ اسے کوئی دیکھتا نہ ہو اور اسے بائیں بغل کے نیچے قمیص کے نیچے کرے۔ اور جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے تو اپنا پاؤں زمین پر مارے یا دیوار پر تین بار ہاتھ مارے یہاں تک کہ کھانسے (بھی)، اس کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی موجود تو نہیں ہے۔

اگر اندر کوئی شخص ہو تو وہ کھانسنے کے بذریعہ مطلع کرے اور غفلت کے ساتھ دروازہ نہ کھٹکھٹائے کیونکہ بعض اوقات دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں بیٹھے ہوئے آدمی کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے اگر صحراء میں قضائے حاجت کرے تو اسے چاہیئے کہ اسے دبا دے ایسا نہ ہو کہ اس پر پھرے یا سجدہ کرے اور اس طرح ناپاک ہو جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

و من شأنه أن يحذر كل الهذر من الاهتمام بظهور شأنه و انتشار صيته في بلاده مثل ما انتشر صيت شيخه مثلاً، و من قصد بذكره و عبادته ذلک فجزاؤه العقوبة بإخماد الذكر

وقلة انتفاع الناس به، عکس من طلب الخفا فإن جزاءه الظهور قهراً علیه لینفع الناس۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اپنی شان کو ظاہر کرنے اور مختلف شہروں میں شہرت حاصل کرنے کا اہتمام نہ کرے جس طرح اس کے شیخ کی شہرت ہے جو شخص ذکر اور عبادت کے ذریعے اس بات کا ارادہ کرے اس کا بدلہ یوں ملتا ہے کہ اس کا ذکر مٹ جاتا ہے اور لوگوں کو اس سے بہت کم نفع حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو اپنے آپ کو چھپاتا ہے اس کو زبردستی مشہور کیا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو نفع پہنچائے۔

و کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: یا مرید الله، لا تهتم بإظهار شأنک اهتماماً یحملک علی الاستعانة بالخلق، فإنک إن کنت علی نور و حق، فسوف یظهرک الله و کفی بلله ولیاً، و کفیٰ بللّه نصیراً، و إن کنت علی ظلمة و باطل، فلا تتسبب فی إظهار شأنک و إشاعة صلاحک، فإنک لا تتمتع بذلک۔ إن تمتعت به إلا قلیلاً، ثم الله أشد بأساً و أشد تنکیلاً فاعلم ذلک۔

میرے سردار حضرت علی بن وفار رحمہ اللہ فرماتے تھے: اے اللہ کا ارادہ کرنے والے! اپنی شان کو ظاہر کرنے کا اس طرح اہتمام نہ کرو کہ وہ تجھے مخلوق سے مدد حاصل کرنے پر مجبور کر دے! اگر تو نور اور حق پر ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تجھ پر ظاہر کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بطور کارساز کافی ہے اور وہ کافی مددگار ہے۔

اور اگر تم ظلمت اور باطل پر ہو تو اپنی شان کو ظاہر کرنے اور اپنی نیکوکاری کو مشہور کرنے کے لئے سبب نہ ڈھونڈو۔ اس سے تجھے صرف تھوڑا سا فائدہ ہو گا پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور سزا بہت سخت ہے۔ اس بات کو جان لو۔

ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة

ومن شأنه أ یکون دائم الإیثار لأصحابه فی سائر الشهوات علی نفسه و قد أجمع

الأشياخ علی أن المرید إذا کان شأنه الإیثار واحتمال الأذی، فلا بد من رفعته علی جمیع أقرانه، إمافی الدنیاو إمافی لآخرةو إمافیهمامعاً۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی خواہشات پر اپنے ساتھیوں کو ترجیح دے۔ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب مرید کی شان ایثار کرنا اور اذیت برداشت کرنا ہو تو ضرور اسے ہم عصر لوگوں پر سربلندی حاصل ہوتی ہے یا دنیامیں یا آخرت میں یا دونوں میں۔

و کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: لا یسود أحد علی أقرانه إلا إن آثرهم علی نفسه، ولم یشارکهم فی شیءمما استشرفت إلیه نفوسهم۔

میرے سردار حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کوئی شخص اپنے ہم عصر لوگوں پر اسی وقت سیادت حاصل کرتا ہے جب وہ ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے اور وہ ان کے ساتھ کسی چیز میں شریک نہیں ہوتا جس چیز کی طرف وہ نگاہیں اٹھاتے ہیں (ان چیزوں کی خواہش نہیں رکھتا)۔

و کان یقول: من شأن المرید، أن لا یتأثر علی شیءفاته من الدنیا، و متی تأثرت منه شعرة إذادخل اللصوص و أخذوا جمیع ما فیها فهو کاذب فی الطریق، إذالصادق ینشرهلکل شیء فاته من الدنیافضلاًعن التأثر علیه، و الله أعلم۔

وہ فرماتے تھے کہ مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر کوئی دنیوی چیز اس سے چھوٹ جائے تو اس سے متاثر نہ ہو جب اس کے گھر میں چور داخل ہوں اور گھر کا تمام سامان لے جائیں اور اس سے اس کے بال پر بھی اثر ہو تو وہ طریقت کے سلسلے میں جھوٹا ہے کیونکہ جو سچا ہوتا ہے وہ دنیا کی کسی چیز کے چلے جانے پر خوش ہوتا ہے چہ جائیکہ متاثر ہو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

ومن شأنه التباعد عن کل من لا یراه یعمل بعمله و بعلمه، لئلا یسرق طباعه مثله فیهلک، فإن جلیس السوءأضر علی جلیسه من إبلیس فإن إبلیس إذاوسوس للمؤمن عرف المؤمن أنه عدو مضل مبین، و إذاأطاع وسواسه عرف أنه عصی ربه عز و جل فیأخذفی التوبة

من ذنبه و كثرة الاستغفار عنه ولا هكذا إخوان السوء لأنه يلبس الحق بالباطل على وفق غرضه وهواه، ولا يكاد يعتذر عن ذنب، وربما احتج بالقضاء والقدر و جادل بالباطل، ومن خالط مثل هذا ضل سعيه، وقد قالوا: ستون من مردة الشيطان لا يفسدون ما يفسده قرين السوء في لحظة۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ جس شخص کو دیکھے کہ وہ اس کے عمل اور علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس سے دور رہے تاکہ اس کی طبیعت اس کی مثل نہ ہو جائے وہ اس طرح ہلاک ہو جائے گا کیونکہ بُرا ہم نشین اپنے ہم نشین کو شیطان سے بھی زیادہ ضرر دیتا ہے کیونکہ جب ابلیس مؤمن کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے تو مؤمن کو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ واضح طور پر گمراہ کرنے والا شخص ہے اور جب وہ اس کے وسوسہ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کر رہا ہے پس وہ اپنے گناہ سے توبہ کرنے لگتا ہے اور اس سے بکثرت بخشش طلب کرتا ہے لیکن برے دوست ایسے نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنی خواہش اور غرض کی موافقت میں حق کو باطل سے ملاتے ہیں اور وہ گناہ سے عذر پیش کرنے کے قریب نہیں جاتے اور بعض اوقات ایسے لوگ قضا اور قدر کے خلاف حجت بازی کرتے اور باطل کا سہارا لیتے ہیں اور جو شخص ایسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اس کی کوشش رائیگاں جاتی ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں:

ستون من مردة الشياطين لا يفسدون ما يفسده قرين السوء في لحظة۔

یعنی ساٹھ سرکش شیطان اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر برا ساتھی ایک گھڑی میں خرابی پیدا کر دیتا ہے۔

فكن يا أخي فطناً ولا تجالس إلا من رأيته يعمل بعلمه، واحذر من الاغترار بمن لا يراعي ذلك من الفقراء۔

پس اے بھائی! سمجھ داری اختیار کر اور صرف ان لوگوں کی مجلس اختیار کر جن کو اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے دیکھے اور جو فقراء اس بات کا خیال نہیں رکھتے ان سے دھوکہ نہ کھانا۔

فقد کان سیدی إباهیم المتبولی إذا خرج من زاویته مرید لیتعلم العلم فی الجامع الأزهر یقول له: إذا دخلت الجامع فاسأل عن علمائه فکل من مدحه الناس بالورع و الزهد و قلة التردّد إلی الأکابر فاقرأ علیه، و إیاک أن تقرأ علی من لا یتورع فی مأکله أو ملبسه فإنک تصیر مثله علی طول، و إذا تعلمت العلم فاطلب طریق العمل به علی ید الصوفیة فإنهم یقربون علیک الطریق، و إذا قال لک فقیه بعد ذلک: ماذا استفدته بعدنا من صحبتک للصوفیّة؟ فقل له: استفدت منهم حسن العمل بما تعلمته منکم۔

میرے آقا حضرت ابراہیم متبولی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تربیت گاہ سے جب کوئی مرید "جامعه ازهر" میں تعلیم حاصل کرنے کے ارادے سے نکلتا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے فرماتے: جب تم جامعہ میں جاؤ تو وہاں کے علماء کے بارے میں پوچھو لوگ جس کے تقویٰ اور زہد کی تعریف کریں اور بتائیں کہ وہ امراء کے پاس کم جاتا ہے تو اس سے پڑھو۔ اور اس استاذ سے علم حاصل کرنے سے بچو جو اپنے کھانے اور لباس میں پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا ورنہ تم ہمیشہ کے لئے اس کی طرح ہو جاؤ گے اور جب تم علم حاصل کرلو تو اس پر عمل کا طریقہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے معلوم کرو وہ اس طریقہ کو تمہارے قریب کر دیں گے اور اس کے بعد جب کوئی فقیہ تم سے پوچھے کہ تم نے ہمارے بعد صوفیاء کی صحبت سے کیا فائدہ حاصل کیا تو تم کہو میں نے تم سے جو علم حاصل کیا اس پر حسن عمل کا طریقہ ان سے سیکھا۔

المرید الصادق

فلو أن الفقهاء عادة یعتنون بالعمل بعلمهم کما یعتنی به الصوفیة لکانوا هم الصوفیة، ولم یحوجوا طالباً إلی غیرهم، کما کان علیه السلف الصالح من العلماء، فإن حقیقة الصوفی

هو عالم عمل بعلمه على وجه الإخلاص لا غير، و كان الإمام الشافعي رحمه الله مع جلالته يجالس الصوفية، فقيل له: ماذا استفدت من مجالسة هؤلاء؟ فقال: استفدت منهم شيئين، قولهم: الوقت سيف إن لم تقطعه قطعک، و قولهم: إن لم تشغل نفسک بالخير، شغلتک بالشر۔

اگر علماء کرام اپنے علم پر عمل کے اہتمام کی عادت اسی طرح اختیار کریں جس طرح صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کرتے ہیں تو وہی صوفی ہو جائیں اور ان کو کسی دوسرے سے طلب کی حاجت نہ رہے۔ جس طرح ہمارے پہلے نیک علماء کرتے تھے کیونکہ حقیقتاً صوفی وہ عالم ہے جو اخلاص کے ساتھ اپنے علم پر عمل کرتا ہے کوئی دوسرا نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی جلالت علمی کے باوجود صوفیاء کرام کے پاس بیٹھتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو ان لوگوں کی ہم نشینی سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ انہوں نے فرمایا: الوقت سیف ان لم تقطعه قطعک۔ وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس کو نہیں کاٹوگے تو وہ تمہیں کاٹے گی۔

نیز فرمایا:

ان لم تشغل نفسک بالخیر شغلتک بالشر۔

اگر تم اپنے نفس کو نیکی میں مشغول نہیں رکھوگے تو وہ تمہیں برائی میں مشغول کر دے گا۔

و كذالک كان الإمام أحمد رحمه الله يجالس أبا حمزة البغدادي الصوفي و كان إذا أشكل عليه شيء يقول: ماتقول في هذا يا صوفي؟ و كفى بذلک منقبة للقوم، فلو لا أن عندهم مزيد خصوصية، ما احتاج إليهم مثل الإمام أحمد۔ و حكى ابن أيمن في رسالة الإمام أحمد أنه كان يمنع الناس عن اجتماعهم بالصوفية و يقول: و هل مع أحد منهم شيء زائد على ما معنا؟ حتى نزل عليه منهم جماعة في الليل من دور قاعته، فسالوه عن مسائل في الشريعة فاعجزوه، ثم طاروا في الهواء ثم قالوا له: طرمعنا فلم يستطع۔ فمن ذلک اليوم صار يحث الناس على الاجتماع بالصوفية و يقول: إنهم زادوا علينا في العمل بما علموا۔

اسی طرح حضرت امام احمد رحمہ اللہ، حضرت ابو حمزہ بغدادی رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور جب ان کو کسی مسئلہ میں مشکل پیدا آتی تو فرماتے۔ما تقول فی ھذا یا صوفی؟ اے صوفی! اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

یہ بات اس قوم کی منقبت کے لئے کافی ہے اگر ان لوگوں کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوتی تو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شخصیت ان کے حاجت مند نہ ہوتے۔

ابن یمن رحمہ اللہ نے رسالہ "الامام احمد" میں نقل کیا کہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس جانے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے جو کچھ ہمارے پاس ہے کیا ان لوگوں کے پاس اس سے زائد کوئی چیز ہے؟ حتیٰ کہ ایک رات ان کی ایک جماعت آپ کے دروازے پر آئی اور انہوں نے آپ سے کچھ شرعی مسائل کے بارے میں دریافت کیا اور آپ کو عاجز کر دیا پھر ہوا میں اڑ گئے اور آپ سے فرمایا آپ بھی ہمارے ساتھ اڑیں لیکن آپ نہ اڑ سکے۔اس دن سے آپ لوگوں کو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی ترغیب دینے لگے اور فرماتے: انھم زادوا علینا فی العمل بما علموا (یہ لوگ اپنے علم پر عمل کی وجہ سے ہم پر برتری حاصل کر گئے)۔

مال کی طرف رغبت نہ رکھے

ومن شانه أن لا يلتفت إلى مال خرج عنه قبل دخوله في الطريق، ولا إلى دار ولا ضيعة ولا سبب من الأسباب، فإن الالتفات إلى ذلک من أضر شيء على المريد الضعيف، و ربما انتكس إلى حالة أقبح مما كان عليه قبل دخوله في الطريق۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ ان کے طریقت میں آنے سے پہلے ان کا جو مال چلا گیا وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔نہ وہ اپنے گھر کی طرف توجہ کرتے ہیں نہ زمین کی طرف اور نہ ہی

اسباب دنیا میں سے کسی دوسرے سبب کی طرف کیونکہ اس کی طرف توجہ کمزور مرید کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ اور بعض اوقات وہ طریقت میں داخل ہونے سے پہلے والی حالت سے بھی نہایت بری حالت کی طرف پھر جاتا ہے۔

و قد كان الجنيد رضى الله عنه يقول: لو أقبل صادقاً على الله تعالى ألف عام ثم أدبر عنه لحظة كان مافاته فى اتلك اللحظة أكثر مما ناله قبل ذلک۔

حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر کوئی شخص سچے دل سے ایک ہزار سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے پھر جائے تو ایک لحظہ میں جو کچھ کھوتا ہے وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جو اس نے پہلے پایا تھا۔

و إيضاح ذلک ان كل لحظة متضمنة لجميع الأمداد السابقة، و يزيد عليها بمدد الوقت، فإن جود الحق تعالى لم يزل فياضاً على الدوام، و الله أعلم۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ہر لحظہ اور گھڑی پہلی امداد کو شامل ہوتی ہے اور اس پر وقت کی مدد زائد ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا جود و سخاء ہمیشہ کے لئے فیض رسانی کرتا رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اطاعت خداوندی میں بھرپور کوشش کرے

ومن شأنه أن يكون مجتهداً فى طاعة ربه لا سيما أول بدايته فإنهم قالوا: من لم يكن مجتهداً فى بدايته، لا يفلح له مريد فى نهايته، و ذلک لأنه إذا نام نام مريده غالباً، و إذا صام صام مريده كذلک، و إذا تناول الشهوات تناولها مريده كذلک، و هكذا فى سائر الأخلاق، و إيضاح ذلک أن استمداد المريد الصادق إنما هو من شيخه، فكل حالة كان شيخه فيها استمد منها المريد، حتى إن الشيخ لو غفل عن ربه فلا بد من غفلة مريده قهراً عليه، فلا أحد أتعب قلباً و لا بدناً ممن نصب نفسه إماماً للمريدين، لكن ذلک أغلبيٌ لا كليّ، فقد يغفل المريد

عن ربه حال حضور شیخه معه۔

اور مرید کی شان اور آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرماں برداری میں بھرپور کوشش کرتا رہے بالخصوص جب اس کے سلوک کا آغاز ہو۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں: من لم یکن مجتهدا فی بدایته لا یفلح له مرید فی نهایته۔ (جو شخص اپنے ابتدائی دور میں کوشش کرنے والا نہیں ہوتا انتہا میں اس مرید کو کامیابی حاصل نہیں ہوتی)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ سوئے گا تو اس کا مرید بھی سو جائے گا عام طور پر اسی طرح ہوتا ہے اور جب وہ روزہ رکھے تو اس کا مرید بھی اسی طرح روزہ رکھے گا۔ جب وہ خواہشات کی تکمیل کرے تو اس کا مرید بھی اسی طرح خواہشات کی تکمیل کرے گا۔ تمام اخلاق میں یہی کیفیت ہو گی۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ مرید صادق اپنے شیخ سے ہی مدد حاصل کرتا ہے پس شیخ جس حالت میں ہو گا مرید اس حالت سے مدد حاصل کرے گا حتیٰ کہ اگر شیخ اپنے رب سے غافل ہو جائے تو لازمی طور پر اس کی غفلت مرید کی غفلت کا باعث ہو گی۔ پس جو شخص اپنے آپ کو اپنے مریدوں کا امام بناتا ہے اس سے زیادہ کوئی بھی شخص اپنے دل اور بدن کو نہیں تھکاتا۔ اگرچہ عام طور پر اس طرح ہوتا ہے لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ بعض اوقات مرید اپنے رب سے غافل ہوتا ہے حالانکہ اس کا شیخ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔

وکان سیدی إبراهیم الدسوقی یقول: لا بد للمرید من المجاهدة مع الإخلاص، فإنه إذا صدق فی معاملة الله تعالی فی السرائر، جعله علی الأسرة والحظائر، وکان یقول: من خلص النظر إلی وراء، سلم من الانتکاس بین الوری، وکان یقول: من لم یکن عفیفاً، نظیفاً، شریفاً، فلیس هه من أولادی، ولو کان ولدی لصلبی، ومن کان ملازماً للطریقة والدیانة، والصیانة، والزهد، والورع وقلة الطمع، فهو ولدی وإن کان من أقصی البلاد، وکان یقول: یجب له أن یشتغل بشیء زائد علی ذلک من الفصاحة والبلاغة، حتی ینتهی سیره ویعرف ربه، وهناک

يصير لا يشغله عن ربه شاغل، فإن قرأ في علم النحو كان مع الله، أو في علم الكلام كان مع الله، أو في علم الأحكام كان مع الله، كشفاً وشهوداً، بخلاف من لم يبلغه بسيره، فكل شيء اشتغل به في الوجود ربما يشغله عن الله، حتى الكلام المباح۔

میرے سردار حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ مجاہدہ کرے کیونکہ جب وہ باطنی طور پر اپنے رب کے ساتھ اپنے معاملہ میں سچا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ اقدس میں داخل فرمادے گا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے پیچھے کی طرف خالص نظر رکھے وہ مخلوق کے اندر اوندھا ہونے سے بچ جاتا ہے۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص پاک دامن، پاکیزہ اور شریف نہ ہو وہ میری اولاد سے نہیں اگرچہ وہ میری نسبی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

اور جو شخص طریقت، دیانت، سیانت، زہد، تقویٰ اور قلت طمع کو اختیار کرے وہ میری اولاد ہے اگرچہ وہ دور دراز کے علاقہ میں رہتا ہو۔

اورآپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: کمزور حال والے مرید پر لازم ہے کہ وہ صرف اس قدر علم حاصل کرے جو فرائض اور نوافل کی ادائیگی کے لئے اس پر واجب ہے اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس سے زائد فصاحت وبلاغت وغیرہ میں سے کسی چیز میں مشغول ہو تاکہ اس کی سیر مکمل ہو اور وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے۔ جس کے بعد اس کی یہ حالت ہو گی کہ کوئی بات اسے اپنے رب سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول نہیں کرے گی۔ اب اگر وہ علم نحو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا یا علم کلام میں مشغول ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا یا علم الاحکام حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا یعنی اسے کشف اور حاضری نصیب ہو گی بخلاف اس شخص کے جو اپنی سیر کے ذریعے اس

تک نہ پہنچا پس ہر وہ چیز جس کے وجود میں وہ مشغول ہوتا ہے بعض اوقات وہ اسے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے حتیٰ کہ جائز کلام بھی۔

و كان يقول: من آكد ما يجب على المريد مطالعته، لما كان فيه مناقب الصالحين و آثارهم من العلم و العمل، و كثرة الذكر ليلاً و نهاراً، لأن ذلك يجذبه الى اللحوق بهم، والله أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ اس کا مطالعہ ہے کیونکہ اس میں صالحین کے مناقب اور ان کے علمی اور عملی آثار ہیں نیز رات اور دن میں کثرت سے ذکر کرتا رہے کیونکہ یہ کام اسے ان لوگوں کے ساتھ ملانے کے لئے کھینچتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

بخل نہ کرے

و من شأنه ان لا يكون عنده منافسة لأحد، و لا جدال في شريعة و لا حقيقة، و لا منافسة في تصحيح أعمال غيره، لأن ذلك من وظيفة الأشياخ، و أما المريد فإن اشتغل بذلك، قطعه عن السير و أورث عنده الرئاسة و العجب، فهلك من حيث لا يشعر، بل الواجب عليه أن يكون عمّالا في طريق الترقي، لا يمل منها كسلاً ليلاً و لا نهاراً، و للجدال أقوام و للتسليم أقوام۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی سے بخل نہ کرے اور شریعت اور حقیقت میں کسی سے جھگڑا نہ کرے اور کسی دوسرے کے اعمال کو صحیح کرنے میں بھی مشغول نہ ہو کیونکہ یہ بزرگوں کے وظیفہ سے ہے اگر مرید اس میں مشغول ہو گیا تو اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سیر ختم ہو جائے گی اور اس وقت اس میں سرداری اور خود پسندی آجائے گی اور وہ غیر شعوری طور پر ہلاک ہو جائے گا بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ترقی کے راستے پر اچھی طرح عمل کرنے والا ہو اور سستی کرتے ہوئے دن یا

رات میں اس سے اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔ جھگڑا کرنے والے لوگ اور ہیں اور ماننے والے لوگ اور ہیں۔

و کان سیدی إبراهیم الدسوقی رحمه الله یقول: من شرط المرید الصادق، أن یکون خارجاً عن حظوظ نفسه کلها، لا التفات له إلی حظ من الحظوظ من مال أو جاه أو نسبة إلی صلاح، یرضی بالتلف و الضیق و یفرح بالخمول و عدم الشهرة، کما هو شأن الصادقین، لأن الفلاح و النجاح لا یصحّ إلا لمن ترک حظوظ نفسه و قابل الأذی بالإحسان و الشر بالاحتمال۔

میرے سردار حضرت ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی تمام خواہشات سے باہر رہے حال، مرتبہ، یا اپنے آپ کو نیک کہلانے وغیرہ کی کسی کوشش کی طرف توجہ نہ کرے، وہ ضائع ہو جانے اور تنگی پر راضی ہو اور گوشہ نشینی اور عدم شہرت پر خوش ہو۔ جس طرح سچے لوگوں کی شان ہے کیونکہ فلاح اور کامیابی صرف اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جو نفسانی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے اور ایذاء رسانی کا بدلہ احسان کے ساتھ اور برائی کا بدلہ برداشت کے ذریعے دیتا ہے۔

و کان یقول: من شرط المرید الصادق أن لا یکون له فعل ردیئ، و لا یصرفه عن طریق القوم صارف، و لا یرده عنها السیوف و المتالف۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان یہ ہے کہ اس کا کوئی فعل گھٹیا قسم کا نہ ہو اور کوئی بات اسے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے راستہ سے پھیر نہ سکے اور نہ کوئی تلوار اور نہ کسی چیز کی الفت اسے اس راستہ سے ہٹا سکے۔

و کان یقول: من شرط المرید أن لا یکون عنده دعوی صادقة فکیف بالکاذبة، و لا یکون بینه و بین الأحداث و النساء الأجانب وُدّ و لا إخاء، إنما ذلک للأشیاخ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سچا دعویٰ بھی نہ کرے جھوٹا دعویٰ تو در کنار، اس کے اور نوجوان لڑکوں اور عورتوں جو اجنبی ہوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ نہ ہو، یہ عمل صرف بزرگوں کے لئے جائز ہے (کیونکہ ان سے شہوت کا اندیشہ نہیں ہوتا)۔

و كان يقول: من شأن المريد أن يكون عمّالا ببدنه و قلبه، ليس عنده شقشقة بالكلام في الطريق، ولا يتكلم فيها حتى ولو تخلق بأخلاقها، حتى يأذن له شيخه، قال: و غالب مريدي زماننا هذا قد قنعوا من الطريق بكلمات تلقفوها من بطون الكتب أو من أشياخهم، فن سمئهم ظن أنهم من القوم، فلا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بدن اور دل کے ساتھ خوب عمل کرنے والا ہو وہ راستے میں آواز بلند نہ کرے اور نہ ہی وہ طریقت کے بارے میں کلام کرے اگرچہ وہ طریقت کے اخلاق سے متصف ہو جائے، یہاں تک کہ اس کا شیخ اسے اجازت دے۔ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں میرے اکثر مریدین طریقت کے چند کلمات پر قناعت کر بیٹھے ہیں جو انہوں نے کتب سے اپنے بزرگوں سے حاصل کئے جو ان سے سنتا ہے ان کو صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے خیال کرتا ہے۔ لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم۔

حلال لقمہ کی تحقیق کرے

ومن شأنه أن يفتش على الحل في اللقمة، و سائر العورة، وما دام لسانه يذوق الحرام و الشبهات فأعماله لا يفي نورها بظلمة تلك اللقمة، و معلوم أن عمل المريد دائماً، إنما هو فيما يستنير به قلبه ليفرق بين الهدى و الضلال۔

مرید کے آداب اور شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ لقمہ کے حلال ہونے کی تحقیق کرے، نیز لباس کے بارے میں بھی تفتیش کرے جب تک اس کی زبان حرام اور شبہات والی چیزیں چکھتی رہے گی اسے اعمال کا نور نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ اس لقمہ میں تاریکی ہے۔ اور یہ بات معلوم کرے کہ مرید ہمیشہ وہ عمل کرے جس سے اس کا دل روشن ہو، تاکہ وہ ہدایت اور گمراہی میں فرق کر سکے۔

و کان سیدی إبراهیم الدسوقی رضی اللہ عنہ یقول: من شأن المرید الصآدق أن لا یلتفت بقلبه إلی تزکیة الناس له، بل الواجب علیه أن یفتش نفسه عن کل شیء زکاه الناس به، فربما کتب الشیخ للمرید إجازة أیام الاستقامة، ثم ان المرید غیر و بدل، فماذا تنفعه تلک الإجازة وهو قد غیر و بدل فی أحوال أهل الطریق؟ بحیث لو أنه عرض علی الشیخ ما ارتکبه من الزلات بعد الإجازة لرجع عن إجازته و حکم علی نفسه بالخطا فی ذلک، فلیفتش المرید نفسه بعد الإجازة و لا یقنع بکتابة درج یکون عنده فإن ذلک غرور۔

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ اس کا دل اس طرف متوجہ نہ ہو کہ لوگ اس کا تزکیہ بیان کریں بلکہ اس پر لازم ہے کہ لوگ جو اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اس میں اپنے نفس کی چھان بین کرے بعض اوقات شیخ اپنے مرید کو ایام استقامت کی اجازت لکھ کر دیتا ہے پھر مرید اس میں تبدیلی کر دیتا ہے تو وہ اجازت اسے کیا فائدہ دے گی جب کہ اس نے اہل طریقت کے احوال کو بدل دیا۔

اسی طرح کہ اگر وہ اجازت کے بعد کی اپنی لغزشیں مرشد کے سامنے پیش کرے تو وہ اپنی اجازت سے رجوع کر لے اور اس سلسلے میں اپنے آپ کو خطاوار قرار دے لہٰذا مرید اجازت ملنے کے بعد اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے اور محض اس تحریر پر جو اس کے پاس ہے قناعت نہ کرے کیونکہ دھوکہ ہے۔

و کان یقول: إذا اشتغل المرید بإعراب الکلام العادی و استقامته و سلامته من اللحن،

فقد تورع منه فی الطریق؟ إنما ینبغی له الإعراب و الاستعانة فی الاعمال الصالحة، لکن لا بأس بأن یتعلم من النهو ما یحفظه عن اللحن فی القرآن و الحدیث و اللہ أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر مرید کلام کے اعراب اور اسے غلطیوں سے محفوظ رکھنے میں مشغول ہو جائے تو وہ طریقت سے دور ہو گیا اسے چاہیئے کہ وہ اعمال صالحہ میں اعراب اور استقامت اختیار کرے البتہ اس قدر علم نحو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جو اسے قرآن و حدیث میں غلطی سے محفوظ رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

و من شانه أن یکون ذا صبر شدید علی ملازمة السهر و الجوع و العزلة عن الناس ببدنه و قلبه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ بے خوابی، بھوک اور بدن اور دل کے ساتھ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے پر بہت صبر کرے۔

فقد قال سیدی إبراهیم الدسوقی: إن الطریق إلی اللہ تعالی تفنی الجلاد و تفتت الأکباد، و تضعف الأجساد، و تدفع للسهاد، و تسقم القلب، و تذیب الفؤاد۔

میرے شیخ حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کی طرف جانا جسم کو فنا و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے اور جسم کو کمزور کر دیتا ہے نیند کو اڑا دیتا ہے دل کو بیمار کر دیتا ہے اور دل کو پگھلا دیتا ہے۔

و کان یقول: من أعظم ما یؤمن به المرید المحبة و التسلیم للشیخ، و إلقاء عصا المعاندة و المخلافة، و السکون تحت مراد شیخه و أمره، فإذا کان کل یوم یزاداد محبة فی شیخه و فی التسلیم له، سلم من القطع، فإن عوارض الطریق و عقبات الالتفاتات و الإرادات هی التی تقطع الأمداد و تحجب المرید و اللہ أعلم۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سب سے بڑی بات جس سے مرید کو امن حاصل ہوتا ہے وہ شیخ سے محبت کرنا اور اس کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینا ہے، نیز دشمنی اور مخالفت کی لاٹھی کو پھینک دینا اور شیخ کی مراد اور اس کے حکم کے تحت سکون پانا ہے۔

جب ہر روز شیخ کی محبت اور اطاعت میں اضافہ ہوگا وہ قطع تعلق سے محفوظ رہے گا۔

طریقت کے عوارض اور دوسری طرف توجہ اور ارادے امداد کو ختم کر دیتے ہیں اور مرید حجاب میں ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں سے دور رہے

ومن شأنه أن يفر ممن يرمي أهل الطريق بزور، أو بهتان، أو رياء أو نفاق، فإن كل من تجرا على أهل الطريق أبغضه الله ومقته، فلا ايفلهه بعد ذلک أبداً، ولو كان على عبادة الثقلين سوى ذلک۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جو لوگ اہل طریقت پر جھوٹ اور بہتان باندھتے ہیں ان پر ریاکاری اور منافقت کا الزام لگاتے ہیں ان سے دور بھاگے۔ بے شک جو شخص اہل طریقت پر جرأت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتا اور اسے ناپسند کرتا ہے بلکہ اس کے بعد وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ دونوں مخلوق (جن وانس) کے برابر عبادت کرتا ہو۔

فإن قلت: فكيف يصح لنا أن نعرف محبة الله تعالى لعبد من عبيده؟ فالجواب أننا نعرف محبة الله تعالى له، بتقربه إليه بالطاعات وكثرة النوافل، فإذا رأينا من يفعل ذلک، وجب علينا محبته وحرم علينا بغضه، وليس لنا أن نشق قلبه حتى نعرف أنه مخلص أو مراء، لأن ذلک إلى

اللہ تعالی لا إلینا۔

سوال: ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے؟

جواب: ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس سے محبت کی معرفت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کثرت نوافل کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ جب ہم اسے یہ عمل کرتا دیکھیں تو ہم پر اس سے محبت کرنا لازم ہے اور اس سے نفرت کرنا حرام ہے۔

ہمیں اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کا دل پھاڑ کر دیکھیں تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ وہ مخلص ہے یا ریاکار کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے ہمارا نہیں۔

و کان سیدی إبراهیم الدسوقی یقول: من علامة کذب المرید فی دعواء کمال الصدق فی محبة ربه، نومه فی الاسحار، و فوات شربه من دن الدنو، و خمر الخمار

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب کوئی مرید دعویٰ کرے کہ وہ اپنے رب کی محبت میں بالکل سچا ہے تو اس کے جھوٹا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ سحری کے وقت سویا رہے قرب کے مٹکے سے (محبت کا) نشہ دینے والی شراب نہ پیئے۔

و کان یقول: لا یصح لمرید القرب من حضرة ربه إلا ان ترک کلّ ما سواه من مقام و درجات، و خوارق و کرامات۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: جو شخص بارگاہ خداوندی کے قرب کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے سوا ہر مقام اور درجات نیز خلاف عادت کاموں اور کرامات کو چھوڑ دے۔

و کان یقول: کل مرید قبل فتوی إبلیس فی ان اللّٰہ تعالی لا یعاقبه علی ترک فعل السنن والأوراد، تعس وانتکس وفاته المراد، فان الشیطان انما یأمر المرید برخص الشریعة، یستدرجه الی البغی و الغیّ۔ فاذا عمل المرید بالرّخَص بعد أن کان یعمل بالعزائم، نقل بعد ذلک الی فعل المحظورات و یقول له: ان هذا الفعل مقدر علیک قبل أن تخلق، فأی شیء

كنت أنت؟ ويوسوس له بأنک صرت من الموحدين الخالصين، لا ترى لک فعلاً مع الله تعالىٰ، فيهلک مع الهالكين، لأنه لا يصير يتوب ولا يستغفر من ذنب۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: ہر وہ مرید جو شیطان کا یہ فتویٰ قبول کرے کہ اللہ تعالیٰ سنتوں اور وظائف کو چھوڑنے پر گرفت نہیں فرمائے گا وہ ہلاک ہو گیا اور اوندھے منہ گر گیا اور اس سے مراد چھوٹ گئی کیونکہ شیطان مرید کو یہ حکم دیتا ہے کہ شریعت کی رخصتوں پر عمل کرے۔ وہ آہستہ آہستہ سرکشی اور گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

مرید عزیمتوں پر عمل کرنے کے بعد جب رخصتوں پر عمل کرنا شروع کر دے تو اس کے بعد وہ اسے ان کاموں کی طرف منتقل کر دے گا جن سے شریعت نے روکا ہے اور وہ کہے گا کہ یہ کام تیری تخلیق سے پہلے تیری تقدیر میں لکھے گئے تھے، تو تو کیا چیز تھا وہ اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو خالص موحدین میں سے ہو گیا ہے تو تو کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں دیکھتا پس وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ نہ تو وہ توبہ کرتا ہے اور نہ گناہ سے طلبِ مغفرت کرتا ہے۔

وكان يقول: من شرط المريد أن يكون من أبعد الناس عن الأثام كثير السهر والقيام، كلما زاد في خدمة سيده زاده قرباً وإحساناً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرائط میں سے ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر گناہوں سے دور رہنے والا ہو، زیادہ وقت بیداری اور قیام میں گزارے جب وہ اپنے آقا کی خدمت زیادہ کرے گا اس کا قرب اور احسان زیادہ حاصل ہو گا۔

وكان يقول: إياک يا مريد أن تدعي كمال محبتک لله تعالى ثم تعصي ربک عز وجل، فإنک إذا عصيته ربما قال لک لسان حضرته أف عليک أما تستحي مني؟ أين دعواک الصدق في طلب القرب مني؟ أين غسلک ثيابک المدنسة لمجالستي؟ كم تنقل قدمک إلى الآثام! كم تنام وأحبابي قد صفوا الأقدام! أنت وعزتي وجلالي مدّع كذاب! والسلام۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اے مرید! اللہ تعالیٰ کی محبت میں کامل ہونے کا دعویٰ کرنے پھر اپنے رب کی نافرمانی کرنے سے دور رہ جب تو اس کی نافرمانی کرے گا تو بعض اوقات اس کی بارگاہ سے تجھے کہا جائے گا تجھ پر افسوس کیا تو مجھ سے حیا نہیں کرتا؟ میرے قرب کی طلب میں سچا ہونے کا تیرا دعویٰ کہاں ہے؟ میری مجلس کے لئے تیرا اپنے میلے کپڑوں کو دھونا کہاں ہے؟ تو گناہوں کی طرف کتنے قدم اٹھاتا ہے؟ تو کس قدر سوتا ہے؟ جب کہ میرے دوستوں کے قدم صف بستہ ہیں مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! تو جھوٹا دعویٰ دار ہے۔!

وكان يقول: الله تعالى خصم كل مريد شهر نفسه بطريقنا، ولم يقم بحقها، واستهزأ بها۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ ہر اس مرید کا دشمن ہے جو اپنے آپ کو ہمارے طریقہ پر مشہور کرتا ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

وكان يقول: من خان لا كان، ومن لم يتعظ بكلامنا، فلا يمشي في ركابنا، ولا يلم بنا، فإننا لا نحب من أولادنا إلا الشاطر المليح الشمائل، وذلك ليصلح قلبه لوضع سرنا فيه، فيا أولادي إن كنتم صادقين في الإرادة فلا تدنسوا طريقي ولا تلعبوا في تحقيقي، ولا تلبسوا على أنفسكم في الصدق، وأخلصوا تخلصوا، وكما وفينا لكم بحق التربية والنصح، فوفوا لنا بالاستماع والاتعاظ، وما آمركم إلا بما أمركم به ربكم، ونبيكم صلى الله عليه وآله وسلم۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے: جو خیانت کرتا ہے وہ ناقص ہے اور جو ہمارے کلام سے نصیحت حاصل نہیں کرتا وہ ہمارے قافلے میں نہ چلے اور نہ ہماری جماعت میں رہے بے شک ہم اپنی اولاد میں صرف سمجھدار اور اچھے اخلاق والے کو پسند کرتے ہیں تا کہ اس کا دل ہمارے راز کا مقام بننے کے لئے ٹھیک ہو۔ پس اے میری اولاد! اگر تم ارادت میں سچے ہو تو میرے طریقے کو گدلا نہ کرو اور میری تحقیق میں کھیل کود کو اختیار نہ کرو اور اپنے نفسوں کی سچائی میں دھوکہ نہ دو، اخلاص اختیار کرو نجات پاؤ

گے۔ جس طرح ہم نے تمہاری تربیت اور خیر خواہی میں وفا اختیار کی تم غور سے سننے اور نصیحت حاصل کرنے میں ہم سے وفا کرو۔ اور میں تمہیں صرف اسی بات کا حکم دیتا ہوں جس بات کا تمہیں تمہارے رب اور تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا۔

إیاک و الادعاء

و کان یقول: من علامة المرید الصادق، أن لا یقول قط أنا أفعل کذا من العبادات العظیمة، فإن اللہ تعالی یعجز المدعین و إن کانوا علی أعمال الثقلین ھبطو و أصحاب مبرکة سقطوا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ کبھی بھی یہ نہ کہے کہ میں فلاں فلاں بڑی بڑی عبادات کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ دعویٰ کرنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے اگرچہ وہ دو بھاری مخلوق (جن و انس) کے اعمال پر اتریں اور وہ خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔

و کان یقول: إذا غفل المرید الصآدق عن مناقشة نفسه و عن حملها علی الریاء و النفاق، ھلک مع الھالکین، فکیف بالمرید الکاذب؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید اپنے نفس کے ساتھ جھگڑنے اور اس کی ریاکاری اور منافقت پر ابھارنے سے غافل ہو جائے تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے تو جھوٹے مرید کا کیا حال ہو گا؟

و کان یقول: من علامة المرید الصادق، أن تطوی له مقامات الطریق البعیدة علی غیر من شدة عزمه، لأن حلاوة القرب من حضرة ربه تنسیه طول التعب۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے سچے مرید کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے لئے طریقت کے وہ مقامات لپیٹ دیئے جائیں جو اس کے غیر کے لئے دور ہیں اور اس کی وجہ سے اس کے عزم کی پختگی ہے کیونکہ اپنے رب کی بارگاہ کے قریب ہونے کی مٹھاس طویل تھکاوٹ کو بھلا دیتی ہے۔

وکان یقول: من علامة المرید الصادق، أن تنقلب له الاضداد، فیصیر من کان من الصالحین یسبه یحبه، ومن کان یقاطعه یو اصله، ومن کان لا یشتهیه یثنی علیه، ولا عبرة بعداوة المنافقین، لأنهم أعداء للأنبیاء و المرسلین۔ و اللہ أعلم۔

وہ فرماتے تھے: سچے مرید کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ مخالفتوں سے پھر جائے کہ صالحین میں جو شخص اسے گالی دے وہ اس سے محبت کرے جو اس سے قطع تعلق کرے وہ اس سے تعلق جوڑ تا رہے اور جو شخص اس کا خواہش مند نہ ہو یہ اس کی بھی تعریف کرے اور منافقین کی دشمنی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو انبیاء کرام اور رسل عظام (علیہم السلام) کے بھی دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

سر الطریق فی أورادھا

ومن شأنه أن لا یطیع الملل من قراءة الأوراد التی أمره بها شیخه، فإن کل شیخ قد جعل اللہ مدده و سرّه طریقته فی أوراده التی یأمر بها المرید، فمن ترک ورده، فقد نکث عهد شیخه۔ و أجمعوا علی أنه ما قطع مرید ورده إلا انقطعت عنه الأمداد فی ذلک الیوم۔

مرید کا کام یہ ہے کہ اس کے شیخ نے اسے جن اوراد و وظائف کا حکم دیا ہے وہ ان کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اختیار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شیخ کے ان اوراد میں جن کا وہ اپنے مرید کو حکم دیتا ہے اپنی خاص مدد یا راز اور اس کی طریقت کا راز رکھا ہے۔ پس جو شخص اس کے ورد کو چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے شیخ کے عہد و پیمان کو توڑ دیتا ہے۔ اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جب وہ اپنے ورد کو چھوڑ تا ہے اس دن اس سے امداد ختم ہو جاتی ہے۔

و إیضاح ذلک، أن طریق القوم تصدیق و تحقیق، و جهد و عمل، و غض بصر و طهارة

وقلب ويد وفرج ولسان، ومن خالف شيئا من أفعالها رفضته الطريق كرها عليه۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ صوفیاء کرام کا طریق تصدیق و تحقیق جہد و عمل، آنکھوں کو جھکانا، دل، ہاتھ، شرم گاہ اور زبان کی طہارت ہے پس جو شخص طریقت کے ان افعال میں سے کسی بھی بات کی مخالفت کرتا ہے طریقت اسے ناپسند کرتے ہوئے چھوڑ دیتی ہے۔

وقد كان سيدى إبراهيم الدسوقي رضى الله عنه يقول: يجب على المريد أن يجمع همّة العزم، ليعرف الطريق بالذوق لا بالوصف والقلم۔

میرے روحانی آقا حضرت ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر لازم ہے کہ وہ پختہ ارادے پر اپنی ہمت کو جمع رکھے تاکہ وہ طریقت کو ذوق کے ساتھ پہچان سکے، وصف اور قلم کے ساتھ نہیں۔

وكان يقول لمريده: إن كنت يا ولدى صادقاً، فتجرد من قالبك إلى قلبك، والزم الصمت عن الاشتغال بكل مالا فائدة فيه من الجدال، و زخارف الأقوال، و صمم العزم، واركب جواد الطريق! ثم يقول: آه آه آه ما أحلى هذه الطريق، ما أسناها، ما أمرّها، ما أقتلها، ما أحياها، ما أحلاها، ما أصعبها، ما أكبرها، ما أكثر مصايدها، ما أكثر مددها، ما أعجب واردها، ما أعمق بحرها، ما أكثر سباعها و وحوشها، ما أكثر عقاربها و حياتها!!

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مرید سے فرمایا کرتے تھے: اے بیٹے! اگر تم سچے ہو تو اپنے جسم سے اپنے دل تک مجرد (خالی) ہو جاؤ اور ہر اس بحث مباحثہ میں مشغولیت سے خاموشی اختیار کرو جس میں فائدہ کوئی نہیں من گھڑت باتوں سے باز رہو اور اپنے ارادے کو پختہ کرو اور طریقت کے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

پھر فرماتے: آہ آہ آہ یہ راستہ کس قدر میٹھا ہے، کس قدر آسان ہے، کس قدر کڑوا ہے، کس قدر ہلاکت میں ڈالنے والا اور کس قدر زندہ رکھنے والا ہے، کس قدر میٹھا ہے، کس قدر مشکل ہے، کس قدر بڑا ہے، اس کا شکار ہونے والے کتنے زیادہ ہیں، اس کی مدد کتنی زیادہ ہے، اس پر وارد ہونے والی چیز کس قدر عجیب ہے، اس کا سمندر کتنا گہرا ہے، اس کے درندے اور وحشی جانور کتنے زیادہ ہیں، اس کے بچھو اور اس کے سانپ کتنے زیادہ ہیں؟

و كان يقول: كيف يدعى أحدكم محبة ليلى، وهو ليلا و نهاراً مع عذالها ولوامها والمنكرين على أهلها والمعترضين عليها بالجهل والخائنين لعهودهم، إنما تبرز ليلى لمن تهتّك في حبها، ولم يسمع كلام المنكرين على أهلها، فان ليلى لا تحب من يحب سواها إلا بإذنها، بل لا تحب من تخطر محبة سواها في قلبه، انما تحب من كان بحبها سكران، و بشرابها ثملان، ولهان، ذهلان، عرقان، نشوان، هيمان، لو اجتمع الثقلان أن يلوُوا قلبه بها، أو يحلوا عقدة عهدها، مااستطاعوا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تم میں سے کوئی ایک میری رات کی محبت کا دعویٰ کیسے کرتا ہے حالانکہ وہ رات دن اس کی ملامت میں ہے۔ نیز اپنی جہالت کی وجہ سے اہل طریقت پر اعتراض کرنے والے موجود ہیں، نیز اپنے وعدوں میں خیانت کے مرتکب لوگ بھی موجود ہیں، میری رات اس کے لئے ظاہر ہوتی ہے جو اس کی محبت میں ذلت و رسوائی برداشت کرتا ہے اور اہل طریقت کے منکرین کی بات نہیں سنتا۔

بے شک میری رات اس سے محبت نہیں کرتی جو اس کے غیر سے اس کی اجازت کے بغیر محبت کرے بلکہ وہ اس سے بھی محبت نہیں کرتی جس کے دل میں اس کے غیر کی محبت کا خیال بھی ہو۔ وہ اس سے محبت کرتی ہے جو اس کی محبت کے نشے میں دھت ہو، اس کی شراب سے مدہوش ہو، حیران

پریشان ہو، سب کچھ بھول چکا ہو، پسینہ میں شرابور ہو، بدمست ہو اور دیوانہ ہو، اگر تمام جن و انس اس کے دل کو اس سے پھیرنے پر متفق ہو جائیں یا اس کے عہد کی گرہ کھولیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

و کان یقول: من شرط المرید الصادق ان لا یکثر من مجالسة أرباب المحال، و زخارف الأقوال، ولقلقلة اللسان، و انما یجالس من أخذته الطریق و دققه فی قولی بأن مجالسة هؤلاء یمیت قلبه، فلیمتحن نفسه بالأنس بللّٰه تعالی، اذا ذکر الله فی مجلس ذکر، و اذا قرأ شیئا فی أحکام الشرع أو النحو أو غیر ذلک مع خلو قلبه عن الذکر، فإنه بیقین یجد الأنس فی ذکر الله تعالی أکثر من الأنس الموجود فی غیره، ومان کان فیه الأنس أکثر فهو أقرب إلی حضرة شهود الله تعالی، لأن الأنس من علامة القرب الرضی، و ترکه من علامة البعد و الله أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اہل باطن، من گھڑت باتیں کرنے والے اور زبان کو حرکت میں رکھنے والوں کی مجلس زیادہ اختیار نہ کرے اس کی مجلس اختیار کرے جو طریقت کی آغوش میں ہے اور توڑ پھوڑ نے اسے کوٹ کر رکھ دیا، اس سے ہر دوست جدا ہو گیا طریقت کی کڑواہٹ نے اس کے دل اور جسم کو پگھلا کر رکھ دیا ہے۔

پھر فرماتے: جس شخص کو میرے اس قول میں شک ہو کہ ان لوگوں کی صحبت سے دل مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہو کر اپنے دل کا امتحان لے جب وہ مجلس ذکر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور جب وہ احکام شریعت سے متعلق کوئی چیز پڑھے یا نحو وغیرہ کوئی علم پڑھے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس انس سے زیادہ پائے گا، جو انس ذکر الٰہی کے بغیر حاصل ہوتا ہے اور جس کام میں اللہ تعالیٰ کا انس زیادہ ہو اس میں بارگاہ خداوندی کی حاضری زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ انس قرب اور رضا کی علامت سے ہے اور اس کو چھوڑنا دوری کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اپنے نفس کی خبر لینا

ومن شأنه أن یوبخ نفسه، و یحثها و علی السیر فی الطریق کلما وقفت مع حظ من حظوظها، و یقدم حذف العلائق علی کل عمل، فإنهم قالوا: مثال من خزن عنده درهماً، مثال من ربط رجله بخیط دارج، و مثال من خزن نصفاً مثال من ربط نفسه بحبل الغسیل، و مثال من خزن دیناراً مثال من ربط نفسه بحبل البئر، و من زاد فی الدنیا زاد فی الحبال، و ینبغی له کلما تعب من عبادة أن یقول لنفسه: اصبری فإن الراحة أمامک، و إنما أرید بتعبک إکرامک۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو جھڑکے اور جب وہ کسی لذت کے حصول کے بعد رک جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کی ترغیب دے اور ہر عمل سے پہلے آلائشوں کو دور کرے۔ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص ایک درہم اپنے پاس بطور خزانہ رکھتا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے پاؤں کو ٹوٹنے والے دھاگے سے باندھتا ہے۔ جو شخص نصف درہم رکھتا ہے اس کی مثال اس کی طرح ہے جو دھوبی کی رسی سے اپنے آپ کو باندھتا ہے۔ جو شخص ایک دینار رکھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے آپ کو کنویں کی رسی سے باندھتا ہے جو شخص دنیوی مال میں اضافہ کرتا ہے وہ رسیوں میں اضافہ کرتا ہے۔

مرید جب عبادت سے تھک جائے تو اپنے آپ سے کہے:

اصبری فان الراحة امامک و انما ارید بتعبک اکرامک۔

یعنی صبر کر آرام آگے ہے، میں تجھے تھکانے کے ذریعے عزت دینا چاہتا ہوں۔

و قد کان سیدی إبراهیم الدسوقی رحمه الله یقول: من شرط المرید الصادق أن یکون سائراً فی المقامات لیلاً و نهاراً، غدوّاً و آصالاً، لا مقیل له و لا هدوّ، و جواده قد فرغ من اللجم، و امتلأ من الشجاعة و العزم، قد شق بطنه السری، و أسقمها البری، لا یفند همته مفند، و لا یهوله مهلک، و لا ترده ضربات الصوارم، و لا یفشله شیطان غویّ، و لا مارد، حتی کل من

خاصمه في محبوبه عاد مخصوماً۔ لا يهدي و لا ينام و لا يضحي بل الدهر كله عنده سواء، حتى يدخل خيام ليلى و يضع على خده أطناب تلك الخيام و يسمع الخطاب، فهناك ينتعش و يطيب، و يقال له: استرح يا طول ما قطعت براري، و قفاراً و جبالاً و بحاراً، و ظلاماً و ناراً، يا طول ما تعبت و تغيبت، يا طول ما رجع غيرك من الطريق، و جئت فأكرم الله مثواك، و لا خيب مسعاك، أنت اليوم عندنا ضيف مكين أمين، و ضيافتنا لا ينقضي أمدها، بل هي باقية أبد الآبدين، و الله أعلم۔

میرے روحانی آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کے لئے شرط ہے کہ مقامات کی سیر رات اور دن صبح و شام جاری رکھے۔ اس کے لئے نہ کوئی لوٹنے کی جگہ ہے اور نہ کوئی وطن، اس کا گھوڑا لگاموں سے فارغ ہو گیا اور شجاعت اور عزم و ارادہ سے بھر گیا۔ رات کو چلنے کی وجہ سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور گرد و غبار نے اسے بیمار کر دیا۔ کوئی کمزور کرنے والا اسے کمزور نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ہلاک کرنے والا اسے خوفزدہ کر سکتا ہے۔ کاٹنے والی تلوار کی ضربیں اسے واپس نہیں کر سکتیں، سرکش شیطان اسے بزدل نہیں بنا سکتا حتیٰ کہ جب کوئی اس کے محبوب کے بارے میں اس سے جھگڑتا ہے وہ اس طرح لوٹتا ہے کہ اس سے جھگڑا کیا جاتا ہے (یعنی منہ توڑ جواب دیتا ہے)۔

نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ سوتا ہے، نہ اس کے لئے چاشت وقت ہے بلکہ اس کے نزدیک تمام زمانہ برابر ہے حتیٰ کہ وہ میری رات کے خیموں میں داخل ہوتا ہے اور ان خیموں کو اپنے رخسار پر رکھتا ہے اور خطاب سنتا ہے۔ اس وقت وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اے میرے صحراؤں، چٹیل میدانوں، پہاڑوں، سمندروں، اندھیروں اور آگ کا طویل سفر کرنے والے اب آرام کر، اے وہ شخص جس نے بہت زیادہ تھکاوٹ حاصل کی اور

غائب رہا۔ اے وہ شخص جس کے غیر نے طریقت سے واپسی اختیار کی اور تم آ گئے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارا ٹھکانہ معزز بنایا اور تیری سعی میں نامرادی نہیں۔

آج تم ہمارے پاس ٹھہرنے والے امن والے مہمان ہو اور ہمارے ہاں کی مہمانی کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

كيف كيون الريد؟

ومن شأنه أن لا يكون عنده حسد، ولا غيبة، ولا بغى، ولا مخادعة، ولا مكابرة، ولا مماراة، ولا مالقة، ولا مكاذبة، ولا مصاقلة،ولا كبر ولا عجب، ولا ترفه، ولا افتخار، ولا شطح ولا هظوظ نفس، ولا تصدّر فى مجالس، ولا رؤية نفس على أحد من المسلمين، ولا جدا، ولا امتحان، ولا تنقيص لأحد من أهل الطريق، ولا من تزيق بالزيق، ومن ادعى الصدق فى الإرادة وعنده خصلة واحدة مما ذكرنا، فهو غير صادق، ولا يجيئ منه شيء فى الطريق، لأن هذه الصفات توقف صاحبها عن السير، بل تطرده عن حضرة الله عزوجل إلى حضرة الشياطين، لأنها صفاتهم والله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ حسد، غیرت، سرکشی، دھوکہ بازی، ہٹ دھرمی، بناوٹ، چاپلوسی، جھوٹ، تزئین و آرائش، تکبر، خودپسندی، عیاشی، فخر و غرور، زیادہ اور بے مقصد گفتگو اور نفسانی خواہشات سے بچے، مجالس میں صدر نشین نہ بنے، کسی مسلمان کے مقابلے میں اپنے آپ کو برتر خیال نہ کرے، جھگڑا نہ کرے، کسی کا امتحان نہ کرے، اہل طریقت میں سے کسی کی توہین نہ کرے۔

جو شخص ارادت میں سچائی کا دعویٰ کرے اور اس میں ان مذکورہ بالا خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جائے تو وہ شخص سچا نہیں ہے اور طریقت میں اس سے کچھ بھی نہیں بن پڑے گا کیونکہ یہ

صفات طریقت والے کو اس کی سیر سے روک دیتی ہیں بلکہ وہ اسے بارگاہ خداوندی سے شیطان کی طرف پھینک دیتی ہیں، کیونکہ یہ شیطانوں کی صفات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

ومن شأنه أن يسد عنه باب مراعاة تعظيمه من المخلوقين، ولا يلتفت إلى أحد من الخلق أقبل عليه أو أدبر عنه، إلا بطريقه الشرعي۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی تعظیم کا خیال نہیں کرتا اور وہ مخلوق میں سے کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ وہ اس کی طرف آئے یا اس سے پیٹھ پھیرے، البتہ شرعی طریقے سے توجہ کر سکتا ہے۔

لأن من شرط المريد الصادق، أن يهب العزلة عن الناس، ولا يطلب له مقماً عند أحد منهم، فماله ولهم؟ فلاينبغى له حضور المجالس التى فيها لغو، أو مداهنة، أو جدال، أو عجب أو رياء ولو كانت مجالس علم، و قد قلّت السلامة من هذه الأمور فى طلبة العلم، فعليك يا أخى بالوحدة إلا فى حضور الجماعات، و مجالس العلم السالمة مما ذكر۔

کیونکہ یہ سچے مرید کی شرائط سے ہے کہ وہ لوگوں سے علیحدہ رہے اور کسی کے ہاں اپنے لئے مقام و مرتبہ تلاش نہ کرے اس کا ان سے کیا تعلق ہے۔ پس اس کے لئے مناسب نہیں کہ ان مجالس میں حاضر ہو جن میں فضول باتیں یا فضول کام ہوں، منافقت یا جھگڑا یا خود پسندی یا ریاکاری ہو، اگرچہ وہ مجلس علم ہو۔

علم کے طلبہ میں ان امور سے سلامتی بہت کم پائی جاتی ہے لہٰذا اے بھائی! نماز باجماعت کے علاوہ تمہیں تنہائی اختیار کرنی چاہیئے نیز ان علمی مجالس میں بھی جاسکتے ہو جو ان مذکورہ باتوں سے محفوظ ہوں۔

وقد كان سيدى إبراهيم الدسوقى رضى الله عنه يقول: يا ولدى إياك و حضور مجالس العلم التى يغلب على الظن انه لا إخلاص عند أهلها، فإنها تورث ظلمة فى قلبك، وعليك

بالعزلة عنهم بعد إن تعرف ما أمرک اللّٰہ تعالیٰ بتعليمه، فإنک يا ولدی فی القرن السابع إلى العجائب والغرائب، وقد صار غالب أهله يجعلون سلوک طريق القوم خارجاً عن الشريعة، و حقيقة المحبة تدعى فی الطريقة، و صاروا يرون من سوء حالهم أن باب العطاء قد أغلق عليهم، و ذلک لجهلهم بما عليه أهل الطريق من المجاهدات لنفوسهم ليلاً و نهاراً، حتى تقطعت أكبادگهم فی طلبها و تمزقت أبدانهم من تعبها و نصبها، و لو أن أحداً منهم ذاق حال القوم لعذرهم فی صياحهم، و شق أثوابهم۔ و كان يقول: و للّٰہ ليس مطلوب المريد الصادق إلا هو؟ يعنی بذلک زيادة المعرفة، و إلا فالحق تعالى معروف لجميع المسلمين معلوم الوجود لهم۔

میرے آقائے نعمت حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے بیٹے! اپنے آپ کو ان علمی مجالس سے دور رکھو جن کے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ اس مجلس والے مخلص نہیں ہیں۔ ایسی مجالس تمہارے دل میں تاریکی پیدا کر دیں گی جب تمہیں ان باتوں کی پہچان ہو جائے جن کی تعلیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے بعد تم پر گوشہ نشینی لازم ہے۔

اے میرے بیٹے! تم ساتویں ہجری میں عجیب و غریب باتیں دیکھ رہے ہو، اس صدی کے اکثر لوگ ارباب طریقت کے راستے کو شریعت سے خارج قرار دے رہے ہیں اور طریقت میں حقیقت محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ لوگ اہل طریقت کی بری حالت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس قوم پر عطا کا دروازہ بند ہے جس طرح ان لوگوں پر بند ہو گیا ہے۔ ان کی اس سوچ کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے دن رات کے مجاہدات کا علم نہیں ہوتا حتیٰ کہ ان مجاہدات کی طلب میں ان ارباب طریقت کے جگر کٹ گئے اور ان مجاہدات سے تھکاوٹ کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے۔ اگر ان (معترضین) میں سے کوئی ایک ان صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے حال کا ذائقہ چکھ لیتا تو ان کی چیخ و پکار اور کپڑوں کو پھاڑنے میں ان کو معذور خیال کرتا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ کی قسم! سچے مرید کا مطلوب صرف یہی ہے یعنی معرفت میں اضافہ کرنا ورنہ حق تعالیٰ تمام مخلوق کے لئے معروف ہے اور ان کو اس کے وجود کا علم ہے۔

وفی کلام سیدی علی الخواص: لا یصلح لأحد طلب الحق تعالیٰ لأن الطلب لا یکون إلا لمفقود، والحق تعالیٰ موجود عند سائر الطوائف، حتی عند من قال بالتعطیل، لأنہ لم یعطل وجود الحق و إنما عطل صفة من صفاتہ لا غیر کقولہ: إن اسمہ تعالی الحی یعنی عن الاسم الباقی لأن الحی من کانت حیاتہ لا تفنی، ھکذا قال الشیخ۔ والحق أن ثم من یقول ما ثم إلا فروج تدفع، و أرض تبلع، و اللہ أعلم۔

حضرت سید علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بات بھی ہے: کسی شخص کے لئے حق کی طلب درست نہیں کیونکہ طلب گمشدہ چیز کی ہوتی ہے جب کہ تمام گروہوں کے نزدیک حتیٰ کہ جو لوگ تعطیل کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک بھی حق تعالیٰ موجود ہے۔

کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کو معطل نہیں مانتے بلکہ اس کی صفات سے کسی صفت کا انکار کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اسم ”حیی“ سے مراد اس کا وہ نام ہے جو اس کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ”حیی“ وہ ہے جس کی حیات کے لئے فنا نہ ہو۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا لیکن حق یہ ہے کہ وہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ وہاں زمین کے اطراف جن کو دور کیا جائے اور زمین کو نگل لیا جائے (طے کیا جائے) کے علاوہ کچھ نہیں۔

و کان سیدی ابراھیم الدسوقی رحمہ اللہ یقول: من شرط المرید الصادق أن لا یمل من شھود رؤیة التقصیر فی سائر أحوالہ، فان رؤیة التقصیر تفتح لہ باب المزید فی الدرجة، و قد یعطی المولی من ھو قاصر ما لا یعطیہ لأھل المحابر۔

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے تمام احوال میں کمی دیکھے کیونکہ کمی کا تصور اس کے لئے درجات کے اضافہ کا دروازہ کھولتا ہے۔ بعض اوقات مولیٰ کمی والے کو وہ کچھ عطا کرتا ہے جو بڑے لوگوں کو عطا نہیں کرتا۔

كيف يختار لا مريد أستاذه في الشريعة؟

ومن شأنه أن لا يقرأ علم الشريعة إلا على من عرف بالزهد والورع، وإن أذن له شيخه في القراءة عليه كان أعون له وأقرب لغرضه۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ علم شریعت اس شخص سے حاصل کرے جو زاہد اور تقویٰ میں معروف ہو۔ اگر استاذ اسے اجازت دے کہ وہ اس کے سامنے پڑھے تو یہ اس کے لئے زیادہ مددگار اور اس کی غرض کو زیادہ قریب کرنے والا ہوگا۔

وقد كان سيدى إبراهيم الدسوقى رحمه الله يقول: لو كان المريد يأتى إلى الطريق من باب الإخلاص فى العلم والعمل، ويفعل الأوامر الشرعية امتثالاً لأمر الله تعالىٰ لا لعلة ثواب ولا غيره، كما كان عليه السلف الصالح، لاستغنى عن القوم، ولكنه أتى الطريق بعلل وأفات فى علمه عمله فلم يمكن من دخول حضرة الله عزوجل، فلذلك احتاج إلى حكيم يزيل علله وأمراضه ليؤهله لدخول حضرة الله عزوجل، فإنها حضرة محرمة على أهل الدعاوى والرعونات۔

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر مرید طریقت کی طرف علم و عمل میں اخلاص کے ذریعے آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شرعی احکام بجالائے ثواب وغیرہ مقصود نہ ہو جس طرح پہلے بزرگوں کا طریقہ تھا تو اسے کسی کی حاجت نہ ہو گی لیکن جب دیگر مقاصد اور اپنے علم و عمل میں آفات کے ذریعے طریقت کی راہ پر چلے گا تو بارگاہ خداوندی کی حاضری پر وہ قادر نہیں ہو گا۔ اسی لئے وہ کسی حکم کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی خرابیوں اور بیماریوں کو دور کر کے بارگاہ خداوندی میں حاضری کا اہل بنادے کیونکہ یہ وہ بارگاہ ہے جس میں محض دعویٰ کرنے والوں اور متکبرین کا داخلہ ممنوع ہے۔

و کان رضی اللہ عنہ یقول: إذا لم یقدر المرید علی اتباع رسول اللہ ﷺ فی أقوالہ و أفعالہ، فلیتبع خلق شیخہ لا أنزل من ذلک، فإن لم یتبع خلق شیخہ ھلک، و من استھزاء بالطریق و اھلھا استھزأت بہ الطریق و رفضتہ قھراً علیہ۔ و المراد باستھزائہ بالطریق عدم مشیہ علی قواعد أھلھا۔

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر مرید احوال و افعال میں رسول اکرم ﷺ کی اتباع پر قادر نہ ہو تو اپنے شیخ کی اتباع کرے اس سے نیچے نہ اترے اگر وہ اپنے شیخ کی سیرت پر نہیں چلے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور جو شخص طریقت اور اہل طریقت کا مذاق اڑاتا ہے طریقت اس کا مذاق اڑاتی اور اسے چھوڑ دیتی ہے۔ طریقت کا مذاق اڑانے کا مطلب یہ ہے کہ طریقت والوں کے قواعد و اصول پر نہ چلے۔ (یعنی عمل نہ کرے)

و کان رضی اللہ عنہ یقول: قوت المرید الصادق فی بدایتہ الجوع، و مطرہ الدموع، و وطرہ الرجوع، یصوم حتی یرق و یلین، و تدخل الرقۃ قلبہ، و أما من شبع و نام و لغی فی الکلام و ترخص، و قال ما علی فاعل ذلک ملام، فلا یجیء منہ شیء و السلام۔

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ابتداء میں مرید کی خوراک بھوک ہے، اس کی بارش آنسو ہیں، اس کا مقصود رجوع ہے، وہ روزہ رکھے حتیٰ کہ دبلا پتلا ہو جائے اور اس کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے جو شخص سیر ہو کر کھاتا ہے سو جاتا ہے اور لغو کلام کرتا ہے اور رخصت تلاش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا کرنے والے پر ملامت نہیں تو اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اور تم سب پر سلامتی ہو۔

وكان يقول: ما بنيت طريق المريدين إلا على التيار، والنار، والبحر الهدار، والجوع والاصفرار، ماهي بالتشدق ولا بالفشار،

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: مریدین کے راستے کی بنیاد جوش مارنے والے سمندر کی لہروں، آگ، بھوک اور رنگ کی زردی پر رکھی گئی ہے۔ شیخی بگھارنا، خون بڑھانا (موٹا تازہ ہو جانا) طریقت نہیں ہے۔

ثم يقول: آه آه آه ما رأيت أحداً من أولادي اقتفى آثار الرجال، ولا صلح أن يكون محلاً للأسرار۔

پھر فرماتے تھے: افسوس افسوس افسوس! میں اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھتا جو ان مردوں (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نقش قدم پر چلتا ہو اور نہ اس میں اسرار و رموز کا محل بننے کی صلاحیت ہے۔

وكان يقول: خلوة المريد الصادق سجادته، وخلوته سره وسريرته۔ وكان يقول: من شرط المريد الصادق أن لا يؤذيه، ولا يتحدث فيما لا يعنيه، ولا يشمت قط بمصيبة۔ إذا بلى صبر، وإذا قدر غفر، يمر الأرض بجسده، والسماء بقلبه، طريقه الكظم والبذل والإيثار، والله أعلم

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی گوشہ نشینی اس کا سجادہ ہے اور اس کا راز اور پوشیدہ باتیں اس کی گوشہ نشینی ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرائط میں سے ہے کہ وہ کسی کو اذیت نہ دے، بے مقصد باتیں نہ کرے، اور مخالف کی مصیبت پر خوش نہ ہو، جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور جب بدلہ لینے پر قادر ہو تو معاف کرے، ذہن کو اپنے جسم اور آسمان کو اپنے دل سے بھر دے۔

مرید کا طریقہ غصہ پی جانا، مال خرچ کرنا اور ایثار کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه أن يقلل من النوم ما أمكن لا سيما وقت الأسحار, فإن النوم ليس فيه فائدة دنيوية, ولا أخروية بالأصالة, وإنما كثرته خسران لأنه أخو الموت.

مرید کا کم سونا

مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ کم سوئے جس قدر بھی ممکن ہو بالخصوص سحری کے وقت، کیونکہ نیند میں بنیادی طور پر دنیوی یا اخروی فائدہ نہیں ہے اس کی کثرت میں گھاٹا ہے کیونکہ یہ موت کی ساتھی ہے۔

و قد كان سيدى إبراهيم الدسوقى رحمه الله يقول: كيف يدعى المريد الصادق فى الحب للطريق، وهو ينام وقت الغنائم، ووقت فتح الخزائن، ووقت نشر العلوم، و إظهار المكتوم؟ أما يستحى الكذاب من الدعاوى!؟ همته راقدة, و عزيمته خامدة, وهو مع ذلك يدعى الصدق!

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو مرید طریقت کی محبت میں سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ وہ غنیمتوں کے وقت خزانوں کے دروازے کھلنے کے وقت علوم کی

اشاعت کے وقت، پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے کے وقت سو جاتا ہے۔ کیا اس جھوٹے دعویٰ دار کو حیا نہیں آتی اس کی ہمت سوئی ہوئی ہے اس کا ارادہ بجھا بجھا ہے اور وہ اس کے باوجود سچائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

ثم يقول: و الله ما صدق مريد فى محبة الطريق إلا نبعت الحكمة من قلبه، و صار يبرى ء الأكمه و الأبرص، و يحيي الموتى بإذن الله تعالى۔

اس کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مرید طریقت کی محبت میں اسی وقت سچا ہوتا ہے جب اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا لوگوں کو ٹھیک کر دیتا ہے اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

و كان يقول: من شرط المريد الصادق أن يثبت فى طلب الطريق حتى ينبت و تنبسق أغصانه، و هناك يأمن من الرجوع عنها۔ و كان يقول: يا ولد قلبى، إن طلبت أن تكون صادقاً معى، فتجنب معاشرة أهل الجدال بغير علم، و لا تتكذ لك منهم صاحباً فيصدك عن طريق العلماء العاملين، و اجعل صاحبك كل عالم يطالب نفسه بالعمل بكل ما علم ثم لا يعد نفسه من العلماء، فإن مثل هذا يُلَقّى الحكمة و الله أعلم۔

سچے مرید کی شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ طلب طریقت میں ثابت قدم رہے تاکہ اس کی شاخیں پھوٹیں۔ اس وقت اسے اس سے واپسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے میرے قلبی بیٹے! اگر تم میرے ساتھ سچائی کے طالب ہو تو ان لوگوں کے ساتھ رہنے سے بچو جو علم کے بغیر جھگڑتے ہیں تم ان میں سے کسی ایک کو دوست نہ بناؤ وہ تمہیں با عمل علماء کے راستے سے روک دے گا۔

تم اس عالم کو اپنا دوست بناؤ جو اپنے علم کے مطابق اپنے نفس سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے پھر بھی اپنے آپ کو علماء میں شمار نہ کرو اس قسم کے آدمی کے دل میں حکمت ڈالی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اذیت برداشت کرنا

ومن شأنه أن يكون حمالاً للأذى، مواظباً على النسك والعبادة ليلاً ونهاراً، لا يحيد ولا يميل حتى يسكن من حب الله عزوجل، فإذا سكن من حبه فهناك لا يلتفت لسواه في الدارين إلا بإذنه۔

سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اذیت کو خوب برداشت کرے اور دن رات عبادت اور اطاعت میں مشغول رہے، کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو حتیٰ کہ اسے محبت الٰہی سے سکون حاصل ہو جب اس کی صحبت سے سکون حاصل ہو گا تو وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے غیر کی طرف متوجہ نہ ہو گا۔

وكان سيدي إبراهيم الدسوقي رحمه الله يقول: يا ولدي إن كنت صادقاً في ارادتک، وصفاء معاملتک، وطهارة سريرتک، فإياک أن تدعي أنک شممت للطريق رائحة، ولا ترى نفسک إلا عاصيا مفلساً، فكم تلف من غرور النفس مريد۔

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے میرے بیٹے! اگر تو سچا مرید ہے اور تیرا معاملہ صاف اور تیرا باطن پاک ہے تو تم یہ دعویٰ کرنے سے بچو کہ تم نے طریقت کی بو سونگھی ہے اور اپنے نفس کو مفلس گناہ گار سمجھو کتنی مرتبہ مرید نفس کے غرور کی وجہ سے اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

وكان يقول: يا ولدي إن طلبت أن تكون مريدي حقاً فقم قياماً دائماً، و جاهد جهاداً ملازماً، ولا تمل ولا تولي، ولا ترخص لنفسک في ترک العبادة وقتاً واحداً بحجة العجز عنها، فإن الناقد بصير۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اے میرے بیٹے! اگر تم میرے سچے مرید بننا چاہتے ہو تو ہمیشہ قیام کرو اور مجاہدہ کو لازم پکڑو نہ اکتاہٹ محسوس کرو اور نہ پیٹھ پھیر اور نہ ہی عاجزی کا بہانہ بنا کر

کسی وقت عبادت کو چھوڑنے میں نفس کو رخصت تلاش کرنے کی اجازت دو، کیونکہ پرکھنے والا بصیرت والا ہوتا ہے۔

وكان إذا رأى من لبس لبس القوم وخالفهم في الأخلاق، ينبهه على ذلك ويقول: ليس كل من تزيا بزي القوم يكون صادقاً في طلب طريقهم، فإن الزي أمر ظاهر، والقوم عملهم قلبي باطني، وما رأينا أحداً قط لبس جبة بيضاء وأرخى له عذبة وكتب له أجازة صار شيخاً بذلك أبداً۔

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ جب ایسے شخص کو دیکھتے جو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا لباس پہنتا لیکن اخلاق میں ان کی مخالفت کرتا تو آپ اس بات پر اسے تنبیہ فرماتے اور فرماتے: کسی قوم کا لباس پہننے والا ہر شخص ان کے راستے کی طلب میں سچا نہیں ہوتا کیونکہ لباس ظاہری صورت ہے اور صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا عمل قلبی اور باطنی ہے اور ہم نے کبھی بھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو سفید جبہ پہنے دستار کا کنارہ لٹکائے اور اسے اجازت بھی دی گئی ہو تو وہ صرف اس وجہ سے شیخ بن گیا ہو۔

وكان يقول: إذا لم يكن قلب المريد شفافاً، أي صافياً من الكدورات، لا يظهر لفتيلة قلبه نور، ولو عمل بجميع أعمال الصالحين۔ ومن شرطوا التوبة للمريد من سائر الزلات، ليستنير قلبه، ثم إذا استنار وظهر نوره للخاص والعام، فمن الأدب ستر نفسه، يحجب الناس عن شهود ذلك النور ليخرج من الدنيا برأس ماله كاملاً من غير نقص۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اگر مرید کا دل شفاف نہ ہو یعنی کدورتوں سے صاف نہ ہو تو اس کے دل کے چراغ کی روشنی ظاہر نہیں ہوتی اگرچہ وہ تمام صالحین کے اعمال جیسا عمل کرے اسی وجہ سے بزرگوں نے مرید کے لئے تمام لغزشوں سے توبہ کو شرط قرار دیا ہے تاکہ اس کا دل روشن ہو جائے۔ پھر جب وہ روشن ہو جائے اور اس کا نور خاص و عام کے لئے ظاہر ہو جائے تو ادب کا

تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو پوشیدہ رکھے اور اس نور کو لوگوں پر ظاہر نہ کرے تاکہ دنیا سے کامل پونجی کے ساتھ کسی نقصان کے بغیر رخصت ہو۔

وکان یقول: کل مرید کان لہ سریرۃ سیئۃ یفتضح بھا فی الدنیا والآخرۃ لو انکشفت لا یجیء منہ شیء فی الطریق- یا فضیحۃ من تزیا بزی الفقراء وخالف طریقھم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس مرید کا باطن گناہوں میں ملوث ہو وہ اس وجہ سے دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوتا ہے اگر اس کو انکشاف ہو جائے تو وہ طریقت کے سلسلے میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

اے اس شخص کی ذلت جو فقراء کا لباس پہنتا ہے اور ان کے راستے کی مخالفت کرتا ہے۔

وکان یقول: یا ولدی إن طلبت أن تکون صادقاً فی ارادتک فالبس قمیص الفقراء النظیف الشریف الظریف، فما الأمر بلبس الثیاب ولا بسکنی العتاب والزوایا والخوانق، ولبس العبا والمرقعات، ولا بلبس القبا والأزرق وحف الشوارب، ولا بلبس الصوف والنعل المخصوف۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے میرے بیٹے! اگر تم سچے مرید بننا چاہتے ہو تو فقراء کی پاکیزہ شرف والی خوبصورت قمیص پہنو۔ یہ معاملہ کپڑے پہننے، خانقاہوں وغیرہ میں رہنے، جبّہ اور پیوند لگے کپڑے نیز زرق برق لباس پہننے، مونچھیں منڈوانے اور اونی لباس اور چمڑے کا جوتا پہننے سے حاصل نہیں ہوتا۔

نامہ اعمال لغزشوں سے پاک ہو

وکان یقول: من شأن المرید أن لا یکون فی صحیفتہ شیء من الزلات، بل تطوی صحیفتہ کل یوم مضمخۃ معنبرۃ ممستکۃ معطرۃ بأعمالھا الزکیۃ، وشیمہ المرضیۃ، واللہ أعلم۔

حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان یہ ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی لغزش نہ ہو، بلکہ ہر دن اپنے نامہ اعمال کو اس طرح لپیٹے کہ وہ اعمال صالحہ کی خوشبو سے معطر و معنبر ہو اور اس میں پسندیدہ خوشبو والے اعمال ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ومن شأنه أن تكون أعماله على وفق الشريعة المطهرة نصاً أو استنباطاً سالمة عن الشچح عند ظاهر الشريعة، فإن الشريعة هي الحد القاطع و السيف اللامع لعصمتها بخلاف ما يدعى أنه باطن الشريعة مما يخفى على العلماء وجه استنباطه من الكتاب و السنة فإنه غير معصوم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے اعمال شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں یا تو وہ نص کے مطابق ہوں یا ایسا اجتہاد جو خواہشات پر مبنی اقوال سے محفوظ ہو کیونکہ شریعت ہی ان اعمال کی حفاظت کے لئے کاٹنے والی دھار اور چمکدار تلوار ہے۔ بخلاف اس کے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ وہ شریعت کا باطن ہے اور یہ ان امور سے ہے جو کتاب و سنت سے استنباط کی وجہ سے علماء پر مخفی ہیں کیونکہ وہ محفوظ نہیں ہے۔

و كان سيدى إبراهيم الدسوقى رضى الله عنه يقول: من أحب أن يكون صادقاً في إرادته، و جميع أعماله و أقواله، فليحبس نفسه فى قمقم الشريعة و ليختم عليها بخاتم الحقيقة، و ليقتلها بسيف المجاهدة، و تجرع المرارات۔

میرے سردار حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنی ارادت اور اپنے تمام اعمال اور اقوال میں سچائی کو پسند کرتا ہے وہ اپنے نفس کو شریعت کے برتن میں روک لے اور اس پر حقیقت کی مہر لگادے، نفس کو مجاہدہ کی تلوار سے قتل کرے اور کڑوی گھونٹ بھرتا رہے۔

و قد رأيت في يوم كتابتى لهذا الموضع علماً من أعلام النبوة مشافهة ينهض همة المريد و يقوى إيمانه بالعمل و الشريعة، فأحببت كتابته هنا، و ذلك أن شخصاً أتانى برأس خروف

شواها وأكل جلدها، فرأى فيها مكتوباً بالخط الإلهي فوق الحاجبين والأنف ما هذا صورته:
"لا إله إلا الله محمد رسول الله، أرسله بالهدى ودين الحق، يهدى به من يشاء من عباده۔

جس دن میں نے کتاب کا یہ مقام لکھنا تھا مجھے نبوت کی خبروں میں سے بالمشافہ ایک علم حاصل ہوا کہ عمل اور شریعت کی وجہ سے مرید کی ہمت بڑھتی اور ایمان مضبوط ہوتا ہے پس میں نے اس بات کو یہاں لکھنا پسند کیا۔

وہ یوں کہ ایک شخص میرے پاس بکری کے بچے کا سر لایا، جسے اس نے بھون کر چمڑا اتارا تھا، اس کے ابروؤں اور ناک کے درمیان لکھا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله ارسله بالهدى ودين الحق يهدى به من يشآء من عباده۔

و رأيت قوله "من يشاء" مكرراً في الكتابة الإلهية و ذلك لحكمة فإن الله تعالىٰ لا يسهو، فلو قدر أنه لم يكن لنا دليل على صحة شريعة محمد ﷺ و رسالته و أنها هدى من الله تعالىٰ إلا هذه الكتابة الإلهية في داخل الرأس تحت الجلد لكفانا ذلك في الدليل على صحة شرعه ﷺ۔

میں نے دیکھا کہ "من یشاء" کے الفاظ کتاب الٰہی میں بار بار لکھے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولتا نہیں اگر فرض کیا جائے کہ ہمارے پاس شریعت محمدیہ ﷺ اور آپ ﷺ کی رسالت کے صحیح ہونے نیز اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہونے پر اس کتاب الٰہی کے علاوہ کوئی دلیل نہیں جو اس کے سر پر چمڑے کے نیچے لکھی ہوئی تھی، تو رسول اکرم ﷺ کی شریعت کی درستگی پر ہمارے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے۔

وحروف الكتابة هي خلو بين أنثى و ذكر من الشقين، لا كهيئة الكتابة التي هي بالمداد ولا كالعروق البيض والسود في العظم، فتبارك الله رب العالمين۔

وكان شهودنا لهذه الكتابة في ثاني عشر جمادى الآخرة سنة إحدى وستين وتسعماية،

وکل من کان عندہ شک فی رسالۃ محمد ﷺ و رأی ھذہ الکتابۃ زال شکّہ، إلا من سبقت لہ الشقاوۃ۔

کتابت کے حروف ہونٹوں سے نکلنے والے مؤنث و مذکر سے خالی تھیں۔ روشنائی کے ساتھ کتابت کی طرح بھی نہیں تھی، اور ہڈی میں سفید اور سیاہ رگوں کی طرح بھی نہیں پس اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ہم نے اس تحریر کی زیارت ۱۲ جمادی الاخریٰ ۹۶۱ھ میں کی جس شخص کو رسول اکرم ﷺ کی رسالت میں شک ہو اور وہ اس تحریر کو دیکھے تو اس کا شک زائل ہو جائے گا سوائے ان لوگوں کے جن کے مقدر میں بد بختی لکھی گئی ہے۔

فالزم یا أخی اتباع السنۃ المحمدیۃ علی القطع بصحتھا و بصحۃ ما وعدت و توعدت بہ من الثواب و العقاب، و اللہ تعالیٰ اعلم۔

پس اے بھائی! رسول اکرم ﷺ کی سنت کو صحیح سمجھتے ہوئے اور ثواب کے وعدہ اور عذاب کی وعید کو بھی صحیح مانتے ہوئے اور اس پر یقین رکھتے ہوئے اس کی اتباع کو لازم پکڑو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بھوک برداشت کرنا

و من شأنہ الصبر علی الجوع بل نسیان الأکل بالکلیۃ اشتغالاً بربہ عز و جل۔

مرید کے آداب اور اس کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ بھوک پر صبر کرے بلکہ اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوتے ہوئے بھوک کو بالکل بھول جائے۔

و قد کان الشبلی یقول: مکثت سنین أیام بدایتی و أنا لا آکل إلا یوم الجمعۃ من طعام أبی القاسم الجنید، فکنت لا أتذکر إلا حین أحضر عندہ یوم الجمعۃ، و ما لم أحضر لا یخطر الأکل علی بالی۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں ابتدائے طریقت کے دنوں میں کئی دن کھانے پینے کے بغیر رہتا صرف جمعہ کے دن حضرت ابو القاسم جنید (بغدادی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے کھانے سے کھاتا مجھے کھانا صرف اس وقت یاد آتا جب میں جمعہ کے دن ان کے ہاں حاضر ہوتا جب تک میں وہاں حاضر نہ ہوتا میرے دل میں کھانے کا خیال بھی نہ آتا۔

وكان سيدى إبراهيم الدسوقى رحمه الله يقول: قاعدة الطريق للمريد و محكمها و مجلاها هى الجوع۔ و ذلك لأنه يغسل من الجسد مواضع إبليس, فمن أراد السعادة فعليه بالجوع الشرعى, ولا يأكل إلا على فاقة, ومن طلب شربة بلا حمية أخطأ طريق الدواء۔ وقد تقدم أن الجوع أحد أركان الطريق عند الأبدال وهى أربعة: الجوع, والسهر, والعزلة, والصمت۔

میرے آقا حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے طریقت کا قاعدہ اس کی مضبوطی اور اس کی جلاء بھوک ہے کیونکہ بھوک جسم سے ابلیس کے مقامات کو دھو ڈالتی ہے پس جو شخص نیک بختی چاہتا ہے اس پر شرعی بھوک لازم ہے، وہ صرف بھوک کے وقت کھائے جو شخص پرہیز کئے بغیر مشروب طلب کرے اس نے دواء کے طریقے سے خطا کی۔ اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابدال کے نزدیک بھوک ارکان طریقت میں سے ایک رکن ہے اور وہ چار ارکان یہ ہیں: بھوک، شب بیدار، گوشہ نشینی اور خاموشی۔

ومن جاع استتبعه الثلاثة أركان بخلاف العكس فى الثلاثة, فإن من جاع ضاق صدره من الناس, فأحب العزلة, وثقل عليه كلام اللغو, وقل نومه, بدليل أن المريض إذا برأ من مرضه يمكث أياماً لا يأخذه نوم حتى أنهم يجعلون له دواء للنوم من المرطبات فإنه كان جوعاناً مدة المرض, و ذلك يزيل رطوبات البدن التى تجلب النوم فافهم۔

جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ دیگر تین ارکان کو بھی حاصل کر لیتا ہے بخلاف دوسرے تین ارکان کے، کیونکہ جو شخص بھوکا رہے گا اس کا سینہ لوگوں سے تنگ ہو گا پس وہ گوشہ نشینی کو پسند کرے گا اور بے مقصد کلام اس پر بوجھ بنے گا اور اس کی نیند بھی کم ہو گی اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بیمار اپنی بیماری سے شفایاب ہوتا ہے تو کئی دن تک وہ اس حالت میں رہتا ہے کہ اسے نیند نہیں آتی حتیٰ کہ وہ اسے تر چیزوں سے نیند کی دوائی بنا کر دیتے ہیں کیونکہ وہ بیماری کے دنوں میں بھوکا رہا اور اس سے جسم کی رطوبتیں زائل ہو گئیں جو نیند کا باعث ہوتی ہیں۔ پس اس بات کو سمجھ لو۔

فمن شبع و أراد الصمت أو السهر أو العزلة في طاعة الله تعالیٰ مع عدم الخواطر المشغلة عن كمال الإقبال فلا يقدر على ذلك و الله أعلم۔

جو شخص سیر ہو کر کھاتا ہے اور خاموشی، شب بیداری یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ خیالات جو پوری توجہ میں رکاوٹ بنتے ہیں وہ نہ پائے جائیں تو وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مرید کی کتاب اس کا دل

و من شأنه أن لا يكثر من مطالعة كتب القوم و غيرها بل يشتغل بذكر ربه عز و جل فإنه هو الجلاء لقبه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے علاوہ لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ نہ کرے بلکہ اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہے کیونکہ اس سے دل روشن ہوتا ہے۔

و قد كان سيدي الشيخ أبو السعود بن أبي العشاير يقول: كتاب المريد هو قلبه۔

و كان يقول: الأصول التي يبني عليها المريد أمره أربعة أشياء: اشتغال اللسان بذكر الله عز و جل مع حضور القلب، و جبر القلب على جمعه لمراقبة الله عز و جل، و مخالفة النفس والهوى من أجله تعالیٰ، و تصفية اللقمة لعبوديته من الشبهة، و هذه الرابعة هي القطب، و بها

تزکو الجوارح، و یصفو القلب۔ فالمرید الحاذق یعطی نفسه حظها الشرعی من الأکل و یمنعها علی حد سواء بل هو عند بعضهم أشد، لما صح عندهم من تغلیظ العذاب علی من قتل نفسه زیادة علی عذاب من قتل غیره۔ قال: و الإکسیر الذی یقلب عین طینة العبد ذهباً خالصاً هو الإکثار من ذکر اللہ تعالیٰ مع الإخلاص۔

میرے آقا حضرت شیخ ابو السعود بن ابی العشائر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

کتاب المرید هو قلبه۔

مرید کی کتاب اس کا دل ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: مرید کے معاملہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے:

(۱) زبان اللہ کے ذکر میں مشغول ہونا اور اس کے ساتھ دل کا حاضر ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے لئے دل کو زبردستی متوجہ رکھنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے لئے نفس اور خواہشات کی مخالفت کرنا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اپنے کھانے کو شبہ والی چیزوں سے پاک رکھنا اور یہ چوتھی بات قطب کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی کے ذریعے اعضاء پاک ہوتے ہیں اور دل صاف ہوتا ہے۔

پس سمجھ دار مرید کھانے کے سلسلے میں نفس کو اس کا شرعی حق دیتا ہے اور جو چیز اس کو سرکشی میں مبتلا کرے اس سے اسے بچاتا ہے بے شک نفس بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور زیادہ بھوک یا کسی وجہ سے اس پر ظلم کرنا دوسروں پر ظلم کرنے کی طرح ہے اور دونوں برابر ہیں بلکہ بعض بزرگوں کے نزدیک نفس پر ظلم زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات صحیح ثابت ہے کہ جو

شخص خودکشی کرتا ہے اس کو اس شخص کے مقابلے میں زیادہ عذاب ہو گا جو کسی دوسرے شخص کو قتل کرتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندے کے کیچڑ سے بھرے چشمے کو خالص سونے میں بدلنے کے لئے اکسیر یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

قلت: و إیضاح ذلک أن الحق تعالیٰ لا یقرّب الی حضرته إلا من استحیا منه حق الحیاء ولا یصح له أن یستحیی کذلک إلا إن حصل له الکشف و رفع الحجاب، ولا یصح له الکشف إلا بملازمة الذکر، وهذه طریق یصل بها المرید بسرعة۔ و اللہ أعلم

میں کہتا ہوں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرے جس طرح حیاء کا حق ہے اور اس طرح حیاء وہی کر سکتا ہے جسے کشف حاصل ہو اور جس کے پردے اٹھ چکے ہوں، اور کشف تب حاصل ہو گا جب ہمیشہ ذکر کو اختیار کرے۔ اس طریقے سے مرید بہت جلدی اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

طریقت کے حصول کا شوق رکھتا ہو

ومن شأن أن یکون عنده شوق للطریق و أهلها لا یمله ولا یطفیء لهیب قلبه، و قد کان سیدی علی بن وفا رحمه اللہ یقول: من شرط المرید أن یکون باطنه بیت الاحتراق علی الدوام، قال: ویشهد لذلک ما قاله الأطباء من أن برد الرحم سبب فی عدم الحمل۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ طریقت اور اہل طریقت کے حوالے سے باذوق ہو نہ اس سے تھکاوٹ محسوس کرے اور نہ اپنے دل کی روشنی کو بجھنے دے۔ میرے آقا حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

مرید کے لئے شرط ہے کہ اس کا باطن ہمیشہ اس گھر کی طرح ہو جس میں آگ جلتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اس پر اطباء کا یہ قول گواہی دیتا ہے کہ رحم کی ٹھنڈک حمل نہ ہونے کا سبب ہوتی ہے۔

وكذلك المريد متى لم يجد لوعة الوجد، وحرقة الطلب والشقو إلى المقصود، لا يتولد فيه من فيض أستاذه حرارة يظهر منها نتاج، فهو مثل الوقود البارد لا يؤثر فيه القبس إلا دخاناً كالدعاوى الرعونات الحاصلة للنفس الدخيلة بين القوم بغير حق وحرقة وشوق وطلب ووجد إذهى كالصحيفة الرطبة التي لا تثبت عليها كتابة أو كحراق مبلول لا يحرق ولا يعلق فيه قبس۔

اسی طرح مرید جب تک مقصود تک پہنچنے کیلئے وجد کی محبت، طلب کی جلن اور مقصود کی مشقت نہ پائے اس وقت تک اس میں استاذ کے فیض کی حرارت پیدا نہیں ہو سکتی جس سے کوئی نتیجہ نکلے۔ یہ ٹھنڈے ایندھن کی طرح ہے جس میں چنگاری سے صرف دھواں پیدا ہوتا ہے جس طرح دعوے اور تکبر جو اس نفس کو حاصل ہوتے ہیں جو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان حق، جلن، شوق اور طلب وجد کے بغیر داخل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ (بے ذوق مرید) تر کاغذ کی طرح ہے جس پر تحریر باقی نہیں رہتی، یا تر لکڑی کی طرح ہے جو جلتی نہیں اور نہ ہی اس میں چنگاری ہوتی ہے۔

وكان يقول: إياك أن تحسد من اصطفاه الله تعالىٰ عليك من أقرانك وجعله من أهله الطريق دونك وانقادت اليه الأمرائ والأكابر دونك وتقول: أنا تربيت وإياه ونحن نعرف بعضنا، كما يقع فيه كثير من أهل الرعونات۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تمہارے ہم عصر لوگوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں منتخب کیا اور ان کو اہل طریقت سے بنایا تمہیں نہیں بنایا، اور امراء اور اکابر ان کے سامنے جھکتے ہیں، تمہارے سامنے نہیں، ان سے حسد کرنے سے بچو اور یہ بات کہنے سے

بھی بچو کہ میں نے بھی تربیت حاصل کی اور اس شخص نے بھی تربیت حاصل کی اور ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس قسم کی حالت سے بہت سے متکبر لوگ دوچار ہیں۔

بل الواجب علیک أن تکون تلمیذاً له و تتبرک به کما یتبرک به غیرک حیث تعین ذلک علیک بطریقه الشرعی، فمن حسد من رفعه الله علیه ربما مسخ الله صورة قلبه کما مسخ إبلیس من الصورة الملکیة إلی الصورة الشیطانیة حین حسد آدم علیه السلام و تکبر علیه و قال: أنا خیر منه۔

بلکہ تم پر واجب ہے کہ تم ان کی شاگردی اختیار کرو اور ان سے برکت حاصل کرو جس طرح دوسرے لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح تمہیں ان کے شرعی طریقہ پر چلنے میں مدد حاصل ہوگی۔ جو شخص اس آدمی سے حسد کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر بلندی عطا فرمائی ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اس کی قلبی صورت کو مسخ کر دیتا ہے جس طرح ابلیس کی ملکی صورت کو شیطانی صورت میں بدل دیا جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور ان پر تکبر کیا اور کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں۔

قال: و فی ذلک تحذیر عظیم لمن یحسد أحداً ممن رفعه الله علیه من أقرانه و یتکبر علیه و لا یخضع و لا یأتم به۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس میں اس شخص کو سخت ڈرانا ہے جو اپنے ہم عصر لوگوں میں سے ان لوگوں سے حسد کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس پر بلندی عطا فرمائی ہے اور وہ اس پر تکبر کرتا ہے، نہ اس کے سامنے جھکتا ہے اور نہ ہی اس کی اقتداء کرتا ہے۔

و قد أجمع الأشیاخ علی أنه یجب علی الشیخ اذ رأی مریده قد فاقه و علا عن مقامه أن یکون تلمیذاً له و یدخل تحت حکمه کما تقدم، لأن الصادق لیس قصده ریاسة علی العباد و إنما قصده القرب من حضرة الله عز و جل، فإذا رأی من هو أقرب منه إلیها فالواجب علیه أن

يكون تلميذاًله كما وقع لسيدى يوسف العجمى وغيره فربّوا جماعة فبرعوا عليهم فعادوا و أخذوا عنهم رضى الله عنهم أجمعين۔

اس بات پر مشائخ متفق ہیں کہ شیخ پر لازم ہے جب وہ اپنے مرید کو دیکھے کہ اسے اس پر فوقیت اور بلندی حاصل ہوگئی ہے تو وہ اس کا شاگرد بن جائے اور اس کے حکم کا پابند ہو جائے جس طرح پہلے گزر چکا ہے کیونکہ سچا آدمی لوگوں پر سرداری کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب ہوتا ہے۔

پس جب وہ ایسے شخص کو دیکھے جسے بارگاہ خداوندی کا قرب اس کے مقابلے میں زیادہ حاصل ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی شاگردی اختیار کرے جس طرح میرے آقا حضرت یوسف عجمی اور ان کے علاوہ حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے لئے یہ بات پائی گئی ہے۔ انہوں نے ایک جماعت کی تربیت کی لیکن وہ ان پر فوقیت لے گئے تو انہوں نے رجوع کیا اور ان سے تربیت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

الإنسان الخالص

و كان يقول: ما ظهرت السيادة فى أحد إلا و يجعل الله تعالىٰ له أتباعاً يهتدون بهلما عنده من الصلاح و التدبير لتابعه۔ و كان يقول: ما دمت أيها المريد صاحب صفات كريمة فأنت إنسان باقٍ على أصل إنسانيتك لم تنسخ و لم تمسخ فإن نسخت منك الكرائم بالذمائم و العياذ بللّٰه تعالىٰ فقد نسخت منك صفتك الإنسانية بالصورة الشيطانية و صرت شيطاناً ملعوناً۔

وإن خلطت فى التخلق بالصفات لم تكن إنساناً خالصاً و لا شيطاناً خالصاً, وفى ذلك يتفاوت المتفاوتون و الحكم للأغلب۔

حضرت سیدی شیخ ابو السعود بن ابی العشائر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس شخص میں سیادت ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی اتباع کرنے والے پیدا فرما دیتا ہے جو اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں کیونکہ اس کے پاس اس کی اتباع کرنے والوں کے لئے بھلائی اور تدبیر ہوتی ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے کہ اے مرید! جب تک تو اچھی صفات والا ہو گا تو تو انسان ہے اور اپنی اصل انسانیت پر باقی ہے نہ تو تیری انسانیت منسوخ ہو گی اور نہ اسے مٹایا جائے گا۔ اور اگر تیری اچھی خصلتیں بری خصلتوں میں بدل جائیں (العیاذ باللہ) تو تجھ سے تیری انسانی صفات شیطانی صفات میں بدل گئیں اور تو ملعون شیطان بن گیا۔ اور اگر ملے جلے اخلاق ہوں تو خالص انسان نہیں ہو گا اور نہ ہی خالص شیطان ہو گا اس سلسلے میں لوگوں کے مختلف مراتب ہیں اور حکم زیادہ غالب صفات پر لگتا ہے۔

ومن شأنه أن لا يسامح نفسه في الاشتغال بشيء من الأكون فإن في ذلک الحجاب عن الرحمن ومن فعل ذلک ذلّ وهان كما أن من شغل قلبه بالرحمن عزّ و خضعت له الأذقان و تأمل قوله تعالىٰ: يا عبدي خلقت كل شيئ من أجلک و خلقتک من أجلي فلا تشتغل بما خلق لک عما خلقتک له۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ کائنات کے کسی کام میں اپنے نفس کو مشغول نہ رکھے کیونکہ یہ بات رحمن سے حجاب کا ذریعہ ہے اور جو شخص اس طرح کرتا ہے وہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے جس طرح وہ شخص معزز ہوتا ہے جو اپنے دل کو رحمن کے ساتھ مشغول رکھتا ہے ایسے شخص کے سامنے لوگ جھکتے ہیں۔

تم اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرو

يا عبدی خلقت کل شیء من اجلک و خلقتک من اجلی فلاتشغل بما خلق لک عما خلقتک له۔

اے میرے بندے میں نے ہر چیز کو تیرے لئے پیدا کیا اور تجھے اپنے لئے پیدا کیا جس کے لئے تجھے پیدا کیا گیا اس کو چھوڑ کر اس میں مشغول نہ ہو جسے تیرے لئے پیدا کیا گیا۔

(یہ قرآن پاک کی آیت نہیں ہے، غالباً کسی پرانی آسمانی کتاب یا حدیث قدسی سے ہے)۔

وانظر یا أخی إلی الرجل إذا عشق امرأة ینکحها، أو حمارة یرکبها، و صار یخدمها و یمتهن نفسه فی خدمتها، کیف تمتهنه القلوب بعقولها و إن عظمه الناس من الظاهر رغباً و رهباً۔

وانظر إلی الرجل الشحاذ إذا شغل قلبه بربه، و امتهن نفسه فی مرضاته، کیف تعظمه العقول و القلوب، و إن أعرضت عنه لهواً و تکبراً أفافهم۔

اے بھائی! اس شخص کو دیکھو جو کسی عورت سے عشق کرتا ہے تو اس سے نکاح کر لیتا ہے یا کسی سواری سے مانوس ہوتا ہے تو اس پر سوار ہوتا ہے وہ اس کی خدمت کرتا ہے، اور اس کی خدمت میں اپنے آپ کو رسوا کرتا ہے تو دل اپنی عقلوں سمیت کس طرح اس سے نفرت کرے اگرچہ ظاہر میں اس میں رغبت کرتے ہوئے یا اس سے ڈرتے ہوئے اس کی تعظیم کریں اس عقلمند شخص کو دیکھو جب وہ اپنے دل کو اپنے رب کے ساتھ مشغول رکھتا ہے اور اس کی رضا میں اپنے نفس کو ذلت میں ڈالتا ہے تو عقلوں اور دلوں میں کس طرح اس کی عظمت اجاگر ہوتی ہے اگرچہ وہ ہنسی مذاق اور تکبر کے طور پر اس سے دور رہیں۔

و کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: إیاک أیها المرید و المیل آلی صحبة أبناء الدنیا المعرضین عن طریق شیخک فإن کل مرید تجمل بصحبة أبناء الدنیا فکأنه نادی علی نفسه بأنه ممن أهانه ربه و من یهن الله فما له من مکرم و فی القرآن العظیم: "فاعرض عن من

تولی عن ذکرنا ولم یرد إلا الحیاۃ الدنیا" أی وأقبل بکلیتک علینا وعلی من یریدنا تسلم و تغنم واللہ أعلم۔

اور میرے آقا حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے آپ کو ان دنیا داروں کی صحبت کی طرف میلان سے بچاؤ جو تیرے شیخ کے راستے سے منہ پھیرتے ہیں بے شک جو مرید دنیاداروں کی صحبت سے جمال اختیار کرتا ہے گویا وہ اعلان کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے رب کی توہین کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی توہین کرے اس کی عزت کرنے والا کوئی نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (النجم ۲۹)

توتم اس سے منہ پھیرو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

یعنی مکمل طور پر ہماری طرف اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو ہمارا ارادہ کرتے ہیں، تاکہ سلامت رہو اور غنیمت پاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وکان یقول: کلما أغفل قلبک عن ربک فهو عدو لربک فأعرض عنه وتبرأ منه إلی ربک وتوجه بقلبک وجسدک إلی خالقک تکن أوّاهاً فتأمل فیما قلته لک فإن صدیق العدو عدو۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جب تمہارا دل تمہارے رب سے غافل ہو جائے تو وہ تیرے رب کا دشمن ہے اس سے منہ پھیر لے اور اس سے بیزار ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جا

اور اپنے دل اور جسم کے ساتھ اپنے خالق کی طرف توجہ کر۔ تو بہت آہ کرنے والا، بردبار ہو جائے گا پس میں نے تمہیں جو کچھ کہا ہے اس میں غور کرو۔ فان صدیق العدو عدو (بے شک دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے)۔

اعمال اور عبادت پر اجرت طلب نہ کرے

ومن شأنه أن يرفع همته عن طلب الأجر على أعماله و عباداته۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنی ہمت کو اپنے اعمال اور عبادات پر اجرت طلب کرنے سے بلند رکھے۔

فقد كان سيدى على بن وفا يقول: من طلب أجراً على عمله فهو امرأة و إن كان له لحية فإن الرجال للمنن القدسية و النساء للزينة الحسية فأيما امرأة تعلقت همتها بالمنن القدسية فهي رجل و إيما ذكر تعلقت همته بالزينة الحسية فهو امرأة۔ و كان يقول: مادمت أيها المريد مع الاضداد فأنت في غلبة فإذا خلصت منهم فقد استرحت من هذه الغلبة۔

و كان يقول: اثبت أيها المريد تنبت فما نبتت قط عروق شجرة قطعت عمرها في التنقل من مغرس إلى مغرس۔

میرے آقائے نعمت حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے عمل پر اجر طلب کرتا ہے وہ عورت ہے اگرچہ اس کی داڑھی ہو کیونکہ مرد بارگاہ اقدس کے احسانات کیلئے ہیں اور خواتین ظاہری زینت کے لئے ہیں پس جو عورت اپنی ہمت کو سنن قدسیہ سے متعلق کرے وہ مرد ہے اور جو مرد اپنی ہمت کو حسی زینت سے متعلق کرے وہ عورت ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے، اے مرید جب تک تم اضداد (مخالف چیزوں) کے ساتھ ہوگے تب تک مغلوب رہوگے جب تم ان سے چھٹکارا پالوگے تو اس غلبے سے تمہیں آرام ملے گا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اے مرید! ثابت قدم رہو، اس سے تم پروان چڑھو گے۔ اس درخت کی شاخیں نہیں اگتیں جسے عمر بھر ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ گاڑھنے کا عمل جاری رہے۔

وكان يقول: اقتل أيها المريد نفسك بالتجرد عن صفاتها الردية يبدلك الله تعالىٰ مكانها نفساً زكية ثم إن جملت كذلك هذه النفس الزكية بالتجرد عن الدعاوى الغويّة فهي خير زكاة و أقرب رحماً۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے نفس کو اس کی گھٹیا صفات سے خالی کرنے کے ساتھ ہلاک کرو اللہ تعالیٰ اسے پاک نفس سے بدل دے گا۔ پھر اسی طرح اگر تم اس پاک نفس کو گمراہ کن دعوؤں سے خالی کرنے کے ساتھ زینت دوگے تو یہ بہترین پاکیزگی اور رحمت کے زیادہ قریب ہوگا۔

آزمائشوں پر صبر کرنا

ومن شأنه أن يصبر على ما يقع له في الطريق من الامتحانات، فإنه لا بد لكل صادق من ذلك شاء أم أبى، إذ لا يصطفيه الحق تعالىٰ وهو يميل إلى أحد سواء، فاذا قام عليه الخلق بالإنكار والرمي بالزور والبهتان نفرت نفسه منهم ضرورة و تجردت إلى محبة الحق تعالىٰ۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ طریقت میں وہ جن آزمائشوں سے گزرے ان پر صبر کرے کیونکہ ہر سچے آدمی کو آزمائش سے گزرنا ہوتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے

اس حالت میں منتخب نہیں فرماتا جب وہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف میلان رکھے۔ جب مخلوق اس پر اعتراض کرے اور اس کو جھوٹا قرار دے، اس پر بہتان باندھے تو لازمی طور پر نفس ان سے نفرت کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی محبت کے لئے خالص ہو جاتا ہے۔

و قد کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: إذا قال المرید الصادق عند رمیه بالبهتان و ظهور براءته من الریب و ما أبریء نفسی، قال الملک: ائتونی به أستخلصه لنفسی، و إذا قال المرید الکاذب عند رمیه بالبهتان: أنا منزه عن مثل ذلک و صار یزکی نفسه، قیل له: أنت لا تصلح لتقریب الملوک، ارجع إلی سیاسة الدواب و عمل الحرف۔

میرے آقائے نعمت حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب سچے مرید پر بہتان باندھا جائے حالانکہ شک سے اس کی برأت ظاہر ہو تو اس وقت وہ کہے وما ابرئ نفسی (میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا) تو بادشاہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے اس کو میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے نفس کے لئے خاص کر لوں۔ اور جب جھوٹا مرید بہتان کے وقت کہے میں اس سے پاک ہوں اور وہ اپنے نفس کو پاک قرار دے تو اس سے کہا جاتا ہے تو بادشاہ کے قرب کی صلاحیت نہیں رکھتا، تو جانور کی خدمت اور مختلف پیشوں کے عمل کی طرف چلا جا۔

و کان یقول إذا قبل المرید النصیحة أمن من الفضیحة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے:

اذا قبل المرید النصیحة امن من الفضیحة۔

جب مرید نصیحت قبول کرے تو شرمندگی سے بچ جاتا ہے۔

و کان یقول: أیها المرید إیاک و مخالطة الحجاب الغافلین عن ذکر الله عز و جل فإنهم یحجبونک عن ربک۔

آپ مزید فرماتے ہیں: اے مرید! اپنے آپ کو ان لوگوں کے حجاب کے ساتھ ملانے سے باز

رہو جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہیں وہ مجھے بھی اپنے رب سے حجاب (پردے) میں کر دیں گے۔

و قد کان سیدی علی بن وفا رحمہ اللہ یقول: مشاھدۃ الغافلین عن ذکر اللہ تعالیٰ عقوبۃ یعاقب اللہ تعالیٰ بھا المرید و لیست بعقوبۃ علی أئمۃ الھدی من أطباء القلوب لأن قلوبھم قد حییت حیاۃ ثانیۃ۔

وہ مزید فرماتے تھے:

مشاھدۃ الغافلین عن ذکر اللہ تعالیٰ عقوبۃ۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل لوگوں کا مشاہدہ ایک عذاب ہے۔

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مرید کو عذاب دیتا ہے اور جو دلوں کے طبیب ہدایت یافتہ ائمہ ہیں ان کے لئے یہ (مشاہدہ) عذاب نہیں ہے کیونکہ ان کے دلوں کو دوسری زندگی حاصل ہو چکی ہے۔

جنت میں بغیر بالوں کے داخل ہونے کی وجہ

و کان یقول: إیاک أیھا المرید أن تشغل قلبک بشیء من الملاذ الفانیۃ فإنھا کالشعر النابت فی القلب، و إذا انبتت شعرۃ واحدۃ فی القلب مات صاحبہ لوقتہ، لذلک جعل اللہ تعالیٰ محل الشعر ظاهر جلد الإنسان دون باطنه، ومن هنا تفهم إن كنت تفهم حكمة دخول المؤمنین الجنۃ جرداً مرداً مکحلین متعاضدین علی قلب رجل واحد، أی لأنہ لو نبت علی أجسادھم الشعر لماتوا لأنھم کلھم قلوب جسماً و روحاً لا حجاب لھم عن ربھم فافھم۔

اے مرید! اپنے دل کو فانی لذتوں میں مشغول رکھنے سے بچاؤ، یہ دل میں اگنے والے بال کی طرح ہے جب کسی دل میں ایک بال بھی اگے اس دل والا اسی وقت مر جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بالوں کی جگہ انسانی جلد کے ظاہر کو بنایا اس کے باطن کو نہیں۔

یہاں سے تمہیں یہ بات سمجھ آجائے گی اگر تم سمجھنا چاہو کہ مؤمن کے جنت میں بالوں سے پاک جسم، سرمہ لگائے ہوئے، ایک شخص کے دل پر باہم مددگار داخل ہونے کی حکمت کیا ہے۔ یعنی اگر (جنت میں) ان جسموں پر بال اُگ جائیں تو وہ مر جائیں کیونکہ وہ سب جسمانی اور روحانی طور پر دل ہی ہوں گے ان کے لئے اپنے رب سے حجاب نہیں ہو گا۔ اس بات کو سمجھو۔

وكان يقول: جاهد نفسك أيها المريد بالرياضة لها في هذه الدار فإنها مركبك على الصراط، فإن تركت رياضتها هنا وقع لك على الصراط ما يقع لمن ركب الدابة الحروف التي تضربها فتشمص وتتأخر بك إلى وراء وتزوغ بك يميناً وشمالاً، فكيف حالك إذا ركبت من هذه صفته على صراط أدق من الشعر وأحدّ من السيف؟ وكان يتأوه كثيراً ويقول: آه آه آه لم أجد إلى الآن مريداً صادقاً على حكم المطابقة، ولو وجدته لكنت أنا هو۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اس دنیا میں نفس کو ریاضت میں ڈالنے کے ذریعے مجاہدہ کرو، بے شک یہ پل صراط پر تمہاری سواری ہو گا۔ اگر تم اس جگہ اس کو مشقت میں نہیں ڈالو گے تو تمہیں پل صراط پر اس بات کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا سامنا وہ شخص کرتا ہے جو اکھڑ مزاج گھوڑے پر سوار ہوتا ہے جس کو وہ مارتا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر تجھے پیچھے رکھتا ہے اور تجھے دائیں اور بائیں جھکاتا ہے تو تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم پل صراط پر اس قسم کی سواری پر سوار ہو گے اور وہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

لم اجد الی الآن مریدا صادقا علی حکم المطابقة ولو وجدته لکنت انا هو۔

آہ آہ آہ اس وقت تک مجھے کوئی ایسا مرید نہیں ملا جو مطابقت کے حکم میں سچا ہو اگر میں نے ایسا مرید پایا تو وہ میں ہی ہوں گا۔

ومن شأنه أن يكون ناهض الهمة، خفيفاً في أمر الطهارة بسرعة، فلا يزيد على الغسلات

الشرعية، فإن ذلک من وساوس الشيطان۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ بلند ہمت ہو اور جلدی جلدی طہارت کے حصول میں ہلکا پھلکا ہو اور شرعی طور پر جن طہارتوں کا حکم ہے ان پر اضافہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کے وساوس میں سے ہے۔

كن نظيف الباطن و الظاهر

كان سيدى على بن وفا رحمه الله يقول: إياک أيها المريد الصادق أن تشتغل بطهارة ثيابک و بذلک تنسى طهارة قلبک كما عليه طائفة الموسوسين فإن ذلک يشغلک عن تدقيق النظر فى تطهر قلبک فتضيع الوقت و تكتسب المقت و عليک بالطهارة الحقيقة وهى أن تلجأ إلى الله تعالىٰ و تتضرع إليه أن يطهرک بصلاته الطيبات، و يزكيک بتحياته المباركات، و يطيبک للموت و يطيب الموت لک و يجعل فيه راحة قلبک و روحک، و أن يحيى روحک بمعرفته و مشاهدته، و ها أنت قد وجدت البحر المحيط العذب الصافى فتطهر منه، و قل الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفىٰ۔

سیدی علی بن وفاءرحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے سچے مرید! اپنے کپڑوں کی صفائی میں مشغولیت سے بچتا رہ، ورنہ تو دل کی طہارت کو بھول جائے گا جس طرح وساوس میں پڑنے والا گروہ کرتا ہے یہ عمل تجھے دل کی طہارت میں گہری نظر سے پھیر دے گا اور یوں تیرا وقت ضائع ہو گا اور تجھے اللہ کی ناراضگی (العیاذ باللہ) حاصل ہو گی، تجھ پر حقیقی طہارت لازم ہے اور وہ اس طرح ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ حاصل کر اس کی بارگاہ میں آہ وزاری کر وہ اپنی پاک رحمتوں کے ذریعے تجھے پاک کر دے گا اپنے مبارک سلاموں کے ذریعے تیرے دل کو پاک کر دے گا تجھے موت کے لئے طیب وطاہر بنادے گا اور تمہارے لئے موت اچھی ہو جائے گی اور وہ اس میں تمہارے دل اور روح کو آرام پہنچائے گا اپنی معرفت اور مشاہدہ کے ذریعے تجھے زندگی عطا کرے گا۔ اور سنو! تم نے میٹھے

صاف پانی کا وسیع سمندر پالیا پس اس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں پر سلام ہو۔

وکان سیدی أبوالحسن الشاذلی رحمه الله یقول: إذا کثرت علیک أیها المرید الخواطر والوساوس فتوجه بقلبک إلی شیخک، فإن لم تزل فتوجه إلی ربک، و قل: "سبحان الملک القدوس إن یشأ یذهبکم و یأت بخلق جدید و ما ذلک علی الله بعزیز" و یخاطب بذلک الوساوس۔

میرے آقائے نعمت حضرت ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! جب تو وسوسوں اور خیالات کی کثرت کا شکار ہو جائے تو اپنے دل کو اپنے شیخ کی طرف متوجہ کر دے اگر پھر بھی زائل نہ ہو تو اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر کہو: "سبحانَ الملِکِ القدوسِ اِن یَّشاءیُذهِبکُم ویأت بِخَلقٍ جدیدٍ وّ ما ذالک علٰی اللہ بِعزیز۔ (میں پاک بادشاہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں)۔"

وکان یقول: إذا ثقل الذکر علی لسانک و کثر اللغو فی مقالک فاعلم أن ذلک من عظیم أوزارک أو لکون نفاق فی قلبک، فتب إلی الله من ذنوبک و اعتصم بللّه یکفیک و یصلح حالک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تمہاری زبان پر ذکر ثقیل ہو جائے اور تمہاری گفتگو میں لغو باتیں زیادہ ہو جائیں تو جان لو کہ یہ تمہارے بہت بڑے بوجھوں سے ہے یا اس لئے کہ تمہارے دل میں نفاق ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور اس کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے پکڑ لے وہ تیرے لئے کافی ہو گا اور تیری حالت کو درست کر دے گا۔

وکان یقول: إذا انتصر المرید لنفسه و أجاب عنها فاعلموا أن الله تعالیٰ لم یرد أن یؤهله لأن یکون من أهل حضرته۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جب مرید اپنے نفس کی طرف داری کرے اور اس کی طرف سے جواب دے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بارگاہ کے مقربین میں سے بنانے کا ارادہ نہیں کیا۔

وکان یقول: إذا رأیتم المرید یتهاون فی قراءة تکبیرة الإحرام فاعلموا أنه لا یجیء منه شیء فی الطریق۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم مرید کو دیکھو کہ وہ تکبیر تحریمہ میں کوتاہی کرتا ہے تو جان لو کہ اس سے طریقت میں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

وکان یقول: لا تؤخر أیها المرید طاعة وقت لوقت آخر فربما عوقبت بفواتها أو بفوات غیرها أو مثلها جزاء لما کفر من نعمة ذلک الوقت فإن لکل وقت سهماً من الإقبال علی الله تعالیٰ من عبده بحکم الربوبیة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: اے مرید! ایک وقت کی عبادت کو دوسرے وقت تک مؤخر نہ کرو۔ بعض اوقات اس عبادت کے فوت ہونے یا کسی اور عبادت کے فوت ہونے کی وجہ سے یا اس کی مثل کے فوت ہونے کی بنیاد پر تجھے سزا ملے گی کیونکہ اس وقت کی نعمت کی ناشکری کی گئی اس لئے کہ ہر وقت کے لئے اس بات کا حصہ ہے کہ بندہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کیونکہ وہ اس کا رب ہے۔

وکان رضی الله عنه یقول: من أراد عز الدارین فلیدخل فی هذا المذهب الذی نحن فیه یومین! فقال له قائل: وکیف ذلک؟ قال: یفرق الأصنام التی هی الألوهیة المذمومة عن قلبه أول یوم ویرح من الدنیا بدنه فی ثانی یوم ثم یکن کیف شاء فإن الله تعالی لن یدعه بلا مدد یمدّه به ولو لم یکن له شیخ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص دونوں جہانوں کی عزت چاہتا ہے وہ دو دن ہمارے مذہب میں داخل ہو جائے کسی شخص نے آپ سے پوچھا یہ کس طرح ہو گا؟ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہلے دن اپنے دل سے قابل مذمت معبودوں کو نکال دے اور دوسرے دن دنیا سے اپنے بدن کو آرام دے پھر جس طرح چاہے ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو مدد کے بغیر نہیں چھوڑے گا وہ اس کی مدد فرمائے گا اگرچہ اس کا کوئی مرشد نہ ہو۔

وکان یقول: حصول العزّ للمرید علی قدر ترکہ ھواہ فمن ترک نصف أھویتہ حصل لہ نصف العز، وکذلک القول فی الثلث والربع والخمس والسدس وغیرھا، فمن طلب العز الکامل فلیترک جمیع الأھویۃ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: مرید کے لئے عزت کا حصول اس قدر ہوتا ہے جس قدر وہ اپنی خواہش کو چھوڑتا ہے پس جو شخص اپنی خواہشات کے نصف کو ترک کرتا ہے اسے نصف عزت حاصل ہوتی ہے اسی طرح تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے حصے کا حکم ہے اور جو شخص کامل عزت چاہتا ہے وہ اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ دے۔

وکان یقول: من أدب المرید الصادق أن لا یمد رجلیہ بحضرۃ الناس عبثاً وإنما یمدھا للاستراحۃ من التعب ومثل ذلک لا یؤاخذ بہ المرید إن شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: سچے مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے بلاوجہ پاؤں نہ پھیلائے البتہ تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کی خاطر پھیلا سکتا ہے اس صورت میں اس کا مواخذہ نہیں ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ومن شأنہ إن دخل فی الطریق وھو متزوج أن لا یطلق أو عازب أن لا یتزوج إلا بإذن الشیخ، وذلک لأن طریق القوم لیست بالرھبانیۃ ولا بأکل الشعیر غیر منخول وإنما الطریق حفظ المرید أوقاتہ عن الضیاع فی اللھو والغفلۃ، وعدم الملل من العبادات فإن طریق القوم

جهاد لا صلح فیہ۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ اگر وہ طریقت میں داخل ہوتے وقت شادی شدہ تھا تو اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر طلاق نہ دے اور اگر غیر شادی شدہ تھا تو مرشد کی اجازت کے بغیر شادی نہ کرے۔ اور یہ اس لئے کہ صوفیاء کا طریقہ رہبانیت نہیں ہے اور نہ ہی اس طریقت میں ان چھنے جو (کی روٹی) کھانا ہے بلکہ صوفیاء کرام کا طریقہ مرید کا اپنے وقت کو لہو و لعب اور غفلت میں ضائع کرنے سے بچانا اور عبادات میں سستی نہ کرنا ہے۔ بے شک اس قوم کا طریقہ جہاد (مجاہدہ) ہے جس میں کوئی صلح نہیں ہے۔

قال سیدی علی الخواص رحمه الله: و إنما لم یأمر القوم المرید فی بدایة أمره أن یطلق زوجته أو یترک حرفته أو وظفیته، لأنه فی مقام التألیف، فلذلک لم یأمروه بما یشق علی نفسه عادة، و أخذ یعمل علی حذف العلائق شیئاً بعد شیء، حتی ینکشف حجابه و یکون هو الخارج عن أمور الدنیا بانشراح صدر لما یری لنفسه فی ذلک من الحظ و المصلحة۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: صوفیاء کرام ابتداء میں مرید کو یہ حکم نہیں دیتے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے یا اپنے پیشے یا وظیفے کو چھوڑ دے کیونکہ وہ دل کو نرم کرنے کے مقام میں ہوتا ہے اس لئے وہ اسے ایسی بات کا حکم نہیں فرماتے جو عام طور پر نفس کو مشکل معلوم ہو۔ اور وہ ان دنیوی تعلقات کو تھوڑا تھوڑا کر کے چھوڑتا ہے حتیٰ کہ اس کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور وہ کھلے دل کے ساتھ امور دنیا سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ اس میں اپنے نفس کا حصہ اور بہتری پاتا ہے۔

و کان سیدی أبو الحسن الشاذلی رحمه الله یقول: من علامة المرید کثرة العمل علی الصدق و الإخلاص و عدم طلب العوض علی عبادته من الله، فإن عبد الأجرة لا قیمة له، و لا یمکنه المؤجر من الدخول علی حرمه فی غیبته، و بمجرد ما یأخذ أجرته یفارق السید و یذهب، و لا هکذا عبد الرق۔

میرے آقا حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان یہ ہے کہ وہ صدق اور اخلاص کے ساتھ اور عبادت پر اللہ تعالیٰ سے عوض نہ طلب کرتے ہوئے کثرت سے عمل کرے، کیونکہ جو اجرت کا بندہ ہے اس کا کوئی مقام نہیں اور اجرت دینے والا اپنی عدم موجودگی میں اسے اپنے حرم میں داخل ہونے نہیں دیتا۔

وکان یقول: إن اللہ تعالیٰ لا یعطی الکرامات لمن طلبها أو حدّث بها نفسه، ولو أن القوم أحبوا أن یعرفوا ما عُرفوا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کرامات عطا نہیں فرماتا جو طلب کریں یا جن کے دل میں خیال بھی پیدا ہو اور اگر یہ لوگ اپنی پہچان کرانا پسند کریں تو ان کی پہچان نہیں ہوتی

وکان یقول: متی أقبل المرید علی الوقوف مع مراعاته من الخلق قبل بلوغه درجات الکمال سقط من عین رعایة اللہ عز وجل، ومتی أصغی إلی مجرد مدح الناس له فتلذذ أهلک مع الهالکین۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب مرید کمال کے درجات پر پہنچنے سے پہلے مخلوق سے مراعات حاصل کرنے کے ساتھ رک جائے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ اور جب صرف لوگوں کی طرف سے تعریف کا خواہشمند ہو اور اس سے لذت حاصل کرے تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔

وکان یقول: إذا غفل المرید عن ذکر اللہ نفساً واحداً صحبه الشیطان فهو له قرین، إذ الشیطان بالمرصاد لمن أقبل علی اللہ عز وجل فهو واقف تجاه قلبه فمتی رأی الغفلة دخلت قلبه دخلل، ومتی رأی الذکر دخل قلبه خرج، فمن لم یداوم علی ذکر اللہ تعالیٰ ☐ فهو ملعبة

للشيطان، وإذا كان الشيطان يدنس قلب المريد و ينجسه إذا دخل في النهار مرة واحدة، فكيف بقلب باض الشيطان فيه و فرّخ أو كان مريد طول نهاره يدخل فيه الشيطان و يخرج، فضلاً عن كونه مستقراً فيه؟

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید ایک گھڑی بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو شیطان اس کی صحبت اختیار کرلیتا ہے اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں شیطان ان کی گھات میں ہوتا ہے اور اس کے دل کے مقابل کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جب دیکھتا ہے کہ وہ غفلت کا شکار ہو گیا ہے تو وہ اس کے دل میں داخل ہو جاتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اس کے دل میں ذکر داخل ہوا ہے تو شیطان دل سے نکل جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمیشہ نہیں کرتا وہ شیطان کا کھلونا ہوتا ہے اور جب شیطان مرید کے دل کو میلا اور ناپاک کر دیتا ہے جب کہ وہ دن میں ایک بار داخل ہوتا ہے تو اس دل کا کیا حال ہو گا جس میں شیطان انڈے دیتا ہے اور چوزے نکالتا ہے یا وہ ایسا مرید ہے کہ دن بھر شیطان اس میں داخل ہوتا اور نکلتا رہتا ہے چہ جائیکہ اس میں ٹھکانہ نہ بنالے۔

ومن شأنه أن لا يتقلق من تنكرات الأحوال عليه أول دخوله في الطريق، فكثيراً ما تتحول الدنيا من يد المريد أول دخوله الطريق فربما قال ولو في نفسه: ما كان لي حاجة باتباع طريق الفقراء، فينتقض عهده فلا يفلح بعد ذلك۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ طریقت میں داخل ہوتے وقت جو حالات اس کے لئے غیر معروف ہوتے ہیں ان سے اس کا دل پریشان نہ ہو، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب مرید طریقت کو اختیار کرتا ہے تو دنیا اس سے پھر جاتی ہے اور بعض اوقات وہ کہتا ہے چاہے دل میں ہی کہے، کہ مجھے فقراء

کے راستے کی اتباع کی ضرورت نہیں، تو اس طرح اس کا وعدہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد اسے فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

وکان الشیخ أبو الحسن الشاذلی رحمه الله یقول: إذا ضیق الله علیک أیها المرید و سد علیک أبواب الرزق و قسی علیک قلوب عباده، فاعلم أنه یرید أن یوالیک فاثبت ولا تضجر۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! جب اللہ تعالیٰ تجھے تنگی میں مبتلا کرے اور تجھ پر رزق کے دروازے (بظاہر) بند کر دے اور تجھ پر اپنے بندوں کے دلوں کو سخت کر دے تو خبردار ہو جا کہ تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے پس ثابت قدم رہو اور تنگ دل نہ ہو جاؤ۔

وکان یقول: بصیرة المرید کالبصر أدنی شیء یقع فیها یعطل النظر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے:

بصیرة المرید کالبصر ادنی شیء یقع فیها یعطل النظر۔

یعنی مرید کی بصیرت آنکھ کی طرح ہے اس میں چھوٹی سی چیز بھی داخل ہو تو وہ اس کو بیکار کر کے چھوڑ دیتی ہے۔

وکان یقول: کل مرید ادّعی فتح بصیرته و عنده بقیة طمع فیما بأیدی الناس فهو کاذب، فإن من فتح الله عین بصیرته لا یصح أن یعلق قلبه بمخلوق، لأنه یجد الخلق کلهم فقراء لا یملکون شیئاً مع الله تعالیٰ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اپنی بصیرت کے کھلنے کا دعوی کرے اور اس کے ہاں ان چیزوں کے بارے میں معمولی سی لالچ بھی ہو جو چیزیں لوگوں کے پاس ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی نگاہ بصیرت کو کھول دیتا ہے اس کے لئے درست نہیں کہ اس کے دل کا مخلوق کے ساتھ کوئی تعلق ہو کیونکہ تمام مخلوق کو محتاج پاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے۔

وكان يقول: لا يترقى مريد قط إلا إن صحت محبة الله له، ولا يحبه الله حتى يبغض الدنيا وأهلها ويزهد فى نعيم الدارين وفى كل شيء يشغله عن مشاهدة ربه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جب تک وہ دنیا اور دنیاداروں سے نفرت نہ کرے اور دونوں جہانوں کی نعمتوں سے اور ہر اس چیز سے بے رغبت نہ ہو جائے جو اس کو اس کے رب کے مشاہدے سے دور رکھتی ہے۔

فعلم أن كل مريد أحب الدنيا فللّٰه يكرهه على حسب محبته لها كثرة وقلة، وكل مريد أحب نعيم الآخرة سوى شهود الحق واقتصر على ذلک النعيم بقلبه، حجب عن الله عز وجل، فإن نهاية الدار الآخرة أن فيها الأكل والشرب واللباس والنكاح وغير ذلک كعلف الدابة حقيقة، فليقدر العبد نفسه دابة، فإنه يجد سيده لا ينساه فهو حاصل له، وطلب الحاصل تضييع للوقت، إنما الشأن أن يطلب مجالسة ربه عز وجل فى الدنيا والآخرة، فهذا هو النعيم المطلوب للعارفين فى الدارين۔

پس معلوم ہوا کہ ہر وہ مرید جو دنیا سے محبت کرتا ہے تو جس قدر وہ دنیا سے محبت کرتا ہے زیادہ یا کم اسی قدر اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو شخص آخرت کی نعمتوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری اس کا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کا دل صرف ان نعمتوں کے ساتھ لٹکا رہتا ہے وہ

اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رہتا ہے کیونکہ آخرت کی انتہا تو صرف یہی ہے کہ اس میں کھانا، پینا، نکاح اور لباس وغیرہ ہیں تو درحقیقت یہ جانور کے چارے کی طرح ہیں تو بندے کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو جانور خیال کرے وہ اپنے مالک کو پاتا ہے اور اسے نہیں بھولتا تو یہ بات اسے حاصل ہے اور حاصل چیز کی طلب وقت کو ضائع کرتی ہے۔ اس کا کام تو یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اپنے رب کی مجلس طلب کرے، عارفین کے لئے دونوں جہانوں میں مطلوب نعمت یہی ہے۔

فلولا مشاهدته تعالیٰ فی العبادات ما أحبوها, ولولا مشاهدته فی الجنة ما أحبوها, فهی محبوبة لما فيها من المشاهدة لا لغيرها۔

اگر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو عبادات میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ ہوتا تو وہ عبادات کو پسند نہ کرتے اور اگر انہیں جنت میں اس کا مشاہدہ نہ ہو تو وہ اسے بھی پسند نہ کریں گے۔ لہٰذا جنت ان کو محض اس لئے محبوب ہوتی ہے کہ اس میں مشاہدہ ہوتا ہے۔

متی یکون المرید صادقاً؟

وكان يقول: لا يصح لعبد مجالسة الحق جل وعلا فی الدنيا والآخرة وهو يميل إلى شيئ من الكونين, فإنه لا يجالس الله إلا عبد الله, وأما غيره فهو مجالس لما أحب من الأكون لا يرقی عن ذلک۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو بندہ دونوں جہانوں کی کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہے اس کیلئے دنیا اور آخرت میں بارگاہ خداوندی کی مجلس درست نہیں کیونکہ اللہ

تعالیٰ کے ہاں اس کی مجلس درست ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے جبکہ دوسرا شخص کائنات میں سے کسی چیز سے محبت کرکے اس کی مجلس اختیار کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس سے ترقی نہیں کرتا۔

وكان يقول: حيث أطلقنا نعم الدنيا فالمراد بها المال، والطعام، والكلام، والمنام۔ فالمال يطغي، والطعام يقسي، والكلام يلهي، والمنام ينسي۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب ہم دنیا کا مطلق ذکر کرتے ہیں (کسی چیز کا نام نہیں لیتے) تو اس سے مراد مال، کھانا، کلام اور نیند ہے۔ (**فالمال يطغي**) مال سرکش بناتا ہے (**والطعام يقسي**) کھانا دل کو سخت کرتا ہے، (**والكلام يلهي**) کلام (فضول باتیں) لہو ولعب میں مشغول کرتا ہے اور (**والمنام ينسي**) نیند نسیان پیدا کرتی ہے۔

وكان يقول: أبق لك أيها المريد شيئاً من الدنيا يكفيك عن سؤال الناس وعن أكل الصدقات، ولا تسرف في ترك الدنيا بالكلية فربما تغشاك ظلتها وتنحل أعضاؤك لها فهر أفترجع لمعانقتها بعد الخروج منها، إما بالهمة، أو بالفكرة، أو بالإرادة، أو بالحركة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے لئے دنیا میں سے اس چیز کو باقی رکھو جو تمہیں لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور صدقات کھانے سے بچائے، دنیا کو بالکل چھوڑنے کے ذریعے حد سے نہ بڑھ جاؤ ورنہ کسی وقت اس کا سایہ تمہیں ڈھانپ لے گا اور تمہارے اعضاء اس کے سامنے ٹوٹ جائیں گے کیونکہ وہ تم پر غالب آجائے گی۔ پس تم اس سے مضائقہ (حرج) کی طرف لوٹ جاؤ گے جب کہ تم اپنی ہمت یا فکر یا ارادے یا حرکت کے ساتھ اس سے نکل گئے تھے۔

وكان يقول: خصلتان إذا فعلهما العبد صار عن قريب إماماً يقتدى به الناس، وهما: الإعراض عن الدنيا، واحتمال الأذى من الإخوان مع الإيثار۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: دو کام ایسے ہیں کہ جب بندہ ان پر عمل کرے تو وہ عنقریب امام بن جائے گا اور لوگ اس کی اقتداء کریں گے اور وہ (**الاعرض عن الدنيا واحتمال**

الاذیٰ من الاخوان الایثار) یعنی دنیا سے منہ پھیرنا اور اپنے بھائیوں کی طرف سے تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ ایثار کرتا ہے۔

وکان یقول: کل مرید تھاون بارتکاب معصیة واحدة لا یجیء منه شیء فی الطریق، وربماردّته تلک المعصیة إلی حالة أنزل مما کان فیه قبل دخوله الطریق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جو مرید کسی ایک گناہ کے ذریعے بھی ذلت ورسوائی اختیار کرتا ہے، وہ طریقت میں کچھ بھی نہیں کر سکتا اور بعض اوقات وہ گناہ اسے اس مرتبہ سے بھی نیچے اتار دیتا ہے جو مرتبہ اسے طریقت میں شامل ہونے سے پہلے حاصل تھا۔

وکان یقول: لا یکون المرید صادقاً حتی یترک المعاصی جملة وتفصیلاً ویترک المیل إلی الدنیا صورة وتمثیلاً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک تمام گناہوں کو بالتفصیل نہ چھوڑ دے نیز دنیا کی طرف صورت یا مثال کی شکل میں میلان کو بھی چھوڑ دے۔

وکان یقول: من أضر شیء علی المرید الإکثار من الأعمال الصالحة لیحمد علی ذلک فلا یزداد بکثرتها إلا طرداً ومقتاً، وهذا أمر یخفی علی کثیر من المریدین، قال: ومن هنا أوجبوا اصطلاحاً علی المرید الإسرار بأعماله حسب الطاقة حتی یقوی ویتمکن۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ وہ اچھے کام اس لئے زیادہ کرے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے۔ پس زیادہ عبادت کی وجہ سے اسے صرف اللہ تعالیٰ سے دوری اور ناراضگی میں اضافہ ہو گا۔ یہ بات اکثر مریدین کو معلوم نہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اسی وجہ سے (اہل طریقت نے) اپنے مریدوں کی اصلاح کے لئے یہ بات لازم فرمائی کہ جس قدر ممکن ہو وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھیں حتیٰ کہ وہ اس سلسلے میں مضبوط اور قوی ہو جائیں۔

وكان يقول: ربما فعل المريد أمراً يحمد عليه ولا يقصده فيظن أنه مخلص فيه والحال أنه من وجه آخر مُراء، و ذلک کأن يرد مثلاً ما يعطيه له الناس تعففاً، فيحمده الناس على ذلک، فيصغي إلى مدحهم فيرجع عمله إلى الرياء ولو لم يقصد ذلک أولاً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: بعض اوقات مرید ایک کام کرتا ہے جس پر اس کی تعریف کی جاتی ہے لیکن اس کا ارادہ نہیں ہوتا اس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اس میں مخلص ہے لیکن حال یہ ہے کہ وہ دوسری وجہ سے ریاکار ہوتا ہے وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر کوئی چیز عطیہ دیتے ہیں لیکن وہ اپنے دامن بچانے کی خاطر اسے واپس کر دیتا ہے۔ پس اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور وہ ان کی تعریف کو غور سے سنتا ہے تو یوں اس کا عمل ریاکاری کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں اس کا ارادہ نہیں ہوتا۔

وكان يقول: من ادعى أنه خلص من محبة الحمد على الطاعات فليمتحن نفسه بما لو ذمه الناس، فإن تغير للذم فهو يتغير للمدح۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ عبادات پر تعریف کی چاہت سے خالی ہے تو وہ اپنے نفس کا اس طرح امتحان لے کہ اگر لوگ اس کی مذمت کریں تو اگر مذمت پر اس کے چہرے کا رنگ بدل جائے تو وہ تعریف کے لئے بدلا ہے۔

إياک والاعتراض

وكان يقول: من أضر شيء على المريد الصادق اعتراضه على أحوال الرجال، ومن ابتلاه اللّٰہ تعالیٰ بذلک فلابد أن يموت قبل أجله ثلاث موتات: موته الذل، و موتة الفقر، و موتة بالحاجة إلى الناس، ثم لا يجد من يرحمه منهم۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال پر اعتراض کرے اور جس

شخص کو اللہ تعالیٰ اس (گناہ) میں مبتلا کرتا ہے وہ اپنی موت سے پہلے تین موتیں مرتا ہے: موته الذل وموته الفقر وموته بالحاجة الى الناس ثم لم يجد من ترحمه منهم۔ یعنی (۱) ذلت کی موت، (۲) فقر کی موت، اور (۳) لوگوں کی طرف محتاجی کی موت، پھر وہ کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو اس پر ترس کھائے۔

وكان يقول: إذا كان المريد الصادق يعمل على الوفاق، ولا يسلم من النفاق، فكيف بالكاذب الذى يعمل على الخلاف؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جب سچا مرید (اسلام کے) مطابق عمل کرتا ہے اور منافقت سے نہیں بچتا تو وہ جھوٹا ہے پھر وہ شخص جو شریعت کے خلاف عمل کرتا ہے اس کی حالت کیا ہو گی۔

وكان سيدى أبو العباس المرسى رحمه الله يقول: من علامة حب المريد للدنيا أن يخاف من مذمة أهلها، ولو كان زاهداً فيها لما تأثر من ذم أهلها۔

حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی دنیا سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ دنیاداروں کی مذمت سے ڈرتا ہے اور اگر وہ دنیا سے زاہد (بے رغبت) ہوتا تو وہ دنیاداروں کی مذمت سے متاثر نہ ہوتا۔

ومن شأنه أن يكون ورعاً عن الحرام والشبهات فى مأكله، وملبسه، ومنطقه، وسمعه، و بصره، ويده، ورجله، وقلبه، وفرجه، وعمدة ذلک كله الورع فى اللقمة، لأ الأعمال تنشأ من جوارح العبد على صورة اللقمة فى الحل والحرمة، فلو أراد من أكل الحلال أن لا يعصى لما قدر، ولو أراد آكل ارام أن يطيع لما قدر۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پاس کھانے، لباس، گفتگو سننے، دیکھنے، ہاتھ پاؤں، دل اور شرمگاہ کو حرام اور مشتبہ امور سے بچائے اور ان سب باتوں میں سے سب سے اہم بات لقمہ میں تقویٰ اختیار کرنا ہے کیونکہ بندے کے اعضاء سے اعمال، حرام اور حلال لقمہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر حلال کھانے کا ارادہ کرے تو اس پر قادر نہیں ہوگا اور اگر حرام کھانے والا عبادت اور اطاعت کرنا چاہے تو اس پر قادر نہ ہوگا۔

وقد كان إبراهيم بن أدهم يقول: أطب مطعمك، ولا عليك بعد ذلك ان تصوم النهار ولا تقوم الليل، يعني نفلاً، وليحذر المريد أن يتورع رياءً وسمعة فإنه لا يزداد بذلك إلا مقتاً۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: پاک کھانا اختیار کرو اور اس کے بعد تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم دن کو روزہ نہ رکھو اور رات کو قیام نہ کرو یعنی نفل عبادات نہ کرو۔ مرید کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کو دکھانے اور سنانے کے لئے تقویٰ اختیار کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

وكان سيدى أبو العباس المرسى يقول: ورع المريد المنقطع ينشأ من سوء الظن بالمسلمين، وورع المريد الصادق ينشأ من النور الذى فى قلبه۔ وكان يقول: والله ما رأيت المريد إلا فى دفع همته عن ما بأيدى الخلق،

حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جھوٹے مرید کا تقویٰ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی سے پیدا ہوتا ہے اور سچے مرید کا تقوی اس نور سے پیدا ہوتا ہے جو اس کے دل میں ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے مرید کو نہیں دیکھا مگر وہ اپنے ارادے کو اس چیز سے دور رکھتا ہے جو دوسروں کے پاس ہے۔

قال: ولقد رأيت يوماً كلباً وأنا مريد ومعى شيء من الخبز، فوضعته بين يديه فلم يلتفت

إليه، فإذا بقائل يقول لي في سري: أفّ لمن يكون الكلب أزهد منه!!!

فرماتے ہیں: ایک دن میں نے ایک کتا دیکھا اس وقت میں مرید تھا اور میرے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا میں نے اس کے سامنے رکھا تو اس نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو اچانک میں نے دیکھا کہ کسی کی طرف سے میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس شخص پر افسوس جس سے کتا زیادہ زاہد ہو۔

و كان يقول: إيا كم أيها المريدون ن تقعوا في حق أحد من أقران شيخكم، إن لحوم الأولياء سم ولول لم يأخذوكم، و إيا كم ثم إيا كم من الاستهانة بغيبة أحد إذا لم تبلغه تلك الغيبة، ب خافو منها أكثر مما تخافون إذا بلغته فإن وليه الله حينئذ۔

حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تمہیں اپنے شیخ کے ہم عصر بزرگوں میں سے کسی کے بارے میں کوئی بات کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اولیاء کی غیبت زہر ہے اگرچہ وہ تمہارا مواخذہ نہ کریں اور کسی کی پیٹھ پیچھے بھی اس کی غیبت کرنے سے بچو اگرچہ وہ غیبت اس تک نہیں پہنچتی بلکہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو اس وقت تم جس قدر ڈرتے ہو اس سے زیادہ اس صورت میں ڈرو جب اس تک بات نہ پہنچے کیونکہ اس صورت میں اس کا مددگار اور محافظ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

ومن شأنه أن لا ينظر إل زلاته السابقة قبل دخوله في الريق، و يقول في نفسه بعيد على مثلي أن يفتح عليه ويصير صالحاً، فإن ذلک من أكبر القواطع، ومن أعون الأمور لإبليس۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ طریقت میں داخل ہونے سے پہلے جو لغزشیں اس سے واقع ہوئی ہیں وہ ان کو نہ دیکھے اور نہ دل میں یہ بات سوچے کہ میرے جیسے لوگوں کے لئے یہ بات بعید ہے کہ اس پر (فیضان کے دروازے) کھل جائیں اور وہ نیک ہو جائے کیونکہ یہ بات انوار کو ختم کرنے والے امور میں سے سب سے بڑی بات ہے اور ابلیس کو زیادہ مدد پہنچاتی ہے۔

و كا ن سيدي أبو العباس المرسي رحمه الله يقول: لا ينبغي للمريد أن ينظر إلى زلاته

السابقة و يقنط من حصول الفتح، فإن كثيراً من أهلل الطريق تقدم لهم زلات ثم تابوا و صاروا من الأولياء۔

سیدی حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی سابقہ لغزشوں کو دیکھے اور (رحمت خداوندی کے دروازوں کے) کھلنے سے ناامید رہے بے شک بہت سے اہل طریقت لغزشوں میں مبتلا رہے پھر انہوں نے توبہ کی اور اولیاء کرام کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

و کان یقول: من أتی الطریق بانکسار خاطر کان أسرع فتحاً ممن أتاها و هو قام الصدر بما تقدم له من الطاعات و لذلک بدأ الإمام القشیری فی ذکره رجال القوم الجامعین بین الحقیقة و الشریعة بالفضیل بن عیاض و إبراهیم بن أدهم لکونهما کان تقدم لهما زمن قطیعة، فلما أقبلا علی الله أقبل الله علیهما، فبدأ بهما رحمه الله تنشیطاً و تقربة لرجاء المریدین الذین تقدمت لهم الزلات و القطیعات۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ طریقت میں داخل ہوتا ہے اس پر فیضانِ خداوندی کے دروازے اس شخص کے مقابلے میں جلدی کھلتے ہیں جو اپنے سینے میں گزشتہ عبادتوں کو سجائے رکھتا ہے۔ اسی لئے امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ان صوفیاء کرام کا ذکر کیا جو شریعت اور طریقت کے جامع تھے تو حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہا اللہ تعالیٰ کا ذکر پہلے کیا کیونکہ کچھ عرصہ تک ان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے منقطع رہا پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ تو حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذکر سے ابتداء اس لئے کی کہ اس طرح ان مریدوں کو رحمت خداوندی کی امید اور اس کے حصول کی خوشی ہو گی جو پہلے اپنے رب سے دور اور لغزشوں کا شکار رہے۔

و کان یقول: عمل المرید قلیلاً مع شهود المنة لله تعالیٰ خیر من کثیر من العمل مع

شهوده غیر ذلک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کے احسان کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرید کا قلیل عمل اس کثیر عمل سے بہتر ہے جب اس کے پیش نظر کوئی اور ہو۔

وكان يقول: عليک أيها المريد بالاشتغال بعلم الشريعة و قراءته على العلماء الجامعين بين العلم والعمل، ولا تكن كالعباد والزهاد الذين خرجوا من هذه الدار و قلوبهم في حجاب عن الأدب في عباداتهم مع ربهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے آپ کو علم شریعت اور اس کو ان علماء سے حاصل کرنے میں مصروف رکھو جو علم و عمل کے جامع ہوں۔ اور ان عبادات گزار اور زاہدین کی طرح نہ ہو جاؤ جو اس دنیا سے اس صورت میں نکلے کہ ان کے دل اپنے رب کی عبادت میں ادب سے حجاب میں تھے (یعنی ادب سے محروم تھے)۔

وكان يقول: كل مريد لم يتغلغل في علوم الشريعة قبل موته ربما مات مصراً على الكبائر، كدقائق العجب والرياء والنفاق، وهو لا يشعر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: وہ مرید جو مرنے سے پہلے علوم شریعت میں داخل نہیں ہوتا بعض اوقات وہ گناہ کبیرہ پر اصرار کے ساتھ فوت ہوتا ہے۔ مثلاً باریک قسم کا تکبر، ریاکاری، اور منافقت (وغیرہ) جس کا اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

وكان يقول: إياكم والاعتراض على من رأيته سميناً، فإن الحب إذا تمكن من العبد سمن۔

حضرت ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس کو موٹا دیکھو اس پر اعتراض نہ کرو کیونکہ جب محبت بندے میں جاگزین ہو جاتی ہے تو وہ موٹا ہو جاتا ہے۔

وكان الشبلي سميناً جداً، و إذا قيل له في ذلک يقول: كلما أتذكر أنا عبد من، أزداد سمناً۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت موٹے تھے اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے جب مجھے یہ بات یاد آتی ہے کہ میں کس کا بندہ ہوں تو میں موٹا ہو جاتا ہوں۔

ودخل مريد مرة على شيخ سمين فوجده يزهد المريدين فى الدنيا، وهو كالدب من السمن، فكاشفه الشيخ، وقال: وعزته تعالىٰ ما سمّننى الأكل وإنما سمّننى حبه وتعالىٰ۔

ایک دفعہ ایک مرید ایک موٹے شیخ کے پاس گیا تو اسے اس حالت میں پایا کہ وہ مریدین کو دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دے رہا تھا اور وہ موٹاپے میں بچھو کی طرح تھا۔ اس شیخ کو کشف ہوا تو کہا مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! مجھے کھانے نے موٹا نہیں کیا، مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نے موٹا کیا ہے۔

العبادة والفتح

ومن شأنه أن لا يستبطىء الفتح عليه بل يعبد الله تعالىٰ لوجهه الكريم سواء أفتح عين قلبه ورفع عنه الحجاب أم لا فإن العبادة من شروط العبودية۔ وقد كان الشيخ محيى الدين بن العربى رحمه الله يقول: إياک أن تترک المجاهدة إذا لم تر إمارات الفتح، بل دم على المجاهدة فإن الفتح بعدها أمر لازم لا بد منه، تطلبه الأعمال وتناله الأنفس، ولكن للفتح وقت لا يتعداه، فلا تتهم ربک فإنه لا بد لأعمالک من الثمرة إذا كنت مخلصاً وارفع من نفسک التهمة لربک جملة واحدة، وفر من أن تكون من أهل التهم۔ ذكره فى الباب الرابع والمائتين من الفتوحات۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ فتح کو دور نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اس کی رضاجوئی کے لئے کرے چاہے اس کے دل کی آنکھ کھلے اور اس سے پردہ اٹھ جائے یا نہیں، کیونکہ عبادت بندگی کی شرائط میں سے ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: فتح کی علامت نہ دیکھنے کی صورت میں مجاہدہ ترک نہ کرو بلکہ مجاہدہ میں دوام اختیار کرو کیونکہ اس کے بعد

فتح لازمی بات ہے اور وہ ضرور ہو گی۔ اعمال اسے طلب کرتے ہیں اور نفس اسے حاصل کرتے ہیں لیکن فتح کا ایک وقت ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھے گی۔ لہٰذا اپنے رب پر تہمت نہ باندھو کیونکہ تمہارے اعمال کا پھل ضرور حاصل ہو گا جب تم مخلص ہو، اپنے رب پر تہمت کو اپنے نفس سے مکمل طور پر اٹھا لو اور اہل تہمت میں سے ہونے سے بھاگو۔ حضرت ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الفتوحات" کے باب نمبر ۲۴۰ میں یہ بات ذکر کی ہے۔

وكان الشيخ داود بن باخلا شيخ سيدى محمد وفا يقول: احذر أيها المريد ان يكون قصدك من ذكرك وعبادتك، الأجر والثواب، فن ذالك حاصل لك لا محالة، وإنما ينبغي أن تكون همتك في التلذذ بمناجاته ومن يريد الفوز بمجالسة السلطان لا ينبغي له الاهتمام بما يأكل ويشرب مادام في خدمته۔

حضرت شیخ داؤد بن باخلار رحمہ اللہ تعالیٰ جو میرے آقا حضرت محمد وفا رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ تھے وہ فرماتے تھے: اے مرید! اس بات سے بچو کہ تم اپنے ذکر اور عبادت سے اجر و ثواب کا ارادہ کرو، یہ تو تمہیں ضرور بالضرور حاصل ہو گا۔ تمہارا ارادہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مناجات سے لذت حاصل کرو اور جو شخص بادشاہ کی ہم نشینی کے ساتھ کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو جب تک وہ اس خدمت میں ہو اسے کھانے پینے کی اشیاء کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے۔

وكان يقول: إقبال المريد بقلب لحظة مع قول "لا إله إلا الله" خير له من ملء الارض عبادة مع الغفلة عن الله۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کلمہ طیبہ: "**لا اله الا الله**" کے ساتھ ایک لحظہ بھی اپنے دل کے ساتھ متوجہ ہو جائے تو (**خير له من ملء الارض عبادة مع الغفلة عن الله**) اس کے لئے یہ عمل زمین بھر عبادت سے بہتر ہے جس میں غفلت ہو۔

وكان يقول: إذا نظر المريد بقلبه إلى الدنيا نظر شهوة بعد أن خرج منها عوقب

بالحجاب، أو بالحساب، أو بالعذاب۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید دل سے دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے دیکھے جبکہ اسے دنیا سے نکال دیا گیا تو اسے حجاب کی سزا دی جاتی ہے یا حساب یا عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

وکان یقول: لو علمت نفوس المریدین قدر ماتدعی إلیہ لکانت تسابق داعیھا إلیہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر مریدین کے نفوس اس چیز کی قدر کو جان لیں جس کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے تو وہ بلانے والے سے پہلے اس کی طرف چلے جائیں۔

وکان یقول: مامن وقت جدید إلا وینزل فیہ مدد جدید یتلقاء أصحاب الھمم العوال من المریدین۔

اورآپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ہر نئے وقت میں نئی مدد اترتی ہے جسے بلند ہمت مریدین حاصل کرتے ہیں۔

مراحل المرید

و کان یقول: المرید أولاً یسمع، و ثانیاً یفھم، و ثالثاً یعلم، و رابعاً یشھد، و خامساً یعرف۔

حضرت شیخ داؤد بن باخلا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کو پہلے سننا، پھر سمجھنا، پھر جاننا، پھر گواہی دینا (حاصل ہوتا ہے) اور پھر اس کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔

وکان یقول للمرید: إن کان لک یا ولدی فی الوصول نیۃ فلا یبقی فیک من الخلاف بقیۃ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مرید سے فرماتے تھے: اے بیٹے! اگر تجھے پہنچنے کے لئے نیت ہے تو تیرے اندر کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا۔

وکان یقول: لا یظهر جوهر باطن المرید إلا وجود امتحانه۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا باطنی جوہر اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اُس کا امتحان پایا جائے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن لا ینقل قط قدمه إلا حظ من حظوظ نفسه فإن صدق الإرادة یذهب من القلب کل شهوة۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرط یہ ہے کہ وہ کبھی بھی اپنا قدم اپنے نفس کے حصوں کے لئے نہ اٹھائے، اگر اس کا ارادہ درست ہوا تو دل سے ہر قسم کی خواہش نکل جائے گی۔

وکان یقول: المرید الصادق سیره بباطنه، و ظاهره تبع، و العابد سیره بظاهره، و باطنه تبع۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی سَیر باطنی ہوتی ہے اس کا ظاہر اتباع کرتا ہے۔ اور عابد کی سیر ظاہر کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کا باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔

وکان یقول: إذا انقاد المرید للشیطان فی معصیة فلم یصر علیها بل تاب و رجع فکأنه لم ینقد له۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جب مرید گناہ کے سلسلے میں شیطان کے سامنے جھک جائے اور پھر اس پر اصرار نہ کرے بلکہ توبہ کرکے رجوع کرلے تو گویا وہ شیطان کا مطیع ہوا ہی نہیں۔

وکان یقول: إیاک أیها المرید أن تطلب أحداً من الخلق لا یؤذیک فإن اللہ تعالیٰ لو لا أراد ستر أولائه ما سلط علیهم من یؤذیهم و ینقصهم فی المجالس و یستهزیء بهم، ثم إنه تعالیٰ لا بد أن ینتصر لأولیائه و ینتقم ممن أذاهم و لو لم یطلبوا من اللہ ذلک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اس بات سے بچو کہ تم مخلوق میں سے کسی ایک سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں اذیت نہ پہنچائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی پردہ پوشی کا ارادہ نہ فرماتا تو ان پر ان لوگوں کو مسلط نہ کرتا جو ان کو اذیت پہنچاتے اور مجالس میں ان کے نقائص بیان کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ پھر بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اپنے اولیاء کی مدد فرماتا اور ان لوگوں سے انتقام لیتا جو ان کو اذیت پہنچاتے ہیں اگرچہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے اس بات کا مطالبہ نہ کریں۔

وکان يقول: رأس مال المريد في وجود إقباله على أفعال القوم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی اصل پونجی یہ ہے کہ وہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے افعال کی طرف متوجہ ہو۔

وکان يقول: عمل المريد على استنارة قلبه خير له من إكثار العمل۔

مرید کا اپنے دل کو روشن کرنے والا عمل، کثرتِ عمل سے بہتر ہے۔

وکان يقول: لو باشر صريح الحقائق قلب المريد الصادق، لم تسعه الأكوان۔

اگر صریح حقائق سچے مرید کے دل سے مل جائیں تو اس میں کائنات کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

وکان يقول: من أحسن الأنوار نور يرد على قلب المريد لا يتدنس بظلمة الدعوىٰ۔

سب سے زیادہ اچھا نور وہ ہے جو مرید کے دل پر اس طرح وارد ہو جس میں دعویٰ کی تاریکی کا میل نہ ہو۔

وکان يقول: من أراد من المريدين أن لا يفزع يوم القيامة من النفخ في الصور فليكابد الليل في العبادات۔

مریدین میں سے جو مرید ارادہ کرے کہ وہ قیامت کے دن صور پھونکنے سے گھبراہٹ کا شکار نہ ہو تو وہ اپنی راتیں عبادت میں گزار دے۔

وكان يقول: ما أعز طريق القوم، وما أعز من يطلبها، وما أعز من يجد من يدله عليها، وما أعز من يثبت عليها يبلغ مبلغ الرجال۔

قوم (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کا طریقہ کتنا معزز ہے، اس کو تلاش کرنے والا کتنا عزت دار ہے اور جس کو اس سلسلے میں رہنمائی کرنے والا مل جائے تو کس قدر معزز ہے اور جس پر ثابت قدم رہتے ہوئے مَردوں (اولیاء کرام) کے مقام تک پہنچ جائے وہ بھی کس قدر عزت والا ہے۔

وكان يقول: اعمل أيها المريد، اعمل على مخالفة نفسك ما استعطت حتى تركبها بعد أن كانت راكبة لك، فإن النفس إذا اعترضت للمريد الصادق أوقفته عن مزيد الأذكار و تحصيل الطاعات، فكيف إذا اعترضت للكاذب؟

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! عمل کر اور جس قدر طاقت رکھتا ہے اپنے نفس کی مخالفت میں عمل کر حتیٰ کہ تو اس پر سوار ہو جائے جبکہ پہلے وہ تجھ پر سوار ہوتا تھا کیونکہ جب نفس سچے مرید کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے تو وہ اسے مزید اذکار اور عبادات کے حصول سے روک لیتا ہے تو جھوٹے مرید کے لئے اس کی رکاوٹ کا کیا عالم ہو گا؟

ومن شأنه أن يلازم الزهد في الدنيا فإنه أساسه الذي يبنى عليه جمعي أحكام الطريق إذ الراغب في الدنيا لا تفتح له أعمال الأخرة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ دنیا میں زہد کو لازم پکڑے، یہ اس کی بنیاد ہے کہ طریقت کے تمام احکامات اس پر مبنی ہیں کیونکہ دنیا میں رغبت رکھنے والے کے لئے آخرت کے اعمال نہیں کھلتے۔

أساس الطريق

وقد كان سيدي أحمد بن الرفاعي رحمه الله يقول: أول أساس يضعه المريد الصادق في الطريق: الزهد في الدنيا، فمن لم يزهد في الدنيا لا يصح له بناء شيء بعده۔

سیدی احمد بن رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کے لئے طریقت کی پہلی بنیاد دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے، جو شخص ایسا نہیں کرتا اس کے لئے اس کے بعد کسی عمل کی بنا (تعمیر) صحیح نہیں ہوتی۔

وکان یقول: لا یکون المرید صآدقاً حتیٰ یسأل اللہ تعالیٰ بتوجہ قلب تام أن اللہ تعالیٰ یحول عنہ کلّ مایشغلہ عنہ من مال وولد، ویفرح بالفقر إذا أقبل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے دل کی پوری توجہ کا سوال نہ کرے اس طرح اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس چیز کو پھیر دے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہے وہ مال ہو یا اولاد اور جب وہ فقر کی طرف متوجہ ہو گا تو اس فقر پر خوش ہو گا۔

وکان یقول: لا یصل أحد إلی صفاء المعاملۃ مع اللہ تعالیٰ حتی یترک حظوظ نفسہ فی الدنیا والآخرۃ، ویعبد اللہ تعالیٰ امتثالاً لأمرہ ومحبۃ لمشاھدتہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کی صفائی تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ دنیا اور آخرت کے حوالے سے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کے مشاہدہ کی محبت کے لئے اس کی عبادت کرے۔

وکان یقول: من أقبح مایقع فیہ المرید خوضہ فی الکلام علی الذات والصفات الإلٰھیۃ، وإذا کان العارف باللّٰہ تعالیٰ سکوتہ علی ذلک أفضل فکیف بالمرید؟

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے یہ بات بہت بری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں گفتگو میں مشغول ہو جب عارف کے لئے اس بات سے خاموش رہنا افضل ہے ،تو مرید کے لئے اس میں مشغولیت کیسے درست ہو گی؟

وکان یقول: ملتفت لا یصل ومتسلل لا یفلح، ومن لم یعرف من نفسھا لنقصان فکل أوقاتہ نقصان۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ادھر ادھر دیکھنے والا نہیں پہنچتا اور کھسک جانے والا کامیابی حاصل نہیں کرتا اور جس شخص کو اپنے نفس کے نقصان کی پہچان نہ ہو اس کے تمام اوقات نقصان میں ہیں۔

وكان يقول: أكره للمريد دخول الحمام ترفهاً، ولبس الثياب النقية البيض، وأحب له: الجوع، والعرى، والافقر، والذل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مرید محض عیاشی کے لئے حمام میں داخل ہو، اور میں اس کے لئے صاف ستھرے سفید کپڑے بھوک، (غیر ضروری) لباس سے خالی ہونا، فقر اور عاجزی کو پسند کرتا ہوں۔

وكان يقول: لا ينبغي للمريد أن يلبس الصوف حتى يفرغ من تهذيب أخلاقه۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اونی لباس پہنیں جب تک وہ اپنے اخلاق کی تہذیب سے فارغ نہ ہو جائے۔

وكان إذا رأى على مريد جبة يقول له: انزعها يا ولدى حتى تفرغ من جهاد نفسك و إزالة رعوناتها، إن الصوف لباس الأنبياء، وحلية الأصفياء، فمن لم يتخلق بأخلاقهم فليس له أن يلبس كلباسهم، ولا يتحلى بحليتهم، فإن ذلك كالاستهزاء بهم، كما فعل أهل السخريا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جب کسی مرید کو جبہ پہنے ہوئے دیکھتے تو اس سے فرماتے: "اے بیٹے! اسے اتار دو یہاں تک کہ تم اپنے نفس کے ساتھ جہاد سے فارغ ہو جاؤ اور نفس کا تکبر ختم ہو جائے۔ بے شک اونی لباس انبیاء کرام علیہم السلام کا لباس اور منتخب لوگوں (اولیاء کرام) کا زیور ہے۔ پس جو شخص ان اخلاق سے موصوف نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ ان کے لباس جیسا لباس پہنے اور نہ یہ کہ

ان کی زینت جیسی زینت اختیار کرے۔ گویا یہ بات ان لوگوں کے ساتھ مذاق کرنا ہے جس طرح مذاق کرنے والے لوگ کرتے ہیں۔"

وكان يقول: كل مريد جلس في لغو، فقال له أخوه: قم من هذا المجلس، فلم يسمع إلى قوله، فاعلموا أنه لا يجيء منه شيء في الطريق.

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید کسی فضول کام کے لئے بیٹھے اور اس کا بھائی اس سے کہے اس مجلس سے اٹھ جاؤ اور وہ اس کی بات نہ سنے تو جان لو کہ طریقت کے سلسلے میں اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔

وكان يقول لتلامذته: عليكم يا أولادي بالاستيقاظ أول الثلث الأخير من الليل، ولا تفرطوا في ذلك، فإنه ما من ليلة من ليالي السنة إلا وينزل فيها نثار من السماء في الثلث الآخر من الليل، مشتملة على أمداد إلهيّة تحيي القلوب، فيتفرق على المستيقظين، ويحرم منه النائمون.

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے: اے میری اولاد! رات کے آخری تہائی حصے کے شروع میں بیدار ہونا تم پر لازم ہے اور اس میں کوتاہی نہیں کرنا کیونکہ سال کی ہر رات کے آخری تہائی میں آسمان سے نچھاور ہونے والی (رحمت) نازل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر مشتمل ہوتی ہے جس سے دل زندہ ہوتے ہیں اور وہ جاگنے والوں پر تقسیم کی جاتی ہے اور سونے والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔

وكان يقول: من شرط المريد الصادق أن لا يكون له نظر في عيوب إخوانه، ولا يتجسس، وعلى أن يحيط علماً بمن وقع في زلة ولاث الناس بعرضه.

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت کے عیبوں کو نہ دیکھے اور نہ ان کو تلاش کرے چہ جائیکہ وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے جو کسی لغزش کا شکار ہوا اور لوگ اس کی عزت کے درپے ہو کر گناہوں میں ملوث ہو گئے۔

وكان يقول للمريد: من تتلمذ عليك من إخوانك فتتلمذ له، يعني أن تسمع نصحه ولا تخالفه، فإن مدّ لك يده لتقبلها فقبل رجله، ومن تقدم عليكم في البداءة في الذكر مثلاً فقدموه ولا تظنوا به إلا خيراً فربما كان قصده بالبداءة بالذكر تعجيل رضى الله عنه لا حظّ النفس، وهذا واجب على المريد أن يظنه بأخيه، واعلموا أنه ما دام أحدكم يسيء الظن بأحد من الخلق فهو دليل على نجاسة باطنه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مرید سے فرماتے تھے: اگر تمہارا کوئی بھائی تمہیں کچھ سکھائے تو اس کی بات کو قبول کرو یعنی اس کی نصیحت سنو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔ اور اگر وہ تمہاری طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھائے کہ تم اس کا بوسہ لو تو تم اس کے پاؤں کا بوسہ لو۔ اور جو ذکر میں تم سے آگے ہونا چاہے تو تم خود اسے آگے کرو اور اس کے بارے میں اچھا گمان کرو کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ابتداء کرنے سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جلدی کرنا ہوتا ہے، نفس کو خوش کرنا نہیں ہوتا۔ مرید پر اپنے بھائی کے لئے یہ گمان کرنا واجب ہے اور جان لو جب تم میں سے کوئی ایک مخلوق کے بارے میں بدگمانی کا شکار رہے گا تو یہ اس کے باطن کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے۔

وكان يقول: يجب اصطلاحاً على المريد أن يتفقد نفسه في كل خير ينبه إخوانه عليه، ولا يأمر أحداً بخير إلا ويلزم نفسه أن يتخلق هو به قبله، لئلا تسرقه الرئاسة فيهلك۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اور مرید کی اصلاح کے لئے اس پر لازم ہے کہ اس کی جس نیکی پر اس کا بھائی آگاہ ہو وہ اس میں اپنے نفس کو گم کر دے۔ اور وہ کسی شخص کو نیکی کا حکم دینے سے پہلے خود اس نیکی کو اختیار کرے تاکہ اس میں سرداری ظاہر نہ ہو، ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

وكان يقول للمريد: اصبر على قرصة البرغوث والقملة والعقرب ليحصل لک الإدمان على تحمل الأذى من غيرهم أو على عقارب القبر إن وقعت المؤاخذة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مریدین سے فرماتے تھے: مچھر، جوں اور بچھو کے کاٹنے پر صبر کرو تاکہ تم دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف برداشت کرنے کے عادی ہو جاؤ یا قبر کے بچھوؤں کو برداشت کر سکو اگر مواخذہ ہو۔

ورأى مرة مريداً يقتل قملة أو برغوثاً، فقال له: كيف تطلب طريق أهل اللہ تعالىٰ وأنت تشفي غيظک، تقتل القملة ولا تحتمل قرصتها؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ ایک مرید کو دیکھا جو جوں یا مچھر کو مار رہا تھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تم کس طرح اہل طریقت کا راستہ طلب کرتے ہو جب کہ تم اپنا غصہ نکال رہے ہو جوں کو مار رہے ہو اور اس کے کاٹنے کو برداشت نہیں کرتے۔

ومن شأنه أن يلازم ما أمره به شيخه ولا يقيد بأفعال شيخه كلها، إلا إذا كان أمره بذلک، فإن مشاهد الأشياخ لا يدركها المريد، فليحذر المريد من عدم خروجه لصلاة الجماعة أو مجلس الذكر إذا لم يخرج الشيخ لذلک، فربما كان ذلک من الشيخ لثقل وارد ورد عليه، فمنعه من القدرة على الخروج والمشي، بخلاف المريد، فربما كان ذلک منه نفاقاً وكسلاً، ووالله إني لأتكلف الخروج لصلاة الصبح حتى أخرج أجرّ رجلي جراً من ثقل واردات الليل ولا أتخلف، خوفاً على أحد من الإخوان أن يقتدي بي في ذلک فيهلک ولا يشعر بذلک۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا مرشد اسے جس بات کا حکم دے اسے لازم پکڑے اور مرشد کے تمام افعال کی تقلید نہ کرے بلکہ اس بات کا انتظار کرے کہ وہ اسے کسی بات کا حکم دے۔ کیونکہ مرید اپنے مرشد کے تمام مقامات کو حاصل نہیں کر سکتا۔ پس مرید کو نماز باجماعت

کے لئے یا مجلس ذکر کی طرف نہ جانے سے بچنا چاہیئے جب اس کا مرشد اس کی طرف نہ جائے کیونکہ بعض اوقات مرشد اس لئے نہیں جاتا کہ اس پر وارد ہونے والی بات کا بوجھ ہوتا ہے جو اس کے لئے نکلنے اور چلنے میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے بخلاف مرید کے کہ بعض اوقات اس کا یہ عمل اس کی منافقت اور سستی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں صبح کی نماز کے لئے جانے کی خاطر تکلیف کرتا ہوں حتیٰ کہ میں اس طرح نکلتا ہوں کہ اپنے پاؤں کو گھسیٹ رہا ہوتا ہوں، اور اس کی وجہ رات کے وقت وارد ہونے والے امور کا بوجھ ہوتا ہے لیکن میں نماز سے پیچھے نہیں رہتا مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ میرا کوئی بھائی اس سلسلے میں میری اقتداء کرے اور وہ بے خبری میں ہلاک ہو جائے۔

ومن شأنه أن لا يتبع ما عليه بعض المريدين مما أمره به شيخه، لأن لكل مريد عملاً يناسب حاله، متى خالفه انعكس عليه السير۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اگر مرشد نے کسی دوسرے مرید کو کسی بات کا حکم دیا ہو تو یہ دوسرا مرید اس سلسلے میں اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ ہر مرید کا عمل اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے جب وہ اس کے خلاف چلتا ہے تو اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سیر (سلوک) کا معاملہ الٹ جاتا ہے۔

ومن شأنه أن يسد على نفسه باب أكل الشهوات و ملابستها حتى النوم إلا غلبة، ولا يرخص لنفسه في ذلك۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ خواہش کے مطابق کھانا اور پہننا چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ اس وقت تک نہ سوئے جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو اور اس سلسلے میں رخصت پر عمل نہ کرے۔

فقد كان سيدى عبدالقادر جيلانى رضى الله عنه يقول: من شرط المريد الصادق أن لا تحكم عليه شهوة، إنما الشهوة للعوام۔

سیدی حضرت عبد القادر جیلی (جیلانی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرائط میں سے یہ بات ہے کہ (ان لا تحکم علیہ شھوۃ انما الشھوۃ للعوام) یعنی شہوت (خواہش) اس پر غالب نہ ہو، خواہش تو عوام کے لئے ہوتی ہے۔

و کان یقول: قاسیت الأھوال فی بدایتی، و ما ترکت ھولاً إلا رکبته، و کان لباسی جبة صوف، و علی رأسی خریقة، و کنت أمشی حافیاً فی الشوک وغیرہ، و کان قوتی قمامات البقل، و ورق الخس، من شاطیء النھر، ولم أزل آخذ نفسی بالمجاھدة، حتیٰ طرقنی من اللہ تعالٰی الحال الذی یطرق القوم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں نے ابتداء میں سخت مشکلات برداشت کیں اور میں نے ہر خوفناک کام پر سواری کی میرا لباس اونی جبہ تھا اور میرے سر پر کپڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا تھا اور میں کانٹوں وغیرہ میں ننگے پاؤں چلتا تھا اور میرا کھانا نہر کے کنارے سے حاصل ہونے والی سبزی کی تھوڑی سی مقدار اور خس (ایک سبزی) کے پتے تھے اور میں اپنے نفس کو مسلسل مجاہدہ میں رکھتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے وہ حال نصیب ہوا جو اس قوم کو حاصل ہوتا ہے۔

و کان یقول: لقد تظاھرت بالخرس و الجنون مراراً لتنفر الناس عنی ولا یشغلونی عن ربی عزوجل، و حملت مراراً إلی المارستانا و أقمت فی صحراء بغداد و العراق و خرائبھا نحو خمس و عشرین سنة علی التجرید و السیاحة حتی کنت لا أعرف الخلق و لا یعرفونی۔ قال: و مکثت سنة لا آکل و لا أشرب و لا أنام، و احتلمت فی لیلة واحدة أربعین مرّة، و کان لیلة باردة، فکنت أغتسل عقب کل مرة حیاءً من اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں نے کئی بار اپنے آپ کو گونگا اور مجنوں ظاہر کیا تاکہ لوگ مجھ سے بھاگ جائیں اور مجھے میرے رب سے غافل نہ کردیں، مجھے کئی مرتبہ پاگلوں کے ہسپتال میں لے جایا گیا اور میں تقریباً پچیس سال بغداد اور عراق کے صحراء اور ویرانوں

میں تنہا رہا اور چلتا رہا حتیٰ کہ میں مخلوق کو اور وہ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں ایک سال اس حالت میں رہا کہ میں نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور نہ ہی سوتا تھا اور مجھے ایک رات میں چالیس مرتبہ احتلام ہوا اور وہ سرد رات تھی اور میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے ہر بار غسل کرتا تھا۔

ويقول: ربما كان ذلک من الله تعالیٰ امتحاناً لي، هل أجلس بين يديه جُنُبًا مترخصاً أو أعظّم حضرته عن ذلک، فإن المريد ربما اغتسل في بعض هذه الاحتلامات إذا وقعت له دون بعض مترخصاً، ويقول: ليس هذا وقت صلاة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: بعض اوقات یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے امتحان کے طور پر ہوتی تھی کہ آیا میں رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس کے سامنے حالت جنابت میں بیٹھتا ہوں یا اس کی بارگاہ کو اس سے عظیم سمجھتا ہوں۔ بے شک مرید متعدد بار احتلام کے سلسلے میں کسی احتلام کے بعد غسل کرتا ہے کسی کے بعد نہیں اور وہ رخصت پر عمل کرتا ہے اور کہتا ہے: **ليس هذا وقت الصلوة**۔ یہ نماز کا وقت نہیں ہے۔

وكان يقول: جلوس الأشياخ على بساط الظلمة يطفیء نور قلوبهم فيكف بالمريد؟

اور حضرت شیخ عبد القادر جیلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

جلوس الاشياخ على بساط الظلمة يطفیء نور قلوبهم فكيف بالمريد۔

مشائخ کا ظالم لوگوں کے بچھونوں پر بیٹھنا ان کے دلوں کے نور کو مٹا دیتا ہے تو مرید کا کیا حال ہو گا۔

وكان بعضهم يرى النبی ﷺ كل ليلة فجلس على بساط شخص من الولاة فانقطعت

عنه الرؤية، و صار يراه ﷺ بعيداً، فمشى و رائه زماناً، و قال:

يا رسول الله ما ذنبي؟

فقال تجلس على بساط الظالمين و تطلب الاجتماع بي؟ هذا أمر لا يكون۔

ان میں سے ایک بزرگ ہر رات حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے پھر وہ کسی حکمران کے بچھونے پر بیٹھے تو زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ حضور ﷺ کو دور سے دیکھتے اور ایک زمانہ تک پیچھے چلتے رہے اور کہنے لگے: یا رسول الله ما ذنبي؟ یا رسول اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

تجلس على بساط الغافلين و تطلب الاجتماع لي؟ هذا امر لا يكون۔

تو ظالم لوگوں کے بچھونوں پر بیٹھتا ہے اور میرے ساتھ بیٹھنے کی طلب بھی رکھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔

و كان رضي الله عنه يقول للمريدين: اجتمعوا على مجلس الذكر و لا تفرقوا، و لا يقرأ أحدكم وقت مجلس الذكر، و لا يكتب، و لا يخبط، و لا يعمل شيئاً في الزاوية من أعمال الدنيا مطلقاً، إلا لضرورة، كخياطه ثوب فقير لله تعالیٰ، و نحو ذلک، فإن المطلوب من الفقراء تكثير سواد الذاكرين، و التفرقة عنهم لأمر آخر تضعف قلوب الذاكرين، تفتر همتهم۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مریدین سے فرماتے تھے: مجلس ذکر میں اکٹھے رہو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور تم میں کوئی ایک ذکر کے وقت نہ قرأت کرے نہ لکھے، نہ پاؤں زور سے مارے اور نہ زاویہ میں بیٹھ کر دنیوی کاموں میں مشغول ہو البتہ ضروری کام کر سکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی فقیر کے کپڑے سینا اور اس طرح کے دوسرے کام کرنا کیونکہ فقراء سے مطلوب

یہ ہے کہ ذکر کرنے والوں کی جماعت کو بڑھائیں اور ان کا کسی دوسرے کام کے لئے الگ ہو جانا ذکر کرنے والوں کے دلوں کو کمزور کر دیتا ہے اور ان کی ہمت پست ہو جاتی ہے۔

وکان یقول للمریدین: خافوا ولا تأمنوا، و فتشوا فی اللقمة وغیرها من أحوالکم ولا تغفلوا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مریدین سے فرماتے تھے:

خافوا ولا تامنوا وفتشوا فی اللقمۃ وغیرھا من احوالکم ولا تغفلوا۔

یعنی ڈرو اور بے خوف نہ ہو جاؤ اور اپنے لقمہ اور دیگر حالتوں کے بارے میں تحقیق کیا کرو اور غافل نہ ہو جاؤ۔

وکان یقول للمریدین: تطهروا من سائر الزلات إن طلبتم أن تکونوا ممن یجالس الحق جل وعل، وکل من لم یتطهر من ذنوبه بالتوبة الخالصة طهره اللہ تعالی بالأمراض قبل موته إن اعتنی به وإلا طهره بالنار۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مریدین سے مزید فرماتے تھے: تمام لغزشوں سے پاک ہو جاؤ اگر تم ان لوگوں میں سے ہونا چاہتے ہو جو حق تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص اپنے گناہوں سے خالص توبہ کے ذریعے پاک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے مرنے سے پہلے بیماری کے ذریعے پاک کرتا ہے اگر وہ اس کا خیال رکھے، ورنہ اسے آگ (جہنم) کے ذریعے پاک کیا جائے گا۔

وکان یقول: من أرد الآخرة فعلیه بالزهد فی نعیم الآخرة، أی فیعبد اللہ تعالیٰ امتثالاً لأمره وحباً فی مجالسته لا غیر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے اسے آخرت کی نعمتوں سے بھی بے رغبت ہونا چاہیئے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے کرے کوئی دوسرا مقصد نہ ہو۔

ومن شأنه أن يحن إلى دخول الليل لا جل قيامه لا لأجل النوم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ رات کے آنے کا انتظار اس لئے کرے کہ اس میں عبادت کے لئے قیام کرے گا، نہ کہ سونے کے لئے۔

فقد كان الشيخ أبو محمد الشنبكى أحد أصحاب سيدى الشيخ عبدالقادر الجيلى يقول: شهوة المريد الصادق المجاهدة و المكابدة, فهو يقول: متى يدخل الليل حتى أسهر! و شهوة المريد الكاذب النوم و الكسل۔

حضرت شیخ ابو محمد شنبکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھیوں میں سے تھے، فرماتے تھے: سچے مرید کی خواہش مشقت برداشت کرنا اور مجاہدہ ہے اور وہ کہتا ہے: متی یدخل اللیل حتی اسہر یعنی رات کب داخل ہوگی تاکہ میں شب بیداری کروں؟ اور جھوٹے مرید کی خواہش نیند اور سستی ہوتی ہے۔

و كان يقول: إياك أيها المريد أن تأكل من طعام من ارتد عن طريق القوم و لو ضعفت من الجوع فمن أكل من طعامه قسى قلبه أربعين يوماً۔

وہ فرماتے تھے: اے مرید! اس شخص کا کھانا کھانے سے بچو جو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹ گیا اگرچہ تم بھوک کی وجہ سے کمزور ہو جاؤ جو کوئی ایسے شخص کا کھانا کھاتا ہے چالیس دن تک اس کا دل سخت رہتا ہے۔

و كان يقول: ما ابتلى مريد بشيء أشد عليه من الغفلة عن الله عز و جل و لكن إذا أحب الله تعالىٰ عبداً قاده إلى حضرته فى الغفلة و المنام فلم ينقص له أجراً بذلك۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: مرید کی سب سے بری آزمائش اللہ سے غافل ہونا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اسے غفلت اور نیند میں بھی اپنی بارگاہ کی طرف لے جاتا ہے لہذا اس کی وجہ سے اس کا اجر کم نہیں ہوتا۔

وكان يقول: كل مريد تساهل بالغفلة عن الله ولم يكن أشد عليه من ضرب السيوف، فهو كاذب في طريق الإرادة لا يجيء منه شيء، لأنه سالك بغير تعظيم الله عز وجل فيطول تعبه من غير ثمرة، ثم يرجع من حيث جاء۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اللہ تعالیٰ سے غفلت کرتا ہے اور وہ اس غفلت کو تلواروں کی ضرب سے زیادہ سخت نہیں سمجھتا۔ وہ ارادت کے راستے میں جھوٹا ہے اس سے کوئی عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے بغیر اس راستے پر چلتا ہے پس کسی نتیجہ کے بغیر اس کی تھکاوٹ زیادہ ہوتی ہے پھر وہ اسی جگہ کی طرف لوٹ جاتا ہے جہاں سے آیا تھا۔

وكان يقول: كلما علت درجة المريد كانت العقوبة إليه أسرع، فمن زلّ ولم يعاقب على ذلك فانفضوا أيديكم منه فإن الله تعالىٰ لم يقربه من حضرته۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید کا درجہ بلند ہوتا ہے تو اس کی طرف سزا بہت جلدی آتی ہے پس جس شخص سے لغزش ہو اور اسے اس پر سزا نہ ملے اس سے اپنے ہاتھوں کو جھاڑ لو تعلق ختم کر لو، بے شک اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ کا قرب عطا نہیں کرتا۔

وكان يقول: طريق المريد لزوم الجد حتى يسعد فإما أن يبلغ الفتى مناه وإما أن يموت بداه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: مرید کا طریقہ محنت کو لازم پکڑنا ہے حتیٰ کہ سعادت مند ہو جائے یا تو اس کی آرزو اسے جوانی تک پہنچا دے گی یا آغاز ہی میں مر جائے گا۔

وكان يقول: من جهل المريد أن يسيء فلا يقطع الله عنه الأمداد فيقول في نفسه: إنه غير مؤاخذ، وذلك استدراج لأنه في زمن الإساءة في حكم المغضوب عليه، وقد أجمعوا على أن فقد المريد الأسف والبكاء إذا زل علامة من علامات الخذلان۔

شیخ ابو بکر شنبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی جہالت یہ ہے کہ وہ برائی کا مرتکب ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے امداد کو منقطع نہ کرے پس وہ اپنے دل میں کہے کہ اس کا مواخذہ نہیں ہو گا اور یہ استدراج ہے کیونکہ وہ اس گناہ کے زمانے میں اس شخص کے حکم میں ہوتا ہے جس پر غضب ہو اور اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر مرید سے لغزش کی صورت میں افسوس اور رونا دھونا نہ پایا جائے تو یہ ذلت ورسوائی کی علامت ہے۔

شرط المريد الصادق

وكان يقول: من شرط المريد الصادق أن لا يهدأ له شوق إلا بلقاء الله تعالیٰ، واللقاء يكون في الدنيا، والبرزخ بالمشاهدة بالقلب، وفي الآخرة بالنظر بالعين الظاهرة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرط یہ ہے کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق ہو، ملاقات دنیامیں اور عالم برزخ میں قلبی مشاہدہ کے ذریعے ہوتی ہے اور آخرت میں ظاہری آنکھ سے ہوگی۔

وكان يقول: كفى بالمريد جهلاً أن يعجب بأعماله قالوا: وإنما كان عجبه جهلاً لأنه يريد أن يغطي بالعجب عيوب نفسه وهي لا تتغطى۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کسی مرید کے جاہل ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے اعمال پر اترائے (فخر کرے) صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا فخر کرنا جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ وہ خود پسندی کے ذریعے اپنے نفس کے عیبوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ ان عیبوں پر پردہ نہیں پڑتا۔

وكان يقول: لا يصدق المريد في إرادته حتى ينسلخ من صفات نفسه الردية كلها۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اپنی ارادت میں اس وقت تک صادق نہیں ہو سکتا جب تک اپنی تمام بری صفات سے نکل نہ جائے۔

وکان یقول: کل مرید تھاون بحضور مجالس ذکر اللہ کسلاً أو لھواً بحدیث الدنیا فلا بد أن یکشف اللہ تعالیٰ عیوبه علی لسان نفسه۔

وکان یقول: إیاکم أیها المریدون و محاکاة کلام أرباب الأحوال قبل أن تبلغوا مبلغ القوم فإنها تقطعکم عن السیر فی الطریق لظنکم أنکم صرتم مثل الأشیاخ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مریدو! اربابِ احوال (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال بیان کرنے سے بچو جب تک تم اس قوم کے قیام تک نہ پہنچو کیونکہ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں سیر سے الگ ہو جاؤ گے کیونکہ تم خیال کرو گے تم مشائخ کی مثل ہو چکے ہو۔

وکان یقول: من علامة تخلیطک أیها المرید صحبتک للمخلطین ومن علامة بطالتک صحبتک للبطالین۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید تیرے غیر مخلص ہونے کی علامت ہے کہ تو غیر مخلص لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور تیرے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تو اہل باطل کی صحبت کرے۔

وکان یقول: من علامة المرید الصادق ملازمة السنة والفریضة فی اصطلاحنا، فالسنة ترکه للدنیا، والفریضة دوام ذکر اللہ تعالیٰ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: صادق مرید کی علامت سے یہ بات ہے کہ وہ ہماری اصطلاح کے مطابق سنت اور فرض کو اختیار کرے: (فالسنة ترک الدنیا والفریضة دوام ذکر اللہ تعالیٰ) پس سنت دنیا کو ترک کرنا اور فرض ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

وکان یقول: کل مرید أطلق لسانه فی أحد من أهل اللہ عزوجل ابتلاہ اللہ تعالیٰ بانعقاد لسانه

عن النطق بالشهادتين عند الموت۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنی زبان چلاتا ہے (ابتلاہ اللہ تعالیٰ باعقاد لسانہ عن النطق بالشہادۃ عند الموت) اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کی زبان کو کلمہ شہادت کے پڑھنے سے رکاوٹ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وکان یقول: خصلتان إذا کانتا فی مرید حرم الوصول سوء الطعمة و إیذاء الخلق۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: دو عادتیں ایسی ہیں کہ جب مرید میں پائی جائیں تو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ تک) رسائی حرام ہو جاتی ہے: (۱) سوء اللقمۃ (برا لقمہ)، اور (۲) و ایذاء الخلق (اور مخلوق کو تکلیف پہنچانا)۔

ومن شأنه إظهار الذلة والانكسار, و لباس الخليقات الوسخة إذا هجره إخوانه فتحاً لباب الرقة والخير عليه, وإذا حضر عليه مجلس الذكر فليجلس بحاشيته ولا يدخل الحلقة, ولا يفتح مجلس الذكر ولو كان ذلک من عادته قبل أن يهجروه, إذ الواجب عليه العمل على كسر نفسه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ عاجزی اور انکساری کا اظہار کرے اور پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے یہ اس وقت ہے جب اس کے بھائی اسے چھوڑ دیں تاکہ اس پر نرمی اور بھلائی کا دروازہ کھل جائے اور جب مجلس ذکر میں حاضری ہو تو اس کے کنارے میں بیٹھے، حلقہ میں داخل نہ ہو اور مجلسِ ذکر کو تقسیم نہ کرے اگرچہ ان لوگوں کے اس کو چھوڑنے سے پہلے اس کی یہ عادت ہو، کیونکہ اس پر واجب ہے کہ کسر نفسی اختیار کرے۔

وسمعت سیدی علیاً المرصفی رحمہ اللہ یقول: من علامة المرید الصادق أن یکون مع

إخوانه على نفسه، و يزداد لهم محبة كلما أطالوا هجره، لما في ذلک من مساعدة له على هدم نفسه۔

حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے برادرانِ طریقت کے ساتھ رہے اور جب وہ اس کو زیادہ دیر چھوڑے رکھیں، یہ ان کی محبت میں اضافہ کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں اپنے نفس کو مٹانے پر مدد حاصل ہوتی ہے۔

و من شأنه أن یکون عما لأبر و حه أو جسده على الدوام لا یفتر عن ذلک۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ روحانی یا جسمانی اعتبار سے ہمیشہ خوب عمل کرے اور اس سلسلے میں کوتاہی نہ کرے۔

و كان الشيخ نجم الدين الكبرى رضى الله عنه يقول: من شأن المريد أن يكون زاده التقوىٰ، و بضاعته الإفلاس، و سفره إلى الآخرة، و مراحله الأنفاس، و منازله القبر، و صاحبه اليقين، و تدبيره العجز، و حركاته السكون، و بيته الخلوة، و لباسه الفقر، و نومه محاسبة العمر، و ركبته و سادته، و مسجده مجلسه، إن درس فعلوم الحكمة، و إن نظر فنظر العبرة، رفيقه التوفيق، و سمته حسن الخلق، و معلمه القناعة، و صومه الصمت، و همته خوف النار، و فرحه بللّٰه لا بالجنة، و صحته اليأس من الخلق، كما أن مرضه الطمع فيهم، و واعظة الموت و المقابر و الأيام و الليالي، و مطربه الحزن على تفريطه في أوقات عمره في غير مرضاة الله، و نيته الجازمة رفض الدنيا أبداً ما عاش، و سلاحه الوضوء، و مركبه الورع، و خصمه النفس و الشيطان، و سجنه الدنيا، و سجّانه الهوى، ليله تضرع، و نهاره استغفار، و حصنه دينه، و شعاره شرعه، و محدثه كتاب ربه، و رأس ماله حسن الظن بربه، و حرفته كثرة الصلاة على رسول الله ﷺ الذى هداه الله به، فهو الشيخ الحقيقى له و لجميع الأمة، فهذا هو المريد الصادق۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان یہ ہے کہ اس کا سامان سفر تقویٰ اور اس کی جمع پونجی افلاس ہو اس کا سفر آخرت کی طرف ہو اس کے مراحل انفاس (سانس) ہو، اس کی منزل قبر ہو، اس کا ساتھی یقین، اس کی تدبیر عجز، اس کی حرکات سکون، اس کا گھر خلوت، اس کا لباس فقر، اس کی نیند زندگی کا محاسبہ، اس کی سواری اس کا مصلیٰ اور اس کی سجدہ گاہ اس کی مجلس ہو۔ اگر درس دے تو علوم حکمت کا، غور کرے تو عبرت کے ساتھ، اس کی رفیق توفیق، اس کی سیرت اچھے اخلاق، اس کا معلم قناعت، اس کا روزہ خاموشی، اس کی ہمت جہنم کا خوف نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوری اور ناراضگی کا خوف ہو، اس کی خوشی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جنت کے ساتھ نہیں، اس کی صحت مخلوق سے مایوسی ہو جس طرح اس کی بیماری لوگوں سے طمع اور لالچ ہوتی ہے۔ اس کا واعظ موت، قبرستان اور دن رات ہوں، اس پر غم کی بارش ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر اپنی عمر کے اوقات کو ضائع کر دیا، اس کی پختہ نیت یہ ہو کہ جب تک زندہ ہے دنیا کو ہمیشہ کیلئے ترک کر دیگا۔ اس کا ہتھیار وضو، اس کی سواری پرہیزگاری، اس کا دشمن نفس اور شیطان، اس کا قید خانہ دنیا، اسے قید کرنے والی چیز خواہش، اس کی رات آہ وزاری اور دن استغفار میں گزرے اس کا قلعہ اس کا دین، اس کی علامت اس کی شریعت، اس سے گفتگو کرنے والی اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کا اصل مال اپنے رب کے بارے میں حسن ظن ہو، اس کا شغل بارگاہ نبوی ﷺ میں کثرت سے ہدیہ درود شریف بھیجنا ہو، وہ آقا ﷺ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دی، آپ ﷺ ہی کی ذات اس کی اور تمام امت کی حقیقی مرشد ہے، پس یہ شخص سچا مرید ہے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن یکون خوفه من رد عمله الصالح عنده أکثر خوفه من معاصیه الظاهرة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرائط میں سے یہ شرط ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال کے رد (ضائع) ہونے پر ظاہری گناہوں کے مقابلے میں زیادہ خوف رکھے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن یستوی قلبه مع لسانه فی کل مرة من الذکر، لا یعقب قلبه فی مرة عقوبة واحدة، و أن تمتلیء عروقه کلها من محبة ذکر اللّٰہ عزوجل، و مع ذلک فلا یری لنفسه قیمة، بل یراها لا تصلح لخدمة ربه عزوجل، إلا بتأھیله لها۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی نشانی یہ ہے کہ ہر مرتبہ ذکر کے وقت اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ برابر رہے کبھی بھی اس کا دل زبانی ذکر سے پیچھے نہ رہے اور اس کی تمام رگیں اللہ جل شانہ کے ذکر کی محبت سے بھری رہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے نفس کو کبھی وقعت نہ دے بلکہ وہ اسے یوں دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا اہل بنائے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن لا یکون بینه و بین أبناء الدنیا مصادقة، و لا مصاحبة و لا مجالسة، إلا بقدر الضرورة الشرعیة، فإن محبة طریق اللّٰہ تعالیٰ لا تدعه یمیل إلی غیرھا۔

سچے مرید کی شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ اس کے اور دنیاداروں کے درمیان ضرورت شرعیہ سے زائد دوستی، صحبت اور مجلس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی محبت اسے اس کے غیر کی طرف میلان کیلئے نہیں چھوڑتی۔

وکان یقول: ما أحب طریق اللّٰہ تعالیٰ صادق إلا صار یبغض الدنیا و طلابھا، لکونھا تحجبه عن اللّٰہ، و یحبّ الموت لأجل لقاء اللّٰہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو سچا آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ کو پسند کرتا ہے۔ وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ دنیا اور دنیا طلب کرنے والوں سے نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ سے حجاب کا ذریعہ بنتی ہے اور وہ موت کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خاطر پسند کرتا ہے۔

وکان یقول: من شأن المرید الصادق محبة العزلة عن الناس، واستغناؤہ الجلوس فی البراری والمواضع الخربة، حتی یتقوّی ویصیر لا یتدنس بالأغیار۔

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں سے علیحدہ رہنے کو پسند کرے اور وہ جنگلوں اور ویرانوں میں بیٹھنے کے ذریعے ان سے بچے حتیٰ کہ اسے قوت حاصل ہو جائے اور وہ اس مقام کو پہنچ جائے کہ غیر خدا کے ساتھ ملاقات کی وجہ سے اس میں میلا پن نہ آجائے۔

ومن شأنہ استواء المدح والذم عندہ من الناس، والخیر والشر عندہ من اللہ عزوجل، فیرضی بالقضاء لا بالمقتضا، وکذلک یرضی عن اللہ عزوجل فی استواء المنع والعطاء، وذلک من علامة إخلاصہ وعبادتہ ربہ بلا علة۔

سچے مرید کی شان سے یہ ہے کہ لوگوں کا اس کی تعریف اور مذمت کرنا دونوں برابر ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر وشر کا پہنچنا برابر ہو وہ قضا پر راضی ہو جس چیز کا فیصلہ ہو، اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے اور روکنے دونوں پر برابر راضی ہو تو یہ اس شخص کے مخلص ہونے اور کسی سبب کے بغیر رب کی عبادت کرنے کی دلیل ہے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن لا یجری علی لسانہ إلا ذکر اللہ أو ذکر الموت وھول المطلع، وأحوال أھل الجنة، وأحوال اھل النار، لا یکاد أملہ یجاوز وقتہ، لا یقف مع شیء من أمور الدنیا والأخرة دون اللہ، لأنھا کلھا مناھل فی الطریق، والمطلوب من ورائھا ھو رضی اللہ عزوجل لا غیر، لا یغفل عن السعی فی کمال تطھیرہ من نجاسات الدنیا وشھواتھا،

ولاعن التجرد عن سائر الزلات والغفلات، حافظاًللشريعةعاملاًلهاقولاًوعملاًواعتقاداً، لا يزيغ عنهاطرفةعين۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: صادق مرید کی شرط یہ ہے کہ اس کی زبان پر صرف اللہ تعالیٰ کا اور موت کا ذکر رہے۔ نامہ اعمال کو دیکھنے کا خوف، جنت کے احوال اور دوزخ کے احوال کا ذکر رہے۔ اس کی امید وقت سے تجاوز کرنے کے قریب نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دنیوی اور اخروی امور کے ساتھ نہ ٹھہرے کیونکہ یہ سب راستے کے پڑاؤ (اور گھات) ہیں مطلوب ان کے بعد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کوئی اور چیز نہیں۔ دنیا کی خواہشات اور نجاستوں سے پوری طرح طہارت حاصل کرنے کی کوشش سے غافل نہ ہو اسی طرح تمام لغزشوں اور غفلتوں سے بھی غافل نہ رہے۔ عمل، قول اور اعتقاد کے ذریعے شریعت کی حفاظت کرے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس سے نہ ہٹے۔

وكان يقول: المريد الصادق يحب الخلوة البعيدة عن مرور الناس كخلاوى السطوح و يحب أن تكون ضيقة حتى لا يصح له مد رجله فيها و يحب أن تكوم مظلمة لا يدخلها نور الشمس، ولا ينبغي له أن يعوّد نفسه قط ببيات طعام عنده ولا نقد، بل يصبر لصلاة العشاء، فإن لم يجد من يقبله منه أخرجه من خلوته لكل من وجده و ذلک أكمل فى استعداده و حصول فتحه۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید لوگوں کی گزر گاہ اور خلوت نشینی کو پسند کرتا ہے جیسے بیماری سے آفاقہ پانے والا کمزور آدمی تنہائی چاہتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ وہ جگہ تنگ ہو حتیٰ کہ وہ اس میں پاؤں بھی نہ پھیلا سکے اور وہ پسند کرتا ہے کہ وہ جگہ تاریک ہو جس میں سورج کی روشنی داخل نہ ہو سکے اور اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح رات گزارنے کا عادی بنائے کہ اس کے پاس کھانا یا نقدی ہو بلکہ وہ نماز عشاء تک صبر کرے اور اگر وہ ایسے شخص کو نہ پائے

جو اس سے اس بات کو قبول کرے تو اسے اپنی خلوت سے نکال کر اس کو دے جسے پائے یہ اس کی استعداد اور روحانی فتوحات کے لئے زیادہ کامل صورت ہے۔

وكان يقول: من شرط المريد أن لا يفتر عن الذكر، حتى يقوى و يحصل له منه حال، فتارة يأخذ لسانه من قلبه و تارة يأخذ قلبه من لسانه، و يواظب على السنن و ركعتي الضحى، و ركعتي سنة الوضوء، و يستعمل الطيب و البخور لمجلس الذكر ما استطاع، و لا يواظب على أكل الدسم فيظلم قلبه، بل يستعمل الدسم كل سبعة أيام أو ثلاثة أيام مرة، و يأكل منه قليلاً وليحذر من غرور نفسه ما استطاع، فإن من شأنها أن تحب الشر و تكره الخير، و تخالف العقل، و توافق الهوى۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرائط میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ذکر میں کوتاہی نہ کرے حتیٰ کہ اسے قوت حاصل ہو اور اس کے سبب اسے ایک حال حاصل ہو جائے پس کبھی اپنی زبان کو دل سے اور کبھی دل کو زبان سے لے۔ اسے چاہیئے کہ سنتوں، چاشت کی دو رکعتوں، وضو کی دو سنت رکعتوں (تحیۃ الوضو) کو پابندی سے ادا کرے۔ جس قدر ممکن ہو مجلس ذکر کیلئے خوشبو اور بخور (اگربتی) استعمال کرے اور چربی کا استعمال مسلسل نہ کرے ورنہ اس کا دل تاریک ہو جائے گا بلکہ ہفتہ میں ایک دن کے بعد چربی استعمال کرے اور اس میں تھوڑی سی کھائے اور جس قدر ممکن ہو نفس کے دھوکے سے بچے کیونکہ نفس کا کام یہ ہے کہ وہ برائی کو پسند کرتا ہے اور بھلائی کو ناپسند کرتا ہے۔ نیز وہ عقل کی مخالفت اور خواہشات کی موافقت کرتا ہے۔

صور من أمراض النفس

وكان يقول: النفس إذا جاعت فهي كالطفل الضعيف، وإذا شبعت فهي كالأسد المفترس، و إذا غضبت فهي كالملوك الجبابرة، و إذا اشتهت شيئاً كالبهائم، و إذا خافت من شيء فهي كالهرة و إذا أمنت فهي كالنمر، و إذا عصت فهي كالشياطين، و إذا سكنت فهي

مثل الجماد۔

شیخ نجم الدین الکبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: نفس کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ کمزور بچے کی طرح ہو جاتا ہے اور جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو حملہ کرنے والے شیر کی طرح ہو جاتا ہے، جب اسے غصہ آتا ہے تو جابر حکمران کی طرح ہو جاتا ہے، جب اسے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے تو وہ درندوں کی طرح ہو تا ہے جب وہ کسی چیز سے خوفزدہ ہو تا ہے تو وہ بلی کی طرح ہو جاتا ہے، جب وہ امن میں ہو تو وہ چیتے کی طرح ہو جاتا ہے، جب نافرمانی کرے تو شیطان کی طرح ہو جاتا ہے، اور جب وہ سکون میں ہو تو جمادات کی طرح ہو تا ہے۔

وکان یقول: لیحذر المرید للصلاح والخیر من البکاء تکلفاً بحضرۃ الناس فإن ذلک کلہ نفاق، وھذہ الأمور بماتکون أو بعضھا فی بعض الأوقات شرّاً من شرب الخمر، فضلاً عن بیع الحشیش، أعاذنا اللہ من شرور أنفسنا أبداً ماعشنا آمین۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کے سامنے بطور تکلف نہ روئے تاکہ اس کی اصلاح ہو اور اسے بھلائی حاصل ہو کیونکہ یہ عمل منافقت ہے اور اس قسم کے تمام یا بعض کام شراب نوشی سے بھی زیادہ برے ہوتے ہیں اور حشیش فروخت کرنے سے بھی بدتر ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے جب تک ہم زندہ ہوں۔ آمین۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن یری نفسہ کأنہ محل للأرجاس، ومقامہ دائماً تحت أقدام الناس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس طرح دیکھے گویا وہ ناپاکیوں کی جگہ ہے اور اس کا مقام ہمیشہ لوگوں کے قدموں کے نیچے ہو تا ہے۔

وکان یقول: من أعظم أخلاق المرید التحمل لأذی الناس، وکظم غیظہ مااستطاع، فإن کل من لم یحمل کظم الغیظ فلابدمن وقوعہ فی ذلّ الاعتذار۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا عظیم ترین خلق یہ ہے کہ وہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرے اور جس قدر ممکن ہو غصہ پی جائے کیونکہ جو شخص غصہ نہیں پیتا وہ لازمی طور پر عذر پیش کرنے کی ذلت میں پڑتا ہے۔

ومن شأنه أن يجعل قلبه داماً متوجهاً إلى الله وحده دون شيء من أمور الدينا والآخرة۔ ومعلوم أن ذلک لا يصله إلا بعد رياضة تامة، بحيث لا يصير له التفات إلى حظ من حظوظ الدنيا والآخرة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہمیشہ صرف بارگاہ خداوندی کی طرف متوجہ رہے دنیا اور آخرت کی کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ اس مقام تک پوری ریاضت کے بعد ہی پہنچ سکتا ہے اس طرح کہ دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والی لذت میں سے کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہو۔

فقد كان الشيخ أبو مدين المغربي رضى الله عنه يقول: ليس للقلوب إلا وجهة واحدة، مت توجه إليها حجب عن غيرها، فإن توجه للدنيا حجب عن الآخرة، و إن توجه للأخرة حجب عن الدنيا، وإن توجه إلى حضرة الله حجب عن الدارين۔

حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: دلوں کا قبلہ ایک ہی ہے جب اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے غیر سے پردے میں ہو جاتا ہے، اگر دنیا کی طرف توجہ کرے تو آخرت سے آڑ ہو جاتی ہے اگر آخرت کی طرف متوجہ ہو تو دنیا سے پردہ ہو جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہو تو دونوں جہانوں سے پردہ ہو جاتا ہے۔

وكان يقول: كل مريد لا يخلع الگذار لم ترفع له أستار۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید عذر پیش کرنا نہیں چھوڑتا (یعنی غلط کام کرکے عذر پیش کرے) اس کیلئے پردے نہیں اٹھائے جاتے

و كان يقول: أضر شيء على المريد صحبته للأحداث المبتدئين فى الطريق، فإنه يتمشيخ عليهم فينقطع عن السير، لأن تربية المريدين إنما هى للأشياخ الذين خمدت بشريتهم، و تمت مجاهداتهم، و أما صحبة الأحداث للفساد فذلک أمر خارج عن طريق القوم جملة واحدة۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصاندہ چیز طریقت میں نووارد لوگوں کی صحبت اختیار کرنا ہے وہ ان کے سامنے شیخ (بزرگ) کی صورت اختیار کرتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سیر سے رک جاتا ہے۔ بے شک مریدین کی تربیت وہ شیوخ کرتے ہیں جن کی بشریت مٹ چکی ہے اور ان کے مجاہدات مکمل ہو چکے ہوں۔ نوخیز لوگوں کی صحبت اگر فساد کے لئے ہو تو یہ بات صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریق سے مکمل طور پر خارج ہے۔

و كان يقول: من شرط المريد أن يعرف زيادته و نقصه، و ذلک ليجدّ فی العمل كلما طرقه الكسل۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرط یہ بھی ہے کہ وہ اپنے درجہ میں اضافہ اور نقصان کو پہچانے یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ عمل میں کوشش کرے جب بھی سستی اسے دور کردے۔

و كان يقول: طلب المريد لطريق القوم من غير توبة جهل عظيم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا توبہ کے بغیر صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ کو طلب کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔

و كان يقول: المريد الصادق مشغول عن محادثة إخوانه من أهل الطريق، فكيف بأبناء الدنيا؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچا مرید طریقت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ گفتگو سے بھی اعراض کرتا ہے چہ جائیکہ وہ دنیاداروں کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو۔

وكان يقول: من شأن المريد أن يكون يقظاً لما يبدو منه في حق نفسه وغيره، فلا يشغل أخاه عن ربه عز وجل، فإن من أشغل مشغولاً بربه أدركه المقت في الوقت۔

كعف يصل المريد إلى حضرة الحق؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے جب تک مناسب ہو بیدار رہے (ہوشیار رہے) اس کا بھائی اسے اللہ جل جلالہ سے غافل نہ کرے کیونکہ جو شخص اپنے رب سے غافل رہتا ہے وہ فوری طور پر غضب کا نشانہ بن جاتا ہے۔

مرید کیلئے بارگاہ خداوندی تک رسائی

وكان يقول: من أقرب رحلة تكون للمريد إلى حضرة الحق الخاصة دوام الذكر، فقد أجمعوا على أن من دامت أذكاره صفت أسراره، ومن صفت أسراره كان في حضرة الله قراره۔

حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی حاضری کے لئے مرید کو سب سے زیادہ قریب کرنے والی سواری دائمی ذکر ہے۔ اس بات پر صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ جو لوگ دائمی ذکر کرتے ہیں ان کا باطن صاف ہو جاتا ہے اور جس کا باطن صاف ہو اس کا ٹھکانہ بارگاہ خداوندی میں ہوتا ہے۔

ومن هنا يقول بعضهم: منذ ثلاثين سنة لم أخرج من حضرة الله قراره۔

ومن هنا يقول بعضهم: منذ ثلاثين سنة لم أخرج من حضرة الله عز وجل۔

اسی وجہ سے بعض حضرات فرماتے ہیں: منذ ثلاثين سنة لم اخرج من حضرة الله۔ یعنی میں تیس سال سے بارگاہ خداوندی سے باہر نہیں نکلا۔

ومن شأنه إذا رأى أحواله في الخير تناقصت، وهمته في الطريق قد ضعفت، فليخرج من

بين إخوانه، أو يحذرهم من حاله، و يحرم عليه أن يجيب عن نفسه، لأنه يتلفهم بذلك، و يرجع إصر ذلك عليه۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ جب وہ نیکی کے حوالے سے اپنے احوال کو کم ہوتے دیکھے نیز یہ کہ طریقت کے سلسلے میں اگر اس کی ہمت کمزور ہے تو وہ اپنے برادران طریقت سے الگ ہو جائے یا ان کو اپنی حالت سے ڈرائے اور اس پر حرام ہے کہ اپنے نفس کی طرف سے جواب دے کیونکہ اس طرح وہ ان کو ضائع کر دے گا اور اس کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔

الشيخ أبو الحجاج الأقصرى ينصح المريد

وقد كان الشيخ أبو الحجاج الأقصرى رضى الله عنه يقول: إذا وجد المريد من نفسه عدم لا صدق فى طلب الطريق، فالواجب عليه الخروج من بين الفقراء، فإن لم يخرج كان إثم فتور عزمهم عليه لنظرهم إليه، و سرقة الطباع السيئة منهم، و كل من زعم أن طبعه لا يسرق كذبناه لأن ذلك لا يكون إلا لمن لا تطرقه غفلة عن الله كالملائكة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید طریقت کی طلب میں اپنے نفس کو سچا نہ پائے تو اس پر لازم ہے کہ فقراء کے درمیان سے نکل جائے اگر ان کے درمیان سے نہیں نکلے گا تو ان لوگوں کے عزم میں کمی کا گناہ اس پر ہوگا کیونکہ وہ اس کو دیکھتے ہیں اور بری طبیعتوں سے (ان کی خصلتیں) چوری ہوتی ہیں اور جو شخص یہ خیال کرے کہ اس کی طبیعت چوری نہیں ہوتی، ہم اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ بات اسی سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو، جیسے فرشتے ہیں۔

وكان يقول: كل مريد كان عنده حسد لأحد من إخوانه فلا ترجوا له ارتقاءً أبداً إذ الحسود لا يسود۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اپنے کسی بھائی سے حسد کرتا ہے اس کے لئے کبھی بھی ترقی کی امید نہ رکھو کیونکہ اذا الحسود لا یسود یعنی حسد کرنے والوں کو قیادت نہیں ملتی۔

ثم يقول: و الله لقد كنت أجيء أنا و أخي الشيخ أبو الحسن بن الصايغ بالإسكندرية إلى شيخنا فأرى مقامي يعلو مقامه فأتكدر و أقول: اللهم أعل مقامه فوق مقامي، و هكذا كان الآخر يقول في غيبتي۔

پھر فرماتے: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اور میرا (طریقت میں) بھائی شیخ ابو الحسن بن صائغ رحمہ اللہ تعالیٰ سکندریہ میں اپنے شیخ کے پاس جاتے، میں دیکھتا کہ میرا مقام اس کے مقام سے بلند ہے تو میں کہتا یا اللہ! اس کے مقام کو میرے مقام سے بلند کر دے اسی طرح وہ بھی میری عدم موجودگی میں یہی بات کہتے۔

هكذا درج القوم لا غلّ بينهم و لا حسد و لا حقد، رضي الله عنهم أجمعين۔

اس قوم (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کا یہی مقام ہے ان کے درمیان کوئی کھوٹ، حسد اور کینہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

و كان يقول: المريد الصادق لا يرجع عن الطريق و لو قاسى كل الأهوال۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچا مرید طریقت سے نہیں پھرتا اگرچہ اسے تمام مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔

فقد قالوا: من خطب نفيساً خاطر بنفيس۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو کسی نفیس کو نکاح کا پیغام دیتا ہے وہ اس نفیس کے ساتھ اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

قال: و لقد حصل عندي مرة فتور و كلال من طول مكابدة الليالي في الشتاء، فأعانني الله تعالیٰ "بأبي جعران" و ذلک أنني نظرت إليه وهو يجهد أن يصعد منارة السراج، لأجل القرب من النار، فلم يزل يزلق و يقع إلى الصبح لكونها ملساء، فعددت عليه تلک الليلة سبعمائة وقعة وهو لا يرجع۔

فقلت فی نفسی: سبعمائة وقعة وهو لا یرجع عن مطلوبه وأنت ترجع من دون ذلک! ثم خرجت إلی صلاة الصبح ورجعت فوجدته جالساً فوق المنارة بجانب الفتیلة فأخذت من ذلک ما أخذت، فکان ذلک من جنود الله لی، فالحمد لله علی ذلک۔

شیخ الاقصریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ابو جفران کے ذریعے میری مدد فرمائی اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے دیکھا وہ "منارۃ السراج" پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ آپ کے قریب ہو جائیں وہ مسلسل صبح تک پھسلتے اور گرتے رہے کیونکہ مینارہ ملائم تھا۔ میں نے اس رات شمار کیا تو وہ سات سو مرتبہ گرے تھے لیکن انہوں نے اپنا عمل نہ چھوڑا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ سات سو مرتبہ گرنے کے باوجود اپنے (مطلوب کی طلب) سے باز نہیں آتے اور تم اس سے کم درجہ واپس ہو رہے ہو۔ پھر جب میں صبح کی نماز کیلئے نکلا اور واپس آیا تو ان کو مینارہ کے اوپر چراغ کی طرف (رخ کئے ہوئے) بیٹھا دیکھا۔

اس سے میں نے وہ سبق حاصل کیا جو حاصل کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری مدد تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی حمد کرتا ہوں۔

قال: وقد خطب مرید ابنة سلطان فقال السلطان: انک لا تقدر علی مهرها فقال له: وما مهرها؟ فقال: مائة جوهرة کل جوهرة بعشرة آلاف دینار فقال له: وأین محل تلک الجواهر؟ فقال للفقیر: فی بحر الظلمات، فأخذ المرید قصعته وذهب إلی ساحل بحر الظلمات، وصار ینضح منه بقصعته علی البر فبلغ ذلک إلی السلطان، فأرسل وراءه وزوجه ابنته وأمهرها من عنده وجعله وزیراً له لعلو همته۔

شیخ الاقصریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کسی مرید نے بادشاہ کی بیٹی کا رشتہ مانگا، بادشاہ نے کہا تو اس کا مہر ادا نہیں کر سکتا۔ اس نے پوچھا اس کا مہر کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا ایک سو جواہر جن میں سے ہر جوہر کی قیمت ایک ہزار دینار ہے۔ اس نے پوچھا وہ جواہر کہاں ہیں؟ بادشاہ نے فقیر کو جواب دیا کہ وہ

بحر ظلمات میں ہیں۔ مرید نے اپنا پیالہ لیا اور بحر ظلمات کے ساحل تک جا پہنچا۔ وہ پیالے سے پانی نکال نکال کر خشکی پر ڈالتا جاتا بادشاہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے اس کے پیچھے کسی آدمی کو بھیجا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر کے اپنی طرف سے مہر ادا کر دیا اور اس کی بلند ہمتی کی وجہ سے اسے اپنا وزیر بنالیا۔

وکان یقول: إیاک أیھا المرید أنتطلب الوصول بأعمالک فإن الوصول لا یکون إلا بالأعمال التی خلصت من الریاء وسائر الآفات، وأی عمل خلص لک من ذلک حتی تطلب بہ الوصول؟ فالزم العمل علی وجہ العبودیۃ، وإلا فاتک أدب الوقت ومددہ۔

حضرت ابو الحجاج الاقصریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے اعمال کا صلہ طلب کرنے سے بچو کیونکہ صلہ ان اعمال کا ہوتا ہے جو ریاکاری اور تمام آفات سے محفوظ ہوں اور تمہارا کون سا عمل خالص ہے کہ تم اس کی جزا مانگ رہے ہو۔ محض بندگی کیلئے عمل کو اختیار کرو ورنہ وقت کا ادب اور اس کی مدد تمہیں حاصل نہ ہو گی۔

وکان یقول: المرید الصادق لا یخوض قطفی الذات، تعظیماً لجناب اللہ عزوجل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچا مرید اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے اپنی ذات میں نہیں پڑتا۔

وکان یقول: کل مرید سمعتموہ یقول: حقیقتی اللہ، أولا موجود إل اللہ، فعرّفوہ بذنبہ، فإن لمیتب فاقتلوہ، فإنہ زندیق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس مرید کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ میری حقیقت اللہ ہے یا یہ کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں تو ایسے شخص کو اس کے گناہ کی پہچان کراؤ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دو وہ زندیق ہے۔

وکان یقول: من شرط المرید الصآدق أن لا یشغل نفسہ قط بالمبادرۃ إلی الإنکار علی أحد من إخوانہ بل شأنہ حمل الناس علی أحسن المحامل، وما دام یری فی أحد نقصاً فھو

ناقص، و أما الأشياخ فإن رأوا فی المرید نقصاً فإنما ذلک بإلهام من اللہ تعالیٰ مصلحة له، لینقذوہ من الأفات۔ و لیس عندهم ازدراء لأحد من العصاة، لنظرهم المحكم إلى مجارى الأقدار فی الخلق و علامات حدتهم فی براءتهم من السوء ظاهرة۔

آپ فرماتے ہیں: سچے مرید کی شرط سے یہ ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت میں سے کسی ایک پر جلدی اعتراض کرنے میں اپنے نفس کو بالکل مشغول نہ کرے بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال کو اچھا گمان کرے۔ وہ جب تک کسی ایک میں نقصان دیکھے گا خود میں نقص ہو گا۔ لیکن مشائخ جب کسی مرید میں کمی دیکھتے ہیں تو اللہ تعالی کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے کہ وہ اسے آفات سے بچاتے ہیں اور وہ کسی کی توہین نہیں کرتے کیونکہ اس بات پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے کہ یہ احکام مخلوق میں تقدیر کے مطابق جاری ہرتے ہیں اور برائی سے برات کے سلسلے میں کی تیزی کی علامات ظاہر ہیں۔

و من شأنه أن لا یزاحم الرجال فی الجلوس بل یجلس خلف الناس الی أن یلتحی۔

و قد کان الشیخ أبو الحسن بن الصایغ رفیق سیدی أبی العباس المرسی رضی اللہ عنه یقول: لا ینبغی للمرید إذا کان جمیل الوجه لا لحیة له أن یجلس قط مع الرجال إلا فی حلقة الشیخ، و لا یکتحل بالمکحل الأسود و لا یتطیب و لا یلبس اللباس الفاخر، و إنما الأدب أن یلبس الثیاب الخشنة، و المرقعات، لا سیما إن أقام فی الزاویة۔

و کان یقول: إیاکم و التساهل بالنظر لشیء من الصور الجمیلة فإن کل نظرة تورث فی القلب حسرة و ظلمة۔

و کان یقول: من شأن المرید الصادق أن لا یمد یده للطعام إلا عند الضرورة، و لو کان بین یدیه طعام کأمثال الجبال، و إذا أکل لا یأکل إلا بقدر سد الرمق۔

و کان یقول: فترة المرید بعد المجاهدة منفسادالابتداء۔

و کان یقول: کل مرید انحطّ من حقیقة العلم إلی ظاهر العلم فقد نقض عهده مع اللہ

تعالیٰ۔

و کان یقول: کلمرید رجع عن طریق إرادته عذبه الله عذاباً لم یعذبه أحداً من العالمین۔

وذلک لعظمما رجع عنه، و من هنا غفر للکافر إذا أسلم ما سلفمن ذنوبه لأنه لم یذق مقام الإقبال علی الله عز و جل قبل إسلامه۔

و کان یقول: المرید الصادق لا بد أن یترک الدنیا مرتین: الأولی یترک مطاعمها و نعیمها و جمیع شهواتها، و الثانیة أن یترک جاهها و تبجیل الناس له لأجل برکتها، و ذلک أنه إذا عرف بالزهد فی الدنیا، عظمه الناس و الملوک ضرورة، فیکون ترکه لذلک أعظممن ترکه الأول، لکن أخذ الدنیا بعد رمیها بقصد السیر، لا یکون إلا لمن لا أتباع له، أما من له أتباع فربما یتبعونه فیهلکون۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید پر لازم ہے کہ دنیا کو دو مرتبہ چھوڑے، پہلی مرتبہ اس کے کھانے، نعمتیں اور تمام خواہشات کو چھوڑدے اور دوسری بار اس کے مقام و مرتبہ اور لوگوں ، اور لوگوں کی طرف اپنی عزت افزائی کو چھوڑدے تاکہ اس کی برکت حاصل ہو اور یہ اس لئے کہ جب وہ دنیا میں زہد کے ساتھ معروف ہو جاتا ہے تو لازمی طور پر لوگ اور بادشاہ اس کی تعظیم کرتے ہیں، پس اس مقصد کے لئے اس کا اس کو چھوڑنا پہلی بات کو چھوڑنے سے زیادہ عظیم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کی خاطر دنیا کو چھوڑنے کے بعد دنیا کو اختیار کرنا اسی شخص کے لئے ہو سکتا ہے جس کی اتباع کرنے والا کوئی نہ ہو، لیکن جس کی اتباع کرنے والے ہوں تو بعض اوقات وہ اس کی اتباع کر کے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ومن شأنه أن لا یتقلّق قط من طول مجلس الذکر، بل یکون الیوم عنده فی الذکر کاللمحة، و هذا لا یکون إلا لمرید قطع العلائق کلها، أما من یقریء الأطفال أو یشتغل بالعلم فبعید علیه أن لا یتقلّق من مجلس الذکر إذا طال، لا سیما إن کان ذلک الفقیر قد سلک فی تربیة الأطفال مسلک المریدین فی التربیة، فإنه ینقطع عن السیر بالکلیة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مجلس ذکر کے طویل ہونے سے نہ اکتائے بلکہ اس کے نزدیک ذکر میں ایک دن ایک لمحہ کے برابر ہو اور یہ اسی مرید کے لئے ہو سکتا ہے جو دنیا سے مکمل طور پر قطع تعلق کرے۔ لیکن جو بچوں کو پڑھاتا یا علم میں مشغول ہوتا ہے اس سے یہ بات بعید ہے کہ وہ مجلس ذکر کے طویل ہونے سے پریشان نہ ہو خاص طور پر جب یہ فقیر بچوں کی تربیت اس طرح کرے جس طرح مرید کی تربیت کی جاتی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سیر سے بالکل کٹ جاتا ہے۔

وقد كان الشيخ أبو الحسن بن الصايغ رضی اللہ عنہ يقول: كل مريد اتخذ له مريداً و لول أن يُحفظه القرآن فقد قطع به عن مقام التحقيق و طالت عليه الطريق۔

حضرت شیخ ابو الحسن بن صائغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو فقیر اپنا مرید بناتا ہے چاہے وہ اسے قران مجید حفظ کرائے وہ اس وجہ سے مقام تحقیق (حقیقت کو حاصل کرنے) سے کٹ جاتا ہے اور اس کا راستہ لمبا ہو جاتا ہے۔

وقد كان أحدهم يقرىء الطفل حتى تطلع لحيته لا يعلم بذلك إلا من الناس لغلبة الإطراق، ومع ذلك كانوا يخافون على أنفسهم من الميل إلى الصبى، لأجل الإرفاق الذى يحصل من اهله، و ربما زاد الفقيه فى إكرامه على من كان دونه فى الإرفاق، فيرجع تعليمه للقرآن إلى طلب الدنيا۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ایک صوفی بچوں کو پڑھاتا تو اس کے داڑھی آجاتی لیکن اسے لوگوں سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی (کہ بچے کے داڑھی آگئی) کیونکہ ان پر طریقت کا غلبہ ہوتا۔ اس کے باوجود بچوں کی طرف میلان سے خوف زدہ رہتے یہ بات ان کو بچے کے گھر والوں کی

طرف سے نرمی کی وجہ سے ہوتی اور بعض اوقات فقیہ اپنے سے کم درجہ آدمی سے زیادہ نرمی کرتا ہے پس اس کا قران مجید کی تعلیم دینا طلب دنیا کیلئے ہو جاتا ہے۔

وکان یقول: کل مرید لم یذق ذل المکاسب و ذل الحاجة إلی الناس لم ینتج فی الطریق، أی لأن من لا کسب له یأکل بدینه، و من لا یتأثر برد الناس له إذا سألهم شیئاً فهو عدیم المروءة، و کلاهما لا یصلح للطریق، و أیضاً فإن من ذاق ذل المکاسب و الحاجة للناس یصیر یطلب العز، و لا عز أعظم من عز الفقراء، لإذعان الملوک لهم فضلاً عن غیرهم، فیدخل الطریق بهمة لیکتسب ذلک العز، و یستغنی به عن الخلق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ہر وہ مرید جو کسب کی ذلت اور لوگوں کے سامنے حاجت پیش کرنے کی ذلت کا ذائقہ نہیں چکھتا اسے طریقت میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص کماتا نہیں وہ دین کے بدلے میں کھاتا ہے اور جو شخص لوگوں سے سوال کرتے وقت ان کے رد سے متاثر نہیں ہوتا اس میں مروت نہیں ہوتی اور یہ دونوں باتیں طریقت میں درست نہیں، نیز جو شخص کسب کی ذلت اور لوگوں کی طرف حاجت کی ذلت کو نہیں چکھتا وہ عزت تلاش کرتا ہے اور فقراء کی عزت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں کیونکہ بادشاہت بھی ان کے فرمانبردار ہوئے ہیں ان کے علاوہ لوگ تو ان کی

ومن شأنه أن لا یدعی قط أنه صادق فی طلب الطریق، و لو اجتمع الناس علی صدقه۔

عزت کرتے ہی ہیں پس ہمت کے ساتھ طریقت میں داخل ہوتا کہ اس عزت کو حاصل کر سکے اور اس کے ذریعے مخلوق سے بے نیاز ہو جائے۔

وقد سئل الحسین بن منصور الحلاج رحمه الله عن الصدق فی الطریق و هو مصلوب علی الخشبة مقطع الأطراف، فقال له: یا أخی أهون الصدق ما تری۔ و سئل مرة عن الصدق فی الطریق، فقال: ماذا أقول لک فی الطریق؟ أولها ذبح النفوس، ثم تلا قوله تعالیٰ

"فتوبوا إلی بارئیکم فاقتلوا أنفسکم"۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ نہ کرے کہ وہ طریقت کی طلب میں سچاہے اگرچہ لوگ اس کی سچائی پر متفق ہوں۔

جس وقت حضرت حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ سولی پر چڑھائے گئے اور ان کے اعضاء کاٹے گئے، کسی نے اُن سے طریقت میں صداقت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا: اے بھائی! طریقت میں کم از کم صداقت وہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

ایک اور مرتبہ اسی سوال کے جواب میں فرمایا: میں طریقت کے بارے میں تجھ سے کیا کہوں؟

فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (البقرہ ۵۴)

پس اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو اور اپنے نفسوں (خواہشات) کو قتل کرو۔

وکان یقول: رعدۃ المرید من خوف القطیعۃ أفضل من عبادۃ الثقلین ولو وقعت علی یدیہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کے خوف سے کانپ اٹھنا دو بڑی مخلوقوں (جن وانس) کی عبادت سے افضل ہے، اگرچہ وہ اس کے سامنے جھک جائیں۔

وکان یقول: من شرط المرید الصادق أن یری نوم غیرہ أفضل من عبادتہ۔ قال: لقد کنا فی بدایتنا نصلی الصبح بوضوء العشاء سنین عدیدۃ و إذا اتفق أن أحدنا نام فی لیلۃ، رأیناہ أفضلنا۔

حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی شان سے ہے کہ وہ دوسرے کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل خیال کرے، وہ فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں ہم کئی سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے اور جب اتفاق سے ہم میں سے کوئی رات کے وقت سو جاتا تو ہم اسے اپنے آپ سے افضل سمجھتے۔

و کان رضی اللہ عنہ یھجر المرید إذا بلغه عنه أنه مشی کطوة فی حظ نفسه، و یقول: إنما ذلک للعوامّ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر آپ کو اطلاع ملتی کہ ان کا کوئی مرید اپنی نفسانی خواہش کے لئے ایک قدم چلا ہے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتے اور فرماتے: انما ذالک للعوام (یہ تو عوام کے لئے ہے)۔

ومن شأنه أن یواظب کل یوم و لیلة علی قول: یا حی یا قیوم لا إله إلا أنت، أربعین مرة، فإنها مجربة لعدم موت القلب، و ذلک من أعون الأمور علی حیاة قلب المرید، وهی من تعلیم رسول الله ﷺ لأبی محمد الکتانی لما رأی رسول الله ﷺ فی المنام و شکی إلیه موت قلبه عن الطاعات، و قد کان یقول: جربتها فوجدت برکتها۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ دن رات میں یہ وظیفہ چالیس مرتبہ پڑھے "یا حیّ یا قیّوم لا اله الا انت" (اے خود زندہ دوسروں کو قائم رکھنے والے تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔ یہ وظیفہ دل کی موت سے بچانے کے لئے مجرب ہے اور مرید کی قلبی حیات کے لئے یہ آسان ترین عمل ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیم سے ہے۔ حضرت ابو محمد کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ سے شکایت کی کہ میرا دل عبادت سے اچاٹ ہے تو حضور ﷺ نے ان کو یہ کلمات سکھائے۔

اور حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے جربتها فوجدت برکتها (میں نے اس کا تجربہ کیا اور اس کی برکت کو پایا)۔

و کان یقول: جلوس المرید فی مجالس القیل و القال عقوبة، و قربه من الدنیا معصیة، و رکونه إلی أبنائها مذلة۔ قال بعضهم: و ربما تکون کلها معاصی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا بحث و تمحیص کی مجالس میں بیٹھنا سزا ہے اور اس کا دنیا کے قریب ہونا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اس کا دنیاداری کی طرف جھکاؤ ذلت کا باعث ہے۔ بعض صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

و كان يقول: المريد المعجب بنفسه مستدرج، و المستحسن لأفعاله الردية ممكور به۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: جو مرید اپنے نفس پر اکڑتا ہے وہ آہستہ آہستہ عذاب کی طرف جارہا ہے اور جو آدمی اپنے ردی کاموں کو اچھا سمجھتا ہے وہ دھوکے میں ہے۔

و كان يقول: لو زكيتم مريدا حتىٰ جعلتموه صديقاً و هو يساكن الدنيا بقلبه لا يعبأ الله به، فقيل له: فلو ساكنها بقلبه ينفقها على إخوانه؟ فقال لا يعبأ الله به و لو قصد ذلك فطماً له عن الدنيا، كما تضع الأم للطفل الصبر على ثديها إذا فطمته ليتحكم في ترك الميل إلى اللبن، و يتوجه بكليته إلى الطعام، و كذلك المريد ما لم تنفر نفسه عن الدنيا، و لو بقصد أن يتصدق ه يبر بها الناس، لا يفلح في الطريق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر تم کسی مرید کو پاک کر دو حتیٰ کہ تم اسے بہت سچا (صدیق) بنادو اور وہ قلبی طور پر دنیا کے ساتھ رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ان سے پوچھا گیا اگر وہ دل سے دنیا کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ اسے اپنے بھائیوں پر خرچ کرے؟ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں اگر وہ اس سے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کرے جس طرح عورت بچے کا دودھ چھڑوانے کے لئے اپنے پستانوں پر کڑوی چیز لگاتی ہے تاکہ دودھ کی طرف میلان کو چھوڑنا مستحکم ہو جائے اور وہ مکمل طور پر کھانے کی طرف متوجہ ہو جائے اسی طرح مرید جب تک دنیا سے اپنے نفس کو متنفر نہیں کرتا اگرچہ اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا، اس وقت تک وہ طریقت میں کامیابی نہیں پا سکتا۔

وکان یقول: قال اللہ تعالیٰ للمریدین فی بعض الھواتف الربانیة "من صبر علینا وصل إلینا"۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے ہاتف کے ذریعے مریدین سے فرمایا (غیبی آواز مراد ہے): من صبر علینا وصل الینا (جو ہمارے راستے میں صبر کرتا ہے وہ ہم تک پہنچ جاتا ہے)۔

وکان یقول: من مقتِ اللہ للمرید أن یذھب عنه حلاوۃ ذکرہ، ویشغل بذلک لسانه من غیر حلاوۃ۔

اسی طرح آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مرید پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس سے ذکر کی حلاوت کو واپس لے لے اور کسی چاشنی اور مٹھاس کے بغیر اس کی زبان کو اس میں مشغول کردے۔

وکان یقول: ذکر المرید بلسانه یورث الدرجات، وذکرہ لربه بقلبه یورث القربات۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا زبان سے ذکر کرنا درجات کو پیدا کرتا ہے اور دل سے اپنے رب کا ذکر کرنا قربتیں پیدا کرتا ہے۔

وکان یقول: إذا رأیتم المرید یعظم الفقراء کالأمراء، فلا بد أن یجعله اللہ تعالیٰ عن قریب إماماً یقتدی به، لأن من عظّم الناس لأجل اللہ عظمه اللہ بین الناس، وصاحب العکس بالعکس۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم دیکھو کہ مرید، فقراء کی تعظیم امراء کی طرح کرتا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے ایسا امام بنادے گا جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے لوگوں کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے درمیان باعظمت بنادیتا ہے اور جو اس کے برخلاف ہو (امیروں کی تعظیم کرے) اس کا نتیجہ بھی بالعکس ہوتا ہے (یعنی لوگ اس کی تعظیم نہیں کرتے)۔

ومن شأنه أن لا يصبر علی ذنب، و ذلک کأن یقع فیه ولا یتوب عقبه فوراً۔ و قیل: حدّ الإصرار أن یؤخر التوبة حتی یدخل علیه وقت صلاة منالخمس۔ ھکذا حدّ بعض الأشیاخ "الإصرار"۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ گناہوں پر ڈٹ نہ جائے وہ اس طرح کہ گناہ کرے اور فوراً توبہ نہ کرے۔

بعض علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اصرار (ڈٹ جانا) کی حد یہ ہے کہ وہ توبہ کو مؤخر کرے حتیٰ کہ اس پر پانچ نمازوں کا وقت گزر جائے۔

وقد کان الشیخ مظفر القرمیسی رحمه الله یقول: مااستغفر مرید من ذنب وھو ملازم له إلا حرم الله تعالیٰ علیه الصدق فی التوبة والإنابة۔ وماترک مرید حرمة الأشیاخ إلا ابتلاہ الله تعالیٰ بالدعاوی الکاذبة حتی یفتضح عند الخاص والعام۔ وکان یقول: لا شیء أضر علی المرید من صحبة الأحداث، وإذا کان من یصحب الأحداث علی شروط السلامة تنتھی عاقبته إلی البلاء، فکیف بمن یصحبھم وعنده میل طبیعی إلیھم؟ وذلک لأن الشیطان لما رأی أن المریدین لا یتیسر لھم عشرة النساء الأجانب فی الزوایا والمساجد أتاھم بالأحداث ومھدلھم بساط صحبتھم محبة لتعلیمھم الخیر لا غیر، فلا یزال إبلیس یسارقھم وینقص محبة الخیر لھم شیئاً فشیئاً إلی أن یصیر المرید یحب الأمرد لغیر الله عزوجل۔

حضرت شیخ مظفر قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید گناہ کو اختیار کرتا ہے اور طلب مغفرت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر توبہ اور انابت میں صداقت کو حرام کر دیتا ہے۔اور جو مرید بزرگوں کی عزت کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جھوٹے دعوؤں میں مبتلا کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ عام اور خاص لوگوں کے سامنے رسوا ہوتا ہے۔اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے نوخیز لڑکوں کی صحبت سے زیادہ نقصان دہ کوئی چیز نہیں اور جب وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ نوخیز لڑکوں کی

صحبت اختیار کرے تو اس کا انجام آزمائش تک پہنچتا ہے۔ تو جو ان کی صحبت ان کی طرف طبعی میلان کے ساتھ اختیار کرے اس کا کیا حال ہو گا؟ اور یہ اس لئے کہ شیطان جب دیکھتا ہے کہ مریدین کو چلہ گاہ اور مساجد میں اجنبی عورتوں کے ساتھ میل ملاپ حاصل نہیں ہوتا تو وہ ان کے پاس نوخیز لڑکوں کو لاتا ہے اور ان کے لئے محبت کے طور پر بساط محبت بچھاتا ہے کہ وہ ان کو صرف خیر کی تعلیم دیں پس ابلیس مسلسل ان کے پاس چوری چھپے آتا ہے اور ان سے خیر کی محبت کو تھوڑا تھوڑا کر کے کم کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مرید بے ریش لڑکے سے اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے محبت کرنے لگتا ہے۔

ومن شأنه أن لا یسکن بقلبه إلی غیر ربه عزوجل۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے غیر سے سکون حاصل نہ کرے۔

وقد کان الشیخ أبو القاسم الجنید رضی اللہ عنه یقول: من سکن من المریدین إلی غیر اللہ عزوجل ابتلاہ اللہ تعالیٰ بالمحن، وحجب ذکرہ تعالیٰ عن قلبه، وأجراہ علی لسانه، فإن تنبه ورجع آلی اللہ عزوجل کشف عنه المحن، وإن دام علی السکون الی غیر للہ عزاوجل نزع اللہ تعالیٰ الرحمة له من قلوب الخلق وألبسه اللہ لباس الطمع فیهم، فتراہ یزداد مطالبة لهم، وتراهم یزدادون علیه قساوة، وذلک من أشد العذاب علیه۔

حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اللہ تعالیٰ کے غیر سے سکون حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مشقتوں میں مبتلا کرتا ہے اور اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر مٹ جاتا ہے اور نہ وہ ذکر اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے تو اس سے مشقتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور اگر وہ مسلسل غیر خدا سے سکون حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے رحمت کا جذبہ نکال لیتا ہے اور اسے ان سے طمع اور لالچ کا لباس پہنا دیتا ہے۔ پس تم اسے دیکھو گے کہ ان لوگوں سے ان کا مطالبہ بڑھتا رہتا ہے اور تم

دیکھو گے کہ ان کی طرف سے اس کے ساتھ سختی بڑھتی رہتی ہے۔ اور یہ اس پر سخت ترین عذاب ہے۔

و کان یقول: إذا أراد اللہ لمرید خیراً أوقعه فی صحبة الصوفیة و منعه من صحبة أهل الغفلة عن اللہ عز و جل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب اللہ تعالیٰ کسی مرید سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں، ان کی صحبت سے اس کو روک دیتا ہے۔

و کان یقول: کل مرید عنده دقیق میل إلی الدنیا أوقفه ذلک عن السیر و لو کان شیخه من أکابر الأولیاء، فلیعمل علی إزالة حب الدنیا من قلبه بالکلیة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: جو مرید دنیا کی طرف تھوڑا سا میلان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی طرف) سیر سے روک دیتا ہے اگرچہ اس کا مرشد اکابر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ہو پس اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے دنیا کی محبت کو مکمل طور پر زائل کرنے کی کوشش کرے۔

و من شأنه النفرة عن کل من یشغله عن اللہ عز و جل۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ جو چیز اسے اللہ تعالیٰ سے پھیرتی ہے اس سے نفرت کرے۔

فقد کان الشیخ أبو الحسن النوری رحمہ اللہ یقول: کل مرید رأیتموہ یخالط غیر أبناء حرفته فلا ترجوا له خیراً قط، لأنه متلاعب بالطریق، و کذلک من رأیتموہ کثیر السماع للقصائد کثیر الانغماس بها، فلا ترجوا خیرہ، لأن الطریق کلها جد۔ و المراد بالقصائد التغزلات التی یراد بها صفات الخلق۔

أما مثل کلام سیدی "عمر بن الفارض" و أضرابه فلا منع منه، بل هو مطلوب لأنه یشوق إلی حضرة اللہ عز و جل۔ و إیضاح ذلک أن القوم لما نزّهوا اللہ عز و جل عن جعله محلاً لتقلاتهم تغزلوا فی المخلوقات: من لیلی، و لبنی، و لارباب، و الزیانب، و غیرهن، لیأخذ

المريد المعنى من ذلک، مع الأدب مع الله تعالیٰ، فإن من أدب الأکابر إذا تعف الحق إلیهم بشیء من الصفات، أن یستروا ذلک عن الأغیار۔

حضرت شیخ ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ اپنے شعبہ کے غیر لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اس کیلئے بھلائی کی توقع بالکل نہ رکھو کیونکہ وہ طریقت کے ساتھ کھیلتا ہے۔ اسی طرح جس کو دیکھو کہ وہ کثرت سے قصیدے سنتا اور ان میں بہت زیادہ غوطہ زن ہے تو اس کیلئے بھی خیر کی توقع نہ رکھو کیونکہ پوری کی پوری طریقت سنجید گی ہے۔

اور قصائد سے مراد وہ غزلیں ہیں جن میں مخلوق کی صفات بیان کی گئی ہوں۔ لیکن صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھنا منع نہیں ہے بلکہ وہ مطلوب ہے کیونکہ وہ بارگاہ خداوندی کا شوق پیدا کرتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اس قوم نے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے اقوال کا محل بنانے سے منزہ قرار دیا تو انہوں نے مخلوقات کی شان میں غزلیں کہیں مثلا لیلیٰ، لبنیٰ، رباب، زیانب وغیرہ خواتین تاکہ مرید اس سے مفہوم مراد لے اور اللہ تعالیٰ کا ادب بھی باقی رہے کیونکہ اکابر کے ادب سے یہ بات ہے کہ جب وہ صفات میں سے کسی صفت کے ذریعے حق کی پہچان حاصل کریں تو اسے دوسروں سے چھپائیں۔

وکان أبو الحسن النوری یقول: لکل شیء عقوبة، وعقوبة المرید انقطاعه عن الذکر

حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے ہر چیز کی سزا ہے اور مرید کی سزا اس کا ذکر سے الگ تھلگ ہو جانا ہے۔

وکان یقول: لایزال المرید بخیر ما أحب مناقشة إخوانه، فإذا کرہ ذلک فسد۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہتا ہے جب تک وہ اپنے برادران طریقت سے مناقشہ (علم بحث مباحثہ) کو پسند کرتا ہے جب وہ اسے ناپسند کرتا ہے تو خراب ہو جاتا ہے۔

وکان یقول: کنت أول دخولی فی الطریق ربما أمکث السنة کاملة لا یخطر علی قلبی الطعام، أو الشراب، إلا إن حضر۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب میں شروع شروع میں طریقت میں داخل ہوا تو بعض اوقات پورا پورا سال میرے دل میں کھانے اور پینے کا خیال نہ آتا البتہ جب وہ حاضر ہو،

وکان یقول: لیس العجب من مرید یطلب ربہ إنما العجب ممن غفل عنہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے رب کو طلب کرنے والے مرید پر تعجب نہیں تعجب اس پر ہے جو اس سے غافل ہو۔

وکان یقول: إذا رأیتم المرید کل قلیل یزداد من أمتعة الدنیا فی دارہ فھو من علامة إدبارہ عن ربہ فلا تتعبوا أنفسکم فیہ، وذلک کإن دخل فی صحبتکم ولہ امرأة فصار لہ امرأتان، أو وھو بلا حمار فصار لہ حمار، أو وھو بلا خادم فصار لہ خادم، أو وھو بثوب فصار لہ ثوبان، وقس علی ذلک۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم مرید کو دیکھو کہ اس کے گھر میں دنیوی سامان جو کم تھا بڑھنے لگے تو وہ اس کی اپنے رب سے پیٹھ پھیرنے کی علامت ہے۔ پس اس میں اپنے آپ کو نہ تھکاؤ ،مثلاً جب وہ تمہارے صحبت میں آیا تو اس کی ایک بیوی تھی اب اس کی دو بیویاں ہو گئیں یا وہ سواری کے بغیر تھا اب اس کو سواری حاصل ہو گئی یا اس کے پاس خادم نہ تھا اب ہو گیا یا وہ ایک کپڑے والا تھا اب دو کپڑوں کا مالک ہو گیا، اس پر دیگر چیزوں کو قیاس کر لو۔

وكان يقول: أفة المريد ثلاث: التزويج، وكتابة العلوم التى لا تتعلق بالشريعة، وعشرة الأضداد۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے مرید کی آفت تین چیزوں میں ہے:

(۱) نکاح کرنا، (۲) ان علوم کی کتابت جو شریعت سے تعلق نہیں رکھتے، (۳) مخالف لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنا۔

وكان يقول: كل مريد لا يذل فى نفسه حتى يكنس بها المزابل، لا يجىء منه شىء فى الطريق۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تک مرید اس حد تک تواضع اختیار نہیں کرتا کہ اس سے کوڑے کرکٹ کی جگہ صاف کرائی جائے، اس وقت اس سے طریقت میں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وكان يقول: شربت مرة من ركوة جندى فعادت قساوتها فى قلبى ثلاثين سنة۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں نے ایک مرتبہ ایک لشکری کے لوٹے سے پانی پیا تو اس کی سختی تین سال تک رہی۔

ومن شأنه أن يكون مقدس الباطن من سائر الذنوب، ومتىٰ لم لم يكن باطنه مقدساً! من العيوب وأظهر للناس خلاف ذلك عوقب بحرمان التقديس فى المستقبل، وإيضاح ذلك أن معاصى الباطن لا يهتدى غالب المريدين للقوم عنها، وطاعاتهم ربما لا تفى بارقى إلى ما أفسدوه بالمعصية، وكأنهم لم يطيعو ولم يترقوا، ان الرقى لا يكون الا لمن ترك المعاصى جملة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا باطن تمام گناہوں سے پاک ہو اور جب تک اس کا باطن تمام عیبوں سے پاک نہیں ہوگا اور وہ لوگوں کے سامنے اس کے خلاف عمل ظاہر کرے گا، محرومیت کی سزا دی جائے گی۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ باطنی گواہوں کی وجہ سے اکثر

مریدین ہدایت حاصل نہیں کرسکتے اور بعض اوقات ان کی عبادات اس ترقی تک پہنچنے کے لئے کافی نہیں ہوتیں جس کو وہ گناہ کی وجہ سے ضائع کر چکا ہے۔ گویا ان لوگوں نے نہ تو عبادت کی اور نہ ترقی حاصل کی کیونکہ ترقی اسے حاصل ہوتی ہے جو تمام گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

وکان أبوبکر الوراق رحمہ اللہ یقول: من أظھر للناس خلاف ما ھو علیہ فی باطنہ ازداد عیوباً إلی عیوبہ۔ وکان یکرہ للمرید السفر إلی أھلہ، والسیاحات فی البلاد، ویقول: مفتاح کل خیر التربص فی موضع الشیخ حتی یربیہ ویفطمہ۔

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے باطن کے خلاف بات لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے وہ اپنے عیبوں میں اضافہ کرتا ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مرید کے لئے اپنے گھر والوں کی طرف سفر اور دوسرے شہروں میں سیاحت کو ناپسند فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ ہر بھلائی کی چابی اپنے شیخ کے مقام پر ٹھہرنا ہے تاکہ وہ اس کی تربیت کرکے فارغ کر دیں۔

وکان یقول: من أکثر من الانتقال من زاویۃ فیھا شیخ إلی زاویۃ لا یفلح أبداً۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس چلہ گاہ میں مرشد ہو اس سے دوسرے چلہ گاہ کی طرف زیادہ جانے والا کبھی کامیابی حاصل نہیں کرتا۔

وکان یقول: من علامۃ صدق المرید، أن تصیر الأذکار غذاہ، والتراب فراشہ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے "مرید کی صداقت کی ایک علامت یہ ہے کہ ذکر اس کی غذا اور مٹی اس کا بچھونا ہو۔"

وکان یقول: کنت فی بدایۃ أمری أکتفی برؤیۃ شیخی من الجمعۃ إلی الجمعۃ عن الطعام والشراب۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: میں اپنے ابتدائی مرحلہ میں جمعہ سے جمعہ تک کھانے اور پینے کی بجائے اپنے شیخ کی زیارت پر اکتفا کرتا تھا۔

وکان یقول من لم تصح مبادیء إرادته فلا بد أن یعطب فی نهایته، و ذلک بأن یعبد اللہ فی بدایته إجلالاً له و قیاماً بواجب حقه علیه لا بقصد التقریب من حضرته، فإن ذلک کالعمل بأجرة، ولیس ذلک من شأن أهل اللہ۔ و هذه الغفلة من أخفی العلل، فإن صاحبها ربما ترقی إلی قریب من الحضرة الإلهیة، فقالوا له: ارجع فلست من أهلها إنما أهلها من لم یرد إلا اللہ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس شخص کی ارادت کا آغاز صحیح نہ ہو وہ انتہاء میں لازمی طور پر تھک جاتا ہے، یعنی اسے ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی بزرگی اور اس کے اس حق کی ادائیگی کی وجہ سے کرنی چاہیئے جو اس پر واجب ہے، اس کی بارگاہ کا قرب مقصود نہ ہو کیونکہ یہ تو اجرت کے بدلے عمل کرنا ہے اور یہ اللہ والوں کی شان نہیں ہے اور یہ غفلت بہت پوشیدہ بیماریوں میں سے ہے۔ ایسا شخص بعض اوقات بارگاہ خداوندی تک ترقی کر جاتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں تو واپس جا، تو اس کے اہل نہیں ہے، اس منصب کے اہل وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ (کی رضا) کا ارادہ رکھتے ہیں: ارجع فلست من اهلها انما اهلها من لم یرد الا اللہ۔

وکان یقول: إذا سکن قلب المرید لترک حضؤر مجالس الذکر عاقبه اللہ تعالیٰ بالخزی فی الدنیا قبل الآخرة، و کل من قلاه عن حضور مجالس الذکر باللغو مقته اللہ و أمات قلبه و کشف عورته بین العباد۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجالس کو چھوڑنے سے سکون حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے، دنیا ہی میں، اسے ذلت اور رسوائی کی سزا دیتا ہے اور جو شخص لغو کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجلس ذکر کو چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے، اس کے دل کو موت دیتا ہے (اپنی یاد سے غافل فرما دیتا ہے) اور لوگوں کے سامنے اس کا پردہ اٹھا دیتا ہے۔

وكان يقول: من علامة مقت المريد ذم الدنيا في العلانية ومعانقتها في السر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامات یہ ہے کہ وہ ظاہر میں دنیا کی مذمت کرتا ہے اور پوشیدہ طور پر اسے گلے لگاتا ہے۔

وكان يقول: يجب على المريد إذا خمدت نار شوقه للطريق أن يجتمع بمن يهيج شوقه، وإلا ابتلاه الله تعالىٰ بالجذام والبرص۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید کی طریقت کے لئے شوق کی آگ بجھ جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو اس کے شوق کو بڑھائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ اسے برص وجذام میں مبتلا کر دے گا۔

وكان يقول: إذا أكل شيئاً بِشَرِهِ نفس أعمى الله عين بصيرته۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اذا اکل شیئا بشرۃ نفس اعمی اللہ عین بصیرتہ (جب مرید کوئی چیز حرص کے طور پر کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے)۔

وكان بشر الحافي رحمه الله يقول: لا تقدموا على حذف العلائق شيئاًفإني لو أجبت نفسي إلى كل ما طلبت مني من الشهوات لخشيت أن أعمل شرطياً، أو مكاساً۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: دنیوی تعلق کو ختم کرنے میں بھی آگے نہ بڑھو کیونکہ اگر میں اپنے نفس کی ہر خواہش کو پورا کروں جس کا وہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ میں پولیس والا یا ٹیکس والا بن جاؤں (یعنی دولت کے لئے ظلم کروں یا حرام کھاؤں)۔

وإيضاح ذلک أن كل علاقة علقت بالمريد ردته إلى وراء، فلا يزال المريد الصادق يحذاف العلائق شيئاً بعد شيء إلى أن لا يصير له علاقة تمنعه من دخول حضرة الله عز وجل۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ مرید کے ساتھ دنیا کا ہر تعلق اسے پیچھے کی طرف ڈال دیتا ہے تو سچا مرید ان تعلقات کو تھوڑا تھوڑا کر کے ختم کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دنیا سے کوئی ایسا تعلق باقی نہیں رہتا جو اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری سے روکے۔

وكان يقول: غنيمة المريد في هذا الزمان غفلة الناس عنه، فإن لقاء المريد للناس خسران۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اس زمانے میں مرید کے لئے غنیمت ہے کہ لوگ اس سے غافل رہیں کیونکہ مرید کی لوگوں سے ملاقات نقصان کا باعث ہے۔

وكان يقول: كل مريد سمعتموه يقول: بأي شيء آكل رغيفي؟فهو بطال لا يجيء منه شيءفي الطريق۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم کسی مرید سے سنو کہ وہ کہتا ہے کہ میں روٹی کس چیز کے ساتھ کھاؤں تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے، اس سے طریقت میں کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔

ومن شأنه أن لا يتساهل بالأكل من طعام من يغش في معاملته، أو يأكل بدينه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جو شخص اپنے معاملات میں دھوکہ باز ہے اس کا کھانا کھانے یا اپنے دین کے بدلے کھانے کے معاملے میں سستی نہ کرے (یعنی نہ کھائے)۔

فقد كان السري السقطي رحمه الله يقول: كيف يستنير قلب المريد وهو يأكل من كل شيء وجده لا يسأل عنه!

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا دل کیسے روشن ہو جب کہ وہ ہر وہ چیز کھا لیتا ہے جو اسے مل جائے، اور اس کے بارے میں پوچھتا بھی نہیں۔

وکان يقول: ما رأيت أسرع من مقت المريد و إحباط عمله من نظره فی عيوب الناس، و إطلاق لسانه فيهم بالغيبة و الاستهزاء بهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید لوگوں کے عیبوں کو دیکھتا ہے اور ان کی غیبت اور ان سے مذاق کے سلسلے میں اپنی زبان کو چلاتا ہے میں نے اس سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عمل کا ضیاع جلدی ہوتا ہے۔

وکان يقول: إذا أنس المريد بربه فی الظلام، نشر له يوم القيامة الأعلام۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اذا انس المرید بربہ فی الظلام نشر لہ یوم القیامۃ الاعلام۔ یعنی جب مرید اندھیرے میں اپنے رب سے مانوس ہوتا ہے قیامت کے دن اس کے جھنڈے لہرائے جائیں گے۔

وکان يقول: قد توعرت الطريق فی زماننا هذا علی أكثر المريدين، فقنعوا باسم الإرادة، ولم يطالبوا أنفسهم بمكانها، ففارقوا السهر وافترشوا الرخص، ومهدوا لأنفسهم التأويلات، فلا حول و لا قوة إلا بللّٰه العلی العظيم۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ہمارے زمانے میں اکثر مریدین پر طریقت کا معاملہ مشکل ہو گیا۔ انہوں نے ارادت کے نام پر ہی قناعت اختیار کر لی اور انہوں نے اپنے نفسوں سے اس کے مرتبہ کا مطالبہ نہ کیا۔ پس وہ شب بیداری سے جدا ہو گئے اور رخصت کو بچھونا بنالیا اور اپنے نفسوں کیلئے تاویلات کو اختیار کیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

وکان شقيق البلخی رحمه الله يقول: مثل المريد الصادق مثل رجل غرس نخلاً، وهو يخاف أن تطرح شوكاً، و مثل المريد الكاذب مثل رجل غرس شوكاً وهو يطلب أن يحمل له رطباً۔

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کھجور کا درخت لگائے اور اسے ڈر ہو کہ اس پر کانٹے نہ لگ جائیں۔ اور جھوٹے مرید کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کانٹے دار درخت لگائے اور اس پر کھجور کا پھل لگنے کی امید باندھ لے۔

وكان يقول: من طلب أن يكون من أهل الرئاسة فليؤثر الناس على نفسه، و يتحمل أذاهم، و من طلب الرئاسة بغير هذين الطريقين، فقد خاب سعيه۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اہل ریاست (بڑے لوگوں) میں سے ہونے کی خواہش رکھتا ہے وہ لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دے اور ان کی طرف سے اذیت برداشت کرے اور جو شخص ان دو طریقوں کے بغیر برتری چاہتا ہے اس کی کوشش نامراد ہوتی ہے۔

وكان سهل بن عبدالله التستري رحمه الله يقول: ما عمل مريد بما أمره الله تعالىٰ عند فساد الزمان إلا جعله الله إماما يقتدى به۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: زمانے میں فساد کے وقت جو مرید اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کا امام بنا دیتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

وكان يقول: من علامة المريد الصادق انفراده عن الناس حتى لا يكاد يوجد في مجلس لغو۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچے مرید کی ایک علامت یہ ہے کہ انفراده عن الناس حتى لا يكاد يوجد في مجلس لغو یعنی وہ لوگوں سے الگ رہتا ہے حتیٰ کہ فضول مجلس میں نہیں پایا جاتا۔

وكان يقول: لا ينبغي للمريد أن يسعى في نظافة ثيابه و ينسى نظافة قلبه، وكانوا إذا قالوا له: إن ثوبك قد اتسخ، يقول لهم: ليت قلبي في القلوب مثل ثوبي في الثياب۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

لا ینبغی للمرید ان یسعی فی نظافۃ ثیابہ و نسی قلبہ۔

یعنی مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے کپڑوں کی صفائی کے لئے کوشش کرے اور دل کی صفائی کو بھول جائے۔

گزشتہ زمانے میں جب لوگ اس سے کہتے کہ تمہارا لباس میلا ہو چکا ہے تو وہ ان سے کہتا: لیت قلبی فی القلوب مثل ثوبی فی الثیاب یعنی کاش دلوں میں میرا دل اس طرح ہوتا جس طرح کپڑوں میں میرے کپڑے ہیں (مطلب میرے دل کے داغ بھی واضح ہوتے اور ان کی صفائی میں مجھے تلقین کی جاتی)۔

وکان یقول: ماترک مرید الذکر إلا مات قلبہ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ماترک المرید الذکر الا مات قلبہ۔ یعنی مرید ذکر چھوڑتا ہے تو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

وکان یقول: لا یزال قلب المرید متمزقاً مادام بحب الدنیا متعلقاً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا دل اس وقت تک پھٹا ہوا رہتا ہے جب تک اس کا تعلق دنیا کی محبت سے ہوتا ہے۔

وکان یقول: إذا لم یقدر المرید علی التوبۃ النصوح فلیسأل ربہ المغفرۃ من باب المنۃ والفضل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید توبۃ النصوح پر قادر نہ ہو تو اپنے رب سے سوال کرے کہ وہ اپنے فضل و احسان سے اس کی مغفرت فرمادے۔

وکان یقول: علیکم أیھا المریدون بمجالسۃ الذاکرین، فإنھم ملازمون باب الملک۔

وفی بعض الھواتف الربانیۃ: من لم یرنی فلیلزم اسمی فإن اسمی لا یفارقنی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مریدین! تم پر ذکر کرنے والوں کی مجالس لازم ہیں کیونکہ یہ لوگ بادشاہ کے دروازہ پر مستقل بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض الہامات میں آیا ہے جو مجھے نہ دیکھ سکے وہ میرے نام کے ورد کو جاری رکھے کیونکہ میرا نام مجھ سے جدا نہیں ہوتا۔

وكان أحمد بن أبي الحواری رحمه الله يقول: كل مريد لا يكون فيه ثلاث خصال فهو كاذب، وهي: ترك المال، والطعام، والمقام، فلا يأخذ من كل واحد إلا بقدر الضرورة الشرعية، وهناك يصلح لمجالسة الحق تعالیٰ في ذكره، فما كل ذاكر جالس۔

حضرت احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس مرید میں تین خصلتیں نہ ہوں وہ جھوٹا ہے (ترك المال، والطعام والمقام) مال کا ترک کرنا، کھانے کا ترک کرنا، مقام کا ترک کرنا۔ (یعنی ضرورت کے علاوہ ان سے گریز کرنا)۔

ان تین چیزوں میں سے ضرورت شرعیہ کے مطابق حاصل کرے اس وقت وہ ذکر خداوندی میں مجالس حق کی صلاحیت کا مالک ہوگا کیونکہ ہر ذکر کرنے والے مجلس میں موجود (شمار) نہیں ہوتا۔

وكان يقول: النيا مزبلة والمزبلة مأوى الكلاب، فمن أراها فليصبر علیٰ عضّ كلابها، وربما كان المحب للدنيا أسوأ حالاً من كلابها، فإن الكلب يأخذ حاجته منها في بطنه ويترك الباقي، ومحب الدنيا يحمله۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: دنیا کوڑے کرکٹ کا ڈھیر اور کتوں کا ٹھکانہ ہے جو اس کا ارادہ کرتا ہے اسے چاہیئے کہ کتے کے کاٹنے پر صبر کرے اور بعض اوقات دنیا سے محبت کرنے والا کتے سے بھی زیادہ بری حالت میں ہوتا ہے کیونکہ کتا دنیا سے اپنی ضرورت کے حساب سے لیتا ہے اور باقی چھوڑ دیتا ہے جب کہ دنیادار فالتو دنیا کو بھی سمیٹ لیتا ہے۔

وكان يقول: ينبغي للمريد كتم أعماله ما استطاع حتى يقوى نور قلبه، فإن حكم من يظهر عمله من المريدين، حكم من أخذ نور قلبه فجعله من خارجه، ولولا اقتداء الناس بالأشيا خ ما

ساغ للأشياخ إظهار شی من أعمالهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کو چاہیئے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے اعمال کو چھپائے تاکہ اس کے دل کا نور قوی ہو جائے کیونکہ مریدین میں سے جو شخص اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے اس کا حکم اس شخص کی طرح ہے جس کے دل کا نور لے لیا گیا اور وہ اسے باہر سے لیتا ہے۔ اور اگر لوگ مشائخ کی اقتداء نہ کرتے تو مشائخ کے لئے بھی اپنے اعمال کو ظاہر کرنے کی گنجائش نہ ہوتی۔

وکان یقول: ماظهر شيء من محاسن عمل مريد إلا من غفلة طرأت عليه، لأنه ليس من أهل الاقتداء به۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ تعالیٰفرماتے تھے: مرید کے اچھے عمل سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ اس غفلت کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس پر طاری ہو جائے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی اقتداء کی جائے۔

وکان یقول: أعظم أخلاق المريدين حفظ حرمات الإخوان، وحسن العشرة معهم، و مجانبة الادّخار للثياب، ولاطعام، والدراهم۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مریدین کے اخلاق میں سے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عزتوں کی حفاظت کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، کپڑوں، کھانے اور روپے پیسے کا ذخیرہ نہ بنائیں۔

وکان یقول: إذا رأيتم ضوء المريد في ثوب فلاترجوا خيره۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

اذا رأيتهم ضؤ المريدين فی ثوب فلاترجوا خيره۔

یعنی جب تم کسی مرید کی روشنی اور نور اس کے کپڑوں میں دیکھو تو اس کی بھلائی کی امید نہ رکھو۔

جواسیس القلوب

وکان یقول: احذر أیها المرید أن تجالس أحداً من الفقراء بغیر أدب، فإن الفقراء جواسیس القلوب، وربما دخلوا فی قلبک وخرجوا فعرفوا ما فیه، وأنت لا تعلم۔

حضرت احمد بنانی الحواری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تم فقراء میں سے کسی ایک کے پاس ادب کے بغیر بیٹھنے سے بچو کیونکہ فقراء دل کے جاسوس ہوتے ہیں۔ بعض اوقات وہ تمہارے دل میں داخل ہو کر اندر کی معرفت حاصل کر کے نکلتے ہیں اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

ومن شأنه أن یکون خصماً لنفسه ما أمکن۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے نفس کی مخالفت کرے۔

وقد کان الشیخ أبو المواهب الشاذلی رحمه الله یقول: من أراد أن یهجر أحداً من إخوان السوء فلیبدأ بنفسه، ولیهجر أخلاقها السیئة، فإن نفسه أقرب الأقربین إلیه، والأقربون أولی بالمعروف۔

حضرت شیخ ابو المواہب الشاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص برے بھائیوں میں سے کسی ایک کو چھوڑنے کا ارادہ کرے تو اپنے نفس سے آغاز کرے اور اپنے نفس کی بری عادات کو چھوڑ دے کیونکہ ان لوگوں کی نسبت اس کا نفس اس کے زیادہ قریب ہے اور جو لوگ زیادہ قریبی ہوں وہ نیکی کے زیادہ مستحق ہیں۔

وکان یقول: من علامة ریاء المرید ان یجیب عن نفسه إذا قیل له: یا مرائی، أو یا معجباً بعمله، أو یا متکبر، ونحو ذلک، وإنما جاز مثل ذلک للأشیاخ لأنهم متبوعون، فیخافون من تغییر قلوب مریدیهم فلا یعتقدون فیهم، فیحرمون برکة صحبتهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی ریاکاری کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اس سے کہا جائے اے ریاکار! اے اپنے عمل پر اکڑنے والے! یا اے متکبر! یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہے جائیں

تو وہ اپنے نفس کی طرف سے جواب دے (صفائی پیش کرے، یعنی اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ریا اور کبر سے پاک ثابت کرنے کی کوشش میں لگ جائے)۔ یہ بات مشائخ کے لئے جائز ہے کیونکہ لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں اور وہ اپنے مریدین کے دلوں کی تبدیلی سے ڈرتے ہیں کہ اس طرح وہ ان کے معتقد نہیں رہیں گے اور ان کی صحبت کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

وکان یقول: من طلب من المریدین الشھرۃ بالصلاح بین الناس لزمه الریاء لأجلھم، والکراھۃ لھم بغیر حق، والوقوع فیما یسخط ربه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر کوئی مرید لوگوں کی اصلاح کے ذریعے شہرت طلب کرتا ہے تو ان کی وجہ سے وہ ریاکار ہو گا اور وہ ناحق طور پر اسے ناپسند کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کام میں پڑ جائے گا۔

وکان یقول: إیاک أیھا المرید أن تطلب دخول حضرۃ ربک فی ذکرک وصلاتک وعندک بقیۃ نفس، فإن الملک القدوس قد حکم وقضی أن لا یدخل حضرته أحداً من أھل النفوس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! ذکر اور نماز کے ذریعے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کی طلب سے اس وقت تک بچو جب تک تمہارے نفس کی خواہش کچھ نہ کچھ باقی ہو کیونکہ وہ پاک بادشاہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کی بارگاہ میں ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا جو نفس کے پجاریوں میں سے ہے۔

وکان یقول: أول عائق یعرض للمرید اعتمادہ علی أعماله، وذلک من غلبۃ وھمه علی وجودہ وتراکم الخیال فی مرآۃ عقله، ولا یخرج مرید عن ذلک إلا بنور الکشف بأن اللہ تعالیٰ خالق لعمله وحدہ، ولیس له منه إلا نسبۃ التکلیف۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کو سب سے پہلے جو رکاوٹ پیش آتی ہے وہ اس کا اپنے اعمال پر اعتماد کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہم کا زیادہ شکار ہوتا ہے اور اس کی عقل کے شیشے میں خیالات کا ہجوم ہوتا ہے اور مرید اس بیماری سے تب ہی نکل سکتا ہے جب اسے نور کشف حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے اعمال کا خالق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف عمل کا مکلف ہے۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمه الله یقول: لا یبلغ أحد مقام الإخلاص فی الأعمال حتیٰ یصیر یعرف ما وراء الجدار، وینظر ما یفعله الناس فی قعور بیوتهم فی بلاد أخر، فهناک یعرف یقیناً بنور هذا الکشف، أن عمله لیس هو له، إنما هو محل لبروزه من جوارحه حیث کانت الأعراض لا تظهر إلا فی جسم، والأعمال أعراض فافهم۔

حضرت علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کوئی شخص اعمال میں اخلاص تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اس مقام تک پہنچ جائے کہ دیوار کے پیچھے جو کچھ ہے اسے پہچان لے اور دوسرے شہروں میں لوگ اپنے گھروں کے اندر جو عمل کر رہے ہیں ان کو دیکھ سکے۔ اس وقت وہ یقینی طور پر اس کشف کے نور سے دیکھتا ہے کہ اس کے اعمال اس کے لئے نہیں وہ اعضاء سے اعمال کے ظہور کا محل ہے کیونکہ اعراض، اجسام میں ظاہر ہوتے ہیں اور اعمال بھی اعراض ہیں۔ اس بات کو سمجھ لو۔

نوٹ: جو چیز بذات خود قائم نہ ہو بلکہ کسی اور شے کی محتاج ہو، اس کو عرض (جمع: اعراض) کہتے ہیں، کیونکہ عمل خود بخود قائم نہیں ہوتا بلکہ عامل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لئے اعمال کو اعراض کہتے ہیں۔

و کان یقول: من علامة صدق المرید فی ترک الدنیا أن یتعسر علیه أسبابها أبداً ما عاش، و ذلک لقوة همته فی دفعها, فلا یصبح و یمسی إلا فقیراً إلی ربه عز و جل۔

ترک دنیا کے سلسلے میں مرید کی صداقت کی ایک علامت یہ ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اس کے لئے ہمیشہ اسباب دنیا کا حصول مشکل رہے، اس کی وجہ اس کی ہمت ہے جس کے ذریعے وہ ان کو دور کرتا ہے پس وہ صبح وشام اپنے رب کی بارگاہ میں فقیر ہوتا ہے۔

و کان یقول: إذا فتح اللہ تعالیٰ علی المرید فتح التعرف فلا یبالی بعد ذلک قل العمل أو کثر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ جب مرید پر معرفت کا دروازہ کھول دیتا ہے اس کے بعد وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ عمل کم ہوں یا زیادہ۔

و کان یقول: لما علم أھل اللہ تعالیٰ أن کل نبات لا ینبت و لا یثمر إلا بجعله تحت الأرض تعلوہ النعال جعلوا انفوسھم تحت النعال لینبتوا و یثمروا فلا یظھرون للناس إلا بعد تمکنھم فی محبة الحق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب اللہ والوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ جو سبزی یا پھل اگتا ہے جب اسے زمین کے نیچے رکھا جائے اور اس کے اوپر جوتے چڑھتے ہوں تو ان حضرات نے اپنے نفسوں کو جوتوں کے نیچے کر دیا تا کہ وہ نتیجہ خیز اور ثمر آور ہوں اس لئے وہ بندوں کے سامنے اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ محبت حق میں مضبوط ہو جاتے ہیں۔

وکان یقول: إذا ورد علیک أیھا المرید وارد فی ذکر أو غیرہ فاقبلہ من الحق تعالیٰ ولا تتعشق بہ فتعجب عن ربک وتقف عن الترقی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مرید! جب ذکر وغیرہ میں تجھ پر کوئی چیز وارد ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول کر، اس کے عشق میں مبتلا نہ ہو جا، اس طرح اپنے رب سے حجاب میں ہو جائے گا اور تیری ترقی رک جائے گی۔

وکان یقول: احفظ وردک أیھا المرید عن النسیان فربما احتجت إلیہ إذا بلغت مبلغ الرجال وربیت المریدین، وقد زھد فی ذلک بعض الأشیاخ فاحتاجوا إلیہ حال تربیتھم، فلم یعرفوا کیف التربیۃ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! وظیفہ کو بھولنے سے محفوظ رکھو بعض اوقات جب تم مردوں (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مقام تک پہنچتے ہو اور مریدین کی تربیت کرتے ہو تو تمہیں اس کی حاجت ہوتی ہے۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ مریدین کی تربیت کے لئے اس کے محتاج ہوئے لیکن ان کو پتہ نہ چلا کہ تربیت کیسے کرنا ہے۔

وکان یقول: من المحال أن ینفتح لقلب المرید باب الملکوت و فیہ میل لشھوۃ من الشھوات۔

اور آپ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: یہ بات محال ہے کہ مرید کے دل کے لئے عالم ملکوت منکشف ہو جائے جب کہ اس کے دل میں خواہشات میں سے کوئی خواہش باقی ہو۔

وکان یقول: إن لم یدخل نور الکشف القلوب حتیٰ تحرق جمیع الشھوات، و إلا فالقلب محجوب عن اللہ تعالیٰ، فإذا أحرق الشھوات فھناک تنکشف للقلب المغیبات، یصیر یبصر ما مضی وما ھو آت مما ھو من مقامہ، و تأمل المرآۃ لما خلت من الأکوان کیف انطبع فیھا جمیع الأکوان، ولو کان لھا لون لحجب عن رؤیۃ الصور فیھا، و کذلک المرآۃ إذا قوبلت لا یظھر لأحدبھا صورۃ فی الأخری۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر کشف کا نور دلوں میں داخل ہو کر تمام خواہشات کو ختم نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہے۔ جب وہ خواہشات کو جلا دے تو دل کیلئے غیب کے پردے کھل جاتے ہیں اور وہ ہر گزشتہ اور آنے والے امور کو اپنے مقام سے دیکھ لیتا ہے۔

آئینے میں غور کرو جب وہ کائنات سے خالی (صاف) ہوتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس میں نظر آتی ہے، اور اگر اس کا کوئی رنگ ہو تو وہ رنگ اس میں صورتوں کے دکھائی دینے میں حجاب بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب اس آئینے کے مقابلے میں کوئی آئینہ رکھا جائے تو اس کی وجہ سے دوسرے آئینے میں کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

وكان يقول: الفتح على المريد تارة يكون امتحاناً، وتارة يكون تثبيتاً۔ فليبحث المريد عن تمييز ذلک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے کشف بعض اوقات آزمائش ہوتا ہے اور بعض اوقات اسے ثابت قدم رکھنا ہوتا ہے تو مرید کو اس میں امتیاز کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

أخوة الطريق

وكان يقول: ليس للمريد أن يؤاخي احداً ادعى أنه يحبه إلا بعد أن يمتحنه في مقاسمته في ماله وعياله، كما فعل المهاجرون، فمن ثبت لذلک اتخذه أخاً، وذلک أندر من النادر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو مرید کسی دوسرے مرید سے محبت کا دعویٰ کرے تو اسے اپنا بھائی بنانا مرید کے لئے اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ اس کو اس کے مال اور عیال کے تقسیم کرنے کے ذریعے نہ آزمائے جس طرح مہاجرین نے کیا جو اس میں ثابت قدم رہے اس کو اپنا بھائی بنائے اور ایسی صورت کم پائی جاتی ہے۔

وکان یقول: علیک أیها المرید بتکثیر سواد القوم حسب استطاعتک، ولو قال لک إبلیس بعید أن مثلک یفتح علیه، فلا تسمع منه، فإن من کثر سواد قوم فهو منهم، ولا تخرج عن ذلک الا بجعل أعمالک کلها مقاصد لا وسائل لأمر آخر، فإن من جعل أعماله وسائل ربما انخدع لإبلیس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! جس قدر ہو سکے، صوفیاء کی جماعت کو بڑھانے کی کوشش کرو اور اگر شیطان تم سے کہے کہ تیرے جیسے لوگوں کو کشف نہیں ہوتا تو اس کی بات نہ سنو کیونکہ جو آدمی کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے وہ ان ہی میں سے ہوتا ہے اور تو اس جماعت سے نہیں نکلے گا مگر جب کہ تو اپنے تمام اعمال کو مقاصد قرار دے، اوراپنے اعمال کو کسی دوسرے کام کا وسیلہ نہ بناؤ کیونکہ جو شخص اپنے اعمال کو کسی دنیاوی اغراض کا وسیلہ بناتا ہے تو بعض اوقات وہ شیطان کے دھوکے میں آجاتا ہے۔

(۲): شیخ کے متعلقہ آداب مرید

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱): آداب باطنی (۲): آداب ظاہری

آداب باطنہ: اس سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کر دے اور اس کے تمام اوامر اور نصائح میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور اس سے مراد اندھی تقلید نہیں جو انسانی عقل کو بیکار کر دے اور اس کی شخصیت کو کالعدم کر دے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی ماہر اور تجربہ کار طبیب کے سپرد کر دے کیونکہ مرید کو اپنے شیخ کے صاحبِ اذن ہونے تربیت کے اہل ہونے ماہر طبیب اور رحم دل ہونے کا پختہ یقین ہوتا ہے۔ اور پھر اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا شیخ شریعت و حقیقت کا جامع ہے۔ اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے مریض اپنے آپ کو کلیۃً علاج کے لئے ڈاکٹر کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس حالت میں مریض کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اس نے

اپنے عقل کو بیکار اور اپنے وجود کو کالعدم کر دیا ہے بلکہ اسے بڑا ہی عقلمند اور انصاف پسند تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ماہر ڈاکٹر کے سپرد کیا ہے اور وہ طلب شفاء میں صادق ہے۔

(۲): مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کے طریقہ تربیت پر اعتراض نہ کرے کیونکہ اس کا شیخ علم ومہارت اور تجربہ کی بنیاد پر اس میدان میں مجتہد کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی طرح مرید کیلیئے مناسب نہیں کہ اپنے شیخ کے تصرفات پر تنقید کرے۔ کیونکہ یہ چیز شیخ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتی ہے اور مرید کو خیر کثیر سے محروم کر کے اس کے اور شیخ کے درمیان روحانی امداد اور قلبی تعلق کو قطع کرتی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور ان کے افعال واحوال میں نظر وبحث کا دروازہ کھولا، تو یہ اس کی محرومی اور سوءعاقبت کی دلیل اور نشانی ہے اور وہ شخص کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بھی اپنے شیخ پر اعتراض کیا، وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا اور جب بھی شیطان تصرفات شیخ پر مرید کے دل میں شرعی اعتراض وارد کرے تاکہ ان کے دل میں باہمی اعتماد اور قلبی تعلق کو ختم کر دے تو مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ پر حُسنِ ظن رکھے اور اس کے بارے میں شرعی تاویل اور فقہی جواز کو تلاش کرے اور اگر یہ نہ کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے شیخ سے اس بارے میں استفسار کرے۔[306]

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشائخ کرام کے ظاہراً غیر شرعی امور کی تاویل کرتا ہے۔ اور ان کے احوال سے صرف نظر کر کے ان کے احوال کو اللہ کے سپرد کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کی حالت کا

[306] (الفتاویٰ حدیثیۃ ص ۵۵، للمحدث ابن حجر الہیثمی المکی المتوفی سنۃ ۹۷۴ھ)

خیال کرتے ہوئے حسبِ استطاعت مجاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ تو اس کے منزلِ مقصود تک پہنچنے اور کامیابی کی قوی امید کی جا سکتی ہے۔[307]

(۳): اپنے شیخ کے متعلق عصمت کا اعتقاد نہ رکھے کیونکہ شیخ ولایت کے درجہ کمال پر فائز تو ہو سکتا ہے لیکن معصوم نہیں ہوتا۔ اس سے بھی کبھی کبھی لغزشات کا صدور ممکن ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتا اس کا دل ہمیشہ غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہیں رہتا۔

کیونکہ جب مرید اپنے شیخ کے بارے میں معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے تو پھر اپنے اعتقاد کے خلاف کوئی عمل دیکھتا ہے تو اضطراب و پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ چیز محرومی کا سبب ہے لیکن مرید کیلئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں عدم عصمت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے ہر ہر فعل و عمل میں خطاء کا احتمال رکھے کیونکہ یہ چیز شیخ سے استفادہ کو مانع ہے اور یہ اس مریض کی طرح ہے جو ڈاکٹر کے پاس آتا ہے جبکہ اس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ ڈاکٹر اس کے علاج میں کوئی غلطی کر جائے اس وجہ سے اس کا ڈاکٹر پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اس کے دل میں شک و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

(۴): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا شیخ کامل ہے اور تربیت و ارشاد کی مکمل اہلیت رکھتا ہے۔ یہ اعتقاد تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب وہ بیعت کرنے سے پہلے تحقیق اور دقت نظر سے کام لے اور یہ جان لے کہ وہ تمام شرائط جن کا شیخ کامل میں پایا جانا ضروری ہے وہ اس کے شیخ میں موجود ہیں۔ اور اس کی صحبت اختیار کرنے والے ایمان، عبادات، علم و اخلاق اور معرفتِ الٰہی میں کمال رکھتے ہیں۔

---

[307](الفتاویٰ حدیثیۃ ص ۵۵)

(۵): وہ صحبت شیخ کو صدق واخلاص سے اختیار کرے اور اپنی طلب میں سنجیدہ فکر رکھے اور اغراض ومصالح سے بعید ہو۔

(۶): مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو یا غیر حاضر ہو اس کی انتہائی تعظیم و تکریم کرے۔[308]

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں:

"من ترک حرمة المشائخ ابتلی بالدعاوی الکاذبة و افتضح بها"۔

یعنی "جو شخص شیخ کی تعظیم و تکریم کا تارک ہوتا ہے وہ جھوٹے دعووں میں مبتلا ہو کر رسوا ہو جاتا ہے"

شیخ محمد بن حامد ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے کسی مقام پر فائز کردے اور صاحب مقام کی عزت و تکریم اور اس مقام سے متلذذ ہونے سے محروم کردے تو سمجھ لے کہ تو مغرور اور مستدرج ہے۔ آپ فرماتے ہیں: جو شخص مشائخ کے اوامر اور تادیب پر رضامند نہ ہو وہ کتاب و سنت سے ادب حاصل نہیں کر سکتا۔"[309]

شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تتبعنا احوال القوم فما رأینا احدا انکر خیرا و مات بخیر۔

ترجمہ: "ہم نے صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے احوال میں غور و فکر کیا ہے اور ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جس نے بھی صوفیائے کرام پر زبان اعتراض دراز کی اس کی موت خیر پر نہ ہوئی۔"[310]

---

[308] (طبقات الصوفیاء ص ۴۰۵)

[309] (طبقات الصوفیاء ص ۲۸۳)

[310] (مدارج السلوک الی ملک الملوک ص ۱۲)

حضور غوث الاعظم جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من وقع فی عرض ولی ابتلاہ اللہ بموت القلب۔

یعنی جو کسی ولی کی بے ادبی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔[311]

(۷): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ انتہائی محبت رکھے بشرطیکہ دوسرے شیوخ کو ناقص گمان نہ کرے۔ اور نہ ہی محبت میں اتنا غلو کرے کہ اسے حدود بشریت سے بالاتر ماننے لگے"۔

اوامر ونواہی میں اطاعت شیخ اور منازلِ سلوک کی معرفت سے ہی مرید کی محبت قوی ہو سکتی ہے۔ شیخ کی اطاعت اور موافقت کے ذریعہ مرید کی شخصیت نمایاں ہو گی۔ اور اس طرح اسے معرفت میں بھی درجہ کمال حاصل ہو گا۔

(۸): مرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو تاکہ اس کا دل دو شاخوں میں متفرق نہ ہو۔ اس مرید کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو بیک وقت دو ڈاکٹروں سے علاج کرواتا ہے اور اس طرح تردد اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔

آداب ظاہرہ

ظاہری آداب درج ذیل ہیں:

(۱): مرید اپنے شیخ کے اوامر ونواہی کی پابندی اور موافقت کرے۔ جس طرح مریض طبیب کے اوامر ونواہی کا پابند ہوتا ہے۔

[311] (مدارج السلوک الی ملک الملوک ص ۱۲)

(۲): اپنے شیخ کی مجلس میں سکون اور وقار کا التزام کرے۔ کسی چیز پر تکیہ لگا کر نہ بیٹھے نہ ہی جماہی لے۔ نہ سوئے اور نہ ہی بغیر سبب کے ہنسے۔ اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ یہ شیخ کے عدمِ احترام اور عدمِ اہمیت کے مترادف ہے۔ جو بغیر ادب واحترام کے صحبت شیخ اختیار کرتا ہے وہ اس کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتا ہے۔

(۳): مرید کو چاہیئے کہ وہ حسبِ استطاعت شیخ کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے (کیونکہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد، یعنی جس نے خدمت کی اس کی خدمت کی جائے گی)۔

(۴): اس کی مجلس کی حاضری پر دوام اختیار کرے۔ اگر شیخ کسی دور دراز شہر میں ہو تو حسبِ موقع شرف ملاقات سے مشرف ہوتا رہے۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ زیارت شیخ ترقی اور نشو ونما کا سبب ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک سلوک کی بنیاد تین اصولوں پر ہے:

(۱) اجتماع (۲) استماع (۳) اتباع۔

اور انہیں سے منزلِ مقصود حاصل ہوتی ہے۔

(۵): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ شیخ کے تربیتی طرزِ عمل پر صبر کرے مثلاً شیخ اگر جفا اور اعراض کرے تو مرید کو چاہیئے کہ صبر کرے۔ کیونکہ شیخ اس طرزِ عمل سے مرید کے قلبی امراض اور نفسانی رعونتوں کا علاج کرنا چاہتا ہے۔ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ توفیق ان کے شاملِ حال نہیں ہوتی۔ جب وہ اپنے شیخ یا استاد کی طبیعت میں شدت دیکھتے ہیں تو وہ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر ایسی برائیوں اور نقائص کا الزام لگاتے ہیں۔ جن سے وہ

بری ہوتا ہے۔ سالک کو ان چیزوں سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ نفس تو ہمیشہ ان کو ہلاک کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ سے اعراض اور دور رہنے سے اجتناب کرے۔[312]

(۶): مرید پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے شیخ کا کلام ان کی عقل و فہم اور سمجھ بوجھ کے مطابق بیان کرے تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔[313]

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

"حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ۔"

یعنی "لوگوں کے سامنے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات کیا کرو کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکذیب کی جائے۔"

یہ تمام امور اس مرید حقیقی سے مطلوب ہیں جو معرفتِ الٰہی کا طالب ہو، مگر وہ مجازی مرید جس کا مقصد فقیروں کا لباس پہن کر ان میں شامل ہونا ہوتا ہے اس کیلئے یہ آداب و شروط لازم نہیں۔ اس قسم کے شخص کیلئے کسی دوسرے سلسلہ میں شامل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ اس آدمی کے اپنے سلسلہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے میں کوئی حرج نہیں، جو کہ حصولِ برکت کیلئے کسی دوسرے سلسلہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اور یہ صوفیائے کرام میں معروف ہے۔

پیر بھائیوں کے متعلق آداب

(۱) سالک کو ان کی عزت و احترام کا لحاظ رکھنا چاہیئے خواہ وہ غائب ہوں یا حاضر۔ نہ کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی پر عیب لگائے کیونکہ علماء اور صلحاء کی غیبت کی طرح ان کی غیبت میں بھی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔

---

[312] (الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۵۵)

[313] (أخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب العلم)

(۲) ان کو نصیحت کرے اور ان میں سے جاہلوں کو تعلیم دے کمزوروں کو قوی اور طاقتور بنائے۔

نصیحت کی چند شرائط ہیں جن کی پابندی لازم ہے۔ جن میں سے تین شرائط ناصح کیلئے اور کچھ منصوح کیلئے ہیں۔

ناصح کی شرائط

(۱) نصیحت سراہو (۲) نرمی اور مہربانی کے ساتھ ہو

(۳) اور اس کے ساتھ کسی دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

منصوح کی شرائط

(۱): وہ نصیحت کو قبول کرے۔ (۲): ناصح کا شکریہ ادا کرے۔

(۳): نصیحت کو اپنے اوپر نافذ کرے۔

(۴): سالک کو چاہئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں سے عدل وانصاف سے پیش آئے۔ اور حتی الامکان ان کی خدمت کرے۔ کیونکہ قوم کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان کی خدمت کرے۔[314]

(۵): ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ اور ان کے معاملات کو سپردِ خدا کرے۔

(۶): ان کا عذر قبول کرے، جب وہ عذر پیش کریں۔

(۷) ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کرائے۔

(۸) ان کا دفاع کرے جب انہیں اذیت پہنچائی جائے، یا ان کی عزت کو خطرہ لاحق ہو۔

---

[314] (أخرجه ابن ماجه والترمذی عن أبی قتادة ص کمافی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج۴ ص ۱۲۲)

(۹) ان پر سرداری اور برتری کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ عہدہ کی خواہش رکھنے والے کو ولایت وحکمرانی نہیں ملا کرتی۔

یہ چند آداب ہیں جن پر سالک کا عمل پیرا ہونا ضروری ہے حتٰی کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تمہارا عمل نمک کی مانند اور ادب آٹے کی مانند ہونا چاہیئے۔

ابو حفص نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

التصوف كله آداب، لكل وقت آداب، ولكل حال آداب، ولكل مقام آداب، فمن لزم الادب بلغ مبلغ الرجال، ومن حرم الادب فهو بعيد من حيث يظن القريب، مردود من حيث يظن القبول۔

یعنی "تصوف سراپا آداب ہے، ہر وقت، ہر حال اور ہر مقام کیلئے خاص آداب ہیں۔ جس نے آداب کو لازم پکڑا اس نے کاملین کے مقام کو پالیا۔ اور جو ادب سے محروم رہا وہ اس منزل اور مقام سے بہت دور ہے جس کو وہ انتہائی قریب گمان کرتا ہے۔ اپنے آپ کو مقبول سمجھنے والا در حقیقت مردود ہوتا ہے۔"[315]

المختصر یہ کہ مرید کے وہ آداب جو اس کے مرشد اور پیر بھائیوں کے متعلق ہیں ان کا کوئی حد وشمار نہیں۔ بہت سے مشائخ عظام نے اس موضوع پر الگ الگ تصنیفات مرتب کی ہیں۔

شیخ سہروردی، ابن عربی، شعرانی، احمد زروق، اور ابن عجیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصنیفات اس موضوع پر موجود ہیں۔

[315] (طبقات الصوفية للسلمی ص ۱۱۹)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وینبغی للمرید أنه کلما اشکل علیه شیء من حال الشیخ یذکر قصة موسیٰ مع الخضر علیهما السلام کیف کان الخضر علیه السلام یفعل اشیاء ینکرها موسیٰ، و اذ أخبره الخضر علیه السلام بسرها یرجع موسیٰ علیه السلام عن انکاره، فماینکره المرید لقلة علمه بحقیقة مایوجد من الشیخ فللشیخ فی کل شیء عذر بلسان العلم و الحکمة۔ الخ۔

''یعنی اور مناسب ہے مرید کے لئے ہر اس وقت جب اس کے ذہن اور عقل اور فکر میں اپنے پیر و مرشد کے بارے میں قول یا فعل یا حال خلاف نظر آجائے کہ جلد از جلد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ذہن نشین کرلے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب بعض کام کئے جس کے راز اور حکمتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (اس وقت) ناخبر تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر اعتراض کرتے تھے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی حکمتیں اور اسرار بتا دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول سے رجوع کیا تو مرید کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی قول و فعل میں اور زبان پر بھی اور دل میں بھی اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ پر ہرگز اعتراض نہ کرے، اس لئے کہ شیخِ کامل کے لئے ہر کام میں عذر ہے، فضیلتِ علم اور حکمت اور تجربہ کے واسطے۔''

مزید آداب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

و من الادب مع الشیخ أن المرید اذا کان له کلام مع الشیخ فی شیء من أمر دینه او أمر دنیا لا یستعجل بالاقدام علی مکالمة الشیخ و الهجوم علیه حتیٰ یتبین له من حال الشیخ أنه مستعد له و لسماع کلامه و قوله متفرغ، و کما أن للدعاء أوقاتاً و اٰداباً و شروطاً لأنه مخاطبة اللّٰہ تعالیٰ فللقول مع الشیخ أیضاً اٰداب و شروط، لأنه من معاملة اللّٰہ تعالیٰ، و یسأل اللّٰہ تعالیٰ قبل الکلام مع الشیخ التوفیق لما یحب من الأدب۔ الخ۔

"اور آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جب مرید کو کسی دینی یا دنیوی کام کے متعلق ضرورت پڑ جائے تو اسے چاہیئے کہ باتوں میں جلدی نہ کرے اور بیک وقت بہت باتیں نہ کرے۔ جب مرشد کی طبیعت اور حال معلوم ہو جائے کہ مرشد میری طرف متوجہ ہو گئے ہیں تو فرصت سے بیان کرے۔ جیسا کہ دعا کے لئے اپنے آداب، اوقات اور شرائط ہوتی ہیں۔ اور دعا مانگے اللہ رب العزت سے کہ وہ اس کو توفیق دے شیخ کے ادب کرنے کی۔"[316]

اسی طرح امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن شأنه ان لا يقيم ميزان عقله على كلام شيخه حتى لو قال له لا تحضر مجلس فلان العالم او الواعظ فلا ينبغي له حضوره وذلک لان شيخه أمين عليه في كل شيء ير قيه او يوقفه او يؤخره۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ مرشد کے کلام میں اپنی عقل کو اختیار نہ کرے یہاں تک کہ مرشدِ کامل اسے فرمائیں کہ فلاں عالم کی مجلس میں نہ جاؤ یا فلاں واعظ کی مجلس میں نہ جاؤ تو اسے چاہیئے کہ اس حکم کی تکمیل و تعمیل کرے اس لئے کہ اس کی خیر خواہی میں اس کے مرشد مبارک بہت زیادہ امین ہیں۔ جس کام میں اس کے لئے خیر ہوگی، وہی مبارک امر فرمائیں گے۔ اگرچہ اس میں تاخیر آجائے۔"[317]

ومن شأنه أن يلزم الادب مع شيخه ولا يطلب منه قط كرامة، ولا وقوع خارقة ولا كشفا ولا غير ذلک فمن طلب من شيخه كرامة، حتى يتبعه فهو الى الآن لم يؤمن بكون استاذه من أهل العلم بطريق أهل الله، الخ۔

---

[316] (ج۵، ص۱۹۹)

[317] (ج۱ص۲۲)

"اور شانِ مرید یہ ہے کہ یہ اپنے مرشد سے ہرگز کرامت طلب نہیں کرے گا، اور وہ کام جو خارق العادت ہو اور نہ یہ کشف طلب کرے گا، یہاں تک کہ کوئی چیز بھی طلب نہیں کرے گا، یعنی جس طرح غیب پر یہ ایمان لے کر آیا ہے، اسی طرح مرشد مبارک پر بھی یہ محکم عقیدہ رکھے۔ پس جس نے اپنے مرشد مبارک سے ان امور کو طلب کیا، تو اب تک اس کا یہ عقیدہ ہی نہیں ہے کہ میرا مرشد اہل علم ہے، اہل اللہ کے طریقے سے۔" (۱:۶۰)

انوار قدسیہ میں علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

وسمعت ولدی عبد الرحمن وهو ابن خمس سنين يقول: المريد الصادق اذا غضب شيخه عليه تكاد روحه تزهق منه فلا يأكل ولا يشرب ولا يضحک ولا ينام حتى يرضى عنه شيخه واذا غاب عنه شيخه فی سفر أو مرض يعد ذلک من جملة شقائه ثم لا يزال عاكفا على عتبة باب شيخه اذا مرض حتى يخرج فيكون ذلک اليوم عنده أعظم من العيد، والمريد الكاذب بالعكس يفرح اذا غاب عنه شيخه خوفا ان يناقشه فی أحواله، قال لی وغالب المجاورين الذين عندک فی الزاوية يفرحون اذا غبت عنهم انتهى۔

اور میں نے اپنے بیٹے عبد الرحمن (جو پانچ سال کا تھا) کو کہتے ہوئے سنا کہ سچا مرید وہ ہے کہ جب اس کا شیخ اس سے ناراض ہو یا اس پر غصہ ہو تو قریب ہو کہ اس کی روح اس سے نکل جائے، نہ وہ کھائے، نہ پیے نہ ہنسے اور نہ ہی سوئے حتٰی کہ اس کا شیخ اس سے راضی ہو جائے اور جب اس کا شیخ سفر یا بیماری کی وجہ سے اس سے دور ہو جائے، تو اسے بہت دشوار لگے، جب شیخ بیمار ہو جائے تو مرید ان کے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ (شیخ) اپنے گھر سے نکلے تو وہ دن اس مرید کے لئے عید سے بھی بڑھ کر ہو گا اور جھوٹا مرید اس کے بر عکس ہوتا ہے۔ جب شیخ غائب ہوں تو خوش ہوتا ہے

اس وجہ سے کہ وہ اس کے احوال کی باز پرس نہ کرے۔ اس نے (میرے بیٹے نے) مجھ سے کہا کہ اکثر مجاور جو خانقاہ میں آپ کے پاس ہیں، وہ آپ کی عدم موجودگی سے خوش ہوتے ہیں۔"

علامہ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ **"قطب الارشاد"** میں مرشد کے حقوق کے بارے میں لکھتے ہیں:

ومن أداب الصحبة ان یراقب احواله ویجتهد فی حصول مراضیه وینکسر ویخضع له فی کل حین ویری التریاق والشفاء فیه، الخ

"پیر کے آدابِ صحبت سے یہ ہے کہ وہ ہمیشہ خیال اور نظر میں احوالِ مرشد کا لحاظ رکھے، اور ہمیشہ پیر کی رضا کے حصول کے لئے کوشش میں رہے اور انکساری اور عاجزی کرے، اور ہمیشہ یہ گمان رکھے کہ ترقی اور شفاء اسی میں ہے۔" (ص ۵۲۹)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الانوار القدسیہ میں سچے مرید کے آداب میں تحریر فرمایا ہے:

وکان یقول من شرط المرید الصادق ان یریٰ نفسه کانه محل للأرجاس ومقامه دائماً تحت اقدام الناس۔

"اور وہ فرماتے ہیں کہ سچے مرید کی شرط ہے کہ وہ اپنے نفس کو گندگیوں کی جگہ سمجھے اور اس کا مقام لوگوں کے قدموں کے نیچے ہمیشہ تصور کرے۔" (ص ۱۴۲)

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوار القدسیہ میں فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن یجعل قلبه دائماً متوجهاً الی اللّٰه وحده، دون شیء من أمور الدنیا والآخرة، ومعلوم أن ذلک لا یصله الا بعد ریاضة تامة، بحیث لا یصیر له التفات الی حظ من حظوظ الدنیا والآخرة۔

"مریدِ صادق کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے قلب کو ہر وقت خالصتاً اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ رکھے، نہ کہ دنیا یا آخرت کے امور میں سے کسی طرف اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ مقام حاصل نہیں

ہوتا مگر ریاضاتِ تامہ کے بعد، اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ دنیاو آخرت کی چیزوں کی طرف التفات نہ کرے۔"[318]

ومن شأنه ان یصحب الشیخ للتربیة فقط دون علة أخری من أکل وشرب ووظیفة ونحو ذلک ومن دخل فی صحبة شیخ بعلة من هذه العلل أو غیرها لا یفلح ابداً ما دامت تلک العلة فیه۔

مرید کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کی صحبت میں صرف تربیت کی نیت سے آئے نہ کہ کسی اور غرض کے لئے جیسے کھانے، پینے یا دیگر مراعاتِ دنیوی کے لئے اور جو اپنے شیخ کی صحبت میں ان میں سے کسی بھی وجہ سے حاضر ہوا یا کسی اور دنیاوی وجہ سے، تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گا جب تک وہ علت اس کے اندر ہو۔[319]

ومن شأنه انه اذا قدم شیخه علیه احدا من اقرانه من غیر ظهور فضیلة لذلک الشخص فمن الادب التسلیم لشیخه، ولا یقول ولو فی نفسه هذا لا یستحق التقدیم، فربما فعل الشیخ ذلک امتحاناً لنفس المرید الذی ادعی التواضع لاخوانه۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ جب مرشد مبارک ایک شخص کو اس کے پیر بھائیوں کے درمیان میں سربراہ مقرر کر دیں، باوجود اس کے کہ اس کی کوئی ظاہری فضیلت بھی نہ ہو، پس آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے مرشد مبارک کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرے اور کچھ بھی نہ کہے اور دل میں بھی یہ بات نہ لے کر آئے اور نہ زبان پر لائے کہ یہ تو سربراہ بننے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ مرشد

---

318 (ص ۱۴۲)

319 (انوار القدسیه، ج ۲ ص ۳۱)

مبارک نے شاید امتحان کی وجہ سے ایسا کیا ہو، کہ یہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف تواضع کرتا ہے، زبان کے ساتھ یا افعال کے ساتھ، یا دل میں، یا نہیں کرتا۔"[320]

ومن شأنه ان لا یطأ فرش شیخه برجله اذا کان فی طریق حاجته بل یطویه او یرفعه ثم یمشی لحاجته داخل بیت الشیخ او خارجه، وان اراد ان یطوی رجلیه ویمشی علی فرش الشیخ برکبتیه فلا بأس، وکذلک لا ینبغی ان یدخل لشیخه قط خلوۃ ولا بیتاً الا باذنه الخاص فلا یکفیه اذنه العام، کان اذن لجماعة بالدخول فدخل لجماعة بالدخول فدخل معهم الا ان یکون نقیبا، الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پاؤں کو مرشد کے مصلے پر نہ رکھے جب وہ راستے میں بچھا ہو بلکہ یہ اسے سمیٹ لے، یا اٹھا لے، پھر اس کے بعد اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آگے جاسکتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کیا کہ یہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لے اور مرشد کے مصلی پر اپنے گھٹنوں کے بل چلے، تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور اسی طرح اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان کے گھر یا خلوت خانے میں داخل ہو جائے اذنِ عام سے، بلکہ اذنِ خاص سے داخل ہو مگر جب ایک جماعت کو اذن ہو چکا ہو داخل ہونے کے لئے اور مرشد نے فرمایا ہو کہ اس کو بھی ساتھ لے کر آجاؤ، پھر خیر ہے۔"[321]

ومن شأنه ان یفر ممن یرمی أهل الطریق بزور أو بهتان او ریاء او نفاق، فان کل من تجرأ علی اهل الطریق أبغضه الله ومقته، فلا یفلح بعد ذلک أبداً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ ان تمام لوگوں سے نفرت کرے اور دور رہے، جو اہل طریقت پر جھوٹ اور بہتان، اور ریاء اور نفاق کی نسبت کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ جو عیب نکالتے ہیں اہل

---

320 (۱:۵۰)

321 (۱:۴۸)

طریقت پر، وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو چکے ہیں، اور اللہ کے دشمنوں میں شامل ہو گئے اور کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔"[322]

ومن شأنہ ان یصحب الشیخ التربیۃ فقط دون علۃ أخری من أکل وشرب ووظیفۃ ونحو ذلک۔ ومن دخل فی صحبۃ شیخ بعلۃ من ھذہ العلل او غیرھا لا یفلح أبداً ما دامت تلک العلۃ فیہ، الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے مرشد کے ساتھ محبت اختیار کرے اور صحبت اختیار کرے صرف اور صرف اپنی تربیت کے لئے نہ کہ دنیا اور اغراض وعلت کے لئے، جیسا کہ کھانا پینا یا کوئی اور وظیفہ، اور جو شیخ کی صحبت میں داخل ہوا اس حال میں کہ اس کا ارادہ ان علتوں میں سے کوئی ایک علت تھا، یا کوئی اور دنیاوی امور، تو وہ کامیاب نہیں ہو گا جب تک وہ علت اس میں موجود ہو۔"

ومن شأنہ ان ینشرح اذا منعہ شیخہ من الجلوس مع اخوانہ او مع تلامذۃ شیخ آخر فان المضرۃ بذٰلک سریعۃ للمریدین ضعیف الاعتقاد فی شیخہ۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روکے رکھے جب مرشد مبارک اس کو اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع فرمائیں یا دوسرے شیخ کے مریدوں کے بارے میں۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے مریدوں کو بہت زیادہ ضرر اور نقصان پہنچتا ہے، اور خاص کر اس مرید کے لئے جو اپنے مرشد مبارک پر ضعیف عقیدہ رکھتا ہو اور ان کی حقیقت اسے معلوم نہ ہو۔[323]

ومن شأنہ أن یکون ورعاً عن الحرام والشبہات فی مأکلہ، وملبسہ ومنطقہ، وسمعہ، وبصرہ، ویدہ، ورجلہ، وقلبہ، وفرجہ۔ الخ

---

322 (۲:۱۰۲)

323 (۱:۳۰)

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ پرہیز گار ہو اور اپنے آپ کو بچا کے رکھے حرام سے، مشتبہات سے، خوراک میں، لباس میں، باتوں میں، سننے میں، نظر میں، ہاتھوں میں اور پاؤں میں اور دل میں، اور شرم گاہ کے معاملے میں، یعنی ہر چیز میں یہ پرہیز کرے۔"[324]

ومن شأنه أن يكون دائم الايثار لأصحابه فی سائر الشهوات علی نفسه وقد أجمع الاشياخ علی أن المريد اذا كان شأنه الايثار واحتمل الأذی، فلا بد من رفعته علی جميع أقرانه، امافی الدنياوامافی الآخرةوامافيهمامعاً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ پیر بھائیوں کو مختار سمجھے تمام خواہشات میں اپنے نفس پر، اور تحقیق کے ساتھ تمام مشائخ جمع ہو چکے ہیں اس بات پر کہ ہر وہ مرید جس نے اپنے پیر بھائیوں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھا، اور ان کی اذیتوں کو اٹھایا، تو اللہ جل و علی شانہ اس کو دین و دنیا میں اپنے پیر بھائیوں پر رفعت عطا فرمائے گا۔"[325]

وکذلک اذا رسم الشيخ لاحد بشیء من الطعام او الثياب لا ينبغی له الاعتراض عليه ولو فی نفسه۔

دوسری جگہ پر ہے: اس طرح جب شیخ کسی کو طعام یا کپڑے وغیرہ دے تو مرید کو شیخ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے اگرچہ دل میں ہو۔[326]

---

324 (۲:۱۲۶)

325 (۲:۹۶)

326 (انوارِ قدسیہ ج ۲ ص ۹ ۴)

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن يعتقد فى شيخه أنه اعرف بخواطر، وعيوبه الباطنةمنه لكن من طريق الالهام لا من باب سوء الظن و الكشف الشيطانى۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ میرے شیخ مبارک میرے دل کے احوال اور عیوب پر باخبر ہیں، بطریقہ الہام، نہ کہ بطریقہ بدگمانی اور کشفِ شیطانی۔"[327]

نیز فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن لا يلتفت لشيء من الدنيا بعد أن جمعه الله على شيخه فان بين يديه جميع ما قسم للمريد من الدنيا و الآخرة۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ کوئی التفات نہ کرے دنیا کی چیزوں میں جو کہ اللہ جل و علی شانہ نے اس کے مرشد پر جمع فرمائی ہیں، اس لئے مرشد کے دربار میں دنیا و آخرت کی چیزیں ہیں جو کہ مرید کے لئے تقسیم کی گئی ہیں۔"[328]

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ومن شأنه ان لا يتقدم على شيخه فى المشى وغيره بل يكون مشيه تبعاً لشيخه فى الظاهر والباطن، فان تقدم عليه لحاجة فلا بأس كأن يتقدم ليجس له المخاضة او يكشف له عن حضرة فى الطريق فى الليالى المظلمة ونحو ذلك فان ذلك من جملة ايثار شيخه عليه بالنفع دون الضر، قالوا ولا ينبغى له ان يستدبر شيخه ابداً الا باذن ويكون ذٰلك مع استشعار المريد الخجل و الحياء حتى كانه يمشى على الجمر فان شيخه أعظم حرمة من الكعبة، وقد استحب بعض العلماء للانسان اذا فارقها انه يلتفت اليها بوجهه ويمشى القهقهرى حتى يتوارى عنها بجدار او يبعد جداً۔

---

[327] (انوارِ قدسیہ ۱۸۸: ۲)

[328] (۲:۱۹۰)

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ چلتے وقت اپنے مرشد سے آگے آگے نہ جائے، اور نہ برابر جائے، بلکہ مرید کی رفتار مرشد سے کم ہونی چاہیئے، ظاہر اور باطن میں۔ پس اگر یہ کسی حاجت کے لئے آگے ہو جائے تو یہ گناہ نہیں ہے۔ جیسے کہ رات کی تاریکی میں آگے ہو جائے اور کوئی ضرر پہنچانے والی چیز کو ہٹائے، یا اس کی مثل کوئی اور کام کیونکہ یہ تمام چیزیں ان امور میں سے ہیں جو شیخ کو پسند ہیں نفع کی وجہ سے نہ کہ ضرر کی وجہ سے اور مرید کے لئے مناسب یہ ہے کہ یہ اپنی پیٹھ اپنے مرشد کی طرف نہ کرے مگر ان کی اجازت کے ساتھ اور اس انداز کے ساتھ چلے کہ یہ نادم ہو، گویا کہ یہ آگ کی چنگاریوں پر چل رہا ہو۔ اس لئے کہ مرشد کی حرمت و عظمت کعبہ شریف سے بھی اونچی ہے اور بعض علماء نے سالک کے لئے یہ کہا ہے کہ جب یہ اپنے پیر و مرشد سے جدا ہونا چاہے تو اپنے شیخ مبارک کو دیدار کرتے ہوئے اور رجعتِ قہقہری کے ساتھ چلتا رہے یہاں تک کہ دیوار یا کسی اور چیز سے نظروں سے غائب ہو جائے۔"[329]

مرید کے اپنے شیخ کے ساتھ آداب میں سے مزید کچھ آداب

از الانوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد الصوفیہ

اعلم یا أخی، أن عمدة الأدب مع الشیخ، هو المحبّة له، فمن لم یبالغ فی محبة شیخه بحیث یؤثره علی جمیع شهواته، لا یفلح فی الطریق، لأن محبة الشیخ إنما هی مرتبة إدمان، یترقی المرید منها إلی مرتبة الحق جل و علا، ومن لم یحب الواسطة بینه و بین ربه التی من جملتها رسول الله ﷺ فهو منافق، و المنافق فی الدرک الأسفل من النار، إذا علمت ذلک فلیذکر لک بعض صفات المحبین لأشیاخهم، لتعرف صدقک من کذبک۔

---

[329] (۲:۵۵)

فأقول و ب الله التوفيق: أجمع أهل الطريق على أن من صفات المريد الصادق فی محبة الشيخ أن يكون تائباً من جميع الذنوب، متطهراً من سائر العيوب۔

اے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ کے آداب کی بنیاد اس سے محبت کرنا ہے اور جو شخص اپنے مرشد کی محبت میں مبالغہ نہ کرے یعنی اسے اپنی تمام خواہشات پر ترجیح نہ دے وہ طریقت میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ شیخ کی محبت ہی اچھائی کا مرتبہ ہے اس سے مرید حق جل وعلاء کے مرتبہ تک ترقی کرتا ہے اور جو شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان واسطہ سے محبت نہیں کرتا اور ان واسطوں میں سے ایک (بلکہ عظیم تر) واسطہ یعنی رسول اکرم ﷺ سے محبت نہیں کرتا، تو وہ شخص منافق ہے اور منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوگا۔ جب تمہیں یہ بات معلوم ہوگئی تو تمہارے لئے اپنے شیوخ سے محبت کرنے والوں کی بعض صفات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اپنے سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکو پس میں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے کہتا ہوں۔

اہل طریقت اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ کی محبت میں سچے مرید کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور تمام عیبوں سے پاکیزگی حاصل کرے۔

فمن تلطخ بالذنوب و ادعی محبة شيخه فهو كاذب، و كما أنه لا يحب شيه فكذلک شيخه لا يحبه، و إذا لم يحبه شيخه فالحق تعالیٰ كذلک لا يحبه، قال تعالیٰ "إن الله يحب التوابين و يحب المتطهرين" و قال "إن الله لا يهب المفسدين" "إن الله لا يحب المفسدين" "إن الله لا يحب من كان مختالاً فخوراً"، "إن الله لا يهدی كيد الخائنين" و نحوها من الأيات،

جو شخص گناہوں سے لتھڑا ہوا ہو اور وہ اپنے شیخ سے محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے تو جس طرح وہ اپنے مرشد سے محبت نہیں کرتا اس کا مرشد بھی اس سے محبت نہیں کرتا، پس جب اس کا شیخ اس سے محبت نہ کرے تو حق تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿بقرہ: ۲۲۲﴾

بے شک اللہ محبت کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں سے، اور محبت کرتا ہے پاکی والوں سے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۷۷ قصص﴾

بے شک اللہ مفسدین سے محبت نہیں کرتا۔

نیز ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿النساء ۳۶﴾

بے شک اللہ محبت نہیں کرتا کسی اترانے والے بڑائی مارنے والے سے۔

نیز فرمایا:

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿۵۲ یوسف﴾

اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

اسی طرح دیگر آیات بھی ہیں۔

وأجمعوا على أن من شرط المحب لشيخه أن يصم أذنه عن سماع كلام أحد في الطريق غير شيخه، فلا يقبل عذل عاذل، حتى لو قام أهل مصر كلهم في صعيد واحد لم يقدروا على أن ينفروه من شيخه، ولو غاب عنه الطعام والشراب أياماً لاستغنى عنها بالنظر إلى شيخه لتخيله في باله، وبلغنا عن بعضهم أنه لما دخل هذا المقام سمن وعبل من نظره إلى أستاذه.

قال الشيخ محيي الدين بن العربي: ولقد تجسّد لي مرة حبي لشيخي أبي مدين رضي الله عنه، فكنت لا أقدر أن أنظر إليه، وكان يخاطبني وأصغي إليه وأفهم عنه، قال: ولقد تركني أياماً لا أشبع طعاماً، وكانوا كلما قدموا إليّ المائدة، تقف المحبة على حرفها، وينظر اليّ ويقول لي بلسان أسمعه بأذني: تأكل وأنت تشاهدني! فأمتنع من الطعام، ولا أجد جوعاً، وأمتلىء من

الحب، حتى سمنت و عبّلت من نظری إليه، فقام لی ذلک مقام الغذاء، أذوق ذواقاً و لا أجد جوعاً و لا عطشاً، و كان الحب لا يبرح نصب عينی فی قيامي و قعودی و حركتي و سكونی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے لئے میرے شیخ ابو مدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی محبت جسمانی شکل میں ہو گئی اور میں اس کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا مجھے وہ مخاطب کرتے اور میں ان کی طرف کان لگا کر بات سنتا اور اس (محبت) نے مجھے کئی دن اس طرح چھوڑا کہ میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اور میرے احباب میرے سامنے دستر خوان رکھتے تو محبت اس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر مجھے دیکھتی رہتی اور مجھے ایسی زبان سے کہتی جس کو میں اپنے کانوں سے سنتا: ''تم کھاتے ہو جب کہ تم میرا مشاہدہ کر رہے ہو'' پس میں کھانے سے رک جاتا اور مجھے بھوک نہ لگتی۔ اور میں اس محبت سے بھر جاتا حتیٰ کہ میں اس کی طرف دیکھنے سے موٹا ہو گیا تو وہ میرے لئے غذا کے قائم مقام ہو گئی میں اسے چکھتا اور مجھے بھوک اور پیاس نہ لگتی اور وہ محبت میری آنکھوں کے سامنے سے نہ ہٹتی چاہے میں کھڑا ہوتا یا بیٹھتا، حرکت میں ہوتا یا سکون میں۔

لطائف الحب

و سمعت أخی أفضل الدين رحمه الله يقول: من ألطف سكرات الحب الشغل بالحب عن متعلقه، كما حكی أن ليلی جاءت إلی مجنونها، و هو يصيح: ليلی، ليلی، و يأخذ الجليد فيلقيه علی فؤاده، فيذوب من حرارة فؤاده، فسلمت ليلی عليه و هو فی ذلک الحال، و قالت له: أنا محبوبک، أنا مطلوبک، أنا قرة عينک، أنا ليلی، فقال: إليک عنی، فإن حبک شغلنی عنک۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے: محبت کی سختیوں میں سے زیادہ نرم سختی یہ ہے کہ محبت کے متعلقات کو نظر انداز کر کے محبت میں مشغول ہو جائے جس طرح

بیان کیا گیا کہ لیلیٰ اپنے محبوب کے پاس آئی اور وہ چیختے ہوئے لیلیٰ لیلیٰ پکار رہا تھا اور جلاد اسے پکڑ کر سینے کے بل ڈال رہا تھا اور وہ دل کی حرارت کی وجہ سے پگھل رہا تھا۔ لیلیٰ نے اسے اس حالت میں سلام کیا اور اس سے کہا: انا محبوبک انا مطلوبک انا قرۃ عینک انا لیلیٰ (میں تیری محبوبہ ہوں، تیرا مطلوب اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں، میں لیلیٰ ہوں)۔ مجنوں نے کہا چلی جاؤ میں تیری ذات سے ہٹ کر تیری محبت میں مشغول ہوں۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمه الله يقول: ألطف مافی الحب ما وجدته فی نفسک من العشق المفرط، ولاشوق المقلق، حتی منعک ذلک النوم ولذة الطعام ولا يدری ذلک الحب فيمن، ولا يتعين لک محبوب، فإن من ذلک تترقی الی محبة الله عزوجل المطلقة۔ قالوا: ومن أصعب مافی الحب أن يصير المريد يحب الهجر، ويتلذذ به إذا علم أن شيخه أحب هجره، لأن تخليص حظ النفس من حظ الشيخ عسر جداً، وحاصله أن المريد يحب الهجر من حيث كونه محبوباً لشيخه لا من حيثية أخری، لأن الحب للشيخ عمدته الوصل لا الهجر۔

میں نے اپنے آقا حضرت علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ محبت کا لطیف ترین درجہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس میں حسد سے بڑھ کر عشق پاؤ اور ایسا شوق جو تمہیں پریشان کردے۔ حتیٰ کہ وہ تمہیں نیند اور کھانے کی لذت سے روک دے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ محبت کس سے ہے اور نہ ہی تیرے لئے محبوب متعین ہو۔

حاضرین نے عرض کیا کہ محبت میں مشکل ترین مرحلہ یہ ہے کہ مرید جدائی کو پسند کرتا ہے اور جب اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس کا شیخ بھی اس کی جدائی کو پسند کرتا ہے تو وہ اس سے لذت محسوس کرتا ہے کیونکہ نفس کی لذت کو شیخ کی خوشی سے جدا کرنا بہت مشکل ہے اور اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ محبوب جدائی کو اس حیثیت سے ناپسند کرتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کا محبوب ہے، کسی اور حیثیت سے نہیں کیونکہ شیخ کے لئے محبت وصل کا ستون ہے جدائی کا نہیں۔

و سمعت أخی أفضل الدین رحمه الله یقول: حقیقة حب الشیخ أن یحب الاشیاء من اجله، و یکرهها من اجله، کما هو الشأن فی محبة ربنا عزوجل، و یؤید ذلک ما ورد فی الحدیث "أن عبداً یأتی یوم القیامة بکثیر صلاة، و صیام، و حج، و صدقة، و تشهد له الملائکة بذلک، فیقول الله عزوجل: انظروا اهل والی لی ولیاً، أو عادی لی عدواً؟"

اور میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھی:۔ شیخ سے محبت کی حقیقت یہ ہے کہ اشیاء سے محبت اس کی وجہ سے کرے اور اشیاء کی ناپسندیدگی بھی اسی کی خاطر ہو، جس طرح ہمارے رب کی محبت کا معاملہ ہے اور اس بات کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے، رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ان عبدا یاتی یوم القیامة بکثیر صلاة و صیام و حج و صدقة و تشهد له الملائکة بذٰلک فیقول الله انظروا اهل والی لی ولیا او عادی لی عدوا۔

ایک بندہ قیامت کے دن زیادہ نمازوں، روزوں، حج، اور صدقہ کے ساتھ آئے گا اور فرشتے بھی اس بات کی گواہی دیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کیا اس نے میرے لئے کسی دوست سے دوستی کی یا میرے لئے کسی دشمن سے دشمنی کی؟[330]

صفات المحبین

و ذکر الشیخ محیی الدین فی الباب الثامن و السبعین بعد المائة من الفتوحات، أن جملة أوصاف المحبین أن یکون أحدهم مقتولاً تالفاً فی محبوبه سائراً إلی حضرته علی الدوام، دائم السهر کامن الغم، راغباً فی الخروج من کل شیء یشغله عنه من شهوات لا دنیا و الآخرة،

---

[330] (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: ٦٥٠٢، مطبوعہ دار السلام ریاض)

فهو متبرم من صحبة كل شيء يحجبه عن محبوبه، كثير التأوه يستريح إلى كلام محبوبه و ذكر اسمه، دائم الموافقة لمحاب محبوبه، خائف من ترك الحرمة في إقامة خدمته، يستقل الكثير من نفسه في حقه محبوبه، و يستكثر القليل من محبوبه، يعانق طاعة محبوبه، و يجانب مخالفته، خارج له عن نفسه بالكلية، لا يطلب الدية في قتله، يصبر على الضرّاء التي تنفر منها الطباع، قياماً بما كلفه محبوبه، دائم الهيام في محبوبه، و قد وطن نفسه على محبة كل شيء يريده محبوبه، ليس له معه نفس، بل كله لمحبوبه، يعاتب نفسه في حق محبوبه، و لا يعاتب قط محبوبه، غيور لعى محبوبه من نفسه، فيود أنه لا يراه مع شهوته لرؤيته، لا يقبل حبه الزيادة بإحسان المحبوب، و لا النقص بجفائه له، ناس حظ نفسه، ذاكر حظ محبوبه، مجهول النعوت كأنه سال و ليس بسال، لا يفرق من سكره بين الوصل و الهجر، لا يقول قط لمحبوبه لم فعلت كذا؟ أو قلت كذا؟ سره علانية، مسرور محزون، مقامه الخرس، حاله يترجم عنه لسكره من المحبة، يختار مراضي محبوبه على جميع أغراض نفسه۔

حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الفتوحات" کے باب ۱۷۸ میں ذکر کیا ہے کہ محبت کرنے والوں کے جملہ اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ محب اپنے محبوب میں فنا ہو جائے اور یہ ہمیشہ اس کے ہاں حاضری کے لئے اپنے سفر کو جاری رکھے ہمیشہ شب بیداری اختیار کرے، اور غم کو چھپائے رکھے۔

- جو دنیوی اور اخروی خواہشات اسے محبوب سے غافل رکھیں ان سے نکلنے کی رغبت رکھتا ہو اور وہ ہر اس چیز کی صحبت سے دور رہے جو اس کو اس کے محبوب سے دور کرنے والی ہو۔
- بہت آہیں بھرنے والا ہو اور محبوب کے کلام اور اس کے نام کے ذکر سے راحت حاصل کرتا ہو۔
- اپنے محبوب سے محبت کرنے والوں کا ہمیشہ موافق رہے۔

- اس کی خدمت کرتے ہوئے اس کی تعظیم کو چھوڑنے سے ڈرنے والا ہو۔
- محبوب کے حق میں زیادہ کو بھی قلیل جانے۔
- اور محبوب کی طرف سے ملنے والی قلیل چیز کو کثیر سمجھے۔
- اپنے محبوب کی فرمانبرداری کو لازم پکڑے۔
- محبوب کی مخالفت سے پہلو تہی کرے۔
- محبوب کے لئے اپنے نفس سے مکمل طور پر نکل جائے۔
- اگر وہ اس کے کسی عزیز کو قتل کرے تو دیت کا مطالبہ نہ کرے۔
- ان اذیتوں پر صبر کرے جن سے طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔
- محبوب جس کا حکم دے اسے بجالائے۔
- اپنے محبوب کے عشق میں دوام اختیار کرے۔
- محبوب جس بات کو چاہتا ہے نفس کو اس سے محبت کی عادت ڈالے اور اس پر قائم رہے۔ اس میں اپنے نفس کا کوئی حصہ نہ ہو بلکہ وہ سب کچھ اس کے محبوب کے لئے ہو۔
- محبوب کے حق میں اپنے نفس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اور کبھی بھی اپنے محبوب سے نہ جھگڑے۔
- اپنے نفس کی طرف سے اپنے محبوب پر غیرت کھانے والا ہو پس وہ اس بات کو پسند کرے کہ اس کا محبوب اسے خواہشات سے پاک دیکھے۔
- محبوب کے احسان کی وجہ سے اس کی محبت میں اضافہ ہو اور اس کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے محبت میں کمی نہ آئے۔

- اپنے نفس کے حصے کو بھلانے والا، اور محبوب کے حصے کو یادرکھنے والا ہو۔
- اپنے محبوب سے کبھی بھی نہ کہے کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا یہ بات کیوں کہی؟
- اس کا اندر ظاہر ہو، وہ مسرور بھی ہو غمگین بھی ہو اس کا مقام گونگا پن ہو، اس کا حال اس کا ترجمان ہو کیونکہ وہ محبت کی وجہ سے حالت سکر میں ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی رضا کو اپنی تمام نفسانی اعراض پر ترجیح دے۔

شیخ کے حضور جسم پانی ہوگیا

قال الشیخ محیی الدین: و من ألطف ما بلغنا عن بعض المحبین أنه دخل علی شیخ فر آه یتکلم فی المحبة فما زال ذلک المحب ینحل و یذوب و یسیل عرقاً حتی تحلل جسمه کله علی الحصیر بین یدی الشیخ و صار برکة ماء، فدخل بعض أصحاب ذلک المحب علی الشیخ فقال له: أین فلان؟ فقال الشیخ: هو ذا! و أشار إلی ذلک الماء و وصف له القصة فتعجب الحاضرون من ذلک۔

قال الشیخ محیی الدین: و هو تحلیل غریب و استحالة عجیبة حیث تلطفت کثافته حتی صار ماء!!!

حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمیں بعض محبت کرنے والوں سے جو باتیں پہنچی ہیں ان میں سے زیادہ لطیف اور باریک بات یہ ہے کہ وہ اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں تو یہ محبت میں مسلسل گھلتا اور پگھلتا رہا اور پسینہ کی شکل میں بہتا رہا حتیٰ کہ اس کا پورا جسم مرشد کے سامنے چٹائی پر گھل گیا (اعضاء جدا جدا ہوگئے) اور وہ مکمل پانی ہوگیا۔ اس محب کے کچھ ساتھی شیخ کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا این فلان (فلاں کہاں ہے)؟ شیخ

نے کہا: **ھو ھذا** (وہ یہ ہے) اور اس پانی کی طرف اشارہ کیا اور اس سے واقعہ بیان کیا تو حاضرین کو اس پر بہت تعجب ہوا۔

حضرت شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ جسم کا گھلنا اور اس کا (پانی میں) بدل جانا بہت زیادہ عجیب و غریب ہے حتیٰ کہ اس کی کثافت لطافت میں بدل گئی اور وہ پانی بن گیا۔

لغة العاشقين

واعلم أن من صفات المحبين أنهم يتكلمون بلسان المحبة، والعشق، والسكر، لا بلسان العلم، والعقل، والتحقيق، كما أجاب بذلک الخطاف سليمان عليه الصلاة والسلام۔

وذلک أن خطافاً راود خطافة في قبة سليمان عليه السلام وقال لها: لقد بلغ من حبي لک أن لو قلت لي: اهدم القبة على سليمان لفعلت۔

فحملت الريح كلامه إلى سليمان، فقال له: ما حملک على ما قلت وأنت عاجز؟ فقال: مهلاً يا نبيّ الله، أنا عاشق، والعشاق إنما يتكلمون بلسان عشقهم وسكرهم، لا بلسان العلم والعقل، فضحک سليمان من قوله ولم يعاقبه۔

جان لو محبت کرنے والوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ:

انهم يتكلمون بلسان المحبة والعشق والسكر لا بلسان العلم والعقل والتحقيق۔

یعنی وہ محبت، عشق اور سکر کی زبان سے بات کرتے ہیں، نہ کہ علم، عقل اور تحقیق کی زبان سے۔

جس طرح خطاف نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خیمے میں خطاف کو خطافہ سے محبت ہو گئی اور اس نے اس سے کہا مجھے

تم سے اس قدر محبت ہے کہ اگر تو مجھے کہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خیمے کو گرا دو تو میں ایسا کر دوں گا۔ ہوا نے اس کا یہ کلام حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچا دیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ما حملک علی ما قلت و انت عاجز؟

یعنی تجھے اس بات پر کس چیز نے ابھارا جب کہ تم عاجز ہو؟

اس نے کہا:

مهلا یا نبی الله انا عاشق و العشاق انما یتکلمون بلسان عشقهم و سکرهم لا بلسان العلم و العقل۔

یعنی اے اللہ کے نبی ٹھہر جایئے میں عاشق ہوں اور عاشق اپنے عشق اور سکر کی زبان میں بات کرتے ہیں، علم اور عقل کی زبان میں نہیں۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام ہنس پڑے اور اسے سزا نہ دی۔

قلت: و فی هذه القصة عذر عظیم لأهل المحبة فی أشعارهم "لسمنون و سیدی عمر الفارض و أضرابهما" فإنهم تکلوا ما بلسان العشق و السکر و إلا فأین تعقل قول سیدی عمر فی تائیته؟:

فطوفان نوح عند نوحی کأدمعی　　و إیقاد نیران الخلیل کلوعتی
و لو لا زفیری أغرقتنی أدمعی　　و لو لا دموعی أحرقتنی زفرتی
و حزنی ما یعقوب بث أقله　　و کل بل أیوب بعض بلیتی

إلی أخر ما قال، فاعلم ذلک و إیاک و المبادرة إلی الإنکار و الله أعلم۔

میں کہتا ہوں اس واقعہ میں اہل محبت کا عذر ہے جو انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

حضرت سمنون اور سیدی عمر الفارض رحمہا اللہ تعالیٰ اور ان جیسے دوسرے حضرات نے جو کچھ فرمایا وہ عشق اور سکر کی زبان سے ہے ورنہ سیدی عمر الفارض رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار کس طرح عقل میں آتے ہیں؟

(میری گریہ وزاری کے وقت طوفان نوح میرے آنسوؤں جیسا ہوتا ہے اور خلیل اللہ کے لئے جلائی گئی آگ میرے دل کی تپش جیسی ہوتی ہے)

(اگر میری آہیں نہ ہوتیں تو میرے آنسو مجھے ڈبو دیتے اور اگر میرے آنسو نہ ہوتے تو میری آہیں مجھے جلا دیتیں)

(میرا حزن وملال ایسا ہے کہ اس کے سامنے حضرت یعقوب (علیہ السلام) کا حزن وملال کم ہے، اور اس کے سامنے حضرت ایوب علیہ السلام کو پیش آنے والی تکلیفی میری بعض آزمائش ہیں)۔

تم اس کو سمجھو اور انکار میں جلدی نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فاعرض یا أخی هذه الصفات التی ذکرتها لک فی المحبة للشیخ علی نفسک، فإن رأیت نفسک، فإن رأیت نفسک متخلقاً بها فاشکر اللہ تعالیٰ فإنک سوف تترقی من ذلک إلی محبة اللہ عزوجل من طریق السلوک، فإن محبة الشیوخ واحترامهم من احترام الحق تعالیٰ ومحبة۔

وقد أنشد الشیخ محیی الدین فی أول الباب الأحد والثمانین ومائة من الفتوحات۔

ما حرمة الشیخ إلا حرمة اللہ ۔۔۔ فقم بها أدباً باللہ باللہ

هم الأدلاء والقربی تؤیدهم ۔۔۔ علی الدلالة فأییداً علی اللہ

کالأنبیاء تراهم فی محاربهم ۔۔۔ لا یسألون من اللہ سوی اللہ

فإن بدا منهم حال تولّههم ۔۔۔ عن الشریعة فاترکهم مع اللہ

لا تتبعهم ولا تسلک لهم أثراً ۔۔۔ فإنهم ذاهلون العقل فی اللہ

لاتقتدی بالذی زالت شریعته   عنه ولو جاء بالآنبا عن الله

وقوله فی البیت الأول: ما حرمة الشیخ إلا حرمة الله ، أی هی من حرمة الله لأمره تعالیٰ بتوقیر الشیوخ، ولیس المراد أننا نعظم الشیخ کما نعظم اللہ تعالیٰ فافهم۔

پس اے بھائی! میں نے شیخ کی محبت کے سلسلے میں جو صفات ذکر کی ہیں ان کے حوالے سے اپنے نفس کا جائزہ لو اگر دیکھو کہ تمہارا نفس ان صفات سے موصوف ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو پس بے شک تم عنقریب اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف سلوک کے طریقے پر ترقی کروگے کیونکہ شیوخ سے محبت اور ان کا احترام اللہ تعالیٰ کے احترام اور اس کی محبت سے ہے۔

شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفتوحات کے ایک سو اکیاسی (۱۸۱) باب کے شروع میں یہ اشعار ذکر کئے ہیں:

شیخ کی حرمت اللہ کی حرمت ہے تمہیں اللہ کی قسم ہے تمہیں اللہ کی قسم ہے شیخ کی حرمت کا خیال رکھو، وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے اور اس کے قریب کرنے والے ہیں اور اللہ تک رہنمائی میں ان کی بھرپور تائید و مدد کرتے ہیں، تم ان کو انبیاء کے نقش پر دیکھو گے کہ وہ دشمن سے لڑائی میں اللہ سے اللہ ہی مانگتے ہیں، اگر تم ان کی ایسی حالت دیکھو جو ان کو شریعت سے پھیر دے تو ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ چھوڑ دو، تم اس حال میں ان کی پیروی نہ کرو اور نہ ہی ان کے نقش قدم پر چلو وہ اللہ کی محبت میں از خود رفتہ ہیں، تم اس کی اقتدا نہ کرو جس کے ہاتھ سے شریعت کا دامن چھوٹ گیا ہو اگرچہ وہ اللہ کے بارے میں خبریں دیتا ہو۔

پہلے شعر میں ان کا یہ قول: شیخ کی عزت اللہ تعالیٰ کی عزت و احترام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی عزت کرنا اللہ کا احترام کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی مرشد کے احترام کا حکم فرمایا اس کا یہ

مطلب نہیں کہ ہم شیخ کی تعظیم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم (یعنی عبادت) کرتے ہیں۔اس بات کو سمجھو۔

کلامِ مرشد سے حصول لذت

و سمعت سیدی علیاً المرصفی رحمه الله یقول: المرید یترقی فی محبة شیخه إلی حد یصیر یتلذذ بکلام شیخه له کما یتلذذ بالجماع، فمن لم یعمل إلی هذه الحالة فما أعطی الشیخ حقه من المحبة۔

میں نے اپنے آقا علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اپنے شیخ کی محبت میں اس حد تک ترقی کرتا ہے کہ وہ شیخ کے کلام سے اس طرح لذت حاصل کرتا ہے جس طرح جماع سے لذت حاصل ہوتی ہے۔پس جو شخص اس حالت تک عمل نہ کرے اس نے شیخ کو اس کی محبت کا حق نہیں دیا۔

مشائخ عظام شارع علیہ الصلاۃ السلام کے نائب ہیں

ثم لا یخفی علیک یا أخی أن الشیوخ رضی الله عنهم نواب الشارع ﷺ فی إرشاد جمیع الناس بل هم الورثة للرسل علی الحقیقة ورثوا علوم شرائعهم غیر أنهم لا یُشَرّعون، فلهم حفظ الشریعة فی العموم، وما لهم التشریع، ولهم حفظ القلوب من المیل إلی غیر مرضاة الله و مراعاة الآداب الخاصة بأهل الحضرة الإلهیة وهم من العلماء بالله بمنزلة الطبیب فی العالم، فإن الطبیب لا یعرف الطبیعة إلا أنما هی مدبرة للبدن الإنسانی خاصة، بخلاف العالم بعلم الطبیعة فإنه یعلمها مطلقاً وإن لم یکن طبیباً، وقد یجمع الشیخ الأمرین۔

پھر اے بھائی! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ شیوخ تمام لوگوں کو ہدایت دینے کے سلسلے میں شارع علیہ السلام کے نائب ہیں بلکہ حقیقت میں یہی لوگ رسولوں کے وارث ہیں انہوں نے ان کی شریعتوں کے علوم بطور وراثت حاصل کئے لیکن وہ خود شریعت کے احکام جاری نہیں کرتے ان کے

لئے عمومی طور پر شریعت کی حفاظت کرنا ہوتا ہے شریعت بنانا نہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کو ان باتوں کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رکھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں ہے۔

نیز ان آداب کا خیال رکھیں جو بارگاہ خداوندی کے اہل لوگوں کے ساتھ خاص ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے علماء اسی طرح ہیں جس طرح دنیا میں طبیب ہیں، طبیب، طبیعت کی معرفت نہیں رکھتا وہ محض انسانی بدن کی تدبیر کرنے والا ہے بخلاف علم طبیعت کے عالم کے وہ اسے مطلقاً جانتا ہے اگرچہ وہ طبیب نہ ہو اور بعض اوقات شیخ میں دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمه الله يقول: العلماء بوابون حضرات الأسماء والصفات، وأصحاب الموهب الإلهي بوابون حضرة الذات۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے: علماء کرام اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے دربان ہیں، اور جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف معرفت کا حصول ہوتا ہے وہ اس کی ذات کے دربان ہیں۔

وسمعته مرة أخرى يقول: مرتبة هؤلاء المربين أنهم يعلمون الناس الآداب مع الحق و يجمعون قلوبهم على الله۔

میں نے ایک اور مرتبہ ان سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ان مریدین کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ آداب سکھاتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع ہوتے ہیں۔

شیخ کامل کی علامات

وسمعته يقول: علامة الشيخ الذى يجب الأدب معه أن يكون عارفاً بالكتاب والسنة، قائلاً بهافى ظاهره، متحققًا بهافى سره، يراعى حدود الله ويوفى بعهدالله، لا يتأول فى الورع بل يأخذ بالاحتياط فى سائر أحواله، يشفق على جميع الأمة، لا يمقت أحداً من العصاة، بل يتلطف به، و يدعوه إلى الخير برحمة و رفق، جوده مطلق على البر والفاجر والشاكر والجاحد كأن جميع الخلق عائلته۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ ہی سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس شیخ کے ساتھ ادب واجب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کا عالم ہو ظاہر میں وہ اسے بیان کرے اور باطن میں وہ اس کے ساتھ قائم و ثابت ہو، اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرے۔ تقویٰ کے حوالے سے تاویل نہ کرے بلکہ اپنے تمام احوال میں احتیاط کو اختیار کرے تمام امت پر شفیق ہو، گناہگاروں میں سے کسی سے ناراض نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے اور نرمی کے ساتھ اسے بھلائی کی دعوت دے اس کی سخاوت مطلق ہو یعنی نیک، بد، شاکر اور منکر سب پر ہو گویا تمام مخلوق اس کا خاندان ہے۔

ثم اعلم عاأخى أن أحداً من السالكين لم يصل إلى حالة شريفة فى الطريق أبداً إلا بلاقاة الأشياخ ومعانقة الأدب معهم والإكثار من خدمتهم

پھر اے بھائی! جان لو کہ سالکین میں سے کوئی ایک طریقت میں عمدہ حالت تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا جب تک مشائخ سے ملاقات نہ کرے ان کے ساتھ ادب کا معاملہ نہ کرے اور کثرت سے ان کی خدمت نہ کرے۔

ومن ادعى الطريق بلا شيخ كان شيخه إبليس، فهو و إن وقعت على يديه كرامة فهي استدراج لكرامة الدجال الأعور إذا خرج آخر الزمان۔

جو شخص کسی مرشد کے بغیر طریقت کا دعویٰ کرے اس کا شیخ ابلیس ہوتا ہے پس اگر اس کے ہاتھوں کرامت کا ظہور ہو تو وہ آخری زمانے میں نکلنے والے دجال کی شعبدہ بازی ہے۔

وكان الإمام أبو القاسم الجنيد رحمه الله يقول: من سلك بغير شيخ ضل و أضل۔

حضرت امام ابو القاسم جنید (بغدادی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی مرشد کے بغیر سلوک کی منازل طے کرتا ہے وہ خود بھی بھٹکتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

ومن حرم احترام الأشياخ ابتلاه الله تعالىٰ بالمقت بين العباد و حرم نور الإيمان۔

اور جو شخص مشائخ کے احترام سے محروم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان اسے اپنی ناراضگی میں مبتلا فرما دیتا ہے اور وہ نور ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

وكان أبو تراب النخشبي رضي الله عنه يقول: إذا ألف القلب الإعراض عن الله صحبته الوقيعة في أولياء الله۔

حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب دل اللہ تعالیٰ سے منہ پھرنے سے الفت رکھے تو وہ اولیاء اللہ کے خلاف باتوں میں پڑ جاتا ہے۔

وكان أبو القاسم القشيري رحمه الله يقول: لو لم يكن للمريد من الباعث على الأدب إلا قول موسى عليه السلام للخضر: "هل أتبعك على أن تعلمني مما علمت رشدا" لكفاه ذلك، فإن موسى عليه السلام لما أراد صحبة الخضر حفظ شرط الأدب فاستأذن أولاً في الصحبة ثم شرط عليه الخضر أن لا يعارضه في شيء، و لا يعترض عليه في حكم من الأحكام، ثم لما خالفه موسى تجاوز الخضر عنه المرة الأولى و الثانية، فلما انتهى إلى الثالثة التي هي أول حد الكبيرة قال له: "هذا فراق بيني و بينك"۔

حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر مرید کے سامنے ادب کے لئے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام ہوتا تو یہ بھی کافی ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا تھا:

هَلْ أَتَّبِعُکَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿الکهف ٦٦﴾

کیا میں تمہارے ساتھ ہو سکتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کا ارادہ کیا تو ادب کی شرائط کا خیال رکھا۔ پس سب سے پہلے صحبت (ہم نشینی) کے لئے اجازت مانگی، پھر حضرت خضر علیہ السلام نے ان پر شرط رکھی کہ وہ کسی معاملے میں ان کے مدمقابل نہیں آئیں گے اور نہ ہی کسی حکم میں ان پر اعتراض کریں گے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی مخالفت کی تو پہلی اور دوسری بار حضرت خضر علیہ السلام نے درگزر فرمایا پھر جب تیسری بار کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِکَ (الکهف ٧٨)

یہاں میری اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جدائی ہے۔

إذا علمت ذلک فأقول و بللّٰه التوفيق: من شأن المريد أن لا يدخل فی صحبة شيخ إلا بعد استخارة و انشراح صدر لصحبته و إلا فربما دخل بغير اعتقاد و لا احترام، فجره ذلک إلى المقت۔

جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی تو میں توفیق خداوندی سے کہتا ہوں کہ مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کی صحبت میں داخل ہونے سے پہلے استخارہ کرے اور اس کی صحبت کے لئے

اپنے سینے کو کشادہ رکھے ورنہ بعض اوقات وہ اعتقاد اور احترام کے بغیر داخل ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ بات اسے ناراضگی کی طرف لے جاتی ہے۔

وقد كان سيدى عبدالقادر الجيلى رضى الله عنه يقول: من لم يعتقد فى شيخه الكمال لا يفلح على يديه أبداً۔

سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من لم يعتقد فى شيخه الكمال لا يفلح على يديه ابدا۔

یعنی جو شخص اپنے شیخ میں کمال کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ اس کے ہاتھوں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

وكان أبو على الدقاق رحمه الله يقول: من دخل فى صحبة شيخ ثم اعترض عليه بعد ذلک فقد نقض عهد الصحبة و وجب عليه تجديد العهد؟ على أن الأشياخ قد قالوا: إن عقوق الأستاذ قد يترتب عليه استحكام المقت فلا يكاد يصح من ذلک العاق توبة، و قيام الاستهانة بالشيخ فى باطن ذلک العاق التائب۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص شیخ کی صحبت میں داخل ہو پھر اس کے بعد اس پر اعتراض کرے تو اس کا صحبت سے متعلق عہد و پیمان ٹوٹ گیا اور اس پر تجدید عہد لازم ہے علاوہ ازیں مشائخ نے فرمایا کہ استاد کی نافرمانی پر بعض اوقات ناراضگی مضبوط ہو جاتی ہے پس اس نافرمان کی توبہ صحیح نہیں ہوتی اور اس نافرمان توبہ کرنے والے کے دل میں شیخ کی توہین قائم رہتی ہے۔

وكان أبو سهل الصعلوكى رحمه الله يقول: كان لبعض الأشياخ مجلس يفسر فيه القرآن العظيم فأبدله بمجلس قوال، فقال مريد بقلبه: كيف يبدل مجلس القرآن بمجلس قوال؟ فناداه الشيخ: يا فلان، من قال لشيخه "لم" لا يفلح، فقال المريد: التوبة۔

حضرت ابو سہل الصعلوکی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ایک بزرگ نے ایک مجلس قائم رکھی تھی جس میں وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے انہوں نے اسے قوالی کی مجلس میں بدل دیا ایک مرید نے دل میں کہا قرآن مجید کی مجلس کو کس طرح قوالی کی مجلس میں بدل دیا۔

پس شیخ نے اس کو آواز دی: اے فلاں! من قال لشیخه "لم" لا یفلح (جو شخص شیخ کو "لم" یعنی کیوں کا لفظ کہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا) پس مرید نے لفظ توبہ کہا۔

و کان أبو جعفر الخلدی یقول: من لم یحفظ الأدب مع المشایخ سلط اللہ علیه الکلاب التی تؤذیه۔

حضرت ابو جعفر خلدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یعنی جو شخص مشائخ کے ساتھ ادب کا طریقہ اختیار نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر کتوں کو مسلط فرما دیتا ہے جو اسے اذیت پہنچاتے ہیں۔

قال: و کان الأشیاخ کلهم یقولون: جمیع ما حل بالحلاج إنما کان من دعوة عمرو بن عثمان المکی علیه۔

فرماتے ہیں: تمام مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حلاج کو جو اذیت پہنچی وہ ان کے خلاف عمرو بن عثمان مکی کی (بد) دعا سے پہنچی۔

و کان أبو علی الدقاق یقول لما أخرج أهل بلخ محمد بن الفضل من أجل کونه کان مذهبه الحدیث، دعی علی أهل بلخ، و قال: اللهم انزع منهم الصدق! و کانت أکثر بلاد اللہ تعالیٰ صوفیة فما خرج منها بعد دعوته صوفی صادق۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب بلخ والوں نے حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ کو نکالا اور وہ حدیث کا مذہب رکھتے تھے تو انہوں نے بلخ والوں کے خلاف یوں دعا کی:

اللهم انزع منهم الصدق۔

اے اللہ! ان سے سچائی کو نکال دے۔

اور وہاں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے زیادہ صوفیاء تھے اس بد دعا کے بعد وہاں کوئی سچا صوفی پیدا نہیں ہوا۔

وكان أحمد الأبيوردى رحمه الله يقول: إياكم والعمل على تغيير قلب شيخكم عليكم، فإن من غير قلب شيخه عليه لحقته العقوبة ولو بعد موت الشيخ۔

حضرت احمد ابیوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسے عمل سے بچو جس کی وجہ سے تمہارے شیخ کا دل بدل کر تمہارے خلاف ہو جائے کیونکہ جو شیخ کے دل کو بدلتا ہے اسے سزا ملتی ہے اگرچہ شیخ کی وفات کے بعد ہو۔

وزار أبو تراب النخشبی وشقيق البلخی أبا يزيد البسطامی، فلما قدم خادمه السفرة قالا له كل معنا يا فتى، فقال لا إنی صائم، فقال له أبو تراب: كل ولک أجر صوم شهر۔ فقال: لا، فقال له شقيق: كل ولک أجر صوم سنة، فقال: لا، فقال أبو يزيد: دعوا من سقط من عين رعاية الله عز وجل۔ فسرق ذلک الشاب بعد سنة، فقطعت يده عقوبة له على سوء أدبه مع الأشياخ۔

حضرت ابوتراب نخشبی اور حضرت شقیق بلخی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خادم نے دستر خوان بچھایا تو ان دونوں نے کہا اے نوجوان! تم بھی ہمارے ساتھ کھاؤ اس نے کہا نہیں (کیونکہ) میں روزہ دار ہوں۔ حضرت ابو تراب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کھاؤ، تجھے ایک مہینے کے روزے کا ثواب ملے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کھاؤ! تمہیں ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس شخص کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی نگاہ سے گر گیا ہے۔ پس ایک سال بعد اس نوجوان نے چوری کی تو بطور سزا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور یہ سزا بزرگوں کی بے ادبی کی وجہ سے ملی۔

وسمعت الشيخ خطاب المجذوب بنواحى ثغر رشيد يقول: حكم الشيخ حكم من سلك تابع الثور الذى يحرث و يلطف مزاجه و يخلقه بأخلاق الصالحين و يجلسه فى حضرة ربه عزوجل فيحتاج مسلك تابع الثور إلى صبر شيدى حتى يتلطف من تلك الكثائف، و متى يصير تابع الثور ولياًلله عزوجل يهدى الناس إلى شرعه ويعلمهم الأدب مع الله تعالیٰ۔

میں نے شیخ خطاب مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ سے سناوہ ثغر رشید (مقام) میں فرمارہے تھے کہ شیخ کا حکم اس شخص کی طرح ہے جو بیل کے پیچھے ہل چلاتا ہے، اوراس کے مزاج میں نرمی ہوتی ہے اور وہ اسے صالحین کے اخلاق سے موصوف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بٹھاتا ہے تو وہ بیل کے پیچھے چلنے والے کے راستے پر چلتے ہوئے سخت صبر کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ ان جماعت سے نرمی کا سلوک کرتا ہے اور جب بیل کے پیچھے چلنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے وہ لوگوں کی ان کی شریعت کی طرف رہنمائی اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سکھاتا ہے۔

شیخ کی خطا کو اپنی درستگی سے بہتر جانو

وسمعت الشيخ برهان الدين بن أبى شريف رحمه الله يقول: من لم ير خطأ شيخه أحسن من صوابه هو لم ينتفع به۔

اور میں نے شیخ برہان الدین بن ابی شریف رحمۃ اللہ علیہ سے سناوہ فرمارہے تھے: جو شخص اپنے شیخ کی خطاء کو اپنی درستگی سے اچھانہ سمجھے وہ اس سے نفع حاصل نہیں کرسکتا۔

وكان سهل بن عبدالله يقول: كان رجل مشهور بالولاية بالبصرة، وكان خبازاً، فمضى إليه شخص من أصحابى يأخذ عنه وجده ممتقعاً خوفاً من شرر النار، فقال فى نفسه: لو كان هذا ولياً لله تعالىٰ ما أحرقه شرر النار، فقال له الشيخ: يا ولدى إنک استصغرتنى و ما بقيت تنتفع بكلامى، فرجع إلى سهل و ذكر له القصة، فقال ما استصغر أحد فقيراً إلا حرم فوائده ارجع إليه

بالحرمة فرجع آليه فانتفع بزيارته، و عقدالتوبة على أنه لا يعترض على فقير في حاله حتى يموت۔ فعلم أن كل مريد صحب الأشياخ على غير طريق الاحترام حرم فوائدهم و بركات نظرهم، ثم لا يظهر عليه من آثارهم شيء ولو تكلف هو ذلک بل أفعاله تكذب دعواه۔ و اعلم يا أخي أنه قل مريد يصدق مع شيخه الصدق الكامل فإنها طريق غيب غير محسوسة لا يسلکفيها إلا بالقلوب و أين من يتخذ قلبه مع قلب شيخه حتى يسير به في الغيب و الأسرار؟ هذا لا يكون إلا لمريد قد قارب مقام الشيخ في الأدب و الانقياد حتى كان الشيخ محيي الدين بن العربي يقول: إذا صدق المريد مع الشيخ كان كل منهما تلميذاً لصاحبه من وجه و شيخاً له من وجه، قال و يتشيخ إذا مات المريد قبل وصوله إلى المقام الذى كان عينه له أن ينزل إلى مرتبة المريد و يعمل عليه حتى يصل إليه، فإذا وصل إلى ذلک القمام خلعه على المريد في قبره فيكمله به فيبعث من قبره كاملاً، و الحمد لله رب العالمين۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بصرہ میں ایک شخص ولایت میں معروف تھا اور وہ روٹیاں پکاتا تھا میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص اس کے پاس گیا تو آگ کے شعلوں سے ڈرنے کی وجہ سے اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا پایا۔ اس نے دل میں کہا اگر یہ ولی ہوتا تو اسے آگ کے شعلے نقصان نہ دیتے۔ اس شخص نے کہا اے میرے بیٹے! تو نے مجھے حقیر جانا پس تو میرے کلام سے نفع حاصل نہیں کر سکتا وہ حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: جو شخص کسی فقیر کو حقیر جانتا ہے وہ اس کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ دوبارہ ان کے پاس عزت و احترام کے ساتھ جاؤ چنانچہ وہ دوبارہ گیا تو ان کی ملاقات سے فائدہ حاصل کیا اور دل سے توبہ کی کہ وہ مرتے دم تک کسی فقیر کی کسی حالت پر اعتراض نہیں کریگا۔

پس معلوم ہوا کہ جو مرید بزرگوں کی صحبت احترام کے طریقے کے بغیر اختیار کرتا ہے وہ ان کے فوائد اور ان کی نظر کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر ان کے آثار سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اگرچہ وہ اس کے لئے تکلف کرے بلکہ اس کے افعال اس کے دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں۔

اے بھائی! جان لو کہ بہت کم مرید اپنے شیخ کے ساتھ کامل طور پر سچے ہوتے ہیں یہ غیب کا راستہ ہے جو محسوس نہیں ہوتا اس میں دلوں کے ساتھ چلنا ہوتا ہے اور کہاں ہے وہ جو اپنے دل کو اپنے شیخ کے دل کے ساتھ رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ غیب اور راز کی باتوں میں چلتا ہے یہ مقام صرف ایسے مرید کو حاصل ہوتا ہے جو ادب اور جھکنے کے ساتھ مقام شیخ کے قریب ہوتا ہے۔

حتیٰ کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ سچا ہو تو دونوں ایک اعتبار سے ایک دوسرے کے شاگرد اور ایک اعتبار سے ایک دوسرے کے مرشد ہوتے ہیں اور جب مرید اس مقام تک پہنچنے سے پہلے مر جائے جو اس کے لئے متعین کیا گیا تھا تو ؟؟؟؟۔

ومن شأنه أن لا يكون عنده دلال على الشيخ خوفاً أن يأمره بأدب فلا يمتثل أمره، فإن ذلک من علامة عدم إفلاحه، بل من شأن المريد الصادق أن يجهد على أن يكون جلوسه على باب الشيخ رجاء أن يقع بصر الشيخ عليه كلما خرج، فربما يغمره بنظره إليه أكثر من مجاهدته فيا سعادة من كانت خلوته تجاه باب الشيخ۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اس خوف سے کہ شیخ اسے کسی ادب کا حکم دے گا اور وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا، کوئی نمائندہ اختیار نہ کرے، یہ اس کے فلاح نہ پانے کی علامت ہے، بلکہ سچے مرید کی شان یہ ہے کہ وہ شیخ کے دروازے پر بیٹھنے کی کوشش کرے اور یہ امید رکھے کہ جب شیخ باہر آئیں گے تو ان کی نگاہ اس پر پڑے گی۔

بعض اوقات شیخ کی نگاہ سے جو مقام حاصل ہو جاتا ہے وہ اس کے مجاہدات سے زیادہ ہوتا ہے پس وہ شخص کس قدر سعادت مند ہے جو شیخ کے دروازے کے سامنے بیٹھا رہتا ہے۔

ومن شأنه إذا تعذر عليه الفتح أن يقيم العذر لشيخه، ويجعل اللوم على نفسه دون شيخه، ويقول: النقص منى، وقد قال تعالىٰ لسيد المرسلين: "إنک لاتهدى من أحببت" فإذا كان سيد المرسلين بهذه المثابة فكيف شيخى؟ فإن الله غالب على أمره، ولم يزل أهل كل عصر يعترفون بالقصور عن مقام من تقدمهم من أسلافهم۔

مرید کی شان یہ ہے کہ جب اس پر کشف کا دروازہ نہ کھلے تو شیخ کو معذور خیال کرے اور اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملامت کرے اپنے شیخ کو نہیں۔ اور یوں کہے کہ کوتاہی میری ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ سے فرمایا:

إِنَّکَ لَاتَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (القصص ٥٦)

"بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔"

جب تمام رسولوں کے سردار ﷺ کا یہ مقام ہے تو میرے شیخ کا کیا حال ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم پر غالب ہے اور زمانے کے لوگ اس بات کا اعتراف کرتے رہے ہیں کہ ان کا مقام ان سے پہلے گزرنے والے بزرگوں کے مقابلوں میں کم ہے۔

وقد قال القشيرى فى أول رسالته التى أملاها فى سنة سبع وثلاثين وأربعمائة: اعلموا أيها الإخوان أن المتحققين من هذه الطائفة قد انقرض أكثرهم ولم يبق فى زماننا هذا من هذه الطريق إلا آثارهم، ثم أنشد:

أما الخيام فإنها كخيامهم   وأرى نساء الحى غير نسائهم!!!

ثم قال: حصلت الفترة فی الطریقة؟ لا، بل اندرست الطریقة، مضی الشیوخ الذین کان لھم اھتداء، و قل الشباب الذین کان لھم بسیرتھم و سننھم اقتداء و زال الورع و طوی بساطه و اشتد الطمع و قوی رباطه، و ارتحلت عن القلوب حرمة الشریعة، حتی عدوا قلة المبالاة بالمعاصی و الشھوات أوثق ذریعة۔ إلی آخر ماقاله۔ فإذا کان ھذا قول القشیری فی زمانه، فما ذا یقول القائل فی أھل النصف الثانی من القرن العاشر صاحب الغرائب و العجائب؟ و قد أدرکت أنابحمد الله تعالیٰ نحواً من سبعین شیخاً و ماتوا کلھم بغصصھم و لم یروا مریداً یعجبھم، فلاحول و لا قوة إلا بللّه العلی العظیم۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ (رسالہ قشیریہ، ۴۳۷ھ) میں فرمایا: اے بھائیو! جان لو کہ اس طائفہ کے وہ لوگ جن کے لئے یہ مقام و مرتبہ ثابت تھا ان میں اکثر رخصت ہوگئے ہمارے اس زمانے میں طریقت والوں کے کچھ اثار ہی رہ گئے ہیں پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

خیمے تو ان کے خیموں کی طرح ہیں اور میں قبیلے کی عورتوں کو دیکھتا ہوں وہ ان کی عورتوں کا غیر ہیں۔

پھر فرمایا: طریقت میں زمانہ "فترت" آگیا (وقفہ آگیا) نہیں بلکہ وہ تو مٹ گئی وہ شیوخ چلے گئے جن سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی اور وہ نوجوان کم ہوگئے جن کی سیرت اور طریقوں کی اقتداء کی جاتی تھی۔ تقویٰ چلا گیا اور اس کی بساط لپیٹ دی گئی طمع زیادہ ہوگیا اور اس کی سرحد مضبوط ہوگئی۔ دلوں سے شریعت کی عزت کوچ کرگئی حتیٰ کہ انہوں نے گناہوں اور خواہشات کی کم پرواہ کرنے کو سب سے مضبوط ذریعہ بنایا۔

جب حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے زمانے کے بارے میں یہ قول ہے تو دسویں صدی ہجری کے نصف ثانی کے بارے میں کوئی کہنے والا کیا کہے گا جو عجیب و غریب دور ہے۔

(قارئین خود غور فرمائیں کہ موجودہ پندرہویں صدی کتنی پُر فتن اور فساد میں ڈوبی ہوئی ہے، اللہ ہم سب کا ایمان سلامت رکھے)۔

الحمدللہ! میں نے ستر کے قریب مشائخ کو پایا اور سب اپنے غصے اور غم میں مر گئے اور انہوں نے کوئی ایسا مرید نہیں دیکھا جو ان کو پسند کرے۔ پس نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کی طاقت تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو بہت بلند، بڑا ہے۔

فاعلم أن مقام لا شیخ فی هذا الزمان مشاکل حال المرید و من طلب شیخاً متصفاً بعین ما اتصف به الإمام الجنید مثلاً فکأنه رام المحال فی هذا الزمان, و لکن حیث ما کان الشیخ أعلم بالطریق من المرید کفاه ذلک و یجب علیه التقید علیه, فإن من لا شیخ له یفلح أبداً فی الطریق, کما مر فی الباب الأول۔

پس جان لو! اس زمانے میں شیخ کا مقام مرید کی حالت کی طرح ہے اور جو شخص کسی ایسے شیخ کو تلاش کرے جو بعینہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہو جس سے حضرت امام جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف تھے گویا اس نے اس زمانے میں محال کام کو سر کر لیا لیکن جب شیخ، طریقت کے بارے میں مرید سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہ اس کے لئے کافی ہے اور اس پر لازم ہے کہ اس سے وابستہ ہو جائے کیونکہ جس آدمی کا شیخ نہیں وہ طریقت میں کبھی کامیابی نہیں پا سکتا جس طرح پہلے باب میں گزر گیا۔

لا یصح دخول الطریق قبل التوبة

و کان أبو علی الدقاق رحمه اللہ تعالیٰ یقول: إذا لم یکن للمرید أستاذ یأخذ منه طریقه نفساً بنفس و إلا فهو عابد لهواه, و أجمعوا علی أن من لم یتب علی ید شیخه أو غیره من جمیع الزلات, سرها و جهرها, و صغیرها و کبیرها, و یرضی جمیع أخصامه, لا یفتح له من هذه الطریق بشیء و علی ذلک جروا, فإن طریق القوم کلها حضرة اللہ عز و جل, کحضرة الصلاة,

أو كالجنة، فكما لا تصح الصلاة مع النجاسة، و لا دخول الجنة مع تبعات الخلائق، فكذالك لا يصح دخول الطريق مع المعاصي و التبعات۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب مرید کے لئے کوئی پیر استاد نہ ہو جس سے طریقت بالمشافہ سیکھے تو وہ اپنی خواہش کی پوجا کرنے والا ہے اس بات پر ہم سب کا اجماع ہے کہ جو شخص اپنے شیخ یا اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ پر تمام گناہوں سے توبہ نہ کرے وہ گناہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر، چھوٹے ہوں یا بڑے اور جب تک اپنے تمام مخالفین کو راضی نہ کرے اس کے لئے طریقت کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔ یہ طریقہ جاری ہے کیونکہ اس قوم کا تمام طریقہ بارگاہ خداوندی کی حاضری ہے جس طرح نماز میں حاضری یا جنت میں حاضری۔

تو جس طرح نجاست کے ساتھ نماز درست نہیں اور جب تک لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہوں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک گناہ اور لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہوں طریقت میں داخلہ درست نہیں۔

و كان أبو القاسم القشيري رحمه الله يقول: يجب على المريد أن يصحح عهده بينه و بين الله تعالیٰ أن لا يخالف شيخه في كل ما يشير به عليه، فإن الخلاف للمريد ضرر عظيم، و من ابتدأ طريقه على مخالفة إشارة أستاذه لم يزل يخالفه في مستقبل الزمان، فيجب عليه أن لا يعترض على شيخه بقلبه إذا استعمله في نزح السراب مثلاً، أو قال له: اعمل سراباتي۔

حضرت ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان معاہدہ کو درست کرے اور اس کا مرشد اسے جس بات کا اشارہ کرے اس میں اس کی مخالفت نہ کرے کیونکہ مرید کا اختلاف کرنا بہت بڑا نقصان ہے۔ اور جو شخص اپنی طریقت کے آغاز میں اپنے شیخ کے اشارے کی مخالفت کرے وہ مستقبل میں ہمیشہ اس کی مخالفت کرتا رہے گا۔ پس اس پر واجب

ہے کہ وہ دل میں بھی شیخ پر اعتراض کو جگہ نہ دے مثلاً وہ اسے پانی نکالنے کا راستہ بنانے کا حکم دے یا کہے میری اس پانی کی نالی میں کام کرو۔

وقد کان فتح الشیخ خلیل المالکی صاحب المختصر بسبب نزحه سراب بیت الشیخ عبدالله المنوفی رضی الله عنه، فسمع الشیخ بطلب القنواتیة فأتی بالفاس و الزبیل من اللیل و صار ینزح إلی الظهر، فما رجع لاشیخ عبدالله من الدرس حتی نزح السراب کله، فدعی له الشیخ فصار علماء المالکیة کلهم یرجعون إلی قوله و ترجیحه إلی وقتنا هذا۔

وقیل: إن القصة المذکورة إنما وقعت للشیخ عبدالله المنوفی مع شیخه۔

حضرت شیخ خلیل مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو "المختصر" کے مصنف ہیں ان پر فتوحات کا دروازہ اپنے شیخ عبد اللہ منوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں گڑھے کھودتے ہوئے کھلا۔ انہوں نے اپنے شیخ سے گڑھا کھودنے کی طلب کا سنا تو کلہاڑا اور ٹوکرا لے کر آئے رات سے آئندہ ظہر تک گڑھا کھودتے رہے۔ جب ان کے شیخ حضرت عبد اللہ المنوفی رحمہ اللہ تعالیٰ درس سے واپس آئے تو اس وقت وہ تمام نکال چکے تھے۔ شیخ نے ان کو دعا دی تو تمام مالکی علماء ان کے قول کی طرف رجوع کرتے اور آج ہمارے زمانے تک ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض حضرات کی طرف سے کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عبد اللہ المنوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شیخ کے ساتھ پیش آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وکان الشیخ أبو القسم القشیری یقول: کل مرید خطر بابله أن له فی الدنیا و الآخرة قدراً و قیمة أو علی وجه الأرض أحد من المسلمین دونه فی الدرجة، لم یصح له فی الإرادة قدم، و ذلک لأن المرید إنما یجتهد فی العبادة لیحصل له الذل و المسکنة بین یدی الله عزوجل لا لیحصل لنفسه المنزلة و الجاه عند الناس، إما فی العاجل و إما فی الآجل۔

حضرت شیخ ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر کسی مرید کے دل میں یہ خیال آئے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی قدر و قیمت ہے یا روئے زمین پر جتنے مسلمان ہیں وہ اس سے کم درجہ میں ہیں تو ایسے شخص کا طریقت میں قدم رکھنا درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرید عبادت میں اس لئے کوشش کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور عاجزی حاصل ہو، اس لئے نہیں کہ وہ اپنی ذات کے لئے لوگوں کے ہاں مقام و مرتبہ اور عزت و جاہ حاصل کرے یا تو فوری طور پر یا بعد میں۔

شیخ سے اپنے احوال کو نہ چھپائے

ومن شأنه أن لا يكتم عن شيخه شيئاً من أحواله الظاهرة و الباطنة حتى الخواطر التي استقرت عنده، و متى كتم عنه شيئاً فقد خانه في الصحبة، و كان عليه تجديد الصحبة إن أرادها، والمراد بما قلنا الأمور التي يحصل بها الترقي عادة في الطريق من ذكر علل الأعمال دون الأمور العادية۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہری اور باطنی احوال میں سے کوئی بات بھی اپنے شیخ سے نہ چھپائے حتیٰ کہ باطنی خیالات وغیرہ بھی نہ چھپائے جب وہ شیخ سے کوئی چیز چھپائے گا تو گویا اس نے محبت میں اس سے خیانت کی اور اس پر تجدید محبت لازم ہے اگر وہ چاہتا ہو۔

اور ہم نے جو کچھ بیان کیا اس سے وہ باتیں مراد ہیں جو عام طور پر طریقت میں ترقی کا سبب بنتی ہیں مثلاً اعمال کی خرابیوں کا ذکر، عادی امور مراد نہیں ہیں۔

وأجمعوا على أنه إذا حصل من المريد مخالفة لإشارة شيخه أو جناية على أحد بغير حق كان عليه أن يقرّ بين يديه بالجناية على الفور ثم يستسلم لما يحكم به عليه شيخه من العقوبات للنفس على تلك الجناية من سفر يكلفه أو خدمة شديدة و نهو ذلك، و أجمعوا على أنه لا يجوز للأشياخ التجاوز عن زلات المريد، لأن ذلك تضييع لحقوق الله عز وجل، و كذلك

أجمعوا على أنه لا يجوز للشيخ أن يلقن المريد شيئاً من الأذكار معنى التلقين الخاص إلا بعد تجرد المريد من كل علاقة دنيوية۔

اس بات پر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جب مرید سے شیخ کے اشارے کی مخالفت یا ناحق طور پر کسی کو نقصان پہنچانا پایا جائے تو اس پر لازم ہے کہ مرشد کے سامنے فوری طور پر اپنے جرم کا اقرار کرے پھر شیخ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دے یعنی وہ اسے اس جرم کی جو بھی سزا دے سفر کی تکلیف میں ڈالے یا مشکل خدمت یا اس کے علاوہ کوئی اور سزا ہو۔

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مشائخ کے لئے مریدین کی لغزشوں سے درگزر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرنا ہے اسی طرح ان حضرات کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر شیخ اپنے مرید کو تمام دینوی تعلقات کے خاتمہ سے پہلے ذکر کی تلقین خاص کرے تو یہ بات شیخ کے لئے جائز نہیں۔

ذکر کی تلقین

ويجب على الشيخ أن يأمر المريد أن يذكر الله تعالىٰ بلسانه بشدة وعزم فإذا تمكن من ذلک يأمره أن يسوى فى الذكر بين قلبه و لسانه و يقول له: اثبت على استدامة هذا الذكر، كأنک بين يدى ربک أبداً بقلبک، و لا تجر على لسانک غير الاسم الذى لقنته لک ما أمكنک، و لا تترک الذكر حتى يحصل لک منه حال و تصير أعضاؤک كلها ذاكرة و لا تقبل الغفلة عن الله تعالىٰ۔ و تقدم فى الباب الأول أن ثم جماعة من أولياء اليمن يلقنون المريد لفظ الصلاة على رسول الله ﷺ و يأمرونه بالشتغال بها ليلاً و نهاراً و تحصل له بذلک سلوک الطريق، ويكون شيخه رسول الله ﷺ، ولكن الجمهور كلهم على تلقين أسماء الله تعالىٰ فقط، ثم بعد أن يلقنه الذكر يأمره بالجوع على التدريج شيئاً فشيئاً لئلا تقل قواه فينقطع عن الذكر، فإن فى الحديث "إنَّ المنبتَّ لا أرضاً قطع ولا ظهراً أبقى" والمراد بالمنبت الذى

حمل دابته فوق طاقتها حتی عجزت و اضطجعت فی الأرض، فهذا لا أرضاً قطع و لا ظهراً أبقی۔

شیخ پر لازم ہے کہ وہ مرید کو حکم دے کہ وہ اپنی زبان کے ساتھ نہایت شدت اور پختہ ارادے کے ساتھ ذکر کرے جب وہ اس پر قادر ہو جائے تو وہ اسے حکم دے کہ وہ دل اور زبان میں مساوات قائم کرے اور اسے کہے کہ اس ذکر پر دوام اختیار کرو گویا تم اپنے دل کے ساتھ ہمیشہ اپنے رب کے سامنے ہو اوراسے کہے کہ تیری زبان پر اس نام کے علاوہ کوئی نام جاری نہ ہوجومیں نے تمہیں بتایا ہے جب تک تم سے ممکن ہو، اور ذکر کو نہ چھوڑنا حتی کہ تمہیں اس سے ایک حالت حاصل ہو اور تمہارے تمام اعضاء ذاکر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے غفلت کو قبول نہ کریں۔

پہلے باب میں یہ بات گزر چکی کہ یمن میں اولیاء کرام کی ایک جماعت ہے جو اپنے مریدوں کو رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی تلقین کرتے ہیں اور ان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ دن رات اس میں مشغول رہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعے مرید طریقت کی راہ پر چلے گا اور رسول اکرم ﷺ اس کے مرشد اور شیخ ہوں گے لیکن تمام جمہور صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی کی تلقین کرتے ہیں۔

پھر ذکر کی تلقین کے بعد مرشد اس کی تدریجاً تھوڑی تھوڑی بھوک کی عادت بنائے بھوک کی تلقین کرے (یکدم خوراک کم نہ کی جائے) تاکہ اس کی قوتیں کم نہ ہو جائیں، اس طرح وہ ذکر کو چھوڑ دے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

ان المنبت لا ارضا قطع ولا ظهرا ابقی۔

یعنی زیادہ بوجھ لادنے والا نہ مسافت کو طے کرتا ہے اور نہ سواری کو باقی رکھتا ہے۔[331]

"المنبت" اسے کہتے ہیں جو اپنے جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے حتیٰ کہ وہ عاجز ہو کے زمین پر لیٹ جائے تو اس نے نہ تو مسافت طے کی اور نہ اپنی سواری باقی رکھی۔

وقد كان سيدى الشيخ أبو السعود الجارحي رحمه الله يأمر المريد بأن يتناول غذاءه المعتاد كمية من حب القمح، ثم يصير ينقص كل يوم قمحة، وتارة يعادل ذلك بخشب طرى، فيصير ينقص غذاءه كل يوم بحسب ما ينقص ثقل الخشب، وذلك أمر لا يحس به البدن، ولا يؤثر فيه ضعفاً فمن أراد أن يقلل الأكل على التدريج فليفعل مثل ذلك۔ وكانت طريقة شيخنا محمد الشناوى رحمه الله الأكل المعتاد مع كثرة الذكر بعزم وهمة۔ ويقول: إن الذكر يهضم الطعام، ويقول: آن فى الحديث أذيبوا طعامكم بذكر الله تعالىٰ ولا تناموا عليه فتقسو قلوبكم۔

حضرت سیدی شیخ ابوالسعود الجاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرید کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنی عادت کی خوراک کو گندم کے ایک دانہ کی مقدار کم کرے پھر روزانہ ایک ایک دانہ کی مقدار کم کرے بعض اوقات وہ تازہ لکڑی کی طرح ہوتا ہے اور وہ روزانہ اپنی خوراک اتنی مقدار میں کم کرتا ہے جتنی مقدار میں لکڑی کا بوجھ کم ہوتا ہے۔ اور اس کے بدن کو احساس بھی نہیں ہوتا اور کمزوری بھی نظر انداز نہیں ہوتی۔

---

331 (مسند الشهاب، ج۲ ص۱۸۴، رقم الحديث:۱۱۴۷، مطبوعه دار الرساله العالميه، بيروت)

پس جو شخص اپنا کھانا تدریجاً کم کرنا چاہے وہ اس طرح کرے اور شیخ حضرت محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ عادت کے مطابق کھاتے اور پوری عزت و ہمت کے ساتھ ذکر کرتے اور فرماتے تھے ذکر کھانے کو ہضم کرتا ہے اور فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں ہے:

اذیبوا طعامکم بذکر اللہ و لا تناموا علیہ فتقسو قلوبکم۔

کہ اپنے کھانے کو ذکر الٰہی سے پگھلاؤ کھانے کے بعد سونہ جاؤ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔

و كان كثيراً ما يقول: نحن لا نحتاج مع الذكر إلى فجل و لا خلّ و لا شيئاً مما يهضم الطعام لاستغنائنا عن ذلک بالذكر، و لكن كان أصحابه أصحاب أعمال شاقة من حرث، و حصاد، و دراس، و نحو ذلک، فلكل حال رجال، و الحمد لله رب العالمين۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے ہمیں ذکر کی موجودگی میں مولی یا سرکے یا کسی اور دوسری ہاضمہ والی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ ذکر ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیتا ہے لیکن آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب مشقت والے کام کرتے تھے جیسے ہل چلانا، غلہ کاٹنا، گاہنا وغیرہ اس لئے ہر حالت کے لئے لوگ ہوتے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

شیخ کے دل میں اپنی نفرت پیدا نہ کرو

و من شأنه أن لا يفعل مع الشيخ شيئاً يوحش الشيخ منه فإن الله تعالىٰ قد يغضب لغضب الشيخ و يرضى لرضاه، لأنه قد يكون أعظم حرمة من الوالد الجسم۔ و إيضاح ذلک أن الشيخ لا يأمر المريد إلا بما أمر الله به فمن خالفه فقد خالف الشارع ﷺ و وقع في غضب الله بحسب تلک المعصية من كبيرة أو صغيرة، فيا شقاوة من غير قلب شيخه وقتاً من الأوقات، و على المريد إذا لم يجد من يتأدب به في بلده أن يسافر إلى من هو منصوب في وقتل لإرشاد المريدين ثم يقيم عنده و لا يبرح عن بابه حتى يفتح عليه، ثم إن قابله الشيخ بالجفاء و عدم

الاحتفال بأمره صبر، فربما فعل الشيخ معه ذلک ليريه عزة الطريق ليدخل إليها بالتعظيم ولا يستهين بها، و ربما أمر الناس بصفعه على عنقه و عدم تمكنه من دخول الزاوية، كما وقع ذلک "لسيدی محمد الغمری" مع سيدی "أحمد الزاهد"۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے جس کی وجہ سے شیخ کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو کیونکہ بعض اوقات شیخ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور شیخ کے راضی ہونے سے وہ راضی ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات وہ جسمانی والد سے زیادہ عظمت والا ہوتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ شیخ اپنے مرید کو وہی حکم دیتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا پس جو مرشد کی مخالفت کرے وہ شارع علیہ الصلاۃ السلام کی مخالفت کرتا ہے۔ اور کبیرہ یا صغیرہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے تو وہ کس قدر بدبخت ہے جو کسی بھی وقت اپنے شیخ کے دل میں تبدیلی پیدا کرے۔

جب مرید اپنے شہر میں کسی ایسی شخصیت کو نہ پائے جس سے تربیت حاصل کرے تو وہ اس شہر کی طرف سفر کرے جہاں ایسا مرشد کامل موجود ہو جو اس وقت مریدین کی ہدایت کے لئے وہاں مقرر ہو، پھر اس کے پاس ٹھہر جائے اور اس کے دروازے سے نہ ہٹے حتیٰ کہ وہ اس پر دروازہ کھول دے پھر اگر شیخ اس سے سخت رویہ اختیار کرے اور اس کے معاملے کا اہتمام نہ کرے تو صبر کرے۔ کیونکہ بعض اوقات شیخ اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے اختیار کرتا ہے کہ اسے طریقت کی عزت دکھائے تاکہ وہ اس میں تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک نہ کرے اور بعض اوقات وہ لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی گردن پر تھپڑ ماریں اور اسے زاویہ (تربیت گاہ)

میں داخل نہیں ہونے دیتا جس طرح حضرت محمد الغمری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ واقعہ ان کے مرشد حضرت احمد زاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔

شیخ کی نحوی غلطی نکالنے والا

و ربما لحن الشیخ فی کلامه العادی لیمتحن ذلک المرید إذا کان نحویاً کما وقع لسیدی الشیخ أبی السعود الجارحی مع الشیخ محبّ الدین اللقانی فإنه لما جاءه یطلب الطریق قال له الشیخ:

یظنّ بی الناس خیراً و إنی أشرَّ الناسَ إن لم یعف عنی

بنصب الناس و أشر ففارقه ساکتاً و قال: هذا لا یعرف الفاعل من المفعول، فرای رٔیا فیها تعظیم الشیخ فجاء یقصها علیه، فأول ما رآه الشیخ قال: الصواب رفع الناس و أشر فقال الشیخ محب الدین: الله أکبر، فقال: علی کل مخلاف للأدب کیف تطلب أدب الطریق، و تفر من نصبه، و تأتی برفعه؟ فتاب و استغفر فقال له الشیخ: أن اشتغلت بالنحو زماناً، و إنما أردت اختبارک۔

بعض اوقات شیخ اپنے عام کلام میں غلطی کرتا ہے تا کہ وہ اپنے نحوی مرید کا امتحان لے جس طرح شیخ ابوالسعود الجاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ محب الدین اللقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں طریقت کی طلب کے لئے حاضر ہوئے تو شیخ نے فرمایا:

لوگ مجھے اچھا خیال کرتے ہیں اور میں سب سے برا ہوں اگر بخشش نہ دیا جاؤں۔

انہوں نے "الناس" اور "اشر" پر نصب پڑھا حالانکہ یہ دونوں مرفوع ہیں ان پر پیش ہونا چاہیئے۔ تو حضرت شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش رہے اور الگ ہو گئے اور دل میں سوچا: هذا لا یعرف الفاعل و المفعول (ان کو تو فاعل و مفعول کا بھی علم نہیں) پھر انہوں نے خواب میں شیخ کی تعظیم دیکھی تو حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو شیخ نے ان کے خواب کی تعبیر بیان کی، اور فرمایا: صحیح عبارت

یہ ہے کے الناس اور اشر دونوں مرفوع ہیں (ان پر پیش ہے)۔ شیخ محب الدین اللقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ اکبر۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر ادب کی مخالفت میں تم کس طرح طریقت کا ادب طلب کروگے تم اس کے نصب سے بھاگتے ہو اور اس کا رفع لاتے ہو۔ اس پر شیخ محب الدین نے توبہ کی اور بخشش طلب کی تو شیخ نے فرمایا میں ایک عرصہ نحو میں مشغول رہا میں نے تمہاری آزمائش کا ارادہ کیا تھا۔

شیخ کے حضور عقل کا ترازو قائم نہ کرے

وکان أبو القاسم القشيري يقول: يجب على كل من زار شيخاً أن يدخل عليه بالحشمة والحرمة، فضلاً عن شيخ الإنسان، ثم إن أهّله الشيخ لشيء من الخدمة عدّ ذلك من جزيل النعمة، وليحذر من أن يقيم ميزان عقله الجائر على من يدخل عليه من الأشياء، فربما مقته ذلك الشيخ فلا يفلح بعدها أبداً، بل بعضهم تنصّر ومات على دين النصرانية، كما حكى۔

حضرت ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص شیخ کی زیارت کرے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے پاس عزم و احترام کے ساتھ داخل ہو چہ جائیکہ کسی انسان کا اپنا مرشد ہو۔ پھر اگر شیخ اسے کسی خدمت کا اہل سمجھے تو اسے بہت بڑی نعمت سے شمار کرے اور اس بات سے پرہیز کرے کہ جو چیز اس پر داخل ہو اس کے خلاف اپنی ظالمانہ عقل کا ترازو قائم کرے۔ بعض اوقات اس وجہ سے شیخ ناراض ہوتے ہیں تو وہ کبھی بھی فلاح نہیں پاسکے گا بلکہ ایک شخص تو عیسائی ہو گیا اور نصرانیت کی حالت میں مر گیا۔

وسمعت سيدى محمد الشناوى رحمه الله يقول: مما أنعم الله تعالىٰ به عليّ أنى ما دخلت قط على شيخ إلا و ميزان عقلي مكسور و رأى نفسي تحت نعاله، فلا أخرج من عنده إلا بمدد و فائدة۔

شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعام فرمایا اس میں یہ بات بھی ہے کہ جب بھی اپنے شیخ کے ہاں حاضر ہوا تو میری عقل کا ترازو ٹوٹا ہوا تھا اور میں اپنے نفس کو ان کے جوتے کے نیچے خیال کرتا ہوں اور میں ان کے پاس سے مدد اور فائدہ کے ساتھ نکلتا ہوں۔

من أدب الطريق استئذان الشيخ

و من شأنه أن لا يحج إلا بإذن شيخه، فإن معرفة الأدب مع رب البيت مقدمة على معرفة أدب البيت، فمن سافر إلى البيت قبل معرفته بصاحب البيت المعرفة التي يعرفها القوم، فقد أخطأ طريقهم و لم يحصل له امدادُها، و بعيد أن يسقط عنه بها حجة الإسلام، كما أنه فرق عظيم بين حج شيخ الإسلام و بين حج آحاد العوام۔

مرید کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر حج نہ کرے کیونکہ گھر والے کے ساتھ ادب کی معرفت گھر کے ادب کی معرفت سے مقدم ہے پس جو شخص کسی گھر کی طرف سفر اس گھر والے کی معرفت حاصل کرنے سے پہلے کرتا ہے جو معرفت لوگوں کو حاصل ہے تو وہ طریقت میں غلطی پر ہے اور اس کو اس کی امداد حاصل نہیں ہوتی اور اس سے اسلامی حج کا ساقط ہونا بعید ہے جس طرح "شیخ الاسلام" کے حج اور عوام الناس کے حج میں فرق ہوتا ہے۔

و غاية أمر من يحج بلا إذن شيخه تفرقة قلبه بانتقاله من واد إلى واد، و لو أنه كان ارتحل بإشارة شيخه خطوة واحدة لكان ذلك أحسن له من ألف سفرة بالجهل۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر حج کرتا ہے تو اس کا دل ایک وادی سے دوسری وادی کی طرف منتقل ہونے کی وجہ سے بکھر جاتا ہے اگر وہ اپنے شیخ کی اجازت سے ایک قدم اٹھائے تو یہ اس کے لئے جہالت کے ساتھ ایک ہزار سفر کرنے سے بہتر ہے۔

وقد قال علماؤنا: وللزوج تحليل امرأته من حج تطوع لم يأذن فيه و كذا من الفرض على المذهب۔

علمائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خاوند کے لئے اپنی بیوی کو اس وجہ سے چھوڑنا جائز ہے کہ اس نے اس کی اجازت کے بغیر نفلی حج کیا اسی طرح ایک مذہب کے مطابق فرض حج بھی۔

و أقل مقام طاعة الشيخ أن يكون كالزوج للمرأة، و يكون يتصرف فى المريد كما يتصرف الرجل فى زوجته، من حيث التحجير عليها و التربية لها۔

اور شیخ کی فرمانبرداری کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ اس طرح ہو جیسے عورت کے لئے اس کا خاوند ہوتا ہے اور وہ مرید کے بارے میں اس طرح تصرف رکھتا ہو جس طرح خاوند اپنی بیوی پر اختیار رکھتا ہے یعنی جس طرح وہ عورت پر پابندی لگا سکتا ہے اور اس کی تربیت کر سکتا ہے۔

تادمِ مرگ عمامہ نہ پہنا

وقد بلغنا أن الشيخ يوسف القطورى دخل على سيدى محمد الحنفى الشاذلى رضى الله عنه وهو يخمر طيناً فقال له: سيدى محمد انزع عمامتک و ساعدنا، فنزع عمامته و خمر الطين، ثم لم يقل له الشيخ بعد ذلک البس عمامتک، فلم يزل من غير عمامة إلى أنمات، فقيل له فى ذلک فقال: إن الأستاذ لم يأمرنى بلبسها بعد أن أمرنى بنزعها، و ليس من الأدب أن أبداه بالمشاورة على لبسها، هكذا قال۔ و هذا أدب عظيم، ما بلغنا مثله عن مريد، و إن كان الأولى مشاورة الشيخ و لبسها، لأن العمامة سنة رسول الله ﷺ

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ شیخ یوسف قطوری رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ محمد حنفی شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے، وہ اس وقت گارہ بنا رہے تھے۔ سیدی محمد حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اپنا عمامہ اتار کر ہماری مدد کرو۔ انہوں نے عمامہ اتارا اور حکم پر عمل کیا۔ پھر شیخ یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاوفات عمامہ نہ پہنا۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے استاذ نے اتارنے کا

حکم دینے کے بعد پہننے کا حکم نہیں دیا اور یہ بات ادب سے نہیں کہ میں اسے پہننے میں خود پہل کر کے ان سے مشورہ لوں۔ یہ عظیم ادب ہے جس کی مثال ہمیں کسی مرید کے بارے میں نہیں پہنچی اگرچہ بہتر یہی ہے کہ شیخ سے مشاورت کے بعد اسے پہنا جائے کیونکہ عمامہ رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

شیخ کا فیصلہ خوشی سے قبول کرنا

ومن شأنه أن يعتقد فى شيخه الكمال، و ذلك بأن يعتقد فيه أنه أعلم منه بطريق الشريعة والحقيقة قالوا: لكن لا يبالغ فى كماله بحيث يرفعه إلى مقام العصمة۔

وقد قال الإمام القشيرى رحمه الله : لا ينبغى للمريد أن يعتقد فى شيخه و أضرابه العصمة، إنما الواجب عليه الانقياد لهم فيما يأمرونه به من الخير و يذرهم و أحوالهم مع إحسانه الظن بهم، ويراعى مع الله حدوده فيما يتوجه عليه هو من الأمور، وما وصل إليه مع علم الشريعة يكفيه فى التفرقة بين ما هو محمود و بين ما هو محمود و بين ما هو مذموم، فيعمل بما حققه و يستفتهم فيما أشكل عليه۔ قال: ومن أصدق دليل على سعادة المريد قبول قلوب المشايخ له، و كل من رده قلب شيخ من الشايخ المتحققين فلا بد أن يرى عاقبة ذلك و لو بعد حين، ومن خذل بترك احترام الأشياخ فقد أظهر رقم شقاوته۔ والله أعلم۔

ومن شأنه إذا أقامه الشيخ فى خدمة سفراً و حضراً دون أن يحضر مجالس الذكر أن لا يتكدر فإن الشيخ إنما يستعمله فيما يراه خيراً له من سائر الوجوه، ومتى تكرر أو رأى أن اشتغاله بغير ذلك أفضل نقض عهد شيخه فأن الشيخ أمين من جهة رسول الله ﷺ على أمته، و مطالب بأن يفعل معهم ما يرقيهم وينهاهم ما يؤخرهم فى المقامات، فقد يكون ما يطلبه المريد يورثه عجباً و رياء و شهوة، أو يبتغى به ثناء و مدحاً بين الناس، فيخسر مع الخاسرين۔

وقد بلغنا أن سيدى ابراهيم المواهبى لما جاء إلى سيدى الشيخ أبى المواهب يطلب الطريق إلى مقدمة الأدب مع الله تعالىٰ أمره أن يجلس فى الإصطبل يخدم البغلة ويقضى حوائج البيت

و قال له: احذر أن تحضر مع الفقراء قراءة حزب أو علم فأجابه إلى ذلک، فمكث سنين حتى دنت وفاة الشيخ فتطاول أكابر أصحابه للإذن لهم فى الخلافة بعده، فقال ائتونى بإبراهيم فأتوه به ففرش له سجادة و قال له: تكلم على إخوانک فى الطيق فأبدى لهم العجائب والغرائب نظماً و نثراً حتى انبهرت عقول الحاضرين، فرجع الذين كانوا تطاولوا للإذن و تعجبوا من ذلک، فكان سيدى إبراهيم الخليقفة بعد الشيخ ولم يظهر من أولئک القوم شيء من أحوال الطريق، فعلم أن معرفة الأمور التى يقع بها الفتح راجعة إلى الشيخ لا إلى المريد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب شیخ اسے کسی کام پر مامور کرے سفر میں ہو یا حضر میں اور وہ مجالس ذکر میں حاضر نہ ہو تو اس سے اس کا دل میلانہ ہو کیونکہ شیخ اس سے وہی کام لیتا ہے جسے اس کے لئے ہر اعتبار سے بہتر خیال کرتا ہے۔ اور جب اس کے دل میں میلا پن آجائے یا دیکھے کہ اس کا دوسرے کام میں مشغول ہونا بہتر ہے تو وہ اپنے شیخ سے بیعت کا عقد توڑ دے گا بے شک شیخ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کی امت پر امین ہوتا ہے اور اس سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس سے ان کو ترقی حاصل ہو اور ان کو ان کاموں سے روکے جو ان کی ترقی میں تاخیر کا باعث بنتے ہیں، اور بعض اوقات وہ بات جس کا مرید اس سے مطالبہ کرتا ہے اس میں خود پسندی یا ریاکاری اور شہوت پیدا کرتی ہے یا وہ اس کے ذریعے لوگوں کی طرف سے تعریف کا خواہش مند ہوتا ہے۔ پس وہ نقصان اٹھانے والوں کے ساتھ نقصان اٹھاتا ہے۔

اور تحقیق ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سیدی ابراہیم المواہبی رحمہ اللہ تعالیٰ جب سیدی شیخ ابو المواہب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کے آغاز کا راستہ معلوم کرنے لگے تو انہوں نے حکم دیا کہ وہ اصطبل میں بیٹھ کر خچروں کی خدمت کریں اور گھر کے کام کاج کریں اور فرمایا کہ خبردار فقراء کے پاس کوئی وظیفہ پڑھنے یا علم حاصل کرنے کے لئے حاضر نہ

ہوں۔ انہوں نے اس بات کو قبول کیا وہ کئی سال رہے حتیٰ کہ شیخ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ ان کے بڑے بڑے مریدین ان کے پاس آئے کہ وہ ان کو اپنے بعد خلافت کی اجازت دیں۔ انہوں نے فرمایا: ابراہیم کو میرے پاس لے آؤ، وہ ان کو لے آئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مصلیٰ بچھایا اور ان سے فرمایا: اپنے بھائیوں کے سامنے طریقت کے بارے میں گفتگو کریں تو انہوں نے نظم و نثر میں عجیب و غریب باتیں بیان کیں حتیٰ کہ حاضرین کی عقلیں حیران رہ گئیں تو وہ حضرات جو اذن کے لئے آئے تھے اور ایک دوسرے پر تعجب کر رہے تھے، وہ واپس ہو گئے اور اس پر انہیں بہت تعجب ہوا۔ پس سیدی ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شیخ کے بعد ان کا خلیفہ بنایا گیا اور ان لوگوں سے طریقت کے احوال میں سے کوئی چیز ظاہر نہ ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ امور جن کے ذریعہ معرفت کے دروازے کھلتے ہیں ان کا تعلق شیخ سے ہے، مرید سے نہیں۔

قال القشيرى: و إذا أمر الشيخ المريد أن يخدم إخوانه كان على المريد أن يخلص نيته فى ذلک، و يصبر على جفاهم له، مع شدة خدمته لهم، و عدم حمدهم له على ذلک، و ينبغى له أن يعتذر لهم، و يقيم لهم العذر على نفسه و يقول: أنا الظالم الذى لم يعمل على مرادکم حتى حفوتمونى و يقر بالجناية على نفسه و لو علم أنه برىء الساحة ما لم يكن فى ذلک تعزير واحد، فإن إقراره على نفسه بذلک من غير أن يقع منه ظلم للنفس و ذلک حرام۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب شیخ اپنے مرید کو حکم دے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت کرے تو مرید کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے اور ان کی طرف سے جفا پر صبر کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کی خدمت بھی کرے اور وہ اس کی تعریف نہ کریں اور اسے چاہیئے کہ وہ ان کے سامنے اپنی طرف سے معذرت پیش کرے اور اگر وہ

جانتاہے کہ وہ بری الذمہ ہے تو جب تک اس میں کسی کی ملامت نہ ہو جب تک نفس کی طرف سے ظلم نہ ہو اس کا اقرار کرنا حرام ہے۔

ومن شأنه أن يلزم الأدب مع الشيخ إذا أسكت الجماعة في مجلس الذكر فليس له بعد ذلك أن ينفعل في الذكر لأن الشيخ لا يشير عليهم بالسكوت إلا بقدر استئذانه الحق تعالیٰ بقلبه ومعرفة ما ألقى به إليه من طريق الإلهام من الإذن له في إسكاتهم أو عدمه، ويعرف ذلك غالباً بانشراح القلب وانقباضه، فإن انشره لإسكاتهم أسكتهم، وإن انقبض تركهم في الذكر، وقد تقدم بسط ذلك في الباب الأول۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ ادب کا طریقہ اختیار کرے جب وہ مجلس ذکر میں جماعت کو خاموش کرادے تو اس کے بعد مرید کے لئے ذکر کرنا جائز نہیں کیونکہ شیخ کی طرف سے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر وہ دل کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے اور اسے وہ معرفت حاصل ہوتی ہے جو اس کے دل میں بطور الہام ڈالی جاتی ہے یعنی ان کو خاموش کرانے یا خاموش نہ کرانے کی اجازت حاصل ہوتی ہے اور عام طور پر اس کی پہچان دل کی کشادگی اور اس کی بندش سے حاصل ہوتی ہے۔جب اس کا انشراح صدر خاموشی کم ہو تو وہ ان کو خاموش کراتا ہے اور جب دل میں اس حوالے سے بندش ہوتی ہے تو وہ ان کو ذکر کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔

وكان شيخنا سيدي علي المرصفي رحمه الله يقول: لما أخذ عليّ شيخي العهد بأني لا أخالفه ولا أكتم عنه شيئاً من أمري، كنت لا آكل ولا أشرب ولا أنام ولا أقرب من زوجتي، حتى أقول بقلبي: دستور يا سيدي وقال لي: من واظب على ذلك في حق أستاده ترقى منه إلى صحة معاملة الله عزوجل لأن الشيخ مرتبة إدمان للمريد يتمرن فيها قبل معاملته لله عزوجل، فكل أدب لم يحكمه مع شيخه لا يصح له فعله مع ربه عزوجل إلا برعونة نفس وليس في

ذلک ترقّ۔

وکان رضی اللہ عنہ یقول: کل مرید منعہ شیخہ شیئاً من الدنیا و تکدر لذلک فکذلک ربما یسخط علی مقدور الحق تعالیٰ إذا منعہ شیئاً کان یطلبہ وقس علی ذلک سائر الأمور فلیحذر المرید من التکدر إذا فرق الشیخ ذھباً او فاکھۃ مثلاًو نسیہ، فإن ذلک سوء أدب مع الشیخ و اللہ أعلم۔

حضرت سید علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب میرے شیخ نے مجھ سے وعدہ لیا کہ میں نہ تو ان کی مخالفت کروں گا اور نہ ہی اپنے معاملے میں سے کوئی چیز ان سے چھپاؤں گا حتیٰ کہ جب میں کھاتا پیتا یا سوتا یا بیوی کے قریب جاتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا اے میرے آقا! اجازت ہو۔

اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: جو شخص اپنے شیخ کے حق میں اس بات پر دوام اختیار کرتا ہے تو وہ اس سے ترقی کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کے صحیح ہونے کی طرف پہنچ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مرید کے معاملے سے پہلے اس کا شیخ ہے اس کو اس کا عادی بناتا ہے اور اس (ادب) پر دوام کی راہ پر چلاتا ہے۔ پس ہر وہ ادب جسے وہ اپنے شیخ کے ساتھ مضبوط نہ رکھے، اس کے لئے اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل نفس کے تکبر کے ساتھ ہوتا ہے اور اس صورت میں ترقی نہیں ہوتی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: ہر مرید جسے اس کا شیخ دنیا کی کسی بات سے منع کرے اور وہ اس سے دل میں میل لائے تو اسی طرح بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہوتا ہے جب وہ اس سے کسی چیز کو روکتا ہے۔

اسی پر تمام کاموں کو قیاس کرلو، پس مرید کو دل کی پریشانی سے پرہیز کرنا چاہیئے جب وہ سونا یا کوئی چیز تقسیم کرے اور اسے بھول جائے تو یہ عمل شیخ کی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کے اشارے کو سمجھنے والا ہو

ومن شأنه أن يكون فطناً لما هو من جنس ما يأمره به شيخه، أو ينهاه عنه، ولا يحوجه إلى تصريح بأمر أو نهي فيه لا سيما بحضرة من ليس من القوم، بل يفهم من الرمز والإشارة۔

مرید کی شان یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھنے والا ہو جو ان باتوں کی جنس سے ہیں جس کا شیخ حکم دیتا ہے یا اس سے روکتا ہے۔ اور وہ اسے امر یا نہی کی تصریح پر مجبور نہ کرے خاص طور پر ان لوگوں کی موجودگی میں جو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جماعت سے نہیں ہیں بلکہ وہ رمز اور اشارات کے ساتھ سمجھے۔

وقد كان خادم الشيخ أبي يزيد البسطامي رحمه الله لا يحتاج معه إلى لفظ آنما كان أبو يزيد يكلمه بالقلب من غير لفظ فيفهم الأمر و يفعله۔ و كذلک وقع لسيدي أبي العباس الغمري مع خادمه۔

حضرت شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا ان کو اس کے ساتھ گفتگو کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ الفاظ کے بغیر اس کے ساتھ دل سے گفتگو فرماتے پس وہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ جاتا اور اس کی تعمیل کرتا۔

وقال لي الشيخ عبدالله الفاعل مرة: كان الشيخ أبو العباس يكلمني بالباطن من غير لفظ فأفهم الأمر و آتيه بما يؤكل أو يشرب أو يلبس على التعيين۔

میرے شیخ حضرت عبد اللہ الفاعل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ حضرت شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے الفاظ کے بغیر محض باطن سے کلام کرتے پس میں ان کے حکم کو سمجھ جاتا اور ان کے پاس کھانے پینے اور پہننے کی (مطلوب) چیزیں متعین طور پر لے آتا۔

وأخبرني الشيخ محمد الطنيخي أحد أصحابه قال: قال لي يوماً سيدی أبو العباس يا محمد أريد منک أنک تصير تفهم آشارتي من غير لفظ و تفعل كل ما أكلمک فيه بقلبي، فقلت له: نعم۔ فدخل علينا ابن السلطان قايدبای فالتهي به الشيخ عني ثم لم أتجر أأن أسأله عن ذلک الأمر إلى أن مات۔

ان کے مریدین میں سے ایک حضرت محمد طنیحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ایک دن حضرت ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد! میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات کو اشارے کے ساتھ سمجھو الفاظ کی ضرورت نہ پڑے اور میں دل کے ساتھ جو کلام تم سے کروں اس پر عمل کرو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں (ٹھیک ہے) پھر بادشاہ شاید بالی کا بیٹا ہمارے پاس آیا اور شیخ مجھے چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے پر میں نے ان سے پوچھنے کی جرأت کبھی نہ کی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔

شیخ کی محبت میں غیر کو شریک نہ ٹھہرائے

ومن شأنه أن لا يشرک مع شيخه أحداً في المحبة من سائر من لم يأمره الله تعالىٰ بمحبته فيجعل محبة الله وسط قلبه و يجعل محبة رسول الله ﷺ قريبة من ذلک، و هكذا على اختلاف مراتب المحبوبين شرعاً ممن تكون محبتهم من الإيمان۔ فمثل محبة هؤلاء لا تضر مع محبة الشيخ، لأمر الحق تعالىٰ المريد بها۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کی محبت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے ان تمام لوگوں کی محبت سے جن سے محبت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، پس اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل کے درمیان میں رکھے اور رسول اکرم ﷺ کی محبت کو اس کے قریب کرے اسی طرح محبوب لوگوں کی محبت کو درجہ بہ درجہ رکھے یعنی جن لوگوں سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے اور شریعت اس

کا حکم دیتی ہے۔ پس اس قسم کے لوگوں کی محبت شیخ کی محبت کے ساتھ شریک ہو تو اس کا نقصان نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں سے محبت کا حکم مرید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

انبیاء، اولیاء اور صلحاء کی محبت مانع نہیں

وکان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: محبة الأنبیاء والأولیاء وصالحی المؤمنین لا تضر مع محبة الشیخ، لأنها من جملة الشریعة، والشریعة نور، والأنوار تتداخل، بخلاف الأمور التی نهت الشریعة عنها فإنها ظلام کثیف لا تتداخل، فلو وضع فی البیت الواحد ألف سراج شع نورها کلها۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمنوں سے محبت کرنا شیخ کی محبت کے ساتھ نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ یہ محبت شریعت سے ہے اور شریعت نور ہے اور نور ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں۔ پس بخلاف ان امور کے جن سے شریعت نے منع کیا ہے وہ سخت اندھیرا ہے جس میں کوئی چیز داخل نہیں ہوتی۔

اگر ایک گھر میں ایک ہزار چراغ رکھے جائیں تو ان سب کی روشنی ایک ہو جائے گی۔

وکان یقول کثیراً إیاکم أن تشرکو فی المحبة مع شیخکم أحداً من المشایخ، فإن الرجال أمثال الجبال وهم علی الأخلاق الإلهیة المشار إلیها بقوله ﷺ: "تخلقوا بأخلاق الله"، فکما أن الله تعالیٰ (لا یغفر أن یشرک به) فکذلک محبة الأشیاخ لا تسامح أن یشرک بها و کما أن الجبال لا یزحزحها عن أماکنها إلا الشرک بالله تعالیٰ ما دام العالم باقیاً، فکذلک لا یزیل همته عن حفظ مریده من الآفات إلا شرک موضع خالص المحبة من قلبه، و قال تعالیٰ: "تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الأرض وتخر الجبال هداً ان دعوا للرحمن ولداً" وهو أی کلام الشیخ یحتاج آلی تعقب۔ فاطلب یا أخی من نفسک الصدق فی محبة أستاذک تنل به ما تریدو لا تطلب منه أن تشغل قلبه بک، وتهمل أنت أمر نفسک فإن ذلک لا یفید۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرماتے تھے: اپنے شیخ کے ساتھ کسی دوسرے شیخ کی محبت کو شریک کرنے سے بچو کیونکہ مرد پہاڑوں کی طرح ہیں اور وہ اخلاق الٰہیہ پر ہیں، جس طرف حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللہِ۔

اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنالو۔[332]

تو جس طرح اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اسی طرح مشائخ کی محبت میں شرکت سے چشم پوشی نہیں کی جاتی اور جس طرح پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے علاوہ کوئی چیز دور نہیں کرسکتی جب تک عالم باقی ہے اسی طرح مرید کی آفات سے حفاظت کو وہ شرک زائل کرتا ہے جو دل میں خالص محبت کی جگہ آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (٩٠) أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا (مریم ٩١)

ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی۔

اور وہ یعنی شیخ کا کلام تعقب کا محتاج ہوتا ہے (یعنی اس کے پیچھے چلنا چاہیئے) پس اے بھائی! اپنے نفس سے شیخ کی محبت میں صدق کا مطالبہ کرو اس کے ذریعے جو چاہو گے پاؤ گے۔

---

[332] (مواھب اللدنیہ، جلد ۴، صفحہ ۲۴۶)

اور اپنے استاد (شیخ) سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ اس کا دل تمہارے ساتھ مشغول ہو اور جو تم اپنے نفس کے معاملے کو مہمل (بیکار) چھوڑ دو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

شیخ کے آستانہ میں نماز پڑھنا

و من شأنه إذا كان بعيد الدار عن ما كنا شيخه أن يحافظ على الصلاة في زاوية شيخه ما أمكن، و قد كان لي صاحب اسمه الشيخ أبو بكر الديريني ساكناً بجوار الجامع الأزهر فكان يصلي عيندي الجمعة و يترك الجامع الأزهر فإنه أفضل لك، فقال: إن لي في ذلك غرض شرعي، فكنت أتعجب من صدقه رحمه الله في اعتقاده۔ فإن لم يتيسر للمريد صلاة الجمعة عند أستاذه فليتخيله عنده في أي مسجد صلي في، فإن الحكم دائر مع القلب لا مع الجمس۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے شیخ کے مکان سے دور ہو تو جس قدر ممکن ہو شیخ کے زاویہ میں (آستانے یا تربیت گاہ میں) نماز پڑھنے کی پابندی کرے۔

میرے ایک ساتھی (مرید) تھے ان کا نام شیخ ابو بکر دیرینی رحمہ اللہ تعالیٰ تھا وہ جامع ازہر کے پڑوس میں رہتے تھے اور وہ جامع ازہر کو چھوڑ کر میرے پاس جمعہ پڑھتے تھے حالانکہ وہاں جماعت کی کثرت ہوتی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جامع الازہر میں نماز پڑھا کریں یہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے افضل ہے۔ انہوں نے کہا اس میں میرے لئے ایک شرعی غرض ہے تو میں ان کے اعتقاد کی صحت پر تعجب کرتا تھا، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

اگر مرید کے لئے اپنے شیخ کے ہاں نماز پڑھنا میسر نہ ہو تو وہ جس مسجد میں نماز پڑھے ان کے پاس ہونے کا تصور کرے کیونکہ حکم کا تعلق دل سے ہے، جسم سے نہیں۔

شیخ کے باطن پر مطلع ہونے کا عقیدہ

ومن شأنه أن يعتقد فی شيخه أنه أعرف بخواطره و عيوبه الباطنة منه لكن من طريق الإلهام لا من باب سوء الظن و الكشف الشيطانی۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اس کے دل کی باتوں اور باطنی عیبوں کو خوب جانتا ہے لیکن ان کا یہ جاننا الہام کے طریقے پر ہے، بدگمانی یا شیطانی کشف کے طور پر نہیں۔

و أيضاح ذلک أن العامة لا تقيس غيرها إلا بالميزان الذی عندها فی الباطن من خير و شر، و لا أشياخ قد ترقت عن مثل ذلک، فلم يكن فی باطنهم شر أبداً حتی يقيسوا عليه حال غيرهم، و لما علم الله احتياج المريد إلی اطلاعهم علی ما فی باطنه من الشر ليداووه بما يزيله، أعطاهم الإلهام الصحيح بدل ذلک الميزان الذی كانوا يحمولن عليه أحوال الناس، فهو أعرف من المريد بأحواله، و يؤيد ذلک أن البيطار أعرف من صاحب الدابة بعيوبها مع أن صاحبها مخالط لها ليلاً نهاراً، و هذا الاعتقاد قليل فی المريدين حتی كان سيدی علی بن وفا رحمه الله يقول وهو فی عام أربع و ثمان مائة: لم أجد إلی الآن مريداً صادقاً معی، يعترف لی بأنی أعرف منه بخواطره، و صفاته الباطنة، و لو وجدته لأفرغت فيه جميع ما عندی من العلوم و الأسرار۔

و كان رضی الله عنه يقول: كل الأشياخ يموتون بغصصهم، و لا يجدون من يحمل أسارهم، و لكن من فاتهم سر أستاذه فليواظب علی ورده فإن سره فيه۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ عام لوگ اپنے غیر کو اس میزان کے مطابق کرتے ہیں جو ان کے باطن میں اچھی یا بری ہے لیکن مشائخ اس سے ترقی کر جاتے ہیں، پس ان کے باطن میں برائی کبھی بھی نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اس پر دوسروں کے حال کو قیاس کیا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مرید کو اس بات کی حاجت ہے کہ مشائخ اس کی باطنی برائی پر مطلع ہوں تا کہ وہ اس کا ایسا علاج کریں جس سے وہ برائی زائل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ ان کو اس (باطنی) میزان کی جگہ جس پر لوگوں کے احوال کو رکھا جائے، الہام صحیح عطا فرماتا ہے، پس وہ مرید کے حالات کو اس سے زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں۔

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جانور کے مالک کے مقابلے میں جانوروں کا ڈاکٹر جانور کے عیبوں کو زیادہ جانتا ہے اس کے باوجود کہ وہ (مالک) صبح و شام جانوروں کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ عقیدہ مریدین میں بہت کم پایا جاتا ہے حتیٰ کہ حضرت سیدی علی بن وفا رحمہ اللہ ۸۰۴ھ میں فرماتے تھے کہ میں نے آج تک ایسا مرید نہیں پایا جو میرے ساتھ سچا ہو اور وہ میرے بارے میں اس بات کا اعتراف کرے کہ میں اس کے دل کے خیالات اور اس کی باطنی صفات کو اس سے زیادہ جانتا ہوں اور اگر میں ایسا مرید پاؤں تو اپنے تمام علوم اور اسرار اس کے دامن میں ڈال دوں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تمام مشائخ اپنے غم و اندوہ میں مر جاتے ہیں اور کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے جو ان کے اسرار کو اٹھائے لیکن جس سے اس کے استاد کا راز فوت ہو جائے تو وہ اس کے وظیفے کو ہمیشہ جاری رکھے کیونکہ اس کا راز اسی میں ہے۔

و کان سیدی إبراهیم الدسوقی رضی اللہ عنه یقول: یا مریدی إن صدقت معی و صح عهدک فإنا منک قریب غیر بعید، و أنا فی ذهنک، وأنا فی طرفک، و أنا فی جمیع حواسک الظاهرة والباطنة، وإن لم تصدق معی کنت منک بعیداً، ولا تشهد أنت منی إلی البعد۔

سیدی حضرت ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے میرے مرید! اگر تو میرے ساتھ سچا ہے اور تیرا وعدہ صحیح ہے تو میں تیرے قریب ہوں، دور نہیں ہوں۔ میں تیرے ذہن میں

ہوں اور تیرے پہلو میں ہوں اور میں تیرے تمام ظاہری اور باطنی حواس میں ہوں اور اگر میرے ساتھ تیرا معاملہ صداقت پر مبنی نہ ہوا تو میں تجھ سے دور ہوں گا اور تجھے مجھ سے دوری ہی حاصل ہوگی۔

وكان رضی اللہ عنه يقول: إذا صدق المريد مع شيخه و نادى شيخه من مسيرة ألف عام أجابه حياً كان الشيخ أو ميتاً، فليتوجه الصادق بقلبه إلى شيخه فى كل أمر دهمه فى دار الدنيا، فإنه يسمع صوت شيخه و يغيثه مما هو فيه، و مهما ورد عليه من مشكلات سره، يطبق عينيه، و يفتح عين قلبه، فإنه يرى شيخه جهاراً، فإذا رآه فليسأله عما شاء و أراد۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ سچائی پر ہو اور وہ اپنے شیخ کو ایک ہزار سال کی مسافت سے پکارے تو وہ اسے جواب دیتا ہے، شیخ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو۔ پس سچے مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کی طرف اس وقت قلبی طور پر متوجہ ہو جب دنیا میں اسے کوئی بھی معاملہ پریشان کرے۔

وہ اپنے شیخ کی آواز سنتا ہے اور شیخ اس کی مدد کرتا ہے، وہ کسی بھی مصیبت میں ہو بعض اوقات مرید باطنی مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے، اس کی ظاہری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اور وہ اپنے مرشد کو دیکھتا ہے پس جب وہ اسے دیکھتے تو جو چاہتے اس سے پوچھتے۔

وكان يقول: يا ولدى إن كنت صادقاً فلا تصحب غير شيخك و اصبر على جفاه فإنه ربما امتحنك بترك ما تحب يريد بك الخير، و تكون محلاً لأسراره، و مطلعاً لأنواره۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے میرے بیٹے! تو سچا ہے تو اپنے شیخ کے علاوہ کسی کی محبت اختیار نہ کر اور اس کی زیادتی (تکلیف دہ امور) پر صبر کر بعض اوقات وہ اس چیز کو چھوڑنے کے

ساتھ جسے تو پسند کرتا ہے تیرا امتحان لیتا ہے اور وہ تیرے لئے بھلائی چاہتا ہے اور تو اس کی اسرار و رموز کا محل اور اس کے انوار کا مقام طلوع بن جاتا ہے۔

شیخ کے حضور مرید کی حالت کیسی ہو

وکان یقول: المرید الصادق مع شیخه، کالمیت مع مغسله لا کلام ولا حرکة، ولا یقدر ینطق بین یدیه من هیبته، ولا یدخل، ولا یخرج، ولا یخالط احداً، ولا یشتغل بعلم، ولا قرآن، ولا ذکر إلا بإذنه، لأنه أمین علی المرید فیما یرقیه، ورب عمل فاصل دخلته النفس فصار مفضولاً۔

حضرت ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سچا مرید اپنے شیخ کے ساتھ اس طرح ہو: **کالمیت مع مغسله لا کلام ولا حرکته** (یعنی جس طرح غسل دینے والے کے ساتھ میت ہوتی ہے، نہ وہ کلام کر سکتا ہے نہ حرکت)۔

اور اس کی مصیبت کی وجہ سے اس کے سامنے بول نہیں سکتا وہ اس کی اجازت کے بغیر داخل ہوتا ہے نہ نکلتا ہے نہ کسی سے میل جول اختیار کرتا ہے نہ علم میں مشغول ہوتا ہے نہ قرآن میں اور نہ ذکر میں۔

کیونکہ وہ مرید پر ان امور میں امین ہوتا ہے جو اسے ترقی دیتے ہیں اور کئی مرتبہ فاضل کے عمل میں نفس کا عمل داخل ہو جاتا ہے پس وہ مفضول بن جاتا ہے۔

ثم یقول: هکذا کانت طریقة الخلق والسلف مع أشیاخهم، فإن الشیخ هو والد السر فی اصطلاحهم ویجب علی الولد عدم العقوق لوالده ولیس للعقوق ضابط یرجع إلیه، إنما الأمر عام فی سائر الأحوال، وما جعلوه إلا کالمیت بین یدی الغاسل۔

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: پہلے اور پچھلے بزرگوں کا اپنے مشائخ کے ساتھ یہی طریقہ تھا کیونکہ ان کی اصطلاح میں مرشد روحانی باپ ہوتا ہے اور اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والد کی نافرمانی نہ کرے اور نافرمانی کے لئے کوئی قاعدہ نہیں جس کی طرف رجوع کیا جائے، حکم تمام احوال کو شامل ہے اور ان لوگوں (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اسے (مرید کو) میت کی طرح قرار دیا ہے جو غسل دینے والے کے سامنے ہوتا ہے (بے اختیار ہوتا ہے)۔

فعليک يا ولدی بطاعة والدک المذکور و قدمه فی کل أمر لک بأوامر الله علی والد الجسم، فإن والد السر أنفع من والد الجسم، و ذلک لأن والد السر يأخذ الولد کأنه قطعة حديد جامد، فلا يزال سيکبه، و يذيبه، و يقطره، و يلقی عليه من سر الصنعة سراً حتی يجعله ذهباً إبريزاً۔

قال: و قد صحب کثير من الناس الأشياخ بلا أدب فماتوا و لم ينتفعوا منهم بشيء، و بعضهم مقت أه أه أه من صدور الرجال و من صحبة الأضداد و من سماع المريد المحال۔

پس اے میرے بیٹے! تجھ پر لازم ہے کہ اپنے اس باپ (مرشد) کی بات مانو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے اسے جسمانی اولاد سے مقدم سمجھو کیونکہ روحانی والد جسمانی والد سے زیادہ نفع دینے والا ہوتا ہے کیونکہ روحانی باپ (مرشد اور استاد) اس بیٹے کو لوہے کے سخت ٹکڑے کی طرح لیتا ہے اور اس پر مسلسل پانی ڈالتا رہتا ہے اور پگھلاتا ہے اور اس پر قطرے ڈالتا ہے اور اس پر صنعت کے راز ڈالتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو سونا بنا دیتا ہے۔

بے شمار لوگوں نے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت بے ادبی کے ساتھ اختیار کی پس وہ مر گئے اور ان سے کچھ نفع حاصل نہ کر سکے۔ اور بعض ناراضگی کا شکار ہوئے افسوس افسوس افسوس! مردوں کے سینوں پر مخالف کی صحبت اور مرید کے محال بات کو سننے پر۔

ومن شأنه أن لا يلتفت لشيء من الدنيا بعد أن جمعه الله على شيخه فإن بين يديه جميع ما قسم للمريد من الدنيا والآخرة۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے شیخ کے ساتھ ملا دیا تو اب وہ دنیا کی کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے، کیونکہ مرشد کے سامنے وہ سب کچھ ہے جو مرید کے لئے دنیا اور آخرت میں تقسیم کیا گیا۔

وقد كان سيدى على بن وفار حمه الله يقول: إن وجدت أستاذك المحقق فقد وجدت حقيقتك، وإذا وجدت حقيقتل وجدت الله عندها، وإذا وجدت الله عندها وجدت كل شيء، فليس كل المراد آلا في وجد هذا الاستاذ۔ فافهم تغنم۔

سیدی علی بن وفار حمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم اپنے استاد (مرشد) کو محقق پاؤ تو تم نے اپنی حقیقت کو پالیا اور جب تم نے اپنی حقیقت کو پالیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو بھی پالیا اور جب اللہ تعالیٰ کو پالیا تو ہر چیز کو پالیا۔ تو ہر چیز کو پانا اس شیخ کو پانے کی وجہ سے ہے پس اسے سمجھو اور غنیمت خیال کرو۔

وكان يقول: إذا صدق المريد صار عين أستاذه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اذا صدق المرید صار عین استاذہ۔ جب مرید سچا ہو تو وہ اپنے استاد (مرشد) کی آنکھ بن جاتا ہے۔

وكان يقول: أنت على الصورة التى تشهد أستاذك عليها، فاشهد ما شئت وانظر ماذا ترى، إن شهدته منافقاً فأنت منافق، وإن شهدته مخلصاً فأنت مخلص، لأنه مرآتك، ولا ترى فى المرآة إلا صورتك لا جرم المرآة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: تم اس صورت پر ہو گے جس پر اپنے مرشد کو دیکھو گے پس جس طرح چاہو گواہی دو اور جس طرح چاہو دیکھو۔ اسے منافق خیال کرو گے تو در حقیقت تم خود

منافق ہوگے اور اگر مخلص خیال کروگے تو تم خود مخلص ہوگے کیونکہ وہ تمہارا شیشہ ہے اور تم شیشے میں اپنی صورت ہی دیکھتے ہو، یہ شیشے کا قصور نہیں۔

وكان يقول: ما الأمر إلا أن تجد أستاذك وقد وجدت مرادك، هنأ الله فؤادك۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: معاملہ صرف اسی قدر ہے کہ تم نے اپنے مرشد کو پالیا تو اپنی مراد کو پالیا، اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو تروتازہ رکھے۔

وكان يقول: ليس للمريد أن يحكي ما يقع له مع شيخه، فقد لا يؤمن من يحكي وقائعه له بكلام أهل الطريق ويضعفه، وما للسالك مع الهالك۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے جائز نہیں کہ اسے اپنے شیخ کے ساتھ جو واقعہ پیش آئے اسے آگے بیان کرے، جو شخص اس کے واقعات بیان کرتا ہے بعض اوقات جس کے سامنے یہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ اہل طریقت کے کلام پر ایمان نہیں رکھتا ہے اور اسے کمزور قرار دیتا ہے اور سالک کا ہلاک ہونے والے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

وكان يقول: لا يتعذر عليك أيها المريد العمل بما أمرك به أستاذك إلا لعدم كمال قبولك لذلك، ونقص استعدادك، وإنما كلمك أستاذك بذلك ليرقى همتك آلى ماهو أرقى مما أنت فيه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! جب تم اپنے مرشد کے حکم پر عمل نہیں کرتے تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی عذر نہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے اسے مکمل طور پر قبول نہیں، نیز تمہاری استعداد میں کمی ہے۔ مرشد نے تم سے یہ کلام اس لئے کیا ہے کہ تمہاری ہمت اس چیز کی طرف ترقی کرے جو تمہارے موجودہ مقام سے زیادہ بلند ہے۔

وكان يقول: لا تطالب أستاذك بشيء ولا بالجواب عن شيء سألته فيه، وليس ذلك من شأن المريد الصادق مع شيخه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے استاد سے کوئی چیز نہ مانگو اور تم نے اس سے جو سوال کیا اس کا جواب بھی نہ مانگو۔ سچے مرید کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ شان نہیں ہے۔

وكان يقول: مهما رأيته من شيخك من كمال أو نقص فهو صنعة باطنك، ولشيخك في نفسه مقام آخر فوق ذلك فإياك أن تظن نقصاناً بأهل الكمال فتقول: "وعصى آدم ربه" بل اعرف ان ذلك إنما كان تعليماً لك كيف تتدارى إذا وقعت في الذنب، و تغيرت أحوالك باكورة بعد الصفاء۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم اپنے شیخ میں کوئی کمال یا کمی دیکھو تو وہ تمہارے باطن کی کارستانی ہے اور حقیقت میں تمہارے شیخ کا مقام اور ہے جو اس سے بلند ہے پس تمہیں اہل کمال کے بارے میں نقصان کا گمان کرنے سے بچنا چاہیئے اگر تم یہ دلیل دو۔

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱ طه﴾

ترجمہ: اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی۔

تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ تمہاری تعلیم کے لئے ہے کہ جب تم گناہ میں پڑو اور تمہارے احوال صاف ہونے کے بعد گدلے ہو جائیں تو تم نے اس کا علاج کیسے کرنا ہے۔

مرشد کے حکم کی تعمیل

وكان يقول: من شأن المريد الصادق أن يكون أصدق لنا إلى امتثال أمر شيخه فإن كان لم يبادر إلى امتثال أمر شيخه فهو دليل على عدم صدقه، و صدقه على قدر تخلقه في الأوائل أو الأواخر، ومن هنا كان الإمام أبوبكر أسبق إلى تصديق رسول الله ﷺ من سائر قريش، لكونه كان أضعف قريش رابطة فيما كانوا عليه مما تضاد طريق الهدى، و أقواهم رابطة فيما يقرب من طريق الهدى۔

سیدی حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں سب لوگوں سے بڑھ کر سچا ہو۔ اگر وہ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں جلدی نہیں کرتا تو یہ اس کے سچا نہ ہونے کی دلیل ہے، وہ شروع یا آخر میں جس قدر اچھے اخلاق سے متصف ہو گا اسی قدر وہ سچا ہو گا۔

اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کی تصدیق میں تمام قریش سے سبقت کر گئے کیونکہ ہدایت کے متضاد راستوں میں سے جن پر قریش تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعراض سب سے زیادہ مضبوط تھا، اور ہدایت کے قرب والے راستے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رابطہ سب سے زیادہ مضبوط تھا۔

وكان يقول: من أحب من المريدين أن يكون في حفظ رب العالمين فليخدم شيخه بصدق، ويبادر إلى طاعته، ولا يخالفه فيما يشيره عليه، قال تعالىٰ: "ولسليمان الريح عاصفة تجرى بأمره إلى الأرض التى باركنا فيها و كنا بكل شيء عالمين، ومن الشياطين من يغوصون له ويعملون عملاً دون ذلك وكنا لهم حافظى، فانظر كيف حفظ الله الشياطين لما كانوا فيخدمة أوليائه الصادقين و تحت طاعتهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ تمام جہانوں کے رب کی حفاظت میں ہو، وہ سچائی کے راستے کے ساتھ اپنے مرشد کی خدمت کرے اور اس کی فرمانبرداری میں جلدی کرے اور وہ جس بات کا حکم دے اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ (الانبياء ۸۱)

ترجمہ: "اور سلیمان علیہ السلام کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی جو اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے اور شیطانوں میں سے وہ جو ان کے لئے غوطہ لگاتے ہیں اور ان کے لئے کام کرتے ہیں اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔"

تو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے شیاطین کی حفاظت کی جب وہ اللہ تعالیٰ کے سچے دوستوں کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری میں مشغول ہوتے۔

وكان يقول: مادام المريدتحت حكم استاذه فترقيه دائم، فإن خرج عن حكمه ولو اعتماداً عليما حصله منه قبل ذالک من اوال والافعال هلک مع الهالكين، كمثل الحجر الرفوع إلى نحو السماء تراه يرتفع ما دامت القوه الرافة تمده وتصاحبه، ومتى فترت عليه القوة الرافعة انحط إلى الارض، والقوة هي نظر أستاذک إلیک فافهم تغنم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تک مرید اپنے استاد کے حکم پر عمل کرتا ہے اس کی ترقی جاری رہتی ہے۔ اگر وہ اس کی فرمانبرداری سے نکل جائے اگرچہ وہ ان اقوال و افعال پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کرے جو اسے اس سے پہلے حاصل ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے، جس طرح وہ پتھر جو آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے، تم دیکھتے ہو کہ جب تک اٹھانے والی قوت اس کی مدد کرتی اور اس کے ساتھ ہوتی ہے وہ بلند ہوتا رہتا ہے اور جب بلند کرنے والی قوت اس سے کم ہو جاتی ہے تو وہ زمین پر گر جاتا ہے۔

اور یہ قوت تیرے مرشد کی تجھ پر نظر ہے، اس بات کو سمجھو اور غنیمت جانو۔

کچھوے کا تربیت کرنے کا انداز

وکان سیدی أبو الحسن الشاذلی رحمه الله یربی أولاده بالنظر من غیر کلام، ویقول: إن السلحفاة تربیأولادها بالنظر و کل من تواری علیها من أولادها هلک، فنحن أولی بذلک من السلحفاة۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اولاد کی تربیت نظر کے ساتھ کرتے تھے، کلام کے ذریعے نہیں اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ کچھوا اپنی اولاد کی تربیت نظر کے ساتھ کرتا ہے اور اس کی اولاد میں سے جو اس سے چھپ جائے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو ہم کچھوے سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

شیخ کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو

ومن شأنه أن لا یقنع بمجرد اعتقاده فی الشیخ، و یتساهل فیما یأمره فیه أو ینهاه عنه و یقول: نظر سیدی یکفینی، فإن ذلک جهل بالطریق۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے بارے میں محض اعتقاد پر قناعت نہ کرے کہ اس نے جس بات کا حکم دیا یا جس کام سے روکا اس میں سستی کرے اور کہے: نظر سیدی یکفینی (میرے آقا کی نظر میرے لئے کافی ہے) کیونکہ یہ بات طریقت سے جہالت ہے۔

وقد قال بعض الصحابة لرسول الله ﷺ: أسألک مرافقتک فی الجنة فقال له ﷺ: "اعنی علی نفسک بکثرة السجود" فلم یجبه ﷺ إلی اتکاله علیه دون العمل، وخرج ﷺ مرة فقال: "یا فاطمة أنقذی نفسک من النار فإنی لا أغنی عنک من الله شیئاً۔"

ایک صحابی (حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ) نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اسئلک مرافقتک فی الجنة۔ (میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں)۔ آپ

ﷺ نے ان سے فرمایا: اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ (اپنے نفس پر سجدوں کی کثرت کے ساتھ میری مدد کرو)۔[333]

نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایسا جواب نہیں دیا کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں اور اپنی طرف سے کوشش نہ کریں۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا:

یافاطمۃ انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا۔

اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔[334]

نوٹ: اس سے مقصود آپ ﷺ کو عمل کی ترغیب دینا تھا، نیز یہ بتانا تھا کہ کسی بھی عالم اور صوفی کی اولاد کو عمل سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس حدیث سے رسول اکرم ﷺ کو بے اختیار ثابت کرنا جہالت ہے۔ یہ بحیثیت والد اولاد کو نصیحت تھی ورنہ بحیثیت رسول، آپ ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سرداری کی خوشخبری سنا چکے ہیں۔

وکان سیدی علی بن وفا رحمہ اللہ یقول: لا تطلب من شیخہ ان یمنحک الأسرار وأنت لم تتطهر من أعمال الفجار، فإن من وضع العسل فی قشور الحنظل تمرّر لمرارۃ وعائه، والتبس علی الجاهل أن العسل مرّ من أصله۔

حضرت سید علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تم اپنے مرشد سے یہ سوال نہ کرو کہ وہ تمہیں اسرار کا عطیہ عطا کرے اور تم بدکار لوگوں کے اعمال سے پاکیزگی حاصل نہ کرو کیونکہ جو شخص

---

[333] (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲ ۵، سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۷ ۰ ۵، سنن نسائی، جلد ۷، صفحہ ۷ ۲ ۲)

[334] (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالیٰ و أنذر۔ الخ، رقم الحدیث: ۱ ۰ ۵، مطبوعہ: دار السلام، ریاض)

حنظل (بہت کڑوا پھل) کے چھلکے میں شہد رکھتا ہے تو برتن کی کرواہٹ کی وجہ سے وہ شہد بھی کڑوا ہو جاتا ہے اور جاہل آدمی کو شبہ ہوتا ہے کہ شہد بنیادی طور پر کڑوا ہے۔

وکان یقول: المرید الصادق عرش لاستواء رحمایّة استاذہ علیہ، و قد کتب اللہ تعالیٰ علی نفسہ أن لایدخل قلباً دخلہ سواہ، ولا یظھر لعین رأت غیرہ فی مرآۃ، و معنیٰ دخول الحق القلب، دخول رضاہ و رحمتہ، و للہ أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچا مرید عرش ہے جس پر مرشد کی رحمانیت کو استعداد حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے لکھ دیا کہ جس دل میں کوئی اور داخل ہو وہ اس میں داخل نہیں ہو گا اور اس آنکھ کے لئے ظاہر نہیں ہو گا جو شیشے میں اس کے غیر کو دیکھے۔

حق تعالیٰ کا دل میں داخل ہونے کا مطلب اس کی رضا اور رحمت کا داخل ہونا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کا محب بنے معتقد نہیں

و من شأنہ أن یعطی شیخہ الأمان من تغییر اعتقادہ فیہ، و ذلک بأن یکون محباً لشیخہ لا معتقداً فیہ، فإن المحب لا یتغیر و المعتقد یتغیر إذا تغیرت الصفة التی اعتقدہ لأجلها، ولذلککان الشیخ الکامل لا یعبأ باعتقاد المرید فیہ ولو بالغ فی الاعتقاد، فإن نفس المعتقد إنما تسکت حیث عقلها عقلها النظری بعقال ظنی مسدہ من لحی أعراض الأحوال و الأعمال و الأقوال و الظنون بالتناسخ، و معلوم أن الأعراض لا تبقی و کأنک بالعقال و قد انحل أو تمزق و رجع المعقول إلی توحشہ و إفسادہ، بخلاف المحبّ فإن الشیخ منہ فی قرار البحار، لا یرید إلا ما یرید، فالمحب قلیل، و المعتقد کثیر، و ما قلّ و نفع خیر مما کثر و ألھی و کفی باللھو ضرراً۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کے بارے میں اعتقاد کے بدلنے سے پر امن رہے۔ وہ اس طرح کہ اپنے شیخ سے محبت کرے اس کا معتقد نہ ہو کیونکہ محب نہیں بدلتا اور معتقد اس وقت بدل جاتا ہے۔ جب وہ صفت بدل جائے جس کی بنیاد پر وہ اعتقاد پیدا ہوا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ کامل اپنے بارے میں مرید کی عقیدت کی پرواہ نہیں کرتا اگرچہ وہ اس عقیدت میں انتہا کو پہنچ جائے کیونکہ معتقد کا نفس اس وقت خاموش ہوتا ہے جب اس کو غور و فکر کی غیر یقینی ایسی رسی سے باندھتا ہے جو احوال اعمال اقوال اور گمان سے ہٹ گئی ہو۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اعراض باقی نہیں رہتے گویا تم رسی میں بندھے ہوئے تھے اور وہ کھل گئی یا ٹوٹ گئی اور بندھی ہوئی چیز وحشت اور فساد پھیلانے کی طرف لوٹ گئی بخلاف محبت کرنے والے کے کہ اس کے لئے مرشد سمندروں کے قرار میں ہے، وہ اسی بات کا ارادہ کرتا ہے جس کا ارادہ مرشد کرتا ہے۔

پس محب کم ہیں اور معتقد زیادہ ہیں پس جو چیز کم ہو اور نفع دے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے اور غفلت اور کھیل کود نقصان کے لئے کافی ہیں۔

شیخ سے کچھ نہ چھپائے

وکان سیدی علی بن وفا یقول: لا یخلو مرید من محبة شیخه، ولکن غالب تلک المحبة لعلة، والمحبة الصادقة فوق العلل کلها کمحبة الوالدة لولدها۔

سید علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اپنے مرشد کی محبت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اکثر اس محبت کو کوئی علت ہوتی ہے اور سچی محبت علتوں سے بلند ہوتی ہے جس طرح ماں کی اولاد سے محبت علت سے خالی ہوتی ہے۔

وكان يقول: احذر أيها المريد الصادق إذا بعت نفسك لشيخك أن تخفي عنه شيئاً من عيوبك، فإن البائع إذا بين و صدق بورك له في بيعه، و إذا كذب و كتم محقت بركة بيعه، و المشتري إذا اشترى بعد بيان العيب لم يقب له أن يرد السلعة، وإن اشترى من غير بيان كان له الرد، و من ثم جاء في الحديث (من اعترف بذنبه ثم تاب تاب الله عليه)۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے سچے مرید! جب تو نے اپنے آپ کو اپنے مرشد پر فروخت کر دیا تو اپنے عیبوں میں سے کوئی چیز اس سے چھپانے سے بچ کیونکہ کوئی چیز فروخت کرنے والا جب (عیب) بیان کرے اور سچ کہے تو اسے سودے میں برکت حاصل ہوتی ہے، اور جب وہ جھوٹ بولے اور (عیب) چھپائے تو اس کے سودے سے برکت مٹ جاتی ہے۔

اور خریدار جب بیان عیب کے بعد خرید تا ہے تو اسے سودا واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اور اگر (بائع کے) بیان کے بغیر خریدے تو وہ اسے واپس کر سکتا ہے۔

اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے:

من اعترف ذنبه ثم تاب تاب الله عليه۔

جو اپنے گناہ اعتراف کرے یعنی قبول کرے پھر تائب ہو، اللہ اسے معاف فرماتا ہے۔

وكان يقول: اجعل نفسك عبداً لله تعالىٰ و كالعبد لشيخك بحكم الواسطة كما جعلت سيدك و نبيك ﷺ واسطة بينك و بين الله تعالىٰ فإن لسان حال الأستاذ في كل زمان ينادي على لسان الأفهام، قال الله تعالىٰ "هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم" و كفى من كان محباً لله و لرسوله و شيخه أن يكون مع من أحب۔

اور شیخ سید بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اپنے شیخ کے غلام کی طرح سمجھ یعنی شیخ کو واسطہ بنا۔ جس طرح تو نے اپنے سید اور نبی ﷺ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنایا کیونکہ ہر زمانے میں استاد کے حال کی زبان سمجھانے کی زبان میں پکارتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ۔ (مائدہ: ۱۱۹)

یعنی یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کی سچائی نفع دے گی۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، اور اپنے شیخ سے محبت کرتا ہے اس کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ جن سے محبت کرتا ہے (اس کا حشر) ان کے ساتھ ہو گا۔

و کان یقول أیضاً: لسان حال الأستاذ یقول لکل مرید صادق: تقرب إلیّ بنوافل امتثال الأوامر حتی أحبک فإذا أحببتک و رأیتک صادقاً فی المحبة ظهرت فیک علی قدر استعدادک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: استاد (مرشد) زبان حال سے ہر سچے مرید سے کہتا ہے۔ نوافل اور حکم ماننے کے ذریعے میرا قرب حاصل کر حتیٰ کہ میں تجھ سے محبت کروں اور جب میں تجھ سے محبت کروں گا اور تجھے محبت میں سچا دیکھوں گا تو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت) تیری استعداد کے مطابق تجھ میں ظاہر ہو گی۔

و کان یقول: إن تحقق المرید الصادق بمحبة شیخه کان کله جداً و حقاً و إلا فهو باطل و هزل، فهو بحسب صدقه و کذبه۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر سچے مرید کی اپنے شیخ کے ساتھ محبت ہو جائے تو وہ تمام سنجیدہ اور حق ہوتی ہے، ورنہ باطل اور مذاق ہے پس وہ اس کے سچ اور جھوٹ کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

شیخ کے علم سے بے نیازی نہ ہو

ومن شأنه أن لا يرى نفسه يستغني عن علم شيخه ولو صار من مشايخ الإسلام، فإن طريق القوم أمر خاص زائد على علوم الظاهر، ولا يقدر غالب أصحاب العلم الظاهر على إزالة شيء من أمراض الأعمال الباطنة، وإنما يقولون للسائل عنها: تب إلى الله عنها من غير بيان طريق إزالتها بخلاف أصحاب القلوب فإنهم يقولون له: له: أكثر من ذكر الله عزوجل حتى ينجلي قلبك، و تذهب رعونات نفسك، فهناك تدرك الحق والباطل، و تعرف أنك محجوب عن ربك بسبعين ألف حجاب، تفطلب حينئذ الشيخ طلباً ضرورياً ليعلمك الآداب الخاصة بالطريق،۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی صورت بھی اپنے آپ کو اپنے مرشد کے علم سے بے نیاز نہ سمجھے اگرچہ وہ ''شیخ الاسلام'' بن جائے کیونکہ اس قوم (صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ) کا ہر طریقہ ایک خاص معاملہ ہے، جو علوم ظاہر یہ سے زائد ہے، اور اکثر علوم ظاہرہ والے باطنی اعمال کی بیماریوں کو زائل کرنے پر قادر نہیں ہوتے اس سلسلے میں سوال کرنے والے کو وہ یوں جواب دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان گناہوں سے توبہ کرو اور وہ اسے ازالہ کا طریقہ نہیں بتاتے بخلاف اہل دل کے وہ اس سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کثرت سے حتیٰ کہ تمہارا دل روشن ہو جائے اور تمہارے نفس کا تکبر دور ہو جائے، اس مقام پر تجھے حق اور باطن کی سمجھ آ جائے گی، اور تو اس بات کو جان لے گا کہ تو اپنے رب سے ستر ہزار پردوں میں ہے پس اس وقت شیخ کا طلب کرنا تم پر لازم ہے تا کہ وہ تجھے ایسے آداب سکھائے جو طریقت میں خاص ہیں۔

اور تو اپنے نفس کو اس طرح دیکھ کہ اللہ والوں کے طریقہ سے تو نے اس باب کی خوشبو نہیں سونگھی جس میں کہا گیا ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔ یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کیلئے گناہ ہوتی ہیں۔

شیخ کو لازم پکڑو

وقد کان الشیخ أبو العباس رحمه الله یقول: ما صحب عالم مشایخ القوم إلا ازداد علمه نوراً إلی نور، فاعاقل من اتخذ له شیخاً ولم یکتف بما عنده من علم الظاهر، لأن الشیخ یصل به إلی محل القرب من حضرة الله تعالٰی، فیصیر یکره المعاصی طبعاً فی تلک الحضرة حتی لو قیل له اعص الله تعالیٰ لا یقدر لارتفاع حجابه۔

وقد اتخذ الإمام الغزالی له شیخاً مع کونه کان حجة الإسلام۔

وکذلک الشیخ عز الدین بن عبد السلام اتخذ له شیخاً مع کونه لقب بسلطان العلماء فغایتک یا أخی فی العلم أن تکون کأحد هذین الشیخین۔

وکان أهل اعصر الأول لقلة أمراضهم وعللهم لا یحتاجون إلی شیخ فلما ذهبوا وحدثت الأمراض احتاج الفقیه إلی شیخ ضرورة، لیسهل علیه طریق العمل بما علم۔

حضرت شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو عالم اس قوم (صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا ہے اس کا علم "نور علیٰ نور" کی طرح زیادہ ہو جاتا ہے، پس عقلمند وہ ہے جو اپنے لئے کسی شیخ کا انتخاب کرتا ہے اور اپنے ظاہری علم پر اکتفاء نہیں کرتا کیونکہ مرشد اسے بارگاہ خداوندی کے قرب تک پہنچاتا ہے پھر وہ فطری طور پر اس بارگاہ میں گناہوں کو ناپسند کرتا ہے حتیٰ کہ اگر اسے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر تو وہ اپنے پردے کو اٹھانے پر قادر نہیں ہوتا۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، اس کے باوجود کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ "حجۃ الاسلام" کے لقب سے پکارے جاتے تھے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پھر بھی مرشد اختیار کیا۔ پس اے بھائی! علم میں تمہاری انتہاء یہ ہے کہ تو ان دو بزرگوں کی طرح ہو جا۔

پہلے زمانے میں لوگ اپنی بیماریوں اور علتوں کی کمی کی وجہ سے کسی شیخ کے محتاج نہیں تھے، جب وہ لوگ چلے گئے اور بیماریاں پیدا ہو گئیں تو فقیہ کو شیخ کی ضرورت پڑ گئی تاکہ اس کے لئے علم پر عمل کا راستہ آسان ہو جائے۔

الصوفی الحق

فإن حقيقة الصوفی هو عالم عمل بعلمه، أی علی وجه الإخلاص لا غير، فليس علم التصوف إلا معرفة طريق الوصول إلی العمل بالإخلاص لا غير۔ فلو عمل العالم بعلمه علی وجه الإخلاص كان هو الصوفی حقاً۔

صوفی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے یعنی اخلاص کے طریقے پر نہ کسی اور طریقے پر۔ پس علم تصوف اخلاص کے ساتھ عمل تک پہنچنے کے راستے کی معرفت کا نام ہے اس کے علاوہ نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی عالم اخلاص کے ساتھ اپنے علم پر عمل کرے تو سچا صوفی وہی ہے۔

وقد كان سيدی إبراهيم الدسوقی رضی الله عنه يقول: لو أن العالم أتی إلی الصوفية خالصاً من العلل والأمراض لأوصلوه إلی حضرة الله فی لحظة، ولكنه أتاهم بأمراض وعلل ظاهرة وباطنة من دعوی العلم، ومحبة الدنيا وشهواتها، وباطنه مملوء من الحسد، والمكر، والخداع، ولاحقد، والغش وغير ذلك، فلذلك أمروه بعلاج ذلكك ليتطهر منه، فإنها أخلاق الشياطين۔

حضرت ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر کوئی عالم علتوں اور بیماریوں سے خالص ہو کر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس جائے تو ایک لحظہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچادیتے ہیں لیکن وہ علم کے دعویٰ کے باوجود ظاہری اور باطنی بیماریوں کے ساتھ آتا ہے وہ دنیا اور اس کی خواہشات کو چاہتا ہے اس کا دل حسد مکر "دھوکہ"، کینہ اور کھوٹ وغیرہ سے بھرا ہوتا ہے اسی لئے اس کے علاج کا حکم دیتے ہیں تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے کیونکہ یہ باتیں شیطانوں کے اخلاق ہیں۔

وقد أوضحنا ذلک فی مقدمة کتابنا المسمی "مشارق الأنوار القدسیة فی بیان العهود المحمدیة"۔

ہم نے اپنی کتاب مسمّی "مشارق الانوار فی بیان العهود المحمدیه" کے مقدمہ میں اس بات کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

دل کو مکمل طور پر اللہ عزّوجلّ کی طرف متوجہ رکھنا

ومن شأنه أن یلزم کلیاً جمع قلبه علی الله تعالیٰ ویترک کلیاً تشتیب قلبه عن الله بأن یلزم المأمورات و یترک المنهیات، فلا یری إلی فی فعل واجب أو مندوب أو أولی، و یجتنب الحرام والمکروه و خلاف الأولی، و ذلک لأن الله عزوجل یرفع الحجاب عنا فی المأمورات ویسدله علینا فی المنهیات، فلو أردنا أن نحضر بقلوبنا معه فی حرام، أو مکروه، أو خلاف الأولی، لا نقدر، ولو أردنا أن نحتجب عن شهودنا له فی واجب أو مستحب أو أولی لا نقدر ولا یصح لنا ذلک إلا إن طرأ علی المأمور ریاء أو عجب و نحو ذلک، فإنه حینئذ یخرج عن قسم المأمور، ویصیر من قسم المنهی، فتأمّل ذلک فإنه نفیس۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے دل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے دل کے بکھر جانے کو مکمل طور پر چھوڑ دے اس طرح کہ جن کاموں کا حکم دیا

گیا ان کو لازم پکڑے اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان کو چھوڑ دے۔ اور وہ واجب (اور فرض) مستحب یا اولیٰ کاموں کے علاوہ دکھائی نہ دے اور حرام، مکروہ اور خلاف اولیٰ سے پرہیز کرے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ "مامورات" پر عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے پردہ اٹھالیتا ہے اور ممنوع کاموں کا ارتکاب کریں تو وہ پردہ ڈال دیتا ہے اگر ہم چاہیں کہ حرام، مکروہ یا خلاف اولیٰ کے ارتکاب کے باوجود اپنے دلوں کو اس کی بارگاہ میں حاضر کریں تو ہم اس پر قادر نہیں۔ اور اگر ہم واجب یا مستحب یا اولیٰ کام کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضری سے پردہ میں رہنے کا ارادہ کریں تو اس پر بھی قادر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی یہ بات ہمارے لئے درست ہے البتہ مامورات پر عمل کرتے ہوئے ریاکاری یا خود پسندی وغیرہ ہو تو وہ حجاب کا ذریعہ ہو گا اس وقت وہ مامور کی قسم سے نکل کر ممنوع کی قسم میں داخل ہو گا اس بات میں غور کرو یہ عمدہ بات ہے۔

شیخ کے فراق کو معمولی نہ سمجھے

ومن شأنه ان لا یتساھل بھجر شیخه، فقد قال سیدی محمد وفا رحمه الله : کل مرید ھجره أستاذه فلم یتأثر من ذلک ولم یشتق الیه ولم یبادر لتطییب خاطره علیه، فقد مقته الله و مکر به۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے چھوڑنے کو آسان نہ سمجھے۔ حضرت سید محمد وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے جس مرید کو اس کا شیخ چھوڑ دے اور اس بات کا اس پر کوئی اثر نہ ہو اور نہ ہی یہ بات اس کے لئے تکلیف کا باعث بنے اور وہ اس (مرشد) کے دل کو خوش کرنے کی جلدی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا اور اس شخص کو اپنی خفیہ تدبیر کا شکار بنا دیتا ہے۔

وكان سيدى أبو العباس المرسى رحمه الله يقول: عمدة أحوال المريد صدقه فى محبة أستاذه، كل مريد خاف من أحد من الخلق مع وجود أستاذه فهو كاذب فى استناده إليه، فإن المريد مع شيخه كولد اللبوة فى جحرها، أفتراها تاركة ولدها لمن يريد اغتياله؟ لا والله۔

حضرت ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے احوال میں سے عمدہ حالت وہ ہے جب وہ اپنے شیخ کی محبت میں سچا ہوتا ہے اور جو مرید اپنے مرشد کی موجودگی میں مخلوق میں سے کسی سے ڈرے، وہ اپنے مرشد کی طرف نسبت میں جھوٹا ہے کیونکہ مرید اپنے شیخ کے ساتھ شیرنی کے بچے کی طرح ہوتا ہے اس کے ساتھ سوراخ (غار) میں ہوتا ہے کیا تم نے دیکھا کہ جو اس کو چرانے کا ارادہ کرے وہ اس کے لئے اپنے بچے کو چھوڑ دیتی ہے، ہرگز نہیں اللہ کی قسم۔

تمہارا تعلق شیخ سے ہو نہ کہ شیخ کا تم سے

وكان يقول: لا تطالبوا الشيخ بأن يكون خاطره معكم، بل طالبوا أنفسكم بأن يكون الشيخ فى خاطركم، فعلى مقدار ما يكون عندكم تكونون عنده، لأن همته مصروفة إلى حضرة الحق تعالىٰ لا إليكم، فالمريد هو الذى يتعلق بشيخه، لا أن شيخه يتعلق به۔

ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ اس کے قلبی خیالات تمہارے ساتھ ہوں بلکہ اپنے نفس سے مطالبہ کرو کہ شیخ تمہارے خیالات میں ہو تو جس قدر وہ تمہارے پاس ہو گا اسی قدر تم اس کے پاس ہوگے کیونکہ شیخ کی ہمت بارگاہ خداوندی میں حاضری میں مصروف ہے، تمہاری طرف نہیں۔ پس مرید وہ ہوتا ہے جس کا شیخ سے تعلق ہو نہ یہ کہ شیخ کا اس سے تعلق ہو۔

وكثيراً ما يقع من أصحابى الصادقين أنهم يشهدونى معهم فى البلاد البعيدة كمصر و مكة والمدينة والروم، ويصيرون يحلفون بللّه أنهم رأونى هناک يقظة و مناماً فأعرف بذلک صدق ارتباطهم بى، فإني ما علمت أنى رحت إلى تلک البلاد إلا منهم ولو كنت

رحت حقيقةلكنت أعلم بذلك، فمن صدقا عتقادهم تخيلونی عندهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ”میرے کئی سچے مریدین کے لئے واقع ہوا کہ وہ دور دراز کے شہروں جیسے مصر، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، اور روم میں میرے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے مجھے وہاں بیداری اور خواب دونوں حالتوں میں دیکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مجھ سے اپنے تعلق میں سچے ہیں۔

بے شک میں نہیں جانتا کہ میں ان شہروں کی طرف جاتا ہوں مجھے صرف ان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے اگر میں حقیقتاً گیا ہوتا تو اس بات کا مجھے زیادہ علم ہوتا۔ پس اعتقاد کی صداقت کی وجہ سے وہ مجھے اپنے پاس خیال کرتے ہیں۔

وكان سيدى أبو العباس المرسى رحمه الله يقول: لا ينبغي أن يكون بين المريد و أستاذه عورة من حيث الأمراض التى عنده لأن شيخه طبيبه، و حال المريد الباطن عورة و يجوز كشفها للطبيب لضرورة التداوى، ولا ينبغي له أن يكلف شيخه بمكاشفته بعيوب، لأن الأشياخ منزهون فى كشفهم عن الاطلاع على العورات، لأنه كشف شيطاني يجب عليهم التوبة منه و سؤال الحجاب حتى لا يقع بصرهم على عورة أحد من خلق الله تعالىٰ، ولولا أن المريد يخبرهم بأحواله الباطنة ما عرفوها منه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید اور شیخ کے درمیان بیماریوں کے حوالے سے پردہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ شیخ اس کا طبیب ہے اور مرید کا باطنی حال پوشیدہ ہے اور علاج کی ضرورت کے تحت اس کا طبیب کے لئے کھولنا جائز ہے۔

اور اپنے مرشد کو اس بات کی تکلیف نہ دے کہ وہ اس کے عیبوں کو ظاہر کرے کیونکہ مشائخ پردے کی باتوں پر اطلاع کے کشف سے پاک ہوتے ہیں۔

کیونکہ یہ شیطانی کشف ہے ان پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور پردے کے امور کے بارے میں سوال کرنے سے بھی توبہ کریں تاکہ ان کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی ایک کے پردے کی بات پر نہ پڑے اور اگر مرید خود ان کو اپنے باطنی احوال کی خبر نہ دے تو ان کو اس کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔

و كان يقول: كل مريد تشوش من أستاذه إذا ناقشه فی أعماله و أحواله فقد جهل و أساء الأدب و نقض العهد، فإن الواجب فی اصطلاحهم علی الشيخ مناقشة المريد، و مطالبته بحقائق دعاويه، فإذا بلغ المريد مبلغ الرجال استغنی شيخه عن مطالبته بالبرهان لخروجه حينئذ عن مقام التلبيس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: ہر وہ مرید جو شیخ کی اس کے اعمال و احوال کے بارے میں پوچھ گچھ پر پریشان ہوتا ہے وہ جاہل اور بے ادب ہے ان لوگوں کی اصطلاح میں شیخ پر واجب ہے کہ مرید سے پوچھ گچھ کرتا رہے اور اس کے وعدوں کے حقائق کا مطالبہ کرے جب مرید مردوں کے مقام تک پہنچ جائے تو شیخ کو اس سے دلیل کے مطالبہ کے ضرورت نہیں رہتی کیونکہ اس وقت اشتباہ کے مقام سے نکل جاتا ہے۔

و رأی مرة مريداً قد زهد فی الدنيا و رأی نفسه بذلک علی إخوانه فقال: اسمع يا ولدی إن الذی رأيت نفسک بالزهد فيه علی إخوانک أصغر قدراً من ذلک لأنه لا يزن عند اللہ جناح بعوضة، فكيف تزدری المؤمن الذی هو أعظم حرمة من الكعبة بتركه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ ایک مرید کو دیکھا جس نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی اور اس وجہ سے اس نے اپنے آپ کو دیگر برادرانِ طریقت سے بلند خیال کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے بیٹے تم نے اپنے زہد کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے بھائیوں پر بلند مرتبہ دیکھا ہے اس کی قدر اس سے کم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں تو تو کس

طرح مؤمن کو حقیر جانتا ہے جو اس (تکبر) کو چھوڑنے کی وجہ سے کعبۃ اللہ سے زیادہ عزت والا ہوتا ہے۔

وكان يقول: اعمل أيها المريد على صحة نسبک من شيخک لتحيط بأنواره، فلا يدخل حضرة إلا و أنت معه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے شیخ کے ساتھ اچھی نسبت کے مطابق عمل کرتا کہ تو اس کے انوار کا احاطہ کر سکے پس جب وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گا تو تو بھی اس کے ساتھ ہو گا۔

وكان يقول: احفظ كل ما تسمعه من شيخک ولو لم يتفهمه حال السماع فإن قلم قلب شيخک ربما كتب فی قلبک ما لا تفهم أنت معناه فی الحال لتفهم معناه فی المستقبل، فاحتفظ به حتى يجیء أوانه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تم اپنے شیخ سے جو کچھ سنو اسے یادرکھو اگرچہ سنتے وقت اسے نہ سمجھو کیونکہ شیخ کے دل کا حکم بعض اوقات تیرے دل پر ایسی بات لکھ دیتا ہے جس کا معنٰی تو فی الحال سمجھ نہیں سکتا لیکن مستقبل میں سمجھ لے گا پس اسے یادرکھ حتیٰ کہ اس کو سمجھنے کا وقت آ جائے۔

وكان يقول: إذا صحّت نسبتک من شيخک كان تأثيره بالأمداد فيک أكثر من تأثير أذكارک و جميع أعمالک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب اپنے شیخ سے تیری نسبت صحیح ہو گی، تو تجھ میں مدد کے ساتھ اس کی تاثیر تیرے اذکار اور تمام اعمال کی تاثیر سے زیادہ ہو گی۔

وکان یقول: قلوب المریدین تحت ظل قلب الأشیاخ، وقد خاب من لم یکن تحت ظل قلب شیخ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مریدین کے دل مشائخ کے دل کے سائے میں ہوتے ہیں اور جو شیخ کے دل کے سائے میں نہیں ہوتا وہ نامراد ہوتا ہے۔

وکان یقول: مانظر مریدإلی شیخہ بعین توقیر وودادإلا کان سالکًا سبیل حق ورشاد۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید جب اپنے شیخ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ حق اور ہدایت کے راستے پر چلنے والا ہوتا ہے۔

وکان یقول: علیک أیھا المرید بالتقید بإشارۃ شیخک، فلئن تسیر قدماً واحداً علی أثر قدم شیخک أحسن لک من مائۃ ألف فرسخ تسیرھا بھواک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے شیخ کے اشارے میں قید ہو جائے اگر تو اپنے شیخ کے قدموں کے نشانات پر ایک قدم بھی چلے تو وہ اپنی خواہش کے مطابق ایک لاکھ فرسخ چلنے سے زیادہ اچھا ہے۔

وکان یقول: لا ینبغی لمرید أن یفارق شیخہ ولا خدمتہ حتی یعاین الطریق، ذوقاً لا علماً، فلا یقنع بسمعت ورویت، وإنما یقول: شھدت ورأیت۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے شیخ اور اس کی خدمت سے علیحدگی اختیار کرے حتیٰ کہ طریقت کا معائنہ ذوق کے ساتھ کرے علم کے ساتھ نہیں۔ وہ ان الفاظ پر کہ (سَمِعْتُ وَرَوَيْتُ) میں نے سنا اور روایت کیا، قناعت نہ کرے بلکہ وہ کہے (شہدت ورایت) میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا۔

وکان یقول: من إدب المرید مع شیخہ أن یری خدمتہ مقدمۃ علی خدمۃ ابیہ الطینی المجرد عما یعلمہ لہ شیخہ من الخیر، لأن أباہ کدرہ و أباہ الروحی صفاہ۔ و أباہ الطینی مزجہ

بالماء والطین، و أستاذہ رقاہ إلی أعلی علیین۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے شیخ کے ساتھ ادب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے جسمانی باپ کی خدمت سے اس کی خدمت کو مقدم کرے جو اس بھلائی سے خالی ہے جو شیخ نے اس کو سکھائی ہے کیونکہ اس کے باپ نے اسے گدلا کیا اور روحانی باپ نے اسے صاف کیا اس کے جسمانی باپ نے اسے پانی اور گارے کے ساتھ ملایا اور اس کے پیر و مرشد نے اسے اعلیٰ علیین کی طرف ترقی دی۔

و کان یقول: سماعک من شیخک کلمة أدب فی لحظة واحدة أفضل من أدب أبیک و معلمک فی الأدب الظاهر عشرین سنة و ذلک لأن العارف یؤدب روحک و غیره یؤدب نفسک، و إیضاح ذلک أن معلم الروح أعلی من معلم النفس، و إن کانا حقیقة واهدة عندالمحققین، و أین روح الولی المطهر من الأدناس من روح العاق الملطخ بالأدناس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تمہارا اپنے شیخ سے ادب کی ایک بات ایک لحظہ میں سننا باپ اور معلم کے ساتھ بیس سال کے ظاہری ادب سے افضل ہے کیونکہ عارف تمہاری روح کی تربیت کرتا ہے اور اس کا غیر تمہارے نفس کی تربیت کرتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ روحانی معلم نفسانی معلم سے اعلیٰ ہے اگرچہ محققین کے نزدیک ایک ہی حقیقت ہیں۔ ولی کی روح جو میل کچیل سے پاک ہے اس کا مقابلہ اس شخص کی روح سے کیسے ہو سکتا ہے جو میل کچیل سے بھرا ہوا ہو۔

شیخ سے تعلق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

ومن شأنه أن یکثر من شکر للّٰہ تعالی الذی جمعه علی الشیخ، فآن کل مرید لم یصادق رجلاًیربیه خرج من الدنیا وهو متلوث بالذنوب ولو کان علی عبادة الثقلین۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے شکر ادا کرے جس نے اسے شیخ کے ساتھ اکٹھا کر دیا کیونکہ ہر مرید کو ایسا مرد کامل نہیں ملتا جو اس کی تربیت کرے اور وہ دنیا سے یوں نکلتا ہے کہ گناہوں سے لتھڑا ہوتا ہے اگر وہ دو بڑی مخلوقوں (انسان و جن) کے برابر عبادت کرے۔

وکان سیدی أبو العباس المرسی رحمه اللّٰہ یقول: لا یصدق المرید فی محبة شیخه حتی یصیر کلامه من جهاته محیطاً به ولیس مراد العارفین بکلامهم للمرید إلا أن یخرجوه من الضیق إلی السعة، ومن الظلمة إلی النور۔

مرید اپنے شیخ کی محبت میں سچا نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس کا کلام ہر جہت سے اس کا احاطہ کرنے والا ہو۔

اور عارفین مرید سے جو کلام کرتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اسے تنگی سے کشادگی کی طرف اور اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جائیں۔

وکان یقول: المرید الصادق لا یطلب من الشیخ أن یقبل علیه کلما أتاه، فإن الشیخ مشغول بربه عز وجل، وربما یقع له فی بعض الأوقات أنه لا یعرف ولده فضلاً عن غیره، وربما کان فی جملة أهل بلده أو إقلیمه فلا یصیر له التفات إلی أحد من الخلق، ولا یلتفت إلا لمن یشارکه فی البلاء، وأنت أیها المرید ضعیف الحال، ولو أنک حین شارکته لعذرته حین یذوب جسمک کما یذوب الرصاص علی النار۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: سچا مرید اپنے شیخ سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ جب بھی اس کے پاس آئے وہ اس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ شیخ اپنے رب کی یاد میں مشغول ہوتا ہے اور بعض

اوقات اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو نہیں پہچانتا چہ جائیکہ کسی اور کو پہچانے اور بعض اوقات وہ اپنے شہر یا اپنے ملک کے لوگوں میں ہوتا ہے اور مخلوق میں سے کسی ایک کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی وہ صرف اسی کی طرف متوجہ ہوگا جو آزمائش میں اس کا شریک ہو اور اے مرید تیری حالت کمزور ہے اور اگر تم اس وقت اس کے ساتھ شریک ہو جب تمہارا جسم اس طرح پگھلے جیسے سیسہ آگ میں پگھلتا ہے تو تم اسے معذور سمجھو۔

تربیت کے سلسلہ میں شیخ کو نہ تھکانا

ومن شأنه أن لا یتعب شیخه فی تربیته بأن یکون سمیعاً مطیعاً لککل ما یشیر به علیه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ تربیت کے سلسلے میں اپنے شیخ کو نہ تھکائے بلکہ وہ اسے جس بات کا اشارہ دے، وہ سننے اور ماننے والا ہو۔

وقد کان الشیخ أبو العباس المرسی رحمه الله یقول: لیس المرید من یفتخر بشیخه، و إنما المرید من یفتخر شیخه به۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

لیس المرید من یفتخر بشیخه انما المرید من یفتخر شیخه به۔

مرید وہ نہیں جو اپنے شیخ پر فخر کرے بلکہ (کامل) مرید وہ ہے جس پر اس کا شیخ فخر کرے۔

وکان یقول: متی لم یکن المرید یعتقد فی شیخه الاعتقاد التام، و إلا لم یفلح علی یدیه بل تنعکس ظلمة باطنه علیه فیظن أن صفاته هو هی صفات شیخه فلا یهذبه بأخلاقه و لا یؤدبه بإطراقه و لا ینور باطنه بإشراقه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: جب مرید اپنے شیخ کے بارے میں مکمل (مضبوط) عقیدہ نہ رکھتا ہو تو وہ اس کے ہاتھ سے فلاح نہیں پا سکتا بلکہ اس کی باطنی تاریکی اس کے ظاہر پر آجاتی ہے اور

وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی یہ صفات اس کے شیخ کی صفات ہیں پس وہ اس کے اخلاق سے مہذب نہیں ہوتا اور اس کے راستوں پر نہیں چلتا اور نہ اس کی روشنی سے اپنے باطن کو منور کرتا ہے۔

وکان یقول: کل من لم یصبر علی صحبة شیخه ابتلاه الله بخدمة النساء و موت القلب۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے شیخ کی صحبت پر صبر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسے عورتوں کی خدمت اور دل کی موت میں مبتلا کرتا ہے۔

وکان الشیخ أبو الحجاج الأقصری رضی الله عنه یقول: من صدق فی الإرادة مع الشیخ لا یحتاج إلی الاجتماع بجسمه بل یکفیه التوجه إلیه بالقلب لأن صور صحة المعتقدات إذا ظهرت لا تحتاج إلی صور الأشخاص ولکن إن حصﷺ للمرید الجمع بین الصورتین فهو أکمل۔

حضرت شیخ ابو الحجاج الاقصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے شیخ کی ارادت میں سچا ہو اسے جسمانی طور پر اس کے پاس حاضر ہونے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے شیخ کی قلبی توجہ کافی ہوتی ہے کیونکہ جب اعتقادیات کی صحبت کی صورتیں ظاہر ہوں تو اشخاص کی صورتوں کی حاجت نہیں رہتی لیکن جب مرید کو دونوں صورتیں حاصل ہوں تو یہ زیادہ کامل ہے۔

شیخ کو اپنا مالک تصور کرے

وکان یقول: من شرط المرید أن لا یصحب شیخه بنفس ولا ملک ولا اختیار، بل یری نفسه ملکاً لشیخه یتصرف فیها کیف یشاء، وکل من طلب الوصول إلی مقامات الرجال بغیر محبة شیخ و مخالفة نفس فقد أخطأ الطریق۔

شیخ ابو الحجاج الاقصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرط سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ اس کا مالک اور مختار ہوتے ہوئے شیخ کی صحبت اختیار نہ کرے بلکہ اپنے نفس کو شیخ کی

ملکیت خیال کرے وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور جو شخص اپنے شیخ کی محبت اور نفس کی مخالفت کے بغیر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقامات تک پہنچنا چاہتا ہے وہ راستے سے خطا ہو گیا۔

وکان یقول: من خدم شیخه بلا أدب جره ذلک إلی العطب، و من خدمه بالأدب فقد حاز عز الدارین و حصل الأرب۔

وکان یقول کثیراً: لا ینال المرید الصادق درجة الرجال حتی یبذل الروح و یفنی إرادته تحت مراد شیخه، ثم ینشد:

ولو قیل لی مت مت سمعا و طاعة　　　وقلت لداعی الموت أهلاً و مرحبا

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص ادب کے بغیر اپنے شیخ کی خدمت کرتا ہے وہ اسے تھکاوٹ کی طرف کھینچتا ہے اور جو ادب کے ساتھ اس کی خدمت کرتا ہے وہ دونوں جہانوں کی عزت حاصل کرتا ہے اور اسے مقصود حاصل ہوتا ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرماتے تھے: سچا مرید اس وقت تک بڑے بڑے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنی روح کو مرشد کے اشارے کے مطابق پیش نہ کرے اور اپنے ارادے کو منع نہ کرے پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اگر مجھے کہا جائے مر جاؤ تو اس کی اطاعت گزاری میں مر جاؤں گا اور میں موت کے بلانے والے کو خوش آمدید کہوں گا۔

وکان یقول: من علامة شفاء المرید أن یرزق صحبة الشیوخ و لا یحترمهم۔

شیخ ابو الحجاج الاقصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

من علامة شقاء المرید ان یرزق صحبة الشیوخ و لا یحترمهم۔

مرید کی بد بختی کی علامت یہ ہے کہ اسے مشائخ کی صحبت عطا کی جائے اور وہ ان کا احترام نہ کرے۔

وكان أبو بكر الوراق رحمه الله يقول: كل مريد لا تغنيه رؤية شيخه عن الطعام والشراب أسبوعاً فليس بصادق۔

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس مرید کو شیخ کی زیارت کھانے اور پینے سے ایک ہفتہ تک بے نیاز نہ کرے وہ سچا نہیں۔

وكان يقول: كل مريد لا ينتفع بأفعال شيخه لا ينتفع بأقواله۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کل مرید لا ینتفع بافعال شیخہ لا ینتفع باقوالہ۔ جو مرید اپنے شیخ کے افعال سے نفع حاصل نہیں کرتا وہ اس کے اقوال سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔

وكان يقول: كل مريد اشتغل بخدمة شيخه ترقى الى حسن خدمة الله عز وجل، ومتى فرط فى خدمة شيخه حرم حسن معاملة الحق تعالىٰ فعليكم أيها المريدون بخدمة الأشياخ، فإنهم كالصياد الذى يصطاد المريدين من أفواه الشياطين، وكل من بلعه الشيطان فى بطنه شقى إلى الأبد۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اپنے شیخ کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے وہ اللہ کی اچھی عبادت کی طرف ترقی کرتا ہے اور جب وہ اپنے شیخ کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالی کے ساتھ حسن معاملہ سے محروم رہتا ہے۔

پس اے مرید! تم پر مشائخ کی خدمت لازم ہے کیونکہ یہ حضرات اس شکاری کی طرح ہیں جو مریدوں کو شیطانوں کے مونہوں (منہ) سے شکار کرتے ہیں اور جس کو شیطان اپنے پیٹ میں نگل لیتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدبخت ہو جاتا ہے۔

خلوت نشینی کا حکم ملے تو مانو

وکان یقول: إذا أمرک شیخک بالخلوۃ فاسمع ولا تطالبه بدلیل علی ذلک وتقول آنما اختلی رسول اللہ ﷺ فی غار حراء قبل نزول الوحی علیه فلما نزل الوحی علیه لم یبلغنا أنه اختلی، وقد وجدنا نحن بحمد اللہ الوحی "من قرآن وسنة" وما بقی إلا العمل بهما، فأی فائدة للخلوۃ؟ بل اسمع لشیخک فإنه إنما یرید بخلوتک تقویة استعدادک وتهیته العمل بالکتاب والسنة، حتی تتلطف کثافتک بالریاضة، فتصیر تفهم أسرار الشرع وترسسخ فی مقام الإیمان، فلا یفتنک الشیطان، لا فی الحیاۃ، ولا عندالموت، فالخلوۃ مرتب علیها العمل بثمرۃ الوحی وظهور نور للہ عزوجل، وإنما کانت أربعین یوماً لأن مدۃ الدرّ فی صدفه کذلک، وکذلک هی عدد أیام توبة نبی اللہ تعالیٰ داؤد، وفیها یکون نتاج النطفة علقة، ثم مضغة، ثم صورۃ۔

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تمہارا مرشد تمہیں خلوت کا حکم دے تو اس کی بات سنو اور اس پر اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ رسول اکرم ﷺ نزول وحی سے پہلے غار حرا میں خلوت نشین ہوتے تھے جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ پر وحی نازل ہوئی تو ہمیں معلوم نہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلوت اختیار کی ہو۔ اور الحمدللہ ہم نے وحی کو قرآن و سنت سے پایا اب تو صرف ان دونوں پر عمل باقی رہ گیا۔ اب خلوت کی کیا ضرورت ہے؟

بلکہ اپنے شیخ کی بات مانو بے شک وہ تمہاری استعداد کی تقویت اور اسے کتاب و سنت پر عمل کے لئے تیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے تاکہ ریاضت کی وجہ سے تمہاری کثافت لطیف ہو جائے اور تمہاری یہ حالت ہو جائے کہ تم شریعت کے اسرار کو سمجھ سکو اور ایمان کے مقام میں راسخ ہو جاؤ پس شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال سکے، نہ زندگی میں اور نہ موت کے بعد۔

پس خلوت پر وہ عمل مرتب ہوتا ہے جو وحی کا ثمرہ ہوتا ہے اور (اسی سے) اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ہوتا ہے۔

چالیس دن اس لئے مقرر کئے گئے کہ موتی صدف کے پیٹ میں اتنی مدت رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ کے دن بھی اتنے ہی ہیں۔ اتنے دنوں میں نطفہ جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا اور پھر صورت اختیار کرتا ہے۔

و کان یقول: علیک أیها المرید بصحبة الشیخ صاحب الحال, فإن لم تجده فعلیک بصاحب المقال, قال تعالیٰ: "فإن لم یصبها وابل فطلّ" و إیاک و صحبة من لا حال له و لا مقال۔

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے مرید تم پر صاحب حال شیخ کی صحبت لازم ہے اگر وہ نہ ملے تو صاحب مقال (جس کی گفتگو اچھی ہو) کی صحبت اختیار کرو۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَإِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ۔

پھر اگر زور کا مینہ نہ پہنچے تو اوس کافی ہے۔

ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو جو صاحب حال ہیں نہ صاحب مقال۔

و سمعت سیدی محمد الشناوی رحمه اللہ یقول: لا یکمل الفقیر إلا إن کان ذا مال و حال, و قال: من لم یطعه بحاله أو مقاله أطاعه بماله۔

حضرت محمد شناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: فقیر کی تکمیل اس وقت ہو سکتی ہے جب مقال اور حال والا ہو۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جس شخص کی اطاعت حال یا مقال کی وجہ سے نہ ہو (تو کم از کم) اس کے مال کی وجہ سے اطاعت ہوتی ہے۔

وسمعت سیدی محمد الشناوی رحمه الله یقول: هل العراق حال بلاقال، وأهل الشام قال بلاحال، وغالب مشایخ مصر لا حال ولا قال، فلاتصحب أحداً منهم إلا بعد تفتیش۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اہل عراق حال ہیں قال نہیں، اہل شام قال ہیں حال نہیں اور مصر کے اکثر مشائخ صاحب حال بھی ہیں اور صاحب قال بھی ہیں۔ پس ان میں سے کسی کی صحبت تفتیش کے بغیر اختیار نہ کرو۔

وکان أبو محمد الکتانی رحمه الله یقول: إذا مات شیخ الإنسان ولم یجد بعده إلا من هو دون شیخه فی الدرجة، بحیث لا یکفیه فی طریق سلوکه، فلا ینبغی له أن یخدمه بل یخدم الله تعالیٰ، فأنه أولیٰ به۔

حضرت ابو محمد کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب آدمی کا مرشد فوت ہو جاتا ہے تو وہ ایسے شخص کو پاتا ہے، جس کا درجہ اس کے شیخ کے درجہ سے کم ہوتا ہے اس طرح وہ اسے سلوک کے راستے میں کافی نہیں ہوتا، پس اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

وکان یقول: ماثقل مرید علی قلب شیخ إلا لعلة بالمرید أخفاها عن الشیخ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا شیخ کے دل پر بھاری ہونا اس بیماری کی وجہ سے ہے جو مرید میں پائی جاتی ہے اور وہ اسے اپنے شیخ سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

وکان یقول: حضرة الشیوخ صباغة، فکل من دخل علیهم بشیء من انکار أو اعتقاد خرج مصبغاً به۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیوخ کی خدمت میں حاضری رنگ کا چڑھنا ہے پس جو شخص ان کے پاس کسی چیز یعنی انکار یا اعتقاد کے ساتھ داخل ہوتا ہے وہ اسی رنگ میں رنگا ہوا نکلتا ہے۔

وکان يقول: من الشيوخ من ينتفع به مريده الصادق بعد موته أكثر من انتفاعه به حال حياته، و بعضهم سمع نطق شيخه من قبره يأمره و ينهاه كأنه يقول: صحبة الشيخ الذی يتنزل لمقام المريد هی النافعة، فإن من لا يتنزل لمريده لا يقدر ميرده يسير وراه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: بعض مشائخ ایسے ہیں کہ ان کا سچا مرید ان کی وفات کے بعد ان سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے، اور بعض نے اپنے شیخ کی قبر سے ان کی گفتگو سنی وہ ان کو حکم دیتے اور منع کرتے تھے۔

اس شیخ کی صحبت جو مرید کے لئے اپنے مقام سے نیچے اترتا ہے یہی صحبت نافع ہے کیونکہ جو (مرشد) اپنے مرید کے لئے نہیں اترتا مرید اس کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

شیخ کے راز کسی کو نہ کہے

وکان يقول: إياک أن تفشی أسرار شيخک فی تقريره لكلام القوم لمن لا يؤمن به و لا ذوق له فی الطريق، ربما مقتک الشيخ بسبب ذلک فلم تفلح بعدها۔

حضرت ابو محمد کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے شیخ کے وہ اسرار جو وہ اپنی تقریر میں صوفیاء سے گفتگو کے دوران بیان کریں، اسے ان لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرو جو اس پر اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کے لئے طریقت میں کوئی ذوق ہے۔ بعض اوقات اس وجہ سے مرشد تم پر ناراض ہوگا پس تم اس کے بعد کامیابی حاصل نہیں کرسکوگے۔

وسمعت و رأيت خلقاً من هؤلاء كثيراً فشوا أسرار أشياخهم و شنو الغارة بتحريفهم كلام شيخهم عن مواضعه و بعضهم قتل، و قد أخفى رسول الله ﷺ قراءة القرآن مدة بحضرة من لا يؤمن به حتى قوی الإسلام و أسلم عمر بن الخطاب و غيره۔

میں نے بہت سے لوگوں سے سنا اور دیکھا کہ انہوں نے اپنے مشائخ کے اسرار کو فاش کیا اور انہوں نے مشائخ کے کلام کو اس کی جگہ سے بدلنے میں چاروں طرف سے لوٹ مار کی تو ان میں سے بعض قتل ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ ایک عرصہ تک ان لوگوں سے پوشیدہ ہو کر قرآن پاک پڑھتے رہے جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے حتیٰ کہ اسلام مضبوط ہو گیا اور حضرت عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ایمان لے آئے۔

وسمعت سيدى علياً المرصفي رحمه الله يقول: إياک أيها المريد أن تفشي أسرار شيخک بين إخوانک من أصابه، فربما نقضوا عهد شيخهم واجتمعوا بأعدائه و بمن لا يؤمن بكلامه، و شنوا عليه الغارة، و صاروا يقولون: ما سمعنا ذلک إلا من أخص أصحابه۔

حضرت علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے مرشد کے رازوں کو ان کے مریدین میں سے اپنے پیر بھائیوں کے درمیان پھیلانے سے بچو پس بعض وہ ہیں جو اپنے شیخ سے لئے گئے وعدہ کو توڑ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں جو اس (مرشد) کے دشمن ہیں اور اس کے کلام کو نہیں مانتے اور انہوں نے چاروں طرف سے لوٹ مار کی اور اس طرح ہو گئے کہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ بات ان (مرشد) کے خاص مریدین سے سنی ہے۔

فإياک يا أخي و عثرات اللسان بإظهار عثرات شيخک، فربما تغيرت أحوال من أفشيت سر شيخک لهم، و جعلوا ما سمعوه منک سلاحاً لوقت العداوة، فكيف بعثرات اللسان عند من ليس هو من أهل طريقک؟؟

پس اے بھائی! اپنے شیخ کے رازوں کو بیان کرنے کی لغزش سے اپنی زبان کو بچاؤ، بعض ان لوگوں کے احوال بدل جاتے ہیں جن کے سامنے تم نے اپنے شیخ کے راز کو ظاہر کیا اور وہ عداوت کے

وقت ان باتوں کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ اہل طریقت سے نہیں ہیں ان کے نزدیک زبان کی لغزش کا کس طرح خطرناک نتیجہ نکلا۔

قال: و قد أصيب من هذا الباب خلق كثير لثقتهم بأصدقائهم, فالعاقل من صحب شيخه كما يصحب الملوك، و قد أنشدوا في ذلك:

إذا صحبت الملوك فالبس من التوقي أجلّ ملبس

و ادخل إذا دخلت أعمى و اخرج إذا خرجت أخرس

و قد كان أبو القاسم الجنيد رحمه الله إذا طلب أحد منه الصحبة يقول له: اذهب فاخدم الملوك، ثم تعال بعد ذلك نصحبك۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اور بہت سے لوگ اس کا شکار ہوئے کیونکہ وہ اپنے دوستوں پر اعتماد کرتے تھے۔ پس عقل مند وہ ہے جو اپنے شیخ کی صحبت اس طرح اختیار کرتا ہے جس طرح وہ بادشاہ کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں یہ اشعار پڑھے:

جب تم بادشاہوں کی صحبت اختیار کرو تو اس کے منفی اثرات سے بچنے کے لئے تقویٰ کا بہترین لباس پہنو جب داخل ہو تو اندھے بن کر داخل ہو اور جب نکلو تو گونگے بن کر نکلو۔

حضرت ابو القاسم جنید رحمہ اللہ سے جب کوئی صحبت کا مطالبہ کرتا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے فرماتے: جاؤ اور بادشاہوں کی خدمت کرو پھر اس کے بعد آ جاؤ ہم تمہیں اپنی صحبت میں لے لیں گے۔

من شأن المريد أن لا يقول لشيخه لم؟

ومن شأنه أن لا يقول لشيخه قط لم، فقد أجمع الأشياخ على أن كل مريد قال لشيخه لم، لا يفلح فی الطريق۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ سے کبھی نہ پوچھے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ اس بات پر مشائخ کا اجماع ہے کہ جو شخص اپنے شیخ سے (اعتراضاً)"کیوں" کہتا ہے وہ طریقت میں فلاح نہیں پاتا۔

و کان الشیخ عبدالرحمن الجیلی رضی اللہ عنہ یقول: ربما منع المرید من الزیادۃ فی المقامات لأجل قولہ لشیخہ لم؟ فإنہ ذنب عند أھل الطریق و لا یشعر بہ غیرھم، فإن الطریق کلھا أدب و تأدیب، فمن تأدب مع حضرۃ شیخہ، تأدب مع حضرۃ اللہ تعالیٰ، و من أساء الأدب مع حضرۃ شیخہ، أساء الأدب مع حصرہ اللہ تعالیٰ، و لا یکمل شیخ فی مقام التربیۃ حتی یناقش المرید فی الأدب معہ أو مع اللہ تعالیٰ مناقشۃ الجلیس جلیسہ، و الصاحب صاحبہ، لأن الأشیاخ بوّابو حضرات الحق تعالیٰ، فھم یعلمون کل من أراد دخول حضرۃ من الحضرات آداب تلک الحضرۃ رضی اللہ عنھم أجمعین، فما نفرت نفسہ من مناقشۃ شیخہ إلا من أشقاہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ عبد الرحمن الجیلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: بعض اوقات مرید کو مزید مقامات کے حصول میں رکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے شیخ سے لفظ کیوں استعمال کرتا ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک یہ گناہ ہے اور دوسرے لوگوں کو اس کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ طریقت مکمل طور پر ادب اور تادیب ہے پس جو شخص اپنے مرشد کے ساتھ ادب کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے وہ بارگاہ خداوندی میں بھی باادب ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے مرشد کا بے ادب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔

تربیت کے مقام میں شیخ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کے معاملے میں مرید سے اس طرح جرح نہ کرے جس طرح دو ہم نشین باہم ایک دوسرے پر جرح کرتے ہیں۔ یا دو ساتھی ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے ہیں، کیونکہ مشائخ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے دربان ہوتے ہیں پس وہ ان لوگوں کو جو بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا ارادہ کرتے ہیں اس بارگاہ کے آداب سکھاتا ہے (اور جو ان آداب سے محروم ہو ان کو اس پاک بارگاہ میں داخل نہیں ہونے دیتے، بلکہ جو داخل ہو چکے ہیں ان میں سے کسی سے بھی اگر بے ادبی صادر ہو جائے تو ان کو بارگاہ سے باہر پھینک دیتے ہیں، موئلف)۔

پس شیخ کے مناقشہ (احتساب) سے وہی نفرت کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بدبخت قرار دے دیا ہو۔

وکان يقول: لا تجالسوا الشيخ إلا بالأدب، فقد أساء قوم الأدب مع الشيخ فمقتوا و محی اسمهم من ديوان أهل الإرادة۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیخ کے ساتھ ادب کے بغیر نہ بیٹھو ایک جماعت نے شیخ کی بے ادبی کی تو اہل طریقت کے رجسٹر سے ان کا نام مٹا دیا گیا۔

وکان يقول: كل أديب لا يؤدبه الصوفية فليس بأديب۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو باادب شخص صوفیاء کا ادب نہیں کرتا وہ (حقیقت میں) باادب نہیں ہے۔

احتساب پر صبر کرنا

وکان کثیراً مایقول: علیک بمناقشة نفسک، والصبر علی مناقشة شیخک لک، فإنه ما یناقشک إلا فی إزالة ما یمنعک من المواهب۔ ویحجبک عن شهود ما فیک من العجائب، فإنه ما ورد علیک وارد ولا ظهر إلا وهو منک، ولا جلی علیک أمر إلا وآصله منک، مثال ذلک: النواة إذا زرعت فکل شیئ ورد علیها من ورقها وثمرها کان فیها مودعاً بالقوة، کذلک أنت أیها المرید لا یرد علیک شیء خارج عنک، بل کل وارد علیک کان فیک غیباً، ثم إنه ظهر لک شهادة لتعرف مقدار ما أنعم اللہ تعالیٰ به علیک من الطاعات فتشکره، وما فیک من النقائص فتستغفره، ووراء ما أشرنا إلیه رموز ولغوز، فی ضمنها کنوز، یاسعد من لها یجوز۔

شیخ عبدالرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرماتے تھے: تم پر اپنے نفس سے جھگڑا کرنا لازم ہے اور جب تمہارے مرشد تم سے مناقشہ کریں تو تم پر صبر لازم ہے کیونکہ وہ تم سے اس لئے مناقشہ کرتے ہیں کہ تم سے وہ باتیں زائل کر دیں جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کے راستے میں رکاوٹ ہیں اور جو عجائب تم میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے وہ باتیں تمہیں پردے میں رکھتی ہیں کیونکہ تم پر جو چیز وارد ہوتی ہے یا تم پر ظاہر ہوتی ہے وہ تمہاری جانب سے ہی ہوتی ہے اور جو کچھ تم پر روشن ہوتا ہے اس کی اصل بھی تم ہی سے ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ گٹھلی کو جب بویا جاتا ہے تو ہر وہ چیز جو اس پر وارد ہوتی ہے جیسے اس کے پتے اور پھل (وغیرہ) تو اس گٹھلی کی قوت ان سب میں موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اے مرید! تم پر وارد ہونے والا معاملہ تم سے خارج نہیں ہوتا بلکہ تم پر جو کچھ وارد ہوتا ہے وہ تم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ پھر وہ تمہارے لئے ظاہر ہوتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر

عبادات کے ساتھ تم پر انعام کیا ہے پھر تم اس کا شکر ادا کرو اور تم میں جو خامیاں ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔

جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے سچے رموز اور اشارے ہیں، ان کے ضمن میں خزانے ہیں وہ شخص خوش قسمت ہے جس کے لئے یہ جائز ہیں۔

وكان يقول: كل مريد رأى نفسه معرضة عن موادة الشيخ وإخوانه، فليعلم أنه قد شرع في الأخذ في طرده عن باب الله عز وجل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے نفس کو دیکھے کہ وہ اپنے شیخ اور برادرانِ طریقت کی محبت سے اعراض کر رہا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا درگاہِ خداوندی سے راندہ ہونے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔

مرشد کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا

ومن شأنه أن لا يرى أنه كافأ أستاذه ولو خدمه ألف عام، وأنفق عليه الألوف من المال، ومن خطر بباله بعد ذلك أنه قابله بشيء فقد خرج عن الطريق، ونقض العهد، فقد كان الشيخ داؤد بن باخلا السكندري شيخ سيدي محمد وفا يقول: لا يصح من مريد أن يرى أنه يعترض على شيخه لأن ذلك الأمر الذي استفاده منه لا يقابل بالإعراض۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس بات کو نہ دیکھے کہ اس نے اپنے مرشد کا حق ادا کر دیا، اگرچہ ہزار سال اس کی خدمت کرے۔ اور اس پر ہزاروں کے حساب سے مال خرچ کرے، جس شخص کے دل میں یہ خیال آئے کہ اس نے اس کا بدلہ دے دیا ہے وہ طریقت سے نکل گیا اور اس نے عہد توڑ دیا۔

حضرت شیخ داؤد بن باخلا سکندری رحمہ اللہ تعالیٰ (جو حضرت شیخ محمد وفا رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد تھے) فرماتے تھے: مرید سے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ یہ خیال کرے کہ اس نے اپنے شیخ کو بدلہ دے دیا کیونکہ جو کچھ اس نے اس سے فائدہ حاصل کیا وہ سامان کے مقابل نہیں۔

و کان الشیخ أبو الحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ یقول: لا تصحبوا الأشیاخ إلا بصدق و إذعان و صبر علی جفائهم لکم بغیر سبب ظاهر، و لا تأتوهم إلا بهمة و قادة، فإنه أسرع فی قبل الشیخ لکم، و ما قال شیخ قط لمرید جاء یطلب الطریق اصبر یوماً أو یومین أو ساعة إلا لم ایراه من فتور همة ذلک المرید و سوء أدبه، و لو أنه رآی عنده أدباً لبادر لأخذ العهد علیه، و لم یجز للشیخ أن یقول قف ساعة لأن ذلک یطفیء نار عزم المرید۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مشائخ کی صحبت سچائی، یقین اور ان کی طرف سے اس زیادتی (تکالیف) پر صبر کے ساتھ اختیار کرو جو کسی ظاہری سبب کے بغیر انہوں نے تم پر کی۔ اور ان کے پاس ہمت اور تابعداری کے ساتھ حاضر ہو اس طریقہ سے شیخ تمہیں بہت جلد قبول کرلے گا جب کوئی مرید طریقت کی طلب کے لئے شیخ کے پاس آئے اور وہ اس سے کہے ایک یا دو دن یا ایک گھڑی صبر کرو تو وہ یہ بات اس لئے کہتا ہے کہ وہ اس مرید کی ہمت میں کچھ کوتاہی یا بے ادبی دیکھتا ہے اور اگر وہ اس میں ادب دیکھے تو اس سے عہد و پیمان لینے میں جلدی کرے اور شیخ کے لئے جائز نہیں کہ وہ کہے کچھ دیر ٹھہرو کیونکہ اس سے مرید کی ارادت کی آگ بجھ جاتی ہے۔

و کان سیدی علی بن وفا رحمه اللہ یقول: یجب علی المرید أن یلقی حیله و أسبابه و کل ما اعتمد علیه من معمولاته بین یدی أستاذه حتی یلتقمها حکمه و حکمته، فلا یبقی له عمدة علی علم و لا عمل دونه، فلا یری اعتماده بعد اللہ إلا علی فضل شیخه، و لا وصول خیر له إلا بواسطته، کل ذلک لیسیر به الأستاذ إلی حضرة ربه فی حال نجوی نفسه لیلاً، و یخرجه من مواطن تحکم العدو، إلی مقامات حکم الحق جل و علا، و هناک لا تزلزله الزلازل و إن

اشتدت۔

سیدی علی بن وفار حمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام ذرائع اور اسباب اور اپنے وہ تمام معمولات جن پر وہ اعتماد کرتا ہے اپنے شیخ کے سامنے ڈال دے حتیٰ کہ اس کے حکم اور حکمت کو لقمہ بنالے اور اب اس کے علاوہ علم و عمل پر اس کا اعتماد نہ رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بعد صرف اپنے شیخ کے فضل و احسان پر اعتماد کرے اور یہ یقین کرلے کہ اسے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اس کے مرشد کے واسطہ سے ہی پہنچتی ہے۔

یہ تمام باتیں اس لئے اختیار کرے تاکہ جب وہ رات کے وقت اپنے رب سے مناجات کرے تو اسے اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کردے اور دشمن کے فیصلے کے مقام سے نکال کر حق جل وعلاء کے مقامات کی طرف لے جائے پھر اس مقام پر شدید ترین زلزلے بھی اس کو جھنجھوڑ نہیں سکیں گے۔

شیخ کا آستانہ پکڑ لو

وكان يقول كثيراً: ملازمة المريد للشيخ قد تكون أفضل من سفر المريد إلى مكة، لأن الأستاذ إنما جعل ليرقى المريد إلى معرفة رب البيت الذى هو أعظم من البيت، و كيف للمريد أن يترك تعظيم بيت وضعه الحق تعالیٰ لمعرفته و أسراره، و يشتغل ببيت وضعه الحق تعالیٰ للناس فإن حضرة الأستاذ هی من حضرة الحق جل وعلا، التی احتوت علی أسرار أئمة الهدى، لأنه وارث علم الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ومن شأنه أن لا يأتی حضرة أستاذه قط إلا بالصدق، ولو تكرر إتيانه كل يوم ألف مرة۔

شیخ علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا شیخ کے دروازے کو لازم پکڑنا بعض اوقات مرید کے بیت اللہ کی طرف سفر کرنے سے افضل ہوتا ہے کیونکہ مرشد اس لئے بنایا گیا ہے کہ وہ مرید

کو بیت اللہ کے رب کی معرفت کی طرف ترقی عطا کرے اور بے شک وہ رب (اللہ تعالیٰ) اس گھر (بیت اللہ) سے زیادہ عظیم ہے۔

اور مرید اس گھر کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے اسرار کی معرفت کے لئے بنایا(یعنی مرشد) اور وہ اس گھر میں مشغول ہو جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے بنایا کیونکہ مرشد کے ہاں حاضری بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے جو ہدایت کے اماموں (انبیاء کرام علیہم السلام) کے اسرار پر مشتمل ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا وارث ہے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کی خدمت میں سچائی کے ساتھ ہی حاضر ہو، اگرچہ اسے ہر دن ایک ہزار مرتبہ آنا پڑے۔

وقد کان سیدی علی بن وفا یقول: ما جاء مرید إلی حضرة أستاذه بالصدق إلا و کان من أهله و جاز للشیخ کشف الأسرار له، و ان جاء بغیر الصدق کان أمره بالعکس۔

سیدی علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اپنے مرشد کے پاس سچے دل کے ساتھ آیا وہ اس کا اہل ہو جاتا ہے، اور مرشد کے لئے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے رازوں کو کھول دے اور اگر صدق کے بغیر آئے تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

و کان یقول: إذا اعتقدت فی أستاذک أنه مطلع علی جمیع أحوالک فقد عرضت علیه صحیفتک فقرأها، فهو إما یشکرک، و إما یستغفر لک، فیا سعادة من کان له أستاذ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر مرشد کے آتے ہی تمہارا اعتقاد یہ ہو کہ وہ تمہارے تمام احوال پر مطلع ہے پس تم نے اپنا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا اور اس نے اسے پڑھ لیا اب یا تو وہ تمہیں شاباش دے گا یا تمہارے لئے بخشش طلب کرے گا تو وہ شخص کتنا خوش بخت ہے جس کا کوئی مرشد ہو۔

و كان يقول: إياک أن تقيس حال أستاذک على حالک، فتهلک و لا تشعر، لأن الشيخ إنما يبكي و يتضرع لأجل أتباعه، حتى يقتدوا به في ذلک، و ربما بكى و تضرع لله تعالٰى ليشفع فيهم حتى لا يعاجلهم الحق تعالى بالعذاب لأجل إصرارهم على الذنوب، فتكون شفاعة غيبيّة فيهم۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تمہیں اس بات سے بچنا چاہیئے کہ تم اپنے مرشد کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرو اس طرح تم ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کیونکہ مرشد اپنے پیروکاروں کے لئے روتا اور گڑگڑاتا ہے حتیٰ کہ وہ بھی اس سلسلے میں اس کی اقتداء کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کا رونا گڑگڑانا ان کی سفارش کے لئے ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کے گناہوں پر اصرار کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا پس یہ ان کی غائبانہ شفقت ہوتی ہے۔

و كان يقول: من وجد من شيخه ضيقاً و حرجاً و مشقة، و وجد نفسه نافرة مما يأمره به أو ينهاه عنه، فليصبر وجوباً آن لم يصل إلى مقام الرضى و انشراح الصدر، و ليسأل الله تعالىٰ كشف الحجاب حتى يطلعه الحق تعالى على مراد شيخه له من حصول الخير في الدنيا و الآخرة، فإنه لو كشف حجابه لذهب عنه الضيق و الحرج جملة، بادر هو إلى ذلک الأمر۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو مرید اپنے شیخ سے تنگی، حرج اور مشقت پائے اور مرشد اسے جس بات کا حکم دے یا منع کرے وہ اس سے نفرت کرے تو اگر وہ مقام رضا اور انشراح صدر کے مقام تک نہیں پہنچا تو اس پر صبر کرنا واجب ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حجاب اٹھانے کا سوال کرے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے مرشد کی مراد پر مطلع کر دے کہ وہ اس کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے سامنے سے پردہ اٹھا دے تو اس سے تمام تنگی اور حرج چلا جائے گا اور وہ اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرے گا۔

شیخ کے حکم کاراز

و تأمل یا أخی لو أمرک إنسان بحفر کوم عال لا یستنبط منه ماء کیف یثقل علیک ذلک، فإذا أخبرک من تثق به أن تحت ذلک التراب کنزاً من ذهب لیس دونه موانع، کیف یخفّ علیک الحفر و نقل التراب، و لو مکثت فی ذلک شهراً و أکثر۔ فهکذا الحکم فیما یأمرک به أستاذک، لا یخلو قط من فائدة، و إنما کتم عنک ثمرة العمل خوفاً علیک أن تعمل لأجل غرض دنیوی أو أخروی فیحبط عملک أو یفوت کماله، فأراد منک ان تعمل لله عز و جل امتثالاً لأمره والله أعلم۔ ومن شأنه أن لا یحدّث نفسه بمفارقة أستاذه إذا صار علمه یتجلّی فیه بدیهة، بل یلازمه أبداً ما عاش، فإذا کان من شأنه ذلک مع کونه قد صار کأنه هو فکیف یفارقه وهو یولد عنده بتعلیمه المعلومات کالطفل الذی یرضع من ثدی أمّه فلعله یهلک۔

اے بھائی! غور کرو اگر کوئی شخص تمہیں ایک ایسی بلند جگہ کو کھودنے کا حکم دے جس سے پانی نہ نکلتا ہو تو وہ تم پر کتنا بھاری ہو گا اور جب کوئی ایسا شخص جس پر تمہیں اعتماد ہو وہ تمہیں بتائے کہ اس مٹی کے نیچے سونے کا خزانہ ہے اور اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تو تجھ پر کھودنا اور مٹی کو منتقل کرنا کس طرح آسان ہو جائے گا اگرچہ تجھے یہ کام کرنے میں ایک مہینہ یا اس سے زیادہ مدت لگے۔

تو تیرے مرشد کے حکم کی بھی یہی کیفیت ہے وہ کبھی بھی فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ تم سے عمل کا نتیجہ اس لئے چھپاتا ہے کہ اسے اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں تم دنیوی یا اخروی غرض کے لئے عمل نہ کرو پس تمہارا عمل ضائع ہو جائے یا تم کمال (حاصل کرنے) سے محروم ہو جاؤ۔ مرشد کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ تم اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرو۔ و اللہ و رسولہ اعلم بالصواب

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد سے جدائی کا خیال بھی دل میں نہ لائے اگرچہ اس کا علم اس مقام کو پہنچ جائے کہ وہ واضح روشنی دینے لگے، بلکہ وہ عمر بھر اس کے ساتھ رہے۔

پس یہ بات اس وقت ہے جب وہ اپنے مرشد کا مظہر بن جاتا ہے تو وہ اس سے کیسے جدا ہو سکتا ہے جب اس کے پاس رہنے سے اسے معلومات حاصل ہوتی ہیں اور اس بچے کی طرح ہوتا ہے جو اپنی ماں کے پستان سے دودھ پیتا ہے پس (دوری میں) اس کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔

وقد کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: الزم الأستاذ فإنه یُظهر ة سرّ الربوبیة، فربما أوحی إلیک ربک فی حجاب قلب شیخک من طریق الإلهام، فإن قلبه مظهر سر الربوبیة، فعلی المرید أن یقف عند أمر أستاذه و لا یتعداه، و لا یلتفت عن أستاذه یمیناً و لا شمالاً، إذ لیس المرید من یتوجه بقلبه إلیه غیر الأستاذ، و لیس من مرتبته صحة التوجه إلی الحق تعالیٰ لجهله به إلا أن یکون مضطراً۔

سیدی علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے استاذ کے دامن سے وابستہ رہو وہ الوہیت کے رازوں کو ظاہر کرتا ہے۔ بعض اوقات تمہارا رب تمہارے شیخ کے دل کے پردے میں تجھے الہام کرتا ہے کیونکہ اس کا دل ربوبیت کے راز کا مظہر ہے پس مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے حکم پر ٹھہر جائے اور اس سے تجاوز نہ کرے اور اپنے شیخ سے دائیں بائیں توجہ نہ کرے کیونکہ مرید وہی ہوتا ہے جس کے دل کی طرف صرف اس کے شیخ کی توجہ ہوتی ہے۔ اور اس کا یہ مقام نہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ صحیح ہو کیونکہ وہ اس سے لاعلم ہے مگر یہ کہ مجبور ہو۔

دنیامیں تمہارے لئے سفارش

وكان يقول: من أرشدك إلى ما به تتخلص من غضب ربك عليك و تحصل به في رضوانه، فقد شفع فيك عند ربك من هذه الدار، لكن بشرط أن تطيعه و تقبل منه ما يرشدك إليه، فإن لم تطعه ولم تقبل منه ما أرشدك إليه، فلا تنفعك شفاعته فيك، قال تعالٰى في حق أقوام: (فماتنفعهم الشافعين فمالهم عن التذكرة معرضين)۔

شیخ علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اس بات کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہے جس کے ذریعہ تم اپنے رب کے غضب سے بچ سکتے ہو اور اس کی رضا حاصل کر سکتے ہو تو وہ اسی دنیا میں تمہارے رب کے ہاں تمہاری سفارش کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو اور اس سے وہ بات قبول کرو جو اس کی طرف تمہاری رہنمائی کرے۔

اور اگر تم اس کی بات نہ مانو اور اس سے وہ بات قبول نہ کرو جو اس کی طرف تمہاری راہنمائی کرے تو تمہارے حق میں اس کی شفاعت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

کچھ لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَاتَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُالشّٰفِعِيْنَ (۴۸) فَمَالَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِمُعْرِضِيْنَ (المدثر ۴۹)

ترجمہ: تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہیں دے گی تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔

وكان يقول: روح المريد من روح الشيخ و عقل المستفيد من عقل المفيد، و كل من أراد الكمال بغير استاذه و هاديه فقد أخطأ طريق المقصود، لأن الثمرة لا تكمل إلا بوجود النواة التي هي أصلها و كذلك المريد لا يكمل إلا بوجود أستاذه،

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی روح، شیخ کی روح سے ہوتی ہے اور فائدہ حاصل کرنے والی عقل فائدہ دینے والی عقل سے ہوتی ہے اور جو شخص اپنے استاد اور ہادی کے بغیر کمال

حاصل کرنا چاہے وہ مقصود کے راستے سے خطا پر ہے کیونکہ پھل گٹھلی کے وجود سے کمال حاصل کرتا ہے جو اس کی اصل ہے اسی طرح مرید بھی اپنے استاد کے وجود کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔

برادرِ طریقت کا ادب کرنا

ومن شانه إذا قدم أستاذه عليه أحداً من إخوانه أن يخدمه أدباً مع الاستاذ، وليحذر أن يحسده فتزل قدم بعد ثبوتها وتذوق السوء، ولكن إن أراد التقدم على الإخوان فليطع شيخه ويتخلق بالصفات التي يستحق بالتقدم وهناك يقدمه شيخه كذلك على أقرانه فإن الشيخ حاكم عادل بين المريدين، وهذا الأمر قلّ أن ينجو منه مريد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب مرشد اس کے برادرانِ طریقت میں سے کسی ایک کو اس پر مقدم کرے تو اپنے مرشد کا ادب کرتے ہوئے اس کی خدمت کرے۔ اس سے حسد کرنے سے بچے ورنہ اس طرح ثابت قدمی کے بعد پھسل جائے گا اور برائی کا ذائقہ چکھے گا لیکن جب اپنے پیر بھائیوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے تو اپنے شیخ کی فرمانبرداری کرے اور ان صفات کو اپنائے جن کے ذریعے آگے بڑھنے کا مستحق ہو سکتا ہے اس وقت اس کا شیخ اسے اس کے ہم عصر ساتھیوں سے مقدم کر دے گا کیونکہ مرشد مریدین کے درمیان عدل کرنے والا حاکم ہوتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے بہت مریدوں کو نجات حاصل ہوتی ہے۔

كيف يحتفظ المريد بمحبة اخوانه له؟

وكان يقول: من أراد ثبات الإخوان على محبته، القاصي منهم والداني، وأن يثنوا عليه بكل لسان، فليقابلهم بالحلم والغفران، وليتأمل في قوله تعالى: (إن الله يمسك السموات والأرض أن تزولا ولئن زالتا إن أمسكهما من أحد بعده إنه كان حليماً غفوراً) فأخبرك أنه ليس بعد الحليم الغفور من يمسكهما۔

سیدی حضرت علی بن وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے بھائی اس کی محبت پر قائم رہیں خواہ وہ اس سے دور ہوں یا قریب، اور وہ زبان سے اس کی تعریف کریں تو وہ برد باری اور بخشش کے ساتھ ان سے سلوک کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں غور کرے:

اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۬ۚ وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَہُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا (فاطر ۴۱)

ترجمہ: بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہیں کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حلیم و غفور ذات کے بعد کوئی ان دونوں کو ٹھہرانے والا نہیں۔

و کان یقول: إذا کان أبو جسمک لا یحلّ لک أن تنتسب إلی غیرہ، فکیف بأبی الروح الذی ھو شیخک؟ فإن أبا الروح ھو الأب الحقیقی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں کہ اپنے آپ کو اپنے جسمانی باپ کے غیر سے منسوب کرو تو روحانی باپ جو تمہارا شیخ ہے اس کا حکم کیا ہو گا کیونکہ روحانی باپ حقیقی باپ ہے۔

و کان یقول: کل شیخ اشتغل بإشادک و مناقشتک اکثر من بقیّة إخوانک فالزمہ فانہ یرید أن یلحقک بمراتب الرجال۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو بزرگ تمہاری رہنمائی اور گفتگو میں تمہارے دوسرے پیر بھائی کے مقابلے میں تیرے ساتھ زیادہ مشغول ہو تو اس سے وابستہ ہو جا، وہ تجھے مردوں کے مقام تک پہنچانا چاہتا ہے۔

و کان یقول: من صدّق شیخہ فی کل ما یقول فھو رجل و إن کان أنثی، و من کاذبہ فھو أنثی و إن کان ذکراً۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

من صدق شیخه فی کل ما یقول فهو رجل و ان کان انثی و من یکذبه فهو انثی و ان کان ذکرا۔

یعنی جو شخص اپنے شیخ کی ہر بات کی تصدیق کرے وہ مرد ہے اگرچہ وہ عورت ہی کیوں نہ ہو اور جو اسے جھٹلائے وہ عورت ہے اگرچہ مرد ہی کیوں نہ ہو۔

و کان یقول: إذا عرفت أن شیخک یعرف الحق و أنه واسطة بینک و بینه، فهو وجه الحق الذی یواجهک به، فالزم طاعته تفز بالعز الدائم، و کن کأنک من الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادته و یسبّحونه و له یسجدون۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تم اس بات کو جان لو کہ تمہارا شیخ حق کی معرفت رکھتا ہے اور وہ تمہارے اور حق کے درمیان واسطہ ہے تو وہ حق کا "وجہ" (چہرہ) ہے جس کے ذریعے وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری طرف متوجہ ہے۔ پس اس کی فرمانبرداری کو لازم پکڑو، تم دائمی عزت کے ساتھ کامیاب ہو گے اور تم اس طرح ہو جاؤ گویا تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔

شیطان کو فوری سزا کیوں ملی؟

و کان یقول: اخدم العارف بالحق تخدم، و إیاک أن تخالف شیخک علی المشاهدة فتلعن و تطرد، فإن إبلیس لعن و طرد بترکه السجود لکونه کان فی حضرة المعاینة، و کم ترک غیره السجود و الصلاة، لکن لما کان هذا علی جهل و حجاب أمهل ولم یعاجل بالعقوبة، کما وقع لإبلیس، فانه عجلت علیه العقوبة بإخراجه من حضرة الله الخاصة، و إن کان قد حلم علیه من حیث الإمهال و تأخیر الإهلاک إلی یوم القیامة۔

شیخ علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص حق کی پہچان رکھتا ہے اس کی خدمت کر، تیری خدمت کی جائے گی۔ کسی مشاہدہ پر اپنے شیخ کی مخالفت نہ کر ورنہ تو رحمتِ خداوندی سے دور کر دیا جائے گا اور دھتکارا جائے گا۔ بے شک شیطان سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون اور دھتکارا گیا کیونکہ وہ معائنہ کی دنیا میں تھا۔

اور اس کے علاوہ کتنے ہی لوگ ہیں جنھوں نے سجدے اور نماز کو چھوڑ دیا لیکن جب اس کی بنیاد جہالت اور حجاب تھا تو اسے مہلت دی گئی اور ان کو شیطان کی طرح فوری سزا نہ دی گئی۔

اسے فوری طور پر یوں سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ خصوصی سے اسے نکالا گیا اگرچہ اس کے ساتھ بردباری اختیار کی گئی کہ اسے وقت مقررہ تک مہلت دی گئی اور اس کی ہلاکت کو مؤخر کیا گیا۔

وكان يقول: لا تقوم لشيخك بجزاء ولو خدمته إلى الأبد، فإن فضل مرشدك إلى الله تعالىٰ المفيض عليك من إمداده على نحو من فضل النبى ﷺ على أمته و إن تفاوت المقام۔

حضرت سیدی علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تم اپنے شیخ سے جزا کی تمنا نہ کرو اگرچہ زمانہ بھر ان کی خدمت کرو بے شک تمہارے مرشد جس کی امداد کا فیض تمہیں حاصل ہوا بارگاہ خداوندی میں فضیلت کے حامل ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ کو اپنی امت پر فضیلت حاصل ہے، اگرچہ دونوں کے مقام میں تفاوت ہے۔

وكان يقول: مرشدك الى الحق تعالىٰ هو العين التى ينظر الحق بها إليك باللطف والرحمة، وهو وجه الحق الذى يقبل بواسطته عليك، و يرضى لرضاه و يغضب لغضبه، فاعرف والزموا انظر ماذا ترى۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف تمہاری راہنمائی کرنے والا (تمہارا مرشد) وہ نگاہ ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ تمہاری طرف لطف و کرم اور رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ حق تعالیٰ کا پرتو ہے جس کے واسطہ سے وہ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی رضا میں رب کی رضا اور اس کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے پس اس بات کو پہچانو اور لازم پکڑو اور دیکھو تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے۔

وكان يقول: لا تطلب أيها المريد أن تحصر شيخك في سجن قيودك وحدودك، فانك إن لم تعرف أنه محيط بك فأنت تعرف أنه أكبر منك مقاماً, وكيف ينحصر لك الاكبر الأوسع في الأصغر الأضيق؟فشأن المريد أن يكون تحت طاعة أستاذه لا أن يطلب من أستاذه أن يطيعه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے تھے: اے مرید! اپنے شیخ کو اپنی قیود و حدود کے قید خانے میں بند نہ کرو اگر تمہیں اس بات کی پہچان نہیں کہ وہ تجھے گھیرے ہوئے ہے تو اس بات کو تم جانتے ہو کہ اس کا مقام تجھ سے بہت بڑا ہے تو جو نہایت بڑا اور وسیع تر ہے وہ نہایت چھوٹے اور نہایت تنگ میں کیسے جا سکتا ہے پس مرید کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے استاد کو اپنا فرمانبردار نہ بنائے۔

وكان يقول: لا يظفر مريد بأستاذ إلا وذلك المريد مخصوص عند الله تعالىٰ ولو لا أنه مخصوص عنده ما جمعه على من يوصله إلى حضرته فسلّم لشيخك أيها المريد تسلم و تغنم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کوئی مرید اپنے شیخ سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ مرید اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص ہو اگر وہ اس کے ہاں مخصوص نہ ہو تو وہ اسے اس کے ساتھ نہیں ملائے گا جو اسے بارگاہ خداوندی تک پہنچائے۔ پس اے مرید! اپنے شیخ کے دل کو سلامت رکھ تجھے سلامتی اور فائدہ حاصل ہو گا۔

وكان يقول: إنما أستاذك أعلم بأحوالك منك لأنه حقيقة روحك۔

وكأن يقول: معرفتک بنفسک علی قدر معرفتک بأستاذک۔

وكان يقول: مالم يرتفع عنک حكم المغايرة كلها لأستاذک فأنت بالحقيقة لا شک ضائع، فارجع آلی ربک فاسأله أی فلا تقوم بالأدب مع أستاذک إلا إن رأيت من شدة القرب أنک هو، وهناک يمدک بإمداده، إذ حكم المغاير كحكم الفرع المقطوع من الشجرة، لا يسری فيه شیء من ماء الشجرة، وكأنه يقول: من كان لا يری من أستاذه إلا وجه بشريته فقد غاب سعيه ولا يزيده ما كشفه له الحق المبين إلا إعراضاً وتكذيباً، إذ من شأن البشر عدم انقياده لبعضه بعضاً وكراهته لكل من يرأس عليه فتصده تلک الكراهية عن سماع نصحه وإرشاده ولو بالقرآن مالم تحفه العناية۔ وإی ذلک الإشارة بنحو قوله تعالیٰ: (وإنی كلما دعوتهم لتغفرلهم جعلوا أصابعهم فی أذانهم واستغشوا ثيابهم وأصروا واستكبروا استكباراً) وذلک لأنهم نظروا اليه من وجه بشريته ولو نظروا إلی وجه روحانيته وما أرشدهم به من الوحی والخصوصة، لربما انقادوا اليه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری نسبت تیرا استاذ (مرشد) تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہے بس تم نے اس سے جو فائدہ حاصل کیا ہے اس کی بھلائی اسی کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ط هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (یونس ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اوراسی کی رحمت، اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں اور وہ ان کے سب جمع کردہ (دولت) سے بہتر ہے۔

تمہارا شیخ تمہارے احوال کو تم سے زیادہ جانتا ہے کیونکہ وہ تمہاری روح کی حقیقت ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے کہ اپنے نفس کو اسی قدر پہچانوگے جس قدر تمہیں اپنے شیخ کی معرفت حاصل ہوگی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب تک تجھ سے اپنے شیخ سے تمام قسم کی غیریت (اجنبیت) اٹھ نہیں جائے گی تو تم حقیقتاً بلا شک و شبہ ضائع ہو۔ پس اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس سے سوال کرو (دعا مانگو)۔

یعنی تم اپنے شیخ کے ساتھ ادب کا طریقہ اس وقت تک اختیار نہیں کر سکتے جب تک تم انتہائی قرب کی بنیاد پر یہ خیال نہ کرو کہ تم وہی ہو اس وقت وہ اپنی امداد سے تمہاری مدد فرمائیں گے کیونکہ جو غیر ہوتا ہے اس کا حکم اس شاخ کا ہوتا ہے جو درخت سے کٹ چکی ہے اس میں درخت کو سیراب کرنے والا پانی جاری نہیں ہوتا۔

جو شخص اپنے مرشد کے چہرۂ بشریت کو ہی دیکھتا ہے اس کی سعی غائب ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسے جو کشف ہوتا ہے وہ صرف اعراض اور تکذیب میں ہی اضافہ کرتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ ایک دوسرے کے سامنے نہیں جھکتا اور ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جسے اس پر سرداری حاصل ہو اور یہ کراہیت اسے مرشد کے پند و نصائح سننے میں رکاوٹ بنتی ہے اگرچہ قرآن ہی کیوں نہ ہو جب تک عنایتِ خداوندی اسے ڈھانپ نہ لے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُھُمْ لِتَغْفِرَلَھُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَھُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا (نوح ۷)

ترجمہ: اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اصرار کیا اور بڑا غرور کیا۔

اور یہ اس لئے کہ انہوں نے ان (حضرت نوح علیہ السلام) کو ان کی بشریت کے چہرے سے دیکھا، اگر وہ ان کی روحانیت کے چہرے کو دیکھتے اور جو کچھ آپ علیہ السلام نے وحی کے ذریعے ان کو ہدایت دی اور خاص باتیں بتائیں تو وہ آپ علیہ السلام کے سامنے جھک جاتے۔

قال سیدی علی بن وفا رحمه الله : و من ثم لا تجد الأستاذ قط یظهر لقوم إلا من حیث یشهدونه وما دام فی طور المماثلة لهم لا یكلمهم إلا بلسانهم، و لا یعاملهم إلا بكیلهم و میزانهم، و من هنا قال ﷺ "لا تفضلونی علی موسیٰ" ثم أنه بعد زوال حجاب البشریة عنهم قال لخواص أصحابه "أنا سید ولد أدم و لا فخر، و لو كان موسیٰ حیاً ما وسعه إلا اتباعی" فقبلوا ذلک منه ببشاشة و تصدیق خالص، و لو أنه قال ذلک لمن بشریته قائمة لتوقف و ارتاب، قال: و هكذا كل ولی فی حال ظهور بشریته للناس لا یقبلون منه أكثر كشوفاته الظاهرة الصادقة فضلاً عن غیرها ثم إنهم یقبلون ذلک منه إذا رأوه من غیر وجه بشریته۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے تم کسی قوم میں ظاہر ہونے والے شیخ کو نہیں پاؤ گے مگر اس طرح کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوں تو جب تک اس کی ان کے ساتھ مماثلت ہوتی ہے وہ ان سے انکی زبان میں کلام کرتا ہے اور انکے ناپ اور تول کے ساتھ ان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تفضلونی علی موسیٰ۔

مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔[335]

---

335 (الجامع الصغیر، حرف فآء، ج ۲ ص ۳۶۳، رقم ۱ ۵۸۸ (مفهماً) دار الكتب العلمیه بیروت)

پھر جب ان سے حجاب بشریت دور ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے خاص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

اناسیداولادآدم ولافخر ولو کان موسیٰ حیاًماوسعہ الااتباعی۔

میں اولادِ آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں لیکن مجھے فخر نہیں، اور اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔[336]

پس صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے آپ ﷺ سے اس بات کو خوشی خوشی اور تصدیقِ خالص کے ساتھ قبول کیا۔

اور اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بات اس شخص کے سامنے فرماتے جس کی شریعت قائم تھی تو وہ توقف اور شک کرتا۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہی حال ولی کا ہے جب وہ لوگوں کے سامنے ظہورِ بشریت کی حالت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اکثر اس کے ظاہری سچے کشفوں کو قبول نہیں کرتے چہ جائیکہ اس کے علاوہ (یعنی باطنی) کو قبول کریں وہ اس سے اس وقت قبول کرتے ہیں جب وہ اسے بشریت کے علاوہ صورت میں دیکھتے ہیں۔

وکان یقول: لما کان الحق تعالیٰ لا یغفر أن یشرک بہ فکذلک الأشیاخ لا یغفرون أن یشرک بھم تخلقاً بنظر مسمی أخلاق اللہ عزوجل، فإذا رأیت أیھا المرید شیخک یتشوش منک إذا أشرکت فی محبتہ شیخاً آخر فإیاک أن تسیء بہ الظن بل اشھد أن ذلک من أخلاق اللہ عزوجل الذی یقول: "لا یغفر أن یشرک بہ" ظھر علی لسان ولیہ۔

---

[336] (الجامع الصغیر، حرف الف، ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۲۶۹۳ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے کو نہیں بخشتا تو اسی طرح مشائخ بھی اس بات کو نہیں بخشتے کہ ان کے ساتھ کسی دوسرے کو اخلاقِ خداوندی میں شریک ٹھہرایا جائے۔

پس اے مرید! جب تم دیکھو کہ تمہارا شیخ اس بات پر پریشان ہے کہ تم نے اس کی محبت میں کسی دوسرے شیخ کو شریک کیا تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو بلکہ گواہی دو کہ یہ اللہ عزوجل کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ (النساء۴۸)

ترجمہ: "(بے شک اللہ) نہیں بخشتا کہ اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک کیا جائے۔"

تو یہ بات اس کے ولی کی زبان پر بھی ظاہر ہوتی ہے۔

دو مرشدوں کا ایک مرید؟

وقد تقدم فی الباب الأول إجماع الأشياخ علی أنه لا یجوز للمرید أن یتخذ له شیخین و قالوا: کما أنه لا یکون للعالم ألهین و الا للمرأة زوجین، و لا للرجل قلبین، کذلک لا یکون للانسان شیخین و أجمعوا علی أن کل مرید رأی أن علم شیخه لا یکفیه فلیس له أن یتقید علیه، و ربما کان أحد الشیخین غیر محقق فیأمر المرید بما یوافق هواه لغیر حکمة فیهلک، و بالجملة فلم یقع لأحد قط أنه سلک الطریق و وصل إلی مقامات الرجال بین شیخین أبداً۔

پہلے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک مرید کے لئے دو شیخ (مرشد) اختیار کرنا جائز نہیں، وہ فرماتے ہیں جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہو سکتے ایک عورت کے دو خاوند نہیں ہو سکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہوسکتے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید دیکھے کہ اس کے شیخ کا علم اسے کافی

نہیں تو اس پر اس کے ساتھ مقید ہونا لازم نہیں ۔ بعض اوقات دو مرشدوں میں سے ایک بھی محقق نہیں ہوتا بس وہ مرید کو کسی حکمت کے بغیر محض اپنی خواہش کے مطابق حکم دیتا ہے۔ پس ہلاک ہو جاتا ہے۔

و کان یقول: أقل أحوال المرید مع شیخه أن یکون له کالأم تؤثر ولدها بالراحات و تحمل عنه المشقات و تحبه علی جمیع الحالات و توافقه فی کل ما یهواه و تحمله علی أحسن المحامل، و لا تکاد تضیف إلیه عیباً و لا نقصاً، و الشیخ أحق بتلک المراعاة فإنه یهتم بأمر المرید عند ربه أعظم من اهتمام أمه به۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی اپنی شیخ کے ساتھ کم از کم حالات یہ ہو کہ وہ (مرشد) ماں کی طرح ہو جو اپنی اولاد کے آرام کو ترجیح دیتی ہے اور اس کی طرف سے مشقتیں برداشت کرتی ہے اور تمام حالتوں میں اس سے محبت کرتی ہے اور وہ اس کی ہر خواہش پر اسکی موافقت کرتی ہے اور اسے اچھی بات پر محمول کرتی ہے اور وہ اس کی طرف کسی عیب یا نقص کی اضافت نہیں کرتی اور شیخ کو ان باتوں کا خیال زیادہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے رب کے ہاں مرید کے معاملے کا اہتمام اس سے زیادہ کرتا ہے جو ماں اپنے بیٹے کے لئے کرتی ہے۔

و کان یقول: لا تقس بنفسک فی أحوالک الظاهرة من العبادات و المجاهدات علی حال شیخک، فان الشیخ و لو قلّت أعماله الظاهرة فهو بباطنه، و کل یوم من أیام الاستاذ عند ربه کألف سنة مما یعد المریدون عند ربهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: تم اپنے ظاہری احوال یعنی عبادات و مجاہدات کو اپنے شیخ کی حالت پر قیاس نہ کرو کیونکہ شیخ کے اعمال ظاہرہ اگرچہ قلیل ہوں اس کا باطن عامل ہے۔ شیخ کا ہر دن اپنے رب کے ہاں مریدین کے ایک ہزار (دنوں) کی طرح ہے۔ اے مرید! اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرو!

لا تعترض علی شیخک ایها المرید

وکان یقول: إیاک أیها المرید أن تقف مع ظاهر شیخک بل اخرق الی شهود قلبه، وانظر ماهو فیه، تعرف مقامه فکل من نظر إلی ظاهر إستاذه فقط لم یحصل له به ابتهاج، بل لا تزیده تلک النظرة إلا غفلة واستغراقاً فی سوء الظن به وبسائر الأشیاخ، وذلک لأنه حجب یورث الحجاعن رؤیة الأحباب، وربما یقول فی نفسه أی فرق بینی وبین شیخی وقد أطعمه الله مثله؟ فیتلف بالکلیة۔ ومن شأنه أن یری کل خیر أصابه من الله ببکرة أستاذه فان نور کل مریدمن نور أستاذه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تم اپنے شیخ کے ظاہر تک محدود نہ رہو بلکہ اس کے قلب اور جو اس کے اندر ہے اس کو دیکھو تم اس کے مقام کو پہچان لوگے۔ پس جس شخص نے اپنے شیخ کے صرف ظاہر کو دیکھا اس کو تازگی نہیں ملے گی۔ بلکہ اس کا یہ نظریہ غفلت اور اس کے مرشد اور دیگر مشائخ کے بارے میں اس کی بدگمانی میں استغراق میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ یہ حجاب ہے جو احباب کو دیکھنے میں حجاب پیدا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے دل میں کہتا ہے میرے اور میرے مرشد کے درمیان کا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثل اسے بھی عطا کیا ہے، اس وقت وہ مکمل طور پر ضائع ہو جاتا ہے۔

مرید کی شان سے یہ بھی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھلائی پہنچے وہ اسے اپنے استاد (مرشد) کی برکت سے جانے کیونکہ ہر مرید کو حاصل ہونے والی روشنی اس کے استاذ کے نور سے ہوتی ہے۔

وکان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: جمیع ما تراه فیک من المدد فهو من فیض أستاذک وجمیع ما تراه فیه من النقص فهو صفتک، (ما أصابک من حسنة فمن الله وما أصابک من سیئة فمن نفسک) فان رأیت شیخک زندیقاً فأنت زندیق فی الغیب الأزلی

فإنه مرآة الوجود و إن رأيته صديقاً فأنت صديق فی علم اللہ۔ و أما حقيقة الشيخ فلا يعرفها إلا من أشرف على مقامه، أو كان أعلى مقاماً منه۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: تم اپنے اندر جس قدر مدد دیکھتے ہو، وہ تمہارے استاذ کا فیض ہے اور اپنے اندر جو نقص دیکھتے ہو وہ تمہاری اپنی صفت ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَا أَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ (النساء ۷۹)

ترجمہ: اے سننے والو! تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔

اگر تو اپنے شیخ کو زندیق خیال کرتا ہے تو تو غیب ازلی میں زندیق ہے کیونکہ وہ وجود کا آئینہ ہے اور اگر تو اسے صدیق سمجھتا ہے تو تو اللہ کے علم میں صدیق ہے۔ حقیقت شیخ کو وہی پہچان سکتا ہے جس نے اس کے مقام پر اطلاع پائی ہو یا اس سے بلند تر مقام پر ہو۔

حقیقت شیخ کی پہچان

وقد قال مريد مرة للشيخ أبي يزيد: رأيت وجهک يا سيدی هذه الليلة وجه خنزير، فقال: صدقت يا ولدی فانني مرآة الوجود فرأيت وجهک فی فحسبت أنک أنا فطهّر نفسک يا ولد من صفات الخنازير ثم انظر إلي تجدني غير خنزير۔

ایک مرتبہ حضرت ابویزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید نے کہا کہ اے میرے آقا! میں نے آج رات آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ خنزیر کے چہرے کی طرح دیکھا انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا اے بیٹے! میں وجود کا آئینہ ہوں پس تم نے مجھ میں اپنے چہرے کو دیکھا ہے پس تو نے خیال کیا کہ وہ میں ہوں۔ اے بیٹے! اپنے نفس کو خنزیر کی صفات سے پاک کر پھر مجھے دیکھ تو مجھے خنزیر کے علاوہ پائے گا۔

وكان يقول: صورة الاستاذ الناطق مرآة سرّ المريد الصادق إذا نظر فيها ببصيرته شهدها على صورته الباطنية، فأول مبادىء أمر المريد حينئذ أن يتجلى له طويته بصفات أهل الصلاح والولاية، فاذا كشف لبصيرته عن أستاذه رأى صورة صلاحه وولايته فی صفاء مرآة صورة أستاذه هو الصالح الولی، فيستمد من بركاته ملاحظاته المتوالية وهممه العالية، ثم لا يزال يطلب من أستاذه الدعوات المنيفة والخواطر الشريفة، ويتودد إليه تودد المتأنس حتى ينفخ إسرافيل فی صور العناية صورة قلبه روح التخصيص الآدمی، فهنالک يشهد أستاذه هو آدم الزمان و مالک ازمة الأكون بحكم الإرث لصاحب ذلک المقام، فيعظمه تعظيم الشاب لأبيه الهاب إلی ان تنفر صورة الآدمية بعد رفع الحجاب عن جمال ما خصه من نفحة الروح المحمدية، و هناک يشهد أستاذه محمدی المقام فيكون له خادماً و لا يجعل له سواه أرباً الی ان تغشی سدرة سره الأنوار الرحمانية، فينظر إلی أستاذه فلا يری إلا واحداً يتجلی له فی كل مشهد علی قدر طاقة الشاهد فيصير عدماً بين يدی وجود و محواً فی حضرة الشهود، فأول أمر هذا المريد توفيق و واسطه تصديق و آخره تحقيق۔ و بعد التحقيق يكون بداية السعادة والله أعلم۔ ومن شأنه الصبر تحت مناقشة الشيخ له و مخالفته لأغراضه، فإن ذلک من أقوی دليل علی أن الشيخ شم منه رائحة الصدق، ولو أنه لم يكن شم منه ذلک لعامله معاملة الأجانب، من الملاطفة والترحيب، كما تقدم تقريره مراراً۔ فليثبت هذا المريد علی مخالفة الشيخ أهويته عملاً بإشارة أستاذه فإنها طريق لا تكون إلا بعد ان يموت المريد كذا كذا ألف موتة، فإن كل مخالفة للهوی موتة، والأهوية لا تحصر۔

حضرت سید علی بن وفار حمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیخ ناطق کی صورت مرید صادق کے باطن کا آئینہ ہوتا ہے جب اس میں بصیرت کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس کی باطنی صورت پر اسے دیکھتا ہے۔ مرید کے ابتدائی مراحل کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اس کے ضمیر میں صالحین اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صفات روشن ہوتی ہیں۔ جب شیخ کے بارے میں اس کی بصیرت کھلتی ہے تو وہ اپنے

شیخ کی صورت کے صاف آئینے میں اس کی نیکوکاری اور ولایت کو دیکھتا ہے کہ وہ صالح ولی ہے پس وہ اس کی برکات سے اس کے مسلسل ملاحظات اور بلند ہمتوں سے مدد حاصل کرتا ہے۔

پھر وہ مسلسل اپنے استاذ (مرشد) سے بلند مرتبہ دعاؤں اور اچھے خیالات کی طلب کرتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جس طرح کسی مانوس سے محبت کی جاتی ہے حتیٰ کہ اسرافیل علیہ السلام عنایت کے صور میں اس کے دل کی شکل میں تخصیص آدمیوں کی روح پھونکتے ہیں اس وقت اس کا استاذ گواہی دیتا ہے کہ وہ آدم زمان اور تصرفات کی نگاہوں کا مالک ہے کہ اسے یہ حالت صاحب مقام کی وراثت کے طور پر حاصل ہوئی ہے پھر وہ اس تعظیم اس طرح کرتا ہے جس طرح نوجوان اپنے ہیبت ناک باپ کی تعظیم کرتا ہے یہاں تک کہ جب روح محمدی ﷺ کی خوشبو کے ساتھ وہ خاص ہو جاتا ہے اور جمال محمدی ﷺ سے پردہ اٹھ جاتا ہے تو وہ انسانی صورت سے نفرت کرتا ہے اس وقت اس کا وہ استاذ جسے قربِ محمدی ﷺ کا مقام حاصل ہوتا ہے، حاضر ہو جاتا ہے اور وہ اس کا خادم بن جاتا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی مقصود نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ انوارِ رحمانیہ اس کے دل کے سدرہ پر چھا جاتے ہیں اور وہ اپنے شیخ کو دیکھتا ہے تو اسے ہر طرف دیکھنے والے کی طاقت کے مطابق ایک ہی ذات روشن نظر آتی ہے پس وہ وجود کے سامنے معدوم اور شہود کے سامنے مٹ جاتا ہے پس اس مرید کا ابتدائی معاملہ توفیق ہے درمیان میں تصدیق ہے اور آخر میں تحقیق ہے، اور تحقیق کے بعد سعادت کا آغاز ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کی جرح اور شیخ کی طرف سے اس کی اغراض کی مخالفت میں صبر کرے، یہ اس بات کی مضبوط ترین دلیل ہے کہ شیخ نے اس سے صداقت کی خوشبو

سونگھی ہے، اگر اس نے یہ خوشبو محسوس نہ کی ہوتی تو وہ اس کے ساتھ اجنبیوں والا معاملہ کرتا یعنی نرمی کا سلوک کرنا اور خوش آمدید کہنا جیسا کہ یہ بات پہلے کئی بار گزر چکی ہے۔

پس جب شیخ اس کی خواہشات کی مخالفت کرے تو مرید ثابت قدم رہے اور اپنے شیخ کے اشارے پر عمل کرے اور یہ راستہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مرید ہزاروں موتیں مر چکا ہوتا ہے کیونکہ ہر خواہش کی مخالفت موت ہے اور خواہشات بے شمار ہیں۔

وکان سیدی علی بن وفا رحمه الله يقول: من ليس له أستاذ فليس له مولى، ومن ليس له مولى فالشيطان به أولى والمراد أن يكون لا مولى له، فإن الحق تعالىٰ يعامله بتعسير الأرزاق ونحو ذلك، قال تعالىٰ (وإن الكافرين لا مولى لهم) وفي الحديث: "فكم من لا مطعم له ولا مأوى" وليس المراد نفي المولى جملة فان ذلك لا يصح في العالم۔

سید علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جس کا کوئی استاذ نہیں اس کا کوئی مولیٰ نہیں اور جس کا کوئی مولیٰ نہیں شیطان اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی مولیٰ نہ ہو حق تعالیٰ اس کے ساتھ یوں معاملہ فرماتا ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (سورۃ محمد: ۱۱)

ترجمہ: "اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔"

اور حدیث شریف میں ہے:

فكم من لا مطعم له ولا مأوى۔

یعنی: کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے لئے کھانا ہے نہ ٹھکانہ۔[337]

---

337 (صحیح مسلم، ج۴، ص ۲۰۵۸، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع)

اس سے مطلق مولیٰ کی نفی نہیں کیونکہ کائنات میں یہ بات درست نہیں۔

وکان یقول: من وافق أستاذه فی أفعاله طابقه فیما أخبر به من معارفه، والعکس بالعکس۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے استاد کے افعال میں اس کی موافقت کرتا ہے تو وہ اسے جن معارف کی خبر دیتا ہے وہ ان میں اس کے مطابق ہوتا ہے اور جو اس کے برعکس ہو اس کا معاملہ بھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

وکان یقول: من کان مع أستاذه بلا إیاه کان أستاذه معه بللّٰه، وکل من ظن فی أستاذه أنه لا یعرف أسراره، فهو بعید عن حضرته ولو جالسه لیلاً ونهاراً فی زاویته۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اور جو شخص بلا شرکت غیرے اپنے شیخ کے ساتھ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیخ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا شیخ اس کے اسرار کو نہیں جانتا تو وہ اس کے ہاں حاضری سے دور ہوتا ہے، اگرچہ وہ دن اور رات اس کی چلہ گاہ میں اس کے ساتھ رہے۔

علامات فلاح المرید

وکان یقول: لفلاح المرید ثلاث علامات: ان یحب شیخه بالإیثار، ویتلقی منه کل ما أمره به بالقبول، ویوافقه فی کل أمر یرومه۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے مرید کی فلاح کی تین نشانیاں ہیں:

۱) اپنے شیخ سے اس طرح محبت کرے کہ اسے ترجیح دے۔

۲) شیخ جس بات کا حکم دے، اسے قبول کرنے کی نیت کے ساتھ سنے۔

۳) ہر اس کام میں اس کی موافقت کرے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

وکان یقول: من تقرب الی أستاذه بالخدم تقرب الحق تعالیٰ الی قلبه بأنواع الکرم۔

وكان يقول: من أثر استاذه على نفسه، كشف الله له عن حضرة قدسه، ومن نزه حضرة أستاذه عن النقائص، منحه الله بالخصائص، ومن احتجب عنه أستاذه طرفة عين فلا يلو من الا نفسه اذا أوبق البين، ولا يصل المريد إلى هذا المقام إلا إن جعل مراد شيخه مراده۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے جو شخص خدمت کے ساتھ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کئی قسم کے کرم کے ساتھ اس کے دل کے قریب ہوتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے تھے: جو شخص اپنے شیخ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ اقدس سے اس کے لئے پردے ہٹا دیتا ہے اور جو شخص اپنے شیخ کی بارگاہ کو نقائص سے پاک قرار دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خصائص کا عطیہ عطا فرماتا ہے اور جو شخص پلک جھپکنے کے برابر اپنے شیخ سے حجاب میں ہوتا ہے وہ صرف اپنے کو ملامت کرے جب وہ جدائی کی مصیبت میں ہو اور مرید اس مقام تک اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب اپنے شیخ کو اپنی مراد بنائے۔

وكان يقول: من لم يستحل مقارع الأستاذ لم يستحل منه عروس الوداد، تبا لمريد جمح بطبعه عن الدليل، لقد ضل والله عن سواء السبيل۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے شیخ کی جھڑکوں کو جائز نہیں سمجھتا اس کے لئے محبت کی دلہن حلال نہیں ہوتی اس مرید کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی طبیعت کو دلیل سے بے قابو کر دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

وكان يقول: إياك أن تصغي لقول حاسد أو عدو في حق شيخك فيصدك بذلك عن سبيل الله، فقد سبقت كلمة الله التي لا تتبدل، وسنة الله لا تتحول، أن لا ينفخ الحق تعالىٰ روح العلم الإلهي في مخصوص من أهل حضرته إلا انقسم الخلق فيه قسمين: ملكي ساجد، و شيطان حاسد، كما وقع في قصة آدم عليه السلام، فاحرص أيها المريد على أن تكون لأهل الاختصاص خادماً و خاضعاً إما لتسلم او لتعلم او لترحم، و إياك أن تكون لهم مبغضاً أو

حاسداً فانک إما تسلب و إما ترجم و إما تحرم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اپنے مرشد کے خلاف کسی حاسد یا دشمن کی بات پر کان نہ دھرنا اس طرح وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم گزر چکا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ بدلتا نہیں ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ علمِ الٰہی کی روح اپنی بارگاہ کے مخصوص لوگوں میں نہیں پھونکتا مگر مخلوق اس سلسلے میں دو قسموں میں تقسیم ہے۔

ا۔ ملکی ساجد، ۲۔ شیطان حاسد، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں ہوا۔

پس اے مرید! تو اس بات کی حرص رکھ کہ تو خاص لوگوں کا خادم اور ان کے آگے جھکنے والا ہو یا تو ان کے سامنے سر جھکا دے یا علم حاصل کر یا ان سے شفقت و رحمت حاصل کر۔ ان سے بغض رکھنے والا اور حسد کرنے والا نہ بن یا تو تجھ سے سب کچھ سلب ہو جائے گا یا تو راندۂ درگاہ ہو جائے گا یا محروم ہو جائے گا۔

و کان یقول: قلب شیخک ایها المرید حضرۃ اللہ تعالیٰ و حواسه أبوابها، فمن تقرب الی حواس شیخه بالقرب الشرعیة الملائمة له فتحت له أبواب تلک الحضرۃ، و من شأنه أن لا یأتی شیخه قط إلا بنیّة بهدیه، و لا یحصل له ذلک الا بأن یری نفسه علی ضلال و غوایة عن طریق أهل الهدی، و هو مضطر آلی کشف تلک الغمة عنه، و إلا فمتی رأی نفسه مستغنیة عن تأدیب شیخه له فلا یقدر علی القیام بواجب هذا الأدب، و لو کان علی عبادۃ الثقلین۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تیرے شیخ کا دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے اور اس کے حواس اس کے دروازے ہیں۔ پس جو شخص اپنے شیخ کے حواس کے قریب قربِ شرعی کے ساتھ جاتا ہے جو اس کے موافق ہیں تو اس کے لئے اس بارگاہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

مرشد کے پاس حاضری برائے حصولِ ہدایت

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس صرف ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے جائے اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو گا جب وہ اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اہلِ ہدایت کے راستے سے بھٹکا ہوا خیال کرے نیز یہ کہ وہ اس غم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجبور ہے ورنہ جب وہ اپنے آپ کو شیخ کی تربیت سے بے نیاز خیال کرے گا تو اس ادب کے وجوب کو قائم کرنے پر قادر نہیں ہو گا اگر چہ وہ بڑی مخلوق (جن وانس) کے برابر عبادت کرے۔

و کان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: مدد الأستاذ حکم حبة وضعها فی أرض قبول تلمیذه ثم سقاها بتفهمه و تأییده، فمهما ظهر من التلمیذ او عنه فهو من ثمرات تلک الحبة و ثمراتها و نتائجها، و ان کثرت فانما هی ملک لغارس الحبة فی ارض محل استحقاقه، فکل ما ظهر من التلمیذ من رشد و صلاح فانما هو فی الحقیقة حق لاستاذه فلیحذر ان یظن فی نفسه انه ظفر بشیء لم یظفر به استاذه، و من ظن ذلک بنفسه فهو من أجهل الجاهلین باستاذه، و الله أعلم۔ و من شأنه ان لا یبدأ بنفسه بالسؤال عن شیء مطلقاً الا لضرورة کأن یسأله عن شیء من الأحکام الشرعیة أو عن شیئ یأکله هو و عیال فی ذلک الوقت بخلاف ما لیس بضروری، فانه لا ینبغی ان یبتدیء الشیخ بالسؤال عنه بل یصبر حتی یبدأه به شیخه، و ان کان یعتقد فی شیخه انه لا یعرف خواطره فبئس ما اعتقد۔ و قال الخضر لموسی علیهما الصلاة و السلام (فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیء حتی أحدث لک منه ذکرا) و إیضاح ذلک أن المرید إذا بدأ شیخه بالسؤال فقد احوجه الی الجواب و فی ذلک ترتب حق له علی استاذه یصیر یطالبه به بالظاهر أو بالباطن و ربما کان الجواب عن ذلک یورث المرید الزهو و العجب علی الإخوان، فان قال قائل: ان الأعراب کانت تبدأ رسول الله ﷺ بالسؤال و یقرهم علی ذلک، فالجواب ان رسول الله ق کان مشرعاً بوحی من ربه عزوجل و الضرورة داعیة الی سؤاله عن ذلک، و کلامنا فیما لا ضرورة الیه، کما تقدمت الاشارة الیه، فلو توقف الناس

علی عدم بداءته بالسؤال لضاعت اکثر احکامه الشرعیة، بخلاف الشیخ فإنه یسأل عن أمور قد تقررت فی الشریعة لا یخشی ضیاعها و کان آمناً علی أصحابه من وقوعهم فی العجب بعلمهم او الإخلال بشیءمن المأمورات أو اجتناب شیءمن المنهیات۔

شیخ علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیخ کی مدد کی مثال اس طرح ہے کہ اس نے شاگرد کی قبولیت والی زمین میں دانہ رکھا پھر اس کو سمجھانے کے ذریعے اور اس کی مدد کے ساتھ سیراب کیا پس جب وہ شاگرد سے یا اس استاذ کی طرف سے ظاہر ہو تو یہ اس دانے کے پھلوں اور نتائج سے ہے اور اگر وہ زیادہ ہو جائے تو یہ اس کی ملکیت ہے جس نے اس کے استحقاق کے محل کی زمین میں پودالگایا۔

پس شاگرد سے جو ہدایت اور بہتری ظاہر ہوتی ہے وہ حقیقت میں اس کے شیخ کا حق ہوتا ہے۔

پس وہ اس گمان سے بچے کہ اسے کسی چیز کے ساتھ کامیاب حاصل ہوئی ہے اور اس کے شیخ کو کامیابی نہیں ملی (نعوذباللہ) اور جو شخص اپنے نفس کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں بہت بڑا جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مرشد سے غیر ضروری سوال نہ کرے

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مطلقاً کسی چیز کے بارے میں سوال کی ابتدا نہ کرے البتہ اگر ضرورت ہو کہ وہ مسائل شرعیہ یا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانے سے متعلق اس وقت سوال کرتا رہتا ہو تو ایسا سوال کر سکتا ہے بخلاف غیر ضروری سوال کے کہ اس سلسلے میں اپنے شیخ سے سوال کا آغاز نہ کرے بلکہ صبر کرے حتیٰ کہ شیخ خود ہی ابتدا کرے اور اگر اس کا یہ خیال ہوا کہ اسے اس کے قلبی خیالات کا علم نہیں تو یہ بدترین عقیدہ ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰ الکھف﴾

ترجمہ: تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اگر مرید اپنے شیخ سے سوال کرے تو اس نے اسے جواب پر مجبور کر دیا اور اس میں اس کا وہ حق مرتب ہوتا ہے جو اس کے شیخ کے ذمہ ہے وہ اس سے ظاہری یا باطنی طور پر مطالبہ کرتا ہے اور بعض اوقات اس کے جواب سے مرید میں دوسرے برادرانِ طریقت کے خلاف تکبر اور خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال: اعرابی (دیہاتی)، رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کا آغاز کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے سوال کو برقرار رکھتے تھے؟

جواب: رسول اکرم ﷺ صاحبِ شریعت تھے اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی اور اس سلسلے میں سوال کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ہماری گفتگو غیر ضروری سوال کے بارے میں ہے جس طرح اس سے پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ اگر لوگ سوال کے آغاز سے رک جاتے تو اکثر احکام شرعیہ ضائع ہو جاتے۔

بخلاف شیخ کے کہ اس سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے جو شریعت میں مضبوط اور پکے ہو چکے ہیں ان کے ضائع ہونے کا ڈر نہیں ہے اور رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اس بات سے بے خوف تھے کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے تکبر میں پڑ جائیں گے یا مامورات شرعیہ کی ادائیگی اور ممنوع کاموں سے اجتناب میں کوئی خلل آئے گا۔

وکان سیدی علی بن وفا رحمه الله یقول: لا تغتر ایها المرید بحلاوة کلام شیخک استاذک لک و تظن انک صرت عنده فی أعلی مقام۔

حضرت علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تو اپنے شیخ کی میٹھی باتوں سے دھوکہ نہ کھا اور یہ خیال نہ کر کہ تو اس کے ہاں اعلیٰ مقام پر پہنچ چکا ہے۔

کیف یدعو الداعی؟

و أن من سیاسة الداعی إلی الله تعالیٰ أن یؤلف الضعفاء بالکلام الحلو و الإحسان و تخفیف الأوامر ثم إذا رسخوا فی الطریق فله التحکم فیهم کیف شاء فیزجرهم بمرّ الکلام و یمنعهم عن لذیذ الطعام و من مجالسته علی الدوام و له غیر ذالک۔

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی حکمت عملی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ شیریں کلام، احسان اور احکام کی تخفیف کے ذریعے کمزور لوگوں کے دلوں کو نرم کرے اور ان میں الفت پیدا کرے۔ پھر جب وہ طریقت میں راسخ ہو جائیں تو وہ جس طرح چاہے ان کو حکم دے سکتا ہے وہ ان کو کڑوی باتوں کے ذریعے چھیڑے لذیذ کھانوں سے روکے اور اس کی مجلس ہمیشہ اختیار کرنے سے روکے اور اس کے علاوہ باتوں کا حکم دے۔

و کان الشیخ أبو الحسن الشاذلی رحمه الله یقول: من أراد الترقی علی ید شیخه فلا یدخل علیه قط إلا و هو تارک لمعلوماته الدنیة لیدله علی المعلومات العلیة۔ أعنی بالعلیة و دقائق بالعلیة دقائق العلوم و بالدنیّة ما کان سهل التناول قریباً من الأفهام، و إلا فالعلوم لیس فیها شیء دنی، و إنما تخفض العلوم او ترفع بالنیة لأنها کلها هی علم رسول الله ﷺ المشار إلیه بقوله: (فعلمت علم الأولین و الآخرین)۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو شخص اپنے شیخ کے ہاتھوں ترقی چاہتا ہے تو وہ ہر گز اس کے پاس داخل نہ ہو مگر یہ کہ اپنی معمولی معلومات کو ترک کر کے تاکہ وہ بلند معلومات پر اس کی رہنمائی فرمائے۔

بلند معلومات سے مراد علوم کی باریکیاں ہیں اور معمولی سے مراد وہ معلومات ہیں جن کا سمجھنا آسان ہے۔ ورنہ علوم میں سے کوئی چیز معمولی نہیں ہوتی۔ علوم کی پستی یا بلندی کی بنیاد نیت ہے کیونکہ تمام علوم رسول اللہ ﷺ کے علم سے ہیں اس بات کی طرف آپ ﷺ کے اس قول میں اشارہ ہے: **فعلمت علم الاولین والاخرین۔** یعنی مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم حاصل ہو گیا۔[338]

و كان يقول: إياك أيها المريد أن تستصغر شيئاً من أعمال شيخك، فإن ورد الأولياء الأكابر إنما هو اسقاط الهوى، و محبة المولى، ورد النفس عن الباطل فى عموم الأوقات، و للمريدين قدم فى مثل ذلك۔

حضرت سید شیخ علی بن وفاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہر زمانے میں لوگوں کے شیخ (مرشد) علماء، عابدین، زاہدین اور وہ لوگ رہے ہیں جو اس بات کو جانتے ہیں کہ اپنے ہم مثل لوگوں کے ساتھ ادب کا کیا طریقہ ہے۔

و كان يقول: أشياخ فى كل زمان، علماء، و عبّاد، و زهاد و عارفون بأدب الشخص مع أمثاله، فأدبه مع العلماء ألا يحدثهم إلا بالعلوم المنقولة و الروايات الصحيحة، فاما أن يفيدهم و امّا ان يستفيد منهم، و ذلك غاية الربح معهم۔ و أدبه مع العباد و الزّهاد أن يرغبّهم فى الزهد و العبادة، و يحلى لهم ما استمدّوه منهما۔ فاذا أقبلوا عليه، فليفتح لهم شيئاً من معرفة طريق العارفين التى هو فيها ليرفع همتهم عن الاعتماد على أعمالهم و استبعادهم أنهم يدخلون النار۔ و أدبه مع العارفين أن يحفظ لسانه و قلبه، قياماً بواجب حقهم و إن لم يأخذوه هم

---

338 (جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب فی سورۃ ص رقم الحدیث ۳۲۳۳، مطبوعہ دار السلام، ریاض)

بذلک۔

علماء کے ساتھ ادب یہ ہے کہ ان سے علوم نقلیہ (قرآن و سنت) اور صحیح روایات کے ساتھ گفتگو کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے یا ان سے فائدہ حاصل کرے اور ان کے ساتھ (محبت کا) یہ انتہائی نفع ہے۔ عابدین اور زاہدین کے ساتھ ادب یہ ہے کہ ان کو زہد و عبادت کی ترغیب دے اور وہ اس سے جس چیز کی مدد طلب کریں انکو مزین کرے جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوں تو ان کے لئے عازمین کے طریق کی معرفت جو اسے حاصل ہے، کے دروازے کھول دے تاکہ انکی ہمت ان (عازمین) کے اعمال پر اعتماد کے لئے بلند ہو جائے اور وہ اس کو جہنم سے دور خیال کریں۔

عازمین کے ساتھ ادب یہ ہے کہ وہ ان کے واجب حق کو ادا کرتے ہوئے اپنی زبان اور دل کو قابو میں رکھے اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو پریشان ہو جائے۔

شیخ سے کرامت کا سوال نہ کرے

ومن شأنه أن يلزم الأدب مع شيخه، ولا يطلب منه قط كرامة ولا وقوع خارقة ولا كشفاً ولا غير ذلک، فمن طلب من شيخه كرامة حتى يتبعه فهو إلى الآن لم يؤمن بكون أستاذه من أهل العلم بطريق أهل الله۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے شیخ کے ادب کو لازم پکڑے اس سے ہرگز کسی کرامت یا خلاف عادت کام یا کشف وغیرہ کا سوال نہ کرے اور جو شخص اپنے مرشد سے کرامت کا سوال کرتا ہے تاکہ اس کی پیروی کرے اس نے ابھی تک اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اسکا مرشد اللہ والوں کے طریقے پر گامزن اہل علم میں سے ہے۔

وقد كان الشيخ أبو العباس المرسی رحمه الله يقول: احذر أيها المريد أن تطلب من شيخک كرامة، حتى تتبعه فی أمره لک بالمعروف ونهيه لک عن المنكر، فإن ذلک سوء

أدب وهو دليل شكّك في دين الاسلام، لان ما دعاك إليه شيخك، ليس هو شرعه، إنما هو شرع رسول الله ﷺ، فهو تابع لا متبوع۔ ولو أن رحمة الله تعالیٰ سبقت غضبه، لكان كل من خالف أمر داعيه إلى خير، هلك من وقته۔ و كان يقول: إياك أن تظن أيها المريد أن أستاذك لا نور له قياساً على حالك أنت، فتحرم فوائده عقوبة لك، فلو كشف لك عن نوره لأضاء ما بين السماء و لارض۔

حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے مرید اس بات سے بچو کہ تم اپنے شیخ سے کرامت کا مطالبہ کرو تاکہ تم اسکی پیروی کرو ان معروف کاموں میں جن کا اس نے تمہیں حکم دیا اور برے کاموں سے بچنے میں جن سے اس نے روکا کیوں کہ یہ بے ادبی ہے اور یہ دین اسلام میں شکوک و شبہات کی علامت ہے کیونکہ مرشد تمہیں جس کام کی طرف بلاتا ہے وہ اس کی اپنی شریعت نہیں بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت ہے پس وہ تابع ہے متبوع نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اسکے غضب سے سبقت نہ کرتی تو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی طرف بلانے والے کی مخالفت کرتا ہے وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتا۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اس خیال سے بچو کہ تمہارے مرشد کے لئے نور نہیں ہے اور تم اسے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے یہ بات کہو اس طرح تمہیں یہ سزا ملے گی کہ تم اس کی طرف سے حاصل ہونے والے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔

اگر اس کا نور تمہارے لئے ظاہر ہو تو آسمان و زمین کے درمیان تمام جگہ بھر جائے۔

و كان يقول: إياك ان تستغرب من شيخك نطقه بالمغيبات فإن القلب إذا انجلى أخبر صاحبه بما مضى و بما آت و ليس ذلك من الغيب الممنوع منه فإن هذا ما نطق به حتى شهده بنور قلبه فهو عنده من قسم الشهادة لا من قسم الغيّب۔ ثم إن ذلك الغيب لا يكون قط مخالفاً للشرع بين أثهرنا و انما يكون مؤيداً له فافهم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر تمہارا شیخ غیب کی بات کرے تو اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ جب دل روشن ہوتا ہے تو ایسے دل والا گزشتہ اور آنے والی باتوں کی خبر دیتا ہے اور یہ اس غیب میں سے نہیں ہے جو ممنوع ہے کیونکہ اس نے یہ بات اس وقت تک نہیں کہی جب تک اس کے قلبی نور نے شہادت نہیں دی پس وہ اس کے نزدیک ظاہر کی قسم ہے غیب سے نہیں۔ پھر یہ غیب ہرگز ہمارے درمیان خلاف شریعت نہیں یہ تو اس کی تائید میں ہے۔ اس بات کو سمجھو۔

اولیاء پر اعتراض نہ کرو

وكان يقول كثيراً: إياك ايها المريد ان تستقلّ بمقام شيخك حين ترى المعرضين عن الله تعالىٰ لا يقيمون له وزناً، فإن الولى فى كل عصر لم تزل الناس لا يلقون اليه بالاً ثم اذا مات ندموا على عدم اعتقادهم فيه حين يرون عدم تخلق احد بأخلاقه الشريفة، ويزول عنهم حجاب الحسد الذى كان منسدلاً عليهم ليقضى الله امراً كان مفعولاً

شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید جب تم اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنے والوں کو دیکھو کہ وہ تمہارے شیخ کو کوئی وقعت نہیں دیتے تو تم اس کے مقام کو ہلکا سمجھنے سے بچو کیونکہ ہر زمانے میں لوگ ولی کی پرواہ نہیں کرتے پھر جب اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں (صحیح) عقیدہ نہ رکھنے کی وجہ سے وہ نادم ہوتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ اس کے اخلاق شریفہ سے موصوف کوئی شخص نظر نہیں آتا اس وقت ان سے حسد کا حجاب زائل ہو جاتا ہے جو ان پر پڑا ہوا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے جو ہو کر رہے گا۔

وكان يقول: من اين يعرف المعرضون عن حضرة الله اولياء الله حتى يمدحوهم؟ وقد قال ابو تراب النخشبى: الاولياء كالعرائس المخبأة فى خدورها فإياكم والانكار على شيء من احوالهم وأنتم معرضون عن الله فان القلب اذا أعرض عن الله صحبته الوقيعة فى أولياء الله ومن وقع فيهم هلك فاياكم ثم اياكم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اعراض کرتے ہیں وہ اولیاء اللہ کو کیسے پہچانیں گے حتیٰ کہ ان کی تعریف کریں جب کہ حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اولیاء کرام ان دلہنوں کی طرح ہیں جو اپنے حجروں میں پردے میں ہوتی ہیں پس تم ان کے احوال میں سے کسی بھی چیز کا انکار کرنے سے بچو جب کہ تم خود اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرے ہوئے ہو کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ سے پھر جاتا ہے تو وہ اولیاء کرام کے بارے میں اعتراض کرنے میں پڑ جاتا ہے اور جو شخص انکی شان میں پڑا وہ ہلاک ہوا پس تم بچو پھر تم بچو۔

وكان الشيخ ابو العباس يقول: اعمل ايها المريد على ان تتحد بشيخك فيكون ما عنده من المعارف عندك على حد سواء ويكون تميزه عليك انما هو بالاضافة لا غير، قال: و قد قال لى الشيخ ابو الحسن الشاذلى يوماً: يا ابا العباس ما صحبتك الا لتكون انت انا و انا انت۔

حضرت شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! اپنے شیخ کے ساتھ متحد ہو جاؤ پس جو معرفت کی باتیں اس کے پاس ہیں وہ تجھے بھی برابر برابر حاصل ہو جائیں گی اور تمہارے اور اس کے درمیان امتیاز اضافت کی وجہ سے ہو گا (یعنی یہ کہ تم مرید ہو اور وہ مرشد) اس کے علاوہ نہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو العباس! میں نے تمہیں اپنی صحبت میں اس لئے لیا کہ تم، میں اور میں، تم ہو جاؤں۔

وكان يقول: عليك ايها المريد بالعكوف على أعتاب شيخك و لو طردك فلا تبرح و سارقه فى القرب منه فان الاشياخ لا يكرهون احداً من المسلمين لحظ نفس و انما يقع ذلك منهم تأديباً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اے مرید! تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے شیخ کی جھڑک پر جھکا رہے اور اگر وہ تجھے دھتکارے تو تو وہاں سے نہ ہٹنا اور چوری چھپے اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ مشائخ

سانس لینے کے برابر بھی مسلمانوں میں سے کسی ایک کو ناپسند نہیں کرتے انکا یہ رویہ تربیت کے لئے ہوتا ہے۔

وکان یقول: لو علم المرید ما انطوی فی شیخه من الاسرار لخضع ل ولم یستطع البعد عنه لحظة، ولکان یطوی الطریق البعیدة من شدة عزمه وهمته۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: اگر مرید کو اس بات کا علم ہوتا کہ شیخ میں کیا کیا اسرار ہیں تو وہ اس کے سامنے گردن جھکا دیتا اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے دوری کی طاقت نہ رکھتا اور اپنے پختہ اور مضبوط ارادے کی وجہ سے دور کے راستے کو لپیٹ دیتا۔

قال الشیخ ابو العباس: ولقد کنت ساکناً بباب البحر من مصر وکنت کل یوم اذهب الی اسکندریة و أرجع ضحوة النهار أقرأ علی الشیخ أبی الحسن کتاب ختم الأولیاء للحکیم الترمذی رحمه الله۔

وکان یقول: معرفة المرید بمقام شیخه من معرفة اللہ عزوجل فان اللہ تعالیٰ معروف للخلق بکماله وجلاله وقدرته ولا هکذا المخلوق، ومتی یعرف الانسان علو مقام مخلوق مثله یأکل کما یأکل ویشرب کما یشرب۔

حضرت شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں مصر کے ''باب البحر'' میں رہائش پذیر تھا اور ہر دن ''اسکندریہ'' جاتا اور چاشت کے وقت واپس آتا میں شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''ختم الاولیاء'' پڑھتا تھا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کا اپنے شیخ کے مقام کی معرفت حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے اپنے کمال، جلال اور قدرت کے ساتھ معروف ہے جب کہ مخلوق کی یہ صورت حال نہیں ہے اور جب انسان اپنی جیسی مخلوق کے مقام کی بلندی کو جان لیتا ہے تو وہ اس طرح کھاتا ہے جیسے وہ کھاتا ہے اور اس طرح پیتا ہے جس طرح وہ پیتا ہے۔

مرید کلامِ شیخ کو کیوں بھولتا ہے؟

وکان یقول: ینبغی للمرید اذا سمع شیئاً من استاذہ وخاف نسیانہ ان یستودعہ اللہ تعالیٰ فانہ لا تضیع عندہ الودائع فینبغی فعل ذلک للعالم اذا خاف نسیانہ شیئاً من أحکام الشریعة لینفع بہ الناس۔

اور حضرت شیخ ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کو چاہیئے کہ جب اپنے استاد (مرشد) سے کوئی بات سنے اور اسے اس کے بھولنے کا ڈر ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں امانت ضائع نہیں ہوتی۔ پس عالم کو بھی یہی عمل کرنا چاہیئے جب اسے احکامِ شریعت میں سے کسی بات کے بھولنے کا ڈر ہو تاکہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں۔

وکان یقول: ما توقف مرید فی فھم کلام شیخہ الا لجھلہ وشدة نسیانہ فالواجب علیہ العمل علی جلاء مرآة قلبہ ولا یقول لمعلمہ أوضح لی الجواب عن ذلک، فانہ لا فائدة فیہ فی طریق القوم، لأنھم لا یقنعون بالعلم وانما یطلبون الذوق بالباطن لیطابقوا بین اللسان والقلب ویخرجوا من صنعة النفاق۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: مرید اپنے شیخ کے کلام کو سمجھنے میں اپنی جہالت اور بہت زیادہ بھولنے کی وجہ سے توقف کرتا ہے پس اس پر لازم ہے کہ اپنے دل کے آئینے کو روشن کرنے کی کوشش کرے اور معلم سے نہ کہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ جواب دیں کیونکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریق میں اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ علم پر قناعت نہیں کرتے۔ وہ باطنی ذوق طلب کرتے ہیں تاکہ زبان اور دل میں مطابقت ہو جائے اور وہ منافقت سے نکل جائیں۔

اولیاءکے دل بادشاہوں کی طرح ہیں

وكان يقول: عليكم بمعانقة الادب مع استاذكم ولو باسطكم فان قلوب الاولياء كقلوب الملوك تنقلب من الحلم الى الغضب والانتقام فى لمحة، فاذا ضاق ذرع الولى هلك من يؤذيه فى الوقت، و اذا اتسع حمل الاذى من الثقلين۔ ومن شأنه ان لا يقيم ميزان عقله على كلام شيخه حتى لو قال له لا تحضر مجلس فلان العالم الواعظ فلا ينبغى له حضوره و ذلك لان شيخه أمين عليه فى كل شىء يرقيه او يوقفه او يؤخره، و غير شيخه لم يلتزم ذلك معه فربما علمه ما يضره و يورثه الاعجاب بنفسه مثلاً فيهلكه، لا سيما ان كان اعذب لفظاً من شيخه۔ والنفس من شأنها الخيانة فتفرح بحضور مواضع البحث و الجدال و مغالبة الخصوم ولا تقى على العمل بما تسمع بخلاف مجلس الشيخ فان غايته تضييق على المريدين و مناقشة لهم و مخالفة لما تهواه نفوسهم فربما نفرت نفس المريد الضعيف الحال من ذلك۔

حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ ادب کا معانقہ کرو (ادب کو لازم پکڑو) اگر چہ وہ تم سے بے تکلف ہوں کیونکہ اولیاء کرام کے دل بادشاہوں کے دلوں کی طرح ہوتے ہیں وہ ایک لمحہ میں بردباری سے غضب اور انتقام کی طرف پھر جاتے ہیں اور جب ولی کا دل تنگ ہو (وہ پریشان ہو) تو اس وقت اسے ایذاء پہنچانے والا ہلاک ہو جاتا ہے اور جب کشادہ ہو تو وہ دونوں بھاری مخلوقوں (جن وانس) کی اذیت برداشت کر لیتا ہے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کلام کو اپنی عقل کے ترازو پر نہ تولے حتیٰ کہ اگر وہ کہے کہ فلاں عالم واعظ کی مجلس میں نہ جاؤ تو اس کے لئے وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔

یہ اس لئے کہ اس کا شیخ ہر چیز میں اس کا امین ہے وہ اسے ترقی دے یا ٹھہرا دے یا پیچھے کر دے جبکہ اس کے شیخ کا غیر اس کے لئے اس بات کا التزام نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اسے وہ چیز سکھاتا

ہے جو اسے نقصان پہنچاتی ہے اور اس میں تکبر پیدا کرتی ہے پس وہ ہلاک ہو جاتا ہے خاص طور پر جب اس (دوسرے عالم) کے الفاظ اس کے شیخ کے مقابلے میں زیادہ شیریں ہوں۔

اور نفس کا کام خیانت کرنا بھی ہے پس وہ بحث و مباحثہ اور مد مقابل لوگوں کے درمیان مقابلہ بازی پر خوش ہوتا ہے اور جو کچھ سنا اس پر عمل میں مضبوطی اختیار نہیں کرتا۔ بخلاف شیخ کی مجلس کے کہ اس کا مقصود مرید پر تنگی کرنا، ان پر جرح کرنا اور جو کچھ ان کے نفس چاہتے ہیں اس کی مخالفت کرنا ہے، پس بعض اوقات کمزور حال والے مرید کا نفس اس سے نفرت کرتا ہے۔

و کان یقول: للشیخ ان یخرج المرید من ورده الی ورد آخر فاذا نهاه عن ورد بادر الی امتثال أمره، ولیس له الاعتراض علیه بباطنه ویقول ان الورد خیر فکیف ینهانی عن فعله فربما رأی الشیخ فی ذلک الورد ضرراً علی المرید بدخول علة قادحة فی الاخلاص مثلاً، و رب عملٍ جاء الشرع بأفضلیته فدخلته النفس فصار مفضولاً و لا یشعر المرید بذلک۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرشد کو چاہیئے کہ وہ اپنے مرید کو ایک وظیفہ سے دوسرے وظیفہ کی طرف منتقل کرتا رہے جب وہ اس کو ایک وظیفہ سے روکے گا تو وہ اس پر عمل کرے گا اور وہ باطنی طور پر اس پر اعتراض نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ یہ وظیفہ بہتر تھا اس نے مجھے اس پر عمل سے کیسے روکا۔ بعض اوقات مرشد اس وظیفے میں مرید کے نقصان کو دیکھتا ہے کہ وہ اس میں یوں داخل ہوتا ہے کہ اس کے اخلاص میں کچھ خرابی ہوتی ہے مثلاً بعض اعمال کو شریعت نے افضل قرار دیا پس نفس اس میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ مفضول (جس پر دوسرے کو فضیلت ہو) ہو جاتا ہے اور مرید کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

و کان الاما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنه لا یجهر فی قراءته باللیل، و کان عمر رضی اللہ عنه یجهر، فأخبرا بذلک رسول اللہ ﷺ فقال لابی بکر: لم لم تجهر؟ فقال قد أسمعت من أناجی و قال لعمر: لم تجهر؟ فقال: أوقظ الوسنان و أطرد الشیطان فقال ﷺ لابی بکر:

ارفع قليلاً و قال لعمر: اخفض قليلاً و ذلک ليخرجهما عن مرادهما لمراده لانهما کانا فی مقام التعليم و التربية لهما۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأت بلند آواز میں نہیں کرتے تھے جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: **لِمَ لَمْ تَجْهَر؟** یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے قرأت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: **(قد اسمعت من اناجی)** میں اس کو سناتا ہوں جس سے مناجات کرتا ہوں۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا **لم تَجْهَرُ؟** کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے کیوں قرأت کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا **اوقظ الوسنان و اطرد الشیطان** (میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں) آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **ارفع قليلا** (تھوڑا بلند کرو) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **اخفض قليلا** (تھوڑا پست کرو)۔[339]

اور یہ اس لئے کہ آپ ﷺ ان کو ان کی مراد سے نکال کر اپنی مراد کی طرف لے جانا چاہتے تھے کیونکہ وہ دونوں حضرات تعلیم و تربیت کے مقام پر تھے۔

و کان يقول: اذا سألک عن شیء من أحوالک الباطنة فأجبه علی الفور من غير تفکر فان الشيخ يريد ان يعلم مقامک الثابت لک و تفکرک انما تريد به الجواب بما هو أعلی من مقامک فيحصل بذلک التلبيس علی شيخک و تقع فی الغش لنفسک۔ و کل شیء نطق به الانسان فوراً فهو مقامه الحقيقی و اذا نطق القوم ظهرت مراتبهم، و قد وقع ان مريداً حج بغير اذن سيدی أبی العباس المرسی رحمه الله فقال له الشيخ لما رجع کيف کان حجک فی

---

[339] (صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب ذکر البیان بان قرأة۔۔۔ الخ، رقم ۷۳۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

هذه السنة؟ فقال كان الماء كثيراً و الحشيش كثيراً و البقسماط كثيراً، فقال له الشيخ بللّٰه العجب اسألک عن الحج و کیف کان أدبک فیه مع اللہ تعالیٰ فتجیبنی بالعلف! و صار الشیخ یتبسم متعجباً و یقول قد عرفنا مقامک یا أخی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب (تمہارا مرشد) تم سے تمہارے باطنی احوال کے بارے میں پوچھے تو فوراً جواب دو اور غور و فکر نہ کرو کیونکہ مرشد کا ارادہ تمہارے لئے ثابت شدہ کو معلوم کرنا ہے اور تم غور و فکر کے ذریعے اپنے مقام سے اعلیٰ درجہ کے بارے میں جواب دینا چاہتے ہو۔ اس طرح تمہاری طرف سے شیخ کو دھوکہ دینا پایا جائے گا اور تم اپنے آپ کو بھی کھوٹا کر دو گے انسان جو بات فوری طور پر کرتا ہے وہ اس کا حقیقی مقام ہوتا ہے اور قوم (صوفیا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کو گفتگو سے ان کے مراتب کا ظہور ہوتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک مرید نے سیدی ابو العباس مرسی علیہ الرحمہ کی اجازت کے بغیر حج کیا واپسی پر شیخ نے پوچھا اس سال تمہارا حج کیسا رہا ہے؟

اس نے کہا پانی بہت زیادہ تھا، گھاس زیادہ تھا اور بقسماط (شاید کوئی درخت ہے) زیادہ تھے۔

شیخ نے اس سے فرمایا! اللہ کی قسم یہ تعجب کی بات ہے حج اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرے ادب کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور تم مجھے گھاس کے بارے میں بتا رہے ہو۔ پھر شیخ نے تعجب کرتے ہوئے تبسم فرمایا اور فرمایا: اے بھائی! ہمیں تمہارے مقام کی پہچان ہو گئی ہے۔

و کان کثیراً ما یقول: اذا ضحک الشیخ فی وجہ احدکم فاحذروہ و لا تجالسوہ الا بالأدب فإنہ قد یکون سیفاً و نقمۃ فی حال کونہ غیثاً و رحمۃ۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب شیخ تم میں سے کسی ایک کے سامنے ہنسے تو اس سے بچو اور اس کے پاس ادب کے بغیر نہ بیٹھو اور بعض اوقات بارش اور رحمت ہونے کی حالت میں بھی تلوار اور عذاب ہوتا ہے۔

وکان یقول: لا تفرّط قط فی کلام غرسہ شیخک فی قلبک فربما لم یثمر الا بعد موت الشیخ، لان زرعهم لا یخیب ان شاء اللہ تعالیٰ، فاحتفظ یا ولدی علی کل کلام تسمعه من الشیخ ولو لم تجد له ثمرۃ عقیب سماعه واللہ أعلم۔ ومن شانه ان یفتح لإخوانه باب الأدب مع الشیخ ویغلق علیهم باب سوء الادب معه فلا یکون مقداماً لإخوانه فی سوء الأدب مع الشیخ مطلقاً، و ان وقع انه اساء ادبه معه فلیبادر وجوباً الی کشف رأسه والتوبیخ لنفسه لیرتدع غیره، ولو تأمل المرید بعین الانصاف لوجد فنسه ظالماً علی الشیخ و انه لا یتشوش من المرید الا فعله شیئاً ینقص دینه۔ ومن اعظم ما یقع فیه المرید من سوء الادب مع الشیخ عدم حضوره مجلس الذکر الذی رتبه للمریدین صباحاً و مساء، فان مدد کل شیخ یکون فی ورده ومن ترک ورد شیخه حرم مدده، ولکن ان کان للمرید عذر فی تخلفه عن المجلس فلیذکره للشیخ فان ظهر له صدق عذره والا ناقشه و بین له عدم صدقه لیتوب عن مثل ذلک۔ ومن علامة صدقه الندم علی فوات ذلک المجلس حتی تضیق علیه الدنیا بما رحبت و یترک غداه و عشاه ذلک الیوم لشدۃ الاسف ولا یصیر له وجهة إلی الناس ولا إلی ضحک ولا لعب نظیر من مات له ذلک الیوم ولد عزیز فلا قبل عذره فی ترکه ذکره ذلک المجلس۔ واعلم یا أخی ان یتأکد علی جیران الشیخ حضور ورده کل یوم وهم اولی بذلک من الا باعد الذین یسمعون الذکر وهم جالسون فی بیوتهم ولا یذکرون اللہ تعالیٰ لا فی بیوتهم ولا فی الزاویة۔ بل الذی ینبغی لجماعة الشیخ و جیرانه ان یکونوا هم الجالبین الناس الی حضور ذکر اللہ عزوجل، فانها حضرۃ اللہ التی لا یشابها شیء من حضرات اعظم ملوک الدنیا۔ آہ آہ آہ من صحبة من اغفل اللہ قلبه عن ذکره واتبع هوی نفسه وکان امره فرطاً۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: شیخ نے تمہارے دل میں جس کلام کا پودا لگایا ہے اس میں کوتاہی نہ کرو بعض اوقات یہ شیخ کے وصال کے بعد پھل دیتا ہے کیونکہ ان کی کھیتی میں نقصان نہیں ہوتا۔ ان شااللہ تعالیٰ۔

پس اے بیٹے! تو شیخ سے جو کلام سنے اسے یاد رکھو اگرچہ سننے کے ساتھ ہی اس کا پھل نہ پائے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادرانِ طریقت کے لئے شیخ کے ادب کا دروازہ کھولے (نمونہ بنے) اور ان پر بے ادبی کا دروازہ بند رکھے اور خود پہل کر کے ان کو شیخ کی بے ادبی کے راستے پر نہ چلائے اور اگر اس سے شیخ کی بے ادبی سرزد ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ فوری طور پر سر ننگا کرے اور اپنے نفس کو جھڑکے تاکہ دوسرے باز رہیں۔

اور اگر مرید انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو وہ اپنے آپ کو شیخ پر ظلم کرنے والا پائے گا اور مرید کو اس عمل کی تشویش (اور پریشانی) ہو گی جس کی وجہ سے اس کے دین میں کمی آتی ہے اور مرید کی طرف سے شیخ کی سب سے بڑی بے ادبی یہ ہے کہ وہ اس مجلس میں حاضر نہ ہو جو شیخ نے صبح و شام مریدین کے لئے منعقد کی ہے۔

ہر شیخ کی مدد کا حصول اس کے بتائے ہوئے وظائف و اوراد (پڑھنے) میں ہے اور جس نے شیخ کا بتایا ہوا وظیفہ چھوڑ دیا وہ اس کی مدد سے محروم ہوا۔ لیکن اگر مرید کسی عذر کی وجہ سے مجلس میں حاضر نہ ہو سکتا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے شیخ سے ذکر کر دے اگر اس کے عذر میں صداقت ہو تو ٹھیک ورنہ شیخ اس پر جرح کرے اور اس کے جھوٹ کو واضح کرے تاکہ وہ اس قسم کے عمل سے توبہ کرے۔

اس کی سچائی کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اس مجلس کے فوت ہونے پر نادم ہو حتیٰ کہ دنیا کشادہ ہونے کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے اور وہ سخت افسوس کی وجہ سے صبح و شام کا کھانا چھوڑ دے نہ وہ لوگوں کا سامنا کرے نہ ہنسے اور نہ ہی خوش طبعی کرے جیسے وہ شخص جس کا عزیز بچہ

آج ہی فوت ہوا ہو۔ اور وہ مسلسل پریشان رہے حتیٰ کہ اس کا شیخ اس سے راضی ہو جائے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس مجلس کو چھوڑنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کا عذر قبول کر لیا ہے۔

اے بھائی! جان لو کہ شیخ کے پڑوسیوں پر اپنے شیخ کے ورد و وظیفہ میں روزانہ حاضری لازم ہے اور یہ ان لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں جو شیخ سے دور بیٹھے گھروں میں ذکر سنتے ہیں اور خود نہ گھر میں اور نہ تربیت گاہ میں ذکر کرتے ہیں۔

بلکہ شیخ کی جماعت کے لئے مناسب ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں حاضری کے لئے لائیں اور یہ بارگاہ خداوندی کی حاضری ہے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے ہاں حاضری اس کے برابر نہیں ہے۔

اس شخص کی صحبت پر افسوس در افسوس جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اور اس نے خواہشات نفس کی پیروی کی اور اس کا معاملہ کوتاہی پر مبنی ہے۔

قال سیدی علی المرصفی رحمه الله : ولا ینبغی للمرید ان یتعلل فی حضور مجالس الذکر بالاشتغال بالعلم فان شیخه لو رآه مخلصاً فی علمه لما قال له اترکه واذکر الله ابداً لأن من کان مخلصاً فی علمه فهو جلیس الله کالذاکر لله علی حد سواء فما امره بحضور مجلس الذکر لما رأی عنده من الریاضة وحب الشهوة فاراد له کثرة الذکر لینجلی قلبه ویرفع حجابه فیدرک وقوعه فی الریاء والعجب و نحو ذلک فیستغفر منه و یتوب، و قد کان الامام الشافعی رضی الله عنه یقول: طلب العلم افضل من صلاة النافلة، قال بعض العارفین: مراده العلم الذی لا یدخله ریاء ولا سمعة حتی لا یعارض النصوص التی جاءت فی عذاب الذین یراءون بعلمهم۔

سیدی علی المرصفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مجالس ذکر میں حاضر نہ ہونے کے لئے علم میں مشغولیت کو بہانہ بنائے اگر اس کے شیخ نے اسے علم میں مخلص دیکھا ہوتا تو وہ اسے یہ بات نہ کہتے کہ اسے چھوڑ کر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

کیونکہ جو شخص علم میں مخلص ہوتا ہے وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہم نشین ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور دونوں اس میں برابر ہیں تو وہ اس کو مجلس ذکر کی حاضری کا حکم نہ دیتا تو جب وہ اس کے ہاں ریاضت اور خواہشات کی کثرت دیکھتا ہے تو اس کے لئے کثرت ذکر کا ارادہ کرتا ہے تاکہ اس کا دل روشن ہو اور اس سے پردہ اٹھ جائے پس وہ اپنے آپ کو ریاکاری اور خود پسندی میں دیکھتا ہے تو اس سے طلب مغفرت کرتا اور توبہ کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے: (طلب العلم أفضل من صلاۃ النافلة) علم کی تلاش نفل نماز سے افضل ہے۔

بعض عارفین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ علم ہے جس میں ریاکاری اور شہرت پسندی داخل نہ ہو حتیٰ کہ یہ (قول) ان نصوص سے نہ ٹکرائے جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں جو اپنے علم میں ریاکاری کرتے ہیں۔

مجلس ذکر چھوڑنے پر اظہار ملامت

وکان سیدی یوسف العجمی رحمہ اللہ یقول: ینبغی لکل مرید تخلف عن مجلس ذکر بغیر عذر او غیر ذلک من مجالس الخیر ان یوبخ نفسه بحضرۃ اخوانه و یقول مثلاً: یا فوزکم، حضرتم المجلس و جالستم ربکم عز و جل، ویا شقاوتی تخلفت عنه! فلعل ذلک التوبیخ یکون جابراً لذلک الخلل۔ ولا ینبغی لمرید ان یسامح نفسه فی ترک التوبیخ ابداً لأن فی ذلک استهانة بفوات مجالسة اللہ عز و جل و باعثاً للاخوان علی عدم احتفالهم۔ وفی الحدی: من لم یکثر ذکر اللہ فقد بریء من الایمان۔ و فی القرآن فی صفة المنافقین: "ولا

يذكرون الله الا قليلاً"۔ وبالجملة فمتى كان المتخلف عن حضور مجلس الذكر لو عرض عليه فی حضوره ذلک المجلس الف دينار مثلاً لم يتخلف فهو كاذب فی تخلفه عن الذكر لضرورة فان ذكر الله تعالیٰ و مجالسته لا يعادلها شيء من الدنيا والآخرة۔ ولعل اكثر المتعللين بالضرورات لو وعد احدهم دينار واحد كلما حضر المجلس لأزال ضروراته كلها قبل وقت المجلس خوفاً على فوات ذلک الدينار، فلا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلی العظيم۔ ومن شأنه انه يمتثل امر شيخه ونهيه اذا قال له لا تمد رجليک الا لضرورة او لا تقرأ القرآن بعوض من الدنيا وان كان ذلک جائزاً بالشرع لان الشيخ انما يأمره بالترقی، وقراءة القرآن بالعوض لا ترقی فيها عند القوم، وكل مريد فتح ذلک الباب فی زاوية شيخه فقد اساء الادب فی حق شيخه وحق اخوانه وربما عوقب على ذلک بالامراض التی يصرف فيها اكثر مما جمعه من القرآن۔ وكذالک من شأن المريد انما يسد فی وظيفة كل من غاب من اخوانه فی الزاوية بغير معلوم احتساباً لوجه الله عزوجل۔ قالوا: ويحرم على المريد ان يخذل كلمة الشيخ فی الزاوية بالباطل، كأن يريد الشيخ اخراج احد منها لمصلحة فيعارضه بنفسه و باخوانه ويقولون بأی ذنب تخرجه؟ وفی ذلک خراب امر الزاوية، بل الواجب عليهم ان يشدوا اعضده فی ذلک، ثم اذا حصل له التأديب يشفعون فی رجوعه بإذن الشيخ۔ وسمعت الشيخ سيدی على الرمصفی يقول: من شرط ادب المريد مع الشيخ ان يعادی من عاداه و يوالی من والاه فقد ورد فی الحديث الحسن ان الله تعالیٰ يأمر ببعض العباد الى النار فتقول الملائكة يارب انه كان كثير الصلاة والصيام والحج ويذكرون شيئاً من القربات فيقول الله عزوجل: قد كان كذلک ولكنه كان لا يوالی من والانی ولا يعادی من عادانی تفقول الملائكة سحقاً سحقاً۔ و كذلک لا ينبغی للمريد ان يفتح باب اللوث لشيخه اذا دخل الزاوية هدية من فاكهة أو غيرها ولم يعطه شيئاً منها ويقول: إن الشيخ قد مسح الخشب على الهدية الفلانية وتخصص بها أو اعطى منها موالح الرقبة الذين يخاف منهم دون الفقراء اللينين الجانب ونحو ذلک، بل الواجب عليه حمل الشيخ على أحسن المحامل ويقول سيدی ما حرمنا منها الا رحمة بنا ولعلها من وجه شبهة او تحتها حملة فله الفضل الذی منعنا

الأكل منها۔ ثم من الواجب على كبار الزاوية ان يزجروا كل من لاث الشيخ بسبب من الأسباب الدنيوية و ان لم يزجروه بغى بعضهم على بعض من باب اولى و عمّهم المقت اجمعين۔ و من شأنه ان يعتقد كمال شيخه جزماً لينتفي عنه التردد فلو ان جميع اهل مصره مثلاً فهموا اشيئاً و فهم أشياخ الطريق شيئاً وجب على المريد تقديم ما فهمه اشياخ الطريق۔ و كان الشيخ نجم الدين الكبرى يقول: طريق القوم هى الصراط المستقيم وهو أجل الطرق و أسناها اذا الطرق تشرف بشرف غاياتها و غاية طريق القوم معرفة الحق تعالىٰ و الادمعه فی جميع ما شرعه على لسان محمد ﷺ و الدال على هذا الطريق سيد الادلاء لانه وارث علم رسول الله ﷺ و عامل بشريعته فهو الحقيق بأن يلقب بشيخ الاسلام و بالوارث و بالاستاذ۔ و من شأنه ان يسمع اشارة شيخه له بالسكوت اذا كان يقرأ فی كلام القوم ثم حضر من لا يؤمن به من المحجوبين عنه، و ليس له بعد الاشارة ان يقرأ فی كلام القوم ثم حضر من لا يؤمن به من المحجوبين عنه، و ليس له بعد الاشارة ان يقرأ و يجادل ذلک المحجوب۔ و قد أجمعوا على انه اذا دخل عليهم منازع فی أذواقهم و علومهم فمن الأدب قطع الكلام لان علومهم كعلوم الانبياء لا تقبل منازعة۔ و فی الحديث عن النبی "لا ينبغی التنازع"

سیدی حضرت یوسف عجمی علیہ الرحمہ فرماتے تھے: ہر اس مرید کے لئے جو مجلس ذکر سے کسی عذر کی وجہ سے یا عذر کے بغیر پیچھے رہتا ہے مناسب ہے کہ اپنے برادران طریقت کی موجودگی میں اپنے نفس کو جھڑکے مثلاً وہ کہے واہ تمہاری کامیابی تم مجلس میں حاضر ہوئے اور اپنے رب کی مجلس میں بیٹھے۔ اور ہائے میری بدبختی میں اس سے پیچھے رہا۔ ہو سکتا ہے یہ جھڑک اس نقصان کو پورا کرے اور مرید کو چاہیئے کہ اس جھڑک کو چھوڑنے میں کبھی بھی چشم پوشی نہ کرے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مجالس کو چھوڑنے کو معمولی کام قرار دینا اور اپنے بھائیوں کو مجالس منعقد نہ کرنے کی ترغیب ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من لم یکثر الذکر فقد برئ من الایمان۔

جو شخص کثرت سے ذکر نہیں کرتا وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اور قرآن مجید میں منافقین کی صفات یوں بیان کی گئی ہیں:

ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔

اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

خلاصہء کلام یہ ہے کہ جو شخص مجلس ذکر کی حاضری سے پیچھے رہتا ہے اگر اسے مجلس میں حاضری پر مثلا ایک ہزار دینار دیا جائے تو وہ مجلس سے غیر حاضر نہ ہو، تو ایسا شخص اس بات میں جھوٹا ہے کہ وہ کسی ضرورت (عذر) کے تحت مجلس ذکر سے دور رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی مجلس کے برابر دنیا اور آخرت کی کوئی چیز نہیں۔

اور شاید عذر کو بہانہ بنانے والے سے یہ وعدہ کیا جائے کہ وہ جب بھی مجلس میں حاضر ہو گا اسے ایک دینار دیا جائے گا تو وقت مجلس سے پہلے اس کی ضرورتیں پوری ہو جائیں کیونکہ اسے اس دینار کے نہ ملنے کا خوف ہو گا۔ پس نیکی کرنے کی قوت اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے حکم اور روکنے پر عمل کرے جب وہ اسے کہے کہ ضرورت کے بغیر پاؤں نہ پھیلاؤ اور یہ کہ دنیا (مال) کے عوض قرآن نہ پڑھو اگرچہ شریعت میں ایسا جائز ہے (لیکن وہ شیخ کی بات مانے کیونکہ) شیخ اسے ترقی کا حکم دیتا ہے اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأۃ قرآن کا عوض لینے کی صورت میں (روحانی) ترقی نہیں ہوتی اور جو مرید اپنے مرشد کے آستانے پر اس عمل کا دروازہ کھولتا ہے وہ اپنے شیخ اور اپنے پیر بھائیوں کے حق میں بے

ادبی کا مرتکب ہوتا ہے اور بعض اوقات اسے اس کی سزا بیماریوں کی صورت میں ملتی ہے اور اس نے جس قدر مال قرآن پاک کے بدلے میں جمع کیا ہوتا ہے وہ سب (اس بیماری پر) خرچ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا جو برادر طریقت زاویہ (تربیت گاہ) سے غائب ہے اور اس کا علم نہیں تو رضائے الٰہی کی خاطر اس کا وظیفہ نہ روکے۔ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مرید پر یہ عمل حرام ہے کہ وہ تربیت گاہ میں اپنے شیخ کی بات کو جھٹلانے کے ذریعے ہلکا کر دے گویا شیخ ان میں سے کسی ایک کو نکالنے میں اس کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے پس وہ اور اس کے بھائی اس کے مقابلے میں کہتے ہیں آپ نے اسے کس گناہ کی وجہ سے نکالا ہے اس سے تربیت گاہ میں خرابی پیدا ہوتی ہے بلکہ ان کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں مرشد کے ہاتھ مضبوط کریں پھر جب وہ سبق سیکھ لے تو شیخ کی اجازت سے اس کی واپسی کی سفارش کریں۔

میں نے شیخ سیدی علی المرصفی علیہ الرحمہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مرید کے شیخ کے ساتھ ادب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور اس کے دوستوں سے دوستی رکھے۔ حدیث میں آیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

ان اللہ تعالی یامر ببعض العباد الی النار فتقول الملائکۃ یا رب انہ کان کثیر الصلوۃ والصیام والحج یتذکرون شیئا من القربات فتقول اللہ عز وجل قد کان کذٰلک ولکنہ کان لا یوالی من والانی ولا یعادی من عادانی فتقول الملائکۃ سحقا سحقا۔

بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بعض بندوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے گا تو فرشتے کہیں گے اے رب یہ تو زیادہ نمازیں پڑھتا تھا روزے بھی زیادہ رکھتا اور حج کرتا تھا پس وہ اس کی عبادات کا ذکر کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی طرح تھا لیکن وہ میرے دوستوں سے دوستی اور میرے دشمنوں سے دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ تو فرشتے کہیں گے اس کے لئے دوری ہو، دوری ہو۔

اسی طرح مرید کے لئے مناسب نہیں کہ جب شیخ کے حجرے میں کوئی تحفہ پھلوں وغیرہ سے آئے اور وہ اس میں سے اسے کچھ نہ دے تو اسے شیخ کی کمزوری قرار نہ دے اور یوں نہ کہے کہ شیخ نے فلاں ہدیہ میں لکڑی کو چھوا، (یعنی کنجوسی کی) اور اس کو اپنے لئے خاص کیا یا اس میں سے ایسے لوگوں کو دیا جو طاقت ور ہیں اور ان سے بہتر ان فقراء کو نہیں دیا جو اپنا پہلو جھکانے والے ہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ شیخ کے عمل کی اچھی تاویل کرے اور کہے کہ میرے آقا نے ہم پر رحمت کرتے ہوئے ہمیں نہیں دیا اور ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ ہو اور اس میں سے کچھ کھانے سے روکنے میں اس کا احسان ہو۔ پھر تربیت گاہ کے بڑے ساتھیوں پر واجب ہے کہ وہ ہر اس ساتھی کو جھڑکیں جو کسی بھی دنیوی سبب سے اپنے شیخ پر اعتراض کرتا ہے اگر وہ اسے نہ جھڑکیں تو ان کے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کا زیادہ ڈر ہے اور وہ سب عذاب کے مستحق ہوں گے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں اس بات کا قطعی یقین رکھے کہ وہ کامل ہے تاکہ اس سے تردد دور ہو پس اگر مثال کے طور پر تمام شہر والے ایک بات سمجھتے ہوں اور مشائخ کے فہم میں دوسری بات ہو تو مرید پر واجب ہے کہ وہ اس بات کو مقدم کرے جو مشائخ کی سمجھ میں آتی ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: صوفیاء کی جماعت کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے اور یہ سب سے بلند و بالا راستہ ہے کیونکہ راستوں کا شرف ان کی غرض کے شرف کے حوالے سے ہوتا ہے اور اس قوم کے راستے کی غرض حق تعالیٰ کی معرفت اور ان تمام امور میں اس کے ساتھ ادب ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بطور شریعت آتے ہیں اور اس راستے کی راہنمائی کرنے والا تمام راہنماؤں کا سردار ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے علم کا وارث اور

آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کرنے والا ہے اور یہی اس بات کا حق دار ہے کہ اسے شیخ الاسلام رسول اکرم ﷺ کا وارث اور شیخ کہا جائے۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ رہا ہو پھر کوئی ایسا شخص آ جائے جو اس پر اعتقاد نہیں رکھتا اور پردے والوں میں سے ہے اور شیخ اسے خاموشی کا اشارہ کرے تو وہ اس کو سنے اور اس کے بعد اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے پڑھے اور اس شخص سے پردے میں ہے، جھگڑا کرے۔

اس بات پر صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جب ان کے پاس کوئی شخص آئے جو ان کے ذوق اور علوم کا مخالف ہے تو ادب کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے کلام کو چھوڑ دیں کیونکہ ان کا علم، انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کی طرح ہے جو جھگڑے کو قبول نہیں کرتا حدیث شریف میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (لا ینبغی التنازع) باہمی جھگڑا مناسب نہیں ہے۔

شریعت سے تجاوز نہ کرے

ومن شأن القوم ان لا یتعدوا علوم شریعة النبی الصریحة ولا یتدینوا برأی لا یشهد له ظاهر الشریعة کما قال أبو القاسم لاجنید رضی اللہ عنہ۔علمنا هذا مشید بالکتاب والسنة انتهی، و انما لم یذکر الاجماع والقیاس لان الاجماع والقیاس انما یثبتان و تقوم دلالتهما موافقتهما للکتاب والسنة واللہ اعلم۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے صریح علوم سے تجاوز نہ کریں اور ایسی رائے نہ اپنائیں جس کے لئے ظاہر شریعت کی شہادت نہ ہو جس طرح حضرت ابو القاسم جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہمارا یہ علم کتاب وسنت سے مضبوط و مزین ہے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجماع اور قیاس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں (کتاب وسنت سے) ثابت

ہوتے ہیں اور ان کی دلالت اس وقت قائم ہوتی ہے جب یہ کتاب وسنت کے موافق ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

و إیضاح ما ذکرناہ من ذم التنازع کما قالہ الشیخ نجم الدین الکبری ان علوم القوم خارجة عن تمحض استبداد مدارک العقول من حیث کون العقل ناظرة و باحثة لا من حیث کونها قابلة فهی مبنیة علی الکشف الموافق للشریعة فی باطن الامر لان الشریعة المطهرة جاءت کذلک، فتری غالب احکامها لا یصل العقل الی ادراک حکمته ببادیء الرأی بل لا بد للشخص من معلم یوقفه علی خفایا الحکم و للہ أعلم۔ و من کا یخبر عما یعاین و یشاهد فلا یجوز لاحد ان ینازعه فیما أتی به الا بنص صریح او اجماع و انما علیه التسلیم و التصدیق ان کان مریداً۔ و اذا کان المرید لا یعتقد صدق ما یقول له الشیخ فمتی یفلح۔

ہم نے تنازع (جھگڑے) کی مذمت میں جو بات ذکر کی ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ جیسے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمہ نے کی ہے وہ فرماتے ہیں:

اس قوم (صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ) کے علوم، عقل کے ادراک اور بحث و تمحیص سے خارج ہیں کیونکہ عقل دیکھنے اور بحث کرنے والی ہے قبول کرنے والی نہیں کیونکہ یہ علوم ایسے کشف پر مبنی ہیں جو باطنی طور پر شریعت کے موافق ہے کیونکہ شریعت مطہرہ بھی اسی طرح ہے تم دیکھو گے کہ اس کے اکثر احکام کی حکمت تک عقل کی رسائی ظاہری نگاہ کے طور پر نہیں بلکہ معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے (مرید کو) حکم کی مخفی حکمتوں سے آگاہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو شخص اپنے معائنہ اور مشاہدہ کے بارے میں خبر دے تو کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اس کی لائی ہوئی بات میں نص صریح یا اجماع کے ساتھ استدلال کے بغیر جھگڑا کرے اگر وہ مرید ہے تو اس پر لازم ہے کہ تسلیم اور تصدیق کرے جب مرید اپنے مرشد کے قول کی تصدیق نہ کرے تو وہ کب فلاح پائے گا؟

وقد کان الشبلی رحمه الله یقول: لا ینبغی للمرید أن یتکلم الا فیما یشاهده و یعانیه من العلم۔ والصمت لعیه واجب و الفکر علیه مکروه لانه ربما أخرجه عن المقصود فهو غاش ساع فی هلاکه مکثف لحجابه و طرده عن باب حضرة ربه الخاصة۔

مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کلام کرے مگر علم میں سے جس چیز کا مشاہدہ اور معائنہ کرے اس پر خاموشی واجب ہے اور فکر مکروہ ہے کیونکہ یہ (فکر) بعض اوقات اسے مقصود سے نکال دیتا ہے تو وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے اور اپنی ہلاکت کے لئے کوشش کرتا ہے اس کا حجاب کشف ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب کی بارگاہ خاص سے دور کر دیا جاتا ہے۔

قال: والاولیٰ بالشیخ اذا رأی المرید یجنح الی استعمال عقله فی النظریات ولا یرجع الی رأی شیخه ان یطرده عن منزله و إلا خیف علیه ان یفسد بقیة أصحابه إذ المرید الصآدق لیس له نظر الی غیر مایقوله شیخه ابداً والله أعلم۔

فرماتے ہیں: شیخ کے لئے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ جب وہ مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کے استعمال کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے اور اپنے شیخ کی رائے کی طرف توجہ نہیں کرتا تو وہ (شیخ) اسے اس کی منزل سے پھینک دے ورنہ اس بات کا ڈر ہے کہ وہ اپنے دیگر ساتھیوں کو خراب کر دے گا کیونکہ سچے مرید کی نظر ہمیشہ اپنے شیخ کے قول پر رہتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے قلبی مرض سے شیخ کو آگاہ کرنا

ومن شأنه إذا سقطت حرمة استاذه من قلبه ان یخبر استاذه بذلک لیداویه من هذا المرض العضال، إما بطرده عن صحبته، واما باستعمال مایزیل عنه الحجب التی طرأت علیه بواسطة وقوعه فی معصیة او نحوها، واذا طرده فلیکن ذلک بالقلب دون اللفظ إلا بسیاسة تامة فان المنکر علی الشیخ من أکبر الأعداء و لیس له ان یحتمله خوفاً من افساد بقیة الفقراء۔

واکثر من یقع فی ھذا المرض الذین یجالسون الشیخ کثیراً ولذلک قالوا لابد للشیخ من ثلاثة مجالس: مجلس للعامة ومجلس للخاصة ومجلس یعاتبه فیه کل مرید علی انفراده ثم لا یجالس کل نوع إلا غباً یوماً بعد یومین او بعد أیام، مصلحة للمرید لا تکبراً و قیاماً للناموس الطبیعی۔ وشرطه فی مجلس العامة أن لایترک أحداً من المریدین یحضر معھم فیه و متی سامحھم فی الحضور فقد غشھم، قالوا و یکون مجلسه للعامة فی ذکر ترغیبھم فی الصلاة والصوم والصدقة، و بیان ثمرة ذلک، ولا یخرج بھم الی ذکر شیء من الأحوال والکمرات وما کان علیه الأکابر لأنھم لا یقدرون علی لامشی علیه۔ و شرطه فی مجلس الخاصة أن لا یخرج عن نتائج الاذکار والخلوات والریاضات، و بیان الطریق الموصلة الی ذلک۔ و شرطه فی مجلس النفراد مع الواحد من أصحابه زجره و تقریعه و توبیخه و تصغیر أعماله الصالحة فی عینه، و یقول له حالک یا ولدی ناقص عن مقام الصادقین و ینبھه علی دناءة ھمته، فعلم انه لا ینبغی للمرید أن یطلب من الشیخ أن یأذن له فی الجلوس معه کلما أراد، فان الشیخ وان لم یکن عنده أحد من الخلق فھو حاضر بقلبه مع ربه لا یسعه أن یلتفت الی أحد سواه کما قال ﷺ: "لی وقت لا یسعنی فیه غیر ربی" فافھم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کے دل سے اس کے شیخ کی عزت گر جائے تو وہ اپنے شیخ کو اس بات کی خبر دے تاکہ وہ اس عاجز کر دینے والے مرض کا علاج کرے یا تو اسے اپنی صحبت سے نکال دے یا ایسا طریقہ استعمال کرے جو اس سے وہ پردہ دور کر دے جو گناہ وغیرہ کی وجہ سے اس پر طاری ہو اور جب اسے دور کرے تو یہ دل سے دوری ہو الفاظ کے ذریعے نہیں البتہ سیاست نامہ (تربیت نامہ) ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ شیخ پر اعتراض کرنے والا سب سے بڑا دشمن ہے اور وہ باقی فقراء کے فساد سے ڈرتے ہوئے اس کو برداشت نہ کرے اس مرض میں مبتلا ہونے والے زیادہ لوگ وہ ہیں جو شیخ کے پاس زیادہ بیٹھتے ہیں۔

شیخ کی تین مجلسوں میں شرکت کرے

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: شیخ کے لئے تین مجالس ضروری ہیں:

ا۔عالم لوگوں کے لئے مجلس۔ ۲۔خاص لوگوں کے لئے مجلس۔ ۳۔ مجلس سرزنش یعنی وہ مجلس جس میں وہ ہر مرید کی الگ الگ سرزنش کرے پھر ہر قسم کی مجلس کبھی کبھی دو دن کے بعد یا کئی دنوں کے بعد ایک دن۔ اس میں مرید کے لئے بھلائی مقصود ہو (شیخ کا) تکبر نہ ہو۔ اس طرح طبعی ناموس قائم ہوتی ہے۔ مجلس عامہ کی شرط یہ ہے کہ جو بھی مرید دوسروں کے ساتھ حاضر ہوا ہے اسے نہ چھوڑے۔ جب ان سے چشم پوشی کرے گا تو گویا اس نے ان سے دھوکہ کیا ہوگا۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مجلس عامہ میں ان کو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی ترغیب دے اور ان اعمال کے فوائد بھی بتائے اور ان کو احوال (تصوف) کرامات اور بزرگوں کے طور طریقے نہ بتائے کیونکہ وہ ان راستوں پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے مجلس خاصہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان کو اذکار، خلوتوں اور ریاضتوں نیز اس طریقے کے بیان سے جو اس تک پہنچاتی ہیں نہ نکالے (یعنی ان کو یہ باتیں بتائے)۔

اور جو ایک ایک مرید کے لئے مجلس ہے اس کی شرط یہ ہے کہ اس کو جھڑکے اس (کے دل) کو کھٹکھٹائے اور اس کے نیک عمل کو اس کی نگاہ میں حقیر قرار دے اور کہے اے میرے بیٹے! تمہارا مقام سچے لوگوں کے مقام سے کم ہے اس کی کم ہمتی پر اسے تنبیہ کرے۔ پس معلوم ہوا کہ مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ شیخ کے پاس بیٹھنے کی ہر اس وقت اجازت مانگے جب وہ چاہے۔ کیونکہ شیخ کے پاس اگرچہ کوئی شخص بیٹھا ہوا نہ ہو پھر بھی وہ اپنے دل کے ساتھ اپنے رب کے ہاں حاضر ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی طرف توجہ کی فرصت نہیں ہوتی جس طرح نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: (لی وقت لا یسعنی فیه غیر ربی) میرے لئے ایک وقت ہے جس میں میرے ساتھ میرے رب کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

وقدتقدم فی الباب انه لا ینبغی للمرید أن یکلف الشیخ بالجواب إذا ذکر له واقعة وقعت له أو سؤالاً فی معنیٰ أحوال الطریق بل یرضی عن الشیخ إذا لم یجبه علی ذلک، ولکن قال الأشیاخ ینبغی له إذا لم یجبه عن سؤاله أن یعطیه من الأعمال ما یکشف حجاب عما سأل لیرقیه إلی ما هو أعلی و أشرف مما طلبه اذا کان أهلاً لذلک، فان من سبق علمه منزلته ربما اکتفی بالعلم و ادعی مقام شیخه من غیر ذوق و اللہ أعلم۔

اس بات کو سمجھ لو! یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جب مرید اپنے شیخ کے سامنے کوئی واقعہ ذکر کرے جو اس کے لئے واقع ہوا ہو تو شیخ کو جواب کا مکلف نہ بنائے اور نہ ہی طریقت کے احوال کے بارے میں سوال کرے بلکہ جب شیخ اسے جواب نہ دے تو اس پر راضی رہے بلکہ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے مناسب ہے جب وہ اس کے سوال کا جواب نہ دے تو اسے ایسے اعمال (کا حکم) دے جو اس کے سوال سے پردہ ہٹا دے تاکہ وہ اپنی طلب سے اعلیٰ اور اشرف کی طرف ترقی کرے اگر وہ اس کا اہل ہو بے شک جس شخص کا علم اس کے مقام سے سبقت کر جائے تو بعض اوقات وہ علم کو کافی سمجھتا ہے اور کسی ذوق کے بغیر اپنے شیخ کے مقام کا دعویٰ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر کی صحبت سے رُک جائے

ومن شأنه ان ینشرح إذا منعه شیخه من الجلوس مع اخوانه او مع تلامذه شیخ آخر فان المضرة بذلک سریعة للمریدین، لاسیما ان کان المرید ضعیف الاعتقاد فی شیخه و یخاف علیه التزلزل بل ولو کان ثابتاً یخاف علیه من الریاء والوقوع فی تزکیة نفسه عند جماعة ذلک الشیخ، إذ النفس تشتاق لذکر مناقبها عند من لا یعرفها إلا من یشاء اللہ ۔ و بالجملة

فليس للمريدين الاجتماع ببعضهم بعضاً سواء كانوا جماعة شيخ واحد أو جماعة شيخ آخر فان آفات ذالک کثيرة, وليس لهما الاجتماع إلا في مجلس الورد أو بحضرة الشيخ۔ وكل شيخ سامح مريده في الجلوس في مجالس القيل والقال فقد غشه, إلا ان يسبق لذلک المريد الشقاوة بأن صار الشيخ ينهاه عن مثل ذلک فلم يسمع, فحينئذ للشيخ ان يسكت عنه إذا أدّى اجتهاده الى ان السكوت عنه أنفع لدينه من حيث قلة صدور المخالفة منه۔ أما غيره فعلى الشيخ النصح وعلى المريد السمع۔ وقد كثرت خيانة المريدين للمشايخ ولم يحصلوا من طريق الارادة سوى الاسم فقط فليوطن الشيخ نفسه على عدم نفع اكثر تلامذته به كما درج عليه أكثر الأشياخ الماضين, فربما لقن الشيخ الألف وأكثر فلا يفلح منهم إلا واحد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد اسے اپنے برادران طریقت یا کسی دوسرے شیخ کے شاگردوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکے تو اسے کھلے دل سے قبول کرے کیونکہ اس وجہ سے مریدین بہت جلد نقصان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خصوصًا جب مرید اپنے شیخ کے بارے میں کمزور عقیدے کا مالک ہو اور اس کے پھسلنے کا خطرہ ہو بلکہ اگر وہ ثابت قدم ہو اور اس سے ریاکاری نیز اس شیخ کی جماعت کے پاس اپنی ذات کی پاکیزگی بیان کرنے کا خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس ان لوگوں کے ہاں اپنے مناسب فضائل کے ذکر کا مشتاق ہوتا ہے جو اس کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

خلاصہ ءکلام یہ ہے کہ مریدین کو ایک دوسرے کے پاس جمع نہیں ہونا چاہئے، چاہے وہ ایک شیخ کی جماعت ہو یا کسی دوسرے شیخ کی جماعت ہو اس کی آفات بہت زیادہ ہیں۔ ان کو صرف وظائف کی مجلس یا شیخ کے ہاں جمع ہونا مناسب ہے اور جو مرشد اپنے مرید کو بحث مباحثہ کی مجالس میں جمع ہونے کے حوالے سے چشم پوشی کرتا ہے وہ اسے دھوکہ دیتا ہے البتہ یہ کہ وہ مرید بدبخت ہو اس طرح کہ شیخ کے روکنے کے باوجود اس قسم کے کام سے نہ رکے۔ پس اس وقت شیخ کو چاہئے کہ اس سے خاموشی اختیار کرے اگر اس کا اجتہاد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس سے خاموشی اس کے دین کے لئے زیادہ نفع بخش

ہے اس طرح کہ اس طرف سے مخالفت کم ہو گی اور شیخ کو چاہئے کہ کسی دوسرے شخص کو نصیحت کرے اور مرید پر لازم ہے کہ اسے سنے۔

مریدین کی طرف سے مشائخ کے ساتھ خیانت بہت زیادہ ہے اور ان لوگوں نے ارادت کے طریق سے صرف نام پایا ہے پس شیخ اپنے نفس کو اپنے اکثر تلامذہ کی جانب سے نفع حاصل نہ ہونے کا عادی بنائے جس طرح گزشتہ دور کے اکثر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

بعض اوقات شیخ ایک ہزار سے زائد کو تلقین کرتا ہے اور ان میں سے صرف ایک کامیابی حاصل کرتا ہے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمه اللہ یقول: لیحذر الشیخ فی ھذا الزمان من غالب المریدین أشد الحذر فان أکثرھم غیر صادق ویفارقون شیخھم ولو علی طول ویجتمعون بأعدائه ثم یصیرون یقعون فیه عندھم ویقولون لمن قال لھم کیف فارقتم شیخکم ما کل ما یعلم یقال ولو وجدناہ علی شیء ما فارقناہ فیزکون نفوسھم ویجرحون شیخھم قال: وما حدثنا إلا بما رأیناہ وقع من بعض أصحابنا ولا نصح من الإیمان قلت؛ وایضاح ذلک ان جمیع بنی آدم تحت أسر القدرۃ الإلھیة فیتغیرون مع الانفاس وما خرج عن ذلک إلا المعصوم، فاعاقل من لم یعول علی أحدٍ لان ذلک الاحد لا یقدر علی حفظ نفسه من التغییر بل تتغیر قھراً علیه واللہ أعلم۔

میں نے اپنے آقا علی المرصفی علیہ الرحمہ سے سنا وہ فرماتے تھے: اس زمانے میں مرشد کو عام مریدین سے بہت زیادہ بچنا چاہئے ان میں سے زیادہ سچے نہیں وہ ایک عرصہ گزرنے کے بعد اپنے مرشد سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس کے دشمنوں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں پھر ان لوگوں کے پاس اپنے مرشد کی شان میں طعنہ زنی کرتے ہیں اور جو شخص پوچھے کہ تم اپنے مرشد سے الگ کیوں ہوئے

تو وہ کہتے ہیں اس سے جو کچھ پوچھا جاتا وہ سب باتیں نہیں جانتا تھا اور اگر ہمیں اس سے کچھ بھی حاصل ہوتا تو ہم اس سے جدا نہ ہوتے پس وہ اپنی پاکیزگی بیان کرتے اور اپنے شیخ پر جرح کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں: انہوں نے جو کچھ بیان کیا وہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے بعض ساتھیوں کی طرف سے ایسا ہوا ہے اور خیر خواہی ایمان کا حصہ ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ تمام اولاد آدم علیہ السلام قدرت الٰہیہ کے اسرار کے تحت ہے اور وہ ہر سانس پر بدلتے رہتے ہیں اس سے صرف معصوم ہی بچ سکتا ہے۔ سمجھ دار آدمی وہ ہے جو کسی شخص پر اعتماد نہیں کرتا کیونکہ وہ شخص (جس پر اعتماد کیا) اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تبدیلی سے بچانے پر قادر نہیں بلکہ زبردستی اس پر تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کی صحبت کا مقصد

ومن شأنه ان يصحب الشيخ للتربية فقط دون علة أخرى من أكل وشرب ووظيفة ونحو ذلک۔ ومن دخل فی صحبة الشيخ بعلة من هذه العلل أو غيرها لا يفلح أبداً ما دامت تلک العلة فيه، و اذا تفرس الشيخ من المريد أنه أشرک فی صحبته للتربية علة أخرى من أكل أو غيره وجب عليه ان يخرجه عن ذلک ويأمره بالأكل من عمل يده وكثرة الذكر منفرداً حتى يربى له يقيناً، فان تربية اليقين للمريد مقدمة على الاشتغال مع الجماعة بالذكر وغيره، ومن هنا عدم أكثر المجاورين عند الشيخ الانتفاع بالشيخ لو كنهم عبيد بطونهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کی صحبت صرف تربیت حاصل کرنے کے لئے اختیار کرے کوئی دوسری وجہ نہ ہو مثلاً کھانا، پینا اور وظیفہ وغیرہ۔

پس جو شخص ان وجوہات یا ان کے علاوہ کی بنیاد پر شیخ کی صحبت میں داخل ہوتا ہے تو جب تک اس کے یہ اسباب موجود ہوں وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اور جب شیخ کو معلوم ہو جائے کہ مرید نے

تربیت کے لئے صحبت میں کسی دوسری علت مثلاً کھانے وغیرہ کو شریک کرلیاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اس سے نکال دے اور اسے حکم دے کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور وہ تنہائی میں کثرت سے ذکر کرے تاکہ وہ یقین کی تربیت حاصل کر سکے کیونکہ مرید کے لئے یقین کی تربیت حاصل کرنا جماعت کے ساتھ ذکر وغیرہ میں مشغول ہونے سے مقدم ہے۔یہی وجہ ہے کہ شیخ کے پاس بیٹھنے والے اکثر مریدین اپنے مرشد سے نفع حاصل نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے پیٹ کے غلام ہوتے ہیں۔

وكان الشيخ محيي الدين بن العربي رحمه الله يقول: من المحال ان يتربى للمريد يقين مع كون الشيخ ينفق عليه و يهيىء له ما يأكل و يلبس، وكل مريد تفرس الشيخ فيه الميل الى ذلک وجب فی اصطلاحهم على الشيخ أن يخرجه و يأمره بالجلوس فی الخرابات والمواضع التی يقل مرور الناس فيها ولا يعرفه فيها أحد، وكل موضع عرفوه فيه يتحول منه و يقول له: عليک بالتجريد والاشتغال بللّٰه تعالىٰ على الصفاء۔ وليمده الشيخ بالهمة فان فقدها فالباسياسة، وإذا جلس المريد فی موضع لا يمر فيه أحد و جاع فلا بد أن الله تعالىٰ يفتح عليه اما بالصبر و اليقين و إما بشیء يأكله حتی يفاجئه اليقين الكامل فاذا فاجأه اليقين الكامل و عرف الشيخ منه أنه تساوی عنده الجلوس فی الزاوية ولا جلوس فی البرية على حد سواء فهناک يصلح أن يجلس عنده فی الزاوية والله أعلم۔ و من شأنه ان يلزم الادب مع شيخه و لا يتجسس له قط لعی حال و لا حركة و لا سكون و لا يتعشق الى ذلک و لا يقف له على نوم و لا طعام و لا شرب و لا غسل من جنابة، وكل مريد تجسس على مثل ذلک حصل له المقت لان غالب المريدين ضعفاء الحال۔ و اذا اطلع على شیء ربما نقصت حرمة شيخه فی قلبه لجهله بأحوال الكمل و معرفة مشاهدم۔ قالوا و ليس للشيخ ان يسامح المريد فی تجسسه على حاله بل الواجب عليه اصطلاحاً هجره و زجره مصلحة له۔ و قد قالوا: خصلتان اذا فعلهما المريد اتلف كل شیء رباه له الشيخ وهما كثرة الأكل و الاطلاع على نوم الشيخ أو أكله أو جماعه

فلیحذر المرید الصادق من مثل ذلک۔ و من شأنه ان یزید فی الاعتقاد فی شیخه کلما استتر بین الناس فان الصادقین هکذا یکونون کلما طال عمرهم ازدادوا خفاء۔ و قد قال الرازی رحمه الله: قد جرت سنة الله تعالیٰ فی الکمّل من أولیائه ان یسترهم عن من لیس من اضرابهم حتی لا یکاد یعرفهم احد من أهل الظاهر۔ و فی الحدیث ان الله تعالیٰ یقول: ”ان أولیائی تحت قبابی لا یعرفهم غیری“ قلت یحتمل ان یعرف حقیقتهم غیره تعالیٰ او لا یعرفهم قبل کونهم اولیاء بالفعل غیره او لا یعرفهم بعد کونهم تحت قبابه غیره و یحتمل غیر ذلک و الله تعالیٰ أعلم۔ قال و سبب اختفاء الکمل من الواصلین قلة صدق الطالبین فان غالب المریدین صار طلبهم للطریق مخلوطاً بالحظوظ النفسانیة و الأهواء المضلة عن سواء السبیل لا سیما و قد ظهر أقوام کثیر ادعوا معرفة الطریق و لیسوا باهل لذلک فقاس الناس الصادقین علی غیر الصادقین، وراج أمرُ الکذا بین عند الامراء و لاکابر و تعطل أمر العارفین و صار جلاس الکاذبین یرجح علی جلاس الصادقین، و سرت تقول لغالب الناس فلان من أولیاء الله عزوجل فلا یصدقک ویقول کل هؤلاء مصابون مراءون۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے تھے: ایسے مرید کے لئے یقین کا پروان چڑھنا محال ہے جب اس کا شیخ اس پر خرچ کرے اور اس کی خوراک اور لباس مہیا کرے اور جس مرید کے بارے میں شیخ محسوس کرے کہ وہ اس (کھانے وغیرہ) کی طرف میلان رکھتا ہے تو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں اس شیخ پر واجب ہے کہ وہ اسے نکال باہر کرے اور وہ ان جگہوں اور ایسے مقامات پر بیٹھنے کا حکم دے جہاں لوگوں کی آمد ورفت کم ہو اور وہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو اور جس جگہ لوگ اسے جانتے ہوں اسے اس جگہ سے پھیر دے اور اس سے کہے کہ تم پر علیحدگی اختیار کرنا اور صاف دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہونا لازم ہے اور شیخ کو چاہئے کہ ہمت کے ساتھ اس کی مدد کرے اگر ایسا نہ ہو تو سیاست کے ذریعے ایسا کرے (اس کے امور کی ذمہ داری قبول کرے)۔

اور جب مرید ایسی جگہ بیٹھے جس میں کسی کا گزر نہ ہو اور اسے بھوک لگے تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ اس پر (رحمت کا دروازہ) کھول دے گا یا تو صبر اور یقین کے ساتھ یا ایسی چیز کے ساتھ جسے وہ کھائے حتیٰ کہ وہ جلد ہی اسے یقین کامل حاصل ہو جائے اور جب اسے فوری طور پر یقین کامل حاصل ہو جائے اور شیخ کو معلوم ہو جائے کہ اس کے نزدیک اس کا خانقاہ میں بیٹھنا اور جنگل میں بیٹھنا برابر ہے اس مقام پر وہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ اس شیخ کے پاس خانقاہ میں بیٹھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ شیخ کے ساتھ با ادب رہے اور وہ اس کے حال، حرکت اور سکون کے تجسس میں نہ رہے اور نہ اس بات کا شوق رکھے اور وہ اس کی نیند، کھانے، پینے اور غسل جنابت سے آگاہی حاصل نہ کرے اور جو مرید اس قسم کی باتوں کے تجسس میں رہتا ہے وہ نفرت کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ اکثر مریدین کمزور حال والے ہوتے ہیں اور جب وہ کسی بات پر مطلع ہوتا ہے تو اس کے دل میں مرشد کی عزت کم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ کامل لوگوں کے حالات سے اور ان کے مشاہدات کی معرفت سے بے خبر ہوتا ہے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرشد کو چاہیئے کہ مرید جب اس کے حالات کا تجسس کرے تو وہ اس سے چشم پوشی نہ کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کی اصلاح کی خاطر اس کو جدا کرے اور جھڑک دے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جب مرید ان کو اپناتا ہے تو اس نے اپنے شیخ سے جس قدر نفع حاصل کیا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ کھانا اور مرشد کے سونے، کھانے یا جماع پر مطلع ہونا ہے پس سچے مرید کو اس قسم کی باتوں سے بچنا چاہیئے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب مرشد لوگوں کے درمیان پردے میں ہو تو اس کے بارے میں اس (مرید) کے عقیدہ میں اضافہ ہو جائے، کیونکہ سچے لوگوں کی یہی صورت حال ہوتی ہے جب ان کی عمر بڑھ جاتی ہے تو ان کی پوشیدگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے کامل اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں سنت الٰہیہ جاری ہے کہ وہ ان کو ان لوگوں سے پردے میں رکھتا ہے جو ان کی جنس سے نہیں ہیں حتیٰ کہ اہل ظاہر میں سے کوئی بھی ان کو پہچاننے کے قریب نہیں ہوتا۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔

بے شک میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں میرے علاوہ ان کو کوئی نہیں جانتا۔

میں کہتا ہوں اس (حدیث) میں چند احتمالات ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو ان کی حقیقت کی معرفت بالکل نہ ہو، یا ان کے بالفعل ولی ہونے سے پہلے غیر اللہ کو ان کی پہچان نہ ہو یا قبائے خداوندی کے نیچے آنے کے بعد ان کی معرفت غیر خدا کو نہ ہو۔ اس کے علاوہ بھی احتمالات ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

فرماتے ہیں: (واصلین میں سے) کامل لوگوں کے مخفی ہونے کا سبب یہ ہے کہ طالبین میں سچائی کم ہے بے شک اکثر مریدین کی طلب طریقت، نفسانی خواہشات اور سیدھے راستے سے بھٹکانے والی خواہشات سے ملی ہوئی ہے بہت سے ایسے لوگ ظاہر ہوئے، جنہوں نے معرفت، طریقت کا دعویٰ کیا لیکن وہ ان میں سے نہیں تھے پس لوگوں نے سچوں کو جھوٹوں پر قیاس کیا اور جھوٹے لوگوں کا معاملہ

امراء اور اکابر کے ہاں رواج پذیر ہو گیا اور عازمین کا معاملہ تعطل کا شکار ہو گیا اور معاملہ یوں ہو گیا کہ جھوٹوں کے پاس بیٹھنے والوں کو سچوں کے پاس بیٹھنے والوں پر ترجیح دی جانے لگی اور تمہارا معاملہ یوں ہو گیا کہ تم عام لوگوں سے کہتے ہو کہ فلاں شخص اولیاء اللہ میں سے ہے تو کوئی بھی تمہاری تصدیق نہیں کرتا اور جواب ملتا ہے یہ سب لوگ مصیبت زدہ ریاکار ہیں۔

ومن ثم قال الرازی رحمه الله: يجب على المريد الصادق ان لا يبادر لصحبة كل أحد بل يتمهل و يتربص و ينظر فی أهوال مشايخ بلده فكل من رآه زاهداً فی الدنيا يحب الخمول و يكره الشهرة و أعماله موافقة للكتاب و السنة لا يكاد يجد كاتب الشمال شيئاً يكتبه عليه و أوقاته محفوظة عن الضياع لا تجده إلا فی عمل مشروع، فمثل هذا يجب على المريد ان يتتلمذ له و يعكف على خدمته، لا سيما ان شهد له بالصدق فقراء عصره و كان جالساً باذن من شيخ صادق و الله أعلم۔

اسی لئے حضرت رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا: سچے مرید پر لازم ہے کہ وہ ہر ایک کی صحبت اختیار کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ انتظار کرے اور اپنے شہر کے مشائخ کے احوال کو دیکھے پس جس کو دیکھے کہ وہ دنیا میں رغبت نہیں رکھتا اور پوشیدگی کو پسند کرتا ہے، شہرت کو ناپسند کرتا ہے اس کے اعمال کتاب وسنت کے موافق ہیں قریب نہیں کہ وہ بائیں طرف والے کاتب فرشتے کو یوں پائے کہ وہ اس کے خلاف (اس کے نامہ اعمال میں برے اعمال) لکھے، اس کے اوقات ضائع ہونے سے محفوظ ہوں تم اسے صرف جائز کام میں دیکھو تو مرید پر لازم ہے کہ ایسے شخص کی شاگردی اختیار کرے اور اس کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ (اس کا مرید بنے) خاص طور پر جب اس کے زمانے کے فقراء اس کی صداقت کی گواہی دیں اور وہ کسی شیخ مرشد کی اجازت سے مسند نشین ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باپ دادا کے مرشد ہونے پر قناعت نہ کرے

ومن شأنه ان لا يقنع فی طريق فقره بالآباء والجدود كما عليه اولاد غالبية المشايخ بل يجب عليه ان يتخذ له شيخاً يربيه فليست المشيخة بالارث انما هی بالجد والاجتهاد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ فقر کے راستے میں اپنے آباؤ اجداد پر قناعت نہ کرے جس طرح عام مشائخ کی اولاد کا طریقہ ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اپنے لئے مرشد کا انتخاب کرے جو اس کی تربیت کرے، شیخیت (بزرگی) وراثت سے نہیں بلکہ محنت اور کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔

وكان الرازی رحمه الله يقول: لا ينبغی للشيخ ان يبادر لأخذ العهد على أولاد المشايخ المتمشيخين بالآباء والجدود إلا بعد امتحانهم فی الصدق فی طلب الطريق ودخولهم أمره ونهيه فان غالبهم يری نفسه افضل من جميع المشايخ الظاهرين فی عصره ممن ليس له سلف فی المشيخه بل سمعت بعضهم يقول أنا لا اعتقد فی أحد إلا إن كان أبوه فی تابوت فبلغ ذلک القول الی شيخ ليس أبوه فی تابوت فعمل لابيه ستراً وتابوتاً وهذا كله من خفة العقل، قال الرازی: وقد أخذت العهد على جماعة من اولاد المشايخ القانعين بالزی من غير علم ولا عمل فما نتج منهم احد وعلمت ان التعب معهم ضائع لا سيما اولاد شيخ الانسان فان نفوسهم تكاد تنكبس ان يأخذوا الادب عن أحد من مريدی والدهم ابداً ولو بلغ الطريق اقسی الغاية ويقولون ان هذا لم يكتسب الصلاح الا من والدنا ونحن الاصل فاياک يا أخی ان تطلب ان مثل هؤلاء يتّلمذون لک وتصير تتكحكم فيهم كغيرهم فإن ذلک بعيد جداً، ولكن ان اردت ان تنصحهم فانصحهم على لسان والدهم من طريق بعيدة فتقول بلغنی ان والدكم كان من خلقه كذا وكذا وانه كان ينصحنی بكذا وكذا وتقدر صفاتهم الخبيثة وتضيفها لنفسک۔ قلت وقد حمی الله تعالیٰ من ذلک اولاد شيخی الشيخ محمد الشناوی فكان ولده الشيخ عبدالقدوس يحبنی اشد المحبة وينقاد لی اشد الانقياد وكذلک ولده الشيخ عبدالقدوس الذی هو فی زماننا هذا فللّٰه تعالیٰ ينفعنا ببركاتهم فانهم كادوا ان يتجاوزوا امقام

شیخهم سلفهم فی الاخلاق المحمدیة رضی اللہ عنهم۔ قال الرازی و قد جلس جماعة فی عصرنا من غیر اذن من أشیاخهم و سآروا یأخذون العهد علی المریدین من غیر علم بالطریق فأفسدوا أکثر مما اصلحوا و کان علیهم اثم قطاع الطریق ای طریق القوم و ربما کان أعظم من اثم قطاع الطریق عرفاً فی بعض الأحوال و أحدهم شیطان فی زی انسان انتهی۔ و کان سیدی احمد الزاهد رحمه اللہ یقول: لا ینبغی ان یسمّی کلاً من فقراء القلندریة والحیدریة والملامتیة علی الاطلاق فقراء ای ولیاً أو صوفیاً فقیراً لان اکثرهم خارج عن الشریعهة کما قال و کذلک الحکم فی أکثر فقراء الاحمدیة وارفاعیة و البسطامیة و الادهمیة و المسلمیة والدسوقیة فان افعالهم یکذبها طریق اشیاخهم التی کانوا علیها من الصدق والزهد والکرامات والخوارق و التقید علی ظاهر الکتاب و السنة فلا یؤمر مرید بالادب مع هؤلاء بل الأولی له هجر مجالسهم۔ قال و الضابط الذی یعرف به الصادق من غیره ان کل من رأیناه متقیداً بظاهر الکتاب و السنة متأدباً بآداب اهل الطریق علی وفق سیر المشایخ المنقولة فی مثل رسالة القشیری و الحلیة لأبی نعیم فهو صادق فی دعواه المشیخة فیجب علینا التأدب معه کما سیأتی إیضاحه آخر هذا الاباب ان شاء اللہ تعالٰی،۔

حضرت رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کسی مرشد کے لئے مناسب نہیں کہ مشائخ کی اس اولاد سے عہد وپیان لینے میں جلدی کرے جو اپنے آباؤ اجداد پر شیخی بگھارتے ہیں بلکہ پہلے طلب طریقت میں اس کے صدق اور امر و نہی میں داخل ہونے کے سلسلے میں امتحان لے کیونکہ ان میں سے اکثر اپنے آپ کو اپنے زمانے کے تمام ظاہر مشائخ جن کے لئے زمانہ ماضی میں طریقت کا سلسلہ نہیں ہے، سے افضل سمجھتے ہیں بلکہ میں نے ان میں سے ایک سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں کسی شخص کا معتقد نہیں ہوں جس کا باپ تابوت میں نہ ہو یہ بات ایک شیخ تک پہنچی جس کا باپ تابوت میں نہیں تھا اس نے اپنے باپ کے لئے ایک پردہ اور تابوت بنایا تو یہ سب باتیں عقل کی کمی کی وجہ سے ہیں۔

حضرت رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی اولاد میں سے ایک جماعت جو علم کے بغیر محض اپنے لباس پر قناعت کر رہے تھے، عہد لیا تو ان میں سے کسی ایک نے بھی اچھا نتیجہ نہ دیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ اپنی محبت کو ضائع کیا خاص طور پر کسی آدمی کے شیخ کی اولاد کہ وہ اپنے والد کے مریدین میں سے کسی بھی شخص سے ادب حاصل کرنے سے دور رہتے ہیں اگرچہ وہ طریقت میں انتہائی درجہ پر فائز ہو جائے وہ کہتے ہیں اس شخص نے تربیت ہمارے والد سے حاصل کی ہے لہٰذا ہم اصل ہیں۔

پس اے بھائی! اس ظالم سے بچنا کہ اس قسم کے لوگ تمہاری شاگردی اختیار کریں اور تم ان کے بارے میں وہ فیصلہ کرو جو ان کے غیر کے بارے میں کر رہے ہو یہ بات بہت بعید ہے لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ ان کو نصیحت کرو تو ان کے والد کی زبان میں بعید طریقہ سے نصیحت کرو تم کہو مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی کے اخلاق اس طرح تھے اور وہ مجھے فلاں فلاں بات کی نصیحت کرتے تھے اور تم ان (اپنے مرشد زادوں) کی صفات خبیثہ کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرو۔

(میں مصنف) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ الشیخ محمد الشناوی علیہ الرحمہ کی اولاد کی حفاظت فرمائی ہے چنانچہ ان کے صاحبزادے شیخ عبد القدوس علیہ الرحمہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے اور میرے سامنے بہت زیادہ جھکتے تھے۔ اسی طرح شیخ عبد القدوس علیہ الرحمہ کے صاحبزادے جو ہمارے زمانے میں ہیں (کی حالت ہے) اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے قریب ہے کہ یہ حضرات "اخلاق محمدیہ" میں اپنے گزشتہ مشائخ کے مقام سے بڑھ جائیں اللہ تعالیٰ ان سے سے راضی ہو۔

حضرت رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں ایک جماعت اپنے مشائخ کی اجازت کے بغیر سجادہ نشین ہو گئی اور وہ علم طریقت کے بغیر مریدین سے عہد وپیمان لینے لگے (بیعت کرنے لگے) تو انہوں نے اصلاح کے مقابلے میں فساد زیادہ پھیلایا اور ان پر طریقت کے ڈاکوؤں کا گناہ لازم ہوا اور بعض اوقات یہ ڈاکہ (طریقت کا ڈاکہ) دوسرے ڈاکے (مال کے ڈاکے) سے بڑا گناہ بن جاتا ہے اور ایسے لوگ انسان کے لباس میں شیطان ہیں (حضرت رازی علیہ الرحمہ کی عبارت مکمل ہو گئی)۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میرے آقا احمد الزاہد علیہ الرحمہ فرماتے تھے:

ہر قلندری، حیدری اور ملاحتی فقراء کو مطلقاً فقیر یعنی ولی یا صوفی فقیر کہنا مناسب نہیں کیونکہ ان میں سے زیادہ لوگ شریعت سے خارج ہیں۔

جس طرح آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اسی طرح اکثر فقراء احمدیہ، رفاعیہ، بسطامیہ، ادھمیہ، مسلمیہ اور دسوقیہ (مختلف مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب) کا حکم ہے بے شک ان کے افعال کو ان کے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا وہ طریقہ جھٹلاتا ہے جس طریقے پر وہ تھے یعنی صدق، زہد، کرامات خوارق (عادت کے خلاف امور) اور کتاب وسنت کے ظاہر پر قائم رہنا لہٰذا کسی بھی مرید کو ایسے لوگوں سے ادب سیکھنے کا مشورہ نہ دیا جائے بلکہ ان کے لئے ان کی مجالس کو چھوڑنا زیادہ بہتر ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کہ وہ ضابطہ جس کے ذریعے سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم جس شخص کو دیکھیں کہ وہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل پیرا ہے مشائخ کی ان سیرتوں کے مطابق جو امام قشیری

علیہ الرحمہ کے رسالہ (رسالہ قشیریہ) اور امام ابو نعیم علیہ الرحمہ کی الحلیہ (حلیۃ الاولیاء) میں منقول ہے کے مطابق اہل طریقت کے آداب سے موصوف ہے وہ اپنے دعویٰ میں کہ وہ شیخ ہے، سچاہے پس ہم پر واجب ہے کہ اس کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کریں جس طرح اس کی وضاحت اس بات کے آخر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہمیشہ شیخ کی تعظیم کرنا

و من شأنه ان یزداد تعظیماً لشیخه علی ممر الایام و ذلک دلیل علی سرعة نتاجه فی الطیرق و سرعة ادراکه فانه علی قدر مایسقط عنه من حرمة شیخه یطول زمن فتحه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مرشد کی تعظیم کرے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ طریقت میں وہ بہت جلد نتیجہ خیز ہوا اور مقام حاصل کر لیا کیونکہ جس قدر وہ شیخ کی عزت میں کمی کرتا ہے اسی قدر اس پر فتوحات کا زمانہ طویل ہو جاتا ہے۔

و سمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: احذروا من مکر الأشیاخ بکم فربما طردوکم بالقلب حین لم یتفرسوا فیکم خیراً و ربما مزحوا معکم مزاحاً خارجاً عن مزح أهل الطریق فأزالوا حرمتهم من قلوبکم ففارقتموهم و انتم غیر معتقدین فیهم۔ و و من هنا أجمعوا علی أنه لیس لمرید ان یصحب إلا من سکنت عظمته فی قلبه و أمن من التزلزل فان السلامة مقدمة علی الغنیمة۔

میں نے سید علی المرصفی علیہ الرحمہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مشائخ کی تمہارے ساتھ جو خفیہ تدبیر ہے اس سے بچو بعض اوقات جب وہ تمہارے اندر بھلائی نہیں دیکھتے تو تمہیں دل سے نکال پھینکتے ہیں اور بعض اوقات وہ تم سے ایسا مذاق کرتے ہیں جو اہل طریقت کے مزاح سے

خارج ہوتا ہے اس طرح وہ تمہارے دلوں سے اپنی عزت کو زائل کر دیتے ہیں پس تم ان سے اس طرح جدا ہوتے ہو کہ ان کے معتقد نہیں ہوتے۔

اسی وجہ سے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرید اسی کے پاس بیٹھے جس کی عظمت اس کے دل میں جاگزیں ہو اور وہ پھسلنے سے محفوظ ہو کیونکہ سلامتی، غنیمت سے مقدم ہے (یعنی کچھ حاصل کرنے سے اپنے آپ کو بچانا مقدم ہے)۔

وکان سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: حکم المرید قبل اخذ العهد لیه حکم الجدید النقرة وحکمه بعد مفارقته الشیخ بزلة من الزلات حکم النصف الزغل فلاأحد یقربه واللہ أعلم۔ ومن شأنه ان یعتقد فی طریق شیخه انها علی الکتاب والسنة قبل ان یدخل فی عهده من طریق التفرس والمخالطة وذلک لیأمن الاعتراض علیه، فان المرید فی بدایة أمره حاله ضعیف والانکار علی طریق شیخه یوحشه ویورثه الشک فی صحة طریقه فلا یفلح علی یدیه۔

حضرت سیدی علی المرصفی علیہ الرحمہ فرماتے تھے: مرید سے عہد لینے (بیعت کرنے) سے پہلے اس کا حکم جدید چاندی کی طرح ہوتا ہے اور شیخ سے جدا ہونے کے بعد کسی ایک لغزش کی وجہ سے اس کا حکم کلی کے اس پانی کا ہوتا ہے کہ کوئی شخص بھی اس کے قریب نہیں جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ بیعت ہونے سے پہلے فراست اور مرشد سے میل جول کے ذریعے یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہے اس لئے تاکہ وہ اس پر اعتراض کرنے سے محفوظ رہے۔

کیونکہ ابتداء میں مرید کی حالت کمزور ہوتی ہے اور وہ وحشت کی وجہ سے اپنے شیخ کے راستے پر اعتراض کرتا ہے اور اس سے اس کی طریقت کی صحت میں شک پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس کے ہاتھ پر بیعت سے اسے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ کا واقعہ

قلت: و کان لی رفقة من طلبة العلم یحبوننی فلما تحول عزمی الی طریق القوم جفونی و صرت کأنی مرقت من الدین عندهم فقلت ان طیرق القوم لیس فیه ما یخالف ظاهر الشرع فلم یصغوا الی قولی و مکثوا ینفروننی عنها نحو عشر سنین مع انی بحمدﷲ ما طلبت طریق القوم الا بعد حفظی المنهاج و کتاب الروض و التوضیح و الالفیة فی النحو و الالفیة فی علم الحدیث و تلخیص المفتاح و عدة کتب و شرحتها علی الأشیاخ۔ و کذلک وقع للامام الیافعی التمیمی رضی ﷲ عنه فحکی فی کتابه المنهاج انه مکث خمس عشرة سنة فی نزاع فخاطر یدعوه الی الاتشتغال بالعلم علی طریق العلاماء و خاطر یدعوه الی الاشتغال بما علیه الصوفیة، قال: و کان الفقهاء یأمروننی بموافقتهم و یقولون طریقنا یتضمن طریق غیرنا و طریق غیرنا لا یتضمن طریقنا، فقلت فی نفسی بتوجه تام اللهم بیّن لی أی الطریقین اقرب الیک، فبینما انا امشی فی شارع من شوارع زبید اذ لقینی شخص من ارباب الاحوال و قال الی متی تشک فی طریق القوم؟ اسلک منها فانها أقرب الطرق الی ﷲ تعالیٰ، قال فقلت له: ارید البیان، فقال نعم، فدخل زاویته و قال ارسلوا النا خلف العالم الفلانی ممن لا یری الشیخ اذ ذاک رد السلام اذا سلم فخرج النقیب الیه فقال الشیخ للجماعة لا احد یرد السلام اذا جاء و لا یقوم له و لا یفسح له فقالوا سمعاً و طاعة۔ فلما حضر قال السلام علیکم فلم یرد احد علیه السلام فقال حرام علیکم فجلس فلم یفسحوا له فقال خالفتم السنة فقال له الشیخ الفقراء فی أنفسهم منک شیء فقال و انا فی نفسی منهم أشیاء و اشار باصابع کفه کلها فقال للشیخ: انظر یا یافعی ما اثمره علم هذا۔ ثم قال للنقیب ارسل وراء الفقیر الفلانی و أمرهم ان لا یردوا

عليه السلام و لا يقوموا له و لا يفسحوا له ففعلوا معه ذلک فصار يبتسم و يقول أستغفر اللہ تعالیٰ ثم وقف عندالنعال و أخذ النعال علی رأسه و بکی فلمیلتفت أحد إليه فقال له الشيخ الفقراء فی نفوسهم منک شیء فقال أنا أشهد ان لا اله الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ فقال الشيخ لليافعی انظر ما أثمره صحبة الفقراء۔ قال اليافعی: ما أقبلت بکليتی من ذلک الوقت علی طريق القوم الی ان کان ما کان انتهی۔

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کچھ طلباء میرے ساتھی تھے جو مجھ سے محبت کرتے تھے جب میرا ارادہ صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقے کی طرف پھر گیا تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور میں یوں ہو گیا گویا میں دین سے نکل گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریق میں کوئی ایسی بات نہیں جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو لیکن انہوں نے میری بات پر کان نہ دھرے اور دس سال تک وہ مجھ سے نفرت پر قائم رہے۔

حالانکہ میں نے الحمدللہ 'المنہاج، کتاب الروض، التوضیح اور نحو میں الفیہ' اور علم الحدیث میں تلخیص المفتاح اور دیگر کئی کتب اور ان کی شروح مشائخ سے یاد کرنے کے بعد صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقے کو اپنایا تھا۔

اسی طرح حضرت یافعی علیہ الرحمہ کے ساتھ ہوا انہوں نے اپنی کتاب ''المنہاج'' میں ذکر کیا کہ پندرہ سال تک ان کے خیالات میں جھگڑا رہا ان کا ایک خیال ان کو علماء کے طریقے پر علم میں مشغولیت کی دعوت دیتا اور دوسرا خیال صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقے پر مشغولیت کی دعوت دیتا تھا۔

وہ فرماتے ہیں: فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مجھے اپنی موافقت کا مشورہ دیتے اور وہ کہتے کہ ہمارے طریقے میں ہمارے غیر کا طریقہ بھی شامل ہے اور ہمارے غیر کے طریقے میں ہمارا طریقہ شامل نہیں میں نے پوری توجہ کے ساتھ دل سے یہ دعا مانگی۔ یا اللہ! ان دونوں طریقوں میں سے جو طریقہ تیرے زیادہ قریب ہے، اسے میرے لئے واضح کر دے۔

ایک دن میں "شارع زبید" میں سے ایک راستے پر چل رہا تھا کہ ارباب احوال (صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ) میں سے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا تم کب تک صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقے پر شک کرتے رہوگے اس پر چلو یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قریب ہے۔

فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا کہ میں وضاحت چاہتا ہوں اس نے کہا ہاں! وہ آستانے میں داخل ہوا اور کہا کہ فلاں عالم کے پیچھے کسی کو بھیجو اور یہ ان علماء میں سے تھا کہ شیخ کے خیال میں اس وقت اس کے سلام کا جواب نہ دیا جائے جب وہ سلام کرے۔ نقیب اس کی طرف چلا گیا تو شیخ نے حاضرین سے کہا کہ جب وہ آئے تو اس کے سلام کا جواب نہ دینا نہ اس کے لئے کھڑے ہونا اور نہ ہی مجلس میں کشادگی پیدا کرنا انہوں نے کہا ہم نے آپ کی بات سنی اور تسلیم کی جب وہ عالم آیا اور اس نے کہا السلام علیکم لیکن کسی نے بھی اس کے سلام کا جواب نہ دیا اس نے کہا یہ کام تم پر حرام ہے وہ بیٹھنے لگا تو کسی نے جگہ نہ دی اس نے کہا تم نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

شیخ نے کہا یہ فقراء تمہارے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی بات رکھتے ہیں۔

اس نے کہا میں اپنے دل میں ان کے بارے میں کئی باتیں رکھتا ہوں اور اپنی ہتھیلی کی تمام انگلیوں سے اشارہ کیا شیخ نے کہا: (انظر یا یافعی ما اثمرہ علمہ ھٰھنا) اے یافعی! دیکھو اس شخص کو علم نے کیا فائدہ دیا؟

پھر نقیب سے کہا فلاں فقیر کو بلاؤ اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ نہ اس کے سلام کا جواب دیں نہ اس کے لئے کھڑے ہوں اور نہ ہی مجلس میں جگہ دیں انہوں نے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا وہ مسکرانے لگا اور کہا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرتا ہوں پھر جوتوں کے پاس کھڑا ہو گیا اور جوتے سے پرر کھ دیئے اور رونے لگا لیکن کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔

شیخ نے کہا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فقراء کے دلوں میں کوئی بات ہے۔اس نے کہا: (انا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

شیخ نے حضرت امام یافعی علیہ الرحمہ سے کہا؛(انظر ما اثمرہ صحبۃ الفقر) دیکھا فقراء کی صحبت نے اسے کتنا فائدہ دیا۔

حضرت امام یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:اس وقت سے اس قوم(صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے طریقے کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوا یہاں تک کہ وہ کچھ ہوا جو ہوا۔

وقد كان الشيخ عز الدين بن عبد السلام من أشد المنكرين على الصوفية فى بداية أمره ويقول وهل ثم طريق يتقرب بها الى الله تعالىٰ غير ما بأيدينا من العلم؟فلما اجتمع بالشيخ ابى الحسن الشاذلى و تلمذ له صار يمدح طريق القوم و يقول ان هؤلاء القوم قعدوا على قواعد الشريعة و قعد غيرهم على الرسوم۔قال و من أصدق دليل على قولى هذا انه لا يقع على يد فقيه قط كرامة ولو بلغ فى العلم ما بلغ الا إن سلك طريقهم فى العمل، اذ الكرامات فرع المعجزات، وهى دليل على صدق الاتباع للشريعة انتهى۔

حضرت شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ شروع شروع میں صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے شدید ترین منکر تھے اور فرماتے تھے کہ اس علم کے علاوہ جو ہمارے پاس ہے، کوئی اور طریقہ بھی ہے

جس کے ذریعے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے؟ جب وہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کی صحبت میں گئے اور ان کی شاگردی اختیار کی تو وہ اس قوم (صوفیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ) کے طریقے کی تعریف کرنے لگے وہ فرماتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو شریعت کے قواعد پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے علاوہ لوگ رسموں کو اپنائے ہوئے ہیں اور فرمایا کہ میرے اس قول کی سب سے زیادہ سچی دلیل یہ ہے کہ کبھی کسی فقیر سے کرامت ظاہر نہیں ہوئی اگرچہ وہ علم کی انتہاء کو پہنچ جائے مگر یہ کہ وہ ان لوگوں کے طریقے پر عمل کرے کیونکہ کرامات، معجزات کی فرع ہیں اور یہ شریعت کی سچی اتباع کی دلیل ہے۔ (حضرت شیخ عزالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مکمل ہوا)۔

فعلم ان طالب العلم لو أخلص فی طلبه لهذب العلم اخلاقه و استغنى عن الاجتماع بالصوفية و كان هو الصوفى و لكن لما قنع بحفظ النقل و لم يعتن بالاخلاص احتاج الى صحبة من يهذب أخلاقه۔

پس معلوم ہوا کہ اگر طالب علم اپنی طلب میں مخلص ہو تو وہ علم اس کے اخلاق کو مہذب بنادیتا ہے اور اسے صوفیاء رحمھم اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنے کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ خود صوفی ہوتا ہے لیکن جب وہ نقل کو یاد کرنے پر قناعت کرے اور اخلاص کی پرواہ نہ کرے تو وہ کسی ایسے شخص کی صحبت کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے اخلاق کو مہذب بنادے۔

وقد كان الشيخ ابراهيم الدسوقى رحمه الله يقول: أقبل أقبل يا ولدى على طريق القوم فانها هى الطريق التى درج عليها السلف الصالح من الصحابة و التابعين لكن بعد معرفتک ما اوجب الشرع عليک معرفته و الله تعالىٰ اعلم۔

حضرت شیخ ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: اے بیٹے! صوفیاء رحمھم اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف متوجہ ہو جاؤ یہی وہ راستہ ہے جس پر سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اور تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) چلے ہیں لیکن اس چیز کی پہچان کے بعد جس کی پہچان شریعت نے تجھ پر واجب کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه ان يجلس بين يدى شيخه دائماً حتى يفرغ قلبه من حظوظ نفسه فى جميع معلوماته طالباً للزيادة و ذلك ليفرغ عليه الشيخ علماً آخر فوق علمه, وقد كان المشايخ الذين ادركناهم اذا جاءهم فقير يطلب الطريق يقولون له امسح لوحك و تعال فان اللوح اذا كان مكتوباً لا يقبل كتابة أخرى ولو قدر ان احداً كتب على تلك الكتابة فلا يصح قراءة الأولى ولا الثانية۔

وأنشد سيدى على بن وفا فى ذلك أبياتاً وهى:

يا طالبى لا يغرك انك من الابرار ... فحضرتى ما يدخل فيها سوى الاحرار
ان رمت تسمع قولى فرغ لقولى سمعك ... من كل ما قال غيرى فى سائر الادوار
واعزم على تجريدك ودك وهمك يا فلان ... فان انوار نطقى على التوهم نار
اقض أجل اوطارك ولا ترى أهليتك ... واخلع نعل معقولك وألق عصى الاخيار
اضرم جميع اوطارك بنار صدق محبتى ... وانس الى نور كشفى ان احرق الاعيار
واسع مجرد مفارق عن كل شىء تألفه ... من باطن او ظاهر مقبل بلا ادبار
وان بقا فيك بقية وقفت مع لذاتها ... وان فنيت جميعك رأيتنى اجهار
ان كنت خاطب راغب ادخل على الوفا
واعمل فحوله ورجله واهجم على الاخطار
ولا يردك مانع عن ان تجد هذا المنى ... ولا تهب شىء دونه وان هابه الشطار
وان وجدت محبة وصدق وجد يجذبك ... فذاك اذن بأنك تبقى مع الحضار

إلى آخر ما قال۔ فتأمل يا أخى فى هذه الابيات فانها جامعة للادب مع الاشياخ والله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب تک تمام معلومات میں اس کا دل نفسانی خواہشات سے فارغ نہ ہو جائے وہ مسلسل شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور زائد کی طلب کرے تاکہ اس کا

مرشد اسے پہلے علم سے زیادہ علم عطا کرے ہم نے جن مشائخ کو پایا ہے جب ان کے پاس کوئی فقیر آتا جو طریقت کا طالب ہوتا تو وہ فرماتے:

اپنی (دل کی) تختی کو دھو کر آؤ، کیونکہ جب تختی پر لکھا ہوا ہو تو دوسری تحریر کو قبول نہیں کرتی اور اگر فرض کریں کہ اس کے اوپر کچھ لکھا گیا تو نہ پہلی تحریر صحیح طور پر پڑھی جا سکتی ہے اور نہ دوسری۔ اس سلسلے میں سیدی علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ اشعار لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ اے میرے عزیز شاگرد تجھ کو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تو نیکوکاروں میں سے ہے، میرے حلقہء ارادت میں سعادت مندوں کے علاوہ کوئی شامل نہیں ہوتا۔

۲۔ اگر تو نے میری بات سننے کا ارادہ کیا ہے تو اپنی سماعت ہر اس بات سے خالی کر دے جو میرے غیر نے سابقہ اوقات میں کہی تھی۔

۳۔ اے فلاں! اپنے آپ کو توہمات سے الگ کر لے کیونکہ میرے بولنے کے انوار توہمات کو جلا دینے والے ہیں۔

۴۔ اپنی آرزوؤں کو مٹا دے اور اپنی اہلیت کو پیچ نظر نہ رکھ۔ اپنی عقل پسندی کا جوتا اتار دے اور صالحین والی لاٹھ کو ڈال دے۔

۵۔ اپنی تمام امنگوں کو میری محبت کی سچائی اور میرے کشف کے نور سے انسیت کے ذریعے جلا دے۔

۶۔ اور ہر اس (دنیاوی) چیز کو اپنے آپ سے الگ کرنے کی کوشش کر جس کی طرف تو ظاہری باطنی طور پر راغب اور متوجہ تھا۔

۷۔ اگر تم میں اس (دنیاوی) چیز کی کچھ محبت بھی باقی رہ گئی تو تم اس کی لذتوں میں الجھ جاؤ گے، اور اگر تمہاری (دنیاوی) خواہشات فنا ہو گئیں تو تم مجھے کھلی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

۸۔ اگر تو (روحانیت کا) متلاشی ہے تو (ہمارے حلقے میں) وفا کی شرط پر داخل ہو جا، (طریقت کی تعلیمات پر) عمل پیرا ہو جا اور خطرات پر حملہ کر دے۔

۹۔ تیری (روحانی) آرزو کو پورا ہونے سے کوئی چیز نہیں روکے گی، اور تو اس کے علاوہ کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو اگرچہ اس سے چالاک انسان خوف زدہ ہو گا۔ اگر تو محبت کو حاصل کرے اور اپنے آپ کو یوں محسوس کرے کہ سچا وجد تجھے کھینچ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تو حاضرین کے ساتھ موجود رہے گا۔

آخر تک جو انہوں نے فرمایا: پس اے بھائی ان اشعار میں غور و فکر کر یہ اشعار مشائخ کے ساتھ ادب کے سلسلے میں نہایت جامع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کو راضی کرنے میں جلدی کرو

ومن شأنه بل من الواجب عليه ان يبادر الى مصالحة شيخه اذا غضب عليه وان لم يعلمه بذنبه، ومن تساهل فى عدم المبادرة الى صلح استاذه فهو دليل على خذلانه وربما رجع الى حالة أنقص من الحالة التى كان عليها قبل صحبة الشيخ فان كانت مدة صحبته عشر سنين مثلاً يرجع إلى حالته التى كان عليها قبل سوء الأدب إلى عشر سنين و كأنه فى العشر سنين يعمل فى غير معمل وقس على ذلک۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ بلکہ اس پر واجب ہے کہ جب اس کا شیخ اس پر ناراض ہو تو اسے راضی کرنے میں جلدی کرے اگرچہ اسے اپنے جرم کا علم نہ ہو، اور جو شخص اپنے شیخ کو راضی کرنے کے سلسلے میں جلدی کرنے میں سستی کرتا ہے تو یہ اس کی ذلت و رسوائی کی دلیل ہے اور

بعض اوقات وہ اس حالت سے بھی ناقص حالت کی طرف لوٹتا ہے جس حالت پر وہ صحبت شیخ سے پہلے تھا اگر (مثلاً) اس کی صحبت کو دس سال ہو چکے ہوں وہ اس بے ادبی سے دس سال پہلے والی حالت کی طرف لوٹتا ہے گویا اس نے ان دس سالوں میں بے محل عمل کیا اس پر قیاس کیجئے۔

و قد قالوا من أکل لقمة من حرام لم یعد الی حالته اربعین سنة و غضب الشیخ ربما کان من تلک اللقمة و متی قال لأستاذه قل لی علی ذنبی فقد اساء الادب لانه لا تحجیر علی الشیخ فیما یفعله مع المرید من الامتحانات التی یختبره بها۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص حرام لقمہ کھاتا ہے وہ چالیس سال تک اپنی حالت کی طرف نہیں لوٹتا اور شیخ کی ناراضگی کا سبب بھی بعض اوقات یہی (حرام) لقمہ ہوتا ہے اور جب وہ اپنے استاذ (مرشد) سے کہتا ہے کہ "مجھے بتائیں کہ میرے ذمہ گناہ ہے" تو یہ بھی بے ادبی ہے کیونکہ شیخ اپنے مرید کو جس امتحان میں ڈالے اس پر کوئی پابندی نہیں۔

و سمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: من لم یکن شیخه علیه اشد من دخول النار فلیس له فی الصدق قدم وهو دلیل علی استحکام الخبث فی باطنه و اقبح من ذلک غضبه هو علی شیخه و طلبه من شیخه أن یبدأه بالصلح لان فی ذلک غش للمرید و استهزاء بالطریق ومن شأن الطالب لشیء الذل والمطلوب منه ذلک الشیء العز والمرید هو الطالب۔

اور میں (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے:

جس آدمی کا شیخ اس پر جہنم میں داخلہ سے زیادہ سخت نہ ہو اس کا صدق میں کوئی مقام نہیں اور یہ اس کے خبث باطنی کی دلیل ہے اور اس سے بھی زیادہ قبیح بات یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ سے ناراض ہو اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ اس (مرید) سے صلح میں ابتداء کرے کیونکہ یہ مرید کے دل میں

کھوٹ اور طریقت سے مذاق ہے کسی شخص کا کسی چیز کو طلب کرنا ذلت ہے اور جب وہ چیز اس سے طلب کی جائے تو اس کی عزت ہے اور مرید ہی طلب کرنے والا ہے۔

وسمعت سیدی محمد الشناوی رحمه الله یقول: اذا کان العاق لوالده الطینی یرفع له الی السماء عمل فکیف بوالده الروحی الذی یرید ان یجعله جلیساً للحق جل و علا لا یمنع من دخول حضرته فی لیل و لا نهار انتهی۔

میں نے اپنے آقا محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب جسمانی والد کے نافرمان کا عمل آسمان کی طرف اٹھایا نہیں جاتا (مقبول نہیں ہوتا) تو اس کے روحانی باپ کا کیا معاملہ ہو گا جو اسے حق تعالیٰ کے قرب میں بٹھانا چاہتا ہے اور رات اور دن میں (کسی بھی وقت) اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتا۔

وسمعت ولدی عبدالرحمن وهو ابن خمس سنین یقول: المرید الصادق اذا غضب شیخه علیه تکاد روحه تزهق منه فلا یأکل و لا یشرب و لا یضحک و لا ینام حتی یرضی عنه شیخه و اذا غاب عنه شیخه فی سفر أو مرض بعد ذلک من جملة شقائه ثم لا یزال عاکفاً فی عتبة باب شیخه اذا مرض حتی یخرج فیکون ذلک الیوم عنده اعظم من العید، والمرید الکاذب بالعکس یفرح اذا غاب عنه شیخه خوفاً ان یناقشه فی أحواله، قال لی: و غالب المجاورین الذین عندک فی الزاویة یفرحون اذا غبت عنهم انتهی۔

میں (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے بیٹے عبد الرحمن سے جس کی عمر پندرہ سال تھی، سنا اس نے کہا۔

سچے مرید پر جب اس کا شیخ ناراض ہو جاتا ہے تو قریب ہے کہ اس کی روح نکل جائے پس وہ نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ ہنستا ہے اور نہ ہی سوتا ہے حتیٰ کہ اس سے اس کا شیخ راضی ہو جائے اور جب اس کا شیخ اس کے بعد سفر یا بیماری کی وجہ سے اس سے غائب ہو جائے تو یہ بھی اس کی بد بختی سے ہے۔ پھر

وہ شیخ کی بیماری کی صورت میں اس کی چوکھٹ پر بیٹھا رہے حتیٰ کہ وہ باہر نکلے تو یہ دن اس کے لئے عید سے بھی بڑا دن ہوتا ہے۔

جب کہ جھوٹے مرید کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے جب اس کا مرشد اس سے غائب ہو اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ وہ اس کے احوال کی چھان بین کرے گا۔ اس (میرے بیٹے) نے مجھ سے کہا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اکثر مریدین جو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تربیت گاہ میں ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عدم موجودگی میں خوش ہوتے ہیں (حضرت عبد الرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مکمل ہوا)۔

فاعجبنی اطلاعه علی هذه الاحوال مع صغر سنه فأسأل الله ان یجعله من خواص اولیائه من فضله و کرمه آمین۔ و من شأنه ان یشکی خواطره المستقلة للشیخ دون مالا یستقر, لا یهاب الشیخ فی ذلک، فانه طبیبهُ لا یجوز للمریض ان یکتم عنه شیئاً من أوجاعه التی یتعطل بها عن عبادة ربه و یشوش علیه الحضور مع ربه عز و جل اما الخواطر التی لا تستقر فلا ینبغی له ذکرها لأنها مغفورة و تستغرق العمر کله اذ هی سبعون ألف خاطر فی الایوم و اللیة عدد الملائکة الذین یدخلون البیت المعمور کل یوم فان جبریل ینزل کل یوم نهراً فیغتسل منه ثم ینقض فیقطر منه سبعون ألف قطرة فیخلق الله تعالیٰ من کل قطرة ملکاً

مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ میرے بیٹے کو چھوٹی عمر کے باوجود ان احوال سے آگاہی حاصل ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے اپنے خاص اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کر دے۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے مستقل خیالات کی شکایت اپنے مرشد سے کرے ان خیالات کی نہیں جو برقرار نہیں رہتے اس سلسلے میں شیخ سے ڈر نہ محسوس کرے کیونکہ وہ اس کا طبیب ہے اور مریض کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی ان تکالیف میں سے کوئی تکلیف اس سے چھپائے جن

تکالیف کی وجہ سے وہ اپنے رب کی عبادت نہیں کر سکتا ہے اور ان کی وجہ سے اپنے رب عزوجل کے ہاں حاضری تشویشناک ہو جاتی ہے لیکن جو خیالات مستقل نہیں ہوتے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ بخش دیئے جاتے ہیں اور تمام زندگی ان خیالات میں گھری رہتی ہے کیونکہ دن اور رات میں ان ستر ہزار فرشتوں کی تعداد میں خواطر (قلبی خیالات) ہوتے ہیں جو فرشتے ہر دن "بیت المحمود" میں داخل ہوتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر دن نہر میں اترتے ہیں اور اس میں غسل کرتے ہیں پس آپ علیہ السلام سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔

هكذا قال الشيخ محيى الدين ابن العربى فى الفتوحات المكيّة۔ ثم لا يخفى عليك ايها المريد انه لا ينبغى للشيخ التصريح بالخواطر المذمومة على رؤوس الأشهاد الا ان كانوا كلهم من أهل الصدق، اما اذا كان هناک اخلاط فلا ينبغى التصريح بشيئ من ذلک لما يترتب عليه من الآفات اقلها الاستهزاء باهل الطريق و اساءة الظن بهم۔ و دليل القوم فى شكواهم الخواطر لاستاذهم ما رواه البغهوى فى كتاب المصابيح و صححه بعضهم عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: جاء ناس الى النبى ﷺ فقالوا يارسول الله اننا نجد فى نفوسنا ما يتعاظم احدنا ان يتكلم به، فقال ﷺ: اوقد وجدتموه؟ قالوا نعم فقال: ذلک صريح الايمان انتهى، فانه يفهم من هذا الحديث انه ينبغى للمريد الصادق و ان علت مرتبته ان لا يتخلف عن مجلس شيخه و لو بعدت داره ليزيده من فضله اذ الشيخ باب رحمة الله للمريد لانهم ما جاؤوا الى النبى ﷺ الا من محل بعيد عن مجلس النبى ﷺ و يستفاد من قول الصحابة رضى الله عنهم فى الحديث انا نجد فى نفوسنا ان تربيتهم كانت كملت و ان سؤالهم انما كان فى المعارف الالهية و التجليات الربانية التى يخاف من النطق بها الوقوع بالكفر كما أشار اليه رسول الله ﷺ بقوله لهم ذاک صريح الإيمان، و ان سؤالهم لم يكن فى شىء من مبادىء السلوک کاصلاح فرائضهم و سننهم لان ذلک لا يتعاظم فى نفس المؤمن السؤال

عنہ۔ و یستفاد من الحدیث أیضاً ان للمرید اذا عرض خاطرہ المحتمل للخیر و الشرّ بملأمن الناس یکون بالإشارۃ و الکتابۃ دون التصریح بحقیقۃ الامر فانھم اخبروہ بطریق الإشارۃ کما تقرر و انہ ما منعھم من التعبیر عنہ الا التعظیم للہ عزوجل۔ و یستفاد من قولہ ﷺ او قد وجدتموہ بھمزۃ الاستفھام ان للاستاذ ان یسأل مریدہ عن حالہ و ان کان یعلمہ و یظھر للمرید انہ لم یطلع علی خواطرہ خوفاً ان یخجلہ و یھتک سریرتہ عندہ۔ و یستفاد ایضاً من قولہ ﷺ للصحابۃ ذلک صریح الایمان ان للاستاذ ان یمدح المرید اذا لم یخف علیہ الوقوع فی عجب او نحوہ۔ و یستفاد من الحدیث ایضاً انہ لیس للاستاذ ان یستفصح المرید عن حالۃ تحقق بھا و ادرکھا ذوقاً انما الواجب علیہ فی الطریق ان یصححھا لہ بالجواب و یقرہ علیھا کما یقرہ علی جمیع الافعال القلبیۃ اذا وافقت الشرع، و انہ لیس المرید ان یکتم عن استاذہ شیئاً من الامور التی اشکلت علیہ فی الباطن۔ فقد علمت ان طریق شکوی الخواطر طریق صحیح علی الکتاب و السنۃ خلافاً لمن أنکرہ من الجھلۃ، لکن یحتاج الشیخ الذی یزنھا للمرید الی الاطلاع علی محل تلک الخواطر من حضرات الاسماء الالھیۃ فان الجاھل بتلک الحضرات لا یعرف میزان تلک الخواطر بل ھو یخبط فی ضلال۔ و قد وضع السید الشریف سیدی علی بن میمون شیخ سیدی محمد بن عراق و غیرہ رسالۃ فی بیان موازین الخواطر فراجعھا ان شئت۔ و للہ أعلم۔ یؤول لافعال شیخہ التی ربما یفھم أحد من ظاھرھا الفساد علی احسن الوجوہ فان لم یجد تأویلاً فلیسلم للشیخ لانہ ربما أطلع الشیخ مریدہ علی امور لا حقیقۃ لھا کما یقع من أھل السیمیا لان أبدان الأولیاء مرایا و لا یری المرید فی المرآۃ الا وجہ نفسہ، علی ان الشیخ لا یطلع المرید علی شیئ مما یخالف الظاھر الا لحکمۃ کما فی قصۃ الخضر مع موسیٰ علیھما السلام۔ و لم تزل الاشیاخ تمتحن المریدین لیظھروا الذلک مرتبتھم لھم او لاخوانھم۔ و قد روی ان رسو اللہ ﷺ قال یوماً لابی بکر ما اصبح لآل محمد قوت فی ھذا الیوم فأتاہ بجمیع مالہ ثم قال لعمر بن الخطاب فأتاہ بشطر من مالہ ثم قال لابی بکر ماترکت لأھلک قال اللہ و رسولہ ثم قال لعمر ماترکت لأھلک یا عمر قال شطر مالی فقال ﷺ بینکما ما بین کلمتیکما قال عمر رضی اللہ عنہ فمن ذلک الیوم

علمت انی لا اسبق ابابکر بشیء انتھی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الفتوحات المکیہ" میں اسی طرح فرمایا ہے:

پھر شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ خواطرہ مذمومہ کو لوگوں کے سامنے واضح الفاظ میں بیان کرے مگر یہ کہ وہ تمام لوگ اہل صدق سے ہوں لیکن جب وہاں مخلوط قسم کے لوگ ہوں تو ان میں سے کوئی بات واضح الفاظ میں ذکر کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس پر آفات مرتب ہوتی ہیں جن میں سے کم از کم اہل طریقت کا مذاق اڑانا اور ان کے بارے میں بدگمانی ہے۔

اپنے شیخ کے سامنے خواطر قلبی کا اظہار کرنے پر صوفیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے پاس وہ روایت دلیل ہے جسے حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب المصابیح" میں نقل کیا ہے اور بعض محدثین رحمھم اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

کچھ لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں پاتے ہیں جن کو زبان پر لانا ہم بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (او قد وجدتموہ؟) کیا تم ایسا پاتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: (ذالک صریح الایمان) یہ واضح ایمان ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مرید صادق چاہے کتنے بڑے مقام تک پہنچ جائے اسے چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کی مجلس سے پیچھے نہ رہے اگرچہ اس کا مکان دور ہو تاکہ اس کی فضیلت میں اضافہ ہو کیونکہ مرشد، اپنے مرید کے لئے رحمت خداوندی کا دروازہ ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم، رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے مقامات سے حاضر ہوئے جو آپ ﷺ کی مجلس مبارک سے دور تھے اور اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ کہنا کہ ہم اپنے نفسوں میں کچھ پاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی تربیت کامل تھی اور ان کا سوال معارف الہیہ اور تجلیات ربانیہ کے سلسلے میں اس بات کے ڈر کی وجہ سے تھا کہ کہیں کلمہ کفر ان کی زبان پر نہ آ جائے جس طرح حضور ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے۔

ان کا سوال سلوک کے ابتدائی مراحل سے متعلق نہیں تھا جس طرح فرائض اور سنن کی اصلاح کیونکہ اس سلسلے میں سوال مؤمن کے نفس پر بھاری نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ جب مرید کے لئے ایسا خاطر (خیال) پیش آئے جس میں خیر وشر (دونوں) کا احتمال ہو اور یہ لوگوں کی موجودگی میں ہو تو اشارہ یا کنایہ کے ذریعے اظہار کرے حقیقت امر کو واضح الفاظ میں نہ بتائے۔ صحابہ کرام نے اشارتاً بتایا تھا جیسا کہ ثابت ہے اور ان کو اس کی تعبیر سے صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم نے منع کیا نبی اکرم ﷺ کے اس قول کہ "کیا تم یہ حالت پاتے ہو" میں ہمزۂ استفہام سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ شیخ اپنے مرید سے اس کی حالت کے بارے میں سوال کرے گا اگرچہ اسے علم ہو اور مرید پر ظاہر کرے کہ وہ اس کے خواطر پر مطلع نہیں ہوا اس بات کا خوف رکھے کہ وہ شرمندہ نہ ہو اور اس کے ہاں اس (مرید) کا راز فاش ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمانا کہ "یہ صریح ایمان ہے" اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ استاذ کو چاہیئے کہ وہ شاگرد کی تعریف کرے اگر اسے اس کی خود پسندی وغیرہ کا ڈر نہ ہو اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ شیخ کو مرید کی ایسی حالت کی چھان بین نہیں کرنی چاہیئے جو اس میں بطور ذوق پیدا ہوئی اور اس نے اس حالت کو پایا۔

طریقت میں اس پر واجب یہ ہے کہ جواب کی صورت میں وہ اس کی تصدیق کرے اور اسے اس پر برقرار رکھے جس طرح اسے تمام قلبی افعال پر برقرار رکھتا ہے جب وہ افعال شریعت کے مطابق ہوں اور مرید کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شیخ سے ان امور میں سے کسی بات کو چھپائے جو باطنی طور پر اس کے لئے مشکل ہیں اور تم جانتے ہو کہ قلبی خواطر کی شکایت کتاب وسنت کے مطابق صحیح طریقہ ہے بخلاف ان لوگوں کے جو اپنی جہالت کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں لیکن وہ شیخ جو اپنے مرید کے لئے ان کا وزن کرتا ہے وہ اسماء الہیہ کی موجودگی کی وجہ سے ان خطرات پر مطلع ہونے کا محتاج ہے کیونکہ جو شخص ان تجلیات کی موجودگی سے جاہل ہے وہ ان خواطر کے وزن کی پہچان نہیں رکھتا وہ گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہے۔

سیدی محمد بن عراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے حضرات کے شیخ سید شریف، سیدی علی بن میمون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "موازین الخواطر" کے بیان میں ایک رسالہ لکھا ہے اگر چاہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(مرید کو چاہئے کہ وہ) اپنے شیخ کے ان افعال کی نہایت اچھی تاویل کرے جن کے ظاہر سے کوئی شخص فساد سمجھتا ہے اگر اس کی کوئی تاویل نہ کر سکے تو شیخ کے سپرد کر دے کیونکہ بعض اوقات شیخ اپنے مرید کو ایسے امور پر مطلع کرتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جس طرح "اهل سیمیا" سے واقع ہوتا ہے کیونکہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بدن آئینے ہوتے ہیں اور مرید، آئینے میں صرف اپنے چہرے کو دیکھتا ہے، علاوہ اس کے شیخ مرید کو، ظاہر کے مخالف چیز پر کسی حکمت کی بنیاد پر مطلع کرتا ہے جس طرح حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ میں ہے۔

اور مشائخ کرام ہمیشہ مریدین کی آزمائش کرتے ہیں تا کہ ان کے اور ان برادران طریقت کے لئے ان کا مقام ظاہر ہو، ایک روایت میں ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں کے لئے آج کے دن کی خوراک نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنا تمام مال لے آئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو وہ اپنا نصف مال لے کر آئے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ (ما ترکت لاهلک) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: (اللہ و رسوله) اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اے عمر! (ماترکت لاهلک یا عمر؟) تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا اپنے نصف مال (چھوڑا ہے)۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بینهما ما بین کلمتکما) تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہاری گفتگو کے درمیان ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (فمن ذالک الیوم علمت انی لا اسبق ابا بکر بشیء) آج سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت نہیں لے سکتا۔

وقد کان سیدی احمد بن الرفاعی یقدم ابا الفتح الواسطی فی المحبة علی ولده صالح فقالت له امرأته کیف تقدم ابن أخیک علی ولدک فقال لم أقدمه وانما اللہ قدمه، ثم قال له ولولده اذهبا فأتیانی بشیء من النجیل فحش ولده حزمة وجاء ابو الفتح بلا شیء فقال لِمَ لم تأت بشیء من الحشیش فقال وجدته کله یسبح اللہ تعالیٰ فاستحییت من اللہ تعالیٰ ان اقطع من یسبحه، فقال لامرأته انظری حال هذا وحال ابنک فاستغفرت۔

حضرت سیدی احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے صاحبزادے حضرت صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حضرت ابو الفتح واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مقدم کرتے تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زوجہ نے پوچھا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے بھتیجے کو اپنے بیٹے پر کیسے مقدم کرتے ہیں؟ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسے مقدم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقدم کیا ہے۔

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان (حضرت ابو الفتح اور اپنے صاحبزادے (دونوں) سے فرمایا: تم دونوں جاؤ اور نجیل (ترش گھاس) میں کچھ میرے پاس لاؤ۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے نے ایک گٹھا گھاس کاٹی، اور حضرت ابو الفتح کسی چیز کے بغیر آگئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم گھاس کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے پایا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آئی کہ میں اسے کاٹوں جو اس کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حضرت احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا: ان کی اور اپنے بیٹے کی حالت دیکھو اور طلب مغفرت کرو۔

ووقع لسیدی یوسف العجمی انه کان یقدم فقیراً علی جمیع أقرانه فحسدوه علی ذلک فامتحنه الشیخ یوماً و قال له اذا رأیت امرأة مزینة فی الموضع الفلانی فأدخلها علی فانی رأیت انه مکتوب علیّ انی أنام معها هذه اللیلة فی الخلوة ثم قال لانسان من أصحابه الذین یحسدون ذلک الفقیر ایاک ان تخبر بذلک احداً، فقام معها الی الصباح ثم اغضب ذلک الاسنان واخرجه من الزاویة ایاک ان تخبر بذلک احداً، فقام معها الی الصباح ثم اغضب ذلک الانسان و اخرجه من الزاویة و ربطه من بیت الوالی و قال هو کثیر الفساد، فقال ما کثیر الفساد الا الذی ینام مع بنات الخطا فی الخلوة ثم أتی بجماعة الوالی للشیخ فدخل علیه الخلوة فشهد الفقراء کلهم والجیران من نساء و رجال ان هذه المرأة هی ابنة الشیخ فافتضح ذلک الصاحب ثم قال للفقیر کیف توافقنی علی ادخال امرأة لاتعرفها، فقال یاسیدی انی لم

أخدمک علی أنک معصوم و انما خدمتک علی انک اعلم منی بطریق اللہ عز و جل۔ و وقع له مرة اخری انه ذبح خروفاً و وضعه فی قفة و قال لبعض المریدین یا ولدی إنی جری علیّ المقدور و ذبحت هذا الشخص و وضعه فی قفة و قال لبعض المریدین یا ولدی إنی جری علیّ المقدور و ذبحت هذا الشخص تاسترنی فیه و احمله و ادفنه فی الکوم الفلانی و إیاک ان تخبر بذلک احداً ثم أغضب ذلک المرید و سبه و قال لنقیب أخرج هذا فانه مفسد فأخرجه فأتاه الوالی و قال انه قتل قتیلاً و دفنه فی الکوم الفلانی فذهبوا الی الکوم و حفروا فأخرجوا الخروف المذبوح فافتضح ذلک المرید۔

سیدی حضرت یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک فقیر کو اس کے باقی تمام ہم عصر فقراء پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ وہ اس سے حسد کرنے لگے تو ایک دن شیخ نے ان کا امتحان لیا اور فرمایا جب فلاں جگہ مزین عورت کو دیکھو تو اسے میرے پاس لاؤ میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آج رات میں علیحدگی میں اس کے ساتھ سوؤں گا۔

پھر ان حسد کرنے والوں میں سے ایک سے فرمایا خبردار کسی کو مت بتانا وہ اس عورت کے ساتھ صبح تک رہے پھر اس شخص پر غضب ناک ہوئے اور اسے گوشہء تربیت سے نکال دیا اور کہا کہ یہ بہت زیادہ فسادی ہے اس نے کہا زیادہ فسادی تو وہ ہے جو خطاکار لڑکیوں کے ساتھ خلوت میں سوتا ہے۔ پھر حکمران کی ایک جماعت کو شیخ کے پاس لے کر آیا اور خلوت میں اس کے پاس گیا تو تمام فقراء اور پڑوسیوں مردوں اور عورتوں نے گواہی دی کہ یہ عورت شیخ کی بیٹی ہے چنانچہ وہ شرمندہ ہوا پھر فقیر سے پوچھا کہ جس عورت کو تم پہچانتے نہیں تھے اسے میرے پاس لانے پر کس طرح متفق ہوئے۔

اس نے کہا کہ اے سیدی! میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس لئے حاضر نہیں ہوں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ معصوم ہیں میں اس لئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ہوں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے راستے کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا ایک اور واقعہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کو ٹوکری میں رکھ دیا اور کسی مرید سے فرمایا اے بیٹے! مجھ پر تقدیر جاری ہوئی اور میں نے اس شخص کو ذبح کر دیا تم میرا پردہ رکھنا اور اس کو اٹھا کر فلاں بلند جگہ میں دفن کر دو اور کسی کو خبر دینے سے بچنا پھر اس مرید پر غصہ کیا اور برا بھلا کہا اور نقیب (نگران) سے فرمایا: اس کو نکالو یہ فسادی ہے وہ حکمران کے پاس گیا اور بتایا کہ اس نے کسی شخص کو قتل کر کے فلاں ٹیلے میں دفن کر دیا ہے۔ وہ اس ٹیلے کی طرف گئے اور اس (قبر) کو کھودا تو ذبح کیا ہوا بکری کا بچہ نکالا چنانچہ وہ مرید شرمندہ ہو گیا۔

وذکر الیافعی رحمه الله ان بعض الاولیاء یقدره الله تعالیٰ علی قلب الاعیان التی یصح استحالتها فیجعل العسل قطراناً والقطران عسلاً والخمر حلاوة فیصیر الناس ینکرون علیه وبعضهم أخذ حشیشة لیبلعها فقبض شخص علی یده فاذا هی مأمونیة۔

حضرت یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو بدل دیتے ہیں جن کا بدلنا صحیح ہے وہ شہد کو تارکول اور تارکول کو شہد بنا دیتے ہیں شراب کو حلوہ اور گھاس کو حلوہ بنا دیتے ہیں پس لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔

کسی ولی نے گھاس پکڑا تا کہ اسے نگل لے تو کسی شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا دیکھا تو وہ مامونیہ تھا (کوئی کھانے کی چیز)۔

وحکی لی خادم سیدی أبی الخیر الکلبیانی ان شخصاً أتاه وأخبره انه قال للشیخ ان زوجتی حامل وقد اشتهت مأمونیة حمویة ولم اجدها فقال له الیخ ائتنی بوعاء فأتاه به فتغوط له فیها مأمونیة سخنة فقال الخادم وأکلت منها لعدم اعتقادی انها غائط انتهی۔

ازالہ ءشبہات

و مثل هذه الامور مما لا يعارض النصوص الشرعية الأولى التسليم لأربابها، لأن الحسّ قد ساعدهم لوجود طعم الحلاوة او القطران او العسل۔ هذا كله في مواجيد لا شيخ۔ اما اذا أمر المريد بأمر فليس له ان يتناوله على غير ظاهره بل يبادر الى فعله من غير تأويل والله أعلم۔ و من شأنه ان يبادر لفعل ما يأمره به شيخه و لو لم يعلم له ثمرة كما مضى عليه المريدون الصادقون بخلاف ما عليه اكثر مريدى هذا الزمان، فيقدم المبادرة الى امتثال أمر زوجته مثلاً على امتثال أمر شيخه و لذلک تخلفوا عن الوصول الى مقامات الرجال، فحكم احدهم من ربط في عنقه صخرات عظيمة مثقوبة بعدد هفواته و أحكم ربطها في عنقه بحبال و ثيقة، و داعيته الى السير ضعيفة، و شيخه يسحبه الى قدام بحبل العنكبوت، و داعيته الى الشهوات تسحبه الى ورائه بالحبال الوثيقة۔

اس قسم کے امور ان چیزوں میں سے ہیں جو نصوص شرعیہ سے نہیں ٹکراتے جن حضرات سے صادر ہوتے ہیں ان سے تسلیم کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ حس ان کی تائید کرتی ہے کیونکہ میٹھا ذائقہ، تارکول یا شہد پایا جاتا ہے یہ تمام باتیں شیخ کی بزرگی سے ہیں لیکن جب مرید کو ایسی بات کا حکم دے تو وہ ظاہر کے خلاف پر اس کی تاویل نہ کرے بلکہ کسی تاویل کے بغیر اس پر عمل میں جلدی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا شیخ اسے جس بات کا حکم دے اس کی تعمیل میں جلدی کرے اگرچہ اس کو اس کے نتیجے کا علم نہ ہو جس طرح سچے مریدوں کا طریقہ رہا ہے بخلاف اس کے جو آج کل کے اکثر مریدوں کا طریقہ ہے کہ وہ شیخ کے حکم پر عمل کے مقابلے میں اپنی بیوی کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرتا ہے اس لئے یہ لوگ مردان حق کا مقام پانے سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے ایک کا حکم (مثال) یہ ہے۔

کہ اس نے اپنی گردن میں بڑی چٹانیں باندھیں جن میں سوراخ تھا وہ چٹانیں اس کی لغزشوں کی تعداد کے مطابق ہیں اور مضبوط رسی کے ساتھ ان کو گردن میں مضبوطی سے باندھا (اللہ تعالیٰ کی طرف) سیر کا داعیہ (شوق) کمزور ہے اور اس کا شیخ اسے مکڑی (کے جالے) کی رسی کے ساتھ اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کا داعیہ مضبوط رسی کے ساتھ اسے پیچھے کی طرف کھینچتا ہے۔

وقد كان الشيخ أبو السعود بن أبى العشائر يقول: المريد الصادق هو الذى لا يتعب شيخه فيه لما عنده من النهضة و العزم و لله أعلم۔ و من شأنه ان يكون غرضه فانياً فى اختيار شيخه فمهما اختاره شيخه كان هو المراد فليحذر المريد أن يتكدر من شيخه اذا عمل المريد له طعاماً و دعاه فلم يحضره، أو عمل له ثوباً فلم يلبسه، فان مال المريدين مكروه للاشياخ فى اصطلاحهم، الا ان صار المريد يرى نفسه و ماله لشيخه، و علة كراهة اكل طعام المريد على الشيخ كون ذلك يورثه الادلال على الشيخ و يصير له المنة على الشيخ و لو فى باطنه فيحرم المريد الفائدة و يصير يستصغر شيخه و يحتقره لقبوله هديته و أكله من طعامه كما سيأتى بسطه ان شاء الله تعالىٰ فى هذا الباب و لله أعلم۔ و من شأنه ان لا يطيع فى شيخه عدواً و لا بحالة فضلاً عن كونه لا يصاحبه إلا لضرورة شرعية، و ايضاح ذلك ان شيخه لا يكون مسلماً الا لأمر شرعى دعاه الى ذلك، و اذا كانت معاداة الشيخ انما هى بوجه شرعى فينبغى للمريد ان يقلد شيخه فى ان ذلك العدو يسوغ هجره و كراهته شرعاً يعنى كراهة افعاله لا ذاته، و ذلك كما يقلد الناس المجتهد من غير مطالبته بدليل۔ و كذلك من أدبه ان لا يباعد لشيخه صديقاً و لا يباغضه و لا يصغى قط لقول من مترض على شيخه فى تصدره لنصح العباد كما يقع فيه طائفة من الجهّال فيقولون عن الشيخ الذى لا ينصح الناس و لا يعظهم و لا يرشدهم و لا يربيهم هذا هو الشيخ الصالح الذى لم يفتح على نفسه باب مشيخة، و هذا هو من الجهل المبين فان حقيقة المشيخة ان صاحبها يتصدر لنفع العباد فى دينهم و ذلك واجب فكيف يمدح من ترك الواجب و عصى الله و رسوله۔

حضرت شیخ ابو المسعود بن ابی العشائر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: مرید صادق وہ ہے جس کے حوالے سے شیخ تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ وہ مرید ہمت وعزم کا مالک ہوتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کی اپنی غرض، شیخ کے اختیار میں فنا ہو جائے پس جب شیخ اسے پسند کرے تو یہی مراد ہے لہٰذا جب وہ شیخ کے لئے کھانا تیار کر کے اسے دعوت دے اور وہ (شیخ) نہ آئے یا وہ اس (شیخ) کے لئے لباس تیار کرے اور وہ نہ پہنے تو اس سے مرید کو اپنا دل میلا نہیں کرنا چاہئے۔

کیونکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں مریدین کا مال مشائخ کے لئے مکروہ ہے مگر یہ کہ مرید اپنے نفس اور مال کو اپنے شیخ کا ہی قرار دے۔

شیخ کا اپنے مرید کا کھانا کھانے کو مکروہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح شیخ پر احسان ہو جائے گا اگرچہ وہ دل ہی دل میں ہو اور یوں مرید فائدہ حاصل کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے شیخ کو چھوٹا اور حقیر خیال کرے گا کیونکہ اس نے اس کا ہدیہ قبول کیا اور اس کے کھانے سے کھایا جس طرح اسی باب میں اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے دشمن کی اطاعت نہ کی جائے

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مرشد کے بارے میں اس کے دشمن کی بات نہ مانے چہ جائیکہ وہ مرشد کی صحبت چھوڑ دے البتہ ضرورت شرعیہ کی بنیاد پر ایسا کر سکتا ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ شیخ کو امر شرعی کے لئے تسلیم کیا جاتا ہے جس کی طرف وہ بلاتا ہے۔ پس جب شیخ کے

ساتھ دشمنی کسی شرعی وجہ سے ہو تو مرید کو چاہئے کہ وہ اس بات میں اپنے شیخ کی تقلید کرے کہ اس دشمن کو چھوڑے اور ناپسند کرنے کی شرعاً گنجائش ہے یعنی اس کے افعال کو ناپسند کیا جائے نہ ذات کو۔ یہ اسی طرح ہے جیسے لوگ مجتہد سے اس کی دلیل پوچھے بغیر اس کی تقلید کرتے ہیں اسی طرح مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے دوست سے نہ دوری اختیار کرے اور نہ ہی اس سے بغض رکھے اور اس شخص کی بات پر ہرگز کان نہ دھرے جو اس وجہ سے اس کے مرشد پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ بندگان خدا کی خیر خواہی کا طریقہ اختیار کرتا ہے جس طرح جہلاء کا ایک طبقہ اس معاملے میں پڑا اور وہ اس شیخ کے بارے میں جو لوگوں کو نصیحت نہیں کرتا نہ وعظ کرتا ہے نہ ہدایت دیتا اور نہ ہی ان کی تربیت کرتا ہے، کہتے ہیں کہ وہ نیک شیخ ہے جس نے اپنے اوپر بزرگی کا دروازہ نہیں کھولا۔

(ان لوگوں کی یہ بات) واضح جہالت ہے کیونکہ مشیخت (مرشد ہونے) کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے موصوف شخص لوگوں کو ان کے دین میں نفع پہنچانے کا طریقہ اختیار کرے اور یہ واجب ہے پس اس شخص کی تعریف کیسے کی جاسکتی ہے جو واجب کو چھوڑتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔

شیخ کے بارے میں حسنِ ظن رکھے

وقد أجمع الأشياخ على انه لا يجوز لأحد ان يحمل مشايخ الطريق على ما يتبادر الى أذهان العامة من طلبهم بالوعظ و الارشاد الرياسة على الناس حاشاهم رضى الله عنهم من قصد مثل ذلک فعلم انه ينبغي للشيخ ان يبين قصده الصحيح للناس حتى لا يقعوا فى غيبته، و انه يجب على المريد ان يجيب عن شيخه اذا سمع احداً يعترض عليه الا ان نهاه شيخه عن ذلک، و كذالک يجب عليه ادباً ان يحب كل من احبه شيخه و يبعد عن كل من ابعده شيخه جملة

واحدة، لانه ربما تزلزل اعتقاده فی شیخه ککلام المعترضین بسماع والمنقصین ممن هو محجوب عن مشاهدة لم تدخل دائرته کما هو حکم غالب الناس، لان غایتهم الوقوف فی دائرة الغیر لا یکادون یبرحون عنها و دائرة الشیخ تبتدیء من بعد نهایة دائرتهم بکثیر فالمعترضون علی الشیخ معذورون من وجه فی انکارهم علیه لانه فعل شیئاً لا تحکم باباحته دائرتهم غیر معذورین من الوجه الآخر، وهو ان فوق علومهم علوم۔

اور مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشائخ طریقت کے بارے میں وہ سوچ رکھے جس کی طرف عام لوگوں کے ذہن جاتے ہیں کہ یہ لوگ وعظ وارشاد سے لوگوں پر اپنی سرداری قائم کرنا چاہتے ہیں ہر گز ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہو۔ جو شخص ایسا ارادہ کرے اور اس کا علم ہو جائے تو مرشد کو چاہیئے کہ وہ اپنا صحیح ارادہ لوگوں کے سامنے واضح کر دے تاکہ وہ اس کی غیبت میں مبتلا نہ ہوں اور مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کی طرف سے جواب دے جب کسی ایک کو اس پر اعتراض کرتے ہوئے سنے مگر یہ کہ شیخ نے اسے منع کیا ہو (تو جواب نہ دے)۔

شیخ کے محبوب سے محبت

اسی طرح مرید پر بطور ادب لازم ہے کہ وہ ہر اس شخص سے محبت کرے جس سے اس کا شیخ محبت کرتا ہے اور ہر اس شخص سے یکدم دور ہو جائے جس کو مرشد نے اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا کیونکہ بعض اوقات شیخ کے بارے میں اس کا عقیدہ ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے جس طرح سن کر اعتراض کرنے والوں اور نقص نکالنے والوں کا کلام جو مشاہدہ سے پردے میں ہیں اور اس (شیخ) کے دائرہ میں داخل نہیں ہوئے جس طرح عام لوگوں کا معاملہ ہے کیونکہ ان کی انتہا غیر کے دائرہ میں ٹھہرنا ہے وہ اس سے ہلتے نہیں اور شیخ کا دائرہ ان کے دائروں کے بہت بعد شروع ہوتا ہے بس جو

لوگ شیخ پر اعتراض کرتے ہیں وہ اس اعتراض میں ایک اعتبار سے معذور ہیں کیونکہ اس نے ایسا عمل کیاہے جس کے جواز کا فیصلہ ان کا دائرہ نہیں کرتا لیکن دوسری وجہ سے معذور نہیں ہیں اور وہ وجہ یہ ہے کہ ان کے علوم سے اوپر بھی علوم ہیں۔

وسمت سیدی علی المرصفی رضی اللہ عنہ یقول: لیس للمرید ان یجالس من یعترض علی شیخہ ابداً، لانہ ربما أورث عندہ شکاً فی حال شیخہ بکلامہ الجافی و میزانہ الجائر۔

وسمعتہ مرۃ أخری یقول: من ادل دلیل علی صحۃ عدم صدق المرید فی محبۃ شیخہ ان یسمح بکرہ احد من أصحابہ او ینقصہ او یکشف لہ عورۃ، فان ذلک یسوء الشیخ، والمحبّ لا یسوء محبوبہ بسوء۔ ثم ان تنقیص صاحب الشیخ یرجع الی تنقیص الشیخ۔

میں نے سید علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے:

مرید کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کے پاس کبھی بھی بیٹھے جو اس کے مرشد پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے ظلم سے بھرپور کلام اور ظلم پر مبنی ترازو کے ذریعے اس کے دل میں اس کے مرشد کے بارے میں شک پیدا کرتا ہے ایک اور مرتبہ میں نے ان سے سنا وہ فرماتے تھے۔ شیخ کی محبت میں مرید کے سچا نہ ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اس کے مریدوں میں سے کسی کو ناپسند کرے یا اس کی تنقیص کرے اور اس کی پردہ دری کرے کیونکہ یہ اس شخص سے بدسلوکی ہے اور محب اپنے محبوب کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کرتا پھر شیخ کے مرید کی تنقیص شیخ کی تنقیص کی طرف لوٹتی ہے۔

شیخ سے بغض رکھنے والے سے محبت؟

وکان یقول: لیس للمرید أن ینقص احداً من اصدقاء شیخہ، ولکن ان أمرہ الشیخ بالتباعد عن أحد من اصدقائہ فلا بأس لانہ ربما أشغل احدھما صاحبہ عن ربہ عزوجل، ولا یغتر المرید باقبال شیخہ علی ذلک الصدیق الذی نہاہ عن القرب منہ لأن من شأن الشیخ

الاقبال على الناس كلهم محبهم و مبغضهم قبول رحمة و شفقة و نصح، و لا يقطعه ذلک عن الله بخلاف المريد، ثم ان جميع ما ذكرناه انما هو فى حق المريد الذى يخاف عليه التزلزل كما أومأنا اليه زيغاً، لا فى حق من لا يخاف عليه ذلک لصحة ارتباطه بشيخه فرأى رسول الله ﷺ و صار يقول له يارسول الله ما ذنبى فقال كيف تكره فلاناً لاجل بغضه شيخک اما علمت انه يحبنى فلم لا أفنيت بغضه فى شيخک فى محبته لى، قال الشيخ محيى الدين فمن ذلک اليوم ما كرهت احداً علمت انه يحب الله و رسوله لاجل ان شيخى يبغضه و الله أعلم۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شیخ کے دوستوں میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے لیکن اگر شیخ اسے اپنے دوستوں میں سے کسی ایک سے دور رہنے کا حکم دے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بعض اوقات ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو اس کے رب سے غافل کر دیتا ہے اور شیخ کا اس دوست کی طرف متوجہ ہو جانا جس کے قریب جانے سے اس نے منع کیا ہے، اسے دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ شیخ کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ سب لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ ان کو نصیحت، شفقت اور خیر خواہی کے ذریعے قبول کرتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلق کو منقطع نہیں کرتی جبکہ مرید کا معاملہ اس کے بر خلاف ہے اس کے بگڑنے کا خطرہ ہے۔

پھر یہ سب کچھ جو ہم نے بیان کیا ہے اس مرید کے حق میں ہے جس کے پھسلنے اور ٹیڑھے راستے پر چلنے کا خوف ہو جس طرح ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کہ اس مرید کے حق میں جس کے بارے میں کوئی خوف نہیں کیونکہ اس کا اپنے شیخ سے تعلق درست ہے (اور مضبوط ہے)۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک شخص سے دشمنی اختیار کی جو ان کے شیخ کو ناپسند کرتا تھا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ! میرا کیا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو فلاں شیخ کو کیوں ناپسند کرتا ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ تیرے مرشد سے بغض رکھتا ہے تم نہیں جانتے کہ وہ شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم نے اپنے شیخ کے ساتھ اس کے بغض کو اس کی مجھ سے محبت میں فنا کیوں نہیں کیا؟

حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس دن سے میں نے کسی ایسے شیخ کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے صرف اس وجہ سے ناپسند نہیں کیا کہ میرے شیخ اس سے بغض رکھتے ہیں۔

ومن شأنه ان يحذر من العجلة فلا يبادر لفعل ما امره به شيخه الا ان كان عالماً بشروط صحة ذلك الامر، كما انه لا يدخل الى الصلاة الا بعد معرفة شروطها و معرفة كيفية افعالها كلها و يميز بين فرائضها من سننها كما هو مقرر في كتب الفقه فلا تكون المبادرة الا بعد معرفة اركان ذلك الامر و شروطه، قالوا و اذا كان ارسله شيخه في حاجة و كان مكانها بعيداً فمن الادب ان لا يطلب له شيئاً يركبه الا ان كان عاجزاً عن المشي اليها عادة و كذلك لا يطلب للحاجة محملاً الا اذا عجز عن حملها فان اقل مراتب الادب مع الشيخ ان يكون الحكم معه في ذلك كحاجة نفسه او حاجة زوجته و اولادها اذا بكوها عليه فطلبوها منه، فان مراعاة خاطر شيخه مقدم على حاجة زوجته و غيرها۔ و قد رأيت من يمشي على نحو المرحلة في هوى نفسه و في هوى زوجته، و اذا قال له شيخه اذهب الى حاجة هي دون ذلك يطلب له حماراً، فمثل هذا لا يرجى له فلاح۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ جلد بازی سے پرہیز کرے اور اس کا مرشد اسے جس کام کا حکم دے اس میں جلدی نہ کرے مگر جب اس کام کی صحت کی شروط کا علم رکھتا ہو جس طرح نماز کو اس وقت شروع کرتا ہے جب اس کی شرائط اور اس کے تمام افعال کی کیفیت کی معرفت حاصل کر

لیتاہے نیز اس کے فرائض اور سنتوں کے درمیان امتیاز کرلیتاہے جس طرح کتب فقہ میں بیان ہوئی ہیں لہٰذااس حکم کے ارکان اور شرائط کو جاننے کے بعد اس کی طرف جلدی کرے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب اس کا مرشد اسے کسی کام کے لئے بھیجے اور وہ جگہ دور ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سواری کا مطالبہ نہ کرے مگر یہ کہ عادت کے مطابق چلنے سے عاجز ہو۔ اسی طرح اس سے کسی بوجھ اٹھانے والے جانور وغیرہ کا مطالبہ بھی نہ کرے مگر یہ کہ خود اٹھانے سے عاجز ہو بے شک شیخ کے ساتھ کم از کم ادب واحترام یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کا معاملہ اس طرح ہو جس طرح اپنی ذاتی یا بیوی بچوں کی حاجات ہیں جب وہ اس کے سامنے روتے اور مطالبہ کرتے ہیں۔

بے شک شیخ کی دلجوئی، بیوی، بچوں وغیرہ کی حاجت سے مقدم ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک شیخ اپنی ذاتی اور بیوی کی خواہش پر کئی میل پیدل چلتاہے اور جب اس کا مرشد حکم دے کہ فلاں کام کے لئے جاؤ اور اس کی مسافت کم ہو تو وہ اس کے لئے گدھے (سواری) کا مطالبہ کرتا ہے ایسے شخص کے لئے فلاح کی امید نہیں۔

شیخ کے کام کے لئے کوئی مطالبہ نہ کرے

وقد کان سیدی محمد السروی یرسل شیخنا الشیخ محمد الشناوی فی الحاجة ماشیاًمن فارس کورہ الی طندتافیذھب ویجیء بالحاجة ماشیاً۔

سیدی محمد السروری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے مرشد حضرت محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے کام کے لئے "فارس کورہ" (ایک مقام) سے "طندتا" (ایک مقام) تک پیدل بھیجتے چنانچہ وہ پیدل جاتے آتے اور وہ کام کرتے۔

واخبرنی الشیخ محمد الصبیخی احد أصحاب سیدی ابی العباس الغمری ان سیدی ابا العباس اهدی الیه انسان قفصاً من دجاج وهو فی ناحیة نبتیت بالشرقیة، فقال مرادنا احد یوصل ذلک القفص الی دارنا بمصر فتواری عنه سیدی الشیخ علی بن الجمال فحمل القفص علی رأسه من نبتیت الی مصر وهی مسافة بعیدة فبلغ ذلک الشیخ سیدی ابا العباس فتکدر لذلک وقال لم أرد الامر علی ما فعلت، مع ان سیدی الشیخ علی هذا کان قد طعن فی السن وله تلامذة کثیرة، فرضی اللہ عن أهل المروات، فلیحذر المرید من قوله لشیخه هات لی حماراً أرکبه حتی اقضی لک حاجتک الا عند العجز الظاهر واللہ أعلم۔

سیدی ابو العباس الضمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے ایک شیخ محمد الصبیخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بتایا کہ سیدی ابو العباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک آدمی نے مرغیوں کا ایک پنجرہ بطور تحفہ پیش کیا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت نبتیت (مقام) کے مشرقی کنارے پر تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہماری مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس پنجرے کو مصر میں ہمارے گھر میں پہنچا دے / پس سیدی شیخ علی بن جمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے چھپتے ہوئے اس پنجرے کو اپنے سر پر اٹھایا اور نبتیت سے مصر لے گئے اور یہ بہت زیادہ مسافت ہے۔

یہ بات سیدی شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچی تو وہ اس وجہ سے پریشان ہو گئے اور فرمایا تم نے جو کچھ کیا میرا ارادہ یہ نہیں تھا حالانکہ سیدی شیخ علی بن جمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے اور ان کے بہت زیادہ شاگرد بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ ان اہل مروت حضرات سے راضی ہو۔ پس مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ سے یہ بات کہنے سے پرہیز کرے کہ میرے لئے گھوڑا منگوائیں تاکہ میں اس پر سوار ہو کر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کام کروں البتہ (پیدل جانے سے) ظاہری طور پر عاجز ہو (تو مطالبہ کر سکتا ہے)۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

شیخ کے بچھونے کو نہ روندے

ومن شأنه ان لا یطأ فرش شیخه برجله اذا کان فی طریق حاجته بل یطویه او یرفعه ثم یمشی لحاجته داخل بیت الشیخ او خارجه، وان اراد ان یطوی رجلیه و یمشی علی فرش الشیخ برکبتیه فلابأس، وکذلک لا ینبغی ان یدخل لشیخه قط خلوة ولا بیتاً الا باذنه الخاص فلایکفیه اذنه العام، کإن أأن لجماعة بالدخول فدخل معهم الا ان یکون نقیباً ویعرف بالقرینة انه حتاج الیه فی مد السماط للداخلین او خدمتهم مثلاً فهناک یدخل بلا اذن خاص۔ ولیحذر من الاعتراض علیه فی امره بتقدیم الطعام القلیل الذی لا دسم فیه للأمراء و تقدیم الطعام الکثیر اللذیذ للفقراء، ویقول هؤلاء یستحقون مثل ذلک، فان ذلک من سوء الأدب مع الشیخ۔ و کذلک لا یعترض علی الشیخ فیما لو فعل هو ذلک فقدم اللذیذ للامراء والقلیل للفقراء وان للشیخ مشهداً صحیحاً فی جمیع افعاله۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب مرشد کا بچھونا اس کے راستے میں ہو تو اسے اپنے پاؤں سے نہ روندے بلکہ اس کو لپیٹ دے پھر اپنے کام کے لئے چلے خواہ شیخ کے گھر کے اندر ہو یا باہر۔ اور اگر وہ چاہے کہ اپنے قدموں کو سمیٹ کر شیخ کے فرش پر گھٹنوں کے بل چلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح شیخ کی خلوت اور گھر میں خاص اجازت کے بغیر داخل ہونا مناسب نہیں اور اذن عام کافی نہ ہو گا مثلاً کسی جماعت کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی اور یہ ان کے ساتھ داخل ہو (یہ درست نہیں) البتہ یہ کہ وہ نگران ہو یا قرینے کے ذریعے معلوم ہو کہ آنے والوں کے لئے بچھونا بچھانے یا کوئی اور خدمت کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے اس صورت میں خصوصی اجازت کے بغیر بھی جا سکتا ہے اور شیخ کے اس حکم پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے کہ امراء کے سامنے غیر مرغن اور کم مقدار میں کھانا رکھو اور فقراء کے سامنے زیادہ اور لذیذ کھانا رکھو اور کہے کہ یہ اسی کے مستحق ہیں۔

اگر اعتراض کرے گا تو یہ شیخ کی بے ادبی ہے اسی طرح اگر خود شیخ یہ کام کرے اور لذیذ کھانا امراء اور تھوڑا کھانا فقراء کو دے تو بھی اعتراض نہ کرے کیونکہ شیخ کے ان تمام افعال میں صحیح حکمت ودلیل موجود ہے اور اگر شیخ کسی شخص کے لئے کھانے یا لباس کا فرمان جاری کرے تو اس کے لئے اعتراض کرنا مناسب نہیں اگرچہ وہ خود ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص شیخ کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرے تو ضروری ہے کہ شیخ اسے اپنے دل سے نکال دے اگرچہ طویل عرصہ ہو کیونکہ نقیب، (خادم) کے لئے شرط ہے کہ وہ شیخ کے راز کو چھپائے اور کسی شخص کو شیخ کے گھر کے اندر کے معاملات کی ہرگز خبر نہ دے۔

شیخ کے ساتھ رات نہ گزارے

وکذالک اذا رسم الشیخ لاحد بشیء من الطعام او الثیاب لا ینبغی له الاعتراض علیه ولو بنفسه، ومن سلک ذلک مع الشیخ فلابد ان یطرده الشیخ بالقلب ولو علی طول لان من شرط النقیب ان یکون کاتماً لسر الشیخ لا یخبر احداً بما فعله الشیخ فی داره مطلقاً۔ وکذلک لا ینبغی للمرید ان یبیت مع شیخه فی مکان واحد ابداً کما مرّ تقریره فی مبحث ان من ادبه ان لا یقول لشیخه دعنی أبیت معک لان الشیخ ربما لم یقم یتهجد بالقیام والرکوع والسجود ونحو ذلک من الاعمال الظاهرة تلک اللیلة فیصغر فی عین المرید فیحرم برکة صحبته له فان ورود الأکابر فی اللیل انما هی امور قلبیة فی الغالب من مراقبة ونهوها مما کل ذرة منه ترجح علی عبادة المرید ألف سنة، اللهم الا ان یرید منه الشیخ ان یبیت معه فلا بأس لا سیما فی الاسفار ایام المطر۔ وقد قالوا لا ینبغی للمرید ان یبحث عن احوال شیخه فی اللیل فان ذلک غیر مشکور لانه کالعورة، وایضاً فان الأشیاخ فی النهار مع الخلق فی حوائجهم وفی اللیل مع ربهم معیة محضة لا یشارکه فیها احد۔

اسی طرح مرید کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے شیخ کے ساتھ ایک مکان میں رات گزارے جس طرح اس کی تقریر گزر چکی ہے کہ اس کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ سے نہ کہے کہ مجھے اپنے ساتھ رات گزارنے کی اجازت دیں کیونکہ بعض اوقات شیخ اس رات تہجد کی نماز نہیں پڑھتا اور اس طرح کے دیگر ظاہری اعمال نہیں کرتا تو وہ مرید کی نگاہ میں چھوٹا دکھائی دے گا اور یوں مرید اس کی صحبت کی برکت سے محروم ہو جائے گا۔

بے شک اکابر (صوفیاء کرام) کے وظائف رات کے وقت عام طور پر قلبی ہوتے ہیں اور وہ مراقبہ کی شکل ہوتی ہے کہ اس کا ہر ذرہ مرید کی ہزار سالہ عبادت پر ترجیح رکھتا ہے مگر یہ کہ خود شیخ چاہے کہ مرید اس کے ساتھ رات گزارے بالخصوص بارش کے دنوں میں سفر کے دوران۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رات کے احوال سے بحث کرے یہ ناشکری ہے کیونکہ یہ پردے کی طرح ہے۔ نیز مشائخ دن کے وقت لوگوں کی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور رات کے وقت محض اپنے رب کے ساتھ ہوتے ہیں جس میں کسی دوسرے کی شراکت نہیں ہوتی۔

مرید کہاں بیٹھے؟

قالوا: و ینبغی ان یکون موضع جلوس المرید دائماً تجاہ مجلس الشیخ خلق حجاب بحیث لو طلبہ الشیخ و جدہ ای وقت شاء فان حاجۃ المرید کلھا عند شیخہ فلا یبراح لہ عن بابہ دنیا و أخری۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں: مناسب ہے کہ مرید کے بیٹھنے کی جگہ شیخ کی مجلس کے سامنے پردے کے پیچھے اس طرح ہو کہ جس وقت بھی شیخ اسے طلب کرے وہ موجود ہو جائے کیونکہ مرید کی تمام حاجات اپنے شیخ کے ہاں ہوتی ہیں پس وہ دنیا اور آخرت میں اس کے دروازے کو نہ چھوڑے۔

و قد قالوا: متی غاب المرید عن شیخه ساعة و لم یشتق الیه و ادعی المحبة لشیخه فهو کاذب، فکیف بمن یمکث الایام لا یری شیخه و لا یشتاق الیه، فان اقل مراتب الشیخ فی الاشتیاق إلیه ان یکون کالزوجة فیحن الیه کما یحن الیها، و أین منفعة الشیخ من منفعة الزوجة، بعده عن الشیخ الهیبة له مع بقاء الشوق و المحبة، فمثل هذا لا یضره البعد لانه لا استهانة فیه بالشیخ و اللہ أعلم۔

صوفیاء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب مرید ایک ساعت بھی اپنے شیخ سے غائب ہو اور اس کا مشتاق نہ ہو اور شیخ سے محبت کا دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا ہے تو اس (مرید) کی کیا حالت ہو گی جو کچھ دن اس طرح رہے کہ اپنے شیخ کو نہ دیکھے اور نہ اس کا مشتاق ہو کیونکہ شیخ کے اشتیاق کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ بیوی کی طرح ہو پس اس کی طرف شوق رکھے جس طرح اپنی عورت کے لئے اشتیاق رکھتا ہے اور شیخ سے نفع کے مقابلے میں بیوی سے نفع حاصل کرنے کی کیا حیثیت ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اس کا مقابلہ اس کے ساتھ کیسے کیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول رکھتا ہے۔

لیکن کئی سچے مریدین اپنے شیخ سے اس کی ہیبت کی وجہ سے دور رہتے ہیں حالانکہ ان میں شوق اور محبت موجود ہوتی ہے ایسے لوگوں کو شیخ سے دوری کوئی نقصان نہیں دیتی کیونکہ اس صورت میں شیخ کی توہین نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

برادرانِ طریقت کو خود پر مقدم جانے

و من شأنه انه اذا قدم شیخه علیه احداً من اقرانه من غیر ظهور فضیلة لذلک الشخص فمن الادب التسلیم لشیخه، و لا یقول و لو فی نفسه هذا لا یستحق التقدیم، فربما فعل الشیخ ذلک امتحاناً لنفس المرید الذی ادعی التواضع لاخوانه، و انه صار یری نفسه أحقرهم و کأنه تحت نعالهم، لا بیاناً لمقام ذلک الشخص، فعلم ان من ادب المرید ان یقدم علی نفسه

حتماً کل شخص قدمه شیخه علیه۔ وقد تقدم فی ھذا الباب ان من اراد ان یقدمه شیخه فیسلک طریق الاخوان ویؤثرھم علی نفسه ویتحمل بعد ذلک اذاھم، فان اللّٰہ تعالیٰ قدمه علیھم ان شاء اللّٰہ تعالی قال تعالی: (وجعلناھم أئمة یھدون بأمرنا لما صبروا)۔ فما فرحوا بالامامة حتی بلغوا مقام التحقیق فی الصبر بحیث شھد لھم تعالیٰ به و قد قالوا: المرید الصآدق یکاد یملک قلب شیخه من کثرة الأدب معه ومع الاخوان لما ھو علیه من المروءة والخدمة، والمرید الکاذب بالعکس فتنفر منه قلوب الناس اجمعین۔ و أجمعوا علی ان کل مرید نازع الشیخ فی شیء فعله فھو ناقض العھد الذی اخذه علیه سابقاً بالسمع والطاعة، و کأن لسان حال ھذا الکاذب یقول ھذا الشیخ لا یعرف شیئاً وھو مغفل وانا أعرف منه، وھو عقوق محبط للعمل عندالقوم، فمثل ھذا لا ھو مرید الشیخ ولا الشیخ یعده من مریدیه واللّٰہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد اس کے ہم عصر کسی ساتھی کو اس سے مقدم کرے اور اس کی فضیلت بھی ظاہر نہ ہو تو اپنے مرشد کا ادب کرتے ہوئے اس فیصلے کو تسلیم کرے اور دل میں بھی نہ کہے کہ یہ شخص تقدیم کا مستحق نہیں ہے بعض اوقات مرشد یہ عمل اس مرید کے امتحان کے لئے کرتا ہے جو اپنے بھائیوں (برادران طریقت) کے لئے تواضع اختیار کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: وہ اپنے نفس کو ان سے حقیر جانتا ہے اور گویا وہ ان کے جوتوں کے نیچے ہے۔

تو یہ (مرشد کا عمل) اس شخص کے مقام کو بیان کرنے کے لئے نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ مرید کے آداب سے یہ بات ہے کہ وہ ہر شخص کو اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مقدم سمجھے جسے اس کے شیخ نے مقدم کیا ہے اس باب میں اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا شیخ اس

کو مقدم کرے تو وہ اپنے بھائیوں کے راستے پر چلے اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دے اور اس کے بعد ان کی طرف سے اذیتیں برداشت کرے اللہ تعالیٰ اسے مقدم کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (الأنبياء ۷۳)

اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔

پس وہ امامت پر خوش نہ ہوئے حتیٰ کہ صبر میں مقام تحقیق تک پہنچ گئے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اس بات کی گواہی دی۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قریب ہے کہ مرید صادق اپنے شیخ اور اپنے بھائیوں کے زیادہ ادب کی وجہ سے ان کے دل کا مالک ہو جائے بسبب اس کے جو مروت اور خدمت اس کے ذمہ ہے اور جھوٹے مرید کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ پس تمام لوگوں کے دل اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید شیخ کے کسی عمل پر اس سے جھگڑتا ہے تو وہ اس سابق عہد کو توڑتا ہے جو اس نے (مرشد کی بات) سننے اور ماننے پر کیا ہے۔

اور اس جھوٹے (مرید) کی زبان حال کہتی ہے کہ یہ شیخ کسی چیز کی پہچان نہیں رکھتا اور وہ غافل ہے جب کہ میں اس سے زیادہ معرفت رکھتا ہوں۔ صوفیاء کرام کے نزدیک یہ نافرمانی ہے اور اعمال کو ضائع کرنے کا سبب ہے اس قسم کا آدمی نہ تو شیخ کا مرید ہے اور نہ ہی شیخ اسے اپنے مریدوں میں شمار کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے خاص احباب کی زیادہ عزت کرنا

ومن شأنه أن یرید فی احترام اصحاب شیخه الخاصین به و اکرامهم و یجلهم اکثر من اخوانه فی العموم، و کذلک اولاد شیخه، و اذا الطم و لد الشیخ الصغیر وجه احد فیشکوه الی ابیه او وصیه او شیخه و لا یلطموه کما لطمهم أدباً مع الشیخ حتی لو مسک ولده و قال الطموه کما لطمکم، فلیس من الأدب لطمه فانه جزء من الشیخ لا سیما ان کان و لد الشیخ شریفاً لانه جزء من رسول الله ﷺ و بالجملة فلا ینبغی له التحکم فی و لد شیخه مطلقاً، بل ان کان و الده حیاً شکوه له فیحکم فیه بما یری، و إلا احتملوه رعایة لأستاذهم و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے خاص مریدین کی عزت، اکرام اور تعظیم، عام مریدین کے مقابلے میں زیادہ کرے۔ اسی طرح اپنے شیخ کی اولاد کی عزت بھی کرے۔

اگر شیخ کی اولاد میں سے کوئی ایک اس کے منہ پر تھپڑ مارے تو اس کی شکایت اس کے والد یا وصی یا اپنے شیخ سے کرے اور اس کو تھپڑ نہ مارے جس طرح اس نے تھپڑ مارا اور وہ اپنے شیخ کے ادب میں اس طرح کرے حتیٰ کہ اگر مرشد اپنے بیٹے کو روکے اور کہے کہ تم بھی اسے تھپڑ مارو جس طرح اس نے تمہیں تھپڑ مارا ہے تو اس کو تھپڑ مارنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ وہ (اس کے) شیخ کی جزء ہے خاص طور پر جب شیخ کی اولاد شریف (سادات میں سے ہو) کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کی جزء ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے لئے اپنے شیخ کی اولاد کے سلسلے میں تحکم (حاکم بننا) مناسب نہیں بلکہ اگر اس کا والد زندہ ہو تو اس سے شکایت کرے اور وہ اس کے بارے میں جو مناسب سمجھے، فیصلہ کرے ورنہ وہ اپنے شیخ (مرشد) کا لحاظ کرتے ہوئے برداشت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خدمت کیلئے مرشد کا ہم سفر ہونا

ومن شأنه ان یتجرد لخدمة شیخه اذا دعاه للسفر معه الی بلاد الریف او غیرها، ولا یعارضه فی السفر لیلاً او نهاراً إلا لضرورة او باذنه، ویتعفف عن اطعمة الناس الذین یعزمون علی شیخه جهده، ولا یأکل فی مدة السفر إلا بقدر الحاجة الشرعیة، فان فی ذلک فوائد منها قلة حاجته للبول والغائط واخراج الریح لا سیما فی المرکب او البلد الذی هو قلیل الماء، او الطریق۔ ومنها عدم تحمل منة الفلاحین فی ذبحهم الجدی او العنز او الاوزة او الدجاجة و عینهم فیها لأنها کانت تسد عنهم مسداً فی امر الظلمة النازلین بالبلد من کاشف او ملتزم والفقیر یأکل ویذهب لیس یحمل شیئاً من همهم۔ ومنها عدم اللوث بالفقراء من الفلاحین، و قولهم فی المجالس ما رأینا أشره نفساً من جماعة الشیخ الفلانی۔

ولا یخفی علی المریدین ان الناس الیوم قد صاروا فی جمرة من نار المظالم لا تنطفیء إلا بموتهم، فلا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلی العظیم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے آپکو اپنے شیخ کی خدمت کے لئے فارغ کرے جب وہ اسے اپنے ساتھ سفر پر جانے کے لئے کہے چاہے وہ سفر سرسبز علاقہ کی طرف ہو یا اس کے علاوہ ہو اور سفر کے دوران رات یا دن کے وقت یا مرشد کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے نہ جائے اور ان لوگوں کے کھانے سے بچے جو اپنی مشقت کو شیخ کے لئے پیش کرنے کا عزم کرتے ہیں اور سفر کے دوران حاجت شرعیہ کے مطابق ہی کھائے (زیادہ نہ کھائے) اس کے کئی فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے پیشاب، قضائے حاجت اور ہوا کے نکلنے میں کمی ہوتی ہے خاص طور پر جب سواری پر ہو یا ایسے شہر میں ہو جہاں پانی کی قلت ہوتی ہے یا وہ راستے میں ہو (جہاں پانی نہیں ہوتا)۔

اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ کاشتکاروں کا احسان مند نہیں کہ وہ ان کے لئے بکری کا بچہ یا بکری، بطخ، یا مرغی ذبح کریں اور یوں ان کی مدد کریں کیونکہ یہ ان ظالموں کے عمل کی طرح ہوگا جو

شہروں میں اترتے ہیں اور فقیر کھا کر چلا جاتا ہے وہ کوئی چیز ساتھ نہیں لے جاتا۔ نیز کاشتکار فقراء کو ملامت نہیں کر سکتے اور اپنی مجالس میں یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے فلاں جماعت سے زیادہ حریص کوئی نہیں دیکھا اور مریدین پر مخفی نہیں کہ آج کل لوگ مظالم کی آگ کی چنگاری میں ہیں وہ صرف ان کی موت پر ہی بجھتی ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

ثم ان کان المکان الذی ینام فیہ الشیخ مخوفاً فمن الادب للنقیب ان یبیت سھراناً علی وجہ المناوبۃ وھذا ارفق, و لیحذر المرید اذا ردہ الشیخ عن دخولہ معہ دار الضیافۃ ان یتکدر من ذلک فانہ ربما امتحنہ بذلک, و کذلک لا ینبغی لہ التکدر اذا بلغہ ان شیخہ شکی منہ لبعض اخوانہ و قال لہ فلان شرہ النس, فربما کان قصد الشیخ شخصاً آخر من الفقراء قلیل الحیاء خاف ان یقول لہ ذلک فیفجر علی الشیخ فی بلاد الفلاحین و یبھدل شیخہ فأضاف الشرہ الی غیرہ ممن رآہ وطی الجانب و یحمل مثل ذلک الکلام فکلمہ فی حکایتہ المرید لعلمہ بثبوت ودہ فلیکن مالح الرقبۃ علی حذر فانہ ھو المقصود بالکلام۔ و کذلک اذا قال الشیخ لمرید فی نحو القضیۃ السابقۃ ما انت حولی إلا لأجل بطنک دون المحبۃ لی لا ینبغی لہ ان یتکدر بل ینبغی لہ ان یشکر اللہ علی ذلک الذی حذرہ من الأکل من طعام الناس دون اخوانہ لأنہ لا سیما و طعام الفلاحین غالبہ للعلل و امراض اقلھا لیصیر الشیخ یشفع فیھم عند الکاشف او شیخ العرب او عند استاذھم, و قلّ فلاح یسلم من مثل ذلک۔ و کذلک لا ینبغی للمرید ان یتکدر من شیخہ اذا مشاہ فی السفر و رکب غیرہ بل یفرح لأن شیخہ یرید بذلک ان یرقی ھمتہ الی استحلاء افعال الحق تعالیٰ معہ لمخالفۃ ھواہ فان من لم یستحل مقارع الاستاذ لم یظفر منہ بالوداد و اللہ أعلم۔

پھر اگر اس مقام پر جہاں مرشد آرام فرما ہیں، نگران حضرات باری باری جاگتے رہیں تو حسن سلوک کا یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے اگر شیخ مرید کو اپنے ساتھ مہمان خانے میں داخل ہونے سے

روکے تو مرید کو اس سے اپنا دل تنگ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات وہ اس طرح اس کا امتحان لیتا ہے۔

اسی طرح جب اسے یہ خبر پہنچے کہ اس کے شیخ نے اس کے بعض برادران طریقت سے اس کی شکایت کی ہے تو اس پر بھی دل میلا نہ کرے جب شیخ کہے کہ فلاں بہت زیادہ حریص النفس ہے بعض اوقات شیخ کا ارادہ فقراء میں سے کسی اور شخص کے بارے میں ہوتا ہے جس میں حیا کم ہوتا ہے اور اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ اس سے کہے گا تو وہ کاشتکاروں کے علاقہ میں اس کے خلاف نافرمانی کی جرأت کرے گا اور اپنے شیخ کو پریشان کرے گا اس لئے وہ حرص کی نسبت کسی دوسرے کی طرف کرتا ہے جسے وہ دیکھتا ہے کہ وہ اس کے لئے اپنا پہلو جھکاتا ہے اور اس قسم کی گفتگو کو برداشت کرتا ہے پس وہ اس مرید سے گفتگو کرکے دوسرے کی حکایت کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

پس وہ پرہیز کرنے میں گردن جھکانے والا ہو کیونکہ کلام سے مقصود یہی بات ہے اسی طرح جب شیخ اپنے مرید سے گزشتہ واقعہ میں کہے کہ تو محض پیٹ کے لئے میرے ارد گرد ہے مجھ سے محبت کی وجہ سے نہیں تو اس سے مرید کو دل میلا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ وہ لوگوں کا کھانا کھانے سے بچ گیا اس کے ساتھی بچ نہیں سکے خصوصاً کاشتکاروں کا کھانا عام طور پر بیماریوں کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے ہوتا ہے کم از کم یہ کہ شیخ کاشف یا شیخ عرب یا ان کے استاذ کے ہاں سفارش کرے اور بہت کم کاشتکار اس سے محفوظ ہوتے ہیں اسی طرح مناسب نہیں کہ مرید اپنے شیخ سے دل میلا کرے جب وہ اسے سفر میں پیدل چلنے کا حکم دے اور اس کے غیر کو سواری مہیا کرے بلکہ اسے خوش ہونا چاہئے کیونکہ اس عمل سے اس کے شیخ کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ

اس کی ہمت، اللہ تعالیٰ کے افعال کے اس کے لئے ہی جائز ہونے کی طرف ترقی کرے کیونکہ وہ اپنی خواہش کی مخالفت کر رہا ہے اس لئے کہ جو اپنے مرشد کی سختیوں کو اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا وہ محبت میں کامیاب نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد سے محبت میں غیر کا دخل نہ ہو

ومن شأنه ان یحرص علی ان لا یدخل علیه محبة لغیر شیخه و غیر من امر الله تعالی بمحبتهم من الانبیاء والاولیاء و صالح المؤمنین، فان احب مایکون المرید الی شیخه اذا نظر فی قلبه فلم یر فیه محبة لغیره من اقرانه ولا مراعاة لسواه، ولذلک الحکم فی نظر الحق تعالیٰ الی قلب عبده اذا نظر الیه فلم یره یراعی غیر ربه ولا یمیل الی سواه اصطفاه واجتباه وجعله من خواص اهل حضرته، فالمرید الصادق عمله دائماً فی نظافة قلبه من کل دنس و شبهة لان الحق تعالی غیور و محل بلوغ العبد الی مقام محبة الله تعالیٰ له کما ذکرنا ان لا یتأثر ممن یؤذیه وینقصه فی المجالس لأن تأثیر هذا یدل علی مراعاة الخلق دون الحق فآثر نظر العبید ورجح مراعاتهم علی نظر الحق تعالیٰ و ذلک ابغض مایکون عند ربه عزوجل لأنه کما کان الذی لا یراعی سواه فی قلبه سواه أحب الناس الیه، فکذلک یکون من یراعی سواه ابغض الخلق الیه فافهم، فالله یجعلنا ممن یراعیه آمین آمین۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے دل میں اس کے مرشد کے علاوہ کسی کی محبت نہ ہو نیز جن لوگوں سے محبت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمنوں کے علاوہ کسی سے محبت نہ کرے۔

مرشد کے ہاں مرید کی محبوب ترین حالت یہ ہے کہ جب وہ اس کے دل میں دیکھے تو اس کے ہم عصر لوگوں کی محبت نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی کی رعایت وخیال ہو اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کے دل کو دیکھے تو اس میں اس کے رب کے علاوہ کسی کی رعایت نظر نہ آئے اور اس کے علاوہ

کسی کی طرف میلان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے چن لیتا ہے اور منتخب فرماتا ہے اور اسے اپنی بارگاہ کے خاص لوگوں میں کر دیتا ہے پس سچا مرید وہ ہے جس کا دل ہمیشہ میل اور شبہ سے پاک ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ غیرت فرمانے والا ہے۔

بندے کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقام تک پہنچنے کا مقام وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ وہ ان لوگوں سے متاثر نہ ہو جو مجالس میں اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچاتے اور اس میں نقص نکالتے ہیں کیونکہ اس کی تاثیر مخلوق کی رعایت پر دلالت کرتی ہے حق کی رعایت پر نہیں۔

تو جب بندوں کی نظر اور ان کی رعایت کو اللہ تعالیٰ کی نظر پر ترجیح دے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے جس طرح وہ شخص جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی رعایت نہیں رکھتا وہ اس کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اسی طرح جو اس کے سوا کا خیال رکھتا ہے تو وہ اس کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ قابل نفرت ہوتا ہے اس بات کو سمجھو اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس کی رعایت اور خیال کرتے ہیں۔ آمین آمین۔

مرشد سے گفتگو میں پہل نہ کرے

و من شأنه ان لا یشاور شیخه علی امر ابتداء إلا ان تقدم منه الاذن قبل ذلک، و اما اذا کان تقدم منه المنع کأن قال له لا تتدئنی قط بکلام الا ان ابتدأتک أنا بالکلام، فلا ینبغی له ان یبتدئه و لو ابتدأ لا یلزم الشیخ جوابه، اذ علی المرید السکون بین یدی الشیخ دائماً کالمیت بین یدی الغاسل، و ربما کان فی الجواب عن ذلک الأمر الذی ابتدأ به الشیخ ضرر به او بالشیخ کأن قال لشیخه: خذنی معک الی الحج او المکان الفلانی او دعنی اجلس بین یدیک کلما بدا لی و نحو ذلک، و قد درج الأشیاخ کلهم علی عدم تمکینهم المرید من ابتداء الکلام مع الشیخ و ﷲ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں اپنے شیخ سے مشاورت کی صورت میں گفتگو میں پہل نہ کرے مگر یہ کہ اسے پہلے اجازت مل چکی ہو لیکن جب پہلے شیخ نے منع کیا ہو مثلاً اس سے کہا کہ کلام میں مجھ سے پہل کبھی نہ کرنا مگر یہ کہ میں تجھ سے کلام کا آغاز کروں (تب کلام کرنا)۔

تو اس صورت میں اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ آغاز کرے اور اگر ابتداء کرے تو شیخ پر اس کا جواب دینا لازم نہیں کیونکہ مرید پر لازم ہے کہ وہ شیخ کے سامنے ہمیشہ خاموش رہے جس طرح میت، غسل دینے والے کے سامنے اور بعض اوقات جب وہ کسی معاملے میں شیخ سے گفتگو کا آغاز کرتا ہے تو اس میں اس کو یا اس کے شیخ کو ضرر پہنچتا ہے جس طرح وہ اپنے شیخ سے کہے ”مجھے اپنے ساتھ حج پر یا فلاں جگہ کی طرف لے جائیں یا مجھے اجازت دیں کہ میں جب بھی چاہوں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھوں اور اس طرح کی دیگر باتیں ہیں اور تمام مشائخ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ مرید کو شیخ کے ساتھ کلام میں آغاز کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے آگے نہ چلے

ومن شأنه ان لا يتقدم على شيخه فى المشى وغيره بل يكون مشيه تبعاً لشيخه فى الظاهر والباطن، فان تقدم عليه لحاجة فلا بأس كأن يتقدم ليجس له المخاضة او يكشف له عن حفرة فى الطريق فى الليالى المظلمة ونحو ذلک فان ذلک من جملة ايثار شيخه عليه بالنفع دون الضر، قالوا ولا ينبغى له ان يستدبر شيخه ابداً إلا باذن ويكون ذلک مع استشعار المريد الخجل والحياء حتى كأنه يمشى على الجمر فان شيخه أعظم حرمة من الكعبة، وقد استحب بعض العلماء للانسان اذا فارقها انه يلتفت اليها بوجهه ويمشى القهقرى حتى يتوارى عنها بجدار او يبعد جداً۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ چلنے یا دیگر امور میں اپنے شیخ سے آگے نہ ہو بلکہ ظاہر وباطن میں اس کا چلنا شیخ کی اتباع میں ہو، ہاں کسی کام کے لئے آگے چلنے میں کوئی حرج نہیں جیسے رات کی تاریکی میں یہ دیکھنا کہ آگے پانی ٹھہرنے کی جگہ یا کوئی گڑھا وغیرہ تو نہیں۔ یہ عمل نفع میں اپنے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ پر شیخ کو ترجیح دینے والے اعمال میں سے ہے نقصان میں نہیں۔

صوفیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی طرف پیٹھ کرے اور اس صورت میں بھی مرید شرمندگی محسوس کرے حتیٰ کہ گویا وہ انگاروں پر چل رہا ہے کیونکہ اس کے مرشد کی حرمت کعبۃ اللہ سے زیادہ ہے۔

اور بعض علماء نے انسان کے لئے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب وہ کعبہ شریف سے جدا ہو تو اس کی طرف رخ کرے اور الٹے پاؤں چلے حتیٰ کہ دیوار کے ذریعے اس سے چھپ جائے یا بہت دور چلا جائے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمه اللہ یقول: لا یعرف مرید مقام شیخه حقیقة إلا ان اشرف علی مقام الکمال، فهناک یعرف ما یدعوه الشیخ الیه، اما قبل ذلک فلا یکاد یعرف للشیخ مقاماً، ومن لازم ذلک سوء الأدب معه ومخالفته دائماً امره غالباً واللہ أعلم۔

اور میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مرید اپنے مرشد کے مقام کو حقیقتاً اسی وقت پہچان سکتا ہے جب وہ خود مقام کمال تک پہنچ جائے اس وقت اسے اس چیز کی پہچان حاصل ہو گی جس کی طرف شیخ اسے دعوت دیتا ہے اس سے پہلے وہ شیخ کے مقام کو نہیں پہچان سکتا اور اس سے عام طور پر مرشد کی بے ادبی اور اس کی حکم عدولی لازم آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل جانے

ومن شأنه ان یری نوم شیخه أفضل من عبادته هو لسلامة شیخه من العلل و الامراض فلیس نومه تهاوناً بعبادة ربه و انما ذلک لمشاهده بذوقها، و تقدم قولنا ان نوم العارفین یسمی ورداً، فیقال فلان فی ورد النوم والورد من لازمه الوارد والوارد من لازمه الترقی فافهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل سمجھے کیونکہ مرشد علتوں اور بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے لہٰذا اس کی نیند اپنے رب کی عبادت سے سستی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ وہ ذوق عبادت کے مشاہدہ کی وجہ سے ہوتی ہے (عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے)۔

اس سے پہلے ہمارا قول گزر چکا ہے کہ عازمین کی نیند کو ورد (وظیفہ) کہا جاتا ہے پس کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نیند کے ورد میں ہے اور ورد سے وارد اور وارد سے ترقی لازم ہوتی ہے۔ اس بات کو سمجھو۔

واعلم یا أخی ان کل من ظنّ ان عبادته افضل من نوم استاذه فقد عقه والعاق لا یرفع له الی السماء عمل۔ وقد أرسل ذون النون المصری شخصاً آلی أبی یزید یقول له إلی متی الدعة والراحة وقد سارت القوافل فأرسل أبو یزید یقول له لیس الرجل من یسافر مع القافلة و إنما الرجل من ینام إلی الصباح و یصبح أمام القافلة، فقال ذو النون هذه درجة لم تبلغها أحوالنا فکان ذو النون کالمرید لأبی یزید فی هذه المسألة۔ ویعرف من هذه الحکایة ما حکی أن الإمام احمد کان یمدح الإمام الشافعی بین أهله کثیراً، فاتفق ان الإمام الشافعی نام عند أحمد لیلة و أهل أحمد یرقبونه فلم یروه قام و لا صلی فقالوا أین ما کنا نسمعه منک فی حق هذا؟ فقال الإمام أحمد: إنه استنبط اللیلة فی هذه الضجعة مائة حکم من القرآن تنتفع بها الأمة لا تزن صلاتی ان طول اللیل حکماً واحداً مما استنبطه، فاستغفر اولاده و عیاله فی حق الإمام الشافعی رضی اللہ عنه هکذا درج علیه المریدون مع أشیاخهم واللہ أعلم۔

اے بھائی! جان لو کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی عبادت اس کے استاذ (مرشد) کی نیند سے افضل ہے تو وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے اور نافرمان آدمی کا عمل آسمان کی طرف اٹھایا نہیں جاتا (مقبول نہیں ہوتا)۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو حضرت ابویزید (بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طرف بھیجا کہ وہ ان سے کہے کہ کب تک یہ پر عیش اور آرام رہے گا جب کہ قافلے چلے گئے ہیں۔ حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو جواباً فرمایا مردوہ نہیں جو قافلہ کے ساتھ جائے مردوہ ہے جو صبح تک آرام کرے اور صبح قافلہ کا امام (قائد) بن جائے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ وہ درجہ ہے جس تک ہمارے احوال نہیں پہنچے گویا حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مسئلہ میں حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید کی طرح ہیں۔

اس واقعہ سے اس دوسرے واقعہ کی سمجھ آتی ہے کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے گھر والوں کے درمیان حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ کی تعریف بہت زیادہ کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک رات حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں آرام فرماہوئے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر والے دیکھتے رہے لیکن انہوں نے ان کو حالت قیام اور نماز میں نہ دیکھا تو انہوں نے کہا:

این ما کنّا نسمعه منک فی حق هٰذا؟۔

ہم ان کے بارے میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ سنتے تھے وہ کہاں ہے؟

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

انہوں نے (حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے آج رات اس بستر پر قرآن مجید سے ایک سو احکام نکالے جس سے امت کو فائدہ پہنچے گا اور میری رات بھر کی نماز ان کے استنباط کیے گئے مسئلہ کے برابر نہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اہل وعیال نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں جو کچھ خیال کیا تھا اس سے مغفرت طلب کی اسی طرح مریدین اپنے مشائخ کے ہمراہ ترقی حاصل کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جہاں مرشد کا میلان ہو وہاں نکاح نہ کرے

ومن شأنه ان لا يتزوج ابداً امرأة رأى شيخه مائلاً الى التزوج بها ولا امرأة طلقها شيخه او مات، ومما يشهد لذلك ما ورد ان عمر رضى الله عنه عرض ابنته على ابى بكر رضى الله عنه ان يتزوجها قال لم اتزوجها رسول الله ﷺ يذكرها، وكذلك مما يشهد لما استشهدنا به ان المهاجرين الأولين طلبوا من سلمان الفارسى ان يؤمّ بهم فقال سلمان رضى الله عنه كيف أؤم قوماً هدانا الله للاسلام على يدهم وأبى ولم يؤم بهم۔

وقد قدمنا ان للوارث من الأدب ما للموروث وإن تفاوت المقام فلا يقال مثل ذلك خاص برسول الله ﷺ لأنا نقول ذلك حرام بنص القرآن وهذا ادب لا غير مع قولنا بجوازه فافترق الأولياء لمن رسول الله ﷺ۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس عورت سے کبھی نکاح نہ کرے جس سے نکاح کی طرف اس کے مرشد کا میلان ہو اور نہ اس عورت سے نکاح کرے جسے اس کے شیخ نے طلاق دی یا وہ اس کی بیوہ ہو۔

اس بات کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پیش کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے نکاح کریں۔

راوی فرماتے ہیں جب رسول اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

انما منعنی من ذالک انی سمعت رسول اللہ یذکرھا۔

کہ مجھے اس نکاح سے صرف اس بات نے روکا کہ میں نے سنا رسول اکرم ﷺ ان کا ذکر فرما رہے تھے۔

اسی طرح اس بات کی شہادت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ پہلے مہاجرین نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کی امامت کرائیں تو انہوں نے فرمایا میں کس طرح ان لوگوں کی امامت کراؤں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نماز نہ پڑھائی اور ہم پہلے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ جو ادب مورث کے لئے ہے وہی وارث کے لئے ہے اگرچہ دونوں کے مقام میں تفاوت ہو۔ لہٰذا یہ بات نہ کہی جائے کہ اس قسم کی بات رسول اللہ ﷺ سے خاص ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ نص قرآنی سے حرام ہے اور یہ محض ادب ہے اور کوئی بات نہیں جب کہ ہم جواز کے قائل ہیں یعنی ہم اس (نکاح) کو حرام قرار نہیں دیتے لہٰذا اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا معاملہ رسول اکرم ﷺ سے مختلف ہے۔

و رأیت فی مناقب سیدی محمد الحنفی الشاذلی القطب الغوث رضی اللہ عنہ انہ لما حضرتہ الوفاۃ قال لزوجتہ إیاک ان تتزوجی احداً بعدی فیخرب اللہ تعالیٰ دیارہ و أنا لا أحب ان یخرب دیار أحد من أجلی۔

میں نے سید محمد الحنفی الشاذلی، قطب، غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مناقب میں دیکھا کہ جب ان کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: میرے بعد کسی بھی شخص سے نکاح کرنے سے بچنا ورنہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کو تباہ کر دے گا اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی کا گھر تباہ ہو۔

و کذلک بلغنا عن سیدی محمد الشوعی احد اصحاب سیدی مدین و المدفون فی زاویتہ تجاہ قبتہ انہ تزوج بکراً فمکثت معہ یسیراً و ماتت عنہا وھی بکر، و کان قال لھا لا تتزوجی بعدی احداً أقتلہ۔ فلما مات خطبھا شخص و استفتی العلماء فقالوا لہ ھذا خاص برسول اللہ ﷺ فدخل بھا فلما جلس عندھا قبل ان یمسھا خرج الشیخ لہ من الحائط بحربۃ فطعنہ فمات لوقتہ۔

و قد شاھدت انا شخصاً خطب زوجۃ سیدی محمد بن عنان بعد موتہ فأجابتہ و کتب کتابھا، فبینا ھو نائم تجاہ قبر سیدی محمد خارج شباک ضریحہ إذ خرج لہ سیدی محمد من القبر و طعنہ فی جنبہ و صارت کالکبد المشوی فأرا اھالی و اخبرنی بالقصۃ و قال احملونی الی بلادی فمات فی الطریق۔

ھذہ وقائع وقعت فمن شک فلیجرب، اللھم إلا ان یأمر الشیخ بذلک لما رأی لزوجتہ من الحظ و المصلحۃ مثلاً فلا بأس بذلک فینبغی للمفتی فی مثل ذلک ان یتوقف و یقول ان لا أفتی علی احد من ارباب الاحوال کما کان شیخ الاسلام زکریا یقول و تبعہ الشیخ شھاب الدین و اللہ و أعلم۔

اسی طرح ہمیں سیدی محمد الشوعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو سیدی مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں اور ان کی درگاہ میں ان کی قبر (مزار) کے سامنے مدفون ہیں کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا وہ ان کے ساتھ تھوڑا سا عرصہ رہی اور وہ فوت ہو گئے اور وہ کنواری تھی انہوں نے اس سے فرمایا تھا کہ میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا ورنہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے اس خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے علماء سے فتویٰ پوچھا تو علماء نے بتایا کہ یہ بات رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے وہ شخص اس خاتون کے پاس گیا جب اس کے پاس بیٹھا تو اس سے پہلے کہ وہ اسے ہاتھ لگاتا وہ شیخ دیوار سے برچھی لے کر نکلے اور اس کے جسم میں پیوست کر دی اور وہ اسی وقت مر گیا اور میں (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خود ایک شخص کو دیکھا اس نے سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد ان کی زوجہ کو منگنی کا پیغام بھیجا اس نے قبول کر لیا اور اس مرد نے تحریر لکھ دی اس دوران کہ وہ شخص سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کی جالی کے باہر قبر کے سامنے سویا ہوا تھا کہ اچانک سیدی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبر سے نکلے اور اس کے پہلو میں نیزہ مار دیا اور وہ بھنے ہوئے جگر کی طرح ہو گیا اس شخص نے مجھے وہ دکھایا اور واقعہ سنایا اور کہا مجھے میرے علاقہ کی طرف لے جاؤ پس وہ راستے میں ہی انتقال کر گیا۔

یہ واقعات رونما ہوتے ہیں جسے شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے مگر یہ کہ شیخ اس کو اس بات کا حکم دے جب وہ اپنی بیوی کے لئے اس میں بہتری سمجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں لہٰذا مفتی کو اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیئے اور وہ کہے میں ارباب احوال (صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) میں سے کسی

ایک کے بارے میں فتویٰ نہیں دیتا جیسے شیخ الاسلام حضرت زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اتباع کی۔

مرشد کے اہل و عیال کا خیال رکھے

ومن شأنه ان یراعی عیال شیخه بالخدمة والافتقاد بالطعام وغیره کلما سافر شیخه و یقوم مقامه فی خدمتهم فان ذلک من الوفاء بحق شیخه، و هناک ان یترقی لخدمة الخلق اجمعین من حیث کونهم عیال الله کما أشار الیه حدیث "الخلق عیال الله و أحبّهم الیه أنفعهم لعیاله" فان الحق جل و علا یحب من یحسن الی عبیده لأجله، فالشیخ کذلک لانه علی الاخلاق الشرعیة۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے اہل و عیال کا خیال رکھے جب اس کا مرشد سفر پر ہو تو وہ ان کی خدمت کرے اور ان کے کھانے کا انتظام کرے اور ان کی خدمت کے لئے مرشد کا قائم مقام بن جائے یہ عمل اپنے شیخ سے وفاداری کے زمرے میں آتا ہے اور اسی سے ترقی کرتے ہوئے تمام مخلوق خدا کی خدمت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں (کنبے کی طرح ہیں) جس طرح حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

الخلق عیال الله و احبهم الیه انفعهم لعیاله۔

مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سے پسندیدہ ترین وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کی رضا کے لئے اس کے بندوں سے حسن سلوک کرتا ہے اور شیخ کی یہی کیفیت ہے کیونکہ وہ شرعی اخلاق پر گامزن ہے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ یقول: من ادب المرید ان ینفق علی اولاد شیخہ وعیالہ فی غیبۃ الشیخ وحضورہ کل مایحتاجون الیہ حسب طاقتہ ولو لم یجد الا ثوبہ او عمامتہ باعھا واشتری لھم بثمنھا ما طلبوہ منہ، ولا یشح علی عیال شیخہ ببیع عمامتہ او جوختہ مثلاً الا من لم شیم رائحۃ الادب مع الشیخ، لان الذی یعلمہ الشیخ لہ من آداب الحضرۃ الالھیۃ لا یقابل بعوض فی الدارین فلیحذر المرید اذا انفق مالہ کلہ علی شیخہ و عیالہ ان یری انہ کافأہ علی ادب واحد مما علمہ لہ۔ وقد انفق سیدی ابو العباس المرسی علی سیدی محمد الحنفی ثلاثین ألف دینار کانت معہ و قال: لو وجدت معی أکثر منھا لأنفقتہ علیہ۔ و کانوا إذا لاموہ علی ذلک یقول: لأدب واحد تعلمتہ من الشیخ خیر من کنوز الدنیا کلھا لو کانت بیدی وانفقتھا علیہ۔ و کذلک انفق سیدی محمد علی شیخہ ابن أبی حمائل مالہ کلہ ثم عوضہ اللہ تعالیٰ غیرہ بعد ذلک بدعاء الشیخ لہ و قال لہ یا محمد نحن لا حاجۃ لنا بالدنیا ولو طلبناھا لأتتنا ولکن قد اخترنا التقلل منھا اقتداء بالسلف الصالح۔ ولما انفق سیدی محمد الشناوی مالہ علی الشیخ قال الشیخ أبو الحمائل اللھم عوض علیہ خیراً مما بذل فصار مالہ أضعاف ما کان، ھاأنذا أخبرنی بہ شیخنا رضی اللہ عنہ فعلم ان الاحسان الی عیال الشیخ من محبۃ اللہ لہ و شیخہ و ذلک أسرع فی الفتح۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے اہل خانہ پر حسب طاقت خرچ کرے وہ جس چیز کے بھی محتاج ہوں مرشد موجود ہو یا نہ۔ اور اگر اس کے پاس اپنے کپڑوں یا عمامہ کے علاوہ کچھ نہ ہو تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے ان کے لئے وہ چیز خریدے جس کی انہیں طلب ہو اور اپنے شیخ کے اہل خانہ کے لئے عمامہ یا چغہ وغیرہ فروخت کرنے میں وہی شخص کنجوسی کرتا ہے جس نے شیخ کے ساتھ ادب کی خوشبو نہیں سونگھی۔ کیونکہ جس شخص کو اس کا مرشد بارگاہ خداوندی کے آداب سکھاتا ہے وہ اس کا بدلہ دونوں جہانوں کے ذریعے بھی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا مرید جب اپنا تمام مال اپنے مرشد اور اس

کے اہل وعیال پر خرچ کر دے تو یہ خیال نہ کرے کہ اس نے جو آداب سیکھے ہیں ان میں سے ایک کا بھی بدلہ دے دیا ہے۔

سیدی ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدی محمد الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تین ہزار درہم خرچ کئے جو ان کے پاس تھے اور فرمایا اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو میں وہ بھی خرچ کر دیتا اور جب لوگ ان کو اس پر ملامت کرتے تو وہ فرماتے: میں نے اپنے شیخ سے جو ایک ادب سیکھا ہے وہ دنیا کے تمام خزانوں سے بہتر ہے اگر وہ خزانے میرے پاس ہوتے تو میں وہ بھی ان پر خرچ کر دیتا۔

اسی طرح سیدی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شیخ ابن ابی حمائل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنا تمام مال خرچ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے شیخ کی دعا سے ان کو اس کے عوض اور مال عطا کر دیا اور انہوں نے فرمایا: اے محمد! ہم لوگوں کو دنیا کی حاجت نہیں ہے اور اگر ہم اسے طلب کرتے تو وہ خود ہمارے پاس آتی لیکن اپنے صالح اسلاف کی اقتداء کرتے ہوئے قلیل مال کو اختیار کیا اور جب سیدی محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا مال اپنے شیخ پر خرچ کیا تو شیخ ابو الحمائل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا مانگی:

اللھم عوض علیہ خیرا مما بذل فصار مالہ اضعاف ما کان ما انذا۔

یا اللہ! ان کو اس خرچ کئے گئے مال سے بہتر عطا فرما چنانچہ ان کا مال کئی گنا بڑھ گیا۔

اس بات کی خبر ہمارے شیخ نے ہمیں دی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اپنے شیخ کے اہل وعیال سے حسن سلوک کرنا اللہ تعالیٰ اور اس (مرید) کے شیخ کی اس سے محبت کی وجہ سے ہے اور اس طرح (روحانی) فتوحات کے دروازے جلدی کھلتے ہیں۔

واعلم ان جميع ما ذكرناه انما هو في حق مريد يرى ان جميع ما بيده لشيخه فلا ينافي ذلک ما قدمناه في هذا الباب من نهي الشيخ ان يأكل من طعام المريد او يأكل منه هدية، لان ذلک في حق المريد الذي لم يصدق مع الشيخ و حكمه حكم الاجنبي فافهم و الله أعلم۔

جان لو! جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہ تمام باتیں اس مرید کے حق میں ہیں جو یہ خیال کرے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے مرشد کا ہے لہٰذا یہ اس بات کے خلاف نہیں جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ مرشد کو اس بات سے منع کیا گیا کہ وہ مرید کے کھانے یا اس کے ہدیہ سے کھائے کیونکہ وہ بات اس مرید کے بارے میں ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ سچا نہیں اس کا حکم، اجنبی آدمی کے حکم کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی طرف مسلسل نہ دیکھے

ومن شأنه ان لا يقيم بصره في وجه الشيخ بل يغض بصره عن رؤيته ما امكنه و ذلک لامور يذوقها السالكون لا تسطر في كتاب

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے چہرے پر نظر ٹکائے نہ رکھے بلکہ جس قدر ممکن ہو اسے دیکھنے سے نظر کو جھکائے اور یہ ایسے امور ہیں جن کا ذائقہ سالکین کو حاصل ہوتا ہے کتاب میں لکھا نہیں جا سکتا۔

ومن أخلاقه صلى الله عليه وآله وسلم انه كان لا يثبت بصره في وجه احد، و كان اذا رأى الهلال صرف وجهه عنه بسرعة، قال بعضهم: و يحتمل ان ذلک انما هو لكون التجلي الالهي في حديث الرؤية شبه به فافهم۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق مبارکہ سے یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنی نگاہ مبارک کسی کے چہرے پر ٹکاتے نہیں تھے اور جب چاند دیکھتے تو جلدی جلدی اس سے رخ انور پھیر لیتے۔ بعض

بزرگ فرماتے ہیں: اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کی وجہ سے ہو جس کا ذکر رؤیت باری والی حدیث میں ہے اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

وكان الشبلي يقول: من أدمن النظر الى وجه شيخه فقد خلع ربقة كمال الحياء من عنقه، وتقدم في هذا الباب ان الشبلي يقول: سئلت عن لحية الجنيد هل كان شيبها اكثر؟ فقال لم اخفق النظر اليها قط لاني كنت اكلمه وأنا مطرق رأسي لان المقصود سماع الكلام لا رؤية شخصه۔

پس سمجھ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے جو شخص اپنے شیخ کے چہرے کو مسلسل دیکھتا رہے وہ اپنی گردن سے کمال حیاء کی رسی اتار لیتا ہے اور اسی باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

سئلت عن لحيه الجنيد هل كان شيبها اكثر؟

مجھ سے حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ڈاڑھی مبارک کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس میں زیادہ بال سفید تھے؟

انہوں نے فرمایا:

لم اخفق النظر اليها قط لاني كنت اكلمه وانا مطرق راسي لان المقصود سماع الكلام لا روية شخصه۔

میں نے ان کو کبھی بھی نظر بھر کر نہیں دیکھا کیونکہ جب میں ان سے کلام کرتا تھا تو میرا سر جھکا ہوا ہوتا تھا اس لئے کہ مقصود کلام کا سننا ہے شخصیت کو دیکھنا نہیں۔

كان سيدى على المرصفى رحمه الله يقول: لكن ان ثبت المريد فى مقام الادب مع الشيخ، ولم يلزم من كثرة رؤية وجهه استهانة به بل قصد برؤية وجهه الشفا واللحظ فلا بأس، كما جوز العلماء حمل آيات من القرآن فى التعاويذ، لان القرآن المقصود بها ان يكون

حاملهافی برکتها لا الاستهانة بهاترمیه واللہ اعلم۔

سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: لیکن جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ ادب میں ثابت قدم ہو اور اس کے چہرے کو زیادہ دیکھنے سے ہلکا پن پیدا نہ ہو بلکہ اس کے چہرے کو دیکھنے سے شفا اور توبہ مقصود ہو تو کوئی حرج نہیں جس طرح علماء کرام نے تعویذات میں آیات قرآنیہ کو اٹھانے کی اجازت دی ہے کیونکہ قرآن سے مقصود یہ ہے کہ اسے اٹھانے والے کو اس کی برکت حاصل ہو توہین مقصود نہیں ہوتی جو اسے پھینک دے (ذلیل کرے)۔

اپنے احوال مرشد کے سامنے بیان کرے

ومن شأنه ان لا یستعظم شیئاً من اخوانه ان یذکره للشیخ کالزنا والکبر والعجب والنفاق ومحبة الریاء و نحو ذلک من المعاصی المستقبحة شرعاً، بل یذکرها کلها له لیعرفها بدوائها کما مر تقریره فی مبحث الکلام علی الخواطر فی هذا الباب۔ و ربما کتم المرید عن شیخه شیئاً من هذه الامراض فاستحکم العارض او احتاج الی ان یتعب فی ازالته أشد التعب۔ و کل مقام یدخله المرید من مناهل الطریق له حلاوة لا یقدر قدرها، فلو لا شیخه یرقبه لأقام فیه حتی مات لا ینتقل عنه اذ الشیخ موضوع لتقرب المرید وطیها للمرید، فلو کان لکونه خبر الطریق قبله و عرف منها مناهلها و حفرها و مهالکها، فلما رأی استحلاء المرید لشیء من احوال الطریق یقول له المطلوب امامک و یبین له علل ذلک الامر الذی وقف معه وانه من حظوظ النفس، و هناک تطلب نفسه الانتقال عنه لان من شأنها طلب الزیادة ما دامت تری ان وراء مقامها مقاماً۔

مرید کی شان سے ہے کہ وہ اپنے احوال اپنے شیخ کے سامنے بیان کرنا بڑی بات (خرابی) خیال نہ کرے مثلاً زنا، تکبر، خود پسندی، منافقت اور ریاکاری کی چاہت وغیرہ وہ گناہ جو شرعی طور پر قبیح سمجھے جاتے ہیں بلکہ وہ ان تمام گناہوں کا اس کے سامنے ذکر کرے تا کہ وہ ان کے علاج کے ساتھ ان کی

پہچان کرائے جس طرح اس (مسئلہ) کی تقریر اسی باب میں قلبی خیالات پر کلام کے دوران گزر گئی ہے۔

بعض اوقات مرید ان بیماریوں میں سے کسی بیماری کو اپنے شیخ سے چھپاتا ہے تو وہ بیماری پکی ہو جاتی ہے یا وہ اس کو زائل کرنے کے لئے سخت مشقت کا محتاج ہوتا ہے۔

طریقت کے چشموں میں سے جس مقام میں مرید داخل ہوتا ہے وہ ایسی مٹھاس حاصل کرتا ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر اس کا شیخ اسے اس میں قائم رہنے کے لئے مرتے دم تک اس کی نگرانی نہ کرے تو وہ اس سے منتقل نہیں ہو سکتا کیونکہ مرشد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مرید کو طریقت کے قریب کرے اور اس سے یہ منزلیں طے کروائے۔

اور اگر صورت یہ ہو کہ مرید کو اس سے پہلے طریقت کی خبر حاصل ہو اور وہ اس کے چشموں، گڑھوں اور ہلاکت کے مقام کی پہچان رکھتا ہو جب وہ دیکھے کہ مرید احوال طریقت میں سے کسی چیز کو اپنے لئے شیریں سمجھتا ہے تو اس سے کہے تیرا مقام آگے ہے اور وہ اس سے اس معاملے کی خرابیاں بیان کرے جس پر وہ ٹھہر گیا ہے اور بتائے کہ یہ نفسانی خواہشات سے ہے اس وقت نفس اس سے انتقال کی طلب کرے گا کیونکہ اس کی شان سے ہے کہ وہ زیادہ کی طلب کرتا ہے جب تک وہ دیکھتا ہے کہ اس مقام سے آگے بھی ایک مقام ہے۔

وكان الشبلي رحمه الله يقول: دخلت يوماً على الجنيد وهو جالس مع عياله أتواجدو انا سكران من حلاوة احوالي، فلما صحوت من ذلك قال لي لا يخلو حالك من امرين: إما ان تكون غائباً بحالك ولذته عن الحضرة او حاضراً، فان كنت غائباً عن الله فيها متلذذاً بحالك الفاني فلا يليق بك الطرب لأنك محجوب عن الله، و ان كنت حاضراً فذلك سوء أدب، فقال الشبلي التوبة يا أستاذ فتاب، فانظر كيف بين الجنيد له نقض حاله في الحالين و توبته منه

واللہ أعلم۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: میں ایک دن حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تشریف فرما تھے میں اپنے احوال کی مٹھاس کے نشے میں چور تھا اور وجد کرنے لگا جب مجھے اس سے ہوش آیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تمہارا حال دو باتوں سے خالی نہیں یا تو تو اپنے حال اور اس کی لذت کی وجہ سے حضوری سے غیبت میں ہے یا حاضر ہے اگر تو اپنے فانی حال کی لذت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے غائب ہے تو طرب (خوشی اور وجد) تیرے لائق نہیں کیونکہ تو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہے اور اگر تو حاضر ہے تو یہ بے ادبی ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: (التوبة يا استاذ) اے استاذ! میری توبہ ہے چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی تو دیکھو۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کس طرح ان کی دونوں حالتوں کی خرابی اور اس سے توبہ کو بیان کیا۔

باہر جانے کے لئے مرشد سے اجازت مانگے

ومن شأنه اذا كان مجاوراً عند شيخه على وجه التأديب ان لا يخرج من الزاوية إلا باذن من الشيخ او من النقيب او من فقيه الزاوية لا سيما الخروج للسوق فانه قد يورثه قلة الحياء و كثرة الكلام و المحاجة عن نفسه لسرقة طبعه من اهل السوق۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ حصول تربیت کے لئے اپنے مرشد کے ساتھ تربیت گاہ میں ہو تو شیخ یا نگران یا تربیت گاہ کے فقیہ کی اجازت کے بغیر باہر نہ نکلے خاص طور پر بازار کی طرف نہ جائے کیونکہ اس سے قلت حیاء، کثرت کلام، نفس کی طرف سے جھگڑا کرنا جیسے امور پیدا ہوئے ہیں کیونکہ فطرت ان باتوں کو بازار والوں سے حاصل کرتی ہے۔

باپ کو سلام کرنے کے لئے اجازت

وقد بلغنا ان فقراء سیدی محمد الغمری فی المحلة الکبری کان یأتی الواحد ابوہ او عمه فلا یتجرأ أن یذهب للقائه بقصد ان یسلم علیه حتی یشاور النقیب و یقول ان الأدب مع شیخی مقدم علی الادب مع أبی الطینی، و من هنا قالوا امن کان لو أبوان لا یفلح فی الطریق لانه یصیر مذبذباً بین ما یریده هذا و ما یریده هذا، کما یؤخذ مما یشمله نوع من وجوہ الاشارة بقوله تعالیٰ: (لو کان فیهما آلهة إلا الله لفسدتا)، ثم ان ابا التربیة لا یدعو الولد دائما إلا الی الآخرة، و أبوہ الطینی الغالب انه لا یدعو ولدہ إلا الی الإمور الدنیویة فیقول له: اقرأ بالعجل و تعال نعلمک مباشراً فی بلدنا او تخطب بالناس و تأخذ رزقة الجامع و نحو ذلک، هذا غایة نظرہ منه، و منه قراءته القرآن و العلم مثلاً و لا یذوق شیئاً مما یأمرہ به الشیخ، فان کان ابوہ الطینی یدعوہ الی خیر فهو أبوہ من الجهتین فیتأکد علیه حقه جزماً۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ (قاہرہ کے) محلہ کبریٰ میں سید محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقراء (تربیت حاصل کرنے والے شاگردوں) میں سے کسی ایک کا باپ یا چچا آتا تو وہ اسے سلام کرنے کے ارادے میں اس سے ملاقات کے لئے جانے کی جرأت نہ کرتا حتیٰ کہ نگران سے مشورہ کرتا (اجازت لیتا) اور کہتا کہ

ان الادب مع شیخی مقدم علی الادب مع ابی الطینی۔

میرے شیخ کے ساتھ میرا ادب میرے جسمانی باپ کے ساتھ ادب سے مقدم ہے۔

اسی وجہ سے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کے دو باپ ہوں وہ طریقت میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ دونوں کے درمیان تذبذب میں ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ کرے یا اس کا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے اشارہ ملتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا ﴿الانبیاء ۲۲﴾

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ (زمین و آسمان) تباہ ہو جاتے۔

پھر تربیت والا باپ (استاذ اور مرشد) اسے ہمیشہ آخرت کی طرف بلاتا ہے اور اس کا جسمانی باپ عام طور پر دنیوی معاملات کی طرف ہی بلاتا ہے وہ اس سے کہتا ہے۔

جلدی جلدی پڑھو اور واپس آؤ تاکہ ہم تمہیں شہر میں رہنے کا طریقہ سکھائیں یا تم لوگوں سے گفتگو کرو یا شہر کی پولیس میں بھرتی ہو جاؤ یا اس کے علاوہ کسی دنیوی بات کے لئے بلاتا ہے اور یہ اس کا انتہائی نقطہء نظر ہوتا ہے اسی سے قرأت قرآن اور علم وغیرہ بھی ہے اور وہ اس چیز کا ذائقہ حاصل نہیں کر سکتا جس کا حکم اسے اس کے مرشد نے دیا ہے اور اگر اس کا جسمانی باپ اسے نیکی کی طرف بلائے تو وہ اس کا دونوں اعتبار سے باپ ہے پس اس کا حق قطعی طور پر مضبوط ہو جاتا ہے۔

کیا تمہارا باپ ہے؟

وكان سيدى ابو السعود الجارحى يقول لمن يريد صحبته: هل لك أب؟ فيقول له نعم، فيقول أين هو؟ فيقول فى البلاد مثلاً، فيقول له اذهب اليه أنا لا أصحب من له أب غيرى۔

حضرت سیدی ابو السعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شخص سے جو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی محبت اختیار کرنا چاہتا، پوچھتے تھے: (هل لک اب؟) کیا تمہارا باپ ہے؟ وہ عرض کرتا جی۔ فرماتے: (این هو؟) وہ کہاں ہے؟ وہ کہتا شہر میں ہے تو اس سے فرماتے:

اذهب اليه انا لا اصحب من له اب غيرى۔

اس کے پاس جاؤ میں ایسے شخص کو اپنی محبت میں نہیں رکھتا جس کا میرے علاوہ باپ ہو۔

و كان شيخنا الشيخ محمد الشناوی يرخص للولد فی موافقة أمه اذا دعته الی خلاف ما دعاه اليه الشيخ فی بعض الاوقات لقلة صبرها و جهلها بما يفعله الشيخ مع ولدها وليس عندها أحسن لابنها من ان اللّٰہ تعالیٰ يطيل عمره لها فی عافية مع اتساع رزقها، والاقتصار علی ذلک خلاف ما يطلب الشيخ بيقين و أهل الطريق علی عدم مراعاة الوالدة فی مثل ذلک لبنائها علی الجد والاجتهاد، واذا تعارض عندنا مفسدتان لارتكبنا الأخف منهما، أو أمران دنيوی و أخروی، قدمنا الأخروی بشرطه وإيضاح ذلک ان الأشياخ عجزوا عن كونهم يسيرون بالمريد فی الطريق مع اعانة شيئين فأكثر فی وقت واحد، وأجمعوا علی وجوب قطع العلائق والالتفات الی الأهل والمال والعيال دون اللّٰہ تعالیٰ ولو جری عليه الاشتغال بالله وحده، ثم اذا ذاق ما ذاق الرجال و كمل حاله و صار لا يشغله شیء فی الكونين عن ربه، فهناک يقولون له التفاتک للدنيا و تصريفها فی آمالها المشروعة كما درج عليه كُمّل الأولياء هو الكمال فعلم انه الواجب علی الشيخ منع المريد من كل علاقة ما دام سالكاً و انه لا يبيح له أخذ شیء من الدنيا الا بعد كماله و رجوعه للحق فانهم لو أمروه بمخالطة الناس واعطائهم حقوقهم لربما عجز عن السير۔

اور ہمارے شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اوقات لڑکے کو اس کی ماں کی موافقت کی اجازت دیتے اس کے خلاف جس کی طرف اس کا شیخ اسے دعوت دیتا کیونکہ اس میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ اس بات سے بے علم ہے جو اس کے بچے کے ساتھ اس کا شیخ کر رہا ہے (تربیت مراد ہے)۔

اور وہ اپنے بیٹے کے لئے اس بات کو اچھا نہیں سمجھتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بیٹے کی عمر کو طویل کر دے اور اس عورت کے رزق میں بھی وسعت پیدا کر دے اور اس بات پر اکتفاء کرنا اس بات کے خلاف ہے جسے مرشد یقین کے ساتھ طلب کرتا ہے اور اہل طریقت اس سلسلے میں والدہ کی رعایت نہیں کرتے کیونکہ اس (طریقت) کی بنیاد مشقت پر ہے جب دو مفسد باتوں میں تعارض آگیا تو ہم نے

اس میں ہلکی بات کو اختیار کیا یا جب دو باتیں دنیوی اور اخروی جمع ہو جائیں تو اخروی کو اس کی شرائط کے ساتھ مقدم کرتے ہیں۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ مشائخ مرید کو ایک وقت میں دو یا زیادہ چیزوں کی مدد سے طریقت کے راستے پر چلانے سے عاجز آ گئے اور ان کا اتفاق ہے کہ دنیوی تعلقات اور اہل وعیال اور مال کی طرف توجہ کو توڑنا واجب ہے ایسا مال وعیال جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹ ہو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہو پھر وہ ذائقہ چکھے جو مردان حق چکھتے ہیں اور اس کی حالت کامل ہو جائے اور وہ یوں ہو جائے کہ دونوں جہانوں کی کوئی چیز اسے اس کے رب سے غافل نہ کر سکے تو اس وقت وہ اس سے فرماتے ہیں کہ تمہارا دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی جائز امیدوں کے ساتھ تصرف کرنا جس طرح کاملین اولیاء کرام کا طریقہ ہے یہی کمال ہے پس معلوم ہوا کہ شیخ پر واجب ہے کہ وہ اپنے مرید کو دنیوی تعلقات سے منع کرے جب وہ سالک ہو اور (بتائے کہ) اس کے لئے دنیا سے کچھ لینا کمال حاصل کرنے اور حق کی طرف رجوع کے بعد جائز ہو گا۔ اگر وہ اسے لوگوں سے میل جول اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیں تو بعض اوقات وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) سیر سے عاجز ہو جاتا ہے۔

وکان سیدی یوسف العجمی رحمہ اللہ یقول: کل ما یشتغل بہ المریدون اللہ تعالیٰ من الحظوظ من تجارۃ او عمل حرفۃ او اشتغال بعلم الاخلاص فیہ حکم من ربط فی عنقہ حبالاً وثیقۃ تجرہ الی ناحیۃ قفاہ وشیخہ یجرہ الی امامہ بحبل العنکبوت۔

سیدی یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنے والے (مرید) کو غافل کرے مثلاً تجارت، صنعت وحرفت، علم اخلاص کے حصول میں مشغولیت وغیرہ تو یہ اس شخص کے حکم میں ہے جس کی گردن میں رسی باندھی جائے جو اس کو پیچھے کی طرف کھینچے اور شیخ

اس کو اپنی طرف عنکبوت کی رسی کے ساتھ۔ (مکڑی کا جالا مراد ہے)(یعنی اس کی رسی کمزور ہوتی ہے)۔

وکان یقول: اذا اشتغل المرید باللہ وحدہ سار کما یسیر الطائر، و اذا اشتغل باللہ و بغیرہ زھف کما یزحف الزمن مع ضعف عزیمتہ طالباً وصولہ الی البلاد البعیدۃ واللہ أعلم۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب مرید صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہو تو وہ پرندوں کی طرح اڑتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر (دونوں) میں مشغول ہو تو وہ شل آدمی کی طرح سرین کے بل چلتا ہے اور اس کے ارادے میں بھی کمزوری ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دور دراز کے مقام تک پہنچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد تنبیہ کرے تو خوش ہو

ومن شأنہ ان یفرح اذا نقصہ شیخہ بین اخوانہ و ناقشہ علی النظرۃ والخطرۃ والنقیر والقطمیر، فان ذلک دلیل علی شدۃ اعتنائہ بہ ورجائہ لہ الخیر والترقی، ولولا ذلک لکان أھملہ کما أھمل من لم یر فیہ خیراً، فلیحذر المرید من موافقۃ ھوی نفسہ وتعیرہ علی الشیخ ویقول ان ذلک دلیل علی کراھۃ الشیخ لی ولا ینظر۔ وقد أجمعوا علی ان الشیخ اذا رأی مریدہ علی سوئ ادب او غفلۃ او یلغو فی مجلس ولم یزجرہ ولم ینہرہ فقد مکر بہ وسعی فی طردہ عن صحبتہ، و ذلک لأن المرید اذا تمادی فی الغفلۃ واللھو و عدم المناقشۃ حتی استحکمت الغفلۃ فیہ لا یصیر یصغی لکلام الشیخ بل تنفر منہ نفسہ و یقول ان ھذا یأمرنی بأمر لا یطاق کما وقع لی ذلک مع جماعۃ من الزاویۃ و خرجوا عن طاعتی و صاروا یجالسوننی بلا داعیۃ ولا انقیاد خوفاً من لوث الناس بھم اذا قطعوا مجالستی بالکلیۃ فلم یزدادوا بذلک إلا مقتاً نسأل اللہ العافیۃ۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا شیخ اسے اس کے برادران طریقت کے درمیان ناقص قرار دے اور اس سے چھوٹی اور معمولی چیزوں کے بارے میں سوالات کرے تو وہ اس پر خوش ہو کیونکہ یہ اس بات کی امید رکھتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اسے بیکار چھوڑ دیتا جیسے اس مرید کی طرف توجہ نہیں کرتا جس میں بھلائی نہیں دیکھتا۔

لہٰذا مرید کو اپنی نفسانی خواہش اور مرشد پر عیب لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور یہ بات نہ کہے کہ یہ (شیخ کا عمل) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے اور وہ میری طرف نظر نہیں کرتا اس بات پر صوفیاء کرام کا اتفاق ہے کہ جب مرشد اپنے مرید کو بے ادبی یا غفلت یا مجلس میں فضول باتوں میں مشغول دیکھے اور اسے نہ جھڑکے تو وہ اس (مرید) سے دھوکہ کر رہا ہے اور اسے اپنی محبت سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ اس لئے کہ جب مرید غفلت اور کھیل کود میں پڑ جائے اور اس کا مناقشہ (پوچھ گچھ) نہ ہو یہاں تک کہ اس میں غفلت مستحکم ہو جائے تو اس کی حالت یوں ہو جاتی ہے کہ وہ شیخ کے کلام پر کان نہیں دھرتا بلکہ اس سے اس کا نفس نفرت کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے اپنے کام کا حکم دیتا ہے جس کی مجھے طاقت نہیں جس طرح میرے (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے) لئے تربیت گاہ میں ایک جماعت کے ساتھ واقع ہوا کہ وہ میری اطاعت سے نکل گئے میرے ساتھ بیٹھے لیکن ان کی کوئی توجہ یا اطاعت گزاری نہ ہوتی ان کو ڈر تھا کہ اگر وہ میری مجلس سے بالکل چلے گئے تو لوگ ملامت کریں گے اور اس طرح ان کی بدبختی بڑھتی گئی ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت (حفاظت) کا سوال کرتے ہیں۔

تربیت کیلئے ٹھہرنا حج سے افضل جانے

ومن شأنه انه یری ملازمة شیخه للادب والتربیة أحب الیه من السفر والحج الذی اعتقد فریضته علی نفسه لاحتمال خطأ اعتقاده بأن یکون جاهلاً بواجبات الحج والسؤال عنها کما علیه غالب الفلاحین وجهلة العوام، اما اذا توفرت اسباب الوجوب فمحال من الشیخ منعه، وان فرضنا انه منعه من ذلک فلیس هو شیخ وانما هو عاص لله تجب مخالفته لأن الشیخ الحقیقی أمین علی المرید فی ترجیح اعماله علی بعضها فلا یأمره بتقدیم مفضول مثلاً إلا ان یری فی الأفضل علة قادحة فی الاخلاص او حصول عجب او کبر بذلک علی أقرانه ونحو ذلک، وقد رأینا کثیراً ممن حج بغیر اذن شیخه حصل له فی الطریق غایة الندم وصار یتمنی انه لو قدر علی الرجوع لرجع، وموضوع العبادات کلها لاتقرب الی الله بها مع انشراح القلب، واما مع السخط والندم فهو فیها الی الاثم أقرب۔ ثم لا یخفی ان مشاورة الشیخ انما هو فی سفر الحج لا فی الحج لا سیما ان کان المرید مع شیخه فی مکة، فان ذلک لا یکاد یکون فیه مشقة ولا سخط لخفة مؤنته وقصر مدته، فلا یحتاج فیه الی شیخه کما لا یحتاج الی مشاورته فی حضور المسجد للجمعة والجماعة وصوم رمضان ونحو ذلک، لکن لو وقع ان المرید أقیم فی عمل قیل انه ارجح من حج النفل مثلاً، فلا بد من مشاورة الشیخ فی ذلک لیخبره بأنها ارجح حتی یقدمه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ادب اور تربیت کے حصول کے لئے ٹھہرنے کو سفر اور اس حج سے زیادہ پسند کرے جس کے بارے میں اس کا اعتقاد ہے کہ وہ اس پر فرض ہے کیونکہ اس کے اعتقاد میں خطاء کا احتمال ہے بایں طور پر کہ وہ حج کے واجبات اور ان کے بارے میں سوال سے بے خبر ہے جس طرح عام طور پر کاشتکار اور جاہل عوام کا معاملہ ہے۔

لیکن جب وجوب کے اسباب مہیا ہوں تو مرشد کا روکنا محال ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ مرشد نے اس سے منع کیا ہے تو وہ مرشد نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اس کی مخالفت واجب ہے کیونکہ

حقیقی مرشد بعض اعمال کو ترجیح دینے میں مرید پر امین ہوتا ہے لہٰذا وہ ایسے عمل کو ترجیح نہیں دیتا جس کے مقابلے میں دوسرے عمل کو زیادہ فضیلت حاصل ہو البتہ یہ کہ افضل عمل میں ایسی علت دیکھے جو اخلاص میں خرابی کا باعث ہے یا اس سے دوسرے برادران طریقت پر خود پسندی اور تکبر وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

ہم نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر حج کیا تو ان کو راستے میں بہت زیادہ ندامت ہوئی اور وہ تمنا کرنے لگے کہ اگر وہ واپس جانے کی طاقت رکھتے ہوں تو واپس چلے جائیں اور تمام عبادات کی وضع (مقرر ہونا) انشراح صدر (دل کی کشادگی) کے ساتھ قرب خداوندی حاصل کرنا ہے (یعنی یہ مقصد عبادت ہے) لیکن ناراضگی اور ندامت کی صورت میں یہ عمل گناہ کے زیادہ قریب ہے پھر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ شیخ کی مشاورت سفر حج سے متعلق ہوتی ہے حج کے بارے میں نہیں، خاص طور پر جب مرید مکہ مکرمہ میں اپنے شیخ کے ساتھ ہو تو اس میں مشقت اور دل تنگی نہیں ہوتی کیونکہ اس میں اخراجات بھی کم ہوتے ہیں اور اس کی مدت بھی تھوڑی ہوتی ہے لہٰذا اس میں شیخ کی (مشاورت کی) حاجت نہیں ہوتی لیکن اگر مرید کو کسی ایسے عمل میں مصروف کیا جائے جس کے بارے میں کہا جائے کہ یہ نفلی حج سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے تو اس سلسلے میں شیخ کا مشورہ ضروری ہے تاکہ وہ اسے بتائے کہ اسے زیادہ ترجیح حاصل ہے حتیٰ کہ وہ اسے مقدم کرے۔

وکان سیدی یوسف العجمی رحمہ اللہ یقول: انما یصلح السفر للرجال اذا کملوا، و أما المرید فاقامتہ فی خدمۃ شیخہ ساعۃ ساعۃ افضل بہ من خمسین حجۃ علی الجھل بآداب الحج و شروطہ، و ما رأینا قط مریداً فتح علیہ من حیث سفرہ الی مکۃ و سیاحتہ فی الجبال و نحوھا بغیر اذن شیخہ ابداً بل بعضھم حجب ھناک لسوء ادبہ و لسان حال شیخہ یقول لہ اصبر حتی اعلمک الادب مع اللہ تعالیٰ فی دخول حرمہ و بیتہ ثم سافر علی وجہ الادب، فلا

ینبغی الاعتراض علی شیخ منع مریدہ الحج الا بعد الاجتماع بالشیخ و سؤالہ عن العلۃ فی ذلک فان لحوم الاولیاء سم علی من اعترض علیھم بغیر حق واللہ أعلم۔

سیدی یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: مرد (کامل صوفیاء) کے لئے سفر بہتر ہے جب وہ کامل ہو جاتے ہیں لیکن مرید کا ہر گھڑی شیخ کی خدمت میں رہنا اس پچاس مرتبہ کے حج سے بہتر ہے جو حج کے آداب اور شرائط سے جہالت کی صورت میں کیا جائے۔

اور ہم نے کسی ایسے مرید پر (روحانی) فتوحات کا دروازہ کھلتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا جس نے اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا یا پہاڑوں میں سیاحت کی یا اس قسم کا کوئی عمل کیا ہو بلکہ ان میں سے بعض بے ادبی کی وجہ سے پردے میں ہو گئے اور اس کے شیخ نے زبان حال سے فرمایا کہ صبر کرو حتیٰ کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اس کے ساتھ ادب سکھاؤں پھر ادب کے ساتھ سفر کرو۔

پس اس شیخ پر اعتراض مناسب نہیں جو اپنے مرید کو حج سے منع کرتا ہے البتہ جب شیخ کے پاس جائیں تو اس (ممانعت) کی علت کے بارے میں پوچھیں کیونکہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا گوشت ان لوگوں کے لئے زہر ہے جو ان پر ناحق اعتراض کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنہ اذا اقام فی زاویۃ شیخہ ان یقنع بالخبز الحاف و بلبس الخیش بسد باب الاشتغال بالدنیا مما امکن، وقد اجمع الاشیاخ علی ان کل مرید لم یخلص النیۃ فی القامۃ عند شیخہ للتربیۃ و جلس لعلۃ اخری لا یفلح فی الطریق ابدا ولو کان شیخہ من اکبر الاولیاء ولا یزاد علی ممر الاوقات الا إدباراً و مقتاً لاستھزائہ بالطریق و بالشیخ و تظاھرہ بمحبۃ الطریق کذبا و زورا۔ وقد مضی المریدون الصادقون کلھم علی الإخلاص فی محبۃ الشیخ والطریق، حتی ان سیدی الشیخ مدین سبع عشرۃ سنۃ لم یذق لہ طعاما ولا شرب عندہ ماء و کان یخرج یشتری لہ من السوق ما یأکلہ و ما یشربہ و یقول لا احب ان أُشرک فی الاقامۃ عند

شیخی امرا آخر، فقیل له کل من طعام شیخک بقصد التبرک به لا غیر فقال لم ابلغ الی تلک الدرجة انتھی۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے شیخ کی تربیت میں مقیم ہو تو خشک روٹی پر قناعت کرے کھردرا لباس پہنے اور یوں جس قدر ممکن ہو دنیا میں مشغولیت کا دروازہ بند کر دے۔ مشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو مرید اپنے شیخ کے ہاں تربیت کے لئے قیام کے دوران اپنی نیت میں اخلاص پیدا نہیں کرتا اور کسی اور مقصد کے لئے بیٹھتا ہے وہ طریقت میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ اس کا شیخ تمام اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ میں سے سب سے بڑا ولی ہو اور وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تنزلی اور ناراضگی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ طریقت اور شیخ کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کا طریقت سے محبت کا اظہار جھوٹ ہے۔

گزشتہ تمام مریدین اپنے شیخ اور طریقت کے ساتھ مخلص رہے ہیں حتیٰ کہ سیدی شیخ شہاب الدین المرحومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو شیخ ابو السعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ ہیں، سیدی شیخ مدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سترہ سال رہے لیکن انہوں نے نہ تو ان کے ہاں کا کھانا کھایا اور نہ ہی ان کے ہاں پانی پیا وہ بازار کی طرف چلے جاتے اور اپنے لئے کھانے کا سامان خرید لاتے اور فرماتے میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے شیخ کے ہاں اقامت کے دوران کسی اور بات کو شامل کروں، ان سے کہا گیا کہ اپنے شیخ کے کھانے سے تبرک کے طور پر کھالیا کریں کوئی اور نیت نہ کریں تو انہوں نے جواب دیا میں اس مقام تک نہیں پہنچا۔

وسمعت سیدی علی الرمصفی رحمه اللہ یقول: ما طالت الطریق علی المریدین المقیمین عند الشیخ الا بعدم اخلاصھم فی صحبته ولو انھم اخلصوا و ترکوا العلل لحصل لھم کمال الانقیاد للشیخ ووصلوا الی حضرته فی مدة یسیرة کما کان یقع للصحابة مع

رسول اللہ ﷺ ولکن لما عدم المریدون الاخلاص الکامل کان امرھم فی سلوکھم علی التدریج شیئاً فشیئاً ولا یکمل انقیادھم للشیخ الا بعد سنین بل غالب المشایخ الذین ادرکناھم ماتوا بغصصھم ولم یفتح علی احد من مریدیھم ولکن باب الفتح مفتوح ما شاء تعالیٰ۔

اور میں (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جن مریدین کو اپنے شیخ کے ہاں ٹھہرنے میں زیادہ وقت لگ جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی محبت میں مخلص نہیں ہوتے اگر وہ اخلاص اختیار کریں اور دیگر اغراض چھوڑ دیں تو ان کو شیخ کے سامنے کمال درجہ کا ادب حاصل ہو جائے اور وہ تھوڑی سی مدت میں اس کے ہاں رسائی حاصل کر لیں جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اکرم ﷺ کے ہاں یہ مقام حاصل کر لیتے تھے۔

لیکن جب مریدین کے ہاں کامل اخلاص معدوم ہو تو سلوک میں ان کا معاملہ تدریجی ہوتا ہے تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے اور شیخ کے ہاں ان کا ادب کئی سالوں کے بعد ہوتا ہے بلکہ اکثر مشائخ جن کو ہم نے پایا وہ تنگ دلی میں فوت ہو گئے لیکن ان کے مریدوں میں سے کسی پر (کامیابی کا) دروازہ نہ کھلا لیکن فتح کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

وکان سیدی ابو السعود الجارحی رحمہ اللہ یقول: کل مرید اقام عند شیخہ لاجل وظیفتہ او خلوتہ او لاجل ما یحصل لہ علی یدیہ من حین ترک الخرقۃ فھو خائن لا یجیء منہ شیء ولو مکث عند الشیخ عمر نوح علیہ السلام۔

سیدی ابوالسعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو مرید اپنے شیخ کے ہاں اس کے وظیفہ یا خلوت یا اس مقصد کے لئے ٹھہرتا ہے جو اسے فرقہ چھوڑتے وقت حاصل ہوتا ہے تو وہ خائن ہے ا

سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اگرچہ وہ اپنے شیخ کے ہاں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے مطابق وقت گزارے۔

وسمعته يقول: ينبغى للشيخ اذا اجتمع به تاجر فطلب الصحة وأتاه بجميع ماله وقال قد خرجت عنه ان يحفظه عنده ولا يتصرف فيه لان الغالب على مريدى هذا الزمان الكذب فربما تهور المريد فى الخروج عن ماله اول مرة بغير صدق، ثم لما فترت همته احتاج الى ماله وصار يطالب الشيخ به بالحال والقال كما وقع لى ذلك مع عدة جماعة۔

میں نے ان ہی سے سنا فرماتے تھے: جب کسی شیخ کے پاس کوئی تاجر آئے اور اس کی محبت طلب کرے اور اس کے پاس تمام مال لے کر آئے اور کہے کہ میں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی تو مرشد کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھے اور اس میں تصرف نہ کرے کیونکہ اس زمانے کے مریدین پر جھوٹ غالب ہے لہٰذا بعض اوقات مرید اپنے مال سے کنارہ کشی کرتے ہوئے بغیر سچائی کے لاپرواہی سے کام لیتا ہے پھر جب اس کی ہمت کمزور ہو جاتی ہے تو وہ اپنے مال کا محتاج ہو جاتا ہے اور حال وقال کے ذریعے شیخ سے مطالبہ کرتا ہے جس طرح میرے لئے متعدد جماعتوں نے یہی معاملہ کیا۔

وسمعته مرة اخرى يقول: جلس عندى مرة جماعة وادعوا طلب الطريق وحكمونى فى انفسهم فأخرجت عنهم وظائفهم فى الزاوية وأعطيتها لاخوانهم نفقضوا العهد وفارقونى وصاروا يرافعون فىّ عند الحكام۔ وعلمت ان كل من جلس عند شيخه لاجل قراءة سبع أو حضور أو أكل أو شرب أو لاكرام الناس له لكونه من جماعة الشيخ تقدتودع من صلاحه للطريق، لان ذلك حكم الاشتغال بالدنيا والحرف التى كان تركها ودخل فى صحبة الشيخ بعدها۔

میں نے ان ہی (حضرت ابو السعود جارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے ایک اور بار سنا وہ فرماتے تھے ایک دفعہ میرے پاس ایک جماعت بیٹھی اور انہوں نے اپنے بارے میں مجھے فیصل بنایا میں نے تربیت گاہ میں ان کا وظیفہ نکال کر ان کے دوسرے بھائیوں کو دے دیا تو انہوں نے عہد توڑ دیا اور مجھ سے جدا ہو گئے بلکہ وہ حکمرانوں کے ہاں میرے ساتھ مقدمہ بازی کرنے لگے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ جو شخص اپنے شیخ کے ہاں سات قرأتوں یا محض حاضری یا کھانے پینے یا اس غرض سے بیٹھتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں کیونکہ وہ شیخ کی جماعت سے ہے تو اس نے طریقت کے لئے صلاحیت کو رخصت کر دیا کیونکہ یہ دنیا اور مختلف پیسوں میں مشغولیت ہے اسے چھوڑ کر شیخ کی محبت میں داخل ہو سکتا ہے۔

بلا اجازت مرشد پیشہ اختیار نہ کرے

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول: لا ینبغی للمرید ان یشتغل بحرفة ولا وظیفة الا باذن شیخه، و متی عرّض له بترکها فلیس له فعلها۔ و قد وقع لسیدی محمد الغمری انه اشتریٰ له قطناً و صار یعمل منه عراقی و یخیطها و یتقوت بها ایام مجاورته عند سیدی احمدالزاهد فنهاه عن ذلک، فقال: یاسیدی انما قصدت رفع کلفتی عن الاخوان حین رأیتهم فی ضیق عیش، فقال یا محمد الفقراء انما یترکون الدنیا اختیاراً بعد ان عرضت علیهم ولو ان اهل مصر کلهم کانوا اعیالی ما اهتممت لأجلهم انتهی۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر کسی پیشے یا عمل میں مصروف ہو اور جب وہ اسے اس عمل کو چھوڑنے کا اشارہ کرے تو اسے اس عمل کو جاری رکھنے کا حق نہیں۔

تنگی معاش کی فکر نہ کرو

سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے لئے سوت خریدا اس سے سلائی کرتے اور سید احمد الزاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں مجاورت کے دنوں میں روزی حاصل کرتے تو انہوں نے ان کو اس بات سے روک دیا انہوں نے عرض کیا اے میرے آقا! میں اپنے بھائیوں سے تکلیف کو دور کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں ان کی معیشت میں تنگی دیکھ رہا ہوں انہوں نے فرمایا: اے محمد! فقراء نے دنیا کو اختیاری طور پر ترک کیا ہے جب کہ وہ ان کے سامنے پیش کی گئی اگر تمام مصر والے میرے عیال ہوتے تو میں ان کی وجہ سے غمگین نہ ہوتا۔

وکذالک سمعت سیدی اباالحسن الغمری یقول: لو صار عندی الف من المجاورین ما حملت لهم هماً لانی أعلم ان اللہ تعالیٰ لا یضیّعهم کشفاً و یقیناً لا ظناً و تخمیناً، و ما قیّدهم عندی الا و یسوق لهم ارزاقهم۔ و کثیراً ما یأتی الشیطان الی المرید فی بدایة امره و یقول له: کیف ترکت ما کان بیدک من الدنیا و جلست فی هذه الزاویة فتأکل من أین، و تشرب من أین، و تلبس من أین، و ماتعودت نفسک بالشحاذة و سؤال الناس فقل له أخشی لعنة اللہ تعالی اذا کان یرزقنی و انا مدبر عنه فکیف یضیعنی و أنا مقبل علی خدمته؟ و هناک یفارقه إبلیس واللہ أعلم۔

اسی طرح میں (مصنف) نے حضرت ابو الحسن الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: کہ اگر میرے پاس ایک ہزار مجاور بھی ہوں تو میں ان کی فکر نہ کرتا کیونکہ مجھے کشف اور یقین کے ساتھ علم ہے محض گمان اور اندازہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا اور اس نے ان کو میرے پاس رکھا ہے تو وہ ان کا رزق بھی عطا کرتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرید کے ابتدائی ایام میں شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تونے اپنے ہاتھ میں موجود دنیا کو کیسے چھوڑ دیا اور اس کونے میں (تربیت گاہ) میں بیٹھ گیا تو کہاں سے کھائے گا اور کہاں سے پیئے گا اور کہاں سے پہنے گا تو اپنے نفس کو مانگنے اور سوال کرنے کا عادی بنائے گا۔اس سے کہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا ڈر ہے۔

واذ كان يرزقني وانا مدبر عنه فيكف يضعيني وانا مقبل على خدمته۔

جب وہ مجھے اس حالت میں رزق دیتا ہے کہ میں اس سے پیٹھ پھیرنے والا ہوں تو وہ مجھے کیسے ضائع کرے گا جب کہ اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوں۔اس وقت شیطان اس سے جدا ہو جائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر الٰہی کے لئے مرشد کے حکم کی تعمیل کرے

ومن شأنه ان يتمثل امر شيخه للاكثار من ذكر الله سراً و جهراً، ولا يكون له شغل إلا ذلک ولا يزيد على الفرائض والسنن المذكورة فقد اجمع الاشياخ على انه ما تم طريق للمريد اسرع جلاء من دوام الذكر فهو كالحصى للنحاس المصدى فهو وان كان ساعياً في الجلاء كذلک لكن يحتاج الى طول زمان بخلاف جلائه بالحصا الذى هو بمثابة الذكر۔ ومن هنا قالوا لا ينبغي للشيخ ان يأخذ العهد لعى مريد الا بعد تضلعه من علوم الشريعة بحيث يصير يعد للمناظرة كما درج عليه السلف الصالح وهى طريقة الشاذلية رضى الله عنهم ومن تبعهم و ايضاح ذلک ان الطريق عزيزة لا تقبل إلا من اشتغل بها وحدها فمن اعطاها كله اعطته بعضها، ومن كان وراءه التفات الى مطالعة درسه مثلا فلا يصح له الاقبال على الذكر بكليته بل يصير فى محاربة مع نفسه، وان اشتغل بالذكر كان كالمختلس لا سيما اعتراض عليه ويقولون له كيف تترک الاشتغال بالعلم وتشتغل بأمور و هميته فيحصل له التردد فى طلب الطريق فلا يفلح فيها۔ ومن هنا اختار القوم للمبتدىء من المريدين مذهب المحدثين وهو الاخذ بما صرحت به الشريعة اولاً دون ما ولده العلماء بالاستنباط منها الا ان اجمع عليه

بقصد التخفيف على المريد۔ ثم اذا رسخ فی الطریق و قوی حالته و عمل بجمیع ما صرحت به الشریعة من امر و منهی، هناک یؤمر بالعمل بما ولده المجتهدون و البحث عن ای موضع استنبطوه من الکتاب و السنة۔ و ربما صفت سریرته فأطلعه الله تعالی علی مستند اقوال العلماء من غیر نظر کتاب، کما وقع لسیدی علی المرصفی و سیدی محمد الشناوی بإخبارهما لی ذلک۔ و یسمی هذا علم التعرف بالاحکام الشرعیة، فلا یکون إلا من باطن الشریعة لانها هی المادة التی یقتبس العارف منها۔ و أجمعوا علی ان اقل حصول ثمرة الذکر ان یصیر یحضر بقلبه فی صلاته لا یخطر فی باله شیء من الأکوان من حین یحرم إلی حین یسلم، و متی خطر بباله فی فرض الصلاة او نفلها غیر الله تعالیٰ فالواجب علیه عندهم الاکثار من الذکر لانه الی الآن لم یحصل له ذکر و ارد الکمال۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ سری اور جہری طور پر ذکر الٰہی کی کثرت کے لئے اپنے شیخ کا حکم مانے اور اس کی یہی مشغولیت ہے اور فرائض اور ذکر کی گئی سنتوں پر اضافہ نہ کرے۔ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرید کے لئے دائمی ذکر سے زیادہ جلدی روحانیت پیدا کر کے طریقت کی تکمیل کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہیں اور یہ زنگ آلود تانبے کے لئے ریت کی طرح ہے (جو جلدی زنگ کو دور کرتی ہے) پس وہ اگرچہ چمک کے لئے اسی طرح کوشش کرتا ہے لیکن ایک طویل زمانے کا محتاج ہوتا ہے بخلاف ریت کے ساتھ چمکانے کے جو ذکر کی طرح ہے اس بنیاد پر مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ مرید سے عہد لے مگر علوم شریعت سے وافر حصہ حاصل کرنے کے بعد، اس طرح کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائے جس طرح سلف صالحین نے یہ طریقہ اختیار کیا اور یہ شاذلیہ اور ان کی اتباع کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ یہ طریقہ عزیزہ (نایاب) ہے یہ اسی سے قبول کیا جاتا ہے جو صرف اسی میں مشغول ہو اور جسے یہ پورا عطا کیا گیا اسے اس کا بعض بھی عطا کیا گیا اور جس کی توجہ اس

کے پیچھے کی طرف مثلاً اپنے درس کے مطالعہ کی جانب ہو اس کی مکمل توجہ ذکر کی طرف نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اپنے نفس کے ساتھ لڑائی میں ہوتا ہے اور اگر وہ ذکر میں مشغول ہو جائے تو وہ اچکنے والے (جھپٹا مار کر کوئی چیز لینے والے) کی طرح ہوتا ہے خاص طور پر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے اور لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم نے کس طرح علم میں مشغولیت کو چھوڑ دیا اور وہمی امور میں مشغول ہو گئے پس اس کے لئے طریقت کی راہ میں تردد پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا وہ اس میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ (صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی) قوم نے ابتدائی مریدین کے لئے محدثین کا مذہب اختیار کیا ہے یعنی پہلے شریعت کے واضح احکام کو اختیار کرے علماء کے اجتہادات کو اختیار نہ کرے مگر یہ کہ وہ مرید کے لئے تخفیف کا ارادہ کرے پھر جب وہ طریقت میں مضبوط ہو جائے اور اس کی حالت قوی ہو جائے اور شریعت کے تمام واضح احکام جو امر اور نہی سے متعلق ہیں پر عمل کرے اس وقت اسے مجتہدین کے اجتہاد پر عمل اور انہوں نے قرآن وسنت سے جو استنباط کیا ہے پر بحث کا حکم دیا جائے۔

اور بعض اوقات اس کا باطن صاف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے علماء کے مستند اقوال پر مطلع کرتا ہے اور اسے کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی جس طرح میرے آقا علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میرے آقا محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے ہوا ان دونوں حضرات نے مجھے یہ بات بتائی ہے اس کو "علم التعریف باحکام الشریعة" (احکام شریعت کی پہچان کا علم) کہا جاتا ہے۔

اور یہ شریعت کے باطن سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ وہ مادہ ہے جس سے عارف روشنی حاصل کرتا ہے۔ اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ ذکر کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ وہ نماز میں دل سے حاضر ہوتا ہے اور اس کے دل میں کائنات میں سے کسی چیز کا خیال نہیں آتا یہ کیفیت

تکبیر تحریمہ سے سلام پھیرنے تک ہوتی ہے اور جب فرض یا نفل نماز میں اللہ تعالیٰ کے غیر کا خیال دل میں پیدا ہو تو صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت ذکر کی کثرت واجب ہے کیونکہ ابھی تک اسے وہ ذکر حاصل نہیں ہوا جو کمال تک پہنچائے۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمه الله تعالیٰ یقول: انما حث الاولیاء علی الذکر لما فیه من جلاء القلب لیصیر المرید یأتی الصلاة والعبادات کلها علی الوجه المأمور به شرعاً لا غیر، ومتی کان له حجاب او میل الی شهوة من الشهوات فمن لازمه الاتیان بالعبادات علی وجه النقص عما امر به۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ذکر کی ترغیب اس لئے دیتے ہیں کہ اس سے دل روشن ہوتا ہے تاکہ مرید نماز اور دیگر تمام عبادات کو اس طرح بجالائے جس طرح شریعت میں حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ نہیں اور جب اس کے سامنے حجاب ہوتا ہے یا خواہشات میں سے کسی خواہش کی طرف میلان ہوتا ہے تو اس سے عبادات کو شریعت کے حکم کے مطابق ادا کرنے میں نقص لازم آتا ہے۔

قالوا وانما لم یشتهر عن السلف الصالح من الصحابة والتابعین الاکثار من الذکر لیلاً ونهاراً علی طریق القوم الآن لسلامتهم من العلل، فکانت قلوبهم سلیمة واخلاقهم محمدیة لیس عندهم ریاء ولا کبر ولا عجب ولا نفاق ولا غیر ذلک مما یطرق المریدین الآن، بل ربما یکون کل شیء حصدوه من الاخلاق الردیة یطلع مکانه شیء آخر، ومن هنا اجمع العلماء علی وجوب مجاهدة النفس وامروا المرید بالسفر اذا لم یجد فی بلاده شیخاً یربیه واللّٰه أعلم۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے اسلاف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دن رات میں کثرت ذکر مشہور نہیں جس طرح آج کل صوفیاء کرام

رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے لیکن وہ لوگ (روحانی) بیماریوں سے محفوظ تھے۔ پس ان کے دل سلیم اور اخلاق محمدیہ ﷺ تھے ان کے ہاں ریاکاری، خود پسندی اور منافقت وغیرہ جو آج کل مریدین کا طریقہ بن گیا ہے، نہیں تھی، بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ (آج کل کے مریدین) برے اخلاق میں سے کسی عادت کو ختم کرتے ہیں تو اس کی جگہ دوسری بری عادت آجاتی ہے۔

اسی بنیاد پر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ مجاہدۂ نفس واجب ہے اور وہ مرید کو سفر کا حکم دیتے ہیں جب وہ اپنے علاقہ میں کسی ایسے شیخ کو نہیں پائے جو اس کی تربیت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جائز امور میں مرشد کی مخالفت نہ کرے

ومن شأنه ان لا يخالف شيخه اذا امره شيخه مباحاً من مباحات الشريعة ولا يحتجّ عليه بأدلة الاباحة، لان الشيخ انما مراده الترقى للمريد والمباح لا ترقى فيه من حيث هو مباح۔ ومراد الشيخ ان تكون اوقات المريد كلها معمورة بامتثال امر أو اجتناب نهى فلا يوجد إلا فى عمل يؤجر عليه، وما جعل الشارع المباح إلا لتنفس فيه الضعفاء من مشقة التكاليف لغلبة الملل عليهم من كثرة التحجير فى الامور الشرعية۔ ولولا انه سبق فى علم الله تعالىٰ وقوع الملل منهم لما شرع لهم المباح بل كانوا كالملائكة يسبحون الليل والنهار لا يفترون۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا مرشد شریعت میں جائز امور میں سے کسی بات کا حکم دے تو وہ اس کی مخالفت نہ کرے اور اس کے خلاف اباحت کے دلائل پیش نہ کرے (کہ یہ محض جائز ہے ضروری نہیں) کیونکہ مرشد کا مقصد مرید کی ترقی ہے اور مباح کام محض مباح ہونے کی وجہ سے ترقی کا باعث نہیں بلکہ مرشد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید کے تمام اوقات امر کی تعمیل اور نہی سے اجتناب میں مصروف ہوں اور وہ ہر ایسے کام میں پایا جائے جس کا اجر ملتا ہے۔

شارع نے مباح کام کو صرف اس لئے رکھا تا کہ کمزور لوگ تکلیف کی مشقت سے آرام پائیں کیونکہ امور شرعیہ میں زیادہ پابندی سے ان پر ملال کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں یہ بات نہ ہوتی کہ یہ لوگ تھک جائیں گے تو ان کے لئے مباح کام مشروع نہ ہوتے بلکہ وہ فرشتوں کی طرح ہوتے جو رات دن تسبیح بیان کرتے ہیں اور کوتاہی نہیں کرتے۔

وقد تقدم اجماع القوم علی ان کل مرید ترخص و نام و لغی فی الکلام و أکل الذیذ من الطعام لا یرتجی منه خیر، إذ الطریق کلها جد و جهاد لا صلح فیها مع النفس ما دامت نفساً و لا راحة حتی یموت العبد، فاعلم ان من شأن المرید الصادق المجدّ الأخذ بعزائم الشریعة دون رخصها۔

اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جو مرید رخصت سے کام لیتا ہے اور سو جاتا ہے، لغو کلام کرتا ہے اور لذیذ کھانا کھاتا ہے اس سے بھلائی کی امید نہیں ہوتی کیونکہ طریقت مکمل طور پر جد وجہد اور جہاد کا نام ہے اس میں مرتے دم تک آرام برائے آرام اور راحت وسکون مناسب نہیں پس تم جان لو! کہ سچے اور بزرگ مرید کی شان یہ ہے کہ وہ احکام شریعت میں عزیمت کو اختیار کرے رخصتوں کو نہیں۔

قالوا و لا ینبغی للمرید ان یتشبه بشیخه فی فعله المباح و لا غیره بحکم الارث لرسول اللہ ﷺ بخلاف المرید۔

وقد قالت عائشة رضی اللہ عنها: کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانه یعنی حتی فی حال مزحه مع الاطفال و العجائز و غیرهم۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مباح کام یا اس کے علاوہ میں اپنے شیخ کی مشابہت اختیار کرے کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کا وارث ہے بخلاف مرید کے

(اس کا یہ معاملہ نہیں) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ بچوں اور بوڑھی خواتین وغیرہ سے خوش طبعی کے وقت بھی۔

و نقل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الخصائص ان رسول اللہ ﷺ کان مکلفاً بالحضور مع اللہ تعالیٰ حال خطابہ للخلق فلا یشتغل عن اللہ تعالیٰ بشیء۔

حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الخصائص میں نقل کیا ہے کہ:

کان رسول اللہ ﷺ مکلّفا بالحضور مع اللہ تعالیٰ حال خطابہ للخلق فلا یشتغل عن اللہ تعالیٰ بشیء۔

رسول اکرم ﷺ مخلوق سے خطاب کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضری کے مکلف تھے پس کسی وجہ سے بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے تھے۔

و نقل الإمام القشیری عن سهل بن عبداللہ التستری انه کان یقول: لی منذ ثلاثین سنة أکلم اللہ و الناس یظنون انی اکلمهم انتهی۔

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے:

میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہا ہوں اور لوگوں کا خیال ہے کہ ان سے کلام کر رہا ہوں۔

و ذکر العلماء ان لرسول اللہ ﷺ أجر الواجب من حث انه ﷺ منتزع لأمته مبین لهم الأحکام، فکذلک الحکم للشیخ یبین للمرید ما جهلوه من امور دینهم و یثاب علی فعل المباح اذا أتوا به عرفیاً صحیحاً بخلاف المرید لحجابه عن ذلک۔ فلیحذر المرید من قله للشیخ کیف تنهانی عن المباح الفلانی و تفعله أنت فان ذلک جدال بغیر علم و یصیر به ناقضاً للعهد و اللہ أعلم۔

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے لئے واجب کا ثواب ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے وقف ہوئے اور ان کے لئے احکام بیان کرتے تھے۔
یہی حکم شیخ کا ہے جو مریدین کے لئے ان کے وہ امور دین بیان کرتا ہے جن کا ان کو علم نہیں اور اسے مباح کام کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے جب وہ انہیں کو صحیح معرفت کے ساتھ عمل میں لاتا ہے بخلاف مرید کے کہ وہ اس سے حجاب میں ہے پس مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کو یہ بات کہنے سے پرہیز کرے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کس طرح مجھے فلاں کام سے روکتے ہیں اور خود اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ یہ علم کے بغیر جدال اور جھگڑا ہے اور اس کی وجہ سے وہ (مرشد سے کئے ہوئے) عہد کو توڑتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کا حکم اپنی خواہش سے مقدم کرے

ومن شأنه ان يقدم امر شيخه على جميع اهوية نفسه, فاذا امره بتنظيف المستراح و خدمة الفقراء في المطبخ و العجين رأى ذلك مقدماً على كل ما يترجح عنده فعله لان الشيخ اعرف منه بطريق الترقى, كما ان البيطار يعرف من امراض الدواب ما لا يعرفه اصحابها, و قد خالف في هذا الأمر أقوام فحرموا بركة صحبتهم لشيخهم و حرموا الترقى, إذ النفس من شأنها التلبيس على صاحبها, فما فعل طاعة إلا و لها فيها دسيسة تمنع الاخلاص, و قد قالوا اعمل باشارة شيخك فان خطأه ارقى من صوابك أنت۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے نفس کی تمام خواہشات پر مرشد کے حکم کو مقدم کرے اگر وہ آرام گاہ کی صفائی نیز باورچی خانے (کے کام) میں اور آٹا وغیرہ گوندھنے کے سلسلے میں فقراء کی خدمت کا حکم دے تو اس حکم کو ہر اس کام سے مقدم سمجھے جس کا کرنا اس کے نزدیک ترجیح رکھتا ہے کیونکہ ترقی کے راستے کی پہچان اس کے مقابلے میں مرشد کو زیادہ ہے جس طرح جانور کا

معالج جانوروں کی بیماریوں کو جانوروں کے مالکوں سے زیادہ جانتا ہے کچھ لوگوں نے اس بات میں مخالفت کی تو وہ مشائخ کی محبت کی برکت اور ترقی سے محروم ہو گئے کیونکہ نفس کا وطیرہ ہے کہ وہ اپنے صاحب کو دھوکہ دیتا ہے وہ جو عبادت کرتا ہے اس میں پوشیدہ عداوت ہے جو اخلاص کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اعمل باشارۃ شیخک فان خطاہ ارقی من صوابک۔

اپنے مرشد کے اشارے پر عمل کر کیونکہ اس کی خطا تیری درستگی کے مقابلے زیادہ ترقی کا باعث ہے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی یقول: من خالف نفسه فقد افلح، ومن وافقها وخالف شیخه فکأنه جعلها شیخاً له مع شیخه، ومن له شیخان لا یفلح، لان القوم أجمعوا على ان توحید القصد واجب لیجعلوا الهم هماً واحداً، وقالوا من لم یکن مقصده واحداً متعلقاً بواحد لا یشم من توحید الحق تعالیٰ رائحة۔ وقالوا متی خرج المرید بحرکة واحدة لشیئین حاجة مثلاً والصلاة فقد أشرک فی القصد الا ان تکون الحاجة مطلوبة شرعاً، و ذلک لان الشرک ظلم عظیم على اختلاف انواعه، وهو مشتق من الظلمة، ومن دخل الظلمة یحار فی الطریق، ومن حار فیها فلا ترجیح عنده، ومن فقد الترجیح فقد الترقی، ومن فقد لا ترقی لا یفلح۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی اس نے کامیابی پائی اور جس نے اس کی موافقت اور اپنے شیخ کی مخالفت کی گویا اس نے اسے اپنے شیخ کے ساتھ شیخ بنا لیا اور جس کے دو شیخ (مرشد) ہوں وہ کامیابی نہیں پا سکتا کیونکہ صوفیاء

کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس بات پر متفق ہیں کہ ارادے کی توحید واجب ہے تاکہ وہ اس کے لئے ایک ہی فکر بنادیں۔

اور وہ فرماتے ہیں: جب مرید ایک حرکت سے دو چیزوں کو حاجت بناتا ہے جس طرح نماز ہے تو وہ اپنے ارادے میں شرک کرتا ہے مگر یہ کہ وہ حاجت شرعی طور پر مطلوب ہو (مثلاً نماز میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کو سامنے رکھے) اور یہ اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے اگرچہ اس کی اقسام مختلف ہیں لیکن یہ لفظ (ظلم) ظلمت سے نکلا ہے اور جو شخص ظلمت (اندھیرے) میں داخل ہوا وہ راستے میں حیران پریشان ہوتا ہے اور جو حیران ہوا اس کے لئے ترجیح نہیں۔

و كان سيدى ابراهيم المتبولى رضى الله عنه يقول: ما من صنعة ولا حرفة الا و يمكن العارف الكمال ان يوصل المريد منها الى حضرة ربه عزوجل، و قد دخل الصحابة رضى الله عنهم فى دين الاسلام وهم على حرف و صنايع فأقرهم رسول الله ﷺ على حرفهم و صنايعهم ولم يأمرهم بالخروج عنها و صار يربيهم و يعلمهم امور دينهم الى ان بلغوا امراتب الكمال و بعضهم وصل لدرجة الكمال من اول وهلة۔ و بالجملة فما دام المريد له اختيار و تدبير ورؤية خلاف مايأمره به شيخه فهو فى مقام العداوة لشيخه و المحاربة له و المنازعة۔

و فى كلام سيدى محمد وفا رحمه الله موشح:

القيت عن عاتقى سلاحى | و صرت سلماً على الطريق
طرحت نفسى و باطراحى | نجوت من فجها العميق

فكن يا أخى سلماً لشيخك لا ضارباً و الله يتولى هداك۔

اور سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کوئی بھی صنعت و حرفت ہو عارف کامل کو یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مرید کو اس سے اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچادے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی کئی صنعتوں سے متعلق تھے جب اسلام میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو اپنے اپنے عمل پر برقرار رکھا اور آپ ﷺ نے ان کو ان کاموں کے چھوڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ ان کو ان کے دینی امور کی تربیت اور تعلیم دینے لگے یہاں تک کہ وہ کمال کے مراتب تک پہنچ گئے اور ان میں سے بعض تو پہلے مرحلہ میں ہی درجہء کمال کو پہنچ گئے تھے۔

خلاصہء کلام یہ ہے کہ جب تک مرید کو اختیار، تدبیر اور اپنے شیخ کے حکم کے خلاف رائے رہتی ہے وہ اپنے شیخ کی دشمنی اور اس سے لڑائی جھگڑے کے مقام پر رہتا ہے۔سید محمد وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں ہے۔

میں نے اپنے کندھے سے اپنا ہتھیار اتار لیا ہے اور میں راستے پر سلامتی والا ہو گیا۔

میں نے اپنے نفس کو گرا دیا ہے اور اس پھینکنے کے ذریعے میں نفس کی گہری گھاٹی سے نجات پا گیا ہوں۔

پس اے بھائی! اپنے مرشد کے سامنے سر جھکا دے، مارنے والا نہ بن اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا کرے گا۔

مرشد کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرے

ومن شأنه ان يبادر لامتثال أمر شيخه ولا يتوقف على معرفة الدليل على امره به فان ذلک من اكبر قواطع الطريق، فان علم الاستدلال انما يكون للأشياخ والمجتهدين لا المقلدين، وليس قصد الشيخ من المريد الا انه يصير يتكلم من مواجيده وما يقذفه الحق تعالى فى قلبه من معانى الآيات والاخبار، الا انه يصير يحفظ عبارات الناس وينقلها كالناسخ۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرے اور اس کے حکم کی دلیل کی معرفت کے لئے توقف نہ کرے کیونکہ یہ طریقہ، طریقت سے کٹ جانیکا بہت بڑا سبب ہے کیونکہ استدلال کا طریقہ مشائخ اور مجتہدین کے لئے ہوتا ہے مقلدین کے لئے نہیں اور مرشد کا مرید سے ارادہ صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ کچھ دل میں پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آیات واحادیث کے جو معانی اس کے دل میں ڈالے ہیں، ان کے ساتھ کلام کرے لیکن وہ لوگوں کی عبارات یاد کرکے ان کو منتقل کرتا ہے جس طرح ایک تحریر کو دوسری جگہ نقل کرتے ہیں۔

و أجمعوا علی ان الشیخ متی سامح المرید فی التحری علیه و مطالبته بالدلیل علی کل شیء امره به أو نهاه عنه فقد أفسد حاله، و ربما سری ذلک الی بقیة جماعته فیتلف حالهم، و یدخلوا باب الجدال۔ فیجب علی الشیخ ان یطرد مثل هذا عن مجلسه بحسن عبارة لا بالعنف، اذا توفرت عنده قرائن الالتباس من اخلاقه المعروفة عند القوم، و ذلک کأن یقول له یا ولدی انک قد صرت من اهل اعلم بحمد اللّٰہ و ما بقی عندی علم یکفیک فانظر الی احد یزیدک علماً و لا تخالفنی تغش نفسک۔ ثم اذا اخرجه الشیخ عن صحبته فان کان فیه خیر و من اللهتعالیٰ علیه بالهدایة فسوف یرجع الی شیخه و یلزم معه الأدب، و ان لم یکن فیه خیر فقد استراح منه۔

اور اس بات پر اجماع ہے کہ جب مرید جرأت کرتے ہوئے اپنے مرشد سے اس کے حکم یا نہی پر دلیل طلب کرے اور مرشد چشم پوشی کی راہ اختیار کرے تو وہ اسے خراب کرتا ہے اور بعض اوقات یہ بات جماعت کے دیگر افراد تک پہنچ جاتی ہے تو ان کی حالت بھی ضائع ہو جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا شیخ پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کو اچھی گفتگو کے ساتھ اپنی مجلس سے نکال دے اور سخت رویہ اختیار نہ کرے جب قرائن کے ساتھ اسے معلوم ہو جائے کہ اس شخص کے ان اخلاق میں ملاوٹ ہے جو صوفیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے ہاں معروف ہیں۔

وہ اس طرح کہ اس سے کہے:

يا ولدی انک قد صرت من اهل العلم بحمد الله و ما بقی عندی علم يكفيک فانظر الى احد يزيدک علما و لا تخالفنی تغش نفسک۔

اے میرے بیٹے! الحمد للہ! تو اہل علم میں سے ہو گیا ہے اور میرے پاس ایسا علم باقی نہیں جو تجھے کافی ہو تو کسی ایسے شخص کو تلاش کر جو تیرے علم میں اضافہ کرے اور میری مخالفت نہ کر تیرا نفس دھوکے میں چلا جائے گا۔

پھر جب شیخ اسے اپنی محبت سے نکال دے اس کے بعد اگر اس میں بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے ذریعے اس پر احسان کیا ہے تو وہ جلد ہی اپنے شیخ کی طرف آئے گا اور اس کے ساتھ ادب اختیار کرے گا اور اگر اس میں بھلائی نہ ہوئی تو اس (مرشد) نے اس سے سکون حاصل کر لیا۔

و اخبرنی شيخی شيخ الاسلام زكريا رضی الله عنه قال: سافرت من جامع الازهر الى المحلة الكبرى فأخذت الطريق عن سيدی محمد الغمری رضی الله عنه، و أقمت عنده أربعين يوماً و قرأت كتاب قواعد الصوفية نحو اربعة كراريس و كنت ابحث معه على طريق الفقراء فقال لی: يا زكريا خذ كلام القوم بالتسليم فانه لا يفتح فی طريقهم إلا من سلم بهم فقلت سمعاً و طاعة، لم يشكل علیّ شیئ من حين تركت مباحثته الا و بادرهو لازالة الاشكال عنی و من ذات نفسه۔ و كنت اذا بحثت معه يتكدر منی اكابر الجماعة و يفرح بذلک أصاغرهم لأن الشيخ كان مجيباً و كانوا لا يتجرؤون على سؤاله، و علمت حينئذ ان طريق القوم كلها ادب و مطالبات بالحقائق بخلاف اهل النقول انتهى، و الله أعلم۔

میرے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں جامع ازہر سے محلہ کبری تک گیا اور میں نے سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقت کا درس حاصل کیا میں ان کے پاس

چالیس دن رہا اور ان سے قواعد الصوفیہ کتاب تقریباً چار چھوٹی کتابیں پڑھیں اور میں ان سے فقراء کے طریق پر بحث کرتا تھا انہوں نے مجھ سے فرمایا:

یا زکریا خذ کلام القوم بالتسلیم فانه لا یفتح طریقهم الا من سلم بهم۔

اے زکریا، تسلیم کرنے کے طریقے حاصل کرو ان لوگوں کے طریقے میں کامیابی اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو ان کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے تو میں نے کہا میں نے سنا اور تسلیم کیا اور جب میں نے ان سے مباحثہ چھوڑ دیا تو مجھے جو بھی مشکل پیش آئی انہوں نے اسے مجھ سے اور اپنی ذات سے زائل کرنے میں جلدی فرمائی اور جب میں ان سے بحث کرتا تھا تو جماعت کے بڑے ساتھی مجھ سے ناراض ہوتے اور چھوٹے خوش ہوتے کیونکہ شیخ جواب دیتے اور وہ ان سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ مکمل طور پر ادب اور حقائق کے مطالبہ کا طریقہ ہے بخلاف نقل کرنے والوں کے (ان میں یہ بات نہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کا ادب نماز میں حاضری جیسا کرے

ومن شأنه ان یعظم شیخه کأنها حضرۃ الصلاۃ فلا یجلس بین یدی شیخه قط بقمیص واحد الا ان یکون متجرداً من الدنیا لیس عنده غیرہ او یکون فی شدۃ حر مثلاً۔ قالوا و ینبغی للمرید ان یلبس لمجالسة شیخه احسن ثیابه و یتوب الی اللہ تعالیٰ من کل ذنب کلما أراد أن یجالسه، فان المتلطخ بالذنوب لا یصلح له دخول حضرۃ الشیخ و انما یصح له دخولها اذا تطهر ظاهراً و باطناً من کل ذنب۔ قالوا و اذا کان مکان الشیخ بعیداً و خرج لزیارته فلیذهب الیه وحده و لا یدخل علیه۔ و کذلک لا ینبغی له اذا خرج لزیارۃ شیخه ان یشرک معه حاجة اخری فان اشرک حاجة اخری لقیه الشیخ بنصف البشاشة او ثلاث حوائج لقیه بثلث البشاشة۔ و هکذا فان الشیخ لا یلقی المرید إلا بقدر ما جاءه به۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے شیخ کی تعظیم اس طرح کرے گویا نماز میں حاضری ہے پس اپنے شیخ کے سامنے صرف ایک قمیص میں کبھی بھی نہ بیٹھے مگر یہ کہ دنیا سے اس قدر بے نیاز ہو کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی کپڑا نہ ہو یا وہ سخت گرمی میں ہو۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ہم مجلس ہونے کے لئے نہایت اچھے کپڑے پہنے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر گناہ سے توبہ کرے جب اس کی مجلس کا ارادہ کرے کیونکہ گناہوں میں ملوث شخص کے لئے شیخ کے دربار میں حاضر ہونا درست نہیں اس کا وہاں داخل ہونا اس وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ ہر ظاہری اور باطنی گناہ سے پاک ہو جائے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب مرشد کا مکان دور ہو اور وہ اس کی زیارت کے لئے جائے تو وہ اس کے پاس تنہا جائے اور اس کے ہاں داخل نہ ہو۔ اسی طرح جب وہ اپنے شیخ کی زیارت (ملاقات) کے لئے جائے تو مناسب نہیں کہ وہ اس میں کسی دوسری حاجت کو شامل کرے اگر وہ اس میں کسی دوسری حاجت کو شامل کرے گا تو مرشد اس سے نصف بشاشت کے ساتھ ملاقات کرے گا اور اگر تین حاجات ہوں تو تہائی بشاشت سے ملاقات کرے گا اسی طرح سلسلہ بڑھے گا کیونکہ مرشد کی اپنے مرید سے ملاقات اس (نیت) کے مطابق ہوتی ہے جو وہ لے کر آتا ہے۔

وقد دخلت مرة علی سیدی علی الخواص و معی شکص فقال لا تعد تأتی معک بأحد، ثم قال لی فی أذنی: من غلبته شهوته فهو حمار، و قد کنت عزمت علی ترک أکل شیء من الشهوات ثم غلبتنی نفسی فأکلته۔ و خرجت مرة لزیارة أخی أفضل ادین و کان فی حارة الشیخ، فلما زرته قلت أزور سیدی علی کذلک۔ فلما اقبلت علیه لقینی بنصف البشاشة التی کان یلقانی بها لما اخرج لزیارته و هده و قال لی حکم العدل مطلوب ففهمت المقصود، و من ذلک الیوم ما ؐشر کت معه احداً و اللہ أعلم۔

میں (مصنف) ایک مرتبہ سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ انہوں نے فرمایا: آئندہ کسی کو ساتھ لے کر نہ آنا۔ پھر میرے کان میں کہا "جس پر اس کی خواہش غالب ہو وہ گدھا ہے" میں نے ارادہ کیا تھا کہ خواہش کے مطابق کوئی چیز نہیں کھاؤں گا پھر مجھ پر میرا نفس غالب آ گیا اور میں نے اسے کھا لیا۔

ایک مرتبہ میں اپنے بھائی افضل الدین کی ملاقات کے لئے گیا اور وہ شیخ کے محلے میں تھے میں نے ان کی ملاقات کے بعد کہا میں اپنے آقا علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات بھی اسی طرح کروں جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے نصف بشاشت کے ساتھ ملاقات کی جس طرح میں ان سے ملاقات کے لئے تنہا آتا تو وہ کرتے تھے انہوں نے فرمایا:

(حکم العدل مطلوب) عدل کا حکم مطلوب ہے تو میں مقصود سمجھ گیا اس دن سے میں نے ان کے ساتھ کسی کو شامل کرنا چھوڑ دیا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مرشد کی طرف ٹانگیں نہ پھیلانا

ومن شأنہ ان لا یتساھل ابداً فی مد رجلہ تجاہ شیخہ لا حیاً و لا میتاً لا لیلاً و لا نھاراً مراعاۃ للادب مع شیخہ غیبۃ و حضوراً، وما رسخ مرید فی ھذا الادب مع شیخہ إلا و ترقی منہ الی مقام المراقبۃ للہ تعالیٰ اذا الشیخ ھو سلّم للترقی و محل ادمان یدمن فیہ المرید، کأن الاشیاخ یقولون للمرید: تعال أدمن فینا دون الحق تعالیٰ حتی تذھب رعونات نفسک کلھا، فاذا ذھبت لا رعونات فقد صلحت لمعاملۃ الحق جل و علا۔ فاعلم ان کل من لم یحکم المقام فی الادب مع شیخہ لا یقدر علی الادب مع الحق جل و علا، و لا یشم لہ رائحۃ، فیستفید المرید من حرمان شیخہ کأنہ یطلبہ و یمنعہ منھا وھو راض بذلک رضاہ عن اللہ کذلک اذا لم و ھکذا فن لم یرض بفعل شیخہ لا یرضی بأفعال اللہ، و من لم یصبر معہ لا یصبر مع اللہ، و ھکذا فی سائر الامور، فکل ولی للہ یحب ان الخلق یدمنون فیہ و یفدی جانب الحق تعالیٰ عن سوء

الادب بنفسه فافهم۔

و إیاک ان تظن بالاشیاخ انهم انما یأمرون المرید بالأدب معهم حباً لتمیزهم عنه فی المقام ریاسة، فان ذلک سوء ظن بالاشیاخ، و انما أمروهم بالادب معهم لیترقوا الی الأدب مع الله تعالیٰ، و قد بلغنا ان إبراهیم بن ادهم مد رجله مرة فی اللیل فنودی فی سره ما هکذا ینبغی مجالسة الملوک فما مد ابراهیم رجله فی الخلوة حتی مات انتهی۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کا ادب کرتے ہوئے اس کی طرف ٹانگیں نہ پھیلائے نہ اس کی زندگی میں نہ فوت ہونے کے بعد نہ رات کے وقت اور نہ دن میں۔

جو مرید اپنے شیخ کے ساتھ اس ادب میں راسخ ہو جاتا ہے وہ ترقی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے مراقبہ کے مقام تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ مرشد ترقی کے لئے زینہ ہے اور اس کے لئے پناہ گاہ ہے جہاں وہ پناہ لیتا ہے۔ گویا مشائخ اپنے مرید سے فرماتے تھے: آؤ حق تعالیٰ سے پہلے ہمارے ہاں ٹھہرو حتیٰ کہ تمہارے نفس کی تمام رعونت (تکبر) ختم ہو جائے۔ پس جب رعونت ختم ہو جائے گی تو تم میں جل وعلا کے ساتھ معاملہ کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

اور جان لو کہ جو شخص اپنے شیخ کے ساتھ ادب کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھتا وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ادب پر قادر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کی خوشبو سونگھتا ہے مرید اپنے شیخ کی طرف سے محرومی پر بھی استفادہ کرتا ہے گویا وہ شیخ سے طلب کرتا ہے اور وہ اسے منع کرتا ہے لیکن مرید پھر بھی اپنے شیخ سے راضی رہتا ہے جس طرح وہ اپنے رب سے اس وقت بھی راضی رہتا ہے جب اسے اس کی طلب کے مطابق عطا نہیں ہوتا اور وہ شیخ کی طرف سے کسی ظاہری سبب کے بغیر سخت رویے پر صبر کر کے سعادت مندی حاصل کرتا ہے۔

پس جو شخص اپنے شیخ کے فعل پر راضی نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے افعال پر راضی نہیں ہوتا اور جو اس (مرشد) کے ساتھ صبر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر نہیں کرتا، تمام امور میں اسی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر ولی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مخلوق اس کے پاس ٹھہرے اور وہ اپنے نفس کو پست کرتے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائے۔ مشائخ کے بارے میں اس بات کا گمان کرنے سے بچو کہ وہ مرید کو اس لئے اپنے آداب و تعظیم کا حکم دیتے ہیں کہ وہ مقام و مرتبہ میں اس سے ممتاز رہیں۔ یہ بات مشائخ کے بارے میں بد گمانی ہے۔ وہ ان (مریدین) کو ادب کا حکم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کی طرف ترقی کریں۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار رات کے وقت اپنا پاؤں پھیلایا تو ان کے دل میں آواز آئی کہ بادشاہوں کی مجلس میں اس طرح کرنا مناسب نہیں پھر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرتے دم تک خلوت میں بھی اپنے پاؤں کو نہیں پھیلایا۔

ویقع لی ذلک کثیراً مع الاشیاخ فربما اردت مد رجل فیمتد لی فی کل وجه ولی تجاهها فأنام جالساً

اور خود میرے لئے مشائخ کے ساتھ بہت مرتبہ ایسا ہوا میں نے جب بھی پاؤں پھیلانے کا ارادہ کیا تو ہر مرتبہ میرے سامنے کوئی ولی آجاتا اور میں بیٹھے بیٹھے سو جاتا۔

ووقع لی ذلک مع سیدی محمد بن عنان فسحب رجلی بیده و قال مدها ناحیتی فاستیقظت و نعومة یده فی رجلی و کان ذلک بعد موته رضی الله عنه، فاعمل یا أخی علی ذلک تجد ثمرته والله أعلم۔

میرے لئے حضرت سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے میرے پاؤں کو پکڑا اور فرمایا: میری طرف سے اسے کھینچ لو میں بیدار ہوا تو ان کے ہاتھ کی نرمی میرے پاؤں میں محسوس ہو رہی تھی اور یہ واقعہ ان کے وصال کے بعد کا ہے۔

تو اے بھائی! اس پر عمل کر اس کا پھل پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه أن يبادر لامتثال امر شيخه له بالذكر جهراً بالملأ ولا يتعلل بالحياء فان للاشياخ فی ذلک اغراضاً صحيحة، وقدقالوا من لم يكسر قفص طبعه لم يكشف له حجاب، وقدانشد سيدی عمر بن الفارض رحمه الله فی ذلک۔

تمسک بأذيال الهوی واخلع الحيا وخل سبيل الناسكين وان جلوا

ومراده بخلع الحياء كسر قفص الطبع وهو الاستحياء من ذكر الله تعالیٰ او التواجد بحضرة الناس لا الحياء الشرعی، فان ذلک من ايمانه، ومراده بسبيل الناسكين مراعاة العباد فی حركاتهم وسكناتهم واظهار الحشمة بحضرة الناس، مع اعتمادهم علی اعمالهم دون الله تعالیٰ، وهذاالامر قل ان يسلم منه عابد لا شيخ له ولو أنه اتخذ له شيخاً لكسر قفص طبعه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ اگر اس کا مرشد اسے مجلس میں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کرے اور حیاء کو بہانہ نہ بنائے کیونکہ اس سلسلے میں مشائخ کی صحیح اغراض ہوتی ہیں۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی طبیعت کے پنجرے کو نہیں توڑتا اس کے لئے پردہ نہیں کھلتا سید عمر بن فارض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر کہا ہے:

عشق کے دامن کو پکڑ اور حیاء (جھجک) کو چھوڑ دے اور لوگوں کی حرکات پر چلنا چھوڑ دو اگرچہ خاطر ہوں۔

حیاء کو اتار پھینکنے سے مراد طبع کے پنجرہ کو توڑنا ہے اور وہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور وجد سے حیاء کرنا ہے شرعی حیاء مراد نہیں (جس کی وجہ سے آدمی گناہ سے باز رہتا ہے) کیونکہ حیاء اس کے ایمان کا جزء ہے اور "سبیل الناسکین" سے مراد لوگوں کی حرکات وسکنات میں ان کی رعایت کرنا اور لوگوں کے سامنے حشمت کا اظہار کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال پر اعتماد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہ کرنا ہے۔ اور اس بات سے وہ عابد بہت کم محفوظ رہتا ہے جس کا کوئی مرشد نہ ہو اگر وہ کسی مرشد کو اپنا لے تو اس کی طبیعت کا پنجرہ ٹوٹ جاتا ہے۔

وسمعت سیدی محمد الشناوی رحمه الله یقول: الواجب علی المرید فی بدایة امره رفع صوته بالذکر فی الملأحتی یتحرق حجابه لان ذلک یجمع شتات قلبه۔ ثم اذا تمکن فی الذکر و أنس بالحق تعالیٰ دون الخلق فهناک لا یصح له مراعاة احد من المخلوقین دون الله تعالیٰ، ثم اذا اکثر من ترک الذکر برفع الصوت بحضرة الناس اصحاب الأنفس کالقاضی الجاهل بنفسه والمباشر حص علیہ السلام عنده خجل کأنه ارتکب معصیة فمثل هؤلاء یجب علیهم الذکر برفع الصوت حتی یخرج عن الکبر والله أعلم۔

میں نے اپنے آقا محمد الشناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: ابتدائی مرحلہ میں مرید پر مجلس میں بلند آواز سے ذکر کرنا واجب ہے حتیٰ کہ اس کا حجاب جل جائے کیونکہ یہ (بلند آواز سے ذکر) اس کے دل میں بکھرے ہوئے خیالات کو جمع کر دیتا ہے۔ پھر جب وہ ذکر پر قادر ہو جائے اور مخلوق کی بجائے خالق سے اُنس پیدا ہو جائے اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کسی ایک کی رعایت اس کے لئے درست نہیں پھر جب وہ بلند آواز سے ذکر کرنے کو ترک کر دے جیسے نفس کے پجاری لوگ کرتے ہیں مثلاً وہ قاضی جو اپنے نفس سے جاہل ہے تو اس وقت اسے شرمندگی ہو گی۔

گویا اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اس قسم کے لوگوں پر بلند آواز سے ذکر کرنا واجب ہے تا کہ وہ تکبر سے نکل جائیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن شأنه ان يتخذ له حجاباً بينه و بين اولاده و عياله كلما يذكر حتى لا يدخل احد عليه منهم الا بإذنه فيشوش عليه، و ربما زعق الذاكر فى وجه الداخل فيحصل له مرض او خرس كما وقع لسيدى تاج الدين الذاكر مع جارته؟ دخلت عليه وهو يذكر ففتح عينه و صاح فيها فتكسحت و صار يخدمها و يشيل القذر من تحتها حتى ماتت بعد سنين، و كان يعتذر اليها و يقول ما وقع لک لم يكن بخاطرى و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ ذکر کرے تو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال دے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی ابھی اس کے پاس نہ جائے تا کہ کوئی خلل پیدا نہ ہو۔

بعض اوقات ذاکر، آنے والے شخص کے منہ پر چیختا ہے تو وہ (آنے والا) بیمار ہو جاتا ہے یا وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ جس طرح سیدی تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذکر کر رہے تھے اور ان کی لونڈی داخل ہوئی تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اس پر چیخے تو وہ شل ہو گئی پس وہ اس کی خدمت کرتے اور اس کے نیچے سے گندگی اٹھاتے حتیٰ کہ وہ چند سالوں بعد مر گئی، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے معذرت کرتے ہوئے فرماتے: (ما وقع لک لم يكن بخاطرى) تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا میرے دل میں اس کا خیال بھی نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر جہر سے کسی کو اذیت نہ پہنچے

ومن شأنه ان لا يرفع صوته فى محل يتأذى احد به، من قارىء و مدرس و نحو ذلک، كأن يجلس يذكر الله تعالىٰ فى مثل جامع الأزهر فان الجامع انما يجلس الناس فيه الآن لطلب العلم و تلاوة القرآن و ذكر الله تعالىٰ عقب الصلوات فقط، و ربما أنكر عليه احد من المجاورين فمقت، و ربما قال له شخص لا تؤذينا بذكرک فيقع فى سوء الادب مع الله تعالىٰ فى منعه من ان

يقول لا إله إلا الله، و ربما رفع صوته بحضرة احد من المنكرين فاستهزأ قلبه بمخاصمته وانقطع عن الله عزوجل۔ وأثقل ماجاءعلی قلوب الغافلین ذکر رب العالمین فینبغی للذاکر ان یذکر اللہ تعالیٰ فی المساجد المھجورۃ فان فی تلک عدۃ مصالح۔ ومن قال من المجادلین انا احب ذکر اللہ و انما أتأذی برفع صوته امتحناہ و قلناہ له اجلس بنا نذکر اللہ تعالی ساعة بصوت خفی واترک درسک النحو مثلاً، فان استحلی ذلک کلما دعوته الیه فھو صادق فی محبة سماع ذکر اللہ و إلا فلا یخفی حاله، و أین ھذا القول من قول سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنه فی کلمة لا إله الا اللہ۔

تھذب أخلاق الندامی فیھتدی — بھا لسبیل العزم من لا له عزم

و یکرم من لا یعرف الجود کفه — و یحلم عند الغیظ من لا له حلم

و لو نضحوا امنھا ثری قبر میت — لعادت الیه الروح و انتعش الجسم

و لو قربوا من حانھا مقعداً أمشی — و تنطق من نجوی مدامتھا البکم

و فی سکرۃ منھا و لو عمر ساعة — تری الدھر عبداً طائعاً و لک الحکم

الی آخر ماقال و اللہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے ذکر نہ کرے جہاں کسی قاری یا مدرس یا کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے مثلاً وہ جامع (مسجد) ازھر میں بیٹھ کر ذکر کرے کیونکہ آج کل (مصنف کے دور میں) لوگ اس مسجد میں نمازوں کے بعد صرف طلبِ علم، تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں۔

بعض اوقات مجاوروں (مسجد کے نگرانوں اور خدام) میں سے کوئی ایک اعتراض کرتا ہے تو وہ اس سے نفرت کرتا ہے اور بعض اوقات کوئی شخص اس سے کہتا ہے کہ اپنے ذکر سے ہمیں اذیت نہ پہنچاؤ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے منع کرتا ہے۔

اور بعض اوقات وہ منکرین میں سے کسی ایک کی موجودگی میں آواز بلند کرتا ہے تو وہ اس کی مخالفت میں دل کے ساتھ مذاق اڑاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور غافل لوگوں کے دلوں پر سب سے زیادہ بوجھ رب العالمین کے ذکر کا ہوتا ہے لہٰذا ذاکر کو چاہئے کہ وہ ایسی مساجد میں ذکر کرے جو (نماز وغیرہ سے) چھوڑ دی گئی ہیں اس میں کئی فائدے ہیں۔

اگر جھگڑالو لوگوں میں سے کوئی شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو پسند کرتا ہوں لیکن مجھے اس کے آواز بلند کرنے سے اذیت پہنچتی ہے تو ہم اس کی آزمائش کریں گے اور اس سے کہیں گے ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ذکر خفی کرتے ہیں اس دوران تم نحو وغیرہ کے درس چھوڑ دو اگر وہ اس کو اچھا سمجھے جب بھی تم اسے دعوت دو، تو اس صورت میں وہ ذکر خداوند سننے کی محبت میں سچا ہو گا ورنہ اس کی حالت مخفی نہیں۔

لا الہ الا اللہ کے بارے میں سیدی عمر بن فارض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مقابلے میں اس قول کی کیا حیثیت ہے؟

وہ فرماتے ہیں:

تو اپنے ہم نشینوں کے اخلاق کو سنوارتا ہے تو اس عمل کی بدولت ایسا شخص عزم کی طرف رہنمائی پاتا ہے جو اس دولت سے مالامال نہیں تھا۔

اور ایسا شخص سخاوت کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کی ہتھیلی دینا نہیں جانتی تھی اور غصے کے وقت ایسا شخص حلم سے آراستہ ہو جاتا ہے جو حلم کی دولت سے محروم تھا۔

اگر (تیرے) وہ ہم نشیں اخلاق کے پانی سے کسی قبر کی مٹی کو گیلا کریں تو مردہ جسم میں روح واپس آجائے اور جسم تر و تازہ ہو جائے۔

اور اگر وہ اس میخانے سے کسی اپاہج کو قریب کریں تو وہ چل پڑے اور ایسا شخص سرگوشی کرتے ہوئے بول پڑے جو پیدائشی طور پر گونگا تھا۔

اور اگر تمھیں ان (اخلاق) کی حلاوت ایک لمحہ بھی نصیب ہو جائے تو تم لوگوں کو یوں اپنا اطاعت گزار غلام پاؤ گے کہ تمہارا ہی حکم نافذ العمل ہو گا۔ الی آخر ما قال و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی خاص مجلس سے دور رہے

ومن شأنه ان لا يجلس ابداً في مجلس شيخه الخاص بأبناء الدنيا فان المريد ليس له في ذلک منفعة، بخلاف الشيخ فانه مأمور بالاقبال على الناس كلهم قبول رحمة و شفقة، و تعليم و تأديب۔ فلا ينبغي للمريد ان يتأثر من شيخه اذا زجره عن الجلوس مع هؤلاء لأنه إنما زجره خوفاً عليه ان يسرق طبعه من طباعهم فيتلف و يتعب شيخه فى معالجته۔ وليحذر المريد من اعتراضه على الشيخ فى مجالسته لابناء الدنيا فان ذلک انما هو تأليف لهم ليصرفهم عن محبة الدنيا بالمسارقة شيئاً فيشئاً اذ المشايخ انما شغلهم بالأعوج ليقيموه، واما المستقيم المنقاد فهم في راحة منه۔ فاعلم ان كل مريد جلس مع شيخه في مجلس ابناء الدنيا فقد اساء الادب و الله أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اس مجلس میں کبھی بھی نہ بیٹھے جو دنیا داروں کے لئے خاص ہے کیونکہ اس میں مرید کا کوئی نفع نہیں بخلاف شیخ کے کیونکہ اسے تمام لوگوں کی طرف رحمت و شفقت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے قبول کر کے ان کی طرف توجہ کا حکم دیا گیا ہے۔

پس مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے شیخ کی بات کو محسوس کرے جب وہ اسے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکے کیونکہ اس نے اس ڈر سے روکا ہے کہ کہیں غیر شعوری طور پر اس کی طبیعت ان کی طبیعتوں سے کچھ حاصل نہ کر لے پس وہ ضائع ہو جائے گا اور اس کے علاج کے لئے اس

کے مرشد کو مشقت برداشت کرنا پڑے گی اور مرید کو دنیا داروں کے ساتھ مرشد کی مجلس پر اعتراض کرنے سے بچنا چاہئے کیونکہ وہ ان کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہے کیونکہ وہ آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر ان کو دنیا کی محبت سے پھیرنا چاہتا ہے کیونکہ مشائخ ٹیڑھے لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور جو شخص سیدھے راستے پر ہے اور اطاعت گزار ہے وہ اس سے راحت میں ہوتی ہیں۔

پس تم جان لو کہ جو مرید اپنے شیخ کے ساتھ دنیاداروں کی مجلس میں بیٹھا ہے وہ بے ادب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

بغیر اجازتِ مرشد دیگر مشائخ سے ملاقات نہ کرے

ومن شأنه ان لا يزور احداً من أشياخ العصر الا باذن شيخه صريحاً او تعريضاً ولو كان ذلک المزور من اكبر اصدقاء شيخه۔ فان من شرط المريد ان لا يكون له الا شيخ واحد كما تقدم تقريره فی أوائل الباب۔ و إذا كان المريد لا يرى ان شيخه يكفيه عن غيره فقد اتخذه شيخاً۔ حب الرئاسة على أقرانهم بل الواجب حملهم على احسن المحامل، و بأنهم ما قصدوا بمنع المريد من زيارة غيرهم الا خوفاً عليه من تزلزل اعتقاده فيهم فلا يفلح على يد هذا و لا على يد هذا۔

مرید کی شان (ذمہ داری) سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے دور کے مشائخ سے ملاقات نہ کرے جب تک اس کا مرشد صراحتًا یا اشارتًا اسے اجازت نہ دے اگرچہ وہ بزرگ جن سے ملاقات کر رہا ہے اس کے مرشد کے دوستوں میں سے بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مرید کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا صرف ایک مرشد ہو جس طرح ابتدائی صفحات میں اس کا بیان گزر چکا ہے اور جب مرید اپنے شیخ کو کافی نہ سمجھے تو دوسرے مرشد کو اپنا مرشد بنا سکتا ہے۔

اور جب مشائخ اپنے مریدین کو دوسرے مشائخ کے پاس جانے اور دیگر برادران طریقت پر اپنی سرداری قائم کرنے سے منع کریں تو ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں بلکہ (ان کے منع کرنے کو) اچھے معنی پر محمول کرنا چاہئے اور یہ (خیال کرے) کہ انہوں نے مرید کو دوسرے مشائخ کی زیارت سے صرف اس لئے منع کیا کہ انہیں ان (مریدین) کے اعتقاد میں پھسلنے کا ڈر ہے لہٰذا وہ نہ تو اس کے ہاتھ پر کامیابی حاصل کر سکے گا اور نہ اس کے ذریعے کامیاب ہو گا۔

قال الشیخ محیی الدین بن العربی رحمہ اللہ: وکم فسد من الزیارۃ مریدون ثم فارقوا مشایخھم و صاروا علیھم و علی جماعتھم، و یقولون لمن سألھم عن سبب فراقھم لو رأینا منھم خیراً ما فارقناھم و ما کل مایعلم یقال، و ھناک یھلکون بالکلیۃ لا سیما ان اجتمعوا بعد مفارقتھم لشیخھم علی من ینکر علیہ فانہ یزیدھم منہ نفرۃ و تنقیصاً، ولکن اذا اراد الحق تعالیٰ رد ذلک المرید الی الخیر و ألھمہ رشدہ جمعہ علی من یعتقد فی شیخہ فیحسن اعتقادہ فیہ حتی یندم علی فراقہ و یطلب الرجوع الیہ، ثم اذا رجع وجب علی الشیخ قبولہ اذا شھد لہ قلبہ بالصدق، و الا فلا ینبغی لہ قبولہ لئلا یتلف بقیۃ الفقراء، و بالجملۃ فلا یکمل ادب مرید مع شیخہ الا بعد اشارفہ علی مقام الشیخ و معرفتہ بکمالہ و إلا فمن لازمہ الاخلال بحقہ و ذلک لانہ لا یشھد من الشیخ إلا مقامہ ھو فکل نقص رآہ فی الشیخ فانما ھو حال ذلک المرید و ھو لا یشعر اذالشیخ مرآتہ کما تقدم تقریرہ مراراً فی ھذا الاباب۔ فلو قدر ان المرید کمل أدبہ مع الشیخ لأوصلہ الی حضرۃ ربہ فی لحظۃ و اللہ تعالیٰ أعلم۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کتنے ہی مرید (دوسرے مشائخ کی) ملاقات کی وجہ سے خراب ہو گئے پھر جب اپنے مشائخ سے جدا ہوئے تو ان مشائخ اور ان کی جماعت کے خلاف ہو گئے اور جب کوئی ان سے الگ ہونے کی وجہ پوچھتا تو جواب دیتے اگر ہم ان سے بھلائی دیکھتے تو ان سے جدا نہ ہوتے اور ہر معلوم شدہ بات کہی نہیں جاتی (یعنی بتانا ضروری نہیں)۔

اس وقت وہ مکمل طور پر تباہ ہو جاتے ہیں خصوصًا جب اپنے مرشد سے جدائی کے بعد ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جو ان (کے مرشد) پر اعتراض کرتے ہیں تو اس سے ان کی نفرت اور تنقیص بڑھ جاتی ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ اس مرید کو بھلائی کی طرف لوٹانا چاہتا ہے اور اسے اس کی ہدایت کا الہام کرتا ہے تو وہ اسے اس شخص کے پاس لے جاتا ہے جو اس کے مرشد کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتا ہے پس اس کے بارے میں اس کا عقیدہ درست ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی جدائی پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

پھر جب وہ رجوع کرلے تو شیخ پر لازم ہے کہ وہ اسے قبول کرے جب اس کا دل اس (مرید) کی صداقت کی گواہی دے ورنہ اسے قبول کرنا مناسب نہیں تاکہ باقی فقراء ضائع نہ ہو جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ ادب اس وقت کامل ہوتا ہے جب وہ اپنے شیخ کے مقام کو دیکھ لے اور اس کی معرفت کامل طور پر حاصل کرلے ورنہ اس سے اس کے حق میں خلل لازم آئے گا۔

کیونکہ وہ اپنے مرشد سے اس کے مقام کی ہی گواہی دیتا ہے لہٰذا وہ مرشد میں جو نقص دیکھتا ہے وہ مرید کا اپنا حال ہوتا ہے جبکہ اسے اس کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ مرشد اس کا آئینہ ہوتا ہے جس طرح پہلے اسی باب میں بارہا ذکر ہو چکا ہے اگر مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ ادب کامل ہو تو وہ ایک لحظہ میں اسے اپنے رب کے حضور پہنچا دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کو گھر کھانا کھانے کا اصرار نہ کرے

ومن شأنه ان یعغم شیخه کل التعظیم ولا یطلب منه ان یأتی الی منزله او یأکل من طعامه، وفی کلام الإمام الشافعی رضی الله عنه: وهان علیک من احتاج الیک۔ و قال بعض العلماء فی معنی قوله تعالیٰ "ادع الی سبیل ربک بالحکمة" قال هی الاستغناء عن المدعوین فان الداعی اذا کان محتاجاً الی مال المریدین هان فی عیون المدعوین فلایؤثر کلامه فیهم عادة والله أعلم۔

مرید کی شان سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کی کامل طور تعظیم کرے اور اس سے اس بات کا مطالبہ نہ کرے کہ وہ اس کے گھر میں آئے یا اس کا کھانا کھائے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں ہے، (فرماتے ہیں):

وهان علیک من احتاج الیک۔

جو تیرا محتاج ہوگا وہ تیرے نزدیک حقیر ہوگا (یعنی اس کی عزت نہ ہوگی)۔

بعض علماء کرام نے ارشاد خداوندی: (ادع الی سبیل ربّک بالحکمة) (اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دو۔) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن کو وہ دعوت دے رہا ہے ان سے بے نیاز رہے کیونکہ جب (دین کا) داعی مریدین کے مال کا محتاج ہوگا تو وہ ان لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوگا جن کو دعوت دے رہا ہے اس لئے عام طور پر اس کا کلام ان میں موئثر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی استعمال شدہ چیزوں سے بچے

ومن شأنه ان لایلبس لشیخه ثوباً ولا نعلاً ولا یجلس له علی فراش ولا یسبّح علی سبحته لا فی غیبته ولا فی حضوره، الا ان اذن له فی ذلک۔ و قد لبس بعض المنشدین فی مجالس الفقراء جوخة سیدی محمد الحنفی الشاذلی بغیر اذنه و کانت موضوعة علی الحبل فنظر

الیه سیدی محمد نظرة فمشی بها ولم یلتفت الیه فحصل له تمزیق من ذلک الیوم و صار یفعل المحرمات، و کان لعیه قبول عظیم فی مصر فلم یصر قلب ینظر الیه بمحبة ولا ود۔ هذا شیء عایناه وما رأینا احداً سلک الادب فعطبه احد أبداً۔ قال الأشیاخ ولا ینبغی للمرید اذا وهبه شیخه ثوباًاو نعلاًأو قلنسوةاو سواکاًان یبغی به بدلاً فربمایکون الشیخ طوی للمرید فیه شیئاً من اخلاق الرجال کما طوی ﷺ الرداء لابی هریرة رضی الله عنه۔ و کان کثیر النسیان۔قال ابو هریرة فمانسیت شیئاًبعد ذلک مماسمعته أو رأیته۔ و بلغنا ان لاجنید وهب الشبلی سواکاًفأعطوه فی ذلک مائة دینار فأبی۔قلت و مما وقع لی انی وهبت الشیخ شرف الدین الواسطی بمکة جبة تجاه الحجر الاسود فاعطوه فیها ثلاثین دیناراً ذهباً فأبی، و کذلک خلعت علی الشیخ تقی الدین ابن المقتول ثوب صوف اخضر تجاه وجهه ﷺ فأعطوه فیه خمسون دیناراًفأبی والله أعلم۔

مرید کے آداب میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے کپڑے اور جوتا نہ پہنے اس کے بچھونے پر نہ بیٹھے اور نہ ہی اس کے مصلی پر نماز پڑھے اس کی عدم موجودگی میں بھی اور موجودگی میں بھی مگر یہ کہ وہ اسے اس کام کی اجازت دے۔

کسی شہرت پسند نے فقراء کی مجلس میں سیدی محمد حنفی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چغہ پہنا اور وہ اسی کے اوپر تھا۔ سیدی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طرف ایک نظر کی تو وہ اسے لے کر چلا گیا اور ان کی طرف توجہ نہ کی اس دن سے وہ تباہی کی طرف چلا گیا اور حرام کام کرنے لگا وہ مصر میں بہت مقبول تھا لیکن کسی دل میں اس کی طرف محبت اور دوستی کی نظر نہ رہی۔

یہ وہ بات ہے جس کا ہم نے معائنہ کیا اور ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے ادب کیا ہو اور کوئی کبھی اس پر غضب ناک ہوا ہو۔

مرید کے لئے مناسب نہیں کہ جب اس کا شیخ اسے کوئی کپڑا یا جوتا، ٹوپی، مسواک دے تو وہ اس کو تبدیل کر دے بعض اوقات مرشد نے اس میں مرید کے لئے صوفیاء کے اخلاق میں سے کوئی چیز لپیٹ رکھی ہوتی ہے۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے چادر کو لپیٹا اور آپ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت بھولتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فما نسيت شيئا بعد ذالک مما سمعته و رأيته۔

اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا جو کچھ میں نے سنا یا دیکھا۔

منقول ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک مسواک عطا فرمائی لوگوں نے اس کے بدلے میں ایک سو دینار دینا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

میں (مصنف) کہتا ہوں مجھے جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ کہ میں نے "شیخ مشرف الدین واسطی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مکہ مکرمہ میں حجر اسود کے سامنے ایک جبہ دیا۔ لوگوں نے اسے تیس دینار میں لینا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

اسی طرح میں نے "شیخ تقی الدین ابن المقتول" (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو رسول اکرم ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے سبز رنگ کا اونی کپڑا دیا تو انہوں نے ان کو پچاس درہم دے کر لینا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے جوتے کا ادب

و سمعت شیخنا شیخ الاسلام زکریا یقول: اذا وھب الشیخ للمرید قمیصاً او نعلاً فینبغی لہ ان یوفرہ فلا یعصی اللہ فی ذلک الثوب و لا یمشی بذلک النعل الی موضع معصیۃ، و لیجتھد ان یکون علی أخلاق شیخہ من الحیاء و الکرم و الزھد فی الدنیا و ترک المعاصی جملۃ تعظیماً لملبوس شیخہ۔ قال: و ھکذا درج المریدون الصادقون مع اشیاخھم۔

میں نے سب کے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جب مرشد مرید کو قمیص یا جوتا ہبہ کرے تو اسے اس کی تعظیم کرنی چاہیئے وہ اس کپڑے میں کوئی گناہ نہ کرے اور نہ ہی اس جوتے میں گناہ کے مقام کی طرف جائے اور اسے چاہیئے کہ اپنے شیخ کے اخلاق یعنی حیاء، کرم، دنیا سے بے رغبتی (زُہد) اور تمام گناہوں سے اجتناب کی راہ اختیار کرے۔ یہ شیخ کے لباس کی تعظیم ہے فرماتے ہیں سچے مرید اسی طرح اپنے مشائخ کے ساتھ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔

و سمعت سیدی علی الخواص رحمہ اللہ یقول: من ادب المرید اذا زار شیخہ و وقع بصرہ علیہ ان ینزع نعلہ و یمشی حافیاً إلا ان یکون فی الارض نجاسۃ او شیء من المؤذیات انتھی۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے شیخ سے ملاقات کے لئے جائے اور اس پر اس کی نگاہ پڑے تو وہ جوتا اتار کر ننگے پاؤں جائے مگر یہ کہ زمین پر نجاست ہو یا کوئی ایذا رساں چیز ہو۔

و قد فعلت أنا ذلک کثیراً مع سیدی ابی الفضل شیخ بیت بنی الوفا و مع سیدی علی الخواص رضی اللہ عنھما و اللہ أعلم۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں نے اپنے آقا ابو الفضل شیخ بیت بنی الوفا اور سید علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ساتھ اکثر اسی طرح کا معاملہ کیا۔

ومن شأنه ان لا يطعن فی من ولاه شيخه نائباً عنه فی أمر دين أو دنيا لتدريس علم و وعظ و نظر وقف او جباية مال او نقيباً، و نحو ذلک۔ فمن اعترض علی شيخه فی ذلک فکأنه ينادی بأعلی صوته علی رؤوس الأشهاد ألا اشهدوا علی اننتی نقضت عهد شيخی فلاناً و رجعت عن طريق القوم، و ذلک لانه کان بايعه علی السمع و الطاعة فی کل ما يأمره به و ينهاه عنه، و ان يحمل افعاله علی احسن المحامل لکونه اعرف منه بأمور الدنيا و الآخرة۔ فاعلم ان من اعترض علی شيخه بشیء من أفعال شيخه و لو سراً او جادل فی الوقف او النقيب الذی اقامه، فقد نقض العهد الذی کان عاهد شيخه عليه، و خرج عن العهد و الطاعة و الواجب علی الشيخ تأديبه و زجره أو اخراجه من الزاوية، و کأنه يری شيخه ضعيف العقل و هو أتم نظراً من شيخه، فانه لو يعتقد ان شيخه أتم نظراً منه لما اعترض عليه بقلبه ابداً۔ ثم ان هذا الامر لا يقع عليه قط من صادق و انما ممن دخل علی الشيخ بالتلبيس و لذلک نقض عليه فی المستقبل بسوء الأدب۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس شخص پر طعن نہ کرے جسے اس کے مرشد نے کسی دینی یا دنیوی معاملے میں یا علم کی تدریس یا وعظ یا وقف کی نگرانی یا مال خرچ کرنے کے لئے یا بطور نقیب اپنا نائب مقرر کیا ہو یا اس کے علاوہ کوئی ذمہ داری سونپی ہو۔

پس جو شخص اس سلسلے میں اپنے مرشد پر اعتراض کرتا ہے گویا وہ بآواز بلند لوگوں کے سامنے اعلان کرتا ہے کہ سنو! اور گواہ ہو جاؤ میں نے اپنے فلاں مرشد سے کیا ہوا عہد توڑ دیا ہے اور میں نے صوفیاء کے طریقے سے رجوع کر لیا ہے۔

یہ اس لئے کہ اس نے اس کی بیعت (اس کی ہر بات) سننے اور ماننے پر کی ہے جس کا وہ اسے حکم دے یا اس سے روکے۔ نیز یہ کہ وہ اس کے افعال کو اچھے معنیٰ پر محمول کرے گا کیونکہ وہ مرشد دنیا اور آخرت کے امور کو اس (مرید) کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہے۔

جان لو! جو شخص اپنے مرشد کے کسی عمل پر اعتراض کرتا ہے چاہے پوشیدہ طور پر ہو یا وقف یا نقیب کے سلسلے میں جس کو اس نے مقرر کیا ہے، جھگڑتا ہے تو وہ اس عہد کو توڑتا ہے جو مرشد نے اس سے لیا ہے اور وہ عہد اور اطاعت سے نکل جاتا ہے اور مرشد پر لازم ہے کہ وہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اور درگاہ سے نکال دے۔

اور گویا اس (مرید) نے اپنے شیخ کو کمزور عقل والا اور اپنے آپ کو مرشد کے مقابلے میں زیادہ عقلمند خیال کیا ہے کیونکہ اگر اس کا اعتقاد یہ ہوتا کہ اس کا مرشد اس سے زیادہ عقلمند ہے تو وہ کبھی دل سے بھی اعتراض نہ کرتا۔

پھر مرشد کے ساتھ یہ معاملہ کوئی سچا مرید نہیں کرتا ہے بلکہ جو مرشد کے پاس دھوکے سے داخل ہوا اسی وجہ سے مستقبل میں اس نے بے ادبی کے ذریعے اس عہد کو توڑا۔

مرشد کے بارے عقیدہ کیا رکھے؟

وسمعت سیدی علی المرصفی رضی اللّیه عنه یقول: مالم یعتقد المرید فی شیخه انه یقدر بعون اللہ علی تدبیر المملکة کلها والا فهو ناقص الاعتقاد وجاهل بالشیخ۔ ثم ان الشیخ لا التفات له الی الدنیا لا قباله علی حضرة ربه عزوجل، فیولیه حینئذ الحق تبارک وتعالیٰ، واذا کان الحق ولیه قصم کل من خان ولیه من نائب او جابٍ او مستحق داس علیه فی أمر تحت نظر وولایته ویأخذ للشیخ والفقراء حقوقهم منه، إما بمرض لا شفاء له منه حتی یموت وإما بفقر أو کشف حال، وإما بالعقوبة یوم القیامة انتهی۔

میں نے سید علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: ”جب تک مرید اپنے مرشد کے بارے میں یہ اعتقاد نہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تمام مملکت کی تدبیر پر قادر ہے تو اس (مرید) کا عقیدہ ناقص ہے اور وہ اپنے مرشد کے بارے میں جاہل ہے“۔

پھر شیخ کی توجہ دنیا کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ وہ بارگاہ خداوندی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ولی (نگران) ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کا ولی ہوتا ہے تو وہ ہر اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے جو اس کے ولی سے خیانت کرتا ہے وہ نائب ہو، ٹیکس لینے والا ہو، وہ سرکاری کارندہ ہو یا کوئی بھی بااثر فرد ہو اور اللہ تعالیٰ اس شیخ اور ان فقراء کے لئے ان کے حقوق اس سے لیتا ہے یا اسے ایسی بیماری میں مبتلا کرتا ہے جس سے مرتے دم تک شفاء حاصل نہیں ہوتی یا اسے محتاج کر دیتا ہے یا اس کا حال ظاہر کر دیتا ہے یا قیامت تک اسے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

و بالجملة فلو كانت وجوه المريدين مقبلة على حضرة ربهم لاحترموا كل من قدمه شيخه عليهم، ولكن للأشياخ أسوة برسول الله ﷺ حين طعنوا فى توليته لأسامة بن زيد لكونه من الموالى فقال رسول اللّٰه ﷺ ان أسامة لحقيق بالمارة و إن أباه من قبله كان حقيقاً بها، ثم إنه ﷺ خطب الناس و قال أيها الناس اسمعوا و أطيعوا يعنى لأمرائكم و ان تأمر عليكم عبد حبشى۔۔۔ الحديث، كل ذلك أدب مع الله تعالىٰ الذى ولاه و قسم له الولاية۔ ثم لا يخفى عليك يا أخى ان هذا الاعتراض المذكور على الشيخ لا يقع من المريدين الصآدقين فى محبته أبداً، انما يقع من اهل الجفا و البعد۔ ولم يبلغنا عن أحد من خواص اصحاب رسول الله ﷺ انه اعترض على رسول الله ﷺ بظاهره ولا بباطنه مطلقاً، و قد قال تعالى: (فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً) و الأشياخ ورثته ﷺ فى مقام الادب معهم وان تفاوت المقام۔ فاياكم ايها المريدون و الاعتراض على الشيخ ولو بقلوبكم، فان ذلك يكدر قلب شيخكم ويوقف عنكم حصول الأمداد كما جربناه مع أشياخنا والله أعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مریدین کے چہرے اپنے رب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ ہر اس شخص کی عزت کریں جس کو مرشد نے ان پر مقدم کیا ہے لیکن مشائخ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہوتی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو

امیر مقرر کیا اور ان کے غلام ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اعتراض کیا تو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

ان اسامة لحقيق بالامارة و ان اباه من قبله كان حقيقا بها۔

اسامہ امیر بننے کے مستحق ہیں اور ان سے پہلے ان کے والد اس کے حق دار تھے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ايّها الناس اسمعوا و اطيعوا يعني لامرائكم و ان تامر عليكم عبد حبشي۔

"اے لوگو! سنو! اور مانو۔ یعنی اپنے امراء کی بات (سنو اور مانو) اگرچہ کوئی حبشی غلام تمہارا امیر مقرر ہو۔"

اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا ادب ہے جس نے اسے حکمران بنایا اور اس کے لئے حکمرانی مقرر کی۔

پھر اے بھائی! تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہئے کہ مرشد پر یہ مذکورہ اعتراض ان مریدین کی طرف سے کبھی بھی نہیں ہوتا جو اس کی محبت میں سچے ہوتے ہیں یہ ان کی طرف سے ہوتا ہے جو ظالم اور دوری کا شکار ہوتے ہیں۔

اور ہمیں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی سے یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے ظاہری اور باطنی طور پر مطلقًا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اعتراض کیا ہو اور ارشاد خداوندی ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء ۶۵)

”تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔“

اور مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مقام ادب میں نبی اکرم ﷺ کے وارث ہیں اگرچہ (آپ ﷺ کے اور ان کے) مقام میں تفاوت ہے۔ پس اے مریدین! اپنے مرشد پر اعتراض کرنے سے بچو اگرچہ دل کے ساتھ ہی ہو اس سے تمہارے مرشد کا دل میلا ہو گا اور تم سے اوراد کا حصول رُک جائے گا جس طرح ہم نے اپنے مشائخ کے ساتھ تجربہ کیا ہے۔

مرشد کے عیب پر عدم آگاہی کی دعا کرے

ومن شأنه ان لا یغفل عن الدعاء بأن اللہ تعالیٰ لا یوقعه علی شیء من عیوب شیخه بتقدیر جهودها، فان ظهور عیب الشیخ للمرید یکون سبباً لنفرته عن شیخه، ثم لا یقع ذلک إلا لمرید أشقاه اللہ ولم یرد له الکمال، وقلیل من المریدین من یثبت فی صحبة شیخه بعد أن رأی له منه شیئاً من النقائص۔

مرید کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ اس دعا سے غافل نہ رہے کہ جس قدر ممکن ہو اللہ تعالیٰ اسے اس کے مرشد کے عیب پر مطلع نہ کرے کیونکہ مرید کے لئے مرشد کے عیب کا ظہور مرشد سے اس کی نفرت کا سبب ہوتا ہے پھر یہ بات صرف اس مرید کے لئے واقع ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بد بختی کا شکار بنایا اور اس کے لئے کمال کا ارادہ نہیں کیا اور ایسے مرید بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے مرشد میں کوئی خرابی دیکھنے کے بعد اس کی صحبت میں ثابت قدم رہیں۔

وکان الشیخ محیی الدین النووی یقول: ما خرجت قط لأحد من مشایخی فی الطریق الا تصدقت عنه فی الطریق و قلت اللھم استر عنی عیب معلمی، و یقول: من سلک ذلک مع شیخه نال برکته و اللہ أعلم۔

حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"میں طریقت میں اپنے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی ایک کے لئے نہیں نکلا مگر میں نے طریقت میں اس کے لئے سچائی اختیار کی اور کہا:

اللھم استر عنّی عیب معلّمی۔

یااللہ! میرے معلم کے عیب مجھ سے چھپادے۔

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:"جو شخص اپنے مرشد کے ساتھ اس راستے پر چلتا ہے وہ اس کی برکت کو حاصل کرلیتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

آخری عمر میں صحبتِ مرشد لازم اختیار کرے

ومن شأنه ان یستغنم صحبة شیخه اذا تعدی العمر الغالب و أشرف شیخه علی معترک المنایا، فان ذلک وقت الثمرة فیعطی الشیخ ثمرة جمیع مجاھداته طول عمره او آخره و یعطی جوامع الکلم فی الطریق، فیا سعادة من لازمه أواخر عمره و زاد فی خدمته، فانه یمنحه ثمرة جمیع مجاھداته بلا تعب و لا نصب، فیساوی شیخه فی مقام العلم و یصیر لشیخه علیه حکم الافاضة لا غیر و اللہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کی صحبت کو غنیمت جانے جب اس کی زیادہ عمر گزر جائے اور موت کا وقت قریب آ جائے کیونکہ یہ پھل حاصل کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ پس مرشد اپنی زندگی کے تمام مجاہدات کا پھل اسے دیتا ہے۔ نیز طریقت میں جامع کلمات عطا کرتا ہے۔

پس اس شخص کی کیا ہی خوش بختی ہے جو مرشد کی آخری عمر میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتا ہے کیونکہ وہ کسی مشقت اور تھکاوٹ کے بغیر اپنے تمام مجاہدات کا پھل اسے عطا کرتا ہے پس وہ مقام علم میں شیخ کے مساوی ہو جاتا ہے اور شیخ کے لئے اس پر عطائے فیض کا حکم لگتا ہے اس کے علاوہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کو اپنے پاس بلانے کی بجائے خود حاضری دے

ومن شأنه ان لا یکلف شیخه قط المشی الیه لیسلم علیه من سفر أو یعوده من مرض أو یعزیه فی موت أحد، بل یذهب هو الی شیخه فیسلم علیه او یعزیه، ومتی تغیر قلبه عن شیخه إذا لم یأته فقد أساء الادب معه فیجب علیه تجدیدا العهد، وقد وقع مثل ذلک لشخص من أکابر مریدی سیدی علی المرصفی فطلب من الشیخ ان یأتی الی بیته فیسلم علیه لما جاء من الحج فلم ینفق ذلک، فهجر شیخه فانقطعت عنه الامداد الی ان مات واللہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ کبھی بھی مرشد کو اس بات کی تکلیف نہ دے کہ وہ سفر سے واپس آیا ہے لہٰذا وہ اسے سلام کرے یا بیماری کی وجہ سے عیادت کرے یا کسی کی موت پر تعزیت کرے بلکہ وہ خود اپنے شیخ کے پاس جائے اور اسے سلام کرے یا تعزیت کرے۔

اور جب مرشد کے اس کے پاس نہ جانے کی وجہ سے مرشد کے بارے میں دل میں کوئی تبدیلی آجائے تو یہ اس کے ساتھ بے ادبی ہے لہٰذا اس پر تجدید عہد لازم ہے۔

سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکابر مریدین میں سے ایک کے لئے اس قسم کا واقعہ ہوا اس نے اپنے مرشد سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے گھر میں آئیں اور اسے سلام کریں۔ جب وہ حج سے آیا لیکن وہ نہ جاسکے تو اس نے اپنے مرشد کو چھوڑ دیا چنانچہ اس سے امداد منقطع ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے ماضی کے بارے کلام نہ کرے

ومن شأنه ان یجهد فی ان یکون مع شیخه باادب باطناً کما هو معه ظاهراً فلا یتکلم قط فی حق شیخه من قدامه بکلمة یستحی ان یواجهه بها۔ فان ذلک من اکبر خیانة یقع فیها المرید، وذلک کأن یتحدث مع احد من الناس ویقول یا تری هل شیخی یجامع کل لیلة, أو تری هل کان شیخی یقع فی المعاصی قبل دخوله مثل ما یقع لنا، ام لا، وهل کان یرائی وینافق ویحب الدنیا ام لا، فان ذلک کله فضول ولا ثمرة له إلا فتح باب الاستهانة بمقام الشیخ لا غیره، فیجب علی المرید ان ینظر الی شیخه بالتعظیم فلا یصور فی ذهنه حالة نقص عند الشیخ أبداً لا فی الماضی ولا فی المستقبل، لان الفقیر ابن وقته۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ باطنی طور پر بھی شیخ کا ادب کرے جس طرح ظاہر میں کرتا ہے پس اپنے شیخ کے حق میں کبھی بھی آنے والے شخص سے ایسی گفتگو نہ کرے جس کی وجہ سے مرشد کا سامنا کرنے سے شرم آئے۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے جس میں مرید پڑ جاتا ہے یہ اس طرح کہ مثلاً کسی شخص سے گفتگو کرتے ہوئے کہے اے شخص! تمہارا کیا خیال ہے میرا مرشد ہر رات جماع کرتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے میرا مرشد طریقت میں داخل ہونے سے پہلے گناہ کیا کرتا تھا؟ جس طرح ہم سے گناہ ہوتے تھے یا ایسا نہیں تھا اور کیا وہ ریاکاری کرتا اور منافقت کرتا تھا اور دنیا سے محبت کرتا تھا یا نہیں؟

یہ تمام فضول باتیں ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ مرشد کی توہین کا دروازہ کھولنا ہے۔

پس مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے مرشد کی طرف تعظیم کے ساتھ دیکھے اور اس کے ذہن میں کبھی بھی ایسی بات کا تصور نہیں آنا چاہیئے جو مرشد کے نزدیک عیب ہو نہ ماضی کے بارے میں نہ مستقبل کے بارے میں کیونکہ فقیر ان وقت ہوتا ہے (یعنی اس کا تعلق زمانہ حال سے ہوتا ہے)۔

وسمعت اخی افضل الدین رحمه الله تعالیٰ یقول: کیف یصح التعبیر عن شیء من صفات القلوب وهی بیدالله تعالیٰ یقلبها کیف یشاء، فربما شرع الانسان یتکلم فی تجریح احد فینقلب من النقص الی الکمال قبل ان ینقضی کلامه، فیقع التجریح علی حالة ماضیة لا یصح وصفه بها الآن، انتهی والله أعلم۔

میں نے اپنے (روحانی) بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: دل کی صفات میں سے کسی بات کی تعبیر کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ اسے جس طرح چاہے بدلتا ہے۔

بعض اوقات کوئی شخص کسی ایک کی برائی بیان کرنا شروع کرتا ہے تو اس کا کلام مکمل ہونے سے پہلے وہ شخص خرابی سے کمال کی طرف پلٹ جاتا ہے تو برائی کا بیان گزشتہ حالت پر واقع ہوتا ہے جس کا وصف اس وقت بیان کرنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے سامنے باادب بیٹھے

ومن شأنه ان لا یجلس بین یدی شیخه إلا وهو مستوقن کما یجلس العبد بین یدی السلطان، ولیحذر کل الحذر من الاکثار من مجالسة الشیخ فان کثرة مجالسته تذهب هیبته عند غالب المریدین کما یذهب حرمة الکعبة لأهل مکة ولمن جاورها، فأین بکاؤه عند رؤیتها من جمود عینیه أیام المجاورة، والقاعدة ان کل شیئ کثرت مشاهدته هان فی العیون، والشیخ هو کعبة المرید التی یتوجه الیها فی سائر مهماته فافهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے سامنے با ادب بیٹھے جس طرح غلام، بادشاہ کے سامنے بیٹھتا ہے اور مرشد کی مجلس میں کثرت کے ساتھ جانے سے پرہیز کرے کیونکہ اس کی کثرت سے عام مریدین کی نگاہ میں اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے جس طرح اہل مکہ اور کعبۃ اللہ کے پڑوس میں رہنے والوں سے کعبۃ اللہ کی عزت چلی جاتی ہے۔

وہ اس کو دیکھ کر کہاں روتے ہیں کیونکہ اس کے پڑوس میں رہنے کے دنوں میں ان کی آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں اور قاعدہ یہ ہے:

انّ کل شیء کثرت مشاهدته هان فی العیون۔

جس چیز کا مشاہدہ زیادہ ہوتا ہے وہ نگاہوں میں بے قدر ہو جاتی ہے۔

اور مرشد، مرید کا کعبہ ہوتا ہے وہ اپنے تمام کاموں میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

ومن هذا الذی قررناه حرم غالب نقباء الأشیاخ و اولادهم و نساؤهم برکتهم لکثرة مشاهدتهم له و ادلالهم علیه و اللّٰہ أعلم۔

اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا ہے عام طور پر مشائخ کے خدام، اولاد اور ان کی بیویاں ان کی برکت سے محروم ہوتی ہیں کیونکہ یہ لوگ ان کو زیادہ دیکھتے اور ان پر جرأت کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی طرف پیٹھ نہ کرے

ومن شأنه انه اذا کان جالساً عند شیخ فی وقت درس او غیره و قام فمن الادب ان لا یولیه ظهره حتی یبعد أو یتواری عنه بجدار و نحوه، و کل من لم یتأدب مع شیخه لا یشم من الادب رائحة، لان الشیخ هو الذی یدخل المرید من بابه الی حضرة ربه عز و جل، و للیس له باب غیره، و من لم یکن له واسطة فی ابواب الملوک لا یمکنه الدخول و اللّٰہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ درس وغیرہ کے وقت اپنے مرشد کے پاس بیٹھا ہو اور اٹھ جائے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کرے حتیٰ کہ دور چلا جائے یا دیوار وغیرہ کے ذریعے اس سے چھپ جائے۔

اور جو شخص اپنے مرشد کا ادب نہیں کرتا وہ ادب کی بُو بھی نہیں سونگھتا کیونکہ مرشد ہی وہ شخصیت ہے جو مرید کو اپنے دروازے سے بارگاہ ربوبیت میں داخل کرتا ہے اور اس کے لئے کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے۔

اور جس شخص کے لئے بادشاہوں کے دروازوں میں واسطہ نہ ہو اس کے لئے داخل ہونا ممکن نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کو جواب دینے پر مجبور نہ کرے

ومن شأنه ان لا يلزم شيخه بالباطن الجواب عن مسألة سألها اياه، او حكاية حكاها له، او واقعة له بل يذكر حاجته و يسكت، فان اجابه شيخه فذاک، و إلا فليعرض بقلبه عن طلب الجواب لئلا يصير شيخه محكوماً عليه بالزامه الجواب، و هذه طريقة اخرى بخلاف ما عليه طلبة العلم، و الفرق ان طالب العلم مقصوده الاطلاع على النقل ليصير يفتى به الناس و يدرس به و لو لم يذقه، بخلاف الفقير فإنه لا يقنع بدون الذوق لذلک الامر فى نفسه، لان كل ما لا ذوق للعبد فيه يفارقه عند طلوع روحه بخلاف ما ذاقه فانه يموت عليه و يبعث عليه۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کو باطنی طور پر اس سوال کا جواب دینے پر مجبور نہ کرے جو سوال اس نے اس سے کیا ہے یا جو حکایت اس کے سامنے بیان کی یا اسے کوئی واقعہ پیش آیا بلکہ اپنی حاجت ذکر کر کے خاموش رہے، اگر مرشد جواب دے تو ٹھیک ورنہ دل کے ساتھ طلب جواب سے اعراض کرے (یعنی دل میں بھی خیال نہ لائے) تاکہ اس کا مرشد جواب کے لزوم

کی وجہ سے محکوم نہ قرار پائے۔ یہ نہایت مناسب طریقہ ہے بخلاف اس کے جو طلبائے علم اختیار کرتے ہیں۔

اور (مرید اور طالب علم میں) فرق یہ ہے کہ طالب علم کا مقصود نقل پر مطلع ہونا ہے کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کو فتویٰ دے اور پڑھائے اگرچہ اس نے اس کا ذائقہ چکھا نہ ہو بخلاف فقیر کے کہ وہ نفس کو اس بات کا ذائقہ پہنچائے بغیر صبر نہیں کرتا۔

کیونکہ جس چیز میں بندے کے لئے ذوق نہ ہو اس کی روح طلوع ہوتے ہی وہ جدا ہو جاتی ہے بخلاف اس کے جس کا ذائقہ حاصل ہو جائے کیونکہ وہ اسی پر فوت ہوتا ہے اور اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔

و سمعت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ یقول: ما تجرأت قط علی سؤال احد من مشایخی فی واقعة من الوقائع، ولا هجرت قط علی مکالمتی لأحد منهم، انما کنت انتظر بداءته لی بالکلام بعد ان یظهر لی انه فارغ لمکالمتی مستعد لکلامی، فحینئذ فالکلمة مع التبجیل و التعظیم کما أکلم اعظم ملوک الدنیا۔

اور میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: میں نے واقعات میں سے کسی واقعہ کے بارے میں اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ سے سوال کرنے کی کبھی جرأت نہیں کی اور نہ ہی میں نے ان میں سے ایک کو اپنے مکالمہ کی وجہ سے چھوڑا ہے میں انتظار کرتا تھا کہ وہ میرے ساتھ گفتگو کے لئے فراغت اور میرے کلام کے لئے مستعد ہونے کے بعد مجھ سے کلام کا خود آغاز کریں گے۔ اس وقت کلام ادب اور کفایت کے ساتھ ہوتا تھا (حسب ضرورت ہوتا) جس طرح میں دنیا کے عظیم ترین بادشاہ سے کلام کرتا ہوں۔

و قد روی الترمذی و غیرہ مرفوعاً: لیس منا من لم یوقر کبیرنا، و یرحم صغیرنا، و یعرف لعالمنا حقه، فاعلم ان احترام الشیوخ توفیق و هدایة و الاخلال بذلک عقوق و خذلان و اللہ أعلم۔

حضرت امام ترمذی اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرفوع حدیث نقل کی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لیس منامن لم یوقر کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے عالم کے حق کو نہیں پہچانتا۔

جان لو! کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا احترام توفیق اور ہدایت ہے اور اس میں خلل نافرمانی اور ذلت ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مرشد کے ساتھ ہمیشہ قلبی تعلق رہے

ومن شأنه دوام ربط قلبه مع الشيخ والنقياد له ورؤية اعتقاده ان اللہ تعالیٰ جعل جميع امداده لا يخرج إلا من باب يخه، وان شيخه وهو المظهر الذى عينه اللہ تعالیٰ للافاضة عليه منه، ولا يحصل له مدد وفيض الا بواسطته، ولو كانت الدنيا كلها مملوءة من المشايخ، وذلك ليقطع الالتفات الى غيره لانه ليس لذلك الغير عنده وديعة فافهم۔

مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا قلبی تعلق اپنے مرشد کے ساتھ ہمیشہ رہے اس کے سامنے جھکا رہے اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام امداد مرشد کے دروازے سے عطا کرتا ہے اور اس کا مرشد وہ مظہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کے افاضہ کا واسطہ بنایا ہے اور کوئی مدد اور فیض اس کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ تمام دنیا مشائخ سے بھری پڑی ہو۔ اور یہ اس لئے کہ اس کی توجہ کسی اور کی طرف نہ ہو کیونکہ کسی دوسرے کے لئے اس کے پاس امانت نہیں۔ اس بات کو سمجھ۔

وکان الشیخ زین الدین الخوافی رحمہ اللہ یقول: یجب علی المرید ان یری استمداده من شیخه الخاص هو بعینه استمداده من النبی ﷺ، و ان استمداد رسول اللہ ﷺ من الحق تعالیٰ لیتصل المرید بطریق اهل اللہ حقیقة، سنة اللہ التی قد خلت من قبل و لن تجد لسنة اللہ تبدیلاً۔ قال: واعلموا ان ربط المرید قلبه بالشیخ اصل کبیر فی سرعة الفتح، بل اصل الاصول، و ان حکم الشیخ حکم الحدّاد، و حکم غیره حکم الآلات، فکما ان المطرقة و السندان و المنفخ و الفحم و النار و غیرها من الآلات إذا جمعن من غیر حداد لا یصح عمل، کذلک آلات الطریق من الذکر و الخلوة و المجاهدة اذا اجتمعت لا یفلح بها المرید و لا تنجلی مرآة قلبه فربط القلب بالشیخ هو الأصل فی ذلک کله کما جربناه، و ما أتی علی المریدین انقطاعهم عن الفیض و الترقی الا من عدم ربط قلوبهم بالشیخ علی وجه التسلیم و الاذعان و الهمة الصادقة، و من اعظم شیء یقطع القلب عن الربط الاعتراض علی الشیخ بالقلب۔

حضرت شیخ زین الدین الخوافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ”مرید پر یہ عقیدہ لازم ہے کہ وہ اپنے خاص مرشد سے مدد طلب کرے اور یہ بعینہٖ اس کا نبی اکرم ﷺ سے مدد طلب کرنا ہے اور رسول اکرم ﷺ حق تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ (یہ طریقہ اس لئے ضروری ہے) تاکہ مرید اللہ والوں کے راستے کو حقیقتاً حاصل کرے۔

ارشاد خداوندی ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (الاحزاب ۶۲)

اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

وہ فرماتے ہیں: جان لو کہ مرید کا اپنے دل کو اپنے مرشد سے وابستہ رکھنا جلد فتح پانے کے سلسلے میں بہت بڑا ضابطہ اور تمام اصول کی اصل ہے۔ شیخ کا معاملہ لوہار کی طرح ہے جب کہ دوسرے لوگ آلات کی طرح ہیں تو جس طرح ہتھوڑا، آئرن، دھونکنی، کوئلہ اور آگ وغیرہ آلات لوہار کے بغیر جمع

کئے جائیں تو عمل درست نہیں ہو سکتا اسی طرح طریقت کے آلات ذکر، خلوت اور مجاہدہ جب جمع ہوں تو مرید کو کامیابی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے دل کا آئینہ چمکتا ہے لہٰذا دل کا مرشد سے وابستہ ہونا ہی اصل ہے جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا ہے۔

جن مریدین کا فیض اور ترقی رک جاتی ہے اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے دل کا مرشد سے تعلق تسلیم کرنے، حق کا اقرار کرنے اور ہمت صادقہ کے طور پر نہیں ہوتا اور دل کے اس ربط کو ختم کرنے والے بڑے بڑے کاموں میں سے ایک بات قلبی طور پر مرشد پر اعتراض کرنا ہے۔

قال الشیخ زین الدین الخوافی رحمه الله: وقد جرب جمیع المریدین فوجدوا الاعتراض یقطع الفیض والامداد, فکما یجب علی المرید ان لا یعترض علی نبیهﷺ کذلک یجب علیه ان لا یعترض علی شیخه بل یوافقه فی کل شیء یأمره به و ینهاه عنه من الخیر، سواء اکرهته نفس المرید ام احبته، قال تعالیٰ: "وعسی ان تکرهوا شیئاً وهو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیئاً وهو شر لکم, والله یعلم وانتم لا تعلمون" وما یأمرکم شیخکم ایها المریدون إلا بما یأمرکم به ربکم والله أعلم۔

حضرت شیخ زین الخوافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”تمام مریدین نے تجربہ کیا تو فیض اور امداد کے ختم ہونے کی بنیاد اعتراض کو پایا تو جس طرح مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ پر اعتراض نہ کرے اسی طرح اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ پر بھی اعتراض نہ کرے بلکہ ہر کام میں اس کی موافقت کرے کسی بھلائی کے کرنے کا حکم دے یا کسی کام سے منع کرے چاہے مرید کا نفس اسے ناپسند کرے یا پسند کرے۔

ارشاد خداوندی ہے:

عَسَىٰٓ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰٓ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرة ٢١٦)

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور اے مریدین! تمہارے مشائخ تمہیں اسی بات کا حکم دیتے ہیں جس کا حکم تمہیں تمہارا رب دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ کی عبادت کے افضل ہونے کا عقیدہ

ومن شأنه ان یعتقد أن کل ذرة من اعمال شیخه افضل من جمیع عبادته هو ألف سنة، ومن هنا قال ابو سعید الخراز: ریاء العارفین افضل من اخلاص المریدین، و معناه ان اخلاص المرید معلول برؤیة انه یخلص بخلاف العارف فانه منزه عن الریاء جملة وما رآه المرید من صورة ریاء فی حق شیخه انما هو صفته هو، و کیف یصح من عارف ریاء وهو یشهد کشفاً و یقیناً ان اللّٰہ تعالیٰ خالق له ولجمیع افعاله لیس له من اعماله الا نسبة التکلیف فقط۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کے مرشد کے اعمال کا ہر ذرہ اس (مرید) کی ایک ہزار سال کی پوری عبادت سے افضل ہے۔

اسی لئے حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:

ریاء العارفین افضل من اخلاص المریدین۔

عارفین کا دکھاوا، مریدین کے اخلاص سے افضل ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ مرید کے اخلاص میں یہ خرابی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے اخلاص کو دیکھتا ہے بخلاف عارف کے کہ وہ مکمل طور پر ریا سے پاک ہو چکا ہوتا ہے اور مرید اپنے شیخ کے حق میں جس بات کو ریا کی صورت میں دیکھتا ہے وہ اس کی اپنی صفت ہے۔

عارف سے ریا کس طرح درست ہو سکتا ہے حالانکہ وہ کشف اور یقین کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا اور اس کے تمام افعال کا خالق ہے اس کا عمل کے ساتھ تعلق صرف تکلیف کی حد تک ہے۔

وقد قال احمد بن ابی الحواری مرة لشیخه ابی سلیمان الدارانی: انی لأجد لذة فی معاملتی مع اللہ تعالیٰ اذا کنت وحدی، ولا أجد تلک اللذة اذا کنت بین الناس، فقال له: انک اذاً لضعیف، ولو قویت لاستوی عندک نظر الخلق و عدم نظرهم۔ قلت: و ایضاح ذلک قولهم ان ریاء العارف افضل من اخلاص المرید، لأن العارف لا یری من الخلق الا وجه الحق فلو قدر أنه راءاهم فانما ذلک عملاً بحدیث "أروا اللہ من أنفسکم خیراً" و عملاً بآیة: (فسیری اللہ عملکم و رسوله) فهو ریاء محمود لا مذموم، فما وقع ریاء من عارف للخلق ابداً مادام کاملاً۔ و یؤید ما قلناه قول سهل بن عبد اللہ لی: منذ ثلاثین سنة أکلم اللہ و الناس یظنون انی اکلمهم انتهی۔

حضرت احمد بن ابی احواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دفعہ اپنے شیخ ابو سلیمان الدارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا: میں جب تنہا ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملات میں لذت محسوس کرتا ہوں لیکن جب لوگوں کے درمیان ہوتا ہوں تو مجھے وہ لذت محسوس نہیں ہوتی۔ انہوں نے فرمایا:

انک اذا لضعیف ولو قویت لاستوی عندک نظر الخلق وعدم نظرهم۔

ابھی تک تم کمزور ہو اگر تم مضبوط ہوتے تو تمہارے نزدیک لوگوں کا دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہوتا۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں ان کے قول کہ "عارف کی ریاء مرید کے اخلاص سے افضل ہے۔" کی وضاحت اس طرح ہے کہ عارف مخلوق سے حق کی صورت کو دیکھتا ہے پس اگر وہ ان کو دیکھنے پر قادر ہو تو یہ حدیث پر عمل ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اروا اللہ من انفسکم خیرا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ سے اچھا کام دکھاؤ۔

اور اس آیت کریمہ پر عمل ہے:

وسیری اللہ عملکم ورسولہ۔

اور اب اللہ اور رسول (ﷺ) تمہارے کام دیکھیں گے۔

یہ ریاء محمود ہے مذموم نہیں اور عارف جب تک کامل ہو گا وہ مخلوق کے لئے ریاء کاری نہیں کرتا جو کچھ ہم نے کہا اس کی تائید حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ:

منذ ثلاثین سنۃ اکلم اللہ والناس یظنون انی اکلمھم۔

میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کلام کر رہا ہوں۔

مرشد کی محبت اور خدمت سے پیٹھ نہ پھیرے

ومن شأنہ ان لا یدبر عن محبۃ شیخہ وخدمتہ الا لضرورۃ یعذرہ شیخہ بھا، فقد قالوا: من ادبر عن شیخہ لحظۃ واحدۃ بعد ان خدمہ سبعین سنۃ مثلاً کان ما فاتہ من تلک اللحظۃ اکثر مما نالہ فی السبعین سنۃ، فیا خسارۃ من أدبر عن شیخہ فان حکمہ حکم من ادبر عن خدمۃ ربہ،

واکثر المریدین جاھلون بمثل ذلک، ولذلک عدموا النفع فاعلم ذلک۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کی محبت اور خدمت سے پیٹھ نہ پھیرے مگر کوئی ایسی ضرورت ہو جس کی وجہ سے مرشد اسے معذور سمجھے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جو شخص مثلاً ستر سال خدمت کے بعد ایک لحظہ بھی اپنے مرشد سے پیٹھ پھیرتا ہے تو اس لحظہ میں وہ جس چیز سے محروم ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو کچھ اس نے ستر سال میں پایا تو ہائے اس شخص کا نقصان جس نے اپنے مرشد سے پیٹھ پھیری۔ اس کا حکم اس شخص کے حکم کی طرح ہے جو اپنے رب کی عبادت سے پیٹھ پھیرتا ہے، اس قسم کی باتوں سے اکثر مرید بے خبر ہوتے ہیں اسی لئے وہ نفع سے محروم ہوتے ہیں، پس اس بات کو جان لو۔"

ظاہر اور باطن میں بے ادبی نہ کرے

ومن شأنہ ان لا یصر قط علی وقوعہ فی سوء ادب لا ظاھراً ولا باطناً، لان المرید الصادق اذا ربط قلبه بالشيخ و تأدب بآدابه الظاهرة سرى المدد الباطن من قلب الشيخ الى قلب المريد كسراج يقتبس من سراج، واذا جاء المدد من الشيخ ووجد قلب المريد متلطخاً بسوء ادب رجع المدد۔ و كما ان كلام الشيخ ينصح باطن المريد الصادق فكذلك امدادات الشيخ الباطنة، فمن نظف باطنه من جميع المخالفات و سلک الادب مع الشيخ انتقلت جميع الامداد و الاحوال و العلوم التى فى قلب الشيخ الى قلب ذلک المريد، فيا سعادة من حصر أنفاسه مع الشيخ و انسلخ من ارادات نفسه و أفنى مراده فى مراد شيخه، و مزجت روحه بروحه على حكم الملاصقة ليرتقى من حكم عدم الاختيار مع الشيخ الى عدم الاختيار مع الله تعالىٰ و يصير يفهم من الله تعالى كما كان يفهم من الشيخ، ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس سے بے ادبی کبھی بھی نہ ہو نہ ظاہر میں اور نہ باطنی طور پر، کیونکہ سچا مرید جب اپنے دل کو اپنے مرشد سے وابستہ کر لیتا ہے اور اس کے ظاہری آداب کو اختیار کر لیتا ہے تو باطنی مدد مرشد کے دل سے مرید کے دل کی طرف چل پڑتی ہے جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے۔

اور جب مرشد کی طرف سے مدد آتی ہے اور مرید کے دل کو بے ادبی سے لتھڑا ہوا پاتی ہے تو وہ مدد واپس لوٹ جاتی ہے۔ اور جس طرح مرشد کا کلام سچے مرید کے باطن کی خیر خواہی میں ہوتا ہے اسی طرح مرشد کی باطنی امدادیں بھی ہوتی ہیں وہ جو شخص اپنے باطن کو تمام مخالفتوں سے پاک کر دیتا ہے اور مرشد کے ساتھ ادب کی راہ اختیار کرتا ہے تو تمام امداد، احوال اور علوم جو شیخ کے دل میں ہوتے ہیں اس مرید کے دل کی طرف چلے جاتے ہیں۔

تو کیا ہی خوش بختی ہے اس شخص کی جو اپنے نفس کو اپنے مرشد کے ساتھ روک رکھتا ہے اور اپنے نفس کے ارادوں سے نکل جاتا ہے نیز اپنی مراد کو اپنے شیخ کی مراد میں فنا کر دیتا ہے اور اس کی روح اس (مرشد) کی روح کے ساتھ چمٹ جاتی ہے تا کہ وہ مرشد کے ساتھ اختیار نہ رکھنے کی طرف ترقی کرے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو اس طرح سمجھتا ہے جس طرح اپنے مرشد سے سمجھتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

بوقتِ خندہ پیشانی و کلام باادب رہے

ومن شأنه ان يزيد في تعظيم شيخه كلما باسطه و حادثه، و ليحذر من ترك ملاحظة الأدب جملة، فان المريد الصادق لا يزداد بمباسطة شيخه به إلا احتراماً و إكراماً و تبجيلاً واحتشاماً و أنشدوا في ذلك۔

كلما ازداد بسطة و خضوعاً　　　زدت فيه مهابة و جلالا

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا شیخ اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے اور کلام کرے اس وقت وہ اس کی زیادہ تعظیم کرے اور کسی صورت میں ملاحظۂ ادب کو نہ چھوڑے بے شک سچا مرید اپنے مرشد سے کھل کر بات کرتے ہوئے بھی زیادہ احترام اور عزت اور تعظیم کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔

صوفیاء کرام یہ شعر پیش کرتے ہیں:

جب بھی مرشد کی عاجزی اور خشوع زیادہ ہو تمہارے دل میں (اس کی) ہیبت اور بزرگی زیادہ ہونی چاہیئے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رضی اللہ عنہ یقول: من شرط المرید ان یزید فی اجلال شیخه علی الدوام حتی یفارقه، وھو یشھد فیه انه اکمل الموجدین، ولیحذر من ان یرد علی شیخه کلامه ولو کان النقل الراجح بید المرید، فان الشیخ انما یقول للمرید ما یری فیه ترقیه فلیقف المرید عند قول شیخه ولا ینازعه ولا یجادله ولا یماریه، و متی خطر له نزاعه ولو فی خاطره، فلیبادر الی التوبة من ذلک علی الفور، فان النزاع بالباطن ھو عین الاعتراض فی الظاھر، وھو حرام علی المریدین۔ وکل مرید اعترض بباطنه فھو مسخرة للشیطان، وعورته مکشوفة عند اھل الطریق واللہ أعلم۔

میں نے سید علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کی شرائط میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے مرشد کی عزت واحترام ہمیشہ زیادہ سے زیادہ کرے حتیٰ کہ اس سے جدا ہو جائے اور وہ اس کے بارے میں گواہی دے رہا ہو کہ وہ موجودہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ کامل ہے۔

اور اسے اپنے مرشد کے کلام کارد کرنے سے بچنا چاہئے اگرچہ ترجیح والی بات مرید کے پاس ہو۔ کیونکہ مرشد اپنے مرید سے وہی بات کہتا ہے جس میں اس (مرید) کی ترقی دیکھتا ہے پس مرید کو اپنے مرشد کی بات پر خاموش رہنا چاہئے نہ تو وہ اس سے جھگڑا کرے اور نہ ہی اس میں کوئی شک کرے۔

اور جب اسے جھگڑے کا خطرہ ہو اگرچہ دل میں ہی ہو تو وہ فوری طور پر توبہ کے لئے جلدی کرے کیونکہ دل میں جھگڑے کا پیدا ہونا بعینہٖ ظاہری جھگڑا ہے اور یہ مریدین پر حرام ہے اور جو مرید دل سے اعتراض کرتا ہے وہ شیطان کا مسخرہ ہے اور اس کا پردہ اہل طریقت کے نزدیک کھلا ہوتا ہے۔

اپنے سلسلے کو اچھا سمجھے

ومن شأنه ان يعتقد ان طريقته أشرف الطرق كلها لكونها محررة على الكتاب والسنة تحرير الذهب والجوهر، وان لم يعتقد ذلك، فمن لازمه كشوف نفسه الى ما هو أشرف عندها، وذلك يفرق قلب المريد عن السير فلا يفلح فيما هو فيه۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اس کا طریقہ تمام طریقوں سے زیادہ عمدہ ہے کیونکہ وہ کتاب وسنت پر سونے اور موتیوں سے لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتا تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ اپنے نفس کو اس سے اعلیٰ طریقے کی طرف کھول رہا ہے اور یہ بات مرید کے دل کو (روحانیت سے) بکھیر دیتی ہے اور وہ جس راستے کو اختیار کئے ہوئے ہے اس میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

وكان سيدى يوسف العجمى رحمه الله يقول: من لم يعتقد فى طريقه انها طريق الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين لم يحصل منها على حاصل۔ ويجب عليه ان يعتقد أن أشياخ الطريق أعلم بالله وباحكامه وبالعلوم الربانية والأسرار الالهية من غيرهم۔

سید یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے:"جو شخص اپنے طریق (تصوف) کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ انبیاء کرام، مرسلین عظام اور مقرب فرشتوں کا راستہ ہے اسے اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور اس پر یہ اعتقاد واجب ہے کہ طریقت کے مشائخ اللہ تعالیٰ، اس کے احکام، علوم ربانیہ اور اسرار الٰہیہ کا علم دوسروں کے مقابلے میں زیادہ رکھتے ہیں۔"

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: یجب علی المرید ان یعتقد فی شیخه انه علی شرع بین ربه و بینه من أمره، ولا یزن أحواله بمیزان عقله هو، فقد یأتی من الشیخ صورة مذمومة فی الظاهر وهی محمودة فی الباطن، کما وقع للخضر مع موسیٰ علیهما الصلاة والسلام، فیجب علی المرید التسلیم علی ان ذلک لا یصدر قط من شیخ کامل إنما یصدر من ناقص فإن الکامل یجری مع الخلق بحکم العادة ولا یظهر علیه شیء مما یذمه ظاهر الشرع او تستغرب به العادة، فاعلم ان مراد القوم بالشیخ الذی یجب الانقیاد له من کان متضلعاً من الکتاب والسنة، ومثل هذا لا یجب علیه التقید بما هو دونه فی العلم فافهم والله أعلم۔

اور میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے:"مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راستہ ہے۔"

اور اس کے احوال کو اپنی عقل کے ترازو پر نہ تولے۔ بعض اوقات شیخ سے ایسی صورت سامنے آتی ہے جو ظاہر میں مذموم ہوتی ہے لیکن باطن میں محمود ہوتی ہے۔

جس طرح حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ میں ہے۔

پس مرید پر لازم ہے کہ وہ تسلیم کرے کہ اس قسم کا عمل شیخ کامل سے کبھی بھی صادر نہیں ہوتا یہ تو ناقص شیخ سے صادر ہوتا ہے کامل شیخ مخلوق کے ساتھ عرف کے مطابق چلتا ہے اور اس پر کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوتی جس کی ظاہر شریعت مذمت کرے یا عرف میں اسے عجیب سمجھا جائے۔

پس جان لو کہ صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس شخص کی اطاعت واجب ہے وہ کتاب وسنت کے سامنے جھک جانے والا ہے اور اس قسم کے مرشد کو اس سے کم درجہ کے علم کے ساتھ مقید نہیں کہا جاسکتا اس بات کو سمجھو۔

مرشد کا کام پہلے کرے

ومن شأنه اذا وجهه شیخه فی حاجة ورأی الصلاة تقام فی مسجد فی الطریق فلا یعرج علی الجماعة بل یمضی فی حاجة شیخه ثم یصلی بعد ذلک فی الوقت، لا سیما إن کانت تلک الحاجة ضروریة کإغاثة ملهوف انتهی۔

مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد اسے کسی کام کے لئے بھیجے اور وہ دیکھے کہ راستے میں کسی مسجد میں جماعت کھڑی ہے تو وہ جماعت کی طرف نہ جائے بلکہ اپنے مرشد کی حاجت کی طرف جائے پھر وقت کے اندر نماز پڑھے خصوصًا جب ضروری حاجت ہو جس طرح کسی مجبور کی مدد کرنا۔

قلت: هکذا قالوه، ویستروح له بأنه ﷺ أرسل جماعة من اصحابه فی حاجة وقال لا یُصَلّین احد منکم العصر إلا فی بنی قریظة ففعل بعضهم ذلک بعد ان خرج وقت العصر و بعضهم صلی العصر حین خاف خروج وقته وقال لم یرد منا تأخیر الصلاة حقیقة وإنما ارادمنا الاستعجال، فلما اخبروا بذلک رسول الله ﷺ لم یعنف احداً من الفریقین۔ ففعل احد هذین الفریقین یشهد للقوم، ولکن الذین ینبغی لکل مرید فی هذا الزمان أن یقدم صلاة الجماعة علی الحاجة التی أرسله شیخه فیها لقصور غالب مشایخ هذا الزمان من بلوغ مقام الارث لرسول الله ﷺ فی معرفة ماهو الأفضل من العبادات بالنسبة الی کل مرید فافهم والله أعلم۔

میں (مصنف) کہتا ہوں صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے اور اس سلسلے میں اس واقعہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ "نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کو کسی کام کے لئے بھیجا اور فرمایا تم میں سے کوئی ایک بنو قریظہ کے ہاں پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے ان میں سے بعض نے اسی طرح کیا حالانکہ عصر کا وقت نکل چکا تھا اور بعض نے جب وقت نکلنے کا خوف محسوس کیا تو نماز پڑھ لی اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے حقیقتًا نماز کو مؤخر کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی مراد جلدی کرنا تھا۔

جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے دونوں میں سے کسی ایک فریق پر بھی سختی نہ فرمائی۔"

پس ان فریقوں میں سے ایک فریق کا عمل صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہے لیکن اس زمانے میں مرید کے لئے مناسب ہے کہ وہ باجماعت نماز کو اس حاجت پر ترجیح دے جس کے لئے اسے اس کے مرشد نے بھیجا ہے کیونکہ اس زمانے کے اکثر مشائخ اس چیز کی معرفت میں جو مرید کی طرف نسبت کرتے ہوئے افضل عبادت ہے، رسول اکرم ﷺ کی وراثت کے مقام تک پہنچنے میں کوتاہ ہیں، اس بات کو سمجھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی ہر شرط کو پورا کرنا

ومن شأنه انه یوفی بکل شیء شرطه علیه الشیخ سواء أکان صعباً علی المرید عادة أم سهلاً، فان طریق القوم کلها مجاهدة و مکابدة و لیس فیها راحة البتة، و أجمعوا علی انه لیس للمرید ان یشترط علی الشیخ شرطاً حتی انه یطیعه و ینقاد له، کما انه لیس للمیت شرط علی غاسله، و کل مرید صدق مع شیخه فلا فرق بینه و بین المیت۔ و أجمعوا علی انه لیس للمرید أن یکلف أحداً من إخوانه و غیرهم خدمة نفسه التی یقدر هو علیها عادة و ذلک لیرفع کلفته

عن الخلق و ينزه نفسه عن تحمل مننهم عليه ما أمكن، و ليحذر من التشبيه بالشيخ فی مثل ذلک جهده فإن الشيخ ربما ضعفت جوارحه عن خدمة نفسه من شدة ما جاهد نفسه طول عمره، وربما كان الناس يتقربون إلی الله تعالیٰ بخدمتهم له و يرون له الفضل عليهم الذی أهلهم و لا هكذا المريد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ہر اس عمل کو پورا کرے جو اس کے مرشد نے اس پر شرط رکھا ہے چاہے وہ عادت کے مطابق مرید کے لئے مشکل ہو یا آسان، کیونکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا تمام طریقہ مجاہدہ اور مشقت اٹھانا ہے اور اس میں آرام بالکل نہیں۔ اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مرید اپنے مرشد پر کوئی شرط نہیں رکھ سکتا کہ (وہ اس شرط کے پورا ہونے پر) اس کی اطاعت کرے گا اور اس کے سامنے جھک جائے گا۔ جس طرح میت کے لئے غسل دینے والے پر کوئی شرط نہیں ہوتی۔

اور جو مرید اپنے مرشد کے ساتھ سچا ہوتا ہے اس کے اور میت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مرید کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ اپنے برادران طریقت میں سے کسی ایک کو اپنی خدمت کا مکلف بنائے جو وہ خود کر سکتا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ وہ مخلوق سے تکلیف کو دور کرے اور اپنے آپ کو ان کے احسان سے پاک رکھے جس قدر ممکن ہو۔

اور اس مشقت کے سلسلے میں مرشد کی مشابہت سے بچنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات مرشد کے اعضاء اپنی خدمت سے کمزور ہو جاتے ہیں کیونکہ اس نے زندگی کا ایک طویل عرصہ سخت مجاہدہ کیا۔

اور بعض اوقات لوگ ان (مشائخ) کی خدمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اسے اپنے اوپر فضیلت والا سمجھتے ہیں کہ اس نے ان کو اس کا اہل بنایا لیکن مرید کا یہ معاملہ نہیں ہے۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمه الله یقول: من الأشیاخ من یدفع الناس عن خدمتهم له بالقلب فلا یسأله أحد أن یقضیه حاجة و ذلک لان الکامل من یخرج بثمرة اعماله من الدنیا کاملة متوفرة لا ینقص من رأس ماله شيء، قال: و کان شیخنا رحمه الله یخبز خبزه علی رأسه و یقضی جمیع حوائجه بنفسه و لا یسأل احداً من إخوانه شیئاً من ذلک رضی الله عنه و الله أعلم۔

اور میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے: بعض مشائخ ایسے ہیں جو قلبی طور پر لوگوں کو اپنی خدمت سے دور کرتے ہیں اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی ان سے سوال نہیں کرتا کہ وہ ان کی حاجت کو پورا کرے۔

کیونکہ کامل وہ ہے جو اپنے اعمال کے پھل کے ساتھ دنیا سے مکمل طور پر نکل جاتا ہے اس کے رأس المال (اصل پونجی) سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔

وہ فرماتے ہیں: ہمارے شیخ اپنی روٹی خود پکاتے اور اپنی تمام حاجات کو خود پورا کرتے تھے اور اس سلسلے میں اپنے مریدین میں سے کسی سے سوال نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھے

ومن شأنه ان یعتقد ان شیخه عارف بالله ناصح لخلق الله، و أجمعوا علی أن من شرط المرید الأمانة لانه بصدد حمل الاسرار، ولا توحب الأسرار إلا لأمناه، فلایجوز له افشاء سر من الاسرار إلا ان یأمره لاشیخ أو الشرع إذاعته، وربما غلب علیه الحال فأفشی سر الربوبیة فوقع له کما وقع للحلاج فی هذا الزمان الذی استتر فیه الاولیاء الصادقون والعلماء العاملون وصار الفقیر إذا وقع فی ورد له لا یهتد فلا کتمان واجب علی المرید حتماً والسلام۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اس کا مرشد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا اور مخلوق کا خیر خواہ ہے اور اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ مرید کی شرائط میں سے ایک شرط امانت ہے کیونکہ وہ اسرار و رموز حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہے اور اسرار صرف امانت دار لوگوں کو عطا کئے جاتے ہیں۔

پس اس کے لئے کسی راز کو افشاء کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کا مرشد یا شریعت اسے پھیلانے کی اجازت دے۔ اور بعض اوقات وہ حال سے مغلوب ہو کر ربوبیت کے راز فاش کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آتا ہے جیسا اس زمانے میں (منصور) حلاج کے ساتھ پیش آیا۔ اور سچے اولیاء اور با عمل علماء اسے پوشیدہ رکھتے ہیں اور جب وہ فقیر کے ورد میں آجاتا ہے تو اسے ہدایت حاصل نہیں ہوتی پس مرید پر اسے چھپانا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی خدمت میں باطہارت حاضری دے

ومن شأنه ان لا یدخل علی شیخه ولا یجلس بین یدیه ابداً إلا علی طهارة ظاهرة و باطنة مسلماً مستلماً، و هکذا درج جمیع المریدین مع اشیاخهم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کے پاس ظاہری اور باطنی طہارت اور تسلیم کے بغیر نہ جائے اور نہ اس کے سامنے بیٹھے تمام مریدین نے اپنے مشائخ کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کر کے ترقی حاصل کی ہے۔

وقد کان الشیخ ابو مدین المغربی رضی اللہ عنه یقول: ما دخلت فی ابتداء أمری علی شیخی حتی أغتسل و أطهر ثوبی و عصای و جمیع ما علی و أطهر قلبی من جمیع علومی و معارفی الظنیة، ثم أدخل بعد ذلک فان قبلنی و أقبل علی، فذلک عنوان علی سعادتی، و ان أعرض عنی و ترکنی رأیت العیب منی و الشؤم علی۔

حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ”میں اپنے ابتدائی مرحلہ میں اپنے شیخ کے پاس اس وقت تک داخل نہ ہوا جب تک میں نے غسل نہ کر لیا اور جب تک اپنے کپڑے اور اپنا عصا اور جو کچھ میرے اوپر تھا، اسے دھو نہ لیا اور جب تک میں نے اپنے دل کو اپنے تمام ظنی (غیر یقینی) علوم و معارف سے پاک نہ کر لیا۔

میں اس کے بعد داخل ہوتا اگر وہ مجھے قبول فرماتے اور میری طرف متوجہ ہوتے تو یہ میری سعادت کا عنوان ہوتا اور اگر وہ مجھ سے منہ پھیر لیتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو میں اپنے اندر عیب دیکھتا اور اپنی نحوست خیال کرتا۔“

و أجمع القوم علی انه لا یجوز للمرید أن یعتقد فی عاص الاصرار علی معصیته ابداً، فان هذه المصیبة یقع فیها اکثر المریدین فتوقفهم عن السیر۔ و لیتأمل المرید فی قول علماء الشریعة ان الظالم اذا اخذ من أحد دراهم ثم تواری عنا بحائط مثلاً انه یجوز لنا الأکل مما

رأیناه فی یده ولا یجوز لنا ظن استصحاب تلک الدراھم فیفتی بحرمة الانتفاع بها إلا علی وجه التورع فقط احساناً للظن بذلک الظالم المسلم۔

اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ مرید کسی گناہ کے بارے میں یہ اعتقاد نہ رکھے کہ وہ ہمیشہ گناہ کرتا رہے گا۔

اکثر مرید اس مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور یوں وہ (روحانی) سیر سے رک جاتے ہیں۔ پس مرید کو علماء شریعت کے اس قول میں غور کرنا چاہیئے کہ ظالم جب کسی شخص سے ایک درہم لے پھر وہ دیوار کے پیچھے چھپ جائے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم اس چیز سے کھائیں جو ہم اس کے ہاتھ میں دیکھیں اور ہمارے لئے یہ خیال کرنا جائز نہیں کہ یہ چیز اسی درہم سے ہے اور اس چیز سے نفع حاصل نہ کرنے کا فتویٰ دیا جائے البتہ محض تقویٰ کے طور پر ایسا ہو سکتا ہے اور یہ عمل اس مسلمان ظالم کے بارے میں حسن ظن کے طور پر ہے۔(یعنی یہ خیال کیا جائے کہ یہ کھائی جانے والی چیز اس نے اس حرام درہم کے بدلے میں نہیں لی۔)

و أیضاً فقد قالوا ان للہ تعالیٰ عباداً لا تضرھم المعصیة أی لعدم اصرارھم علیها, فلعل ذلک العاصی او الظالم یکون منهم۔ و کل من لم یظن بنفسه السوء و ان جمیع الناس خیر منه فلا یفلح فی الطریق و لو أعطی من المعارف و الکرامات ما أعطی۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندوں کو گناہ نقصان نہیں دیتا کیونکہ وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور ہو سکتا ہے یہ گناہ گار اور ظالم ان ہی لوگوں میں سے ہو۔

اور جو شخص اپنے نفس میں کوئی برائی نہیں دیکھتا اور تمام لوگوں کو اپنے آپ سے بہتر خیال نہیں کرتا وہ طریقت میں کامیابی نہیں پاتا اگرچہ اسے معارف اور کرامات میں سے بہت کچھ دیا گیا ہو۔

و کذلک أجمعوا علی ان کل مرید دخل علی شیخ لیختبره فهو ممقوت جاهل, فان الشیوخ لا یختبرون البتة, و لا یطلب منهم کرامة و لا کلام علی هواجس النفوس, و من طلب

ذلک منهم فقد جهل و أساء الأدب معهم، و ربما استحکم فیه المقت فلا یفلح علی ید شیخ بعد ذلک و اللہ أعلم۔

اسی طرح صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو مرید اپنے مرشد کے پاس اس کی آزمائش کے لئے جاتا ہے وہ ناپسندیدہ اور جاہل ہے۔ کیونکہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہر گز نہیں کرنا چاہئے نہ ان سے کرامت طلب کی جائے اور نہ ہی دل کے وسوسوں پر عمل کیا جائے۔

اور جو مرید ان سے یہ چیز طلب کرے وہ جاہل اور ان کا بے ادب ہے اور بعض اوقات ناپسندیدگی اس میں پکی ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے بعد اسے اپنے مرشد کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسمعت سیدی علیاً المرصفی رحمه اللہ یقول: لا یطلب من الأشیاخ الکلام علی الأسرار و انما یطلب منهم معرفة الامراض و الادواء لا غیر۔ و قالوا ان المکاشفات انما هی من احوال المیدین دون العارفین و اللہ أعلم۔

میں (مصنف) نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مشائخ سے اسرار پر کلام کا مطالبہ نہ کیا جائے ان سے صرف (روحانی) بیماریوں اور ان کے علاج کا مطالبہ کیا جائے۔

وہ فرماتے ہیں: مکاشفات مریدین کے احوال سے ہیں عارفین کے احوال سے نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی خدمت میں خاموشی اختیار کرے

ومن شأنه اذا جلس مع الشیخ ان یلزم السکوت و لا یتلفظ بحضرته قط، الا ان وجد أمارة علی اذن الشیخ له فی ذلک، و ما لم یر أمارة فالوا اجب علیه ادباً السکوت۔ و لیحذر من رفعه الصوت بحضرته و لو فی علم، فضلاًعن الکلام العاری۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے مرشد کے پاس بیٹھے تو خاموشی اختیار کرے اور اس کے سامنے ہرگز کوئی بات نہ کرے مگر یہ کہ مرشد کی اجازت کی کوئی علامت پائی جائے اور جب تک کوئی علامت نہ پائے بطور ادب اس پر خاموشی لازم ہے اور اس کے سامنے آواز بلند کرنے سے بھی پرہیز کرے۔ اگرچہ علم سے متعلق ہو چہ جائیکہ بے مقصد بات ہو۔

و کذلک لا ینبغی له ان ینبسط و یکثر الضحک، بل یجلس علی حکم الادب والوقار۔

اسی طرح اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بے تکلف ہو جائے اور کثرت سے ہنسے بلکہ ادب اور وقار کے ساتھ بیٹھے۔

و قدقالو الا یکون کثرة الضحک الا من سکر القلب، و اذا سکر القلب عقل اللسان۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”زیادہ ہنسنا دل کی غفلت سے ہوتا ہے اور جب دل غافل ہو تو زبان رک جاتی ہے۔“

و قد بالغ بعض المریدین فی الوقار للشیخ حتی صآر لا یستطیع ینظر الی وجه الشیخ ابداً۔

بعض مریدین اپنے مرشد کے ادب میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے مرشد کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا۔

قال السهروردی رحمه الله: وضعفت مرة فدخل علی شیخی ابو النجیب فرشح جسدی عرقاً من هیبته فشفیت من وقتی و کنت فی غایة الحمی و أتمنی العرق لتخفف عنی الحمی، فکنت لا اجد ذلک، قال: و لقد کنت یوماً فی البیت خالیاً و عندی مندیل وهبه لی الشیخ فوقع علی الارض فصدم رجلی اتفاقاً، فألم لذلک باطنی، و هالنی لمس قدمی لشیء من أثر شیخی، و جدت بعد ذلک برکة عظیمة من الله عز و جل لا حترامی لأولیائه۔

حضرت سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک دفعہ کمزور ہو گیا۔ میرے شیخ ابو النجیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے پاس تشریف لائے تو ان کی ہیبت سے میرے جسم سے پسینہ نکلنے لگا تو مجھے اسی وقت شفا حاصل ہو گئی حالانکہ مجھے سخت بخار تھا اور میں تمنا کرتا تھا کہ مجھے پسینہ آئے تاکہ میرے بخار میں تخفیف ہو لیکن مجھے پسینہ نہیں آ رہا تھا۔

فرماتے ہیں: ایک دن میں گھر میں اکیلا تھا اور میرے پاس رومال تھا جو میرے شیخ نے عطا کیا تھا۔ وہ زمین پر گرا اور اتفاق سے میرے پاؤں پر آن پڑا۔ اس سے مجھے قلبی تکلیف ہوئی اور اس بات سے میں خوف زدہ ہو گیا کہ میرے پاؤں نے ایسی چیز کو چھوا جس پر میرے مرشد کا اثر ہے۔ تو اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے احترام کی وجہ سے میں نے بارگاہِ خداوندی سے بہت بڑی برکت پائی۔

وکان ابو القاسم القشیری رحمہ اللہ یقول: ما دخلت علی الاستاذ أبی علی الدقاق فی بدایتی الا صائماً بعد أن أغتسل، وکثراً ما کنت أحضر باب مدرستہ فأرجع من الباب احتشاماً منہ ان مثلی یدخل علیہ۔ وکنت اذا تجاسرت و دخلت و بلغت وسط المدرسۃ تصحبنی الھیبۃ فأصیر أرعد من ھیبتہ، وکثیراً ما کان یحصل لی شبہ تخدیر فی جسدی حتی انہ لو غرز احد بی إبرۃ لما احسست بھا۔ قال: ولا أعلم اننی اعترضت بقلبی علی شیء من احوالہ حتی مات۔

حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: میں ابتدائی دور میں اپنے استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس روزے اور غسل کے ساتھ داخل ہوتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ کے دروازے پر جاتا تو ان کی عظمت کے پیشِ نظر واپس آ جاتا کہ میرے جیسا آدمی ان کے پاس حاضر ہو؟ اور اگر میں جرأت کر کے داخل ہو جاتا اور مدرسہ

کے درمیان میں پہنچ جاتا تو مجھ پر ہیبت طاری ہو جاتی اور میں ان کی ہیبت سے کانپ جاتا۔ اور بہت دفعہ میرا جسم بے حس ہو جاتا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مجھے سوئی چبھوتا تو مجھے اس کا احساس نہ ہوتا۔

فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی ان کی کسی حالت پر دل میں بھی اعتراض لایا ہو حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

وکان اشیاخ الطریق یقولون: کل من لم ینتفع برؤیة شیخه ولم ینتفع بصحبته بالقبول، خرج نور الاقتداء من قبله۔ ومن لم یر شیخه نائباً عن رسول اللهﷺ فی ارشاده لم یصل الی طریق الحق، لانه من لم یتأدب مع شیخه لم یتیسر علیه الادب مع الحق۔

مشائخ طریقت (رحمہم اللہ تعالیٰ) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے مرشد کی زیارت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ ہی ان کی محبت سے قبولیت کا فائدہ حاصل کرتا ہے تو اس سے اقتداء کا نور نکل جاتا ہے۔

من لم یر شیخه نائبا عن رسول الله فی ارشاده لم یصل طریق الحق۔

اور جو شخص اپنے مرشد کو ہدایت دینے میں رسول اللہ ﷺ کا نائب خیال نہیں کرتا وہ حق کے راستے تک نہیں پہنچ سکتا۔

کیونکہ جس کو اپنے مرشد کا ادب حاصل نہیں اسے حق کے ساتھ ادب بھی حاصل نہیں ہوتا۔

واعلموا ان کل من اهله الحق تعالیٰ لحضرته فلا بد أن یخرج له عارفاً یقتدی به لموضع صدقه، وانما فقد المریدون الاشیاخ لعدم صدقهم۔

اور یہ بات جان لو کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کا اہل بناتا ہے تو اس کے لئے کسی ایسے عارف کو ظاہر کرتا ہے جس کی وہ اقتداء کرتا ہے اور ایسا اس کی صداقت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مریدین کے لئے مشائخ کا حصول اس لئے نہیں ہوتا کہ ان لوگوں میں صدق نہیں ہے۔

وکان سیدی ابراھیم الدسوقی رضی اللہ عنہ یقول: من کتم شیئاً من احوالہ عن شیخہ کان خائناً واللہ لا یحب الخائنین، ومن خطر ببالہ اتہام شیخہ فی شیء من احوالہ فقد تفرقت ھمتہ واللہ أعلم۔

حضرت سیدی ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جو شخص اپنی کسی بھی حالت کو اپنے مرشد سے چھپاتا ہے وہ خیانت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص کے دل میں مرشد کی کسی حالت کے بارے میں تہمت کا خیال بھی آئے اس کی محبت بکھر جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بوقتِ اختلاف مرشد کے فیصلے کا انتظار کرے

ومن شأنہ اذا وقع بینہ وبین أخیہ شحناء ان لا یتحکم علی شیخہ ویطلب منہ أن یکون معہ علی اخیہ، بل الواجب علیہ انتظار ما یحکم بہ الشیخ علیہ، فان للشیخ ان یعاتب ایھما شاء فیقول للمعتدی لما اعتدیت علی اخیک، ویقول للأخر ماذا اذنبت حتی اعتدی أخوک علیک وسلط علیک۔ ویحکی حدیث الطبرانی مرفوعاً: ما توادّ اثنان فیفرق بینھما الا بذنب یحدثہ احدھما۔ وفی کلام سفیان الثوری رضی اللہ عنہ: ما عصی اللہ عبد وھو یعرفہ الا سلط علیہ من لا یعرفہ حتی تشتد علیہ العقوبۃ۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کے اور دیگر برادران طریقت کے درمیان بغض پیدا ہو تو یہ معاملہ اپنے مرشد کے پاس نہ لے جائے اور اس سے مطالبہ نہ کرے کہ وہ اس کے بھائی کے خلاف اس کا ساتھ دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے فیصلے کا انتظار کرے کیونکہ شیخ کو حق حاصل ہے کہ وہ ان میں سے جسے چاہے جھڑک دے اور وہ زیادتی کرنے والے سے پوچھے کہ تم نے اپنے بھائی پر زیادتی کیوں کی ہے؟ اور دوسرے سے کہے تم نے کیا جرم کیا حتیٰ کہ تیرے بھائی نے تجھ پر زیادتی کی اور تجھ پر مسلط ہوا۔

اس سلسلے میں طبرانی شریف کی مرفوع حدیث ہے (یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا)

ماتواد اثنان ففرق بینھما الا بذنب یحدثه احدھما۔

جب دو آدمیوں کے درمیان محبت ہو پھر ان کے درمیان جدائی ہو جائے تو اس کی وجہ ان میں سے کسی ایک کا گناہ ہوتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں ہے فرماتے ہیں: کوئی بندہ جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کسی ایسے شخص کو مسلط کرتا ہے جس کو وہ پہچانتا نہیں حتیٰ کہ اس پر عذاب سخت ہو جاتا ہے۔

و کان سیدی محمد الغمری رحمه اللہ یقول لمن خاصمه احد من اخوانه بغیر حق: ھلاً قابلت اخاک بالعفو و الصفح رفقاً به و اعطاء للفتوة و الصحبة حقھا! ثم یقول للآخر: انک قد تعدیت الشریعة باعتدائک علی أخیک۔

سیدی محمد الغمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شخص سے جس سے اس کا برادرِ طریقت ناحق لڑتا، فرماتے تھے: تم اپنے بھائی کے ساتھ عفو ودرگزر کا سلوک کیوں نہیں کرتے اس کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور جوانمردی اختیار کرو جس کا حق محبت ہے۔ پھر دوسرے سے فرماتے تم نے اپنے بھائی پر زیادتی کرتے ہوئے شریعت سے تجاوز کیا ہے۔

و کانت عائشة رضی اللہ عنھا تقول: خیار الناس من اذا احسنوا استبشروا، و اذا اساءوا غفروا، و اللہ أعلم۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں:

خیار الناس من اذا احسنوا استبشروا و اذا اساءوا غفروا۔

لوگوں میں سے بہترین لوگ وہ ہیں کہ ان سے نیکی کا سلوک کیا جا رہا ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور برائی پر معاف کر دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کو بطور استفہام مخاطب کرے

ومن شأنه ان لا یخاطب شیخه الا علی وجه الاستفهام، ولا یبدأه بالکلام، ولا یجیب الا علی حد الاحترام، ولا یجهر له بالقول کجهره لاخوانه من المریدین۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مرشد کو یوں خطاب کرے جیسے کوئی بات پوچھ رہا ہے کلام میں پہل نہ کرے اور جواب بھی احترام کے ساتھ دے اور جس طرح وہ اپنے برادرانِ طریقت سے بلند آواز سے کلام کرتا ہے، اس طرح مرشد سے کلام نہ کرے۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمه الله تعالیٰ یقول: ایاکم ان ترفعوا اصواتکم اذا کلمتم شیخکم فی حاجة، ولا تنادوا باسمه المجرد عن الکنیة واللقب کما ینادی بعضکم بعضاً، ولکن فخموه وعظموه بحکم الارث لرسول الله ﷺ، فان الله تعالیٰ نهانا ان ننادی باسمه فنقول یا احمد یا محمد کما ینادی بعضنا بعضاً، بل نقول یا نبی الله یارسول الله، وکذلک الشیخ تقول له یاسیدی یاولی الله یا واسطتنا عندالله ونحو ذلک۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: جب تم کسی حاجت کے لئے اپنے مرشد سے کلام کرو تو اپنی آواز بلند نہ کرو اور اس کا نام کنیت اور لقب کے بغیر نہ لو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ ان کی تعظیم واحترام کرو یہی بات بطور وراثت رسول اللہ ﷺ سے چلی آرہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ﷺ کو اسم گرامی سے یوں پکاریں۔ اے احمد، اے محمد (ﷺ) جس طرح ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں بلکہ ہم "یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ" کہیں۔

اسی طرح تم اپنے مرشد کو "یاسیدی" اور "یاولی اللہ" کہہ کر پکارو اور یوں کہو:

یاو اسطتنا عنداللہ۔

اے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے وسیلہ یا اور اس طرح کے دیگر الفاظ استعمال کرو۔

وسمعته رحمه اللہ یقول: ینبغی للمرید ان یتذکر حالة موسیٰ مع الخضر علیهما الصلاة والسلام کلما أشکل علیه شیء من أحوال شیخه، فان موسیٰ علیه الصلاة والسلام کان کلما أنکر علی الخضر شیئاً و أطلعه علی حکمته یرجع عن انکاره لوقته مع ان انکار موسیٰ علیه الصلوة والسلام لم یکن الا علی وجه الاستفهام لعصمته، إذ الانبیاء اکمل الناس ادباً و اکثرهم حیاء و تسلیماً فافهم۔

میں نے ان ہی (حضرت سید علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید کے لئے مناسب ہے کہ وہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی حالت کو یاد رکھے جب اس پر شیخ کے احوال میں سے کوئی بات مشکل ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بھی حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کرتے اور وہ اس کام کی علت بتا دیتے تو وہ اسی وقت اعتراض چھوڑ دیتے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار صرف سمجھنے کے طور پر تھا کیونکہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ معصوم تھے اور انبیاء کرام میں ادب، حیا اور تسلیم کرنا سب لوگوں سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس بات کو سمجھو۔

وکان الجنید اذا تکلم بشیء و عارضه احد من المریدین یقول: وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون۔ وکان یقول: من کتم عن شیخه شیئاً من احواله ولم یذکره له ولو ایماء و تعریضاً فقد خانه و صار منه علی باطنه عقدة فی الطریق، ولو انه کان ذکر لشیخه ما فی ضمیره لحل له بکلامه عقدته واللہ و أعلم۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کلام فرماتے اور کوئی مرید مقابل بھی بات کرتا تو فرماتے:

(وان لم تومنوا لی فاعتزلون) اگر تم مجھے نہیں مانتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

جو شخص اپنی کسی حالت کو اپنے مرشد سے چھپاتا ہے اور اس کے سامنے ذکر نہیں کرتا اگرچہ اشارے کنائے سے ہو تو وہ اس سے خیانت کرتا ہے اور اس سے طریقت میں باطنی طور پر گرہ آجاتی ہے اور اگر وہ اپنے دل کی بات مرشد کو بتا دیتا ہے تو وہ اپنے کلام کے ذریعے اس گرہ کو کھول دیتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ نہ کرے

ومن شأنه اذا ظهر شيخ في بلد شيخه وانقلب اليه المريدون والاكابر دون شيخه ان لا يلتفت اليه، ومتى التفت اليه فهو دليل على فساد ابتداء الصحبة معه، وقد قالوا: كل مريد لا يعتقد في شيخه انه أعلم بتربيته من غيره لا تنعقد صحبته معه ولا يصح سريان شيء من اسرار قلب الشيخ اليه، فان المريد كلما ايقن بتفرد الشيخ بالمشيخة في البلد كلما قويت محبته وتمكنت صحبته، وحكم العكس بالعكس۔ وأجمعوا على ان كل مريد اشتغل بوقائعه وكشفه دون مراجعة شيخه فقليل انقطعت الوصلة بينه و بينه، فان المريد وان فتح عليه بالعلوم والاحوال فباب علم الشيخ واحواله اوسع واكثر۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کے شہر میں کوئی دوسرا شیخ ظاہر ہو اور مریدین اور اکابر اس کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے شیخ کو چھوڑ دیں تو وہ اس کی طرف توجہ نہ کرے۔

اور جو اس کی طرف توجہ کرتا ہے تو یہ اس کی اپنے مرشد کے ساتھ ابتدائی صحبت کے فساد کی دلیل ہے۔

اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو مرید اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ اس کی تربیت کے بارے میں دوسروں سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اس کی صحبت اس کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی اور مرشد کے دل سے کوئی راز اس کی طرف جاری نہیں ہوتا۔

بے شک جب مرید یہ یقین رکھتا ہے کہ شہر میں اس کا مرشد، مشیخت (مرشد ہونے میں تنہا ہے) تو اس کی محبت مضبوط ہوتی ہے اور اس کی صحبت پختہ ہو جاتی ہے۔ جب کہ اس کے بر عکس عقیدے کا حکم اس کے بر عکس ہے۔

اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے واقعات اور کشف میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے مرشد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو بہت تھوڑے عرصہ میں اس کے اور اس کے مرشد کے درمیان تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

مرید پر اگرچہ علوم اور احوال کا دروازہ کھل جائے لیکن مرشد کے علم واحوال کا دروازہ وسیع تر اور زیادہ ہوتا ہے۔

وسمعت سیدی علیاً المرصفی رحمہ اللہ یقول: یجب علی المرید ان یحکی جمیع وقائعہ لشیخہ فما رآہ الشیخ من اللہ تعالیٰ أمضاہ ووافقہ علیہ، وما کان من غیر اللہ امرہ بالاضراب عنہ، فان الواقعۃ اذا کان فیھا شبھۃ فیرجو زوالھا ببرکۃ ذکرھا للشیخ، ویستفید المرید علماً بصحۃ الوقائع والکسوف کما تبرأ ساحتہ من جھۃ الأدب مع الشیخ، وتبرأ ساحۃ الشیخ بتعلیمہ الامور واخراجہ من مواطن التلبیس، وربما تحمل عنہ الشیخ ذلک المر الذی حل بہ لقلۃ غشہ وکثرۃ شفقتہ وصحۃ ایوائہ الی جناب الحق تعالیٰ۔

اور میں نے سید علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام واقعات اپنے شیخ سے بیان کرے مرشد جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور جاری رکھے

اور اس میں اس کی موافقت کرے اور جو اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف سے ہو اس سے منہ پھیرنے کا حکم دے۔

بے شک جس واقعہ میں شبہ ہو گا شیخ کے سامنے ذکر کرنے کی برکت سے اس کے زائل ہونے کی امید ہوتی ہے اور مرید کو ان واقعات اور کشف کے صحیح ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے جس طرح شیخ کے ادب کی وجہ سے اس پر فیضان ہوتا ہے اور شیخ پر فیضان ہوتا ہے ان امور کی تعلیم اور دھوکے کے مقامات سے نکالنے کی وجہ سے۔

اور بعض اوقات مرشد اس بات کو خود برداشت کرتا ہے جو اس (مرید) پر اترتی ہے کیونکہ اس میں کھوٹ کم اور مرشد کی شفقت زیادہ ہوتی ہے اور وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ حاصل کرتا ہے۔

وسمعته رضی اللہ عنہ أیضاً یقول: یجب علی المرید ان یذکر جمیع وقائعہ لشیخہ لانہ اعلم بمقامہ و مصالحہ و مفاسدہ من نفسہ، ولأنہ جرب الامور و مارس الاحوال و رکب الاھوال و بلغ مبلغ الرجال۔ و حکم المرید حکم من دخل فی ظلمۃ بریۃ قفر لم یسلکھا قط، فلا یعرف مواقع الخطر فیھا، ولا یمیز بین النفع و الضر، و حکم من اتخذ لہ طبیباً عارفاً بالداء والدواء فصار یصف لہ دواءہ وھو یتناول الامور المضرۃ لہ موافقۃ لھواہ واللہ أعلم۔

میں نے سیدی علی المرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: مرید پر لازم ہے کہ اپنے تمام واقعات اپنے مرشد کے سامنے ذکر کرے کیونکہ وہ اس کے مقام، حکمتوں اور مفاسد کو اس کی نسبت زیادہ جانتا ہے نیز اس نے ان امور کا تجربہ حاصل کیا۔ حالات کا سامنا کیا، خطرناک امور پر سواری کی اور مردوں (کاملین) کے مقام تک پہنچا۔ اور مرید کا معاملہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی جنگل میں تاریکی میں داخل ہوتا ہے جہاں کبھی کوئی شخص نہیں چلا اسے اس میں خطرناک مقامات کی پہچان نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ نفع و نقصان میں امتیاز کر سکتا ہے اور اس کا حکم اس

شخص کی طرح ہے جس کے لئے طبیب کو لایا جائے اور وہ دوائی اور بیماری دونوں کی معرفت رکھتا ہے وہ اس کے لئے دوائی بیان کرتا ہے اور وہ ایسی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اس کے لئے نقصان دہ اور اس کی خواہش کے موافق ہوتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد جہاں بٹھائے بیٹھ جائے

ومن شأنه اذا سافر شيخه من مكانه وتركه فيه ان يلازم شهود مكان شيخه الذى كان يقعد فيه ويسلم على شيخه كلما مر على مكانه فى وقت من الأوقات كأنه ما غاب عنه، و يراعى حرمته فى غيبته كمراعاته لها فى حضوره، وأجمعوا على انه لا ينبغى للمريد ان يقول له دعنى أنام عندك، أو آكل معك، أو أفارقك لعمل حرفة او نحوها، بل ينظر فى ذلك كل ما يراه الشيخ له فى ذلك، و ربما اجابه الشيخ الى ذلك فحصل للمريد غاية الإبعاد و نفرت نفس شيخه منه بعد ذلك۔ و كذلك كلّ ما فيه داعية إلى الإدلال على الشيخ و ترك للحرمة معه ثم لا يفلح المريد بعد ذلك أبداً ما دام هذا حاله۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد سفر پر جائے اور اسے وہاں چھوڑ جائے تو وہ اپنے مرشد کے مکان میں ٹھہرنے کو لازم پکڑے جہاں وہ بیٹھتا تھا اور جب بھی اس مکان کے پاس سے گزرے اپنے شیخ کو سلام کرے گویا وہ اس سے غائب نہیں اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی عزت واحترام کا اسی طرح خیال رکھے جس طرح اس کی موجودگی میں خیال رکھا گیا ہے۔

اس بات پر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ مرید کے لئے مرشد سے یہ کہنا مناسب نہیں کہ مجھے اجازت دیں میں آپ کے ہاں سو جاؤں یا آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں یا کسی کام کاج کے سلسلے میں آپ سے جدا ہو جاؤں وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ اس سلسلے میں مرشد جو بات مناسب سمجھے اسے دیکھے بعض اوقات مرشد اس کی اس بات کو قبول کرلیتا ہے تو مرید اس سے بہت دور چلا جاتا ہے اور اس کے بعد شیخ کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح ہر وہ کام جو مرشد پر جرأت کی دعوت دیتا ہے اور اس کے احترام کو چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے پھر جب تک مرید کی یہ حالت رہتی ہے وہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔

مرشد کی بات کو ترجیح دے

ومن شأنه اذا شاوره شيخه فی فعل امر من الامور ان يرد الامر فی ذلك الی الشيخ، كما كان الصحابة يقولون كان ﷺ أعلم من جميع اصحابه بأمور الدنيا والآخرة و انما كان يشاورهم تاليفاً لقلوبهم و بياناً لمقامهم فی الادب معه او فی المعرفة لذلك الامر الذی استشارهم فيه، و كذلك الحكم فی الشيخ بحكم الارث لرسول الله ﷺ ان مشورة الشيخ للمريد ليس هو لافتقار الشيخ الی رأی المريد۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد کسی کام کے سلسلے میں اس سے مشورہ طلب کرے تو وہ اس سلسلے میں فیصلہ شیخ کی طرف پھیر دے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ دنیوی اور اخروی تمام امور کا علم تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا طلب مشورہ ان کے دلوں میں الفت پیدا کرنے اور بارگاہ نبوی ﷺ میں ان کا مقام ادب کو بیان کرنے یا اس کام کی معرفت حاصل کرنے جس کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے، کے لئے ہوتا تھا۔

مرشد کا حکم بھی یہی ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وارث ہوتا ہے۔ ورنہ مرشد کا مرید سے مشورہ طلب کرنا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ مرید کی رائے کا محتاج ہے۔

وکان سیدی ابراھیم الدسوقی رحمه اللہ یقول: لیس من ادب المرید ان یسأل شیخه عن حکمة ملازمته لمکان جلوسه فیه، ولا ان یسأله اذا انتقل عنه لم انتقلت، ولیحذر ان یظن شیخه ان جلوسه فی ذلک المکان أو انتقاله عنه بحکم العادة بغیر نیة صحیحة إذ الشیخ محفوظ عن ان یفعل شیئاً من غیر غرض شرعی۔ وکذلک ینبغی له ان یحذر من تأویل کلام شیخه عن ظاهره اذا أمره بل یبادر الی فعل ذلک الأمر من غیر تأویل، کما وقع لبعض الصحابة حین قال لھم رسول اللہ ﷺ: "لا یصلین احدکم العصر الا فی بنی قریظة" وقد تقدم ذلک تقریباً۔

سیدی ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: مرید کے آداب سے یہ بات نہیں کہ وہ اپنے مرشد سے پوچھے کہ اس نے بیٹھنے کے لئے اس جگہ کو کیوں لازم پکڑ رکھا ہے اور جب وہ وہاں سے منتقل ہو تو یہ سوال بھی نہ کرے کہ وہ کیوں منتقل ہوا ہے اور اپنے شیخ کے بارے میں یہ خیال بھی نہ کرے کہ اس کا فلاں جگہ بیٹھنا یا وہاں سے منتقل ہونا عادت کے طور پر ہے۔ کسی صحیح نیت کی بنیاد پر نہیں ہے کیونکہ مرشد اس بات سے محفوظ ہے کہ وہ کوئی کام شرعی غرض کے بغیر کرے۔

اسی طرح اپنے مرشد کے کلام کی ظاہر کے خلاف تاویل کرنے سے بھی بچنا چاہئے جب وہ اسے حکم دے بلکہ کسی تاویل کے بغیر اس حکم کو بجالانے میں جلدی کرے۔ جس طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: لا یصلین احدکم العصر الا فی بنی قریظة یعنی تم میں سے کوئی ایک بنی قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کرے۔

مرشد کی بات مانے اگرچہ بظاہر خطا ہو

وکان سیدی یوسف العجمی رحمه اللہ یقول: من ادب المرید ان یقف عند کلام شیخه ولا یتأوله، ولیفعل ما أمره به شیخه وان ظھر ان شیخه اخطأ، فقد قالوا ان علی المرید اعتبار ما یخیّل انه خطأ من کلام شیخه احسن من صوابه ھو، لخفاء مدرک کلام شیخه علیه وخروجه

عن تلبسات النفوس، وان قال اني تخيلت انک اردت کذا و کذا فهو فی ادبار عن طریق الارادة، وما أتی علی أکثر المریدین الخذلان إلا من التأویل فانه حظ النفس، ومن وافق حظ نفسه لا یفلح، واللہ أعلم۔

اور سیدی یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: مرید کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے مرشد کی بات پر ٹھہر جائے اس کی تاویل نہ کرے بلکہ مرشد نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرے اگرچہ (بعد میں) ظاہر ہو کہ مرشد سے خطا ہوئی ہے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مرید پر لازم ہے کہ وہ مرشد کی جس بات کو خطا سمجھتا ہے اسے اپنی درست بات سے اچھا سمجھے کیونکہ مرشد کے کلام کا مطلب اس پر مخفی ہوتا ہے اور وہ نفوس کے دھوکوں سے پاک ہوتا ہے۔

اور اگر کہے کہ میرے خیال میں آپ نے فلاں فلاں ارادہ کیا ہے تو یہ ارادت کے راستے سے پیٹھ پھیرنا ہے اور اکثر مرید کی رسوائی کی وجہ یہی تاویل ہے کیونکہ یہ نفس کا حصہ ہے اور جو اپنے نفس کی خواہش کی موافقت کرتا ہے وہ کامیابی حاصل نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں بھی مرشد کی طرف پیٹھ نہ کرے

ومن شأنه ان لا یصلی فی موضع یستدبر فیه شیخه ما امکن ان کان حاضراً الا ان عارضه فی ذلک امر شرعی کأن یصلی فی الصف الاول و شیخه فی الصف الثانی فان ذلک لا یضر واللہ أعلم۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ایسی جگہ نماز نہ پڑھے جہاں مرشد کی طرف پیٹھ ہوتی ہے اگر مرشد موجود ہو ممکن حد تک بچے مگر اس میں شرعی عذر ہو تو کوئی حرج نہیں جس طرح وہ پہلی

صف میں نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا مرشد دوسری صف میں ہے یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرشد کی توجہ پیش نظر رہے

ومن شأنه اذا ذكر الله او فعل عبادةً من العبادات ان يستحضر نظر شيخه اليه ليتأدب و يضم شتات قلبه، و هذا واجب عليه ما دام تحت اذن شيخه، فان أذن له شيخه في التربية والاستقلال بنفسه كان بعد ذلک حاله حال شيخه مع ربه، كما سيأتي بسطه ان شاء الله تعالىٰ اواخر الرسالة۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر یا کوئی عبادت کرے تو اپنے مرشد کی نظر کو اپنی طرف متوجہ خیال کرے تا کہ ادب اور دل جمعی حاصل ہو۔ اور یہ اس پر واجب ہے جب تک اپنے مرشد کی اجازت کے تحت ہو اور اگر مرشد اسے تربیت اور اپنی ذات کے ساتھ مستقل ہونے کی اجازت دے تو اس کے بعد اس کی حالت اپنے رب کے ساتھ مرشد کی حالت جیسی ہو جاتی ہے جس طرح رسالہ کے آخر میں یہ بات تفصیل سے بیان ہو گی۔

مشائخ میں سے ہونے کا دعویٰ نہ کرے

ومن شأنه ان لا يدعي انه من أهل القوم حتى يرى الخلق كلهم احسن حالا منه، لا سيما جماعة شيخ آخر، فان كل من خرج من تحت تربية شيخ و رأى نفسه أعلى من احد المسلمين فهو ممقوت، لأن هذا هو الذنب الذى طرد لاجله۔ و هذا يخفى على كثير من المريدين والحمد لله رب العالمين۔

مرید کی شان سے یہ بات بھی ہے کہ صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی قوم میں ہونے کا دعویٰ نہ کرے جب تک تمام مخلوق کو اپنے سے بہتر حالت میں خیال نہ کرے۔ خاص طور پر دوسرے شیخ کی جماعت

سے کیونکہ جو شخص کسی شیخ کی تربیت سے نکلتا ہے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان سے اعلیٰ خیال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے دوری ہو جاتی ہے اور یہ بات اکثر مریدین پر مخفی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

علامہ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قطب الارشاد میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے شیخ ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں:

وان لایکون فی قلبہ انکار بکل مایقولہ ولا فی لسانہ مجادلۃ علیہ، الخ۔

"اور مرید کے بہترین آداب میں سے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ یہ ہے کہ دل میں بھی انکار نہیں آنے دے اس پر جو مرشد فرمائیں اور نہ زبان پر اس کی بحث لائے۔"[340]

وینبغی ان یکون بین یدی الشیخ کالمیت بین یدی الغسال یتصرف فیہ کیف یشاء فانہ اعرف بمصالح المرید ومفاسدہ ومراشدہ: الخ

"اور مناسب ہے مرید کے لئے کہ پیر و مرشد کے سامنے ایسے ہو جائے جیسے مردہ غسل کروانے والے کے سامنے، جس طرح وہ چاہے اس میں تصرف کر سکتا ہے، تو پیر کامل بہت ہی زیادہ عالم ہوتا ہے مرید کی اصلاح اور نقصان کے بارے میں، اور رشد و کمال کے بارے میں۔"[341]

وینبغی ان یکون فی اعتقادہ ان ھذا المظھر ھو الذی عینہ الحق سبحانہ للافاضۃ علی ولا یحصل لی الفیض الا بواسطتہ دون غیرہ ولو کانت الدنیا مملؤۃ من المشائخ ومتی یکون فی باطن المرید تطلع الی غیر شیخہ لم ینفتح باطنہ الی حضرۃ الحق سبحانہ واذا خطر ببالہ ان فی العالم احدا یوصلہ الی اللہ غیر شیخہ تصرف فیہ الشیطان وازعجہ عن الخلوۃ: الخ

---

340 (ص ۵۳۰)

341 (ص ۵۳۱)

ترجمہ: ''اور مناسب ہے مرید کے لئے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ جل شانہ نے شیخ کی صورت میں جو مظہر میرے لئے مقرر کیا ہے، خیر اور برکت کے لئے ہے، اور یہ فیض مجھے حاصل نہیں ہوتا مگر ان کے واسطے سے، نہ کہ غیر کے واسطے سے اگرچہ دنیا مشائخ سے بھری ہوئی ہے اور جب مرید کے باطن میں یہ خیال آجائے کہ فلاں شیخ میرے لئے میرے مرشد سے بہتر ہے، تو اس کو کبھی بھی نفع نہیں ملے گا، باطنی حیثیت سے۔ اور جب اس کے دل میں یہ بات آجائے کہ عالم کے اندر کوئی اور بھی ہے میرے شیخ کے علاوہ جو مجھے وصول الی اللہ تک پہنچادے گا، تو سمجھ لو کہ ایسے مرید کے اندر شیطان نے تصرف کر لیا ہے، اور اسے خلوت سے ہٹا دیتا ہے۔''[342]

ومن الاداب ان لا یسال عن شیخہ قط لم فعلت یا سیدی کذا أو لم ترکت کذا اما قرع سمعک حدیثُ خضر مع موسیٰ صلوات اللہ نبینا وعلیھما فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شیء حتیٰ احدث لک منہ ذکرا فلا تعترض علی بشیء فی شیء ان کنت تابعاً صادقاً: الخ

''اور مرید کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سوال نہیں کرے گا اپنے شیخ سے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا اے میرے سردار اور آپ نے یہ کام کیوں چھوڑا، اے میرے سردار۔ کیا آپ نے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ نہیں پڑھا کہ جس میں خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میری تابعداری کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھیں گے، جب تک میں آپ کو خود وضاحت نہ کر دوں اور آپ اعتراض نہ کریں کسی چیز پر اور یقین کے ساتھ میری تابعداری کیجئے۔''[343]

---

342 (ص ۵۳۲)

343 (ص ۵۳۰)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

وھٰکذا ادب المرید مع الشیخ ان یکون مسلوب الاختیار لا یتصرف فی نفسه وماله الا بمراجعة الشیخ وامره الخ۔

شیخ کی مجلس میں مرید کو چاہیئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھے، شیخ کے سامنے اپنے اختیار سے دست بردار ہو جائے۔ اپنی جان و مال میں شیخ کے مشورہ اور حکم کے بغیر تصرف نہ کرے۔

فاحسن ادب المرید من الشیخ السکوت والخمود والجمود حتی یبادئه الشیخ بماله فیه من الصلاح قولاً و فعلاً الخ۔

"مرید کا بہترین ادب شیخ کے سامنے یہ ہے کہ ہمیشہ چپ رہے اور اپنی گردن کو جھکا کے رکھے، اور استقامت رکھے اس وقت تک جب تک شیخ کسی کام کے متعلق خود شروع کرے جس میں مرید کے لئے قولاً و فعلاً فائدہ ہو۔"[344]

وفی ھذا تأدب للمرید فی الدخول علی الشیخ والاقدام علیه وترکه الاستعجال و صبره الی أن یخرج الشیخ من موضع خلوته الخ۔

اور اس میں مرید کے لئے مرشد کے پاس آنے، اور کسی بھی کام پر اس کے سامنے اظہارِ جرأت کرنے اور جلد بازی کو چھوڑنے اور مرشد کے اپنے خلوت خانے سے از خود برآمد ہونے تک صبر کرنے کی تادیب ہے۔[345]

---

[344] (ج۵ص۱۹۹)

[345] (ص۲۰۱،ج۵)

ومن شأنه ان يبادر لامتثال أمر شيخه ولا يتوقف على معرفة الدليل على أمره به فان ذلک من اکبر قواطع الطریق۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ تیزی اور جلدی کرے ہر اس کام میں جس پر مرشد مبارک اسے امر فرمائیں، اور کسی امر کے لئے دلیل جاننے کے لئے توقف نہ کرے، سو اگر اس نے ایسا کیا تو یہ طریقت کی راہ قطع کرنے کا بڑا سبب ہے۔[346]

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن اعظم اخلاق المرید التحمل لأذی الناس وکظم غیظہٖ ما استطاع فان کل من لم یحمل کظم الغیظ فلا بد من وقوعہٖ فی ذل الاعتذار۔

اور مرید کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ ہے کہ وہ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق غصے کو پی جائے، اور جو غصے کو برداشت نہیں کرتا تو اسے عذر کرنے کی ذلت برداشت کرنی پڑتی ہے۔[347]

پس مرید کو اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں جاننا چاہئے اور اپنی شقاوت اس کے رد میں **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَهُ مِنْ ذَالِکَ حَقّ سُبْحَانَهُ** کی خوشنودی پیر کے پردہ کے پیچھے رکھی ہے، جب تک کہ مرید پیر کی مرضی میں اپنے کو گم نہ کردے گا اللہ سبحانہ کی مرضی تک نہ پہنچے گا۔ پیر کے آزار میں مرید کی آفت ہے جو لغزش اس کے بعد ہو اس کا تدارک ممکن ہے لیکن پیر کے آزار کی کوئی چیز تدارک نہیں ہے۔ پیر کا آزار خاص مرید کے لئے شقاوت کی جڑ ہے **عِیَاذ بِاللّٰہِ سُبْحَانَهُ مِنْ ذَالِکَ** اور معتقدات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں فتور یہ اس کے نتیجے اور پھل ہیں اچھے حالات کہ

---

346 (۷۰:۱)

347 (انوارِ قدسیہ ص ۱۴۲)

جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کیا کہنا؟ اور اگر باوجود آزار پیر کے کوئی اثر باقی رہے تو اس کو استدراج خیال کرنا چاہیئے کیونکہ وہ آخر خرابی کی طرف کھینچے گا اور سوائے نقصان کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا، انتہیٰ۔ اور نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی رسالہ مبدء و معاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اعتقاد مرید کا ساتھ افضلیت نہ دے کہ جن کی فضیلت شرع میں درج ہے کہ باعث ہے افراط محبت کا اور ایسی محبت مذموم ہے۔ شیعہ افراط محبت اہلبیت میں خراب ہوئے اور نصاریٰ فرط محبت عیسیٰ علیہ السلام میں کہ انہوں نے اللہ کا بیٹا کہا اور خسارہ ابدی میں پڑے لیکن اگر سوائے ان کے فضیلت دے تو جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب اور یہ فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ مرید مستعد میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور اس وسیلہ کے ساتھ کمالات پیر کو اخذ کرتا ہے اور اگر فضیلت دینا مرید کا اس کے اختیار میں ہے اور ساتھ تکلف کے پیدا کرتا ہے یہ جائز نہیں ہے اور نہ اس کا کچھ ثمرہ ہے اور اس کو طریق صوفیاء سے زیادہ حصہ ملتا ہے کہ جس کی فطرت میں تقلید و پیروی زیادہ ہوتی ہے پس دارومدار اس جگہ تقلید پر ہے اور حصر امر کا اس جگہ پیروی تقلید انبیاء علیہم السلام پر ہے ان کی تقلید اعلیٰ درجوں پر پہنچاتی ہے اور پیروی اصفیاء کی بلندی مرتبہ پر پہنچاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو فطرتاً تقلید زیادہ رکھتے تھے اپنی سعادت سے تصدیق نبوت بہت جلدی فرمائی اور اسی وجہ سے صدیقوں کے سردار ہوئے اور ابو جہل لعین استعداد تقلید اور اتباع کی کم رکھتا تھا اس لئے اس سعادت سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ پیشوا ملعونوں کا ہوا، مرید جو خوبی اپنے میں پاتا ہے وہ پیر کی تقلید سے پاتا ہے، خطائے پیر صواب مرید سے بہتر ہے اس واسطے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سہو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آرزو رکھتے تھے یالیتنی سهو محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ الہ وَسلّم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شان بلال

رضی اللہ عنہ میں فرمایا کہ سین بلال رضی اللہ عنہ عند اللہ شین ہے کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی تھے اور اذان میں اشہد کی جگہ اسہد کہتے تھے پس خطاء بلال رضی اللہ عنہ کی اوروں کے صواب سے بہتر ہے۔ بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ روئے دل تمام باتوں سے پاک کر کے پیر کی طرف متوجہ رہے اور شیخ کی موجودگی میں بے حکم اس کے نوافل اور ذکر میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں کسی اور کی طرف مخاطب نہ ہو اور ہمہ تن پیر کی طرف متوجہ رہے مگر جو حکم دے اس کی تعمیل کرے اور سوائے نماز فرض و اجب سنت اس کے سامنے نہ پڑھے اور ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ سایہ مرید کا پیر کے جسم پر یا اس کے کپڑے پر پڑے اور اس کے مصلے پر پیر نہ رکھے اور پیر کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتن استعمال کو اپنے کام میں نہ لائے اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ کسی سے بات کرے اس کی غیر موجودگی میں اس کی خاص جگہ میں پیر نہ پھیلائے اور تھوک اس کی طرف کو نہ ڈالے اور اس کے کاموں پر اعتراض نہ کرے کہ سوائے افسوس اور بدنصیبی کے کچھ حاصل نہیں اور پیر کے تمام اعمال لباس کھانے پینے عبادت کرنے نماز پڑھنے میں پیروی کرے۔ کشف و کرامات اس سے نہ چاہے کیونکہ معجزات طلب کرنے والے انبیاء علیہم السلام سے کفار تھے اگر کوئی شبہہ ہو تو بے توقف اس کو عرض کرے اگر شبہہ حل نہ ہو تو اس کو اپنی بے سمجھی پر محمول کرے اور جو واقعات مرید کو پیش آئیں اس کو پیر سے نہ چھپائے کیونکہ مرید حق و باطل میں پوری تمیز نہیں رکھتا ہے اور آواز اپنی پیر کی آواز پر بلند نہ کرے، اور بات پکار کر نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور مرید کو جو فیض و فتوح ہو اس کو بواسطہ پیر جانے۔ اگر کسی دیگر بزرگ کی شکل میں فیض یا فائدہ پہنچے تو وہ فیض خاص پیر ہی کا ہے لطائف پیر کے مناسب استعداد طالب ظاہر ہوئے ہیں دوسرے بزرگ کا سمجھنا نہایت غلطی

ہے۔ سچ ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ تمام ہوا کلام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔
جو کچھ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آداب مرید و حقوق پیر فرمائے ہیں یہ سب بجا اور درست ہیں بلکہ میں نے فی الجملہ اس میں اختصار کیا ہے لیکن یہ حقوق اور آداب ان پیروں کو سزاوار ہیں کہ جن کی صفت فصل تلاش مرشد میں لکھی گئی ہے اگر کوئی پیر ان صفات کے خلاف ہو تو وہ نہ مرشدی کے قابل ہے اور نہ ادائے آداب کا سزاوار اور اتباع پیر کی اور پیر کے اعمال کی گرفت نہ کرنا، حضرت مجدد صاحب کی مراد اس سے اتباع معاملہ طریقت میں ہے کہ جس کو سلوک کہتے ہیں اگر کوئی پیر خود نماز نہ پڑھے یا داڑھی منڈائے یا کترائے یا عورتوں سے پردہ کو اپنے لئے ٹھیک نہ جانے اور جو فعل شریعت میں حرام ہے اس کا مرتکب ہے تو ہرگز ہرگز ایسا پیر نہ پیری کے لائق ہے نہ اس کی پیروی کی ضرورت ہے جب مرید ہوں رضامندی خدا و اتباع حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے اور وہ پیر خود خدا سے دور ہو اور دوسروں کو بھی دور کرنے والا ہو تو ایسے پیر کو خلیفہ شیطان سمجھنا چاہیئے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دست ناقص دست شیطانست و دیو زانکہ اندر دام تکلیف ست ریو
ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے اس لئے اس جال اور مصیبت سے بچ

مزید تحقیق کے لئے سالک کو تربیت السالکین کا مطالعہ کرنا چاہیئے، اسی طرح اثبات البیعت (حضرت باباجی سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا بھی مطالعہ کرے۔

باوجود حیات پیر اول دوسرا پیر کر سکتا ہے

فی زمانہ بعض پیر اپنی طمع نفسانی و کسر شان ہونے کی وجہ سے اپنے مریدوں کو غلط مسئلہ طریقت کا بتلاتے ہیں کہ اب سوائے ہمارے کسی طرف رجوع نہ کرنا تمہارا فرض ہے تم ہمارے جھنڈے کے نیچے آچکے، اب دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے۔ اگر ہوئے تو ہم تمہارا نام مریدوں کے دفتر میں سے کاٹ دیں گے تمہاری شفاعت نہ کریں گے۔ غرض کہ ایسی بہت سی فضول باتیں جاہلوں کو سمجھاتے ہیں یہ سب باتیں بے اصل ہیں اور حقیقتاً شرارت نفس ہے۔ بے شک خدا کے مقبول بندے گنہ گار لوگوں کی شفاعت کریں گے اور ان کا وجود خلق کے واسطے باعث رحمت ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سب مریدوں سے فرمایا کہ خدا نے ایک سے ایک زیادہ پیدا کیا ہے تم مجھ سے بہتر شیخ تلاش کر لو اکثر مرید آپ کے یہ عرض کرنے لگے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کہیں نہیں جائیں گے مگر بعض اشخاص گئے تھے مگر بعد تلاش پھر واپس آگئے اور عرض کیا کہ آپ جیسا بزرگ نہ ملا۔ یہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل بے نفسی اور کمال کا ثبوت ہے کہ جن کی ایک توجہ سے نانبائی آپ کا ہم شکل بن جائے اور قرب حق میں بھی اسی کمال کو پہنچ جائے اور جن کے حضرت مجدد الف ثانی جیسے خلیفہ ہوں ان کا ایسا فرمانا بے نفسی کی بین دلیل ہے۔ اسی واسطے آپ کو خواجہ بے نفس بھی کہتے ہیں۔ اکثر اکابرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، کسی نے چار کسی نے تین کسی نے دو، کسی نے ایک ہی پر قناعت کی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرِ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کئی کئی پیر کئے ہیں لیکن ایسا کب کیا ہے کہ پیر کا انتقال ہو گیا، پیر سے ایک سلسلہ کا سلوک ختم ہو گیا یا جہاں تک پیر کی ترقی تھی وہاں تک کر چکا، یا پیر سے ہمیشہ کے لئے دور ہو گیا یا جو کچھ

پیر نے ذکر و فکر بتلایا، اس پر مواقع ارشاد پیر کے دو تین برس شب و روز مخاطب رہا، پھر بھی فائدہ قرب حق میں کم پایا یا نہ پایا، یا ان کے عقائد یا معاملہ کو خراب پایا، ان سب صورتوں میں دوسرا پیر کر سکتا ہے بلکہ طالب حق کو دوسرا پیر کرنا نہایت ضروری ہے لیکن جو شخص اس واسطے کسی بزرگ سے بیعت ہوا ہو کہ میں اس بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کر کے آئندہ گناہ سے اجتناب کروں یا اس لئے بیعت ہوا کہ اس بزرگ کی ذات دنیا اور آخرت میں میرا وسیلہ بنے اس بیعت اول کو بیعت توبہ کہتے ہیں اور دوسری بیعت کو بیعت توسل کہتے ہیں ان دونوں بیعت کرنے والوں کو کسی اور جگہ بیعت ہونے کی ضرورت نہیں اور وقت بیعت طالب کی نگاہ میں یہ بزرگ سب سے اپنے زمانہ میں اور اس طالب کی تحقیق میں جب اچھا ثابت ہو چکا ہے تو اب پھر اس کے خلاف سابقہ پیر کی برائی اور دوسرے پیر کی بھلائی کرنے کا طالب کے پاس کون سا معیار اور کون سی ترازو ہے اس لئے اس کو دوسرا پیر کرنے کی ضرورت نہیں اور جس شخص طالب حق کو شیخ سے باطنی فائدہ پہنچ رہا ہے اس کا بھی بلاوجہ ادھر ادھر شیخ کی تلاش کرنا اور جگہ جگہ مرید ہوتے پھرنا بوالہوسی اور نہایت خراب بات ہے ایسے آدمی کو ہرجائی کہتے ہیں جو نہایت مذموم ہے۔

آگاہی

بیعت شریعت میں بہت قسم کی ہے لیکن طریقت میں رواج تین قسم کی بیعت کا ہے۔ بیعت توبہ، بیعت توسل، بیعت کسب سلوک واسطے قرب حق اور تزکیہ نفس کے جو تیسری بیعت کسب سلوک کی ہے اس کے طالب کے واسطے اوپر لکھا گیا ہے کہ صورت ہائے مذکورہ بالا میں وہ دوسری جگہ بیعت کرے اور اس کو بیعت ہو کر قرب حق حاصل کرنا چاہئے لیکن بیعت توبہ اور بیعت توسل میں تکرار بیعت کی ضرورت نہیں۔ اب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا ترجمہ کرتا

ہوں۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ باوجود حیات پیر اگر طلب حق کے واسطے کسی دوسرے پیر کے پاس جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر وسیلہ ہے طرف قرب حق کے، اگر طالب خدا اپنی ہدایت کا راستہ دوسرے پیر کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں اور خدا کی محبت میں یکسو پائے تو جائز ہے کہ زندگانی پیر میں بغیر اس کی اجازت کے دوسرے پیر کے پاس چلا جائے اور طلب ہدایت اس سے چاہے، مگر چاہئے کہ پیر اول سے انکار نہ کرے اور سوائے نیکی کے اس کو یاد نہ کرے۔ عام طور پر پیری اور مریدی اس وقت کی سوائے رسم و عادات کے نہیں رہی ہے اکثر پیر اس وقت کے اپنے سے ہی خبر نہیں رکھتے ہیں اور ایمان کو کفر سے جدا نہیں کرسکتے۔ کسی شاعر نے حسب موقع کہاہے:

آگہ از خویشتن چوں نیست چنیں　　　　چہ خبر دار از چنان و چنیں

جب اپنے حال سے ہی آگاہ نہیں　　　　تو دوسروں کے حالات سے کیا واقف ہو گا

افسوس اس مرید پر کہ اس طرح اعتقاد پیر کے ساتھ کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے شیخ کے پاس نہ جائے اور راستہ خداوند جل شانہ کا تلاش نہ کرے، یہ خطرات شیطانی ہیں کہ پیر ناقص کی زندگانی سے طالب کو حق تعالیٰ سے جدا کرتے ہیں جس جگہ راستہ ہدایت کا کھلا ہوا پائے بے توقف رجوع کرے اور وسوسہ شیطانی سے پناہ مانگے۔ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا فتویٰ علمائے بخارا سے لیاہے کہ اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا اور دوسرے سے تعلیم اور تیسرے کی صحبت سے فائدہ اٹھایا یہ تینوں دولتیں اگر ایک جگہ مل جائیں تو نعمت اور جائز ہے کہ تعلیم اور صحبت میں کئی پیروں سے فائدہ اٹھائے اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مثل میرے پیروں کے پیر رکھتا ہو اس کو دوسرے پیر کے پاس نہ جانا چاہئے مگر پیر

ناقص سے ضرور علیحدہ ہو کر دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے بلکہ ایسے پیر کی صحبت میں بیٹھنا اپنی استعداد کو ضائع کرنا ہے۔

نور العقائد فی بیان عقائد اہلسنت والجماعۃ میں صفحہ ۳۵۰ پر حضرت ملا صالح محمد القاضی سابقا بقالات قندھار افغانستان لکھتے ہیں:

فصحبة الشيخ الناقص الذى لم يتم امره بالسلوک والجذبة۔ سم قاتل والانابة اليه مرض مهلک۔ يضيع استعداد المريد الرفيع۔ ويفسده مثل فساد البيضة۔ فلا يجوز اخذ الطريق الى الله تعالى من الناقص لمامر۔ ولا من المقلد بآبائه الكاملين المكملين غير سالک مسلكهم۔ وغير واصل مبلغهم۔ لان الارادة لا تصح الا بالتعليم والتعلم۔ وحصول درجة التكميل۔ وليس فيه شيء من ذالک۔ وايضا الشيخ الناقص مثل الزانى۔ ومريده ولد الزانى۔ والشيخ الناقص مثل الصنم ۔ ومريده مثل عابد الصنم۔ ويفتضح هو ومريده على رؤس الاشهاد يوم القيامة۔ والشيخ الناقص مثل الطبيب الجاهل۔ يعل الصحيح۔ ويقتل المريض۔ والشيخ الناقص اشرار الاشرار۔ وافجر الافجار۔ والشيخ الناقص مثل المنافق۔ ينطفيء نور فقره عند الموت۔ واحاطت به ظلمات المتراقمة۔ مثل ظلمات الليلة المظلمة المتغيمة المطيرة وادركته اللعنة۔ والغضب والخزلان۔ كما ينطفيء نور كلمة المنافق عند الموت۔ واحاطت به ظلمات الكفر۔ ووصل الى درک الاسفل من النار۔ والشيخ الناقص مثل الدجال۔ ومثل الفرق الضالة۔ ومثل الرافضية والوهابية۔ ويكون بينه وبين مريده مخاصمة والتبرى يوم القيامة۔ كما بين التابع والمتبوع من الفريق الضالة الكفرة۔ والى غير ذالک من انواع العذاب والنكال۔ فينبغى للمريد ان يجتهد فى معرفة من يصلح شيخا۔ ويجوز الاقتداء به۔ لان هلاک اكثر الطالبين۔ بل عموم الناس بالاقتداء بالائمة المضلين۔ وافتراق الامة الى ثلث وسبعين فرقة نشأ من الصوفية الذين ما كانوا على ما جاء به النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم ۔ هذه الجملة منقولة من قطب الارشاد۔ وروح البيان۔ والمكتوبات۔ وفتوح الغيب۔

والفتوحات۔ والابریز۔ وجامع الکرامات۔ ولطائف المنن۔ وعھود۔ وبحر مورود۔ وانیس الوحید۔[348]

ترجمہ: "وہ شیخِ ناقص جس کا کام سلوک اور جذبہ سے تام نہ ہوا ہو اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک مرض ہے جو کہ بلند درجہ مرید کے استعداد کو بھی ضائع کر دینے والی ہے اور مرید کو اس طرح فاسد کرتا ہے جس طرح گندہ انڈہ، تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں ناقص سے استفادہ جائز نہیں ہے ما قبل بیان کی وجہ سے، اور نہ اس شخص سے استفادہ جائز ہے جو اپنے کاملین مکملین باپ دادا کا مقلّد ہو لیکن ان کے راستے پر جانے والا نہ ہو اور ان کے مقام تک پہنچنے والا نہ ہو، کیونکہ پیری مریدی تعلیم و تعلم (افادہ واستفادہ) کے بغیر صحیح نہیں اور کمال کے درجے تک پہنچنے کے بغیر بھی پیری مریدی صحیح نہیں اور ان (ناقص سجادہ گان) میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ اور اسی طرح ناقص پیر زناکار کی طرح ہے اور اسکا مرید ولدِ زنا کی طرح ہے۔ اور ناقص پیر بت کی طرح ہے اور اس کا مرید بت پرست کی طرح ہے اور رسوا ہو گا، یہ ناقص اور اسکا مرید قیامت کے دن لوگوں کے سامنے شیخ ناقص جاہل طبیب کی طرح ہے جو تندرست کو بیمار کر دیتا ہے اور بیمار کو مار دیتا ہے۔ شیخ ناقص بدتر سے بدتر ہے اور فاجروں سے بڑا فاجر ہے۔ شیخ ناقص منافق کی طرح ہے جس کی فقر کی روشنی موت کے وقت بجھ جائیگی اور اس پر تہہ در تہہ تاریکیاں چھا جائیں گی اس رات کی تاریکیوں کی طرح جو اندھیری ہو اور بادل والی ہو اور بارش برسنے والی ہو۔ یہ (ناقص پیر) لعنت میں، قہر میں اور رسوائی میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس طرح منافق کے کاموں کی نورانیت موت کے وقت ختم ہو جائے گی اور اس کو ظلماتِ کفر گھیر لیں گی اور جہنم کے نیچے والے طبقے میں پہنچ جائے گا۔ شیخ ناقص دجال کی

---

[348](والفتاویٰ الحدیثیة)

طرح ہے، گمراہ فرقوں کی طرح ہے، رافضیہ اور وہابیہ کی طرح ہے۔ شیخ ناقص اور اسکے مرید کے درمیان بروز محشر جھگڑا ہو گا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی، جس طرح گمراہ کافر فرقوں کے تابع اور متبوع کے درمیان جھگڑا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی اور اسکے علاوہ عذاب اور عبرت ہو گی۔ مرید کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو پہچاننے کے لئے کوشش کرے جس کی اقتدا کرنا جائز ہو اور وہ شیخ بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو کیونکہ طالبانِ راہِ حقیقت کی ہلاکت بلکہ عامۃ الناس کی ہلاکت گمراہ کن ائمہ کی اقتدا کی وجہ سے ہوتی ہے اور امتِ مسلمہ کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا ان (جعلی)صوفیوں کی وجہ سے ہوا ہے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے پیغام اور طریقے پر نہیں تھے۔"

ناقص شخص کو خود اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کسی اور کی کیسے اصلاح کرے گا۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

اذا کان الغراب دلیل قوم سیهدیهم الی أرض الجیاف۔

"جب کسی قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ اسے گندگی ہی کی طرف بلائے گا۔"[349]

تو ناقص پیر کی مثال بھی اسی طرح ہے کہ خود تو ہے ہی ہلاک، اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور جو حالات، کیفیات، (جذب، وجد، حرکات وسکنات) اور کشفیات اس سے صادر ہوتی ہیں، وہ بھی استدراج ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ جو وظائف کرتا ہے، اس کی بھی تاثیرات ہوتی ہیں تو ان تاثیرات کی بدولت لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ یہ کرامت ہے، حالانکہ وہ حقیقتاً استدراج ہوتا ہے۔ اور ناقص پیر وہ ہے جس نے سلوک اور مقاماتِ ولایت طے نہ کئے ہوں اور مقامِ رسوخ تک نہ

---

[349] (ج۵:۲۸۹)

پہنچا ہو، **سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ** اور **سیر فی الاشیاء بطریقِ اتم** طے نہ کئے ہوں، فنا اور بقا کی دولت سے مشرف نہ ہوا ہو۔ لطائف کی حیات، اطمینانِ نفس، عناصرِ اربعہ کا اعتدال اور اخلاقِ محمودہ سے متصف نہ ہو، تو سمجھ لو کہ ایسا شخص پیرِ ناقص ہے، اور ہر کسی کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھے تاکہ ہلاکت میں نہ پڑ جائے، جیسے کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

دستِ ناقص دستِ شیطان است و دیو　　زآن کہ اندر دام تکلیف است و ریو

ای بسا ابلیس آدم رو کہ ہست　　پس بہ ہر دستی نباید داد دست

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ تکرارِ بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باہر کہ نشینی و نہ شد جمع دلت　　وز تو نہ رمید صحبت آب و گلت

جس کسی کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان نہ ہو　　اور تیرے دل سے دنیا کی محبت دور نہ ہو

زنہار ز صحبتش گریزاں می باش　　ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت

قطعاً ایسے لوگوں کی صحبت سے بھاگ　　ورنہ روح نیک بندوں کی تجھ سے خوش نہ ہو گی

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ